

گفتار با باری  
عقلمانی و کجمنشی باری

کتاب الفی

مترجم از کتاب الفی  
مترجم: محمد تقی میرزا

کتابخانه ملی ایران  
تهران

کتاب المغازی

حکومت پاکستان کا پی رائج رجسٹریشن نمبر 19434

# کشف الباری

(کتاب الفارسی)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

1431ھ / 2010ء

جمہد حقوق بحق مکتبہ فاروقیہ کراچی پاکستان محفوظ ہیں  
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مکتبہ فاروقیہ سے تحریری اجازت کے بغیر نہیں بھی  
شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اس قسم کا کوئی اقدام میرا تو قانونی کارروائی کا  
موضوع ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

لمكتبة الفاروقية كراچی، پاکستان

وہ حق محفوظ اور تصویر اور ترجمہ اور إعادة تعبیر کتاب کاغذی اور  
محرر اور نسخہ عنی اشرطہ کاسیت اور إدخاله عنی الکمپیوٹر اور  
برسخت عنی اسطوانات صوتیة إلا بحوافقة الناشر خطياً

Exclusive Rights by

**Maktabah Farooqia Khi-Pak.**

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

بزرگ جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m\_farooqia@hotmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



# فہرست مضامین

## کشف الباری عما فی صحیح البخاری

### کتاب المغازی

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
			<b>کچھ اپنے بارے میں</b>
۱۷	جہاد و قتال کی مشروعیت کے سلسلہ میں اترنے والی پہلی آیت	۱	ابتداء تعلیم
۱۸	جہاد کی دو قسمیں۔ دفاعی جہاد اور اقدامی جہاد	۲	عربی تعلیم کا آغاز
۲۰	جہاد کے آداب	۳	ستائیس دن میں حفظ قرآن
۲۱	جہاد کا مقصد اور غرض	۳	مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی صحبت کا اثر
۲۲	قومی حمیت کی وجہ سے لڑنے والے کا واقعہ	۴	شاگردوں کا وسیع حلقہ
	اسلام جبر و تلوار سے نہیں اپنی صداقت کی وجہ سے پھیلا		شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی
۲۳	نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار کی تقریر	۶	<b>کچھ کتاب کے بارے میں</b>
۲۵	اسلام میں مسئلہ غلامی		<b>عرض مرتب</b>
	مسئلہ غلامی کا ثبوت قرآن و حدیث سے	۸	
	حضرت ماریہ قبطیہؓ	۱۲	انبیاء کی بعثت انعام خداوندی ہے
	غلام کے ساتھ اسلام کا منصفانہ رویہ	۱۲	صلوات کی تریکی میں صرف عقل کا نور کافی نہیں
۳۰	<b>دعوت و جہاد</b>	۱۲	انبیاء اعلیٰ انسانی صفات کے حامل ہوتے ہیں
		۱۳	انبیاء کی نافرمانی عذاب الہی کی موجب ہے
۳۲	دعوت کا مقصد اور حکم	۱۴	جہاد کفار کے لیے تازیانہ خداوندی ہے
	دعوت کو آپ ﷺ کی مکی زندگی کے بیج پر		کیا دشمنی و بغاوت کو اس دور میں تہذیب و تمدن
۳۳	زندہ کرنے والی تحریک	۱۵	کی مددگی قومیں برداشت کر لیتی ہیں؟

صفحہ	مضامین اعنوانات	صفحہ	مضامین اعنوانات
۵۰	<b>غزوہ بدر کبریٰ</b>	۳۲	جہاد کے شرعی و اصطلاحی معنی
۵۲	حضرت مقداد بن اسود کی تقریر	۳۲	جہاد کا حکم شرعی
۵۳	حضرت سعد بن معاذ کی تقریر	۳۲	جہاد اور صحابہ
۵۵	مقام بدر	۳۵	دعوت و جہاد کی ہم آہنگی
	ابوسفیان کا خوف اور مکہ اطلاع کے لیے آدمی کی روانگی	۳۵	فریضہ دعوت، چھوڑ دینے کا وبال
۵۵			آج عالم اسلام کو دعوت و جہاد دونوں کی ضرورت ہے
۵۶	عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب	۳۶	
۵۷	جسیم بن الصلت کا خواب	۳۸	کتاب المغازی
۵۷	ابوسفیان کی جستجو	۸۶	باب غزوة العشيرة
۵۸	قریش کی واپسی کے لیے ابوسفیان کا پیغام	۸۶	غزوة اور سریہ میں فرق
۵۹	بنو زہرہ کی واپسی	۸۶	سلسلہ جہاد کی ابتدا، غزوات سے ہوئی یا سرایا سے
۶۰	جنگ کی رات حضور ﷺ کی دعا	۸۶	سریہ حمزہ بن عبدالمطلب
۶۰	مشرکین کی صف بندی	۸۶	سریہ عبیدہ بن حارث
۶۱	حکیم بن حزام کا عقبہ کو واپسی کا مشورہ	۸۶	کفار کے شکنجے سے مقداد اور عقبہ بن غزو ان کی آزادی
۶۲	حضرت عفراد کی ایک خصوصیت	۳۹	سریہ سعد بن ابی وقاص
۶۲	انفرادی مقابلہ میں عقبہ، شیبہ اور ولید کا قتل	۴۰	
۶۳	حضرت عبیدہ بن الحارث کی شہادت	۴۰	
۶۳	جنگ کا باقاعدہ آغاز	۴۱	<b>غزوة ابواء</b>
۶۴	جنگ شروع ہونے کے بعد حضور ﷺ کی دعا میں مشغولیت	۴۲	<b>غزوة بواط</b>
۶۵	ایک اشکال اور اس کا جواب	۴۲	<b>غزوة عسیرہ</b>
۶۶	ایک مشت خاک سے کفار کی بدحواسی	۴۲	<b>غزوة بدر اولیٰ</b>
۶۷	ابوالبختری کا قتل	۴۴	سریہ عبداللہ بن جحش
۶۷	عبیدہ بن سعید کا قتل	۴۴	اشہر حرم میں قتال ممنوع ہونے کی وجہ
۶۷	حضرت عباس کی گرفتاری	۴۶	لفظ مغازی کی تحقیق
	عمائد بن قریش کی لاشوں کو کنویں میں ڈالنے کا فیصلہ	۴۶	حدیث باب کی تشریح
۶۷		۴۸	غزوات کی تعداد
۶۸	کفار کی مردہ لاشوں سے حضور ﷺ کا خطاب	۴۹	سرایا کی تعداد

صفحہ	مصامین/عنوانات	صفحہ	مصامین/عنوانات
۹۱	ایک شبہ اور اس کا جواب	۶۹	مدینہ منورہ روانگی اور دو قیدیوں کا قتل
۹۲	بدر میں نزول ملائکہ کے فوائد	۶۹	مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ
۹۳	باب: باب بلا ترجمہ کی وجوہ	۷۰	غنیمت میں حصہ پانے والے آٹھ صحابہ
۹۴	آیت لایستوی القاعدون من المؤمنین	۷۱	مال خمس
۹۵	کے نزول کے متعلق حضرت گنگوہی کی رائے	۷۱	اسیران بدر کے متعلق مشورہ
۹۶	حضرت شیخ الحدیث کی رائے	۷۲	حضرت عباسؓ کا فدیہ
	باب عدة اصحاب بدر	۷۳	نوفل بن العمارث
	اصحاب بدر کی تعداد میں اختلاف روایات اور ان	۷۳	ابوالعاص بن الربیع
۹۸	میں تطبیق	۷۳	ابوسفیان کا بیٹا عمرو
۹۹	اصحاب بدر اور اصحاب طلوت میں مطابقت	۷۳	سہیل بن عمرو
۹۹	لفظ "نیف" کی تحقیق	۷۵	عمیر بن وہب کا قبول اسلام
۱۰۰	باب دعاء النبی ﷺ علی کفار قریش	۷۶	ایک سوال اور اس کا جواب
۱۰۰	غزوہ بدر سے حدیث باب کی مناسبت	۷۸	انہیاد اور فقہاء کے اجتہاد میں فرق
۱۰۱	ایک سوال اور اس کا جواب	۷۹	باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر
۱۰۲	باب قتل ابی جہل	۷۹	غزوہ بدر کے آغاز میں اس ترجمہ الباب کی وجہ
۱۰۳	ترجمہ الباب سے متعلق بحث	۸۳	جنگ بدر میں امیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ
	ترجمہ الباب اور روایات باب میں مطابقت کی عمدہ	۸۴	حدیث باب کی ترجمہ الباب سے مناسبت
۱۰۳	توجیہ	۸۴	باب قصہ غزوہ بدر
۱۰۳	جنگ بدر میں ابو جہل کے قتل کا واقعہ	۸۴	ترجمہ الباب کے ساتھ آیات قرآنیہ لانے کی وجہ
۱۰۶	هل اعد من رجل قتلتموه کے دو مطلب		فائدہ: حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ایک عبادت کی
۱۰۷	انت ابو جہل یا انت ابا جہل کی تحقیق	۸۵	توضیح
۱۱۰	کون کس کا مقابل تھا	۸۶	جنگ بدر میں نزول ملائکہ کی بحث
	هذان خصمان..... یہ آیت کس کے بارے	۸۸	ایک نکتہ
۱۱۰	میں نازل ہوئی		قریش کے تجارتی قافلے میں مال اور آدمیوں کی
۱۱۱	کیا مبارزہ بالقتال جائز ہے	۸۹	تعداد
۱۱۳	حضرت زبیرؓ کے جسم میں تلوار کے نشانات	۸۹	شبلی نعمانی مرحوم کی غلط فہمی
	معمر کی روایت	۹۰	باب قول الله تعالى: اذتستفيثون ربکم۔
۱۱۳	عبداللہ بن مبارکؓ کی روایت	۹۰	اذتستفيثون ربکم..... میں ترکیبی احتمالات
۱۱۵	معمر اور ابن مبارک کی روایتوں میں تعارض	۹۱	مردفین کے معنی



صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۱۵۰	حضرت قتادہ بن النعمان <small>رضی</small>	۱۱۵	حل تعارض کی مختلف توجیہات
۱۵۲	حضرت ابو حذیفہ <small>رضی</small>	۱۱۷	حضرت گنگوہی کی توجیہ
۱۵۲	ایک اشکال اور اس کے جوابات	۱۱۷	جنگ یرموک
۱۶۲	حضرت خنیس بن حذافہ <small>رضی</small>	۱۲۰	ترجمہ الباب سے روایت باب کی مطابقت
۱۶۳	حضرت ابو مسعود <small>رضی</small>	۱۲۲	مسئلہ سماع موتی
۱۶۵	حضرت قدامہ بن مظعون <small>رضی</small>	۱۲۱	قائلین سماع موتی کے دلائل
۱۷۱	روایت کی ترجمہ الباب سے مطابقت		قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی
۱۷۳	پہلافتنہ	۱۲۲	توجیہات
۱۷۳	دوسرافتنہ	۱۲۲	اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں
۱۷۳	تیسرافتنہ	۱۲۵	<b>خانائے دیوبند کا مسلک</b>
۱۷۵	تعارض روایات اور اس کی توجیہات		دوسرا مسئلہ: اہل خانہ کے رونے سے مردے
۱۷۶	باب تسمیة من سمی من اهل بدر	۱۲۵	کے عذاب میں اضافہ ہوتا ہے کہ نہیں؟
۱۷۶	بدری صحابہ کے نام پڑھنے کی ایک خصوصیت	۱۲۶	متعارض روایات میں وجوہ تطہیق
۱۷۸	باب حدیث بنی النضیر	۱۲۸	باب فضل من شهد بدرا
	حضور اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی مدینہ آمد کے وقت کفار کی	۱۲۹	حضرت حارثہ بن سراقہ <small>رضی</small>
۱۷۸	اقسام	۱۳۰	حضرت حاطب بن ابی بلتعنہ کا مشرکین کے نام خط
۱۷۹	یسور بنی قینقار کی جلاوطنی	۱۳۳	ایک اشکال اور مختلف جوابات
۱۸۰	غزوہ بنی نضیر	۱۳۳	حضرت گنگوہی کا تسلی بخش جواب
۱۸۵	حضرت حسان <small>رضی</small> کے شعر کا مطاب	۱۳۲	اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم سے متعلق
۱۸۵	ابوسفیان بن الحارث کے جوابی اشعار	۱۳۶	ایک اشکال اور اس کے جوابات
۱۹۱	ترجمہ الباب سے مطابقت	۱۳۶	شاہ ولی اللہ کی رائے
	باب قتل کعب بن الاشرف	۱۳۶	باب بلا ترجمہ
۱۹۱	کعب بن الاشرف کب قتل ہوا	۱۳۷	عبدالرحمن بن الغیل
۱۹۶	باب قتل ابی رافع	۱۳۸	ابو اسید
۱۹۶	ابورافع	۱۳۸	تنہیہ
۱۹۸		۱۳۲	جمعہ کے دن سفر کا مسئلہ
۲۰۳	<b>غزوہ احد</b>	۱۳۶	باب شہود الملائكة بدرا
		۱۳۸	باب بلا ترجمہ
		۱۳۹	حضرت ابو زید <small>رضی</small>

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۲۳۷	باب لیس، لک من الامرشى	۲۰۳	احد
۲۳۸	اسباب نزول آیت	۲۰۳	جنگ احد کا سبب اور مشرکین کی تیاری
۲۳۹	باب ذکر ام سلیط	۲۰۴	مسلمانوں کو حضرت عباسؓ کی پوشاکی اطلاع
۲۴۰	حضرت ام سلیط	۲۰۴	لشکر قریش کا حال معلوم کرنے کے لیے
۲۴۰	روافض کا خبیث باطن	۲۰۴	صحابہ کی روانگی
۲۴۱	باب قتل حمزةؓ	۲۰۴	آنحضرت ﷺ کا صحابہ سے مشورہ
	باب ما اصاب النبی من الجراح يوم	۲۰۶	مناقضین کی علیحدگی
۲۴۵	أحد	۲۰۷	لشکر اسلام کی ترتیب اور صف بندی
۲۴۷	حضرت شیخ الہند کا استدلال	۲۰۷	ابوعامر کا خروج اور لشکر اسلام کا جواب
۲۴۸	باب من قتل من المسلمین يوم أحد	۲۰۸	انفرادی مقابلہ میں کفار کی زبردست شکست
۲۵۱	باب أحد، یحبنا ونحبہ	۲۰۹	نصیر عام میں مسلمانوں کی فتح
	باب غزوة الرجیع	۲۰۹	جیتی ہوئی جنگ کی شکست میں تبدیلی
۲۵۳	غزوة رجب اور غزوة بئر معونہ کو ایک باب میں ذکر کرنے کی وجہ	۲۰۹	حضور ﷺ کی شہادت کی غلط خبر
۲۵۳		۲۱۰	افراتسری کے وقت آپ ﷺ کے پاس رہنے والے صحابہ
۲۵۵	<b>غزوة رجب</b>	۲۱۱	حضور اقدس ﷺ پر حملے
۲۵۸	حضرت خبیب کی شہادت	۲۱۲	ابی بن خلف کا قتل
۲۵۹	حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت	۲۱۳	حضرت عمرو بن الجموح کی شہادت
	<b>غزوة بئر معونہ صفر ۵ ہجری</b>	۲۱۳	حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو
۲۶۱		۲۱۳	حضرت سعد بن الربیع کی شہادت
۲۶۱	مولانا قاسم نانوتویؒ کا جذبہ اتباع سنت	۲۱۳	حضرت اصیرم کی شہادت
۲۶۵	باب غزوة الخندق وهی الاحزاب	۲۱۴	ستر مسلمانوں کی شہادت اسیران بدر کے فدیے کے صلہ میں تھی
۲۶۵	<b>غزوة خندق</b>	۲۱۵	غزوة احد میں شکست کی مصلحتیں
		۲۱۵	باب غزوة احد
		۲۱۹	ایک لطیفہ
		۲۲۶	باب اذہمت طائفتان منکم ان تفشلا
		۲۳۵	باب۔۔۔ ثم انزل علیکم من بعد الغم

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۳۰۳	مذکورہ درخت عارث ثادی نے گنے تھے یا بطور ہبہ	۲۷۹	غزوہ خندق کی تاریخ وقوع میں اختلاف
۳۰۵	حضرت گنگوہی اور حافظ ابن حجر کی رائے	۲۷۹	وجہ تسمیہ
۳۰۶	مسئلہ قیام تعظیم	۲۸۱	سن ہجری کی ابتدا کس سال اور کس مہینہ سے ہوئی
۳۰۸	بنو قریظہ کے متعلق حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ	۲۸۱	ایک شبہ اور اس کے جوابات
۳۰۸	حضرت سعد بن معاذ کی وفات	۲۸۳	غزوہ خندق میں حضرت جابر کی کھانے کی دعوت
۳۰۸	رضی حالت میں حضرت سعد بن معاذ کی دعا سے	۲۹۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر پر بال
۳۰۹	متعلق بحث	۲۹۳	حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت ابن عمر کے درمیان
۳۰۹	باب غزوة ذات الرقاع	۲۹۳	خلافت کے معاملہ میں گفتگو
۳۱۰	غزوة ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ	۲۹۵	ترجمہ الباب سے روایت کی مناسبت
۳۱۱	غزوة ذات الرقاع کا سبب	۲۹۵	دشمن کی خبر لانے والے صحابی کے متعلق بخاری اور
۳۱۱	غزوة ذات الرقاع کی تاریخ وقوع میں اختلاف	۲۹۵	مسلم کی روایت میں تعارض اور اس کا حل
۳۱۱	امام بخاری کی رائے اور ادلہ	۲۹۶	غزوة خندق سے واپسی پر آپ ﷺ کی دعا
۳۱۱	امام بخاری نے غزوة ذات الرقاع کو غزوة خیبر سے	۲۹۶	باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۱۱	پہلے کیوں ذکر کیا	۲۹۶	من الاحزاب ومخرجه النبی بنی قریظہ
۳۱۳	ترجمہ الباب کی تشریح	۲۹۶	<b>غزوة بنی قریظہ</b>
۳۱۳	عبداللہ بن رجاہ کی تعلیق	۲۹۶	قریظہ کی طرف لشکر اسلام کی روانگی
۳۱۶	حضرت ابن عباس کی تعلیق سے امام بخاری کا	۲۹۷	بنو قریظہ کو کعب بن اسد کا مشورہ
۳۱۶	استدلال	۲۹۸	قتل کئے جانے والے یہودیوں کی تعداد
۳۱۸	بکر بن سوادہ بصری	۲۹۹	موکب جبریل کی تشریح
۳۲۰	حافظ ابن حجر کی غلط فہمی	۳۰۰	حضرت جبریل علیہ السلام کو نبی کے علاوہ کوئی اور دیکھ
۳۲۲	غزوة ذات الرقاع میں صلاة الخوف کی ادائیگی	۳۰۰	سکتا ہے؟
۳۲۲	اعرابی کا رسول اللہ ﷺ پر تلوار اٹھانے کا واقعہ	۳۰۰	حضور اکرم ﷺ نے بنو قریظہ میں نماز عصر پڑھنے
۳۲۳	ایان کی روایت میں بیان کی گئی صلاة الخوف کی	۳۰۱	کے لیے کہا تھا یا نماز ظہر
۳۲۵	تحقیق	۳۰۱	راستہ میں نماز پڑھنے والوں کا عمل بہتر تھا یا بنو
۳۲۶	مذکورہ اعرابی مسلمان ہوا تھا یا نہیں	۳۰۲	قریظہ میں پڑھنے والوں کا
۳۲۶	باب غزوة بنی المصطلق	۳۰۳	فتح قریظہ کے بعد ہاجرین کو دیئے گئے درختوں کی
۳۲۶	غزوة بنی المصطلق اور غزوة مرہ سے ایک ہے یا دو	۳۰۳	واپس
			حضرت ام ایمن

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۳۵۹	باب غزوة الحديدية	۳۲۷	غزوة بنی المصطلق کے سنہ تاریخ میں اختلاف
۳۵۹	<b>غزوة حدیبیہ</b>	۳۲۸	<b>غزوة مریسج</b>
۳۶۱	بیعت رضوان	۳۲۸	حضرت جویریہ بنت حارثؓ
۳۶۵	صلح حدیبیہ اور اس کے شرائط	۳۲۸	حضور اکرم ﷺ سے جویریہ کا عقد نکاح
۳۶۶	الامر فوق الادب کی بحث	۳۲۹	حضرت جویریہؓ کے والد کا قبول اسلام
۳۶۷	صلح حدیبیہ کے وقت حضرت ابو جندلؓ کی آمد	۳۳۰	عزل کا حکم
۳۶۷	حضرت عمرؓ کی گفتگو	۳۳۰	خاندانی منصوبہ بندی اور اس کا حکم
۳۷۰	صلح حدیبیہ کے نتائج پر ایک نظر	۳۳۱	روایتِ باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات
۳۷۲	حدیثِ باب کی تشریح	۳۳۲	<u>باب غزوة اتمار</u>
۳۷۶	ایک سوال اور اس کے جوابات	۳۳۲	<u>باب حدیث الافک</u>
۳۷۷	صحاب حدیبیہ کی تعداد میں اختلافِ روایات اور اس کا حل	۳۳۳	بخاری کے اشارہ مقامات سے حدیثِ افک کی تخریج
۳۷۹	سندِ حدیث پر بحث	۳۳۳	حدیثِ افک کا ترجمہ
۳۸۰	لا احصى کم سمعته من سفیان کے دو مطلب	۳۳۸	حدیثِ افک کے بعض جملوں کی تشریح
۳۸۲	ایک خاتون کی حضرت عمرؓ سے امداد طلبی	۳۳۵	ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی اور اس کا حکم
۳۸۳	بیعت رضوان کا درخت	۳۳۵	حضرت عائشہؓ کے متعلق حضرت بریرہؓ سے تفتیش
۳۸۶	حضرت یحییٰ بن یعلیٰ	۳۳۷	کی بحث
۳۸۶	زوال سے پہلے نماز جمعہ کا مسئلہ	۳۳۷	واقعہ افک کے وقت حضرت سعد بن معاذ کی موجودگی کی تحقیق
۳۸۸	مؤمنین کے لیے بشارت کا نزول	۳۳۸	شانِ صدیقیت
۳۹۰	مسئلہ نقض وتر	۳۳۹	ما کشفتم من کف انشی قط پر وارد ہونے والا
۳۹۳	حدیثِ باب پر ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۳۹	اشکال اور اس کے مختلف جوابات
۳۹۳	فان یا تونا کان الله عزوجل قد قطع عینا من المشرکین کے معنی	۳۵۰	حضرت صفوان بن المعطل
۳۹۷	قرآنِ سنت کے لیے ناسخ بن سکتا ہے؟	۳۵۱	کان علیؓ مسلما فی شانہا کے معنی
۳۹۹	عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے پہلے بیعت کی	۳۵۲	روایتِ باب پر دو اشکال اور ان کے جوابات
۴۰۱	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۵۲	حضرت حسان بن ثابتؓ
۴۰۳	<u>باب قصة عکل وعرینہ</u>	۳۵۶	

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۲۳۳	لسن کھانے کا حکم	۲۰۴	عکس و عریضہ کا واقعہ
۲۳۳	ایک نکتہ	۲۰۵	ایک اشکال اور اس کے جوابات
۲۳۳	<b>حرمت متعہ</b>	۲۰۶	باب غزوة ذات القرد
۲۳۴	روافض کے نزدیک متعہ اور اس کا حکم		غزوة ذات قرد کے تاریخ و وقوع میں اختلاف امام
۲۳۵	متعہ روافض خالص زنا ہے	۲۰۷	بھاری کی رائے اور وجوہ تطبیق
	حلت متعہ پر آیت قرآنیہ سے روافض کا غلط		
۲۳۵	استدلال	۲۰۸	<b>غزوة ذات قرد</b>
۲۳۶	آیت کا صحیح مفہوم		
۲۳۷	حرمت متعہ پر قرآنی آیات		
	ابتدائے اسلام میں حلال متعہ درحقیقت نکاح	۲۰۹	باب غزوة خیبر
۲۳۸	موقت تھا	۲۱۰	<b>غزوة خیبر</b>
۲۳۹	نکاح موقت اور متعہ روافض میں فرق		
۲۳۹	حضرت ابن عباس کی طرف جواز متعہ کی نسبت	۲۱۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی
۲۴۰	متعہ کس موقع پر منسوخ ہوا؟	۲۱۱	خیبر پر حملہ اور محاصرہ
۲۴۲	گھوڑے کے گوشت کا حکم	۲۱۲	قلعوں کی فتح
۲۴۳	جہاد میں فارس اور راجل کے حصہ کا مسئلہ	۲۱۲	اہل فدک سے صلح
۲۴۳	غنائم خیبر کی تقسیم	۲۱۵	حدیث باب کی تشریح
۲۴۴	انما بنو ہاشم وبنوالمطلب شیء واحد کے معنی	۲۱۷	ایک اشکال اور اس کے جوابات
۲۴۶	حضرت عمرؓ اور حضرت اسماء بنت عمیس کا واقعہ	۲۱۸	غزوة خیبر میں حضرت عامر بن الاکوع کی شہادت
۲۴۶	ومنہم الحکیم اذالقى الخیل کے معنی	۲۱۹	گدھوں کے گوشت کا مسئلہ
۲۴۷	غنیمت میں جہاد کے بعد آنے والے کا حصہ		
۲۴۹	مال غنیمت سے چوری کرنے کا وبال	۲۲۲	حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابوہریرہؓ کی
۲۵۰	ایک اشکال اور اس کا جواب		روایات میں بیان کردہ واقعہ کی تحقیق
	تقسیم اراضی کے متعلق حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ	۲۲۳	روایت باب سے حضرت شیخ البند کا استدلال
	کا اختلاف	۲۲۴	تعلیقات باب کی تشریح
۲۵۱	فائدہ	۲۲۶	حوالہ: لاجول ولاقوة الا بالسمع فضیات
۲۵۱	حضرت ابوہریرہؓ اور ابان بن سعیدؓ میں جھڑپ	۲۲۸	جہاد سے قبل اسلام کی دعوت
۲۵۲	تنبیہ	۲۲۹	تنبیہ
۲۵۴	تنبیہ	۲۳۰	حضرت صفیہؓ

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۴۸۵	ذوالجناحین کا مطلب		<b>حضرت فاطمہ کے حضرت صدیق اکبرؓ</b>
۴۸۵	تشبیہ	۴۵۶	<b>سے مطالبہ میراث کی حقیقی بحث</b>
۴۸۷	تشبیہ	۴۵۷	ایک اشکال اور اس کے جوابات
	باب بعث النبی ﷺ		حضرت فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت صدیقؓ نے
۴۸۷	اسامة بن زید الی الحرقات	۴۶۳	پڑھائی
		۴۶۴	حضرت صدیقؓ کے ہاتھ پر حضرت علیؓ کی بیعت
۴۹۰	باب غزوة الفتح	۴۶۵	فائدہ: انبیاء کی وراثت تقسیم نہ ہونے کی حکمتیں
۴۹۱	قریش کی عہد شکنی		
۴۹۲	قریش کی جانب سے تجدید معاہدہ کی کوشش	۴۶۶	باب استعمال النبی ﷺ علی اہل خبیر
۴۹۳	فتح مکہ کی تیاری		
۴۹۳	لشکر اسلام کی روانگی	۴۶۷	باب معاملة النبی ﷺ اہل خبیر
۴۹۶	مکہ مکرمہ میں داخلہ		
۴۹۸	مسجد حرام میں داخلہ	۴۶۸	باب الشاة التي سمت للنبي ﷺ بخبير
۴۹۸	بام کعبہ پر اذان		
۴۹۹	بیعت عامہ	۴۶۹	باب: غزوة زيد بن حارثة
۴۹۹	حضرت ہندہ کی بیعت		
۵۰۰	مباح الدم قرار دیئے جانے والے مجرم	۴۷۰	باب: عمرة القضاء
۵۰۳	قتل کئے جانے والے مجرم		
		۴۷۱	عمرة القضاء کے مختلف نام
۵۰۵	باب غزوة الفتح فی رمضان	۴۷۲	عمرے کی ادائیگی
		۴۷۳	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا جانتے تھے
	باب ابن رکز النبی ﷺ		
۵۰۸	الراية يوم الفتح	۴۷۷	باب غزوة موتہ من أرض الشام
	ترجمہ کے معنی		
۵۱۰	مکہ مکرمہ میں داخلے کے وقت احرام کا مسئلہ	۴۷۷	<b>غزوة موتہ</b>
۵۱۳			
۵۱۳	باب دخول النبی ﷺ من اعلى مكة	۴۸۱	کشف نبوت اور کشف ولایت میں فرق
		۴۸۲	ایک شبہ اور اس کے جوابات

صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
	باب بعث علی بن ابی طالبؓ و خالد بن ولیدؓ الی الیمن	۵۱۵	باب منزل النبی ﷺ یوم الفتح
۵۶۹		۵۱۷	حضرت عمرؓ کے ہاں حضرت ابن عباسؓ کا رتبہ
۵۷۰	روایتِ باب پر اشکال اور اس کے جوابات	۵۱۹	باب مقام النبی ﷺ بمکہ زمین الفتح
۵۷۳	باب غزوة ذی الخلفہ	۵۲۱	فتح مکہ کے وقت مدتِ قیام میں اختلاف اور اس کا حل
۵۷۷	باب غزوة ذات السلاسل	۵۲۳	امامتِ صبی کا مسئلہ
۵۷۷	وجہ تسمیہ	۵۲۷	حدیثِ باب سے ائمہ ثلاثہ کا ثبوت نسب پر استدلال
۵۷۸	غزوة ذات السلاسل کی تاریخ وقوع	۵۳۲	باب قول اللہ تعالیٰ: ویوم حنین.....
۵۸۰	باب ذهاب جریر الی الیمن	۵۳۲	<b>غزوة حنین</b>
۵۸۲	ذوکلاع اور زوعمرہ	۵۳۷	وفدِ ہوازن کی آمد اور قیدیوں کی واپسی
۵۸۲	باب غزوة سیف البحر	۵۴۰	لاھا للہ اذا کے معنی
۵۸۷	باب حج ابی بکر بالناس فی سنة تسع	۵۴۲	باب غزوة او طلاس
۵۸۷	یہ حج کس مہینہ میں ہوا	۵۴۳	باب غزوة الطائف
۵۸۸	فائدہ: اس حج سے حضرت صدیق کا فریضہ حج ساقط ہو گیا تھا یا نہیں	۵۴۶	مختلک کے عورتوں کے پاس آنے کا مسئلہ
۵۸۹	باب وفد بنی تمیم	۵۴۸	حضرت ابو بکرؓ
۵۹۱	باب وفد عبدالقیس	۵۵۱	روایتِ باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات
۵۹۲	وفدِ عبدالقیس کس سن میں آیا؟	۵۵۳	مؤلفۃ القلوب
۵۹۳	وفدِ عبدالقیس کی آمد کا سبب	۵۵۸	تنبیہ
۵۹۵	تنبیہ	۵۵۹	باب السریة التي قبل نجد
	باب وفد بنی حنیفة و حدیث ثمامة بن اثال	۵۶۰	باب سریة عبدالله بن حذافة و علقمة بن مجزر
۵۹۵		۵۶۳	باب بعث ابی موسیٰ و معاذ بن جبل الی الیمن
		۵۶۸	روایتِ باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات

صفحہ	مضامین اعنوانات	صفحہ	مضامین اعنوانات
۶۱۶	باب حجة الوداع	۵۹۸	مسیدہ کذاب
۶۱۶	حجۃ الوداع کے چار نام	۵۹۹	ایک اشکال
۶۱۷	حج کے لیے روانگی		فائدہ: مسیدہ کذاب نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے یا نہیں
۶۱۷	صحابہ کی تعداد	۶۰۰	
۶۱۸	حج کی ادائیگی اور واپسی	۶۰۲	باب قصہ الاسود العنسی
۶۱۹	طواف قدوم کے بعد طلال ہونے کی بحث		
۶۲۲	حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ بیت اللہ میں داخل ہونے سے	۶۰۲	باب قصہ اہل نجران
۶۲۳	خطبہ حجۃ الوداع	۶۰۵	فائدہ: مباہلے کے معنی
۶۲۶	حضور اکرم ﷺ نے کتنے حج کئے؟	۶۰۶	باب قصہ عمان والبحرین
۶۲۹	باب غزوة تبوک	۶۰۷	تشبیہ
۶۲۹	غزوة تبوک کو حجۃ الوداع کے بعد ذکر کرنے کی توجیہات	۶۰۷	باب قدوم الاشعریین واهل الیمن
۶۳۰	غزوة تبوک کا سبب	۶۱۰	فداریں کے معنی
۶۳۲	تبوک میں مدت قیام اور واپسی	۶۱۲	حکمت کے معنی
۶۳۲	الاترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ کے معنی	۶۱۲	فائدہ
۶۳۲	روایت باب سے روافض کا غلط استدلال	۶۱۲	حضرت علقمہ
۶۳۵	باب حدیث کعب بن مالک	۶۱۳	باب قصہ دوس
۶۳۰	حدیث کعب بن مالک کا ترجمہ	۶۱۵	والطفیل بن عمرو الدوسی
۶۳۲	حدیث کعب بن مالک کے بعض جملوں کی تشریح		
	اسلاف کی محبت کا ایک واقعہ	۶۱۵	تشبیہ
	باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم		
۶۳۹	الی کسری و قیسر	۶۱۵	باب قصہ وفد طی
		۶۱۵	وحدیث عدی بن حاتم
			حضرت ابوہریرہ
			حضرت عدی بن حاتم



صفحہ	مضامین/عنوانات	صفحہ	مضامین/عنوانات
۶۷۸	والحقنی بالرفیق کے معنی	۶۵۳	مکتوب گرامی کا مضمون
۶۸۶	واقعہ لودر	۶۵۵	<b>عورت کی حکمرانی</b>
۶۸۸	باب آخر ماتکلم - النبی ﷺ	۶۵۶	حدیث باب پر دو اعتراض
۶۸۸	باب وفاة النبی ﷺ	۶۵۹	نسوانی قیادت کے مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات
	باب بعث النبی ﷺ اسامة بن زید	۶۶۲	باب مرض النبی ووفاته
۶۹۰	فی مرضه الذی تو فی فیہ	۶۶۳	مرض الوفات کی ابتدا
۶۹۱	باب کم غزا النبی ﷺ	۶۶۴	بیماری کی کل مدت
۶۹۲	فائدہ: امام بخاری اور مسلم کی عالی سند روایات	۶۶۴	حضرت عائشہ کے گھر منتقلی
۶۹۲	فائدہ: بخاری میں امام احمد بن حنبل کی روایات	۶۶۵	آخری خطبہ
۶۹۵	<b>غزوات مختصر مختصر</b>	۶۶۵	مسجد نبوی میں آخری نماز
۷۰۳	کتابیات	۶۶۷	وعال
		۶۶۷	تاریخ وفات
		۶۶۹	وفات کے بعد صحابہ کی کیفیت
		۶۷۰	تکفین و تدفین
		۶۷۲	<b>واقعہ قرطاس</b>

### ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ ربیع البغانے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ ربیع نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یعنی اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے "ر" لگا دیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

## کچھ اپنے بارے میں

حامدا ومصليا ومسلما وبعد

دیوبند کے قریب اور تھانہ بھون سے تقریباً متصل قصبہ حسن پور لوہاری ضلع مظفرنگر یوپی انڈیا احقر کا مولد اور مسکن قدیم ہے یہ قصبہ آفریدی پٹھانوں کی بستی ہے، اس بستی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حافظ ضامن شہید اور مولانا شیخ محمد تھانوی کے پیرومرشد اور حضرت سید احمد شہید کے معتد خاص میانجی نور محمد جھنجھانوی کا قیام اسی بستی میں رہا ہے اور تھانہ بھون کے مذکور الصدر عارفین ثلاثہ نے حسن پور لوہاری حاضر ہو کر میانجی صاحب موصوف سے استفادہ کیا ہے اور مستفیدین میں پھر حاجی صاحب کا فیض چہار دانگ عالم میں آج بھی جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔

احقر کا تعلق انہی آفریدی خوانین کے ایک متوسط خاندان سے ہے جس کا پیشہ طبابت چلا آ رہا ہے، میرے والد ماجد جناب عبدالعلیم خان صاحب مرحوم بچے ہی تھے کہ دادا صاحب کا انتقال ہو جانے سے یتیم ہو گئے تھے، اسی لیے ان کی تعلیم کا معقول بندوبست نہ ہو سکا اور وہ طب کی تعلیم حاصل نہ کر پائے۔ ان کی یونانی دواؤں کی دوکان تھی اور وہ عطار تھے۔

## ابتداء تعلیم

میرے پہلے استاد منشی بندہ حسن جن سے میں نے اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی، پرہیزگار اور متقی انسان تھے میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا ذاکر اور نوافل کی کثرت کرنے والا آدمی نہیں دیکھا۔ میرے دوسرے استاد منشی اللہ بندہ جن سے میں نے اردو فارسی کی تعلیم کے دوران قرآن کریم ناظرہ پڑھا وہ مغرب کے بعد گھر پر پڑھانے تشریف لاتے تھے قناعت پسندی اور دنیا سے بے رغبتی میں وہ بے نظیر تھے ان کا معمول تھا کہ روزانہ ایک قرآن کریم ختم فرماتے تھے جب کہ وہ حافظ نہیں تھے۔

## عربی تعلیم کا آغاز

قرآن کریم اور اردو فارسی کی تعلیم سے فراغت کے بعد مجھے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی خدمت میں پہنچا دیا گیا یہاں ۲ سال ۶ ماہ کی مدت میں درجہ رابعہ تک کتابیں پڑھیں پھر احقر کو دیوبند بھیج دیا گیا، وہاں پانچ سال گزارے، دارالعلوم کا رائج نصاب پورا کیا،

جملہ فنون منطق، فلسفہ، ادب، اصول، ریاضی، فقہ، کلام اور حدیث کی داخل درسی کتابیں سب ختم کیں۔ دارالعلوم سے فراغت کے وقت ۲۰ سال عمر تھی اور پاکستان نہیں بنا تھا۔

پھر تدریس شروع کی اور پاکستان ہجرت سے قبل جلال آباد مدرسہ مفتاح العلوم میں پورے درس نظامی بشمول جملہ فنون اور دورہ حدیث کا آٹھ سال درس دیا۔ پاکستان آنے کے بعد ۳ سال دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالہہ یار میں مدرس رہا، پھر دس سال دارالعلوم کراچی میں اور دارالعلوم کے ساتھ ساتھ ایک سال جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں بھی خدمات انجام دیں۔ ہر مدرسے میں حدیث کے مرکزی اسباق کے ساتھ دیگر فنون کی بڑی کتابیں ہی زیر درس رہیں۔ ۱۹۶۷ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی کی بنیاد رکھی اور ۲۸ سال سے تاحال یہیں کام کر رہا ہوں۔

میرا بچپن اور طالب علمی کا زمانہ کھیل کود اور لڑکپن کی نذر ہو گیا مگر نہ معلوم کیا وجہ تھی کہ اسی زمانے میں اول سے لے کر آخر تک اساتذہ کی شفقت اور ان کا حسن ظن ہمیشہ حاصل رہا۔ ان میں سے کئی حضرات کو محبت اور شفقت کی بنا پر کبھی کبھی اپنے اس نالائق شاگرد پر بے حد اعتماد اور فخر کرتے ہوئے بھی پایا جس نے اس وقت بھی ہمیشہ شرمسار ہی کیا۔ (۱)

ابتداء ہی سے کسی درجہ میں طالب علمانہ استعداد میں استحکام پیدا ہو گیا تھا اس لیے لڑکپن کا لابی پن کچھ زیادہ مضر نہیں ہوا، یہ دوسری بات ہے کہ اگر پوری توجہ اسباق، مطالعہ اور تکرار پر ہوتی تو یقیناً بہت بہتر صورت حال ہوتی بہر حال وہ نقصان تو ہو چکا تھا پھر تدریس کے زمانے میں بہت محنت کی اور کسی نہ کسی طرح یہ تدریس کا زمانہ گزار لیا۔ (۲)

(۱) حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے مولانا کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان کے حافظے کے واقعات سن کر قرون اولی کے محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، یہ واقعہ بہت سوں کے لیے باعث تعجب ہوگا کہ اس دور میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں پورا قرآن نہ صرف یاد کیا بلکہ یاد کرنے کے ساتھ ساتھ تراویح میں بھی سنایا۔

طالب علمی ہی کے زمانہ میں آپ دارالعلوم دیوبند سے رمضان کی تعطیلات میں گھر آئے، خیال ہوا کہ چھٹیوں کے اس وقفہ میں قرآن شریف کا کچھ حصہ یاد کروں، رمضان سر پر تھا، مشورہ یہ ہوا کہ روزانہ ربع پارہ یاد کر کے تراویح میں سنایا جائے، اس طرح رمضان کی تراویح بھی ہوتی رہیں گی اور آپ سات آٹھ پارے بھی یاد کر لیں گے۔ مولانا کو شاید خود بھی اپنے حافظہ کی قوت کا اس وقت اندازہ نہیں تھا، چنانچہ آپ نے روزانہ چوتھائی پارہ یاد کرنے کا ارادہ کر کے حفظ قرآن کا آغاز کیا، لیکن جب یاد کرنے بیٹھے تو روزانہ ربع پارہ کے بجائے ایک پارہ ڈیڑھ پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں سنا رہے، ادھر ستائیسویں شب آ پہنچی اور ادھر آپ نے حفظ قرآن مکمل کر کے اس رات آخری پارہ بھی سنایا۔ علاقے کے حافظ کو جب یہ اطلاع ملی تو بہت سوں کو یقین نہیں آ رہا تھا لیکن ایک واقعہ جو وجود میں آچکا تھا اس سے انکار کیسے ممکن تھا۔

(۲) مولانا فن تدریس کے شہسوار ہیں وہ جہاں بھی رہے، تشنگان علوم دینیہ کی شمع رہے۔ ان پر دانوں کی رونق سے وہ کبھی بے رونق نہیں ہوئے۔

## مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی صحبت

میری زندگی میں سب سے زیادہ تبدیلی، دینی جذبات کی پرورش، اخلاق و اعمال کے حسن و قبح کا احساس، ان کی اصلاح کی طرف توجہ اور ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو رجال دین میں شامل کرنے کا شوق اور جذبہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہ کر پیدا ہوا یہ دوسری بات ہے کہ میں نفس و شیطان کے اغواء کے سبب کچھ بن نہ سکا مگر اس پر شکر گزار ہوں کہ اہل حق علماء اور اہل صلاح

ان کے دور شباب میں تعطیلات کے زمانہ میں بھی طلبہ کی ایک جماعت ہمیشہ ان کے ساتھ پڑھنے کی غرض سے رہتی تھی اس وقت حدیث پڑھانے والے کئی اساتذہ ہا یہ بھی ہیں جنہوں نے درس نظامی کے ابتدائی درجہ سے لے کر سماج سے تک کی تمام کتابیں بلا شرکت غیرے آپ سے پڑھیں، درس نظامی میں اس وقت داخل کوئی معیاری کتاب ایسی نہیں ہے جس کا آپ نے درس نہ دیا ہو، درس تدریس میں آپ کی محنت اور شغف کا اندازہ اس سے لگائیے کہ سالہا سال تک صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، سنن ابی داؤد اور مشکوٰۃ شریف سب کی دونوں جلدیں مکمل طور پر آپ پڑھاتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ مزید کچھ اور کتابوں کے اسباق بھی آپ کے پاس ہوتے رہے۔

اچھے اور مقبول استاذ و مدرس کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسئلہ پٹھوں میں سمجھا سکیں اور طلبہ ان کے درس سے آکٹا ہٹ محسوس نہ کریں، کوئی استاذ تقسیم اور سمجھانے میں غیر معمولی صلاحیت و مہارت کا مالک ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کے انداز بیان اور اسلوب تقریر سے طلبہ پر ذہنی بوجھ پڑتا ہو تو اس کو فن تدریس کی تمام اچھی صفات کا حامل مدرس نہیں کہا جاسکتا۔ اللہ جل شانہ نے مولانا کو تقسیم کی غیر معمولی صلاحیت کے ساتھ ساتھ انداز بیان اور اسلوب اظہار کی ایسی دلنشین و دلکش ادا سے نوازا ہے کہ گھنٹوں ان کے درس میں آپ بیٹھے رہیں آکٹا ہٹ آپ بالکل محسوس نہیں کریں گے اول تا آخر درس پر تازگی اور نشاط و روحانی چمکی رہے گی، ان کی تدریسی زندگی تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔ اور آج بھی جب کہ وہ عمر عزیز کی ۶۸ ویں سرس پر پہنچ چکے ہیں دارالحدیث کی معمور فضا میں ان کے درس بخاری سے گونجتی ہیں۔

## شاگردوں کا وسیع اور مفید حلقہ!

اللہ جل شانہ نے مولانا کو تلامذہ کے بہت ہی مفید اور وسیع حلقہ سے نوازا ہے، اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں مولانا کے جو شاگرد مختلف نمایاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ان ممالک کی تعداد میں سے زائد ہے، جس میں پاکستان کے علاوہ ناروے، جرمنی، سوئیڈن، افریقہ، سعودی عرب، کویت، قطر، عرب امارات، عمان، انگلینڈ، آسٹریلیا، کوریا، افریقہ، فرانس، ملائیشیا، رنگون، ہندوستان، بنگلہ دیش، ایران اور افغانستان وغیرہ داخل ہیں۔ آپ کے شاگردوں کے اس وسیع حلقہ میں مصنف بھی ہیں اور مدرس بھی، مفتی بھی ہیں اور عالمی اسکالر بھی، جنگی محاذوں پر کفر کے ساتھ نبرد آزما مجاہد بھی ہیں اور عالمی سطح پر دین کا فریضہ انجام دینے والے مبلغ بھی، بڑے بڑے دینی ادارے قائم کرنے والے اور چلانے والے، متم بھی ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز محدث بھی۔

دارالعلوم کراچی کے صدر مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے

مہتمم مولانا حبیب اللہ مختار صاحب، درس نظامی کی بعض کتابوں کے اردو شارح مولانا ضیف تنگڑوی اور مولانا مفتی نظام الدین شامزی جیسے اساطین علم آپ کے حلقہ تلمذ میں داخل ہیں۔

کے دامن سے وابستہ ہوں اور امیدوار ہوں کہ اس وابستگی پر اللہ سبحانہ تعالیٰ عفو و کرم کا معاملہ فرما کر مغفرت فرمادیں گے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

## شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی!

یہ حقیقت ہے کہ مجھے فن حدیث سے تعلق اور مناسبت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلمذ کے طفیل میں نصیب ہوئی، حضرت کا ترمذی شریف کا درس روزانہ دو اور ڈھائی گھنٹے اس شان سے ہوتا تھا کہ نظروں کو پھر وہ خوش گوار منظر کہیں دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوا۔ وہ شیخ زمانہ جس کی دینی، ملی، سیاسی، سماجی، اصلاحی اور انتظامی اور درسی خدمات کی کوئی حد نہ تھی وہ استقامت و شبابت کا جبل اعظم تھا، مسند درس کو جب وہ زینت بخشا تھا تو چہرے پر گفتگو کے آثار نمایاں ہوتے، شخصیت اس قدر پرکشش اور دلربا ہوتی کہ دل انہی کی طرف کھچے جاتے تھے سال بھر درس میں حاضری دینے والے طالب علموں کے لیے حضرت کی ذات گرامی میں پہلے دن کی طرح نیا پن اور جاذبیت ہوتی تھی۔ خیال آتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کی جب یہ شان ہے تو خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا۔

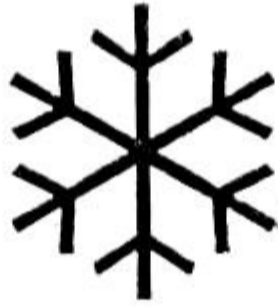
حضرت کے درس ترمذی میں حدیث کے فنی مباحث پر سیر حاصل بحث ہوتی تھی اسناد، جرح و تعدیل تطبیق و ترجیح کی بحثیں، فقہی، کلامی، تاریخی مسائل اور اخلاقی و اصلاحی گفتگو بڑے بسط و تفصیل سے فرمایا کرتے تھے۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب کا سیٹ برابر میں رکھا ہوتا تھا۔ حوالے کی ہر بات کو کتاب کھول کر اور اس کی عبارت پڑھ کر بیان فرماتے اور اس تفصیلی سبق میں اس قدر اطمینان ہوتا تھا کہ کبھی یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ ان کو اس کام کے علاوہ کوئی اور کام بھی ہے۔ طلبہ کے ہر قسم کے سوالات کا نہایت خندہ پیشانی سے تفصیلی جواب عنایت فرماتے کبھی چہرے سے انقباض ظاہر نہ ہوتا بلکہ انبساط و نشاط ہی کی کیفیت نمایاں رہتی تھی۔

اس سال حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کا درس بخاری اسفار کی کثرت سے متاثر ہوا نیز شیخ کے یہاں جامع ترمذی کے درس کا اہتمام زیادہ تھا اس لیے بخاری شریف کا درس درایت کے انداز میں کم ہی ہو سکا۔ پوری کتاب تو خیر نہیں لیکن ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ شعبان کو امتحان سالانہ کے ختم ہونے پر قراءۃ و روایت گزار کر ۲۸ شعبان کو کتاب مکمل کی گئی۔

شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کا ابو داؤد کا درس بھی معاون بنا ان کے درس سے بھی احقر نے بہت کچھ سیکھا، ترمذی شریف کتاب السیر سے آخر تک اور شمائل ترمذی بھی احقر نے حضرت

شیخ الادب ہی سے پڑھی۔

احقر نے زمانہ تدریس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی تصنیفات اور حواشی سے بہت استفادہ کیا ہے بلکہ تدریس کا یہ پورا زمانہ الکوکب الدرری، بذل الجہود، اوجز المسالک اور لامع الدراری سے خوشہ چینی ہی میں بسر ہوا ہے۔ دوسری تصانیف سے بھی بلاشبہ استفادہ کیا اور بار بار کیا لیکن تعلق کی جو کیفیت شیخ کی کتابوں کے ساتھ رہی وہ اوروں کے ساتھ نہیں رہی۔ اس لیے حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے بعد اگر مجھ پر علم حدیث کے سلسلے میں کسی کا سب سے زیادہ احسان ہے تو وہ شیخ الحدیث کا ہے۔



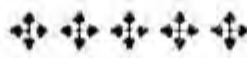
## کچھ کتاب کے بارے میں

صحیح بخاری کتاب المغازی کی یہ درسی تقریر ترتیب و تحقیق کے مراحل سے گزرنے کے بعد آپ کے ہاتھوں میں ہے، جیسا کہ کشف الباری جلد اول کی ابتدا میں عرض کر دیا گیا ہے کہ یہ دراصل صحیح بخاری کی میری درسی تقریر ہے یہ تقریر مولوی رشید احمد شریف کراچی نے ٹیپ کی تھی، اپنی کسی درسی تقریر کے ضبط کرنے کا نہ میں نے کبھی اہتمام کیا اور نہ کبھی اس کا ارادہ ہوا، لیکن مولوی صاحب کا اصرار غالب رہا اور میں نے اس سال کی تقریر ٹیپ کرنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے بڑے اہتمام سے پوری صحیح بخاری کے درس کو زبردستی خرچ کر کے ٹیپ کیا۔ یہ درسی تقریر کیسٹوں سے منتقل ہو کر کاپیوں میں اور وہاں سے ترتیب و تحقیق کے مراحل عبور کر کے کتابی شکل میں آنا شروع ہو گئی ہے۔

اس درس کا آغاز ۲۱ شوال ۱۴۰۶ھ کو ہوا، اور ۱۰ رجب ۱۴۰۷ھ کو کتاب ختم ہوئی۔ عید الانحی، ۱۰ ماہی و ششماہی امتحانات اور جمعہ کے دن کی تعطیلات نکال کر اس درس کی کل مدت ساڑھے چھ ماہ رہ جاتی ہے، روزانہ تقریباً دو گھنٹے جاری رہنے والا صحیح بخاری کا یہ درس ۴۰۰ کیسٹوں میں محفوظ ہو گیا ہے۔

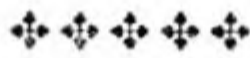
اس درس سے قبل احقر کو چوبیس مرتبہ بخاری شریف اور اس سے زیادہ ترمذی شریف پڑھانے کی نوبت آئی تھی اور دیگر کتب صحاح بھی بار بار پڑھا چکا تھا ایک تو یہ چوبیس سال کی محنت پشت پر تھی، پھر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد جو بھی دستیاب تھا اس سے استفادے کی نئے سرے سے بھرپور کوشش کی گئی۔

کرمانی، عسقلانی، عینی، قسطلانی، مہلب بن ابی صفر، ابن منیر، ابن بطلال، ابن التین، حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا انور شاہ کاشمیری کی شروح، شیخ الحدیث مولانا زکریا کی لامع الدراری اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے تراجم سے استفادہ کیا گیا، غیر مطبوعہ مواد میں مولانا خیر محمد جاندھری کی شرح بخاری اور مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کے درسی افادات سے خوب استفادہ کیا۔



امام بخاری نے غزوات بڑے اہتمام اور تفصیل سے بیان کئے ہیں، لیکن احادیث کے لانے، ابواب کی ترتیب، تراجم ابواب اور واقعات کے بیان میں وہ اپنا مستقل ایک اسلوب رکھتے ہیں اور ان ہی احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی مخصوص شرائط کے دائرے میں آتی ہوں جس کے سبب بعض جگہ ابہام رہتا ہے اور جب تک پورا متعلقہ غزوے کا پس منظر سامنے نہ ہو بات سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے، بعض غزوات کی

تاریخ وقوع میں عام اہل سیر سے الگ وہ اپنی ایک جداگانہ رائے رکھتے ہیں، اس لیے صحیح بخاری، کتاب المغازی کے درس میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ متعلقہ غزوے کا تاریخی پس منظر، تاریخ وقوع میں اصحاب سیر کا اختلاف، قول راجح، امام بخاری کا رجحان اور ان کی رائے مربوط کر کے بیان کی جائے، اس کے بعد ابواب اور احادیث بخاری سے متعلقہ مباحث کا بیان ہو.... چنانچہ اس تقریر میں بھی اولاً پوری تاریخی تفصیل کے ساتھ متعلقہ غزوے کو بیان کیا گیا ہے، تاریخ وقوع وغیرہ میں اہل سیر کا اختلاف، قول راجح اور امام بخاری کی رائے کی وضاحت کی گئی ہے، اس کے بعد پھر ابواب اور احادیث بخاری پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے، غزوات کے بیان سے قبل مقدمہ کے طور پر جہاد کا مقصد، اس کی ضرورت، اس کی قسمیں اور مسئلہ غلامی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔



کتاب المغازی کی اس جلد پر تحقیق، تعلیق و ترتیب کا کام جامعہ فاروقیہ کے استاذ اور شعبہ تصنیف و تالیف کے رفیق عزیزم مولوی ابن الحسن عباسی سلمہ نے کیا ہے، انہوں نے بڑی محنت و دلچسپی سے اصل مراجع کی طرف مراجعت کر کے حوالے نکالے، مفید حواشی لکھے، بعض جگہ اضافے کئے اور اس تقریر کو محقق بنانے کی پوری کوشش کی، اللہ جل شانہ بخاری کے اس درس کو قبولیت عطا فرمائیں اور اس کو میرے لیے اور مرتب کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین





عرض مرتب

وہ دن میری زندگی کے خوبصورت دن ہیں اور وہ راتیں میری زندگی کی حسین راتیں ہیں جب میں سیرت نبویہ کا درخشاں باب کھونکر غزوات کے شاداب گلستاں میں داخل ہو جاتا.... وہ باغ.... جس کے ہر پھول سے خوشبوئے وفا مہک رہی ہے.... جہاں شہادت گاہ الفت کی عندلیب چمک رہی ہے.... نکبت و نور کی لہریں ہر سمت اٹھ رہی ہیں.... سیل شہادت کی موجیں ہر سو تڑپ رہی ہیں.... جہاں نگاہ جلوؤں کے طوفان میں بھی ڈوب جاتی ہے اور کفر و سرکشی کا طغیان بھی نظر آتا ہے۔

حق و باطل کی کشمکش کی یہ تاریخی دستاویز امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ”کتاب المغازی“ کے نام سے ترتیب دی.... استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے اردو میں بیان کی اور اس پر تحقیق و تعلیق کی سعادت میرے حصے میں آئی۔ بلاشبہ سیرت نبویہ کے کسی پہلو کے مطالعہ اور اس پر کام کے لیے اللہ کی طرف سے کسی کو توفیق ارزانی ہو جانا بڑی سعادت مندی ہے.... مبارک اور قابل رشک ہیں زندگی کے وہ لمحات جو سرور دو عالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے فرحت بخش چشموں سے سیرابی میں بسر ہوں، اس سعادت پر اپنے رب کا شکر کیسے ادا کروں... وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو میرے جذبات کا آرگن و ترجمان بن سکیں۔

نہ گلم، نہ برگ سبزم، نہ درخت سایہ دارم

در حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا



صحیح بخاری کی اس تقریر کی ترتیب، تحقیق و تعلیق میں، میں نے اپنی سی کوشش کی اور ذیل کے ان امور کا اہتمام کیا گیا۔

❶ تقریر کی زبان کافی حد تک تحریر کے اسلوب سے مختلف ہوتی ہے، ترتیب دیتے وقت تقریر کی زبان کو تحریری سانچے میں ڈھالنے کی ایک حد تک کوشش کی گئی ہے تاہم خیال اس بات کا بھی رکھا گیا ہے کہ درسی زبان کی نوعیت یکسر ختم نہ ہو اور پڑھنے والے اس کی اصل درسی فضا کی تصویر اور جھلک محسوس کر سکیں کہ وہ اس کا ایک پر تاثیر پہلو ہے۔ کسی درسی تقریر کو سلیس سے سلیس تر کر کے تقریری ماحول کی جھلک اور پر تو یکسر ختم کر دینا ترتیب کے محاسن میں شمار نہیں ہوتا، اس میں کمال کی کسوٹی اور معیار یہ ہے کہ قاری کو اگر صاحب تقریر سے براہ راست استفادے کا موقع میسر یا بالمشافہ گفتگو کا مشاہدہ ہوا ہے تو مطالعہ سے

ذہن میں ان کی طرز ادا، اسلوب انشاء اور صوت و صدا کی مرتسم تصویر تازہ ہو جائے۔

۲۔ تقریر میں بیان کردہ واقعات، توجیہات اور احادیث کی تشریح سے متعلقہ تمام مباحث کے موجود مراجع اور مصادر سے بقید جلد و صفحہ حوالہ دینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ترتیب و تحقیق میں یہ بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں مشہور اور زبان زد عام ہوتی ہیں لیکن جب اصل مراجع میں ان کی دریافت کا وقت آتا ہے تب بسا اوقات گھنٹے کیا، دن کے دن لگ جاتے ہیں، کہیں جا کر حوالہ ملتا ہے یا پھر بھی نہیں ملتا۔

۳۔ کسی صحابی یا تابعی کا ذکر تقریر میں مختصر آیا تو حاشیہ میں عربی یا اردو میں اختصار کے ساتھ ان کے حالات زندگی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

۴۔ دوران مطالعہ کوئی نکتہ بحث سے متعلق ملا تو قارئین کے استفادے کی غرض سے حاشیہ میں اسے بھی جگہ دیدی گئی ہے۔

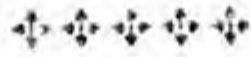
۵۔ کہیں کہیں کسی اشکال کے جواب یا کسی مسئلہ کی وضاحت میں ضرورت و اہمیت کی بناء پر قدرے طویل حواشی بھی لکھے گئے ہیں۔۔۔۔۔ اصل کتاب شروع ہونے سے قبل دعوت و جہاد کی ہم آہنگی پر حاشیہ میں شامل ایک مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس وقت عالم اسلام میں ایک طرف دعوت و تبلیغ کے خاموش انقلاب کا فائدہ رواں دواں ہے دوسری طرف مجاہدین کا کارواں بھی جہاد اسلامی کی ایمان افروز تاریخ دہرا رہا ہے، مذکورہ مضمون میں دعوت و جہاد کی ہم آہنگی، امت مسلمہ کے لیے ہر دو کی اہمیت و ضرورت اور غلو و مبالغہ کے خطہ خارزار میں داخل ہونے بغیر حدود کے اندر رہتے ہوئے انہماک کی حد تک دونوں شعبوں کے ساتھ وابستگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۱)

۱۔ تقریر میں بخاری یا حدیث کی کسی دوسری کتاب میں تخریج روایت کے حوالے کا اگر ذکر ہے تو محولہ کتاب و مقام سے اس روایت کی تخریج کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

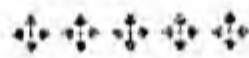
۲۔ طلبہ کے نقطہ نظر سے ایک اہم کام یہ کیا گیا کہ کتاب کے آخر میں تمام بڑے غزوات کا خلاصہ میں نے اپنے الفاظ میں لکھ دیا ہے چونکہ عام تفصیلات اکثر طلبہ کے علم میں ہوتی ہیں، البتہ حافظہ سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں مثلاً غزوہ کی تاریخ و وقوع، شرکاء و شہدا کی تعداد جیسی چیزیں ذہن سے نکل جاتی ہیں اس لیے مختصر الفاظ میں غزوات کا یہ خلاصہ متعلقہ غزوے کا اجمالی نقشہ پیش کرنے اور اہم واقعات کی تصویر کشی

(۱) یہ مضمون ۱۴۱۲ھ کا لکھا ہوا ہے ماہنامہ الفاروق کراچی (شمارہ شوال ۱۴۱۲ھ) کے علاوہ ماہنامہ الحسن لاہور (شوال ۱۴۱۲ھ) نے

کے ساتھ ساتھ مختصر وقت میں مطالعہ اور اہم باتوں کو یاد کرنے میں انشاء اللہ مدد و معاون ثابت ہوگا۔ ان امور کے اہتمام میں اپنی طاقت کی حد تک اس تقریر کو محقق بنانے کی پوری کوشش و محنت صرف کی گئی ہے لیکن عصمت کا دعویٰ کرنا ظلم و جہول اللسان کے لیے ہر غلطی سے بڑی غلطی ہے، اس کتاب میں یقیناً غلطیاں ہوں گی۔ اس کی کثابت کمپیوٹر کی ہے جس میں کثابت کی غلطیوں کا احتمال نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اہل علم سے التماس ہے کہ قابل اصلاح چیز نظر آنے پر ہمیں ضرور اس کی اطلاع کریں۔



شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی شفقت، توجہ، نگرانی اور ہمت و حوصلہ افزائی ہی سے ترتیب و تحقیق کے مراحل آسانی طے ہو سکے، قارئین سے حضرت شیخ مدظلہم کی صحت، عافیت اور درازی عمر کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ صحیح بخاری کی اس پوری تقریر کی ترتیب، تحقیق و تعلیق کا کام آسان اور مکمل فرمانے کی توفیق عطا فرمائیں کہ یہ کام حضرت شیخ کے درسی افادات کا امین اور ان کی علمی یادگار تو ہوگا ہی، مرتب کے نامہ سیاہ کی ظلمت شب میں ماہ تاباں تو ہوگا ہی، پر امید ہے کہ انشاء اللہ صحیح بخاری کی بھی اردو زبان میں ایک اچھی خدمت ہوگی۔



اسلامی تاریخ غزوات کا یہ درخشاں باب معرکہ، حق و باطل میں مسلمانوں کو ایک کلیدی سبق دیتا ہے، بے شک قومیں باندہ اخلاق، تہذیب و تمدن کی اعلیٰ صالح قدروں اور زندگی کے تمام مختلف شعبوں میں ہمہ گیر اور جامع ضابطہ حیات اور اصول ہی سے بڑھتی، ترقی کرتی اور پروان چڑھتی ہیں۔ قوموں، سلطنتوں، ملکوں کے شاندار کلچر اور گلیمبر کو کارزار حیات میں شکست دینے والی اسلامی تاریخ کی عظمت رفتہ کا یہی بنیادی راز ہے لیکن یہ بات بھی ہمیں ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلام کی سطوت رفتہ، شوکت پاریہ کی نشاۃ ثانیہ کا راز غزوات کی تاریخ دہرانے میں مضمر ہے... اس کے لیے عزم و ایقان، جرأت و ایمان اور جذبہ جہاد کے ساتھ ساتھ مادی قوتوں کے حصول کی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ مسلم کہ جرمِ ضعفی کی بہر حال سزا مرگِ مفاجات ہے، تاہم جغرافیائی نقطہ نظر سے دنیا کے نقشے پر زنجیر کی کڑیوں کی طرح مربوط عالم اسلام کا المیہ فی الوقت مادی قوتوں کی کمی یا افراد کی عددی قلت نہیں... ایمان و یقین کی کمزوری، فانی دنیا سے محبت، جذبہ جہاد کی نایابی اور اللہ کی راہ میں موت پر زندگی کو ترجیح ہی مسلمانوں کی موجودہ ذلت و نکبت کا اصل سبب ہے... جس کی پیشگوئی صدیوں پہلے زبان رسالت نے ”حب الدنیا و کراہیۃ الموت“ جیسے بلیغ الفاظ میں بیان فرمائی تھی۔

فضائے بدر پیدا ہو تو یقیناً فرشتے آج بھی نصرت کے لیے گردوں سے اتر سکتے ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب غزوات کی ایمان افروز تاریخ سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہو، مسلمانوں کے عام تعلیمی اداروں کے نظام تعلیم کا یہ المیہ کوئی کم نہیں ہے جہاں مسلمان بچوں کو فرانس، روس، ترکی اور امریکہ وغیرہ میں وقوع پذیر ہونے والے انقلابات، ان کے اسباب و عوامل اور پس منظر سے تو خوب روشناس کرایا جاتا ہے لیکن اسلامی تاریخ اور غزوات کے متعلق انہیں بڑی سرسری معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کی نئی نسل میں جذبہ جہاد کی نشوونما، شہادت کا شوق اور سربلندی اسلام کی راہ میں مرٹنے کا عزم غزوات اور اسلامی جہاد کے سرفروشانہ معرکوں سے واقفیت کے بغیر پیدا ہونا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ ... کرگسوں میں پلنے والے فریب خوردہ شاہین کو کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی.... حقیقت یہ ہے کہ غزوات کی تابناک تاریخ مسلمانوں کے لپے عصر نو کی شب تاریک میں قندیل ایمانی ہے، اسی ہے یہ حقیقت ان کے ذہنوں میں بیٹھے گی کہ ”برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی۔ ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی“ اسی سے مسلمانوں کا خوابیدہ جذبہ جہاد متحرک ہوگا اور اسلامی تاریخ کی ترتیب از سر نو ممکن ہو سکے گی۔

ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تو  
 دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

ابن الحسن عباسی

۲۲ شعبان ۱۴۱۵ھ

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبہ تصنیف و استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انبیاء کی بعثت انعام خداوندی ہے

حضرات انبیاء کی بعثت اللہ تبارک و تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے۔ اگر حضرات انبیاءؑ مبعوث نہ ہوتے اور تشریف نہ لاتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں ہمیں کوئی ہدایت حاصل نہ ہوتی، اللہ کی مرضیات اور نامرضیات کا علم نہ ہوتا، اللہ کی بندگی اور عبادت کا طریقہ معلوم نہ ہو سکتا، ہدایت، ضلالت اور سعادت، شقاوت کا فرق معلوم نہ ہوتا، معاش اور معاد، دین اور دنیا، غلامی اور حکمرانی کی راہیں معلوم نہ ہوتیں یہ حضرات انبیاءؑ کی تشریف آوری اور ان کی بعثت کا صدقہ اور طفیل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے یہ تمام امور ہم پر منکشف اور واضح فرمائے۔

### ضلالت کی تاریکی میں صرف عقل کا نور کافی نہیں

انسان کو عقل دی گئی، علم حاصل کرنے کے ذرائع بھی عطا فرمائے گئے اور تجربہ سے عقل میں اضافہ بھی ہوتا ہے لیکن انسان کی عقل اور اس کا علم نابالغ ہے، انبیاءؑ کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر عقل اور انسانی علم کے لیے صحیح راستہ دریافت کرنا از بس مشکل بلکہ ناممکن ہے، جیسے آپ کی آنکھ میں بینائی موجود ہے، روشنی موجود ہے لیکن اس بینائی اور روشنی کے ہوتے ہوئے شب تاریک میں آنکھ سے آپ کو کچھ نظر نہیں آتا۔ جب تک خارج کی روشنی سے مدد نہ لی جائے، دن میں آفتاب کی روشنی مددگار ہوتی ہے اور رات میں چراغ اور بجلی کی روشنی سے آنکھ مدد حاصل کرتی ہے۔ اسی طریقے سے ضلالت کی تاریکی میں اور گمراہی کے اندھیرے میں عقل کا نور اور اس کی روشنی رہنمائی کرنے سے قاصر اور عاجز رہتی ہے جب تک وحی کا نور اس کی امداد کے لیے موجود نہ ہو۔

### انبیاءؑ اعلیٰ انسانی صفات کے حامل اور امتوں

کو راہ ہدایت پر لانیکا بے مثال جذبہ رکھتے ہیں

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرات انبیاءؑ کو مبعوث فرمایا اور ان کو خاندانی وجاہت عطا فرمائی، انسانی صفات میں اعلیٰ مرتبہ ان کو عطا کیا گیا، اس لیے ان کی شرافت، خوش خلقی، ان کا صبر و تحمل اور ان کے حسن سلوک کا جذبہ بی مثال ہوتا ہے۔

ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے خارق عادات

یعنی معجزات بھی ان کو عطا فرمانے، انہوں نے آکر قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور اس کے لیے انہوں نے شب و روز لگاتار اور مسلسل محنت کی۔ قرآن نے حضرت نوحؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

قال ربی انی دعوت قومی لیلا ونهاراً ۱) فلم یزدہم دعاء یالافراراً ۲) وانی کلمادعوتہم لتغفرلہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم واصتروا واستکبروا استکباراً ۳) ثم انی دعوتہم جہاراً ۴) ثم انی اعلنت لہم واسررت لہم اسراراً.... (سورۃ نوح آیت ۵ تا ۹)

”نوحؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو دن رات مسلسل دین حق کی طرف بلایا، سو میرے بلانے پر وہ اور زیادہ بھاگتے رہے، اور میں نے جب کبھی ان کو دعوت حق دی تاکہ ان کے ایمان کے سبب آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑوں میں لپٹ گئے اور کفر پر جے رہے اور بہت ہی سرکشی کی۔ پھر بھی میں نے ان کو باواز بلند دعوت دی، اور علانیہ سمجھاتا رہا اور خفیہ بھی سمجھاتا رہا۔“

قرآن نے یہ ارشاد حضرت نوحؑ کے متعلق فرمایا ہے، لیکن تمام انبیاءؑ کی یہی کیفیت تھی وہ پوری دل سوزی کے ساتھ بالکل بے غرض ہو کر مسلسل اور لگاتار محنت کرتے ہیں اور امت کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کرتے ہیں۔

پھر کچھ لوگ انبیاءؑ کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور ”مردہ بدست زندہ“ کی مانند اپنے آپ کو انبیاءؑ کے حوالہ کر دیتے ہیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیتے ہیں، وہ خوش نصیب لوگ ہیں اور کچھ لوگ انحراف اور استکبار کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انبیاءؑ کی تعلیمات کا استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں، وہ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شرف بخشا کہ اپنے اوامر و نواہی کا ہمیں مخاطب بنایا، وہ برابر نفس امّارہ اور شیطان لعین کی اطاعت پر کمر بستہ رہتے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے گریزاں ہوتے ہیں۔

انبیاءؑ کی نافرمانی عذاب الہی کی موجب ہے

حضرات انبیاءؑ چونکہ اللہ کے نائبین ہوتے ہیں، اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں اور اس عالم کا خالق اللہ ہے تو انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے نائبین انبیاءؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری

کریں لیکن جب وہ بغاوت پر اتر آتے ہیں اور اطاعت خداوندی سے بھاگتے ہیں تو پھر ان کے لیے اللہ کی طرف سے عذاب کا بندوبست کیا جاتا ہے، ان کے لیے بغاوت کے جرم میں سزا کا فیصلہ ہوتا ہے، کبھی تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں اس طرح مبتلا کرتے ہیں کہ ان کو زمین میں دھنسا دیتے ہیں، کبھی ان کو پانی میں غرق کر دیتے ہیں، کبھی ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوتی ہے، کبھی تندو سخت ہوا میں ان کا خاتمہ کر دیتی ہیں، کبھی ان کو بندروں اور خنازیر کی شکل میں مسخ کر دیا جاتا ہے اور یہ عذاب فرشتوں کے ذریعہ دیا جاتا ہے، یہ عذاب کی بہت سخت قسم ہے۔ اس میں مہلت نہیں ملتی، اس میں رجوع کا موقعہ ہاتھ نہیں آتا اور یوں وہ قومیں جن پر یہ عذاب آتا ہے ان کو تہس نہس اور برباد کر دیا جاتا ہے۔

دوسری قسم عذاب کی یہ ہوتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے مقابلے میں قتال، جنگ اور جہاد کے لیے کھڑا کر دیتے ہیں اور یہ صورت آسان ہے اس لیے کہ جب قتال کے لیے لوگ سامنے آئینگے اور جنگ ہوگی تو کچھ لوگ یقیناً مر جائینگے لیکن کئی لوگ زندہ بچ بھی جائینگے اور زندہ بچنے والوں کو بہر حال موقع ملے گا کہ وہ اپنے عمل پر نظر ثانی کریں اور اپنے طریقے بدلیں، اور وہ لوگ جو مقابلہ پر آرہے ہیں اور قتل ہوتے جارہے ہیں ان کو بھی موقع ملتا ہے کہ وہ جنگ کی تیاری کے دوران سوچیں اور چاہیں تو اسلام قبول کر لیں اور اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو منظور کر لیں، عذاب کے یہ دونوں طریقے ہوتے ہیں، کبھی پہلا طریقہ ہوتا ہے یعنی فرشتوں کے ذریعہ عذاب دیا جاتا ہے اس میں مہلت نہیں ہوتی اور کبھی دوسرا طریقہ ہوتا ہے، اس میں مہلت ہوتی ہے اور اللہ کے نائبین اور نیک بندے میدان قتال میں ان کافروں کو لٹکارتے ہیں اور کبھی عذاب کے دونوں طریقوں کو جمع کر دیا جاتا ہے جیسے جنگ بدر کے موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتے بھی بھیجے، انہوں نے قتال میں حصہ لیا اور مشرکین کو جہنم رسید کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے تین سو تیرہ صحابہؓ کو لیکر میدان میں اترے اور کفار سے قتال کیا۔

جہاد کفار کے لیے تازیانہ خداوندی ہے

یہ قتال اور جہاد حقیقت میں اللہ کے باغیوں کو اللہ کے احکام کا مذاق اور تمسخر کرنے سے روکنے کے لیے اور اللہ کے نیک بندوں کو اطمینان اور سکون کے ساتھ اللہ کی عبادت کا موقعہ دینے کے لیے ہوتا ہے، اس قتال اور جہاد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے، اللہ کے احکام کے استہزاء اور تمسخر سے ان کو باز رکھا جائے، حقیقت میں ان کفار کو قتل کرنے والا تو اللہ ہے اور یہ اللہ کے نائبین واسطہ اور آلہ ہوتے ہیں جیسے صدر مملکت کی طرف سے کسی مجرم کو پھانسی کا حکم دیا جاتا ہے اور جلا

اس کو پھانسی دیتا ہے تو وہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ قتل کرنے والا جلا دہے بلکہ اسی صدر مملکت کی طرف اس حکم کی نسبت ہوتی ہے اور جیسا کہ کوئی تیر کمان لیکر کسی کے اوپر نشانہ باندھے اور اپنے تیر سے اس کو ہلاک کر دے تو حقیقت میں ہلاک کرنے والا وہ تیر انداز ہے، تیر اور کمان تو درمیان میں واسطہ اور آلہ ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا قاتلوہم یعذبہم اللہ بایذیکم۔ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۴) اس لیے حقیقت میں جہاد کے اندر کفار کے قتل کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور اس پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں، اس لیے کہ دنیا میں یہ بات مسلم ہے کہ جو آدمی حکومت کا باغی ہوتا ہے اس کا جرم ناقابل معافی ہوتا ہے دنیا کی چند دن کی حکومت ہوتی ہے اور وہ باغی اس حکومت کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا، وہ اس حکومت کا اپنی زندگی گزارنے کے لیے شہد برابر محتاج نہیں ہوتا، اس کے باوجود عقلاء کے ہاں یہ مسلم ہے کہ اگر کوئی شخص حکومت کا باغی ہے تو اس کا یہ جرم بغاوت ناقابل معافی ہے اور اس کی سزا موت ہے اور اللہ تعالیٰ تو اس دنیا کا خالق بھی ہے، مالک بھی ہے، اللہ نے اس باغی کو پیدا بھی کیا ہے، اپنی حیات مستعار میں ہر لمحہ، ہر لحظہ وہ اللہ کا محتاج بھی ہے اس کے باوجود اگر وہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر رہا ہے، اللہ کے نائبین انبیاء سے وہ بغاوت کر رہا ہے تو اس کا جرم قابل معافی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا، اس کی سزا یقیناً موت ہی ہونی چاہیے، اس لیے اگر اسلام نے جہاد مشروع قرار دیا اور ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے استہزاء سے ان کو روکنے کے لیے ان کی سزا یہ مقرر کی کہ ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کے اموال اہل اطاعت کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں اور قید ہونے والوں کو غلام بنا لیا جائے تو یہ بات قابل اعتراض نہیں ہونی چاہیے۔

کیا دشمنی و بغاوت کو اس دور میں تہذیب

و تمدن کی مدعی قومیں برداشت کر لیتی ہیں؟

آج اس دور میں جو لوگ تمدن ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں کیا وہ اپنے دشمنوں کے خلاف لشکر کشی نہیں کرتے؟ کیا وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اعلان جنگ نہیں کرتے؟ کیا وہ ان کے اموال پر قبضہ نہیں کرتے؟ اور پھر ان اموال کو اپنے آدمیوں میں تقسیم نہیں کرتے؟ کرتے ہیں، کیا وہ لوگوں کو غلام بنا کر نہیں رکھتے؟ رکھتے ہیں، جنوبی افریقہ میں حکومت گوروں کی ہے ان کی آبادی کل چار ملین ہے اور ملک حقیقت میں کالوں کا ہے اور ان کی آبادی چوبیس ملین ہے، یہ چار ملین اقلیت ان چوبیس ملین لوگوں پر حکومت کر رہی ہے اور ان کو غلام بنا کر رکھا ہے، حقوق ملکیت ان کو حاصل نہیں، جن مکانوں میں وہ رہتے ہیں وہ کچے ہیں اور وہ ان کے مالک نہیں، جن ہرے بھرے کھیتوں میں وہ کام کرتے ہیں یہ کام کرنے والے ان کے مالک نہیں جو پیداوار ان کھیتوں میں ہوتی ہے ان کو اس پیداوار کے کھانے سے محروم رکھا جاتا ہے، وہ صرف مکئی کھاتے ہیں،



امریکہ اس حکومت کی حمایت میں ہے، برطانیہ اس حکومت کی حمایت میں ہے، کیا اسی طرح فلسطینیوں کو امریکہ برطانیہ اور روس نے ملکر اسرائیل سے سازش کے ذریعہ غلام بنائیکی کوشش نہیں کی؟ تو پھر اسلام پر کیا اعتراض ہے، جبکہ اسلام کا عدل، انصاف، رواداری اور رعایت اس قدر ہے کہ کہیں اور اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسلام میں جہاد کو اگر مشروع کیا گیا ہے تو اس لیے کہ اللہ کے باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے، اور ان کے اموال پر مال غنیمت کی صورت میں اگر قبضہ کیا جاتا ہے تو اس لیے تاکہ ان کی طاقت کو کچلا جائے اور ان کو فساد برپا کرنیکا موقع نہ دیا جائے، اور اگر ان کو غلام بنا کر رکھا جاتا ہے تو اسی لیے تاکہ وہ اسلام کے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ لیکن اسلام میں غلام ہونکی حالت میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید کی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اخوانکم جعلنہم اللہ فتیۃ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ من

طعامہ ولیلبسہ من لباسہ، ولا یكلفہ ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنه (۱)

”یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت خادم کی حیثیت سے رکھا ہے، سو جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو تو وہ اس کو اپنے طعام سے کھلانے اور اپنے لباس سے اس کو پہنانے اور اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ کا اس کو مکلف نہ بنائے اگر کوئی شخص اس کی طاقت سے زیادہ اس کے ذمہ کام لگائے تو خود شامل ہو کر اس کام میں اس کی معاونت کرے۔“

بہر حال یہاں مغازی کے اندر جہاد کی بحث آرہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جہاد کیا ہے اس کی تفصیلات آرہی ہیں اس لیے میں نے ابتدا میں آپ کو بتایا کہ یہ جہاد عقلی نقطہ نگاہ سے بھی اور تاریخی اعتبار سے بھی اور شرعی نقطہ نظر سے بھی درست اور بالکل صحیح ہے اور اس کے نتیجہ میں جو قتل، سلب اموال اور غلام بنائیکی صورت حال پیدا ہوتی ہے وہ بھی بالکل درست ہے اور اقوام عالم میں اس کی نظیریں مسلم اور فی الوقت بھی رائج ہیں لہذا اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۱) الحدیث: اخرجہ الترمذی فی کتاب البر والنصۃ، باب ماجاء فی الاحسان الی الخدم رقم الحدیث ۱۹۳۵۔ وقال: هذا حدیث حسن صحیح وایضا اخرجہ البخاری فی کتاب الادب، باب ما ینہی عن السباب واللعن، رقم الحدیث (۶۰۵۰) وفی کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ رقم الحدیث (۳۰) وفی کتاب العتق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: العبیداخوانکم فاطعموہم مما تاكلون، رقم الحدیث: (۲۵۳۵) و اخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الادب، باب الاحسان الی الممالیک، رقم الحدیث: (۳۶۹۰) و ابو داؤد فی کتاب الادب، باب فی حق المملوک، رقم: (۵۱۵۸)

## جہاد و قتال کی مشروعیت کے سلسلہ میں سب سے پہلے اترنے والی آیت

جہاد کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تھے تو کفار اور مشرکین کی تعدی اور ظلم و زیادتی کے باوجود ”فاعفوا و اصفحوا حتی یاتنی اللہ بامرہ“ کا حکم تھا قتال اور جہاد کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق جس کو نسائی، ترمذی اور امام احمد نے نقل کیا ہے (۲) اور اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق جس کو مصنف عبدالرزاق نے نقل کیا ہے یہ آیت اتری (۳)۔

اذن للذین یقتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علی نصرہم لقدیر ۵ الذین اخرجوا من دیارہم بغير حق الا ان یقولوا ربنا اللہ، ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ، ان اللہ لقوی عزیز ۵ الذین ان مکنہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف ونہوا عن المنکر، واللہ عاقبہ الامور.... (سورۃ الحج، آیت ۳۹ تا ۴۱)

”اب لڑنیکی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے کافر لڑتے ہیں، اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے محض اس بات پر کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے ایک کا دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو پہلے زمانہ میں راہبوں کے نخلوتخانے اور نصاریٰ اور یہود کے عبادت خانے اور اس زمانے میں مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکی ہوتیں اور جو اللہ کے دین کی مدد کریگا یقیناً اللہ اس کی مدد کریگا بلاشبہ اللہ قوت والا اور غلبہ والا ہے یہ لوگ ایسے

(۲) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب التفسیر عن ابن عباس أنه قال: لما اخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مکة، قال ابوبکر: اخرجوا نبیہم لیهلکن، فانزل اللہ (اذن للذین یقتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر) الآیة فقال ابوبکر: لقد علمت انه سیکون قتال، قال الترمذی: ہذا حدیث حسن (الجامع للامام الترمذی: ۳۲۵/۵) رقم الحدیث: ۳۱۶۱) و اخرجہ النسائی فی کتاب الجہاد: (۵۶/۲) وزاد: قال ابن عباس: فہو اول آیة نزلت فی القتال۔ و احمد فی مسند عبد اللہ بن عباس: (۲۱۶/۱) و اخرجہ الحاکم فی المستدرک (۲۳۶/۲) فی کتاب التفسیر، و اقرء

ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کا حکم کریں گے، برائی سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔“

مذکورہ روایات کے مطابق یہ پہلی آیت ہے جو جہاد کے لیے اتری ہے۔ اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جہاد کے لیے پہلی آیت دوسرے پارے میں سورۃ بقرہ کی آیت

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یشاترونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب السعۃدین....

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۹) ”اور قتال کرو ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ اتری ہے۔

دوسرے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جہاد کے لیے پہلی آیت ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنة، یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون الایۃ (سورۃ توبہ، پ ۱۱، آیت ۱۱۱) ”بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑیں گے، دوسروں کو قتل کریں گے اور خود بھی قتل ہوں گے“ اتری ہے۔

ان تین آیتوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جہاد کے سلسلے میں سب سے پہلے اتری ہیں (۳) لیکن راجح قول پہلی آیت کے متعلق ہے (۵)

## جہاد کی دو قسمیں دفاعی جہاد اور اقدامی جہاد

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ایک جہاد ہے دفاعی اور ایک جہاد ہے اقدامی، وہ جہاد جس کا ”اذن للذین یقاتلون“ میں ذکر ہے جہاد دفاعی ہے ”وقاتلوا فی سبیل اللہ“ میں بھی دفاعی جہاد کا ذکر ہے، شبلی نعمانی مرحوم نے اقدامی جہاد کا انکار کیا ہے (۶) لیکن وہ سراسر غلط ہے، کیونکہ قرآن مجید میں

(۴) چنانچہ علامہ آلوسی روح المعانی میں سورۃ حج کی مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی اوپر والی روایت ذکر کرنے کے بعد باقی دو آیتوں کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

واخرج ابن جریر عن ابی العالیۃ: ان اول آیۃ نزلت فی القتال: (وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم) وفی الاکلیل للحاکم: ان اول آیۃ نزلت فی ذلك: (ان اللہ اشتری من المؤمنین) (روح المعانی: (۱۳/۹) نیز دیکھیے فتح الباری: (۳/۳۸۰)

(۵) کیونکہ اس کے متعلق روایات عدد اکثر اور سند اقویٰ ہیں

(۶) چنانچہ شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی سیرت میں غزوة بدر وغیرہ کو اقدامی کے بجائے دفاعی قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے جمہور علماء کی مخالفت کی۔ دیکھیے سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۰۲۔

اقدامی جہاد کی آیات بھی موجود ہیں۔

- ۱۔ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم (سورۃ التوبۃ، آیت ۵)
  - ۲۔ اینما ثقفواخذوا وقتلواقتیلا (سورۃ الاحزاب، آیت ۶۱)
  - ۳۔ وقاتلوہم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین کلہ للہ (سورۃ الانفال، آیت ۳۸)
- یہ تینوں آیات جہاد اقدامی پر دلالت کرتی ہیں (۴)۔

(۴) درحقیقت انگریزوں نے برصغیر میں اپنے دور استعمار کے دوران مسلمانوں میں جذبہ جہاد سرد کرنے کے لیے ایک منظم سازش کے تحت یہ پروپیگنڈہ کیا کہ اسلام ایک خونریز مذہب ہے اور ڈکٹیٹر شپ کی وجہ سے دنیا پر چھایا تھا، اس کے لیے نظام احمد قاری اور ان کی ہمنوا جماعت کے ضمیر کو خرید لیا گیا جنہوں نے جہاد کے تصور کو ہونکی بے پرکی اڑائی، انگریزوں کو یہ بات کھٹکتی رہی کہ جہاد جو ہمیشہ مسلمانوں میں جوش ابرامی اور تحریک اسلامی کا سبب رہا ہے اگر اس کے خلاف پروپیگنڈہ نہ کیا گیا اور کسی بھی وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ اپنے مذہبی جوش کے ساتھ بیدار ہو گیا تو پھر اس طوفان کے سیلاب بلائیز کے سامنے ان کا کھٹنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ بہت سے مغرب زدہ مسلمان بلکہ بعض اہل علم بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے اور اسلام کے دفاع میں معذرت کا لہجہ اختیار کر کے کہتے آئے کہ اسلام نے جہاد کی صورت میں قتل و خونریزی کا جو جواز دیا ہے وہ صرف اپنے دفاع کی حد تک محدود ہے اور ظاہر ہے دنیا کا ہر مذہب اپنے دفاع کے لیے ضرورت کے تحت خونریزی کا فتویٰ دیتا ہے۔

لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے اسلام کی پوری تاریخ جہاد اقدامی کے عنوانات سے بھری ہے اثر لشکر اسلام ہی اقدام کر کے غیر مسلم شہروں پر دستک دیتا ہے، سب سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دیتا ہے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو مسلمانوں کے بھائی بن جائیں گے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں ان میں وہ بھی شریک رہیں گے، اگر وہ اسلام کی دعوت قبول نہ کرتے پھر ان کو جزیہ پر آمادہ کیا جاتا اور اگر جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے تو پھر تیسری اور آخری صورت تلوار اور قتال کی ہوتی ہے، اس "اقدام" ہی کا نتیجہ تھا کہ چند ہی سالوں میں نصیر کسری کے ایوانوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور دنیا کی یہ سرطانتیں اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئیں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے بعد ارشاد فرمایا تھا: نغزوہم ولا یغزوہنا "آج کے بعد ہم ان (کفار) سے لڑنے جائیں گے، وہ ہمیں قدمی کر کے، ہم سے جنگ کی جرات نہیں کر سکیں گے" (دیکھیے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق ص: ۵۹۰)

چنانچہ اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدام کر کے مکہ فتح کیا، اسی طرح غزوہ بدر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ، تبوک بھی جہاد اقدامی کے زمرے میں آتا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے لیکن اس امن و آشتی کو ثابت کرنے کے لیے اسلام کے ایک بدیہی حکم سے انکار کی ضرورت نہیں اور یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا اس کا یہ کھلا اعلان ہے کہ "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی" وہ اپنے حسین مضابطہ اخلاق اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی جامع اصول حیات کی وجہ سے عام ہوا اور قوموں نے اسی وجہ سے اس کو قبول کیا۔ (دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل قبیح کتاب "کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا؟" کے نام سے لکھی جس میں اس بات کو تاریخی ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اقوام و مل میں قبول اسلام تلوار کی دھار کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ اس کی اپنی ذاتی کشش اور خوبی کا کرشمہ تھا) لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جب اسلام کی اشاعت کی راہ میں کفر کی قوتیں حامل ہو رہی ہوں تو پھر اس "خاشاک غیر اللہ" کو بھونکنے اور تبلیغ اسلام کی راہ سے ہٹانے کے لیے اسلام نے اقدام ہی کا حکم دیا ہے اور چونکہ کفر اور اسلام کی جنگ ہمیشہ رہی اس لیے اس "اقدام" کو پوری امت کے ذمہ رکھا۔ ہونکی حیثیت سے فرض کیا گیا، لہذا مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو امت مسلمہ کی جانب سے یہ فریضہ ادا کرتی رہے اور اسی کی جانب اشارہ کر کے نبی آخر الزمان صلی اللہ

اور اقدامی جہاد عقل کے بالکل مطابق ہے اس لیے کہ جان و مال کے رہزن موجود ہوں تو قبل اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں ان کا قلع قمع کرنا عقل و دانش کا تقاضا ہے اسی طرح اگر ایمان کے رہزن اور ایمان پر ڈاکا ڈالنے والے موجود ہوں تو قبل اس کے کہ وہ حملہ آور ہوں اقدام کر کے ان کو ختم کرنا عین عقلمندی ہے اور جس طرح ڈاکو، درندے اور زہریلے جانور، سانپ، بچھو اگر کہیں موجود ہوں تو ان کا خاتمہ ان کے اقدام سے پہلے ضروری ہے یا یہ انتظار کیا جائیگا کہ وہ ہمارے اوپر حملہ آور ہوں تب ہم ان کا دفاع کریں گے اور اس سے پہلے ان کے اوپر اقدام نہیں کریں گے، یہ انتظار نہیں کیا جائیگا.... ”قتل الموزی قبل الایذا“ کے اصول پر عمل ضروری ہوگا۔ اس لیے دفاعی جہاد بھی مشروع اور ثابت ہے اور اقدامی جہاد بھی۔

### جہاد کے آداب

اس کے بعد یہ سمجھیں کہ جہاد کے آداب کیا ہیں؟ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیات ہماری پوری رہنمائی کرتی ہیں۔

يا ايها الذين امنوا اذا القيتم فثة فاثبتوا واذكروا الله كثير العلكم تفلحون (۱) واطيعوا الله  
ورسوله ولا تنازعوا فتفسلوا وتذهب ربحكم واصبروا ان الله مع الصابرين (۲) ولا تكونوا  
كالذين خرجوا من ديارهم بطر اور ناء الناس ويصدون عن سبيل الله، والله بما يعملون محيط....  
(سورة الانفال، آیت ۳۵ تا ۴۷)

” اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہو تو (ان آداب کا لحاظ رکھو) جہاد میں ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو ملحوظ رکھو اور آپس میں نزاع مت کرو کہ اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صابریں کے ساتھ ہے۔ اور ان کافر لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ کہ (جو اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے ہیں اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام اعمال کا علم ہے۔“

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الجہاد ماض منذ بعثی اللہ الی ان یقاتل آخر امتی الدجال، لا یطلہ جور جائر ولا عدل عادل۔ (رواہ ابو داؤد فی کتاب الجہاد، باب فی الغزومع ائمة الجور، رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

اور فرمایا: لانزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین علی من ناواہم حتی یقاتل آخرهم المسیح الدجال (رواہ ابو داؤد فی

کتاب الجہاد، باب فی دوام الجہاد، رقم الحدیث: ۲۳۸۳)

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مجاہدین کو اللہ کے ذکر کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے۔ یہ آیات اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ مجاہدین کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے نیز یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ مجاہدین غرور، فخر اور تکبر اختیار نہ کریں اور یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ مجاہدین کو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کا دامن تھامے رکھنا چاہیئے، ان صفات کے ساتھ جہاد کرنا چاہیئے اور یہی جہاد کے آداب ہیں<sup>(۸)</sup>۔

### جہاد کا مقصد اور غرض

اس کے بعد اب یہ بات ذہن میں رکھیے کہ جہاد کی غرض و غایت اور مقصد کیا ہے؟ جہاد کی غرض و غایت صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی اپنی شجاعت اور بہادری کے اظہار کے لیے جہاد کرتا ہے، ایک آدمی اپنے وطن، قوم، قبیلہ کے تعصب کی وجہ سے (اعلاء کلمۃ اللہ کے جذبہ سے عاری ہو کر) قتال کرتا ہے ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کونسا شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فهو فی سبیل اللہ (۱) اگر کوئی اپنی قوم اور وطن کی حفاظت کے لیے جہاد اس لیے کرتا ہے کہ وہ قوم مسلمانوں کی قوم ہے وہ وطن دارالاسلام اور دارالمسلمین ہے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ ہوگا لیکن اسلام کی رعایت کے بغیر فقط قومیت اور وطنیت کی بناء پر وہ قوم و وطن کے لیے قتال کر رہا ہے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے ”باب لایقبول فلان شہیداً“ اور اس میں ایک واقعہ نقل کیا کہ ایک شخص جو درپردہ منافق تھا اور اس کا نام ”قرنن“ تھا، (۳) اس نے مسلمانوں کے ساتھ ملکر کفار سے زبردست جہاد کیا اور کفار کو بڑا نقصان پہنچایا، مسلمان اس شخص کے بارے میں کہنے لگے: ”ماجزأنا الیوم

(۸) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الغزو وغزوان: فاما من ابتغى وجه الله واطاع الامام، وانفق الكريمة، وياسر الشريك، واجتنب الفساد، فان نومه ولبه اجر كله، واما من غزا فحرأورياء وسمعة، وعصى الامام، وافسد الارض، فانه لم يرجع بالكفاف) (راوہ ابوداؤد فی کتاب الجہاد، باب فیمن یغزو ویلتبس دنیا، رقم الحدیث: ۲۵۱۵)

(۱) الحدیث اخرجه البخاری فی الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، رقم: ۲۸۱۰۔ وفی الخمس، باب من قاتل للمعتق مل ینقص من اجرہ، رقم: ۳۱۲۶۔ وفی العلم، باب من سال و هو قائم عالم جالساً، رقم: ۱۲۳۔ وفی التوحید، باب قوله تعالی: (ولقد سقت کلمتنا لعبادنا العرسلین) رقم: ۴۳۵۸۔ و اخرجه مسلم فی کتاب الامارة، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، رقم: ۳۸۸۲ و ۳۸۸۳ و ۳۸۸۴ و ۳۸۸۵۔ و اخرجه ابوداؤد فی کتاب الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا، رقم: ۲۵۱۶۔ والترمدی فی فضائل الجہاد، باب ما جاء فیمن یقاتل ریاء، وللدنیا، رقم: ۱۶۳۶۔ وابن ماجه فی الجہاد، باب النیة فی القتال، رقم: ۲۶۸۳۔ والنسائی فی الجہاد، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا (۲/۵۴)

(۲) دیکھیے جامع بخاری، کتاب الجہاد، باب نمبر (۷۷) ج: ۱۔ ص: (۳۰۶)

(۳) اس شخص کا نام قرنن ظفری (بضم اظاء و انطاء) اور اس کی کنیت ”ابو الغیذاق“ تھی (دیکھیے فتح الباری، ج: ۷۔ ص: ۴۵)

احد كما اجز آفلان“ ”یعنی قرمان نے جو کارنامہ انجام دیا ہے ایسا کارنامہ آج کسی نے انجام نہیں دیا“ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو فرمایا ”امانہ من اهل النار“ ”لیکن یہ شخص جہنمی ہے....“ یہ شخص لڑتے لڑتے بہت زیادہ زخمی ہو گیا اور موت کے منہ میں پہنچ گیا تو حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ مرتے وقت اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: ”هنیئالک بالشهادة“ تو اس نے کہا: ”واللہ انی ما قاتلت علی دین“ وانما قاتلت علی حسب قومی“ یعنی میں دین اسلام کے لیے نہیں لڑا میں تو اپنی قوم کی حمیت کی وجہ سے لڑا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی درست ثابت ہو گئی (۴)۔

سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا حال بتایا گیا کہ وہ یوں کہتا ہے اور اس نے خود کشتی کر لی تو آپ نے فرمایا۔ ان اللہ لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر (۵) امام بخاری نے ترجمہ الباب میں یہ

(۴) صحیح بخاری کے مذکورہ بالا باب میں اور دیگر مقامات پر جہاں جہاں امام بخاری نے یہ حدیث تخریج کی ہے، وہاں واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ شخص کے بارے میں فرمایا ”امانہ من اهل النار“ تو صحابہ میں سے ایک شخص اس کا عمل دیکھنے کی غرض سے قرمان کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، جنگ میں قرمان جہاں جاتا وہ بھی وہیں ساتھ ہوتے، جب قرمان سخت زخمی ہو گیا تو زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی تلوار زمین میں نصب کی اور تلوار کی نوک اپنے سینہ کے ساتھ لگا کر اس پر اوپر سے اپنے جسم کا وزن ڈال دیا، تلوار اس کے سینہ سے آرہا ہو گئی اور اس طرح خود کشتی کر کے فتنم ہو گیا، ساتھ رہنے والے دوسرے شخص نے (جن کا نام علامہ ابن حجر نے ”اتم بن ابی الجون“ لکھا ہے، فتح الباری، ج: ۲، ص ۴۵۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خود کشتی کی اطلاع دی۔

تقریر میں مذکور قتادہ بن نعمان کے واقعہ کو حافظ ابن حجر نے علامہ ابن جوزی کے حوالہ سے نقل کیا ہے لیکن آخر میں یہ بھی لکھ دیا: وهذا الذي نقله احد من معاري الواقدي وهو لا يحنح به اذا انفرده فكيف اذا حالفت۔ (فتح الباری: ۴/۳۷۶)

ابن جوزی کا خیال یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ جنگ احد کا ہے جبکہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس کو زہری سے شعیب نے روایت کیا ہے اور جس کی متابعت معمر نے بھی کی ہے اس میں ”شہدنا بحیر“ کی تصریح ہے البتہ زہری سے یونس کی روایت میں ”ضیبر“ کے بجائے ”حسین“ کی تصریح ہے (دیکھیے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر، رقم الحديث: ۳۲۰۲، ۳۲۰۳) صحیح مسلم میں ”معمر عن الزعري“ کی روایت میں بھی ”حسین“ کا ذکر ہے (صحیح مسلم، ج: ۱، ص ۷۲۔ کتاب الايمان) لیکن شارح مسلم علامہ نووی نے قاضی عیاض کا قول نقل کیا کہ ”حسین“ غلط ہے: قال القاضي عياض: صوابه خيبر۔ (دیکھیے شرح النووی، ۱/۲۳) بہر حال واقعہ چاہے واقعی اور ابن جوزی کے بقول ”احد“ کا ہو یا شعیب و معمر کی روایت کے مطابق ”ضیبر“ کا ہو یا یونس کی روایت کے اعتبار سے ”حسین“ کا ہو تاہم اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ خود کشتی کرنے والا مذکورہ شخص جذبہ جہاد اور شہادت کی تمنا لیکر نہیں لڑا تھا بلکہ قوم کی حمیت کی وجہ سے شریک جنگ تھا اسی نقطہ نظر کی بنا پر امام بخاری نے اس حدیث کا ترجمہ الباب ”لا يقول فلان شهيد“ کے عنوان سے قائم کیا، چنانچہ حافظ ابن حجر ترجمہ الباب اور حدیث کی متابعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووجه اخذ الترجمة منهم شهدوا جحانہ فی امر الجهاد، فلو كان قتل لم يمتنع ان يشهدوا بالشهادة، وقد ظهر منه انه لم يقاتل لله وانما قاتل غضبا لقومه، فلا يطلق على كل مقتول في الجهاد انه شهيد لاحتمال ان يكون مثل هذا (فتح الباری: ۹۰/۶) کتاب الجهاد

(۵) الحدیث اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد، باب لا يقول فلان شهيد، رقم الحديث: (۲۸۹۸) وفي المغازی، باب غزوة خيبر، رقم الحديث:

(۳۲۰۲ و ۳۲۰۳) من حدیث سهل بن سعد الساعدي، وابی هريرة قومي كتاب الرقاق، باب الاعمال بالحوائم وما يتحاضن بها، رقم الحديث: (۶۳۹۲)

وفي كتاب القدر، باب العمل بالحوائم، رقم الحديث: (۶۶۰۶ و ۶۶۰۷) و اخرجه مسلم في كتاب الايمان، باب بيان غلظت تحريم قتل الانسان

نفسوا من قتل نفسيشي عذب به في النار (۶۲/۱)

واقعہ یہی بتانے کے لیے نقل کیا ہے کہ جب تک اللہ کی راہ میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جہاد نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اس کو جہاد فی سبیل اللہ نہیں کہا جاسکتا۔

غرضیکہ جہاد صرف وہ ہے جس میں پوری توانائی اور طاقت کو اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ اللہ کا نام بلند ہو اور اللہ کے دین پر عمل کرنے والے لوگ آرام و سکون کے ساتھ اس دین پر عمل کر سکیں، نہ کوئی اس کا استہزاء کرے، نہ کوئی مذاق اڑائے اور نہ کوئی ان کی عبادت کے عمل میں خلل انداز ہو سکے۔ یہ مقصد ہوتا ہے جہاد کا۔

### اسلام جبر و تلوار سے نہیں اپنی صداقت اور خوبیوں کی وجہ سے پھھیلا ہے

اب اس کے بعد دو مسئلے ہیں ایک تو یہ ہے کہ دشمنان اسلام نے جہاد کے حوالہ سے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھھیلا ہے گویا اسلام کی اپنی صداقت اس کے پھیلنے کا سبب نہیں ہے۔ یہ اعتراض قطعاً غلط ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کی دعوت لیکر کھڑے ہوئے تھے تو آپ اکیلے تھے، نہ آپ کے پاس اقتدار تھا اور نہ آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت شروع کی تو وہ لوگ جو آپ کو صادق و امین مانتے تھے وہی آپ کے دشمن ہو گئے اور خاندان کے لوگ جو عام طور پر خاندانی تعلق کیونہ سے حمایت کرتے ہیں وہ بھی عداوت اور بغض میں پیش پیش ہو گئے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی، طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں، تکلیفیں اٹھائیں، ظلم و ستم کی کوئی قسم ایسی نہیں تھی جو کفار نے آپ کے خلاف نہ آزمائی ہو۔ لیکن اس کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سے حضرات ایمان لائے جو اسلام کے جگمگاتے ہوئے ستارے ہیں، کونسا جبر اس وقت تھا جو ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر رہا تھا؟ کونسی تلوار اس وقت تھی جو ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر رہی تھی؟ یہ اسلام لائے تو مصائب کا شکار ہو گئے، امتحان میں مبتلا ہو گئے، لیکن ان مصائب اور امتحانات کے باوجود انہوں نے اسلام کو خیر باد نہیں کہا۔ لہذا یہ کہنا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھھیلا ہے غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں، ان جاہلوں کو یہ نہیں معلوم کہ جبر اور ظلم کے ذریعہ سے جو اسلام قبول کیا جاتا ہے وہ معتبر ہی نہیں ہے، اگر آپ یہ کہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھھیلا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جبراً لوگوں کو مسلمان بنایا گیا ہے، خوشدلی سے انہوں نے اسلام کو قبول نہیں



کیا تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو آدمی خالص خوف کی وجہ سے اسلام کا کلمہ پڑھتا ہے یا کسی طمع اور لالچ کی وجہ سے اسلام قبول کرتا ہے تو وہ عند اللہ مسلمان ہے ہی نہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

ولو شاء الله لامن من في الارض كلهم جميعا فان تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين....

(یونس، آیت: ۹۹)

”اور اگر آپ کا رب چاہتا تو عام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان

لے آتے، کیا آپ لوگوں پر جبر کر سکتے ہیں کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔“

ایمان تو وہ معتبر ہے جو شوق اور رغبت سے ہو، جس میں کوئی طمع، کوئی لالچ اور کوئی خوف نہ ہو،

کوئی مجبوری نہ ہو اس لیے جبر اور تلوار کے ذریعہ سے اسلام کے پھیلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں یہ بتلایا جائے کہ جو لوگ زور و جبر سے مسلمان بناتے ہیں کیا وہ

اسلام کے لیے ایسی قربانیاں دیتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دی ہیں، جبر اور زور سے

اسلام قبول کرنے والے جب موقع پاتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، ان کے یہاں اسلام کے لیے

قربانی دینے کا کوئی تصور نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ راہ فرار تلاش کرتے ہیں اور صحابہ کرام مجاہدوں نے اسلام کو قبول

کیا ہے، انہوں نے اسلام کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑا، اپنی عزت و آبرو کو لٹایا، اپنی جانوں کے نذرانے پیش

کیے، انہوں نے اسلام کے لیے ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں، تو جو لوگ اسلام کے لیے یہ ہمہ قسم تکالیف

برداشت کر رہے ہیں ان کے بارے میں کوئی ذی عقل یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے جبر اور زور سے اسلام

کو قبول کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس مکہ مکرمہ میں رہے، مکہ کے زمانہ قیام میں ۸۳

مرد اور ۱۷ عورتوں نے حبشہ کی طرف اپنے اسلام کو بچانے کے لیے ہجرت کی (۶)۔ تو اگر وہ بالجبر مسلمان

بنائے جاتے تو اول تو جبر کا مکہ میں موقع کہاں تھا، اس وقت اسلام کے ہاتھ میں نہ اقتدار تھا اور نہ تلوار

تھی۔ دوسری بات یہ کہ انہوں نے اپنے اسلام کی حفاظت کے لیے حبشہ کی طرف ہجرت کیوں کی اور پھر حبشہ

(۶) اس ہجرت میں عرب کے کئی قبائل کے افراد شامل تھے، چنانچہ بنو ہاشم سے ایک، بنو امیہ اور اس کے حلیف قبائل سے سات، بنو عبد شمس

سے دو، بنو نوفل سے ایک، بنو اسد سے چار، بنو عبد بن قصی سے ایک، بنو عبد الدیار سے پانچ، بنو زہرہ اور اس کے حلفاء سے چھ، بنو تمیم سے دو، بنو

مخزوم اور اس کے حلفاء سے آٹھ، بنو نجیح سے گیارہ، بنو تمیم سے چودہ، بنو عدی سے پانچ اور بنو مامر اور بنو حارث سے آٹھ آٹھ آدمی شامل تھے، اس

طرح حضرت عمارؓ کو شامل کر کے یہ تراسی مرد بشتے ہیں ورنہ بیاسی، ان کے ساتھ سترہ عورتیں بھی شامل تھیں، ابن ہشام اپنی سیرت میں ہجرت

کرنے والے ان مردوں اور عورتوں کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: فكان جميع من لحق بارض الحبشة وهاجر اليها من المسلمين سوى

ابنائهم الذين خرجوا بهم معهم صغاراً وولدوا لها ثلاثاً وثمانين رجلاً، ان كان عمار بن ياسر قههم، وهو يشك فيه (السيرة النبوية لابن هشام، (۱/۳۳۰))

پہنچنے کے بعد حضرت جعفر طیار کی تقریر سنکر انجمہ بٹے جو حبشہ کا بادشاہ تھا مسلمان ہوا، اس کے اوپر کونسا جبر تھا؟ (۸) -

(۷) اصحمتہ بن ابجر النجاشی، ملک الحبشہ، واسمہ بالعربیة عطیة، والنجاشی لقب له، اسلم علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یہاجر الیہا وكان ردًا للمسلمین نافعاً (الاصابة فی تمییز الصحابة) (۱/۱۰۹)۔

(۸) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس تقریر میں عصر جاہلیت کی وحشت اور اسلامی قدروں کی تصویر کشی اس خوبی سے کی ہے کہ یہ تقریر جامعیت بیان کا ایک حسین شاہ پارہ، ادب عربی کا خوبصورت گلدستہ اور تاریخ اسلام کی ایک قیمتی دستاویز بن گئی ہے، اس کا ابتدائی کچھ حصہ یہ ہے:

ایہا الملک، کنا قوما اهل جاهلیة، نعبد الاصنام، وناکل المیتة، وناثی الفواحش ونقطع الارحام، نسئی الجوار، ویاکل القوی منا الضعیف، فکنا علی ذلک، حتی بعث اللہ الینا رسولاً منا، نعرف نسیبہ وصدقہ وامناتہ و عفافہ، فدعانا الی اللہ لنوحده ونعبدہ، ونخلع ما کنا نعبد نحن واناؤنا من دونہ من الحجارة والوثان و امرنا بصدق الحدیث، واداء الامانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش، وقول الزور، واکل مال الیتیم، وقذف المحصنات، و امرنا ان نعبد اللہ وحده، لانشرک به شیئاً، و امرنا بالصلاة والزکاة والصیام۔۔۔ فصدقناہ وامنناہ، واتبعناہ علی ما جاء به من اللہ، فعبدنا اللہ وحده، فلم نشرک به شیئاً، وحررنا ما حرم علینا، واحللنا ما احل لنا، فدعا علینا قومنا، فعدونا عن دیننا، لیردوننا الی عبادة الاوثان من عبادة اللہ تعالیٰ، وان نستحل ما کنا نستحل من الحباث، فلما قهرونا، وظلمونا، وضيقوا علینا، وحالوا بیننا و بین دیننا، خرجنا الی بلادک، واخترناک علی من سواک، ورجعنا فی جوارک، ورجعنا ان لانظلم عندک ایہا الملک! (السیرة النبویة لابن ہشام ۱/۲۳۶)

اردو میں اس کا مفہوم = ہے:

”ایہا الملک! ہم جاہل تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائیوں کے مرتکب تھے، قربتوں کو قطع کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے، قوی ضعیف کو کھتا جاتا تھا، ہم جاہلیت کی اسی وحشت کا شکار تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمایا، ایسا پیغمبر کہ جس کا حسب اور جس کا لب، جس کا صدق اور جس کی دیانت، جس کی امانت اور جس کی عفت سب سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں توحید ربانی اور عبادت الہی کی دعوت دی، ہم اور ہمارے اباؤ و اجداد جن بے جان پتھروں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے ان سب کو یلکھت چھوڑ دیگی ہدایت کی بات کی سچائی اور امانت کی ادائیگی، اپنوں کے ساتھ صلہ رحمی اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، حرام کاموں سے رکنے اور فساد و خونیازی سے بچنے کا حکم دیا، بے حیائی سے ہمیں روکا، ناحق بات کہنے کی ممانعت فرمائی، یتیم کا مال کھانے سے منع کیا، پاک دامن پر تہمت سے بچنے کی تاکید کی اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، صرف اسی کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں اور روزہ رکھیں۔“

چنانچہ ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے اور اللہ کی جانب سے وہ جو کچھ لے کر آئے اس کی پیروی کی، سوا اب ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، شرک سے بچتے ہیں، حلال ہی کو حلال سمجھتے ہیں اور حرام سے رکتے ہیں اس وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی، اس نے ہمیں تکلیفیں دیں اور ہمیں اپنے دین کے بارے میں طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا، وہ چاہتی ہے کہ ہم پسماندہ سے بے جان بتوں کی عبادت شروع کر دیں، پسماندہ کو حلال سمجھنے لگیں اور ایک بار پسماندہ میں مبتلا ہو جائیں، جب اس نے ہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، زمین ہم پر تنگ کر دی اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان حائل ہونے لگی تو ہم آپ کے دیار کی طرف نکل پڑے آپ کی ہمسائیگی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مکہ مکرمہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور واپس جا کر اپنے قبیلہ غفار کو تبلیغ کی تو آدھا قبیلہ ان کی دوت سے مسلمان ہو گیا (۹)۔

اسی طرح حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ان کی دعوت سے قبیلہ بنو عبد الاشہل پورا کا پورا مسلمان ہو گیا (۱۰)، وہاں کونسا جبر تھا؟  
انصار مدینہ میں سے ستر آدمی حج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے (۱۱) وہاں کونسا جبر تھا؟ تو یہ کہنا کہ اسلام جبر اور تلوار سے پھیلا ہے، قطعاً غلط ہے۔

اس کے علاوہ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر اسلام جبر سے پھیلا ہے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے کئی جگہ حکومت کی ہے اور انہوں نے عیسائیت اور یہودیت کو پھیلانے کے لیے جان توڑ کوششیں کیں، خوف کا حربہ بھی استعمال کیا، طمع و لالچ کا جال پھیلایا لیکن اس کے باوجود عیسائیت اور یہودیت کو اتنا فروغ حاصل نہیں ہوا جتنا اسلام کو ہوا، اگر یہی بات تھی تو پھر عیسائیت اور یہودیت کو بھی اسی طرح پھیلنا چاہیے تھا جس طرح اسلام پھیلا ہے۔ آج آپ یورپ میں جا کر دیکھیے، حیرت ہوگی کہ انگریز جو اسلام اور مسلمانوں کا نام برصغیر سے مٹا دینا چاہتا تھا اس کے اپنے ملک میں آج سینکڑوں مسجدیں موجود ہیں۔ ”چرچ“ فروخت ہو رہے ہیں اور مسلمان ان کو خرید کر مسجدیں بنا رہے ہیں، ایک لندن شہر میں چار سو مسجدیں ہیں۔

یہ صورت حال ظاہر ہے کہ جبر، خوف اور تلوار سے تو نہیں ہے، لوگ اپنے شوق سے اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں جبکہ آج مسلمان اسلام کا پورا اور صحیح نمائندہ بھی نہیں ہے، صحابہ کرام کے دور میں تو اسلام کی جیتی جاگتی ایسی تصویریں موجود تھیں کہ لوگ ان کے اعمال و اخلاق ہی کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے اس واسطے جبر و اکراہ کا کوئی احتمال اور سوال ہی نہیں۔

اس کے علاوہ ایک بات اور بھی اس سلسلہ میں کہی جاسکتی ہے اور وہ یہ کہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر

۰۰۰ میں رغبت کی اور سب کو چھوڑ کر آگاہ پسند آپ پر بھڑائی ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔  
اس دلولہ انگیز تقریر کے بعد حضرت جعفر نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت کی، نجاشی کی آنکھیں اٹکلہ ہو گئیں، اس کی شاہانہ نظریں اسلام کی روشنی دیکھ چکی تھیں، اس کا دل اسلام کی حقانیت کا گواہ بن چکا تھا اور اس کی زبان ”اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد عبده و رسولہ“ پڑھ کر اپنے لیے سعادت ابدی کا اعلان کر چکی تھی، رجب نو ہجری میں جب نجاشی وفات پا گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے بیعت میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی (تفصیل کے لیے دیکھیے سیرت ابن ہشام: ۱/۲۲۲ تا ۲۲۱)

(۹) دیکھیے صحیح مسلم ج ۲ - ص ۲۹۶ (۱۰) دیکھیے سیرة ابن ہشام ج ۱، ص ۲۲۷ (۱۱) سیرة ابن ہشام ج ۱، ص ۲۲۲

کسی کافر پر تلوار اٹھائی گئی اور اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو پھر اس کو قتل کرنیکی اجازت نہیں۔ چاہے اس نے وہ کلمہ صرف جان بچانے کی غرض سے پڑھا ہو اور وہ فی الحقیقت ایمان نہ لایا ہو یا واقعتاً وہ اسلام میں داخل ہوا ہو، دونوں صورتوں میں اس کا قتل جائز نہیں، آدمی کو جان عزیز ہوتی ہے وہ جان کو بچانے کے لیے سو جھوٹ بولتا ہے، یہاں بھی اگر صرف جان کی خاطر کلمہ پڑھ لے اور دل سے اسلام کو قبول نہ کرے اور بعد میں دین کفر پر قائم رہے تو یہاں کوئی جبر موجود نہیں جو اس کو زبردستی مسلمان بنائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسے آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے مسلمان ہونیکا اقرار کیا تھا (۱۲) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا، ”اللہم انی ابر الیک مما صنع خالد“ اے اللہ! میں خالد کے کئے سے بری ہوں، (۱۲) چونکہ ان کے اقرار اسلام کے بعد یہ قتل جائز نہ تھا، چاہے کسی نیت سے بھی انہوں نے یہ اقرار کیا ہو۔ اس لیے یہ کہنا کہ بالجبر لوگوں کو مسلمان بنایا گیا ہے، یہ صحیح اور درست نہیں ہے۔

اسلام میں مسئلہ غلامی

دوسرا مسئلہ غلامی کے متعلق ہے، حریت و آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے، انسان پیدائش کے وقت فطرتاً آزاد ہوتا ہے، اس کو غلام بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اس کے متعلق یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ

(۱۲) شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد اور غزوہ حنین سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں انصار و ماجرین کے تین سو پچاس افراد پر مشتمل ایک جماعت بنو جذیمہ کی طرف اسلام کی دعوت کی غرض سے بھیجی، وہ لوگ اسلام کا اقرار ٹھیک طرح نہ کر سکے اور ”اسلمنا“ (ہم نے اسلام قبول کیا) کے بجائے ”صبأنا“ (ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا) کہتے رہے، چونکہ سفار قریش اسلام قبول کرنے والے کے لیے ”اسلم فلان“ کی جگہ ”صبأفلان“ استعمال کرتے تھے اس لیے بنو جذیمہ نے اسلام کا اقرار ”صبأنا“ ”صبأنا“ کہہ کر کیا، صبأ کے معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف لگنے کے ہیں، اس لفظ میں چونکہ اقرار اسلام کا مفہوم اچھی طرح واضح نہیں اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان میں سے بعض کو قتل کیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا ”اللہم انی ابر الیک مما صنع خالد“ اور پھر آپ نے حضرت علیؓ کو مال دیکر بنو جذیمہ کے پاس بھیجا اور ان سب مقتولین کی دیت مسلمانوں کی طرف سے ادا کی گئی۔ (دیکھیے فتح الباری: ۸ - ص ۵۷، ۵۸ و عمدۃ القاری: ۱۷ ص ۲۱۲ -)

نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے سند صحیح کے ساتھ اس واقعہ میں انسانی عشق اور مرنے والے پر مرنے کا ایک عجیب قصہ نقل کیا ہے کہ بنو جذیمہ کے ان قیدیوں میں سے ایک قیدی مسلمانوں سے کہنے لگا میں بنو جذیمہ کا آدمی نہیں ہوں، ان کی ایک عورت سے مجھے عشق ہے، آپ ان عورتوں کے پاس مجھے لے چلیں، میری تمنا ہے کہ مرنے سے قبل اک نظر اس کو دیکھ لوں، قیدی کو عورتوں کی جانب لایا گیا، اس نے وہاں چند شعر پڑھے، پھر جنوں ہی اس قیدی کو قتل کیا گیا، نخل سے ایک عورت اس کی نعش پر گر پڑی اور دو تین جنیوں کے بعد اس کا فاسد زندگی بھی ختم ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ واقعہ بیان کیا گیا تو فرمایا ”اما کان فیکم رجل رحیم“؟ (فتح الباری: ۸ - ص ۵۸)

(۱۳) الحدیث اخرجہ الباری فی کتاب المغازی باب سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حالئذ ولید الیسی جذیمۃ رقم الحدیث: (۳۲۳۹)

وفی کتاب الاحکام، باب اذا قضی الحاکم بجمور او خلاف اهل العلم فہو رد، رقم الحدیث: (۷۱۸۹)۔

انسان کی حریت و آزادی اس کی صفت ملکوتی کی تابع ہے، اگر انسان میں وہ صفات حسنہ و صفات حمیدہ موجود ہوں گی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں تو وہ حریت کا مستحق ہوگا ورنہ وہ پھر کسی آزادی کا مستحق نہیں بلکہ پھر وہ بہائم اور حیوانات سے بھی بدتر ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ اولئک خالائعام بل هم اضل (۱۴) (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں) اور فرمایا۔ ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا (۱۵) (بیشک اللہ کے نزدیک کفار بدترین چوپائے ہیں) اور ظاہر ہے کہ انعام اور دواب کو حریت کا حق حاصل نہیں تو اس لحاظ سے کفار کو آزادی اور حریت کا کوئی حق حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ اور تکلم کی قوت عطا فرمائی اور اس کو اپنی صفات کا مظہر بنایا، اس کا فریضہ تھا کہ اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کرتا اور صفات حمیدہ کو اجاگر کرتا لیکن جب اس نے اللہ کی بغاوت پر کمر باندھ لی، اللہ کی نافرمانی کو اپنا شعار بنایا تو پھر یہ مقام نکریم سے گر کر اسفل السافلین میں پہنچ گیا اور اس کے نتیجے میں اس کی حریت کا استحقاق باقی نہیں رہا، اب یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا سر قلم کر کے اس کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا یہ مقرر کی کہ اس کو غلامی کا طوق پہنا دیا جائے، کیونکہ جب اس نے اپنے آپ کو نافرمانی کے جرم میں مبتلا کیا اور کفر و شرک سے آلودہ کر لیا تو آزادی و حریت جو انعام خداوندی ہے اس سے سلب کی گئی اور غلامی اس کا مقدر ٹھہری۔

### مسئلہ غلامی کا ثبوت قرآن و حدیث دونوں میں ہے

دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ جو لوگ مسلمان ہو کر مسئلہ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں ان کو ذرا یہ سوچ لینا چاہیے کہ مملکت ایمانکم کا لفظ قرآن مجید میں پندرہ مرتبہ آیا ہے (۱۶) اگر غلامی کا مسئلہ اسلام میں نہیں ہے تو قرآن مجید نے ”مملکت ایمانکم“ کا ذکر پندرہ مرتبہ کیوں کیا؟ قرآن مجید میں کفارہ ظہار، کفارہ یمین اور کفارہ قتل خطا میں غلام کو آزاد کرنیکی ہدایت کی ہے (۱۷) اگر اسلام میں غلامی کا مسئلہ نہیں

(۱۴) سورۃ الاعراف، آیت نمبر: ۱۸۹

(۱۵) سورۃ الانفال، آیت نمبر: ۵۵

(۱۶) چنانچہ یہ لفظ سورۃ نساء میں چار جگہ (آیت نمبر ۲، آیت نمبر ۲۴، آیت نمبر ۲۵، آیت نمبر ۲۶) سورۃ نحل میں ایک جگہ (آیت نمبر ۷۱) سورۃ مومنوں میں ایک جگہ (آیت نمبر ۶) سورۃ نور میں تین جگہ (آیت نمبر ۲۱، آیت نمبر ۲۳، آیت نمبر ۵۸) سورۃ روم میں ایک جگہ (آیت نمبر ۲۸) سورۃ احزاب میں چار جگہ (آیت نمبر ۲۳) سورۃ روم میں ایک جگہ (آیت نمبر ۲۸) سورۃ احزاب میں چار جگہ (آیت نمبر ۵۰) میں دو مرتبہ، آیت نمبر ۵۲، آیت نمبر ۵۵ اور سورۃ معارج میں ایک جگہ (آیت نمبر ۳۰) آیا ہے، کل یہ پندرہ مقامات ہو گئے۔

(۱۷) چنانچہ کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنیکی ہدایت قرآن نے سورۃ مجادلہ کی آیت نمبر ۲ میں، کفارہ یمین میں غلام آزاد کرنیکی ہدایت، سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ میں اور کفارہ قتل خطا میں غلام آزاد کرنیکا حکم سورۃ نساء کی آیت نمبر ۹۲ میں دیا۔

ہے تو یہ ہدایات کیوں ہیں۔ اس طرح قرآن نے مکاتب کا ذکر کیا ہے (۱۸) اور ظاہر ہے مکاتب، غلام کو بنایا جاتا ہے اور خود مکاتب بدل کتابت ادا کرنے تک غلام ہی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم ماریہ قبظیہ کے بطن سے پیدا ہوئے، ماریہ قبظیہ کنیز کی حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رہیں (۱۹)، اگر یہ قبیح و ناجائز ہوتا تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہوتا۔

غرضیکہ غلامی کا ثبوت قرآن اور حدیث دونوں سے ہے اور اس میں کوئی قباحت اور برائی نہیں ہے، اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ ایک آدمی کو پھوڑا نکل آتا ہے، ایسی صورت میں پہلے اس پر مرہم کی پٹی رکھی جاتی ہے اس مرہم سے یا تو وہ مادہ تحلیل ہو جاتا ہے یا وہ خارج ہو جاتا ہے، اگر مرہم کارآمد نہیں ہوتا تو پھر نشتر لگایا جاتا ہے اور آپریشن کے ذریعہ سے اس مادہ فاسدہ کو خارج کیا جاتا ہے اور اگر وہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب نشتر سے اس کا نکالنا کافی نہیں ہے اور وہ پورے عضو کو متاثر کریگا تو پھر وہاں پورے عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے اور بڑے شوق سے لوگ کٹواتے ہیں، اس لیے کہ اگر یہ پورا عضو نہ کاٹا جائے تو پورے بدن میں اس کے پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے اور انسان کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے مواعظ اور نصیحتیں بمنزلہ مرہم کے ہیں اور کفار کے مرض کفر کے علاج میں انبیاء نے بڑی دلسوزی اور مسلسل محنت کے ساتھ اس کے زائل کرنیکی کوشش کی۔ اور جب وعظ و نصیحت سے کام نہ چلے تو پھر ان کو غلام بنانا بمنزلہ نشتر کے ہے جس سے ان کی آزادی ختم کر دی جاتی ہے اور ان کے فساد کو روک کر امن عالم کے قیام کے لیے راہ ہموار کی جاتی ہے۔ اور اگر یہ نسخہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر ان کو قتل کر کے تہ تیغ کر دیا جاتا ہے تاکہ کفر کا زور ٹوٹے اور دنیا میں امن و امان قائم ہو، جس طرح پھوڑے سے متاثر عضو پورے بدن کو نقصان پہنچنے کے خدشہ سے کاٹ دیا جاتا ہے اسی طرح کفر و شرک کے مرض میں مبتلا اللہ کے ان باغیوں کو پورا عالم خراب کرنے کے خوف سے ختم کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ غلامی کا یہ مسئلہ امن عالم کو قائم رکھنے کے لیے اس طرح ہے جیسا کہ جسم کے اندر پیدا ہونے والے فساد کو نشتر کے ذریعہ سے دور کرنیکی کوشش کی جاتی ہے۔

(۱۸) سورہ نور آیت نمبر ۲۳ میں ہے، "والذین یتبعون الكتاب معاملة ایمانکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیراً"

(۱۹) فی الاصابة (۳/۳۰۴): ماریہ القبظیہ ام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتت فی المحرم سنة ست عشرہ... فی خلافة عمر، فکان عمر یحشر الناس لشہودہا و صلی علیہا و ردہا بالمقیع، و فی تہذیب الکمال (۱/۱۹۲): و اول من ولدہ صلی اللہ علیہ وسلم: القاسم، ثم زینب، ثم رقیة، ثم فاطمة، ثم ام کلثوم، ثم فی الاسلام: عبد اللہ، ثم ابراہیم بالمعدینة، و اولادہ کلہم من خدیجة الابرار، ثم من ماریہ القبظیة، و کلہم سائوا قبلہ الا فاطمة فانہا عاشت بعدہ ستة اشہر علی الصحیح۔

اسلام کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی انتہائی تاکید کی اور غلاموں کو آزاد کر نیکی ترغیب دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اعتق رقبة اعتق اللہ بكل عضو منه عضواً من النار۔<sup>۱۰۰</sup> ”اگر کوئی غلام آزاد کریگا تو اس کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کا عضو جہنم سے اللہ تعالیٰ آزاد کر دیگا۔“ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس وقت وصال ہو رہا تھا اس وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ ”الصلوة وماملکت ایمانکم۔<sup>۱۰۱</sup>“ (نماز کا اور غلاموں کا بہت خیال رکھو)۔

غرض یہ کہ مسئلہ غلامی کے سلسلہ میں اسلام کا غلاموں پر بہت بڑا احسان ہے، اسلام نے ان کے معاملہ میں جو اصلاحات کی ہیں اور ان کو جو جو رعایتیں دی ہیں اس کا تو کہیں عشر عشر بھی موجود نہیں۔ اس پر بربریت کا الزام غلط ہے، مسئلہ غلامی تو پہلے سے چلا آ رہا ہے (۲۲) اسلام نے اس کو شروع نہیں کیا۔ رہا یہ کہ ہر آدمی آزاد پیدا ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہے، لہذا اسلام کے بموجب اور اسلام کے مطابق وہ آزادی اس کا حق ہے اور جب اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا تو اس نے فطرت اسلام کو ضائع کر دیا جس کے نتیجہ میں آزادی کا وہ استحقاق بھی باقی نہیں رہا۔

(۲۰) الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الايمان والنذور، باب قول اللہ تعالیٰ: او تحریر رقبة وای الرقاب ازہی، رقم الحدیث: (۶۴۱۵)۔  
واخرجہ مسلم فی کتاب العتق، باب فضل العتق، رقم الحدیث: (۳۶۶۹)۔

(۲۱) الحدیث اخرجہ ابوداؤد فی کتاب الادب، باب فی حق المملوک، رقم الحدیث: (۵۱۵۶) و اس ماجہ فی ابواب الوصایا، رقم الحدیث: (۲۶۹۸)۔

(۲۲) حاصل کلام یہ کہ مسئلہ غلامی اسلام کی پیداوار نہیں، اسلام سے قبل تہذیب و تمدن کی چمک دکھ کی علمبردار، روم و ایران کی حکومتوں اور دنیا کی دیگر اقوام و مذاہب میں یہ عام تھا چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر آزاد انسانوں کو غلام بنایا جاتا، باندیوں کی اولاد غلام سمجھی جاتی، اور اسیران جنگ کو غلام بنانا تو بہر حال متعین تھا۔

پھر کسی کے غلام ہو یا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ رہے تو اس طرح جیسے چوپائے زندہ رہتے ہیں، نہ اس کا زندگی کی خوشیوں میں کوئی حصہ تھا اور نہ قدرت کی نعمتوں سے اپنی مرضی کے مطابق فائدہ اٹھایا اختیار، دنیا کی ہر راحت سے محروم غلام کی مثال اس وقت ایک بے جان پتھر کی سی تھی جس کو اٹھانے والا جہاں چاہے اور جس طرح چاہے پھینک دے، غلام کی حیثیت ایک بار بردار جانور سے زیادہ نہ تھی جس پر مالک جتنا بوجھ چاہے لاد دے، جس طرف چاہے ہانک دے۔

اسلام نے آکر غلام بنانیکی دیگر تمام صورتیں ختم کیں، صرف ایک صورت باقی رکھی اور وہ یہ کہ جب کفار مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں اتر آئے اور اللہ کے یہ بانی قید میں آگئے تو ان اسیروں کو غلام بنایا جاسکتا ہے لیکن اس صورت میں بھی نام بنانا متعین نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیں یا ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیں اور اگر مناسب سمجھیں تو فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اور اگر چاہیں تو غلام بنالیں۔

پھر مسئلہ غلامی میں اسلام کا تصور وہ نہیں ہے جو عصر جاہلیت یا آج یورپ کا تصور غلامی ہے، اسلام نے جہاں انسان کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ قابل احترام ہستیوں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا وہاں ”وماملکت ایمانکم“ کا بھی اضافہ فرمایا۔ ”وبالوالدین...“

احسانا وبنی القربی والیتامی والمساکین والجارذی القربی والجارذی الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم“ (سورۃ النساء/۳۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”فاکر موہم کرامۃ اولادکم واطعموہم مماناکلون“ (ابن ماجہ، کتاب الادب، رقم الحدیث (۳۶۹۱)) ”اپنی اولاد کی طرح ان کا خیال رکھو اور جو خود کھاتے ہو وہی ان کو بھی کھلاؤ“

الغرض اسلام نے پورے نظام کو سختی سے نکال کر محبت میں اور حاکمیت سے نکال کر بھائی چارگی کی نضا

میں بدلا۔

پھر یہ نہیں کہ یہ تمام چیزیں اسلام کے عالمگیر اور صالح قانون کی صرف اوراق کی حد تک زینت میں بلکہ مسلمانوں نے اس نظام کی ان اصلی اخلاقی قدروں کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا، اسلام کی تاریخ میں علم و معرفت کی بلندیوں تک پہنچنے والے کتنے غلام تھے جن کی زندگی سینکڑوں آزادی کی زندگی گزارنے والوں کے لیے قابل رشک ہے اور جو علمی مہارت کی بناء پر ہزاروں احرار کا مزاج بنے رہے، مکہ کے عطاء بن رباح ہوں یا یمن کے طاوس بن کیسان، مصر کے یزید بن حبیب ہوں یا شام و حجاز کے مکحول و صخاک، حدیث و فقہ کے یہ تمام روشن چراغ غلام ہی تو تھے۔ غلاموں کے ساتھ اسلام کے اس عادلانہ نظام کے عملی نمونہ کا اقرار اہل مغرب نے بھی کیا۔ انگریز خاتون لیڈی بلنٹ نے بعد عرب کی سیاحت کے بعد اس عادلانہ نظام کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ”عرب میں رہتے ہوئے عربوں کا اپنے غلاموں کے ساتھ بد سلوکی کا کوئی ایک واقعہ بھی ہم پیش نہ کر کے اور حقیقت یہ ہے کہ غلام عربوں کے ہاں ان کا خادم نہیں ایک محبوب بیٹا سمجھا جاتا ہے۔“

پھر اسلام نے غلام کی آزادی کے لیے کئی مواقع فراہم کئے آپ قرآن میں کفارۃ یمین، کفارۃ ظہار اور کفارۃ قتل خطا میں غلام آزاد کرنا حکم پامیں کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آپ کو اس پر مزید اضافہ بھی ملے گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من لطم معلوکہ او ضربہ فکفارۃ تمان یعتقہ (مسند ابی داؤد، کتاب الادب، حدیث نمبر ۵۱۶۸) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد فرمائے، حضرت سائش نے ۶۹ (اسحق) حضرت ابن عباس نے ستر، حضرت عثمان نے اپنے محاصرے کے دوران تیس، حضرت حکیم بن حزام نے سو، حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار اور وائلکحامیری نے ایک ہی دن میں آٹھ ہزار غلام آزاد کئے، مذکورہ آٹھ افراد کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد اتالیس ہزار تین سو بائیس (۳۹۳۲۳) بن جاتی ہے۔۔۔ بلی۔

قاس کن رنگستان من بہار مرا

ان تمام اوصاف کے باوجود بھی جو لوگ اسلام میں مسئلہ غلامی پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان کو بغض و بددوات کی وجہ سے اسلام کی ہر چیز الٹی نظر آتی ہے۔

ان عقل کے اندھوں کو الٹی نظر آتی ہے

لیلی نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے

(مندرجہ بالا تفصیل اور مزید تحقیق و تفصیل کے لیے دیکھیے تاملخ اللہم کتاب العنق: (۳۶۳/۱ - ۳۶۴)

## دعوت و جہاد

اصل کتاب شروع ہونے سے پہلے دعوت و جہاد کی اہمیت، باہمی ہم آہنگی پر ہم یہاں قدرے تفصیلی مکتلو کرتے ہیں۔۔۔ اسلام پوری زندگی کے مکمل نظام اور حیات انسانی کے مکمل طالبے کا نام ہے اور جس طرح ایک انسان کی زندگی مختلف شعبوں میں تقسیم ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح اس زندگی کے نظام کلی کا مختلف شعبوں پر مشتمل ہونا ایک بدہی امر ہے جسی وجہ ہے کہ اسلام میں شعبہ معاشرت بھی ہے اور سعادت بھی، شعبہ سیاست بھی ہے اور حکومت بھی، شعبہ تصوف بھی ہے اور خدمت خلق بھی۔۔۔ شرع تفسیر بھی ہے اور حدیث بھی، شعبہ فقہ



بھی ہے اور افتاء بھی۔ شعبہ تاریخ بھی ہے اور تحقیق بھی، شعبہ تبلیغ بھی ہے اور جہاد بھی! اسلام کی درخشاں تاریخ نے ہر شعبے میں ایسی ایسی عبقری شخصیات پیدا کی ہے جن میں سے ہر ایک کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اسلام کے ان مختلف شعبوں میں دو اہم شعبے ”دعوت اور جہاد“ ہیں۔ دعوت کا مقصد اللہ کی مخلوق کو اسلام کی طرف اور اللہ اور اس کے رسول کے پیغام کی طرف بلانا ہے، بے خبروں کو باخبر کرنا، باخبروں کو منوانا، ماننے والوں کو عمل کی ترغیب دینا، برائیوں سے روکنا اور بھلائی پر آمادہ کرنا یہ سب دعوت و تبلیغ میں داخل ہیں اور یہی امت مسلمہ کا مقصد اور اس کی پیدائش کی غرض ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

”تم اے مسلمانو! بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی، اچھے کاموں کو بتاتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو“ (آل عمران ۱۱۰)۔ اس آیت سے چند آیات قبل یہ تصریح ہے کہ ہر دور میں امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہے کہ اس کی ایک جماعت اس کام میں لگی رہے اور اگر دعوت کا کام پوری امت چھوڑ دے تو ساری امت گنہگار ہوگی چنانچہ ارشاد ہے۔

”اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو نیکی کی دعوت کرتی رہے اور اچھے کاموں کی تعلیم دیتی اور بری باتوں سے روکتی رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں“۔ اس کا عملی ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف کی زندگی بلکہ آپ کی پوری زندگی سے ملتا ہے.... کہیں آپ قریش کو کوہ صفا پر کھڑے ہو کر دعوت دیتے ہیں اور فاسد معاصیوں کو (اے محمد!) جو تم کو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاطلاق (سادو) کی تعمیل فرماتے ہیں، کبھی طائف کے سرداروں کے پاس جاتے ہیں اور انہیں اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور کہیں عرب کے آئے ہوئے مختلف سرداروں کے پاس منیٰ میں بے تاب ہو کر جاتے ہیں اور دین حق کی دعوت دیتے ہیں، کبھی قیصر و کسریٰ کی جانب دعوتی خطوط ارسال کرتے ہیں اور کبھی قراء اور سفین کی جماعتیں روانہ کرتے ہیں تاکہ وہ نو مسلموں کو قرآن اور اسلام کے احکام سکھائیں اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں اور آخر میں اپنے تاریخی خطبہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔

ہاں گردش ایام کی زنجیر سے کہدو

خوشبو کا سفر وقت کا پابند نہیں ہے

سحاب کے اس مبارک کارواں ہی کی محبت اور تڑپ... فکر و کاوش اور امت کے ساتھ ان کے درد و سوز جگر کا نتیجہ ہے کہ آج پیغام محمدیؐ

دشت میں دامن کہسار میں میدان میں ہے

بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے

چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے

اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چشم اقوام = نظارہ ابد تک دیکھے

رفعت شان رفعتا لک ذکرک دیکھے

پھر رفتہ رفتہ دعوت کے یہ حلقے وسیع ہو کر مختلف طبقات میں تقسیم ہو گئے، واعظین اور مقررین نے وعظ اور تقریر کی صورت میں، مفسرین اور محدثین کے ہاں درس قرآن اور درس حدیث کی شکل میں، مصنفین اور مولفین نے تصنیف و تالیف کی صورت میں دعوت جاری رکھی۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریر ہو یا وعظ، درس قرآن ہو یا درس حدیث، تصنیف و تالیف ہو یا تصوف کی اصلاح نفس کی تعلیم، شرعی حیثیت سے یہ تمام دعوت و تبلیغ کے زمرے میں آتے ہیں۔ لیکن دعوت کا وہ خاص طریقہ جس سے اس نقشے کا عکس نظر آئے جو انبیاء اور خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں تھا متروک تھا جس میں صرف طلب کرنے والوں کو نہیں بلکہ بے طلبوں کے پاس جا جا کر دعوت دی جاتی ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ انبیاء کے اصول و دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

”تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک ”عرض“ ہے، یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں، بلکہ آپ اور آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے۔ مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبدیلیل ربیعوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا، حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے، اور ان کے ترش و تند جوانوں کی پروا نہ فرماتے تھے آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان و اسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی۔“

(مقدمہ مولانا محمد ایساں اور ان کا دینی دعوت از سید سلیمان ندوی صفحہ ۲۵)

دعوت کا یہ خاص طریقہ جس میں طالبین کی تخصیص نہیں بلکہ پوری امت کی فکر ہوتی ہے عرصہ سے یا تو تھا ہی نہیں، یا تھا تو اس اہمیت اور عمومیت کے ساتھ نہیں تھا جس کی ضرورت تھی اور جس کے لیے امت عربیہ سے انتظار میں تھی۔ کروڑوں رحمتیں نازل ہوں مولانا ایساں رحمۃ اللہ علیہ پر جن کو اللہ جل شانہ نے اس کام کو اجتماعی طور پر زندہ کرنے کے لیے منتخب فرمایا، ٹھنڈی ہوں مرقابیں ان کی جنہوں نے ان کا ساتھ دیا۔

اسلام کا دوسرا اہم شعبہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ ہے۔ جہاد اپنے شرعی معنی کے لحاظ سے اگرچہ عام ہے اور ہر اس محنت کو جہاد کہا جاسکتا ہے جو دین اسلام کے سلسلے میں کی جائے لیکن اصطلاحی اعتبار سے جہاد کا اطلاق عموماً ”قتال فی سبیل اللہ“ پر ہوتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں جہاد کی تعریف ہے۔

بذل المجہود فی قتال الکفار مباشرة او معاونة بالمال اوبالراى اوببتکثیر السواد او غیر ذلک ثم غلب فی الاسلام علی قتال الکفار قال

ابن الہمام: هو دعوتہم الی الدین الحق و قتالہم ان لم یقبلوا۔ (مرقاۃ شرح مشکاۃ: ۲۶۳/۶۔)

”کفار کے ساتھ لڑنے یا لڑنے والوں کی مدد کو جہاد کہا جاتا ہے خواہ وہ مدد مال یا رائے اور مشورہ کی صورت میں ہو یا مجاہدین کی تعداد میں اضافہ کرنیکی شکل میں ہو یا اس کے علاوہ کسی بھی طریقے سے مجاہدین کے ساتھ تعاون جہاد میں داخل ہے لیکن اسلامی اصطلاح میں کفار کے ساتھ قتال کو عموماً جہاد کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن ہمام نے جہاد کی تعریف کی ہے کہ جہاد لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے اور دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں ان سے قتال کرنے کو کہا جاتا ہے۔“

شرعی اعتبار سے جہاد کے مفہوم کے عام ہونے کا نتیجہ ہے کہ جہاد کی کئی قسمیں ہیں، جہاد بالقلم، جہاد باللسان، جہاد بالسیف، اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پر نفس کے خلاف مجاہدہ کو جہاد اکبر فرمایا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جہاد کا سب سے اہم اور بڑا شعبہ قتال ہے اور ”جہاد فی سبیل اللہ“ بول کر بھی معنی مراد لیے جاتے ہیں اور اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ ”وقاتلوہم حتی لا ینکون فتنۃ، ویکون الدین کلدلہ۔ (سورۃ انفال/۳۹)۔“ اور تم ان کفار سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عظیم (شرک) نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کا ہو جاوے۔“

اسی طرح سورہ بقرہ میں فرمایا کتب علیکم القتال و موکرہ لکم و عسی ان تکرہوا شیئاً و موحیر لکم و عسی ان تحبوا شیئاً و موشر لکم و اللہ یعلم و انتم لاتعلمون.... (البقرہ/ ۲۱۶) ”جہاد کرنا تم پر فرض کیا گیا اور وہ تم کو (سباً) گراں (معلوم ہوتا) ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو اور یہ (بھی) ممکن ہے کہ تم کسی امر کو مرغوب سمجھو اور وہ تمہارے حق میں (باعث) خرابی ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم (پورا پورا) نہیں جانتے۔“

اس آیت کریمہ سے جہاد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔  
 ”جہاد فرض ہے جبکہ اس کے شرائط پائے جاویں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور فرض دو طرح کا ہوتا ہے۔ فرض عین اور فرض کفایہ۔ سو اعداء دین جب مسلمانوں پر چڑھ آویں تب تو جہاد فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ (حاشیہ برقرآن از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) یعنی جہاد کی فرضیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ایک جہاد اقدامی اور دوسری قسم جہاد دفاعی، جہاد دفاعی (جب کفار مسلمانوں پر حملہ کریں) فرض عین ہے اور جہاد اقدامی کہ مسلمان کفار پر حملہ کریں فرض کفایہ ہے۔ امت مسلمہ کی طرف سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو پوری امت کی طرف سے یہ فریضہ ادا کرتی رہے ورنہ پوری امت گنہگار ہوگی! جہاد کی مشروعیت کے بعد خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اکثر حصہ اسی میں گزرا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہجرت کے دس سال میں آپ نے بذات خود ۲۷ یا ۲۸ غزوات میں شرکت فرمائی اور صحابہؓ کی وہ جماعتیں جن کو آپ نے جہاد کے لیے روانہ فرمایا ان کی تعداد ۲۵ ہے جس کو اصطلاح میں سربہ کہا جاتا ہے۔  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہؓ جہاد کے لیے لگے۔ گرم علاقوں کے رہنے والے ان مجاہدین نے ٹھنڈی ٹھنڈی راتوں اور طوفان سے جکڑے ہوئے دنوں میں اللہ کے حکم کی سر بلندی اور دین حق کو تمام اویان باطلہ پر غالب کرنے کے لیے اپنے خون سے جس طرح شجر اسلام کی آبیاری کی اقوام عالم کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، قرون اولیٰ کے ہیں وہ مومنین ہیں جن کے سامنے دنیا کی وسوسیں سمٹ گئیں، قیصر و کسری کی طاقتیں پارہ پارہ ہو گئیں، اندھیر ہو یا روشنی، ہوا ہو یا پانی، دشمنوں کی کثرت ہو یا طاقت، صحرا ہو یا دریا، جنگل ہو یا پہاڑ، خشکی ہو یا تری، کوئی چیز ان سرکف مجاہدین کی راہ کی رکاوٹ نہ بن سکی۔ شوق شہادت سے معمور، جذبہ جہاد سے سرشار ان مجاہدین کی ایک ہی صدا، ایک ہی عزم، ایک ہی مقصد تھا اعلاء کلمتہ اللہ.... اس امید کے سہارے وہ جان جان آفریں کرتے کہ۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ نورشید سے  
 چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

درخت اسلام کی وہ شاہد شاخیں جن کے آرام دہ اور پرکون مایہ کے نیچے آج مسلمانان عالم آرام کر رہے ہیں کسے اندازہ ہے کہ ان شاخوں کی جڑائی آبیاری اور پختگی کے لیے قافلہ ہزاروں کتنا خون دیا ہے؟ اقبال کے اشعار نے اس کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے۔

تھے وہی ایک ترے معرکہ آراؤں میں  
 خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں  
 دین آذائیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  
 کبھی افریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں میں  
 شان آنکھوں میں نہ جہتی تھی جہاندروں کی  
 کلمہ پڑھتے تھے وہ چھاؤں میں ستاروں کی  
 وہ جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے  
 اور مرتے تھے تری نام کی عظمت کیلئے  
 تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کیلئے  
 سرکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کیلئے؟

کس کی ہیبت سے صم ہسے ہوئے رہتے تھے  
منہ کے بل مگر کے ہواللہ احد کہتے تھے

غیر مسلموں میں ان مجاہدین کا طریقہ دعوت یہ تھا کہ عموماً مسلمانوں کی فوج ان کے شہروں پر دستک دیتی اور سب سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دی جاتی کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو مسلمانوں کے بھائی بن جائیں گے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں ان میں وہ بھی شریک رہیں گے، بصورت دیگر ان کو جزیہ پر آمادہ کیا جاتا اور اگر جزیہ سے بھی انکار کر لیتے تو تیسری صورت تلواری اور قتال کی ہوتی۔ اس طرح چند سالوں میں قیصر و کسری کے ایوانوں میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اس وقت کی دنیا کی ہر طاقتیں اسلامی حکومت کی زیر نگیں آگئیں..... جہاد کی تاریخ کی وہ کڑیاں جن کی ابتدا بدر واحد سے ہوئی تھی چودہ سو سال کی مدت پر پھیلی ہوئی ہیں درمیان میں کہیں اگر کوئی انقطاع ہے بھی تو وہ زیادہ طول نہیں پکڑے گا۔ یکن جنگ بلقان و طرابلس کے بعد جہاد کا جذبہ عالم اسلام میں قدرے سرد پڑ گیا تھا۔

مرحبا صد مرحبا افغان کے ان مجاہدین کے لیے جنہوں نے بے سرو سامانی کی حالت میں اللہ پر بھروسہ کر کے علم جہاد بلند کیا اور مسلمانوں کو دلت سے نکلنے کی راہ بتلائی، انہی مجاہدین کی قربانی کا نتیجہ ہے کہ روس کی طاقت پارہ پارہ ہو کر خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو گئی، اسی جہاد کا نتیجہ ہے کہ کشمیری مسلمان جاگ اٹھے، برا اور فلسطین کے مسلمان بیدار ہو رہے ہیں اور پورا عالم اسلام متحرک ہو گیا ہے۔

عروق مردہ مسلم میں خون زندگی دوڑا  
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

## دعوت و جہاد کی باہمی ہم آہنگی

جہاد اور دعوت دونوں باہم مربوط شعبے ہیں، ہر ایک دوسرے کے علاوہ ناقص اور ناتمام ہے، جہاد اگر مفسد مادہ کے انزاج، سکون قلب، السداد فتنہ و فساد کی ربانی نوید ہے تو دعوت نیکی کی راہ پر گامزن کرنے، بدی سے روکنے اور سخت معاشرہ کا آسمانی لکھنؤ ہدایت ہے، جہاد اگر مسلمانوں کو قعر بذلت سے نکالنے، کفار پر اسلام کی دھاگ بٹھانے اور دین فطرت کے باغیوں اور سرکشوں کے لیے تازیانہ مفسد اندی ہے تو دعوت مسلمانوں کو ان کی زندگی کا مقصد بتانے، اس مقصد کا مقام متعین کرنے، تعیش کی وادیوں میں بٹھکنے سے روکنے اور بھٹکنے ہوئے کو راہ دکھانے کا پیغام الہی ہے، جہاد اگر واسطہ ہے اس کا کہ کفار کا غلبہ ختم اور ان کی حکومت مسلمانوں کی زیر نگیں ہو کر دین حق غالب رہے تو دعوت ذریعہ ہے اس کا کہ نور ایمان سے ظلمت کفر دور ہو کر دلوں پر اسلام کی فتح اور حکومت رہے۔ اور جس طرح جہاد کا مقصد اگر "اعلاء کلمۃ اللہ" نہ ہو تو قتل و فساد کے سوا کچھ نہیں ٹھیک اسی طرح دعوت اگر اشاعت اسلام کی نیت اور روح سے عاری ہو تو سراب کی نمود کے سوا کچھ نہیں۔ جہاد اور دعوت ایک تیر کے دو شکار ہیں یا یوں کہیے ایک ہی شکار کے دو تیر ہیں اگر صرف دعوت ہے جہاد نہیں تو کفر کی بربریت اور ظلم کے ہاتھ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کریں گے اور تبلیغ اسلام کی راہیں مسدود ہو جاتی رہیں گی اور اگر جہاد ہے دعوت نہیں تو بھی اسلام کو بڑے خطرات کا سامنا کرنا ہوگا۔ تاریخ اسلام میں ایسی شہادتیں موجود ہیں کہ دعوت کا اہم فریضہ ترک کرنے سے مسلمانوں کو بڑے خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ فتنہ تاتار کا اصل سبب ہی ترک دعوت الی اللہ تھا..... مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم فتنہ تاتار کے اسباب ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"نوارزم شاہی سلاطین سے اس موقع پر بھی وہی غلطی ہوئی جو اسپین کے عرب فرمانرواؤں نے کی تھی اور

جس کو قانون کافات نے معاف نہیں کیا یعنی یہ کہ انہوں نے اپنی ساری طاقت سلطنت کی توسیع و استحکام اور حربیوں کی سرکوبی میں صرف کی اور اس انسانی آبادی میں جو ان کے سرحد سے متصل تھی اور بجائے خود ایک دنیا تھی، تبلیغ اسلام اور ان تک خدا کا آخری پیغام پہنچانے کی فکر نہیں کی۔ جذبہ دینی سے قطع نظر ترکے... سیاسی فراست اور دور بینی کا

بھی قضاہ تھا کہ وہ اس وسیع انسانی آبادی کو اپنا ہم آہنگ اور ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کرتے اور اس طرح ہمیشہ کے لیے اس خطرہ سے محفوظ ہو جاتے جو نہ صرف ان کو بلکہ پورے مسلمانوں کو پیش آیا۔

(تاریخ دعوت و عزمت جلد اول صفحہ ۲۱۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اگر دعوت کے اہم فریضہ کو چھوڑ لیتے اور انخلاص و داعیانہ طریقے سے اپنی پڑوس کی اس انسانی آبادی کو اسلام کی دعوت دیتے تو تاتار کا یہ حادثہ جس کی بربریت کی مثال تاریخ اسلام کا تاریخ عالم میں بھی نہیں ملتی، پیش نہ آتا اگرچہ ظاہر اس کا سبب خوارزم شاہ کا قراقرم سے آئے ہوئے تاجروں کو اور ہمہ نیشیز خان کے سفیر کو قتل کرنا تھا لیکن دراصل ترکہ دعوت ہی اس کا سبب ہے۔

جرم رسوا ہوا ہر جرم کی کم نگاہی سے  
جو انان تناری کس قدر صاحب نظر لکھے

مولانا ابوالحسن علی صاحب رقم طراز ہیں:

”قریب تھا کہ سارا عالم اسلام اس سیلاب بلا میں بہ جائے اور جیسا کہ اس وقت کے اہل نظر اور درو مند مسلمان مصنفین نے خطرہ ظاہر کیا ہے، اسلام کا نام و نشان بھی مٹ جائے کہ تاتاریوں میں اشاعت اسلام شروع ہو گئی اور جو کام مسلمانوں کی شمشیریں اور مسلمان ہادشاہ۔ کر کے وہ اسلام کے داعیوں اور خدا کے مخلص بندوں نے انجام دیا۔“

(تاریخ دعوت و عزمت ج ۱ صفحہ ۲۲۲)

اور ہمہ روہ قوم جس نے عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بچا دی تھی، اسلام کی پاسبان بن گئی اور ان میں ہمہ بڑے بڑے مجاہد اور عالم و فقیہ پیدا ہوئے۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے  
پاسبان مل گئے کہے کو صنم خانے سے

آج عالم اسلام کو دعوت اور جہاد دونوں کی ضرورت ہے

آج جبکہ عالم اسلام تاریخ کے بہت نازک مرحلے سے گزر رہا ہے، خیر مسلم قومیں اپنے تمام اسباب و سر سامان کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں۔ ہر صبح اور ہر شام اسلام کی چول ہلانے کے لیے کسی نئی ضرب کفر سمیت نمودار ہوتی ہے۔ کشمیر کے مسلمانوں پر وہ تاریخ دہرائی جاری ہے جو ہندو دھرم نے ۱۹۴۷ء میں ماجرین پاکستان کے ہجرت کے وقت مرتب کی تھی۔ ہندوستان میں برہمنی سماج کے مذہبی ساہو مساجد کو مندر بنانے پر تلے ہوئے ہیں، برما اور فلسطین کے مسلمان بے کسی کے ہاتھوں جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اندلس کی وہ سرزمین جو آٹھ سو سال تک پریم اسلام کی رفعت دیکھتی رہی آج مسلمانوں کے اس دیس میں اسلام کا نام و نشان نہیں ہے۔ اسی اندلس کی وہ مسجد قرطبہ جو چار سو سال تک اذان رسول اللہ کی صداؤں سے معمور رہی آج وہ سیاحان عالم کے لیے تفریح گاہ بنی ہوئی ہے۔ بیت المقدس پر یہودیوں کا تسلط ہے اور اللہ کا یہ مقدس گھر مسلمانوں کے دسترس سے باہر ہے

دیدہ انجم میں ہے تیری زمین، آسمان

آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری فضا جے اذان

ایسے حالات میں اس کی فرست ہی کہاں ہے کہ دعوت و جہاد کی فرضیت یا عدم فرضیت، ضرورت و عدم ضرورت پر مناظرانہ مجلسیں

جہلی جابیں یا کسی ایک سے تعلق کے بعد دوسرے شیعے کے عدم اہمیت پر دلائل کا بازار گرم رکھا جائے

چمن بچاؤ غم آشیاں کا وقت نہیں ہے  
 گرد و پیش کا تقاضا ہی یہی ہے کہ ہر مسلم صدائے دعوت و جہاد بن جائے اور دونوں شعبوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ورنہ کم از کم ایک  
 کے ساتھ مسلک ہو کر بلکہ حدود کے اندر اندر پہنچ کر کام کرے کہ عالم اسلام کو آج اس کی جتنی ضرورت ہے شاید کبھی نہ تھی!

عالم	ہم	ورانہ	زچنگیزی	افرنک
معدار	حرم	باز	تعمیر	جہاں خیر
ازخواب	مراں	خواب	مراں	خواب مراں خیز



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ۶۷ - کتاب المغازی

## ۱ - باب : غَزْوَةُ الْعُشَيْرَةِ ، أَوْ الْعُسَيْرَةِ .

قال ابن إسحاق : أول ما غزا النبي ﷺ الأبنواء ، ثم بواط ، ثم العُشَيْرَةُ .

۳۷۳۳ : حدثني عبد الله بن محمد : حدثنا وهب : حدثنا شعبة ، عن أبي إسحاق :

كنتُ إلى جنب زيد بن أرقم ، ف قيل له : كم غزا النبي ﷺ من غزوة ؟ قال : تسع عشرة ، قيل : كم غزوت أنت معه ؟ قال : سبع عشرة ، قلت : فايهم كانت أول ؟ قال : العُشيرُ أو

العُسَيْرَةُ ، فذكرتُ لِقَتَادَةَ فقال : العُشيرَةُ . [ ۴۱ : ۲ ، ۴۲۰ : ۱ ]

## غزوه اور سریہ میں فرق

جس قتال و جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی ہو اس کو علماء سیر کی اصطلاح میں ”غزوه“ کہا جاتا ہے۔ اور جس قتال و جہاد میں نبی کریم صلی اللہ نے بنفس نفیس شرکت نہیں کی بلکہ کسی کو امیر مقرر فرما کر صحابہ کی جماعت کو قتال و جہاد کے لیے بھیجا ہو اس کو ”سریہ“ اور ”بعث“ کہا جاتا ہے۔

## سلسلہ جہاد کی ابتدا غزوات سے ہوئی یا سرایا سے ؟

گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ آیت مشروعیت جہاد کے نزول کے بعد جہاد کی ابتدا سرایا سے ہوئی ہے یا غزوات سے ، اکثر اہل سیر کی رائے یہ ہے کہ ابتداء سرایا سے ہوئی ہے ، محمد بن سعد اور واقدی کی یہی رائے ہے (۱) اور ابن قیم نے زاد المعاد میں یہی لکھا ہے (۲) اور یہی حافظ بن حجر اور دوسرے محققین کی رائے ہے (۳) پہلا سریہ حمزہ بن عبدالمطلب کا ہے ، دوسرا سریہ عبیدہ بن الحارث کا ہے ، تیسوا سریہ سعد بن ابی

(۱) دیکھیے طبقات بن سعد ج: ۲ - ص: ۶ - نیز الکامل لابن اثیر ج: ۲ - ص: ۷۸

(۲) زاد المعاد ج: ۱ - ص: ۱۲۹

(۳) فتح الباری ج: ۶ - ص: ۲۸۰

وقاص کا ہے (۴) اور پھر ان تین کے بعد غزوۃ البواء جس کو غزوۃ ودان بھی کہتے ہیں پیش آیا ہے۔

### ۱۔ سریۃ حمزہ بن عبدالمطلبؓ

سریۃ حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ رمضان سن ایک ہجری میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس مہاجرین کی جماعت کا امیر مقرر فرما کر ”سیف البحر“ کی طرف روانہ ہونیکا حکم دیا اور فرمایا کہ قریش کے تین سو سواروں پر مشتمل اس قافلہ کا تعاقب کیا جائے جو ابو جہل کی قیادت میں شام سے آرہا ہے۔ یہ حضرات گئے، قافلہ قریش کا تعاقب کیا اور آمناسامنا بھی دونوں کا ہوا لیکن قتال کی نوبت نہیں آئی (۵)

### ۲۔ سریۃ عبیدہ بن حارثؓ

اس کے بعد شوال سن ایک ہجری میں حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ساٹھ یا اسی مہاجرین کی جماعت کو ”رابع“ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا اور قافلہ قریش کے تعاقب کا حکم دیا، یہ حضرات پہنچ گئے۔ یہاں بھی آمناسامنا ہوا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر کافروں کی طرف پھینکا، یہ مسلمانوں کی طرف سے تاریخ اسلام کا سب سے پہلا تیر ہے جو جہاد میں کفار پر چلایا گیا مگر یہاں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی (۶)

### کفار کے شکنجہ سے مقدار اور عتبہ بن غزوان کی آزادی

ایک واقعہ یہ ہوا کہ مقدار بن عمرو اور عتبہ بن غزوان دو صحابی تھے، ایمان لاپکے تھے لیکن کفار کے شکنجہ میں گرفتار تھے ہجرت کا موقع نہیں ملتا تھا، یہ دونوں قافلہ قریش کے ساتھ ہو گئے اس خیال سے کہ اگر

(۴) البتہ ابن اسحاق وغیرہ سریۃ عبیدہ بن الحارث کو پہلا سریۃ کہتے ہیں، قال ابن اسحاق فكانت راية عبیدة بن الحارث - فيما بلغني - اول راية عقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم في الاسلام لاحد من المسلمين (السيرة النبوية لابن هشام: (۵۹۵/۱)) جبکہ دیگر علماء سیر نے سریۃ حمزہ بن عبدالمطلب کو پہلا سریۃ کہا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، وعند الاموي: يقال ان حمزة بن عبدالمطلب اول من عقد له رسول الله صلى الله عليه وسلم في الاسلام راية، وكذا جزم به موسى بن عقبه وابو معشر والواقدي (فتح الباری: ۴/۲۸۰)

(۵) طبقات ابن سعد: ج: ۲ - ص: ۶

(۶) تاریخ الطبری: ج: ۲ - ص: ۱۲۱



کہیں موقع ملا تو لکل بھاگیں گے اور مدینہ پہنچ جائیں گے، جب یہ ساٹھ یا اسی مہاجرین کا سریہ قریش کے قافلے کا تعاقب کرتا ہوا پہنچا تو ان کو بہترین موقع ہاتھ آگیا اور وہ کافروں سے لکل کر مسلمانوں میں شامل ہوئے اور مدینہ طیبہ آگئے، قریش کے قافلے کے سردار عکرمہ بن ابی جہل یا مکرز بن حفص تھے (۷)

### ۳۔ سریہ سعد بن ابی وقاصؓ

اس کے بعد ذی قعدہ ایک ہجری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس آدمیوں کی مہاجرین کی جماعت کے ساتھ روانہ کیا، وادی خرار (۸) جو جحہ کے قریب ہے وہاں ان کو جانیکا حکم دیا اور قریش کے قافلہ کے تعاقب کے لیے کہا، یہاں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی اور یہ حضرات واپس آگئے (۹)

### ۱۔ غزوہ ابواء

پھر صفر دو ہجری میں غزوہ ابواء کا واقعہ پیش آیا، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے اور مہاجرین کی ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ ہوئی، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے مدینہ کا حاکم مقرر کیا، آپ کا مقصد بنو ضمرہ پر حملہ کرنا اور قریش کے قافلے کا تعاقب کرنا تھا (۱۰) قریش کا قافلہ تو لکل گیا تھا البتہ بنو ضمرہ سے آپ نے مصالحت کی اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے، اور بوقت ضرورت مسلمانوں کی مدد کریں گے اور مسلمان ان کی مدد کریں گے (۱۱) یہاں بھی قتال نہیں ہوا۔

(۷) ایضا۔ نیز سیرۃ ابن ہشام ص: ۵۹۲

(۸) خرار..... موضع بالحجاز، يقال هو قرب الحجة، وقيل: وادمن اودية المدينة وقيل: ماء بالمدينة، وقيل: موضع بالخير (معجم البلدان: ۲/۳۵۰)

(۹) طبقات بن سعد: (۸/۲) وسیرۃ ابن ہشام: (۱/۲۰۰)

(۱۰) طبقات بن سعد، (۲/۷) وسیرۃ ابن ہشام: (۱/۵۹۱) وفتح الباری: (۷/۲۷۹-)

(۱۱) وفي هذه الغزوة وأدع مخشي بن عمرو الضمري، وكان سيدهم في زمانه، على ان لا يغزو بني ضمرة ولا يغزوه، ولا يكثروا عليه جمعا،

ولا يعينوا عدوا، وكتب بينهم كتابا (طبقات ابن سعد: ۲/۸)

وَدَّان اور ابواء چونکہ قریب قریب ہیں اس لیے اس کو غزوة ابواء بھی کہتے ہیں اور غزوة وَدَّان بھی (۱۲)

## ۲ - غزوة ابواء

اس کے بعد پھر ربیع الاول میں غزوة ابواء کا واقعہ پیش آیا، ابواء بفتح الباء اور بضم الباء دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو ”ینبع“ کے قریب ہے (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ یہاں بھی ایک بڑی جمعیت تھی، صحابہ کرام کو اس غزوة میں بھی قتال کی نوبت نہیں آئی، قریش کا قافلہ جس کے تعاقب کے لیے آپ روانہ ہوئے تھے وہ زد سے نکل گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوة میں آپ نے سائب بن عثمان بن مظعون کو مدینہ کا حاکم بنایا تھا (۱۵)

## ۳ - غزوة عسیرہ

اس کے بعد جمادی الاولیٰ دو ہجری میں غزوة عسیرہ کا واقعہ پیش آیا، یہ عسیرہ مقام بھی ”ینبع“ کے قریب ہے (۱۶)، یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی دو یا ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل جماعت ساتھ لیکر گئے، یہاں بھی قتال کی نوبت پیش نہیں آئی، قافلہ قریش نکل گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں قبیلہ بنو مدلج سے صلح کی (۱۷) اس غزوة میں ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا (۱۸) یہ تین غزوات ہیں، محمد بن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے غزوة ابواء کا واقعہ پیش آیا ہے اور یہ تینوں سرایا جن کو اکثر حضرات ایک ہجری کا واقعہ قرار دیتے ہیں، یہ غزوة ابواء کے بعد ہوئے ہیں اور یہ

(۱۲) ابواء، قریہ من عمل الفرع، بینہا و بین الجحفۃ من جهة المدینة ثلاثہ و عشرون میلا و ابواء (بفتح الهمزة و سکون الموحدة) و وَدَّان مکانان متغاریان بینہما ستمۃ امیال او ثمانیۃ (انظر فتح الباری: ۶/۲۶۹ - و طبقات ابن سعد: ۲/۸) قال موسیٰ ابن عقبۃ: اول غزوة غزاها النبی صلی اللہ علیہ وسلم - یعنی بنفسہ - ابواء (فتح الباری: ۶/۲۶۹)

(۱۳) ینبع مدینة بین مکة و المدینة.... و ہی قریبۃ من طریق الحاج الشامی، اخذ اسمہ من الفعل المضارع لکثرة ینابعہا، (معجم البلدان: ۵/۳۵۰) و فی طبقات ابن سعد: و بین ینبع و المدینة تسعة برد (طبقات ابن سعد: ۲/۱۰)

(۱۴) ابن سعد نے دو سو تعداد لکھی ہے (طبقات ابن سعد: ۲/۸)

(۱۵) دیکھیے سیرت ابن ہشام (۵۹۸) ابن سعد کے بیان کے مطابق سعد بن معاذ کو حاکم مدینہ مقرر کیا گیا تھا دیکھیے طبقات ابن سعد (۲/۸)

(۱۶) قال الحافظ فی الفتح: (۶/۲۸۰) واما العسیرة فلم یختلف علی اهل المغازی انها بالمعجمة و التصغیر و آخر ما ہا و قال ابن اسحاق: ہی

بیطن ینبع

(۱۷) طبقات ابن سعد: (۲/۱۰۰۹) - (۱۸) طبقات ابن سعد: (۲/۹)

دو ہجری کے واقعات ہیں (۱۹)

بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے سرایا کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے ذکر کیا ہے ”ابواء ثم بواط ثم العشيرة“ یہ ترتیب بخاری کی ہے اور جمہور کی یہی رائے ہے اگرچہ بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ غزوات میں ”عشیرہ“ سب سے پہلے ہے (۲۰)

### ۴ - غزوہ بدر اولیٰ

غزوہ عشیرہ سے آپ جمادی الاولیٰ دو ہجری میں واپس آئے، ابھی تقریباً دس دن آپ کو ہوئے تھے کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر شب خون مارا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ملی تو آپ مہاجرین کی جماعت ساتھ لیکر اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور مقام ”سفوان“ تک گئے جو بدر کے قریب ہے لیکن وہ گرفت اور زد سے نکل گیا تھا آپ واپس آگئے، اس کو غزوہ بدر اولیٰ اور غزوہ سفوان کہتے ہیں، اس غزوہ میں بھی قتال نہیں ہوا (۲۱)، اس غزوہ میں آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا (۲۲)

کرز بن جابر فہری کو بعد میں اللہ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی، عربین کا واقعہ (۲۲) جب پیش آیا تو انہی کی قیادت میں صحابہؓ کی ایک جماعت کو آپ نے عربین کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔

### ۵ - سریہ عبد اللہ بن جحشؓ

اس کے بعد پھر جب دو ہجری میں سریہ عبد اللہ بن جحشؓ کا واقعہ پیش آیا، یہ سریہ بارہ افراد کی

(۱۹) قال ابن اسحاق فی امر کل هذه السرايا... ان ذلك كله كان في السنة الثانية من وقت التاريخ (تاریخ الطبری: ۱۲۰/۲)

(۲۰) چنانچہ بخاری شریف کتاب المغازی کی پہلی حدیث میں زید بن ارقم نے غزوہ عشیرہ کو پہلا غزوہ کہا ہے اس کی تفصیل اس حدیث کی تشریح میں آگے آرہی ہے۔

(۲۱) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ص: ۶۰۸ - البتہ ابن سعد کے نزدیک غزوہ بدر اولیٰ غزوہ عشیرہ سے مقدم ہے ان کے نزدیک غزوہ بدر اولیٰ ربیع الاول دو ہجری میں اور غزوہ عشیرہ جمادی الاخریٰ دو ہجری میں پیش آیا ہے - (دیکھیے طبقات ابن سعد ج: ۲ - ص: ۹) واللہ اعلم

(۲۲) طبقات ابن سعد: (۹/۲) وسیرت ابن ہشام (۶۰۱)

(۲۳) وفی الاصابة: (۲۹۰/۳) کرز بن جابر... القریشی الفہری کان من رؤساء المشرکین قبل ان یسلم... ثم اسلم... بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فر انارہم (ای العرنین) خیلامن المسلمین، امیرہم کرز بن جابر... و امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید ان یدخل من اعلیٰ مکة فقتل من خیل خالد یومئذ رجلاں و معا حبیش بن الاشعر الخزاعی و کرز بن جابر الفہری -

جماعت پر مشتمل تھا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش کو ایک خط دیا اور کہا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس خط کو کھولنا اور جو مضمون اس میں لکھا ہوا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا۔

چنانچہ یہ بارہ ساتھی روانہ ہو گئے دو دن سفر کرنے کے بعد جب انہوں نے خط کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان ”مقام نخلہ“ پر پہنچو اور قریش کی خبریں ہمارے پاس بھیجو اور اپنے ساتھیوں کو اختیار دیدو کہ جس کا جی چاہے تمہارے ساتھ جائے اور جس کا جی چاہے واپس آئے، حضرت عبداللہ بن جحش نے وہ خط کھولا اور اپنے ساتھیوں کو سنایا، تمام ساتھی حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ ہو گئے (۲۳)

ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت واقد بن عبداللہ، حضرت مقداد بن عمرو، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ، حضرت عامر بن ربیعہ، حضرت خالد بن بکیر، حضرت عامر بن ایاس، حضرت عکاشہ بن محسن، حضرت سہیل بن بیضا، حضرت صفوان بن بیضا، گیارہ تھے اور بارہویں حضرت عبداللہ بن جحش امیر تھے (۲۵) یہ حضرات جب مقام نخلہ پہنچ گئے تو عمرو بن الحفصی قریش کا قافلہ لیے ہوئے ان کو

(۲۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں جانے یا رہنے کا اختیار نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اختیار ہے جو چاہے چلا جائے اور جو چاہے واپس آجائے، اس میں مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اختیار دیدیتے تو ممکن تھا کہ سب جانے پر آمادہ ہو جاتے کہ آدی کو سفر کی مشقت کا اندازہ ابتدا میں نہیں ہوتا اور بعد میں سفر کی تکلیف دیکھ کر شاید کسی کو تادم ہونا پڑتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اختیار دیا تھا تو ہم رہے کیوں نہیں۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن سفر کرنے کے بعد آگے جانے یا واپس آنے کا اختیار دیا کیونکہ دو دن میں سفر کی مشقت کا اندازہ سب کو ہو چکا ہوگا، دو دن سفر کرنے کے بعد جب خط سنایا گیا تو ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایت کے مطابق سب کے سب بطیب خاطر گئے اور کوئی واپس نہ ہوا البتہ مخم طبرانی میں جناب بکلی کی روایت میں ہے: ”مراجع رجلان ومضى الباقون“ (دو آدی لوٹ آئے اور باقی گئے) واللہ اعلم۔ (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۶۰۱ - فتح الباری ج: ۱ - ص: ۱۵۵) نیز ابن کثیر کی جناب بن عبداللہ کی روایت میں بھی دو آدمیوں کے لوٹنے کا ذکر ہے (دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج: ۱ - ص: ۲۵۲)

(۲۵) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، سابقین اولین میں سے ہیں جنگ بدر میں شرکت اور حبشہ کی جانب ہجرت کا شرف ان کو حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سریر کا امیر بنا دیا تھا لایعش علیکم رجلا صبرکم علی الجوع والعطش ”میں تمہارا امیر ایک ایسا آدی بناؤں گا جو بھوک اور پیاس پر تم سب سے زیادہ صابر ہوگا“۔ جنگ احد میں ان کی تلوار ٹوٹی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ہٹنی دی وہ ہٹنی ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی، بعد میں یہ تلوار دو سو دربار میں فروخت کی گئی جنگ احد ہی میں انہوں نے اپنے لیے شہادت کی دعا کی اور شہادت کا رتبہ بلند پایا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے، رضی اللہ عنہ در فضی صوحہ (دیکھیے الاسابغ فی تمییز الصحابہ ج: ۲ - ص: ۲۸۶، ۲۸۷)

مل گیا۔ حضرت واقد بن عبداللہؓ نے تیر مارا جو عمرو بن الحضری کو لگا اور وہ مر گیا (۲۶)، اس کے ساتھی بھاگ گئے، ان کے مال پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا، یہ پہلی غنیمت تھی اسلام میں جو مسلمانوں کے ہاتھ لگی اور عمرو بن الحضری اسلام کی تاریخ میں کافروں کا پہلا مقتول ہے جو مسلمانوں کی طرف سے مارا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے اجتہاد سے مال غنیمت کو تقسیم کیا، ایک خمس بیت المال کے لیے رکھا اور ”اربعۃ انخاس“ (چار حصے) غانمین میں تقسیم کئے پھر اس کے بعد مدینہ منورہ آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا حال بتایا وہ مال غنیمت سب کے پار، محفوظ تھا

چونکہ رجب کا مہینہ تھا اور رجب اشہر حرم میں سے ہے، صحابہؓ نے یہ سمجھ کر قتال کیا کہ یہ جمادی الثانیہ کی آخری تاریخ ہے اور اصل میں وہ رجب کی تاریخ تھی اس لیے مشرکین نے یہ کہنا شروع کیا کہ انہوں نے اشہر حرم کے اندر بھی قتال کو جائز قرار دیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں اشہر حرم کے اندر قتال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اشہر حرم ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب یہ چار مہینے ہیں، چونکہ ذی الحجہ میں حج ہوتا تھا تو ایک مہینہ پہلے جو کہ حج کے لیے آنے کے واسطے ہے اور ایک مہینہ بعد میں جو وطن واپس جانے کے لیے ہے اور ایک مہینہ حج کا، ان تین میں قتال کو حرام قرار دیا گیا تھا تاکہ لوگ آرام اور اطمینان سے حج کر سکیں، رجب کا مہینہ عمرے کے لیے ہوتا تھا، پندرہ دن بیت اللہ کی طرف آنے کے لیے اور پندرہ دن واپس جانے کے لیے، یہ مہینہ بھی قتال کے لیے ممنوع تھا۔

ان مہینوں میں ایک توج اور عمرے کے احترام کی وجہ سے قتال ممنوع قرار دیا گیا تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ یہی وہ زمانہ ہوتا تھا جس میں غلہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کیا جاتا تھا تو قتال ممنوع قرار دیا گیا تھا تاکہ وہ غلہ محفوظ رہے ان چار مہینوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے قتال ممنوع تھا (۲۷) اور ملت ابراہیمی کے بقایا میں سے یہ بات مشرکین کے ہاں معروف اور رائج تھی۔ یہ واقعہ تیس رجب کو پیش آیا، مشرکین نے بہت شور مچایا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی (۲۸)

(۲۶) وقالت اليهود: نفاء ل بذلك على رسول الله صلى الله عليه وسلم - عمرو بن الحضرمي قتله واقد بن عبد الله، عمرو، عمرة الحرب،

والحضرمي، حضرت الحرب، وواقدين عبد الله، وقدت الحرب، فجعل الله ذلك عليهم لالهم (سيرة ابن هشام ج: ۱ ص: ۶۰۳ -)

(۲۷) وفي الروض الانف للسهيلى: ثم جعل الله الاشهر الحرم اربعة، ثلاثة سردا وواحد فردا وهو رجب، اما الثلاثة، فليامن الحجاج وارين الى

مكة وصادرين عنها شهر اقبل شهر الحج وشهر بعده قدر ما يصل الراكب من اقصى بلاد العرب، ثم يرجع حكمة من الله، واما رجب فللعمار

يامنون مقبلين وراجمين نصف الشهر للاقبال ونصفه للابواب.... فكانت الاقوات تأتيهم في المواسم، وفي سائر العام تنقطع عنهم فؤادان العرب

وقطاع السبل فكان في رجب امان للسالكين اليها مصلحة لاهلها ونظرا من الله لهم دبره وابقاء من مله ابراهيم لم يغير، حتى جاء الاسلام....

(الارض الانف (۲/۶۰))

(۲۸) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج: ۱ ص: ۲۰۲

يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قتل فيه كبير وصد عن سبيل الله وكفر به  
والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل ولا يزالون  
يقاتلونكم حتى يردوكم عن دينكم ان استطاعوا (سورة البقرة، آیت نمبر ۲۱۷)

”لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ  
فرمادیں اس میں (قصداً) قتال کرنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کے راستے سے کسی کو روکنا اور  
خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک  
جرم عظیم ہیں اور فتنہ پردازی کرنا قتل سے بدرجہا بڑھکر ہے، اور یہ کفار تمہارے ساتھ  
ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اگر قابو پادیں۔“

مطلب یہ ہے کہ اشہر حرم میں جس طریقہ سے قتال حرام و گناہ ہے اسی طریقہ سے مسجد حرام میں  
جانے سے روکنا اس سے بڑا گناہ ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اس سے بڑا جرم ہے۔  
جب یہ آیت نازل ہوئی تو ان مجاہدین کو خیال ہوا کہ اس قتال کا ہمیں اجر و ثواب بھی ملا ہوگا یا  
نہیں؟ تو آیت اتری۔

ان الذين آمنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرجو رحمة الله،  
والله غفور رحيم.... (سورة البقرة آیت: ۲۱۸۔)

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا ایسے ہی لوگ  
رحمت، خداوندی کی امید رکھتے ہیں اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“

اس آیت میں ان کو بشارت دی گئی کہ ان کے لیے اجر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان  
آیات کے نزول کے بعد وہ مال غنیمت جس کی تقسیم عبداللہ بن جحش نے اپنے اجتہاد سے کی تھی ان کی اس  
تقسیم کو برقرار رکھا، ایک خمس بیت المال کے لیے اور چار اخماس غانمین کے لیے مقرر فرمائے (۲۹)۔

اور ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عقبہ بن غزوآن کا اونٹ راستے  
میں گم ہو گیا، یہ دونوں اس اونٹ کی تلاش میں نکلے، ان بارہ صحابہ کی جو جماعت (۳۰) تھی ان کے ساتھ وہ  
مدینہ نہیں پہنچے، ادھر ان صحابہ نے کفار کے دو آدمی خلم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ کو گرفتار کر لیا تھا،

(۲۹) تفسیر ابن کثیر ج: ۱ - ص: ۲۵۲

(۳۰) یہاں یہ بات یاد رہے کہ واقعی اور ابن سعد کی روایت کے مطابق بارہ کی تعداد ہے ابن اسحاق، ابن ہشام اور طبری کی عدد بن زبیر کی  
روایت میں امیر جماعت کے بغیر آٹھ اور امیر سمیت نو افراد کا ذکر ہے جبکہ سدی کی روایت میں سات افراد کا تذکرہ ہے۔ (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام:  
۶۰۱ - تاریخ طبری ج: ۲ - ص: ۱۲۲ - ۱۲۶ - طبقات ابن سعد ج: ۲ - ص: ۱۰ نیز فتح الباری ج: ۱ - ص: ۱۵۵ - باب ما یذکر فی المعاناة

و کتاب اهل العلم بالعلم الی البلدان و تفسیر ابن کثیر ج: ۱ - ص: ۲۵۲)

قریش نے ان دونوں کا فدیہ بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے دو ساتھی سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوٰن جب تک صحیح سالم نہیں پہنچ جاتے ہم ان قیدیوں کو نہیں چھوڑیں گے اگر تم نے ان کو قتل کیا تو ہم تمہارے آدمیوں کو قتل کر دیں گے۔

بعد میں حضرت سعدؓ اور حضرت عتبہؓ دونوں پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا، حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور مکہ واپس نہیں گئے اور دوسرا قیدی عثمان بن عبد اللہ واپس چلا گیا اور کفر کی حالت میں مرا۔

غزوات اور سرایا کا یہ تاریخی پس منظر سمجھنے کے بعد اب ذرا کتاب کی طرف آئیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب کا عنوان قائم کیا ہے ”کتاب المغازی“۔ مغازی ”مغزی“ کی جمع ہے، مغزی مصدر میسی بھی ہو سکتا ہے اور ظرف مکان بھی، یہاں مصدری معنی متعین ہیں، غزا، یغزو، غزوا و مغزی کے معنی قصد و ارادہ کے آتے ہیں مغزی الکلام: مقصدہ۔

یہاں مغازی سے مراد ہے: ما وقع من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکفار بنفسہ اولجیش من قبلہ، وہ قصد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی طرف کیا ہو خواہ اس میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے ہوں یا اپنی جانب سے لشکر بھیجنے پر اکتفا فرمایا ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی میں سب سے پہلے حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ ان سے جب پوچھا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد کتنی ہے؟ وہ فرمانے لگے انیس، سائل نے پوچھا، آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات میں شرکت کی ہے؟ فرمایا، سترہ غزوات میں، راوی نے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کونسا غزوہ واقع ہوا؟ حضرت زید بن ارقمؓ نے کہا، غزوہ عسیرہ یا عسیرہ، حدیث کے راوی شعبہ کہتے ہیں، ”فذكرت ذلك لقتادة، فقال: العسیرہ“

جہاں تک غزوہ عسیرہ کا تعلق ہے تو وہ غزوہ تبوک کا نام ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے اور اس میں مسلمانوں کو بڑی مشقت اور عسر کا سامنا کرنا پڑا تھا، اسی کے بارے میں قرآن نے کہا (الذین اتبعوه فی ساعة العسرة) اور یہی وجہ ہے اس کو عسیرہ کہنے کی۔

حدیث باب میں ہے، ”قلت: فایہم کانت اول؟“ عربی قواعد کے لحاظ سے صحیح ”فایہا“ یا ”فایتہن“ ہونا چاہیے کیونکہ ضمیر کا مرجع غزوہ یا غزوات ہیں، چنانچہ ترمذی کی روایت میں ”فایتہن“ ہے، بعض حضرات نے تاویل کی ہے کہ ”فایہم“ میں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت ”فای غزوتہم“ ہے۔

اس حدیث میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے غزوہ عسیرہ کو پہلا غزوہ قرار دیا حالانکہ اس سے

قبل غزوة ابوا اور غزوة ابواط دو غزوة پیش آچکے تھے اس لحاظ سے غزوة عشرہ پہلا نہیں تیسرا غزوة ہے (جس کی تفصیل گزر چکی) علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس کے جواب میں یہ تاویلیں کی ہیں۔

- ۱۔ اما ان یكون زید بن ارقم لم یکن یومئذ اسلم
- ۲۔ او كانت ثلاث غزوات صغيرة فان من عدمن الصحابة ذكر اعظمها یعنی صحابہ میں سے بعض حضرات بڑے بڑے غزوات شمار کرتے اور چھوٹے غزوات شمار نہیں کرتے تھے اور غزوة عشرہ سے پہلے جو تین غزوات ہوئے چونکہ وہ چھوٹے تھے اس لیے حضرت زید بن ارقم نے ان کو شمار نہیں کیا اور غزوة عشرہ کو پہلا غزوة کہا۔ (۳۱)

۳۔ او كانت.... بالنسبة الى علمه

علامہ عینی نے یہ تین توجیہات کی ہیں۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ ففات زید بن ارقم ذکر ثنتين منها ولعلهما ابواء وبواط وكان ذلك خفي عليه لصغره
- ۲۔ یحمل قول زید بن ارقم علی ان العشرة اول ما غزا هو، ای زید بن ارقم والتقدير: فقلت: ما اول غزوة غزاها ای وانت معه؟ قال: العشر۔
- ۳۔ او عدد الغزواتين واحدة

(الف)۔ ان توجیہات کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے غزوة عشرہ کو پہلا غزوة اپنے علم کے مطابق کہا ہے اور پہلے دو غزوةوں کا ان کو علم نہیں تھا یا تو اس وجہ سے کہ اس وقت انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور یا اپنی صغر سنی کی وجہ سے ان کو اس کا علم نہ ہو سکا۔

(ب)۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اپنی شرکت کے اعتبار سے اس کو پہلا غزوة کہا ہے کہ یہ ان کا پہلا غزوة تھا جس میں وہ شریک ہوئے، تمام غزوات کے اعتبار سے اس کو اول غزوة کہنا ان کا مقصد نہ تھا۔

(ج)۔ چونکہ ابواء، ابواط اور عشرہ تینوں غزوات قریب قریب زمانے میں واقع ہوئے ہیں اس لیے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے پہلے دو غزوات کو مستقل شمار نہیں کیا، جیسے بعض اصحاب سیر نے غزوة احزاب کے بعد ”قرینہ“ کو مستقل نہیں گنا کیونکہ وہ غزوة احزاب کے بالکل متصل واقع ہوا ہے اسی طرح بعض نے حنین و طائف کے دو غزوةوں کو قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا۔

علامہ عینی کی دوسری توجیہ پر البتہ یہ اشکال رہتا ہے کہ اگر چھوٹے اور معمولی ہونگی بنا پر پہلے غزوات کا

(۳۱) غزوة عشرہ سے قبل اکثر اصحاب سیر نے دو غزوات (ابوا ابواط) کا ذکر کیا ہے البتہ ابن سعد نے تین غزوات کا ذکر کیا ہے ان کے نزدیک غزوة بدر اہلی (غزوة کرز بن جابر) بھی غزوة عشرہ سے مقدم ہے، علامہ عینی نے اس دوسری توجیہ میں ”او كانت ثلاث غزوات“ ابن سعد کی روایت کے پیش نظر کہا ہے (دیکھیے طبقات ابن سعد: ۹۱۸/۲)۔



ذکر نہیں کیا گیا تو اس لحاظ سے پھر عشرہ کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے تھا کیونکہ وہ بھی تو کوئی بڑا غزوہ نہیں تھا۔  
الواء اور یواط کی طرح اس میں بھی قتال نہیں ہوا (۳۲)۔ واللہ اعلم

## غزوات کی تعداد

حدیث باب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے غزوات کی تعداد کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا ہے، غزوات کی تعداد میں اصحاب سیر کے مختلف اقوال ہیں۔

- ① ابن سعد، ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔
- ② عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سعید بن المسیب سے غزوات کی تعداد چوبیس نقل کی ہے۔

- ③ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اکیس غزوات منقول ہیں۔ (۳۲)
  - ④ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں سولہ کی تعداد مروی ہے۔ (۳۳)
  - ⑤ بخاری کی مذکورہ حدیث میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے انیس کا عدد بتایا۔
  - ⑥ محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں غزوات کی تعداد چھبیس بتائی ہے۔ (۳۵)
- مشہور اور صحیح بات یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ (۳۶)  
ان ستائیس غزوات میں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نو غزوات میں قتال کیا۔ بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف۔ (۳۷)

(۳۲) دیکھیے عمدۃ القاری ج: ۱۷ - ص: ۷۴ وفتح الباری ج: ۷ - ص: ۲۸۰، ۲۸۱

(۳۳) طبقات ابن سعد ج: ۲ - ص: ۵ - سیرۃ ابن ہشام مع الروض اللائف ج: ۲ - ص: ۲۵۲، ۲۵۳ وفتح الباری ج: ۷ - ص: ۲۸۱

(۳۴) عمدۃ القاری ج: ۱۷ - ص: ۷۵

(۳۵) چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں:

وكانت غزواته بنفسه ستا وعشرين غزوة، ويقول بعضهم من سبع وعشرون غزوة، فمن قال: هي ست وعشرون جعل غزوة النبي صلى الله عليه وسلم خيبر وغزوة من خيبر الى وادي القرى غزوة واحدة... ومن قال هي سبع وعشرون جعل غزوة خيبر غزوة، وغزوة وادي القرى غزوة اخرى، فيجعل العدد سبعا وعشرين (تاريخ الطبري: ۳۰۴/۲)

(۳۶) چنانچہ آگے جا کر ابن جریر لکھتے ہیں:

قال محمد بن عمر: مغازی رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس فيها اختلاف بين احد في عدد ما وهي سبع وعشرون غزوة...

(تاريخ الطبري: ۳۰۵/۲)

(۳۷) دیکھیے الکامل لابن اثیر ج: ۲ - ص: ۲۰۷ - سیرۃ ابن ہشام مع الروض اللائف ج: ۲ - ص: ۲۵۲

## سرائیا کی تعداد

غزوات کی تعداد میں اختلاف کی طرح سرائیا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔

- ① اصحاب سیر میں سے ابن اسحاق اور ابن ہشام کے نزدیک سرائیا کی تعداد اڑتیس ہے۔ (۳۸)
- ② ابن سعد نے طبقات کبریٰ میں سرائیا کی تعداد ۴۷ ذکر کیا ہے۔ (۳۹)
- ③ واقدی کے نزدیک اڑتالیس ہیں۔
- ④ ابن جوزی نے تالیف میں سرائیا کی تعداد ۵۶ لکھی ہے۔
- ⑤ مسعودی کے نزدیک سرائیا کی تعداد ساٹھ ہے۔ (۴۰)
- ⑥ محمد بن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے ۳۵ سرائیا کی روایت نقل کی ہے۔ (۴۱)

غزوات و سرائیا کی تعداد میں یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ایک تو اس لیے کہ عدد اقل، عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا، ممکن ہے بعض کو بعض غزوات کا علم نہ ہوا ہو اس لیے ہر ایک نے اپنے اپنے علم کے مطابق تعداد بتادی۔ دوسرے یہ کہ بعض اصحاب سیر قریب الوقوع یا ایک سفر میں واقع ہونے والے غزوات کو ایک شمار کرتے ہیں اس لیے ان کی بتائی ہوئی تعداد کم ہوتی ہے جبکہ دوسرے اصحاب سیر ان غزوات و سرائیا کو الگ الگ شمار کرتے ہیں تو ان کے نزدیک تعداد بڑھ جاتی ہے۔ جیسے امام مغازی موسیٰ بن عقبہ نے غزوہ احزاب اور غزوہ قرینہ کو قریب قریب زمانے میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک شمار کیا، اسی طرح بعض اہل سیر نے حنین اور طائف کے دو غزوات کو ایک شمار کیا ہے۔ (۴۲) اسی طرح بعض نے غزوہ خیبر اور غزوہ وادی القریٰ کو ایک ہی سفر میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک شمار کیا اور بعض اصحاب سیر نے الگ الگ۔ (۴۳)

(۳۸) سیرۃ ابن ہشام مع الرضائف ج ۲ - ص: ۲۵۴۔

(۳۹) طبقات کبریٰ ج: ۲ - ص: ۶۔

(۴۰) فتح الباری ج: ۴ - ص: ۲۸۱۔

(۴۱) تاریخ طبری ج: ۲ - ص: ۲۰۵۔

(۴۲) فتح الباری ج: ۴ - ص: ۲۸۱۔

(۴۳) تاریخ طبری ج: ۲ - ص: ۲۰۴۔

(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوہ بدر کو ۱۳ ابواب میں تقسیم کر کے بیان کیا ہے۔

۱ باب غزوة العشيرة ۲ باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر ۳ باب قصة غزوة بدر ۴ باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغيثون ربکم ۵ باب بلا ترجمة ۶ باب عدة اصحاب بدر ۷ باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کفار قریش ۸ باب قتل ابی جهل ۹ باب فضل من شهد ببدر ۱۰ باب بلا ترجمة (۱۱) باب شہود الملائكة بدر (۱۲) باب بلا ترجمة (۱۳) باب تسمية من سمی من اهل بدر

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان ابواب میں غزوہ بدر سے متعلق وہی احادیث ذکر کی ہیں جو ان کی مخصوص شرائط کے دائرے میں آتی ہیں اور اپنی عادت کے مطابق ایسی احادیث بھی لائے ہیں جو غزوہ بدر سے متعلق نہیں لیکن کسی خاص مناسبت سے ان کو ذکر کر دیا۔

تقریر میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے اولاً غزوہ بدر کو پوری تاریخی تفصیل کے ساتھ مربوط کر کے بیان فرمایا ہے اس کے بعد ابواب بخاری سے متعلق لفظی اور دیگر ضروری بخشیں فرمائی ہیں۔ آپ اولاً یہ تفصیلی قصہ ملاحظہ فرمائیں، آگے ابواب کی تشریح میں صرف انہی بخشوں کا ذکر ہوگا جو حدیث کی لفظی تشریح، باب اور ترجمہ الباب میں مناسبت سے متعلق ہوں یا وہ واقعات جو ماقبل میں ذکر نہ کئے گئے ہوں۔ مرتب

## ۲ - باب : ذِکْرُ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

### غزوة بدر الكبرى

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ عشرہ میں قریش کے جس قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے تھے وہ قافلہ تجارت کی غرض سے شام جا رہا تھا، اس وقت وہ قافلہ بچکر نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اب وہی قافلہ سامان تجارت کے ساتھ شام سے مکہ کے لیے واپس آ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قافلہ واپس آ رہا ہے تو آپ نے صحابہ کو بتایا اور اس قافلہ کے تعاقب کے لیے نکلنے کا ذکر کیا۔

مسند احمد کی عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق (۳۱۳) تین سو تیرہ اور معجم طبرانی کی ابویوب انصاری کی روایت کے مطابق تین سو چودہ اور بیہقی کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کے

مطابق تین سو پندرہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کے قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے (۲) ، رمضان کی بارہ تاریخ تھی (۳) چونکہ کسی مسلح فوج کے ساتھ اور مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ صحابہ کرام جو جمع ہو سکے اور جانے کے لیے آمادہ ہوئے وہ جمع ہوئے اور روانہ ہوئے اور انہوں نے جنگ کی کوئی تیاری نہیں کی (۴)۔ دو گھوڑے تھے ، ایک حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا اور ایک حضرت زبیر بن عوام کا ، اور ستر اونٹ تھے (۵) ، یہ حضرات ان اونٹوں پر باری باری سے نوبت نوبت سوار ہوتے تھے ، دو دو تین تین کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا تھا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علیؑ اور حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر تھے ، جب حضورؐ کی باری ہوتی تو آپؐ اونٹ پر سوار ہوتے ، یہ حضرات پیدل چلتے تھے اور جب ان کا نمبر آتا تھا تو یکے بعد دیگرے سوار ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے تھے ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نمبر پر آپؐ سے درخواست کی کہ حضرت! آپ اونٹ پر تشریف رکھیں ، میں پیدل چلتا ہوں ، حضرت ابولبابہؓ نے بھی یہی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کہ چلنے میں تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں اجر میں تم سے زیادہ مستغنی نہیں ہوں ، مجھے بھی ثواب کی ضرورت سے (۶) بیرابی عنبہ جو مدینہ طیبہ سے بالکل قریب ایک میل کے فاصلہ پر ہے ، وہاں جا کر آپؐ نے جماعت کا معاشرہ کیا اور ان میں جو کم سن تھے ان کو واپس کر دیا ، وہاں سے روانہ ہوئے اور مقام روجاء پر پہنچے ، وہاں آپؐ نے حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر کو مدینہ کے حاکم کی حیثیت سے اپنا قائم مقام بنا کر مدینہ روانہ کر دیا (۷)۔ پھر روجاء سے آپؐ روانہ ہوئے راستہ میں آپؐ نے لبس بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزنعباء جہنیؓ کو حکم

(۲) جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ بھی تعداد میں اختلاف روایات اور ان میں تطبیق پوری تفصیل کے ساتھ آگے ”باب عدة اصحاب بدر“ کے ذیل میں آ رہے۔  
(۳) طبقات ابن سعد ۱۲/۲۔

(۴) سیرۃ ابن ہشام، ص: ۶۰۷۔ وطبقات ابن سعد، ج: ۲، ص: ۱۲۔ وفتح الباری ج: ۷، ص: ۲۸۵۔

(۵) حضرت مقدادؓ کے گھوڑے کا نام ”بدر“ اور حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا نام ”سیل“ تھا، بعض روایات میں ہے کہ دوسرا گھوڑا حضرت مرشد بن ابی مرشد کا تھا۔ دیکھیے الکامل لابن الاثیر ج: ۲، ص: ۸۴۔

(۶) عن عبد اللہ قال: کنا یوم بدر کل ثلاثہ علی سعیر، وکان علیؑ و ابولبابہ زمیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: وکان اذا کانت عقبہ قلنا: اربح حتی غشی، فیقول (صلی اللہ علیہ وسلم) ما انتما باقوی منی وما انا باغنی عن الاجر منکم، الحدیث احرجہ الحاکم فی المستدرک: (۲۰/۳) و اقرہ الذہبی

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تو تمام روایات متفق ہیں البتہ دوسرے صحابی کے نام میں اختلاف ہے حاکم کی مذکورہ روایت کے مطابق حضرت ابولبابہؓ ہیں ، ابن اسحاق کے نزدیک مرشد بن ابی مرشد غنوی ہیں جبکہ ابن اثیر نے زید بن حارثہ کا نام لکھا ہے۔ (دیکھیے سیرت ابن ہشام ج: ۱ ص: ۶۱۳۔ وکامل ابن اثیر ج: ۲، ص: ۸۴) مختلف اوقات و مراحل پر معمول کر کے مطابقت ہو سکتی ہے۔

(۷) طبقات ابن سعد ج: ۲، ص: ۱۲۔

دیا کہ وہ قریش کے حالات کا پتہ لگائیں اور قافلہ کے متعلق بھی معلوم کریں، اس کے بعد آپ مقام صفراء (۸) پر پہنچے تو آپ کو معلوم ہوا کہ قریش کے قافلہ تجارت کی حفاظت کے لیے مکہ سے لشکر جرار روانہ ہوا ہے۔ یہ اطلاع بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء نے دی۔

اب تک چار سرایا پیش آئے تھے اور ایک غزوہ بدر اولیٰ کا پیش آیا تھا اور کسی ایک میں بھی انصار نے شرکت نہیں کی تھی۔ بیعت عقبہ کے موقع پر معاہدہ بھی ہوا تھا (۹) کہ انصار مدینہ میں رہتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کرینگے، مدینہ سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کے لیے انصار سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا تو اب یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجارتی قافلہ کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے تھے اور اندیشہ یہ پیدا ہو گیا کہ کہیں لشکر کے ساتھ آسنا سامنا نہ ہو جائے اور جنگ و قتال کی نوبت نہ آجائے اس لیے آپ نے صحابہ سے فرمایا اشیر و اعلیٰ ایہا الناس ”لو گوا تمھ کو مشورہ دو“ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ابو بکر صدیق کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت ہی مناسب انداز میں وفاداری اور اپنے تعاون کا یقین دلایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ”اشیر و اعلیٰ ایہا الناس“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت بہتر عنوان سے اپنی وفاداری اور جماعت کی وفاداری کا ذکر کیا۔

### حضرت مقداد بن اسود کی تقریر

لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ”اشیر و اعلیٰ ایہا الناس“ تو حضرت مقداد بن اسود کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے:

امض لما امرک اللہ، فنحن معک، واللہ لانقول کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ: ”اذھب انت وربک فقاتلانا ہننا قاعدون“ ولكن اذھب انت وربک فقاتلانا معکما مقاتلون  
یہ الفاظ محمد بن اسحاق نے نقل کیے ہیں نہ بخاری کی روایت میں ہے۔ ولكن نقاتل عن یمینک وعن شمالک و بین یدیک و خلفک (۱۱)

(۸) فی معجم البلدان: (۳/۳۱۲) وادی الصفراء: من ناحیة المدینة... و بینہ و بین بدر مر حلقہ۔

(۹) فی تاریخ الطبری: (۲/۱۳۰): وذلک انہم حین یایعوا بالعقبۃ قالوا: یا رسول اللہ انابرآء من ذمامک حتی نغسل الی دارنا فاذا وصلت الینا فانت فی ذمامنا نمنعک مما نمنع منہ اناء ونا و نساءنا۔

(۱۰) سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۱۵۔

(۱۱) بخاری، کتاب المغازی، باب نمبر ۴۔ حدیث نمبر ۲۹۵۲۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقداد بن اسودؓ کی بات سنی تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمکنے لگا اور بعض صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں خیال ہوا کہ کاش یہ الفاظ ہم ادا کرتے، اگرچہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (۱۲) نے سب کے دل کی بات کہی تھی لیکن اظہار ان کی زبان سے ہوا تھا اس لیے دوسروں کو تمنا ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے اتنی خوشی ہوئی ہے کاش اس خوشی کا سبب ہم بنتے۔

### حضرت سعد بن معاذؓ کی جاں نثارانہ تقریر

اس کے باوجود آپؐ نے پھر فرمایا ”اشیر و اعلىٰ ایہا الناس“ تو صدیق الانصار حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ شاید آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، ابو بکر نے سب کی ترجمانی کی مگر وہ مہاجر تھے۔ عمر نے سب کی ترجمانی کی لیکن وہ بھی مہاجر تھے۔ مقداد بن اسود نے بھی دل کی بات کہی تھی لیکن وہ بھی مہاجر تھے.... بات وہی تھی کہ آج مدینہ منورہ سے باہر قتال کی نوبت آنے والی ہے اور انصار سے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر کفار کے ساتھ قتال کا معاہدہ نہیں ہوا تھا تو وہ اس کے لیے آج بخوشی تیار بھی ہیں یا نہیں؟ اس لیے آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے، حضرت سعد بن معاذؓ کے دریافت کرنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں“ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے ایک جاں نثارانہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

یا رسول اللہ، قد آمنابک و صدقناک و شہدنا ان ماجئت بہ هو الحق، و اعطيناک علی ذلک عہودا و موثیق علی السمع و الطاعة و لعلک یا رسول اللہ خرجت لامر، فاحدث الّا غیرہ.... فامض لما شئت، و صل حبال من شئت، و اقطع حبال من شئت، و سالم من شئت، و عاد من شئت، و خذ من اموالنا ما شئت، و اعطنا ما شئت، و ما اخذت منا کان احب الینا مما ترکت، و ما امرت بہ من امرنا فامرنا تبع لامرک، لئن سرت حتی تاتی برک الغمام لنسیرن معک، فوالذی بعثک بالحق لو استعرضت بنا هذا البحر لخضناه، و ما تخلف منا رجل واحد، و ما نکرہ ان نلقى عدونا اننا الصبر عند الحرب، صدق عند اللقاء، و لعل اللہ

(۱۲) حضرت مقدادؓ کے حقیقی والد کا نام عمرو ہے، اسود بن عبدغوث نے ان کو متبھی (منہ یولای بیٹا) بنایا تھا اس وجہ سے ان کو مقداد بن اسود بھی کہا جانے لگا اور اسی نسبت سے یہ مشہور ہیں، ان کی وفات کے بارے میں حافظ لکھتے ہیں ”کان المقداد عظیم البطن و کان لہ غلام رومی، فقال لہ: اشق بطنک، فاخرج من شحمہ حتی نلطف، فشق بطنہ، ثم سناطہ، فمات المقداد و مہرب الغلام.... و اتفقوا علی انہ مات سنة ثلاث و ثلاثین فی خلافة عثمان.... (الاصابة: ۳/۲۵۵)

یریک منا ماتقر به عینک، فسر بنا علی برکة اللہ۔ (۱۳)

”اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس پر ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق بھی دے چکے ہیں، اے اللہ کے رسول! آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا کر دی، جہاں چاہیں تشریف لے چلیں، جس سے چاہیں تعلقات قائم کریں اور جس سے چاہیں تعلقات توڑ دیں جس سے چاہیں صلح کریں اور آپ جس سے چاہیں دشمنی کریں (اور اے اللہ کے رسول!) آپ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں، اور جتنا چاہیں ہمیں دیدیں۔ اور جو آپ ہمارے اموال میں سے لینگے وہ ہم کو زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے جو آپ ہمارے پاس چھوڑیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی تابعداری کریں گے اور اگر آپ ”برک الغماد“ تک جانا چاہیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ضرور جائینگے، ہم اس اللہ کی قسم کہا کر کہتے ہیں جس نے آپ کو یہ دین حق عطا فرمایا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی پیچھے نہیں رہیگا، دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہم پر بار نہیں، ہم جنگ میں دشمن سے لڑتے وقت ثابت قدم رہتے ہیں، اے اللہ کے رسول! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے وہ عمل آپ کو دکھلائیں گے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، پس اللہ کے بھروسہ پر چلیے۔“

جب حضرت سعد بن معاذؓ (۱۴) نے انصار کی اس طرح بلیغ اور مؤثر انداز میں ترجمانی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قافلہ تجارت اور قافلہ ابو جہل میں سے کسی ایک پر ہمیں فتح عطا فرمائینگے چونکہ زمانہ فقر اور قلت مال کا تھا اس لیے خواہش تو یہی تھی کہ تجارتی قافلہ کے ساتھ مڈ بھیر ہو جانے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ کچھ اور تھا۔

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفین انہالکم وتوڈون ان غیر ذات الشوكة تکون لکم

ویرید اللہ ان یحق الحق ویبطل الباطل ولو کره المجرمون.... (سورۃ الانفال آیت: ۷۔)

”اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے دو جماعتوں میں سے ایک کا تم سے وعدہ

(۱۳) شرح مواہب لدنیہ ج ۱۔ ص ۲۱۳

(۱۴) مسلم شریف کی روایت میں حضرت سعد بن عبادہ کا نام ہے لیکن چونکہ اصحاب سیر کی تمام روایات میں سعد بن معاذ کا نام مذکور ہے اس لیے مسلم کی روایت میں سعد بن عبادہ کے نام کو راوی کا نام قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھیے تکمیلہ فتح المسلمین باب عزوة بدر، حدیث نمبر ۳۳۸۵)

کیا تھا کہ وہ تمہارے لیے ہے اور تم یہ پسند کرتے ہو کہ غیر دبدبے والی جماعت تم کو مل جائے اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کرے اور باطل کو مٹائے اگرچہ مجرم اس سے رنجیدہ ہوں۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آج کفر کی طاقت کو ختم کرنا ہے اور کفر کی کمر توڑ دینی ہے اس لیے یوم بدر کو اللہ تعالیٰ نے ”یوم الفرقان“ (۱۵) قرار دیا ہے کیونکہ اس میں خیر اور شر کے درمیان فرق نمایاں ہو گیا تھا، اس میں نور اور ظلمت کے درمیان فرق نمایاں ہو گیا تھا اور اس یوم الفرقان کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے شہر رمضان کا انتخاب فرمایا جس میں فرقان حمید کا نزول ہوا ہے اسی طرح رمضان کے روزے بھی فارق ہوتے ہیں اہل حق اور اہل باطل کے درمیان کہ کون اللہ کی غلامی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے اور کون اپنے پیٹ کا غلام بنتا ہے اور اللہ کے حکم کو پس پشت ڈالتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے رمضان کا مہینہ منتخب کیا اور اس یوم بدر کو یوم الفرقان بنا دیا۔

### مقام بدر

بدر مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ایک بستی کا نام ہے، کہتے ہیں کہ بدر بن -خلد بن نضر بن کنانہ نے اس کو آباد کیا تھا، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ بدر بن الحارث نے اس کو آباد کیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا اس کا نام بدر تھا اس کی بنیاد پر اس بستی کا نام بدر رکھا گیا۔ (۱۶)

ابوسفیان کا خوف اہل مکہ کی اطلاع کے لیے آدمی کی روانگی

ادھر ابوسفیان بن حرب جو تجارتی قافلہ شام سے لیکر مکہ مکرمہ جا رہے تھے ان کو فکر تھی کہ کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہمارے قافلے کا تعاقب نہ کریں اس لیے وہ سرگرمی سے اس کی جستجو اور تحقیق میں لگے ہوئے تھے، جب حجاز کے قریب پہنچے تو ان کو پتہ چل گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر روانہ کیا کہ مکہ مکرمہ جلد سے جلد پہنچو اور قریش کو اطلاع دو کہ اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو وہ خطرے میں ہے، چنانچہ ضمضم غفاری مکہ مکرمہ روانہ ہوا (۱۷)۔

(۱۵) قال اللہ عزوجل: ”وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان“ (الانفال، آیت: ۳۱)

(۱۶) معجم البلدان ج: ۱- ص: ۲۵۸

عات ابن سعد ج: ۲- ص: ۱۳- نیز سیرة ابن ہشام ج: ۱ ص: ۶۰۷



## عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

ابھی وہ پہنچا نہیں تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب (۱۸) نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار شخص ”ابیح“ میں اونٹ بٹھا کر اعلان کر رہا ہے ”الانفروا یا آل غدر لمصار عکم فی ثلاث“ اے غدارو! اپنے قتل ہونے کی جگہ کے لیے روانہ ہو جاؤ تین دن کے اندر اندر۔ اس کے بعد یہ شخص مسجد حرام میں آتا ہے اور یہی اعلان کرتا ہے پھر جبل ابی قہیس پر چڑھ جاتا ہے اور ایک پتھر کی چٹان کو نیچے پھینکتا ہے وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں رہا جس میں اس چٹان کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے نہ گرے ہوں (۱۹)۔

عاتکہ نے اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے اس خواب کا ذکر کیا اور کہا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی مصیبت آنی والی ہے، یہ بھی کہا کہ اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کرنا، حضرت عباس نے اپنے دوست ولید بن عقبہ سے اس خواب کا ذکر کر دیا اور ان سے کہا کہ اس کو بیان نہیں کرنا، ولید نے اپنے باپ عقبہ سے اس کا ذکر کر دیا اور بات پورے مکہ میں پھیل گئی۔

حضرت عباس مسجد حرام میں گئے تو ابو جہل نے فقرہ چست کیا اور طعنہ دیا کہ اب تو تمہارے خاندان میں عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں (۲۰) اسی دوران ضمضم بن عمرو غفاری پہنچ گیا، گریبان چاک کر رکھا تھا اور اونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی اور اعلان کر رہا تھا۔ یا آل قریش! ادرکوا عبرکم (۲۱) ”اے قریشیو! اپنے قافلے کی خبر لو“۔ ضمضم بن عمرو غفاری کے اس پیغام کو لیکر پہنچنے کے بعد اب عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب کی حقیقت ذہنوں میں آنے لگی چنانچہ اب لوگ فکر مند ہو گئے (۲۲) اور کئی لوگوں کو یہ بھی خیال ہوا کہ جان بچائیں مگر مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کا کچھ نہ کچھ سرمایہ اس تجارتی قافلہ میں نہ لگا ہو، حالات چونکہ بدلے ہوئے تھے، قافلے مسلمانوں کی زد میں ہوتے تھے اس واسطے تجارت آزاد تھی نہیں لیکن یہ بڑا قافلہ تھا ابوسفیان جیسا مدبر اس کا امیر تھا اس لیے سب لوگوں نے اپنی جمع پونجی سمیٹ کر اس قافلہ کے حوالہ کر دی تھی (۲۳)۔

(۱۸) عاتکہ بنت عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور ابوطالب کی سگی بہن اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کے والد ابواسمہ بن المغیرہ کی بیوی تھیں، ان کے اسلام لانے میں اختلاف ہے، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا تھا، (الاصابت ج: ۲- ص: ۳۵۸)

(۱۹) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱- ص: ۶۰۸

(۲۰) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱- ص: ۶۰۸

(۲۱) البدایۃ والنہایۃ ج: ۳- ص: ۳۵۸

(۲۲) البدایۃ والنہایۃ ج: ۳- ص: ۳۵۸

(۲۳) طبقات ابن سعد ج: ۲- ص: ۱۳

چنانچہ اس خبر سے پورے مکہ میں کھلبلی مچ گئی اور ابو جہل نے لوگوں کو تیار کرنا شروع کیا، لوگ چلنے کے لیے تیار ہو گئے ابولہب نہیں گیا اس کا عاص بن ہشام پر چار ہزار درہم کا قرضہ تھا اور یہ مقروض اپنی مفلسی کی وجہ سے قرضہ ادا کرنے پر قادر نہیں تھا تو ابولہب نے دباؤ ڈالا کہ یا میرا قرضہ ادا کرو یا میری جگہ تم جاؤ چنانچہ وہ قرض کے دباؤ میں آکر ابولہب کے عوض لشکر میں شامل ہو گیا (۲۳)۔

### جہیم بن الصلت کا خواب

جب یہ لوگ روانہ ہونے اور مقام جحفہ (۲۵) پہنچے، وہاں جہیم بن صلت نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی ہے، گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے پاس ایک اونٹ ہے، وہ آدمی کہہ رہا ہے، ”قتل امیہ بن خلف، قتل ابو الحکم بن ہشام، قتل عتبہ بن ربیعہ، قتل شیبہ بن ربیعہ“ اس اعلان کے بعد وہ شخص اس اونٹ کو ایک برچھا مارتا ہے اور اس برچھے کے لگنے سے اونٹ کے جسم سے خون نکلتا ہے اور وہ خون ایسا ہے کہ جتنے خیمے ان قریشیوں کے وہاں قائم ہیں ان تمام میں اس کی چھینٹیں جا کر گرتی ہیں۔ یہ خواب اس نے بیان کیا، ابو جہل کو جب اس خواب کی اطلاع ہوئی، وہ کہنے لگا، بنی المطلب میں یہ دوسرا پیغمبر پیدا ہوا، جب کل کو بدر کے مقام میں مقابلہ ہوگا تو ہم بتائیں گے کہ کون قتل ہوگا۔ (۲۶)

### ابوسفیان کا خوف اور جستجو

ابوسفیان بن حرب باقاعدہ اس جستجو میں تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہمارے قافلے کے تعاقب میں نکلے ہیں ان کا حال معلوم ہو، بدر کے مقام پر ایک ٹیلہ تھا اور اس ٹیلے کے پاس ایک چشمہ تھا، اس چشمہ کے پاس مجدی بن عمرو جہنی اور دو عورتیں تھیں جن میں ایک عورت کا دوسری پر قرضہ تھا اور وہ اپنے قرض کا تقاضہ کر رہی تھی اور قرض دار عورت اس سے مہلت مانگ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ قریش کا قافلہ آنے والا ہے وہ یہاں قیام کریگا مجھے ان کی خدمت کا موقع ملے گا تو محنت اور مزدوری سے جو کماؤں گی اس سے تمہارا قرضہ ادا کر دوں گی، ان میں جھگڑے کو دیکھ کر مجدی بن عمرو نے بیچ بچاؤ کرایا اور کہا کہ ہاں، قریش کا قافلہ آنے والا ہے، اس وقت یہ تمہارا قرضہ ادا کر دیگی (۲۷)۔

(۲۳) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱- ص: ۶۱۰

(۲۵) الجحفہ: بالضم ثم السكون كانت قرية كبيرة.... علی طریق المدینة من مکة علی اربع مراحل، وہی میقات اہل مصر والشام، ان لم

یسروا علی المدینة فان مروا بالمدینة فمیقاتہم ذوالحلیفة۔ (معجم البلدان: ۱۱۱/۲)

(۲۶) دیکھیے البدایہ والنہایۃ ج: ۲- ص: ۲۶۵، ۲۶۶

(۲۷) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱- ص: ۶۱۷

بیس اور عدی بن کعبہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا تھا یہ دونوں حضرات مقام بدر پر پہنچے ہوئے تھے، ان دو عورتوں اور مجدی بن عمرو کی گفتگو سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ (۲۸) اب ابوسفیان بن حرب یہاں پہنچے تو انہوں نے مجدی بن عمرو سے کہا کہ تم نے یہاں کچھ لوگوں کی چلت پھرت اور آمدورفت کو دیکھا ہے؟ مجدی نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا البتہ دو سوار آئے تھے انہوں نے اونٹوں کو پانی پلایا اور مشکیزہ پانی سے بھرا اور پھر چلے گئے۔

ابوسفیان نے ادھر ادھر دیکھا تو اونٹ کی میٹھیاں اس کو مل گئیں، ایک میٹھنی کو اس نے اٹھا کر توڑا تو اس کے اندر سے کھجور کی گٹھلی لگی، اس گٹھلی کو دیکھ کر اس نے فوراً سمجھا کہ یہ یثرب (مدینہ) کی کھجور کی گٹھلی ہے، اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آدمی تھے لہذا ہمیں اپنا راستہ تبدیل کر لینا چاہیے، چنانچہ اس نے راستہ تبدیل کیا اور ساحل بحر کا راستہ اختیار کیا۔ (۲۹) اور اس طرح اپنے قافلہ کو بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

### قریش کی واپسی کے لیے ابوسفیان کا پیغام

جب یہ اطمینان ہو گیا کہ قافلہ اب محفوظ ہے تو اس نے قریش کے پاس پیغام بھیجا ”انکم انما خرجتم لتمعوا عیرکم ورجالکم واموالکم وقد نجاھا اللہ فارجعوا“ ۳۰

”تم اس لیے نکلے تھے کہ اپنے قافلے، اپنے آدمیوں اور اپنے اموال کی حفاظت

کرو اللہ نے سب کو بچالیا ہے لہذا اب تم واپس ہو جاؤ۔“

قریش کے لشکر کو یہ پیغام ملا لیکن ابو جہل نے کہا کہ نہیں، ہمارے پاس لگانے اور ناچنے والی عورتیں ہیں، طبلہ بجانے والے مرد ہیں، خوراک کا بڑا معقول اور بہترین انتظام ہے، ہم بدر جائیں گے، تین دن وہاں جشن منائیں گے اور اس کے بعد واپس آئیں گے۔ (۳۱)

(۲۸) ایضاً

(۲۹) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۶۱۸

(۳۰) سیرت ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۶۱۸

(۳۱) .... فقال ابو جہل: واللہ لانرجع حتی نرد بدرًا.... فقیم علیہ ثلاثا، فنحرج الزور، ونطعم الطعام، ونسقى الخمر، وتعزف علینا القیان، وتسمع بنا العرب بمسیرنا وجمعنا، فلا یزولون یہا ہونا ابد ابد ما، فامضوا (السیرۃ النبویة: ۱/۶۱۸ - والبداية والنهاية: ۳/۲۶۶)

## بنوزہرہ کی واپسی

بنوزہرہ کے سردار اخنس بن شریق نے کہا کہ ہم تو قافلہ کی حفاظت کے لیے آئے تھے قافلہ ہمارا محفوظ مکہ مکرمہ پہنچ رہا ہے لہذا ہمیں اب آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ وہ اپنے آدمیوں کو لیکر واپس چلا گیا۔ (۲۲)

یہ لوگ بدر کے مقام پر مسلمانوں سے پہلے پہنچ گئے اور وہاں جو بہترین جگہ تھی اس پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور وہاں موجود پانی کے چشمے پر بھی قبضہ کر لیا مسلمان بعد میں پہنچے، ان کو جو جگہ ملی وہاں ریت ہی ریت تھی، اس کے اندر پاؤں دھستے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی۔ (۲۳) قرآن نے اسی کا ذکر اس آیت میں کیا۔

وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ ویذہب عنکم رجز الشیطان ولیربط

علی قلوبکم ویثبت بالاقدام.... (سورۃ الانفال، آیت: ۱۱)

”اور اللہ تعالیٰ نے بارش نازل کی تاکہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی

گندگی دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدموں کو جمادے۔“

بارش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی وجہ سے وہ ریت جم گئی اور جہاں مشرکین ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کچھڑ ہو گیا اور ان کے لیے مشکل و دشواری پیدا ہو گئی۔

اس دوران آپ نے حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو بھیجا کہ جاؤ ذرا قریش کا جائزہ لیکر آؤ، (۲۴) اتفاقاً قریش کے دو غلام (۲۵) ان کے ہاتھ لگ گئے ان کو یہ پکڑ لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ان حضرات نے ان غلاموں سے ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا، غلاموں نے کہا، ہم لشکر قریش کو پانی پلانے کے لیے لشکر کے ساتھ آئے ہیں، ابوسفیان کے قافلہ کا ہم کو علم نہیں، جب یہ غلام ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تو صحابہ ان کی پٹائی شروع کرتے کہ شاید اس خوف سے قافلہ کا کچھ حال بتادیں جب ان کو مار پڑتی تو

(۲۲) طبقات ابن سعد ج: ۲ - ص: ۱۲

(۲۳) البدایہ والنہایہ ج: ۳ - ص: ۲۶۶

(۲۴) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۶۱۶

(۲۵) ان میں ایک غلام بنو الحجاج کا تھا، اس کا نام اسلم دوسرا غلام بنو العاص کا تھا اس کا نام عریض ابوسار لکھا ہے (سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۶۱۶) البتہ کنز العمال میں مسند احمد وغیرہ کے نوالہ سے حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ ”ہمیں دو آدمی ملے ایک قریشی تھا اور ایک عقبہ بن ابی معیط کا غلام تھا، قریشی تو ہم سے لکل بھاگا اور غلام ہم نے پکڑ لیا اور اس سے دریافت کرنا شروع کیا“.... دیکھیے کنز العمال ج: ۱۰ - ص: ۲۹۴، حدیث نمبر:

کہتے ، ہاں قافلہ ہے اور صحابہؓ مارنا چھوڑ دیتے اور ان سے قافلہ تجارت کا حال دریافت کرتے تو وہ پھر کہتے ہم قریش کے سقے ہیں ، قافلہ کا ہمیں علم نہیں ، صحابہ ان کو دوبارہ ڈراتے دھمکاتے ، اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور فرمایا کہ تم عجیب لوگ ہو جب یہ جھوٹ بولتے ہیں تو تم چھوڑ دیتے ہو اور جب سچ بولتے ہیں تو پٹائی کرتے ہو ، بخدا! یہ قریش کے آدمی ہیں ، پھر آپ نے ان سے پوچھا لشکر میں کتنے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تعداد تو نہیں معلوم ، بس یہ معلوم ہے کہ بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا ، اچھا یہ بتاؤ کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو غلاموں نے جواب دیا ایک دن نو اونٹ ذبح کرتے ہیں اور ایک دن دس ، تو آپ نے فرمایا نو سو سے ایک ہزار کے درمیان ان کی تعداد ہے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ (۲۶)

### جنگ کی رات حضورؐ کی دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس صبح کو جنگ ہونے والی تھی اس رات میں سب صحابہؓ سوئے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سوئے اور آپ برابر اللہ سے دعا اور التجا کرتے رہے۔ (۲۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ اس رات صحابہؓ کو میدان بدر کی طرف لے گئے اور کفار مکہ کی قتل گاہیں ان کو دکھلائیں۔ (۲۸)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تجویز پر ٹیلے کے اوپر آپ کے لیے ایک چھپر تیار کیا گیا اس چھپر میں آپ مصروف الحاح و زاری اور مصروف دعا و عبادت ہو گئے ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اندر چھپر میں آپ کے ساتھ تھے ، حضرت سعد بن معاذ باہر دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ (۲۹)

جب صبح ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور اس کے بعد پھر آپ نے صحابہ کرامؓ کی صفیں درست کیں ، ایک جھنڈا حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا ، ایک جھنڈا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور ایک جھنڈا ایک انصاری صحابی کے ہاتھ میں تھا۔ (۳۰) یہ جمعہ کا دن تھا اور ماہ رمضان کی سترہ تاریخ تھی۔ (۳۱)

### مشرکین کی صف بندی

ادھر مشرکین باقاعدہ صف بنا کر جنگ کے لیے کھڑے ہو گئے ، ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ

(۲۶) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۱۔ (۲۷) کنز العمال ج: ۱۰۔ ص: ۲۹۷۔ حدیث نمبر: ۲۹۹۲۲

(۲۸) کنز العمال ج: ۱۰۔ ص: ۲۲۲۔ حدیث نمبر: ۲۰۰۲۲ (۲۹) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۲۰ (۳۰) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۱۲

(۳۱) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱۔ ص: ۶۲۶

ایک مشرک نے کہا کہ مجھے اجازت دو میں دیکھ آؤں کہ مسلمانوں کی امداد کے لیے کوئی اور فوج کہیں کہیں گاہ میں تو نہیں ہے؟ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آس پاس کا چکر لگایا اور آکر کہا کہ بس یہی ہیں جو سامنے ہیں کوئی اور فوج اور کمک نہیں ہے، لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ لوگ مدینہ منورہ سے سرخ موت کو اپنے اونٹوں پر لاد کر ساتھ لائے ہیں، تلوار کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں اور میرا یہ اندازہ ہے کہ ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک موت کو قبول نہیں کریگا جب تک وہ اپنے مد مقابل کو موت کے گھاٹ نہ اتار دے اگر ہمارے آدمی بھی انہی کے برابر مارے گئے تو پھر زندگی کا کیا لطف؟ لہذا کوئی سوچ سمجھ کر رائے قائم کر لو۔ (۳۳)

### حکیم بن حزام کا عتبہ کو واپسی کا مشورہ

اس دوران حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمرو بن حزمی کا خون بہا اپنے ذمے لے لو اور لوگوں کو واپس لے چلو، عتبہ اس کے لیے تیار ہو گیا، لوگوں کو واپس لے جانے کے لیے ایک خطبہ دیا، (۳۳) لیکن ابو جہل نے اس سے اختلاف کیا اور طعنہ دیا کہ اپنے بیٹے ابو حذیفہ (۳۳) کی خاطر جنگ سے کترا رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں ہے، جنگ میں اس کے قتل ہونے کا اس کو خوف ہے۔

عتبہ کا اپنے بھائی اور بیٹے سمیت مقابلہ کے لیے لکنا

ابو جہل کے اس طعنہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو لیکر میدان میں مقابلہ کے لیے نکلا اور تینوں نے نعرہ لگایا ہل من مبارز؟ (کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟) مسلمانوں میں سے تین انصاری صحابی حضرت عوف بن الحارث، حضرت معوذ بن الحارث اور حضرت عبد اللہ

(۳۲) ابن ہشام نے اس کے الفاظ یوں نقل کئے: قال: ما وجدت شيئا، ولكني قد رايت يا معشر قريش، البلى يا تحمل العنابا، نواضح يثرب تحمل الصوت الناقع، قوم ليس لهم منعة ولا ملجأ الا سيوفهم والله ما اري ان يقتل رجل منهم، حتى يقتل رجلا منكم، فاذا اصابوا منكم اعدادهم فما خير العيش بعد ذلك؟ فزوارا ايكم (سيرة ابن ہشام: ۱/۶۲۲)

(۳۳) وفي سيره ابن ہشام: (۱/۶۲۳) ثم قام عتبة بن ربيعة خطيباً فقال: يا معشر قريش انكم، والله ما تصنعون بان تلقوا محمداً واصحابه شيئا، والله لن استمويه لايرال الرجل ينظر في وجه رجل يكره النظر اليه، قتل ابن عمه، او ابن خاله، او رجلاً من عشيرته فارجعوا واخلوا بين محمد وبين سائر العرب، فان اصابوه، فذلك الذي اردتم وان كان غير ذلك انفاكم ولم تعرضوا منه ماتريدون.....

(۳۴) ابو حذيفة بن عتبة بن ربيعة، اسمه: مهشم وقيل: هشم - وقيل: هاشم - وقيل: قيس... كان من السابقين الى الاسلام، وهاجر الهجرة الى وصلى الى القبلتين... اسلم بعد ثلاثة اربعين اسبانا... كان ممن شهد بدرا، استشهد يوم اليمامة وهو ابن ستار - خمسين سنة (الاصابة: ۳/۳۲-۳۳)

بن رواحہؓ (۳۵) مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔

### حضرت عفراءؓ کی ایک خصوصیت

حضرت عوف اور حضرت معوذ کی والدہ حضرت عفراءؓ ہیں، حضرت عفراءؓ نے پہلی شادی حارث سے کی، حارث سے ان کے تین بیٹے پیدا ہوئے، حضرت عوفؓ، حضرت معوذؓ اور حضرت معاذؓ، حارث کے انتقال کے بعد پھر حضرت عفراءؓ نے بکیر بن یالیل سے شادی کی اور بکیر بن یالیل سے ان کے چار بیٹے پیدا ہوئے، ایاس، عاقل، خالد اور عامر، حضرت عفراء رنسی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے یہ سات بیٹے ہیں اور ساتوں کے سات جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ (۳۶) بہر حال جب یہ تینوں صحابی مقابلہ کے لیے آئے تو عتبہ نے پوچھا، ”من انتم“ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا۔ ”رہط من الانصار“ ہم انصار کی جماعت ہیں، عتبہ نے کہا.... ”مالنا بکم حاجة“ ہمارا تم سے کوئی مطلب نہیں ہے، پھر عتبہ نے کہا، ”یا محمد، اخرج الينا اكفاء نامن قومنا“ ہماری قوم کے افراد جو ہم جیسے ہوں ان کو مقابلہ کے لیے بھیجیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ سے فرمایا، آگے بڑھو، یہ تینوں حضرات مقابلہ کے لیے آگے نکلے چونکہ ان کے چہروں پر نقاب تھے اس لیے عتبہ نے سوال کیا۔ ”من انتم؟“ انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ عتبہ نے کہا ”نعم اكفاء كرام“ ہاں، یہ لوگ ہمارے مثل ہیں اور عزت والے لوگ ہیں۔ (۳۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا تھا۔

”يا بنی ہاشم، قوموا، قاتلوا بحقکم الذی بعث اللہ بہ نبیکم اذ جاؤوا بباطلہم

لیطفنوا نور اللہ“ (۳۸)

”اے بنو ہاشم! تم اس حق کے ساتھ لکھو جو اللہ نے تمہارے نبی کو دیکر بھیجا

ہے جبکہ یہ لوگ باطل لیکر اللہ کا نور (دین حق) بجھانے (مٹانے) آئے ہیں۔“

### انفرادی مقابلہ میں عتبہ و شیبہ و ولید کا قتل

حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ مقابلہ کے لیے لکے، حضرت علیؓ کا مقابلہ ولید

(۳۵) حضرت عبد اللہ بن رواحہ مشہور انصاری صحابی ہیں، لیلۃ العقبہ میں بیعت اور جنگ بدر میں شرکت کا شرف ان کو حاصل ہے، غزوہ موتہ میں جب حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق لشکر اسلام کا جھنڈا انہوں نے لیا اور لڑتے لڑتے موتہ کے میدان میں جام شہادت نوش فرمایا۔ (الاسابۃ ج: ۲- ص: ۳۰۶)

(۳۶) دیکھیے الاسابۃ ج: ۳- ص: ۳۶۳ (۳۷) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱- ص: ۶۲۵ (۳۸) طبقات ابن سعد ج: ۲- ص: ۱۷۰

سے ہوا اور ایک ہی وار میں اس کو جہنم رسید کیا، حضرت حمزہؓ کا مقابلہ شیبہ بن رعیعہ سے ہوا اور انہوں نے بھی ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا، اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا، دونوں ایک دوسرے پر وار کر کے زخمی ہو گئے عتبہ کے وار سے حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ کٹ گئی، حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اپنے فریق کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی مدد کو آگئے اور آکر عتبہ کا کام تمام کر دیا۔ (۴۹)

### حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی شہادت

حضرت عبیدہ بن الحارثؓ زخمی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے حضرت عبیدہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! میں شہید ہوں، آپ نے فرمایا بالکل تم شہید ہو، شہادت سے قبل انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

فان یقطعوا رجلی فانی سلم  
ارجی بہ عیثا من اللہ علیا  
والبسنى الرحمن من فضل منه  
لباسا من الاسلام غطی المساویا

”اگر انہوں نے میرا پاؤں کاٹ دیا ہے تو کوئی پروا کی بات نہیں میں مسلمان ہوں اور میں اللہ سے اس کے صلہ میں اعلیٰ درجہ کی زندگی کی امید رکھتا ہوں۔  
اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اسلام کا ایسا لباس پہنایا ہے کہ جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا ہے۔“ (۵۰)

### جنگ کا باقاعدہ آغاز

ابو جہل نے عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل ہونے کے بعد لشکر کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ان لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا اس لیے مارے گئے، لات و عزی کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک ہم ان کو رسیوں سے نہ باندھ لیں گے (۵۱) اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی ابو جہل نے دعا کی کہ اے اللہ جو رشتہ داریوں کو قطع کرنے والا ہے اور معروف کے برعکس منکر کو رواج دینے والا ہے، اس کو تباہ و برباد کر دے“ (۵۲)

(۴۹) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۱۳۵ (۵۰) سیرۃ مصطفیٰ ج: ۲ ص: ۸۱ - ۹ (۵۱) سیرۃ مصطفیٰ ج: ۲ ص: ۹۱ -

(۵۲) چنانچہ ابو جہل کی دعا کے الفاظ یوں مقبول ہیں۔ اللہم اقطعنا للرحم، وانا نسالک بعرف، فاحند الغداة، فکان موالد مستفتح (سیرۃ ابن ہشام: ۱/۲۲۸)



جنگ شروع ہونے کے بعد آپ کی دعا میں مشغولیت

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ شروع ہونے کے بعد دعا اور الحاح و زاری میں مشغول ہو گئے آپ

نے دعا کی۔

اللهم انى انشدك عهدك ووعدك، اللهم ان شئت ام تعبد بعد اليوم ابداً ۵۳

”اے اللہ! آپ نے جو وعدہ اور عہد کیا ہے میں آپ سے اس کے پورا ہونے کی

درخواست کرتا ہوں، اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ زمین میں آج کے بعد ہمیشہ کے لیے

آپ کی عبادت نہ ہو“ (تو پھر ٹھیک ہے کہ یہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہوں) اور بعض

روایات میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔

اللهم انجز لى ما وعدتسى، اللهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الاسلام لاتعبد فى

الارض (۵۴)

”اے اللہ! آپ نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو پورا فرمادیجئے، اے اللہ!

اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو روئے زمین پر پھر آپ کی عبادت نہیں ہو سکے

گی“

روایت میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں اس قدر الحاح و زاری اختیار فرمائی

کہ آپ کی چادر مبارک دوش مبارک سے گر جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس

تشریف لائے اور عرض کیا، کفاک مناشدتك ربك فانہ سینجز لک ما وعدک (۵۵) ”اپنے رب کے حضور

میں آپ کی اتنی الحاح و زاری کافی ہے، بیشک وہ اپنے اس وعدہ کو پورا کریں گے جو آپ سے کیا ہے۔“

## ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اس قدر مبالغہ کر رہے ہیں اور

الحاح و زاری کر رہے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو مزید دعا سے روک رہے ہیں، اللہ سبحانہ

و تعالیٰ آپ سے وعدہ کر چکے تھے کہ آپ کو غالب کریں گے اور آپ کو کامیابی دینگے تو کیا اللہ کے اس وعدہ پر ابو بکر صدیق

کو یقین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین نہیں ہے؟

تو اس کے متعلق آپ کہیے کہ مقام الوہیت اور ربوبیت کا ادب یہی ہے کہ وعدہ کے باوجود آدمی ڈرتا

رہے اور وعدہ کے باوجود آدی مانگتا رہے اور یہ سمجھتا رہے کہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے، ”لایسئل عما یفعل“ اس سے نہیں پوچھا جاسکتا کہ اس نے یہ کام کیا ہے تو کیوں کیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں تھے، آپ مقام الوہیت کا پورا لحاظ اور شان ربوبیت کا پورا پورا ادب فرما رہے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام رجاء میں تھے، ان پر رجاء کا غلبہ تھا (۵۶) دوسری بات ایک اور بھی ہے وہ یہ کہ ممکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا ہو کہ اللہ نے وعدہ تو فرمایا ہے لیکن ہو سکتا ہے اس وعدہ کی تکمیل کے لیے کچھ شرائط اور کچھ اسباب ایسے ضروری ہوں کہ ان کے بغیر یہ وعدہ پورا نہ ہو اور ہم سے ان شرائط اور ان اسباب میں کوتاہی ہو جائے اس لیے آپ پر خوف غالب رہا اور آپ دعا مانگتے رہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر آئے اور آپ نے فرمایا۔

ابشر یا ابابکر، اتاک نصر اللہ، ہذا جبریل آخذ ابعنان فرسہ (۵۷)

”ابوبکر! خوشخبری! اللہ کی مدد آگئی، یہ جبریل ہیں، انہوں نے اپنے گھوڑے کی

باگ پکڑی ہے۔“

## ایک مشت خاک سے کفار کی بدحواسی

جنگ شروع ہوئی اور گھمسان کارن پڑا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف کھینکی اور ”شاہت الوجوه“ تین مرتبہ فرمایا اسی کے بارے میں قرآن نے کہا۔ (۵۸)

وما رمیت اذ رمیت ولكن اللہ رمی۔ (سورہ الانفال آیت: ۱۷)

”اور آپ نے نہیں کھینکی وہ مشت خاک جس وقت کہ آپ نے کھینکی

(۵۶) وحکی السہلی عن شیخہ ابی بکر بن العربی بانہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مقام الخوف والصدیق فی مقام الرجاء وكان

مقام الخوف فی هذا الوقت اکمل، لان اللہ ان یفعل ما یشاء، فخاف ان لا یعبد فی الارض بعدھا۔ (البداية والنهاية: ۲/۲۷۲)

(۵۷) سیرة ابن ہشام: ۱/۶۲۶۔ وفی الکامل (۲/۸۶، ۸۸): وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یقول: (سیہزم الجمع ویولون اللبر)

وحرص المسلمین، وقال: والذي نفس محمد بيده لا یقاتلهم الیوم رجل یقتل صابراً محسباً مقبلاً غیر مدبر الا دخله اللہ الجنة، فقال عمیر بن

الحمام الانصاری.... وبيده تمرات یا کلھن: یخ بیخ ما ینسی و بین ان ادخل الجنة الا ان یقتلنی هؤلاء ثم القی التمرات من یدہ وقاتل حتی قتل۔ ورمی

مہجع مولی عمر بن الخطاب بہکم فقتل فكان اول قتیل، وفی البداية والنهاية ۳/۲۷۶: فاخرج عمیر تمرات فجعل یاکل منھن ثم قال: لئن انا

احییت حتی آکل تمراتی هذه، انها حیاة طویلة، فرمی ماکان معہ من التمر ثم قاتلھم حتی قتل رحمہ اللہ، وهو یقول حین قاتل

رکضاً الی اللہ بغير زاد

الا التقی وعمل المعاد

والصبر فی اللہ علی الجهاد

وکل زاد عرضة النقاد

غیر التقی والبر والرشد

لیکن اللہ نے پھینکی۔“

ایک مشت خاک کی کیا حقیقت ہے، کفار کا ایک ہزار کا لشکر تھا لیکن اس لشکر کا کوئی آدمی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھوں میں یہ مٹی نہ داخل ہوئی ہو وہ مٹی ہر آدمی کی آنکھ میں پہنچی اور وہ آنکھیں ملنے لگا۔ اس سے کفار بدحواس ہو گئے (۵۹) مسلمان ان کو پکڑتے اور قید کرتے، پکڑتے اور قتل کرتے۔

## ابوالبختری کا قتل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس دوران یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آنا نہیں چاہتے تھے ان کو زبردستی لایا گیا ہے لہذا ان کو قتل نہیں کرنا، ان میں حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے اور ابوالبختری بن ہشام بھی زبردستی لائے گئے تھے۔

ایک انصاری صحابی (۶۰) نے ابوالبختری کو پکڑا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے

قتل سے ہمیں منع کیا ہے، ابوالبختری کا ایک ساتھی اس کے ساتھ مکہ سے آیا تھا، اس نے کہا میرے اس ساتھی (۶۱) کو کسی قتل نہ کرو، انصاری صحابی نے کہا کہ ہرگز نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آپ کے بارے میں حکم دیا ہے آپ کے رفیق کے بارے میں نہیں، لہذا ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ابوالبختری نے کہا کہ پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے ساتھی کو میرے سامنے قتل کر دیا جائے اور میں زندہ رہوں اور یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ کے لیے آگے بڑھا۔

لن یسلم ابن سرہ رمیدہ

حتی یحوت اویری سبیلہ

”شریف عورت کا بیٹا اپنے ساتھی کو قتل کے لیے حوالہ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ یا تو خود مر جائے یا

پھر بچکر اپنا راستہ دیکھے۔“ بالآخر اس انصاری صحابی نے اس کو قتل کر ڈالا (۶۲)

(۵۹) ایضاً

(۶۰) ان کا نام مجذربن زیاد بلوی تھا (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ ج ۳۔ ص: ۲۸۵)

(۶۱) ان کے اس ساتھی کا نام بنادہ بن ملیح تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص: ۲۸۵)

(۶۲) البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص: ۲۸۵۔ وانما نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل ابی البختری لانه کان اکف القوم عن رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وھو بمکة وکان لایوذیہ ولا یبلغہ عنہ شی یکرہہ وکان ممن قال فی نقض الصحیفۃ النی کتبت قریش علی بنی ہاشم وبنی المطلب

(سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۲۹)

## عبیدہ بن سعید کا قتل

عبیدہ بن سعید ایک بڑا کافر تھا، اس کے جسم کا کوئی حصہ زرہ سے باہر نہ تھا فقط آنکھیں نظر آتی تھیں، حضرت زبیر بن عوام نے تاک کر اس کی آنکھ میں نیزہ مارا جو اس کے سر کے پار ہو گیا اور وہ گر کر مر گیا۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے سینہ پر پاؤں رکھا اور پوری قوت کے ساتھ کھینچ کر نیزہ کو نکالا تو اس نیزہ کے کنارے ٹیڑھے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے وہ نیزہ بطور یادگار لیا اور اپنے پاس رکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا پھر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آ گیا تھا۔ (۶۳)

اس جنگ میں قریش کے تقریباً ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید کئے گئے (۶۴)

## حضرت عباسؓ کی گرفتاری

قید ہونے والوں میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی تھے، حضرت عباسؓ بہت قد آور، حکیم، شہیم، جسیم آدمی تھے، ان کو حضرت ابوالیسرؓ نے (۶۵) قید کیا تھا جو بہت پستہ قد، بے حد کمزور اور دبیلے پتلے آدمی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ ابوالیسر! تم نے عباس کو کس طرح گرفتار کیا؟ ابوالیسرؓ نے کہا کہ اصل میں میں نے ان کو تنہا گرفتار نہیں کیا ایک آدمی نے میری مدد کی تھی اس آدمی کو نہ پہلے کبھی میں نے دیکھا اور نہ اس کے بعد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ آسمان کا فرشتہ تھا۔ (۶۶)

## جنگ کے بعد عماندین قریش کی لاشوں کو کنویں میں ڈالنے کا فیصلہ

جنگ کے خاتمہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عماندین قریش کو ایک کنویں میں ڈالنے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ نے ان سرداروں کی لاشوں کو جن کی تعداد چوبیس تھی اس کنویں میں ڈال دیا اور باقی

(۶۳) دیکھیے بخاری، غزوة بدر، رقم الحدیث: ۲۹۹۸

(۶۴) طبقات ابن سعد ج: ۲۱ - ص: ۱۸

(۶۵) حضرت ابوالیسر انصاری بدری صحابی ہیں، لیلۃ العقبہ میں حاضر تھے، مدینہ منورہ میں ۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہ سب سے آخری بدری صحابی ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ (دیکھیے الاصابۃ ج: ۳ - ص: ۲۲۱)

(۶۶) تاریخ طبری ج: ۲ - ص: ۱۶۱

مقتولین کو ویسے گڑھے کھود کر دبا دیا گیا۔ (۶۷) سرداروں میں سے امیہ بن خلف کی لاش چونکہ بہت پھول گئی تھی اور جب زرہ کو اس کے جسم سے نکالا گیا تو اس کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اس لیے وہ وہیں مٹی میں دبا دی گئی اور کنویں کے اندر اس کو نہیں ڈالا جا سکا۔ (۶۸)

### کفار کی مردہ لاشوں سے آپ کا خطاب

آپ کی عادت یہ تھی کہ جب آپ کسی جنگ میں فتح پاتے تو جنگ کے بعد تین دن آپ وہاں قیام فرماتے، (۶۹) آپ نے یہاں بھی تین دن قیام فرمایا، جب تیسرا دن ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رواگی کا حکم دیا، آپ نے زین کسوانی اور سواری پر بیٹھے اور اس کنویں کی طرف چلے جس میں سرداران قریش کی لاشیں تھیں، صحابہؓ کو خیال تھا کہ کسی کام اور ضرورت سے آپ جارہے ہیں لیکن آپ کنویں پر آئے اور فرمانے لگے۔

یا امیہ، یا اباجہل بن ہشام، یا عتبہ بن ربیعہ، یا شیبہ بن ربیعہ، هل وجدتم ما وعد

ربکم حقاً فانی قد وجدتم ما وعدنی ربی حقاً

”اے امیہ! اے ابوجہل! اے عتبہ! اے شیبہ! اللہ نے جو وعدہ تمہارے لیے

کیا تھا کیا تم نے اس کو صحیح اور حق پایا؟ اللہ نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا وہ تو میں نے حق

پایا۔“

حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا، هل تکلم من اجساد، لا ارواح فیہا؟ ”آپ ان بے جان مردوں سے

بات کر رہے ہیں“ تو آپ نے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لہما اقول منہم ولكن لا یستطیعون ان

یجیبوا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان کے مقابلہ میں تم میری بات زیادہ سننے

(۶۷) کامل ابن اثیر ج: ۲ - ص: ۹۰ - البدایہ والنہایہ ج: ۳ - ص: ۲۹۲

(۶۸) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۲۳۸

(۶۹) البدایہ والنہایہ ج: ۳ - ص: ۲۹۳

والے نہیں ہو لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے “ (۷۰)

### مدینہ منورہ روانگی اور دو قیدیوں کا قتل

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے روانہ ہوئے (۷۱) اور انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی حفاظت میں مال غنیمت دیا (۷۲) مدینہ منورہ کے قریب مقام صفراء میں جب آپ پہنچے تو قیدیوں میں سے نظر بن الحارث کے بارے میں آپ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ (۷۳) صفراء سے جب روانہ ہوئے اور مقام عرق الطیبہ میں پہنچے تو آپ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا اور عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑائی (۷۴) یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قولاً وفعلاً ہر طرح سے ایذا رسانی میں مصروف رہتے تھے

(۷۰) ابداً والنہایۃ ج: ۳ - ص: ۲۹۲، ۲۹۳ - بعض روایات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے الفاظ یوں منقول ہیں:

یا اهل القلبیب، ہنس عشیرۃ النبی کتم لیبکم، کذبتمونی وصدقنی الناس، واخر جتمونی و آوانی الناس، وقانلتمونی ونصرنی

الناس، اهل و جدتم ما وعدکم حقاً، قدو جدت ما وعدنی ربی حقاً (البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۹۲)

اهل قلب سے جب آپ نے یہ خطاب کیا تو حضرت ابو حذیفہ کے ہنرے پر آپ نے حزن و غم کے آثار دیکھے، فرمانے لگے ابو حذیفہ! شاید باپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ غمگین ہوئے، کہنے لگے، نہیں یا رسول اللہ! بات صرف اتنی ہے کہ میرے والد عقل و حلم و فضل والے تھے اگر زندہ رہتے تو مجھے امید تھی کہ اسلام قبول کر لیتے، اب کفر کی حالت پر ان کی موت نے مجھے غمگین کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سنکر ان کے لیے دماء خیر فرمائی (کامل ابن اثیر ج: ۳ - ص: ۹۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مردوں سے خطاب کرنے پر حضرت عمرؓ کو اشکال ہوا کہ بے جان لاشوں سے بات کرنا چہ معنی دارد؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اللہ جب چاہیں اور جتنا چاہیں مردوں کو سزا دے سکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے سماع موتی کی قائل نہ تھیں اس وجہ سے وہ ان جیسی روایات میں تاویل کرتی تھیں چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت: وهذا مما كانت عائشة رضي الله عنها تناوله من الاحاديث، وتعتقد انه معارض لبعض الايات، وهذا المقام مما كانت تعارض فيه قوله (وما انت بسمع من في القبور) وليس هو معارض له، والصواب قوا الجمهور من الصحابة ومن بعدهم للاحاديث الدالة نصاً على خلاف ما ذهب اليه رضي الله عنها (البدایۃ والنہایۃ: ۲/۲۹۲)

مسئلہ سماع موتی کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۷۱) مدینہ منورہ روانگی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے مدینہ منورہ کے عالیہ اور سافلہ دونوں جانب قاصد روانہ فرمادیئے تھے، عالیہ کی طرف عبداللہ بن رواحہؓ اور سافلہ کی طرف زید بن حارثہؓ گئے۔ (طبقات ابن سعد ج: ۲ - ص: ۱۹)

(۷۲) سیرۃ ابن ہشام ج: ۱ - ص: ۶۳

(۷۳) کامل ابن اثیر ج: ۳ - ص: ۹۱

(۷۴) کامل ابن اثیر ج: ۳ - ص: ۹۱

استبزاء اور تمسخر کرتے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط بد بخت نے ایک مرتبہ آپ کے رخ زیبا پر تھوک بھی دیا تھا اور ایک مرتبہ آپ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے تو اونٹ کی نجاست اور بچہ دانی لاکر اسی نے آپ کی کمر پر رکھی تھی، اس وجہ سے آپ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ (۷۵)

### مال غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ

اس کے بعد پھر سوال آیا مال غنیمت کی تقسیم کا، مال غنیمت ابھی تقسیم نہیں ہوا تھا، اس بارے میں صحابہ میں اختلاف ہو گیا جو نوجوان تھے وہ یہ کہتے تھے کہ جنگ ہم نے لڑی ہے اور کفار کو قتل و قید ہم نے کیا ہے لہذا مال غنیمت ہمیں ملنا چاہیے اور جو اکابر تھے، بڑے تھے اور پیچھے تھے انہوں نے کہا کہ اگر تم شکست کھاتے تو ہمارے پاس لوٹ کر آتے، تم نے آگے جنگ ہمارے بھروسہ اور پشت پناہی کے سبب جیتی اس لیے ہمیں بھی مال غنیمت میں حصہ ملنا چاہیے اور وہ حضرات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے مقرر تھے وہ کہہ رہے تھے کہ مال غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ اسی پر قرآن شریف کی آیت اتری یہ ثلونک عن الانفال، قل الانفال لله والرسول۔ (سورۃ الانفال آیت: ۱) ”یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے یہ مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔“ بہر حال آپ نے یہ مال پھر تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا (۷۶)

### غنیمت میں حصہ پانے والے آٹھ صحابہ

آٹھ آدمی ایسے تھے جو بدر میں شریک نہ تھے لیکن مال غنیمت میں ان کا بھی حصہ رکھا گیا۔ (۷۷)

(۱) ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ ان کے عقد میں تھیں اور وہ جنگ کے وقت بیمار تھیں۔ جب آپ بدر روانہ ہو رہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ساتھ چلنا چاہتے تھے لیکن آپ نے ان کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا اور حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لیے ان کو مامور فرمایا۔

(۲، ۳) طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید، یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کو آپ نے کسی مهم

(۷۵) البدایہ والنہایہ، ج: ۲، ص: ۲۰۶ نیز دیکھیے دلائل ابی حمیم ج: ۲، ص: ۲۷۱

(۷۶) البدایہ والنہایہ، ج: ۲، ص: ۲۰۳

(۷۷) ان آٹھ میں تین حضرات حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت سعید ہاجرین میں سے تھے اور باقی پانچ صحابہ کا تعلق انصار سے تھا۔

(طبقات ابن سعد ج: ۲، ص: ۱۲)

پر روانہ کیا تھا اور جنگ میں یہ شریک نہ ہو سکے تھے۔ اس غنیمت میں آپ نے ان کا بھی حصہ رکھا۔  
 (۴) حضرت ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ کا ذکر پہلے آچکا ہے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جان نشین مقرر فرما کر مدینہ منورہ واپس کر دیا تھا اس لیے وہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، ان کو بھی آپ نے بدری شمار کیا اور مال غنیمت میں حصہ عنایت فرمایا۔

(۵) حضرت عاصم بن عدیؓ ان کو آپ مدینہ کے عالیہ میں چھوڑ گئے تھے، ان کو بھی حصہ ملا۔

(۶) حضرت حارث بن حاطبؓ، ان کو آپ نے کسی وجہ سے واپس بھیجا تھا۔

(۸، ۹) حضرت حارث بن نعمانؓ اور حضرت خوات بن جحیرؓ... ان دونوں کو بھی مال غنیمت سے حصہ

دیا گیا۔ (۷۸)

## مال خمس

بدر کی غنیمت سے خمس نکالا گیا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے ہے کہ خمس نہیں نکالا گیا لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ خمس نکالا گیا تھا۔ (۷۹)

## اسیران بدر کے متعلق مشورہ

اسیران بدر کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ان کا کیا کیا جائے؟ حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی رائے یہ تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انما امکنکم اللہ بسببہ ”اللہ نے تمہیں ان پر قدرت دی ہے۔“ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ دشمن پر جب قدرت ہو جائے تو اسے معاف کر دینا اچھا ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کو فدیہ لیکر آزاد کر دیا جائے، شاید اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور یہ ہمارے دست و بازو بن کر اسلام کا دفاع کریں اور اسلام

(۷۸) طبقات ابن سعد ج: ۲ - ص: ۱۲

(۷۹) وقد زعم ابو عبیدة القاسم بن سلام رحمه الله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قسم غنائم بدر على السواء بين الناس ولم يحمسها ثم نزل بيان الخمس بعد ذلك ناسخا لما تقدم... وفي هذا نظر، والله اعلم، فان في سياق الايات قبل آية الخمس وبعدها كلها في غزوة بدر، فيقتضى ان ذلك نزل جملة في وقت واحد غير متفاصل بتأخر يقتضى نسخ بعضها بعضا، ثم في الصحيحين عن علي رضي الله عنه انه قال في قصة شاربہ اللذين اجتب استنهما حمزة: ان احدهما كانت من الخمس يوم بدر ما يرد صريحا على ابي عبيد ان غنائم بدر لم تخمس - والله اعلم - بل حمت كما هو قول البخاري وابن جرير وغيرهما وهو الصحيح الرجح والله اعلم - (البداية والنهاية: ۳/۳۰۳)



کی ترقی و ترویج کا ذریعہ بنیں۔ (۸۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا فیصلہ فرمایا اور ایک ہزار سے لیکر چار ہزار تک درہم فدیہ میں مقرر کئے گئے اور ہر آدمی کی حیثیت کو پیش نظر رکھا گیا، جو لوگ نادار تھے اور فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے، ان کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا (۸۱) اور جو لوگ ان میں سے لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط بھڑی کہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھائیں چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی موقع پر لکھنا سیکھا تھا۔ (۸۲)

### حضرت عباسؓ کا فدیہ

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے کہا میرے پاس فدیہ ادا کرنے کے لیے تو کچھ بھی نہیں مجھے یونہی آزاد کر دیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کا فدیہ چار ہزار درہم مقرر کیا تھا جو سب سے زیادہ مقدار تھی۔ (۸۳) جب حضرت عباسؓ نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اور تمہاری بیوی ام الفضل نے جو مال پایا تھا اور فلاں جگہ دفن کیا، کیا وہ تمہارے پاس نہیں ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا وہ مال تو میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا آپ کو اس کے بارے میں علم ہو گیا واقعی آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، اس پر بعد عباسؓ نے فدیہ ادا کیا (۸۴) قرآن مجید کی

(۸۰) عن ابن عباس قال حدثني عمر بن الخطاب قال: استشار رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا بكر و عليا و عمر فقال ابو بكر: يا رسول الله هؤلاء نساء العم و العمة و الاخوان و انى ارى ان ناخذ منهم الفدية فيكون ما اخذناه قوة على الكفار و عسى ان يهدبهم الله فيكون لنا عضدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ترى يا ابن الخطاب قال: قلت: والله ما ارى ما ارى ابو بكر و لكن ارى ان تحمكتى من فلان قريب لعمر اضرب عنقه و تمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه و تمكن حمزة من فلان اخيه فيضرب عنقه حتى يعلم الله انه ليست فى قلوبنا هواده للمشركين و هؤلاء صناديدهم و انتهم و قاداتهم فهوى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قال ابو بكر ولم يهو ما قلت و اخذ منهم الفداء... (البدایة و النہایة: ۳/۲۹۷)

(۸۱) چنانچہ ابو عزة نجی کو آپ نے فدیہ لیے بغیر آزاد فرمایا۔ (طبقات بن سعد ج: ۲ - ص: ۱۸)

(۸۲) طبقات ابن سعد ۲/۲۲ -

(۸۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ میں نے تو اسلام قبول کیا ہے لیکن قریش کے برا بھلا کہنے کی وجہ سے میں اپنے اسلام کا اعلان نہ کر سکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر واقعی آپ نے اسلام قبول کیا ہے تو اللہ خوب جانتے ہیں آپ کو اس کا اجر ملے گا لیکن فدیہ بہر حال دینا ہوگا۔ انصار نے حضرت عباسؓ سے فدیہ نہ لینے کی آپ سے درخواست کی لیکن آپ نے کہا نہیں یہ فدیہ دین کے چونکہ حضرت عباسؓ نادار تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان سے فدیہ لیا بلکہ ان کو ان کے بھتیجے عقیل اور ان کے حلیف عقبہ بن عمرو کی جانب سے بھی فدیہ ادا کرنے کو کہا چنانچہ حضرت عباسؓ نے ان دونوں کی طرف سے بھی فدیہ ادا کیا۔ (دیکھیے تاریخ طبری ج: ۲ - ص: ۱۶۲) حضرت عباسؓ نے کل سواوقیہ سونا فدیہ میں ادا کیا جو سب سے زیادہ تھا۔ (البدایة و النہایة ج: ۳ - ص: ۲۹۹ نیز دلائل بیعتی ج: ۳ - ص: ۱۲۱)

(۸۴) البدایة و النہایة ج: ۳ - ص: ۲۹۹

ياايهاالنبي قل لمن في ايديكم من الاسرى ان يعلم الله في قلوبكم خيرا يؤتكم خيرا مما اخذمنكم  
ويغفر لكم، والله غفور رحيم.... (سورة الانفال، آیت: ۷۰)

حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ اس آیت میں اللہ نے دو وعدے ذکر کئے ایک تو یہ کہ جو فدیہ تم سے  
لیا گیا اس سے بہتر اللہ تم کو عطا کریں گے اگر تمہارے دلوں میں خیر آگئی، حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے  
اس کے بعد مجھے ۴۰ غلام اس فدیہ کے عوض عطا فرمائے اور ہر غلام مال کمانے میں ماہر تھا۔ دوسرا وعدہ  
مغفرت کا ہے مجھے امید ہے کہ اللہ ضرور میری مغفرت فرمائیں گے۔ (۸۵)

### نوفل بن الحارث

اسی طرح نوفل بن حارث ایک اور قیدی تھے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ  
میرے پاس فدیہ دینے کے لیے کچھ بھی نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ جو حرہ میں تم نے نیزے رکھے ہوئے ہیں  
کیا وہ مال نہیں؟ تو وہ بہت حیران ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ان نیزوں کا تو کسی کو علم نہیں تھا، یقیناً اللہ  
نے آپ کو بتایا ہے اور آپ اللہ جل شانہ کے رسول ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ (۸۶)

### ابوالعاص بن الربیع

انہی قیدیوں میں آپ کے داماد ابوالعاص بن الربیعؓ بھی تھے، حضرت زینبؓ نے مکہ سے اپنے

(۸۵) ایضاً

(۸۶) دلائل نبوی ج ۳ - ص: ۱۳۳

(۸۷) ابوالعاص بن الربیع قریش کے گنے چنے امانت دار تاجروں میں سے تھے، حضرت خدیجہؓ ان کی خالہ تھیں، نبوت ملنے سے قبل ہی حضرت خدیجہؓ  
کے کہنے پر آپ نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ان سے کرا دیا تھا، جب آپ کو نبوت ملی تو حضرت خدیجہؓ اور آپ کی تمام  
صاحبزادیاں ایمان لے آئیں، ابوالعاص شرک پر برقرار رہے، ہر چند قریش نے ان سے کہا جو لڑکی تمہیں پسند ہو ہم اس سے تمہاری شادی کرا دیں  
کے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی چھوڑ دو، لیکن ابوالعاص تیار نہ ہوئے اور حضرت زینبؓ ان کے عقد میں رہیں، غزوہ بدر کے بعد انہوں نے  
حسب وعدہ حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کیا، چند سال بعد تجارت کے سلسلہ میں شام نکلے، وہاں ہی بران کو سامان تجارت سمیت مسلمان دستوار نے  
گرفتار کر لیا، یہ چھپ کر حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے، انہوں نے پناہ دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو ابوالعاص  
کا سامان واپس کر دو، صحابہ نے ایک ایک دھاگہ تک لا کر واپس کر دیا، ابوالعاص یہاں سے مکہ آئے اور تمام شرکاء کو حساب سمجھا کر اپنے مسلمان  
ہونیکا اعلان کر دیا اور کہا کہ میں اس لیے یہاں آکر حساب سمجھا کر جاتا ہوں تاکہ کل یہ نہ کہو کہ ابوالعاص ہمارا روپیہ کھا کر تقاضہ کے ڈر سے  
مسلمان ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں ذی الحجہ ۱۲ھ کو انتقال فرمایا۔ رضی اللہ عنہ (دیکھیے تاریخ طبری ج ۲ - ص: ۱۶۳ - نیز الاصابہ ج:

۲ - ص: ۱۳۳)

شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں وہ ہار بھینجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینبؓ کو ان کی شادی کے موقع پر دیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ ہار پہنچا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی اور اپنی بیٹی کی بیکسی اور مجبوری کا خیال آیا تو آپؐ اب دیدہ ہو گئے اور آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر آپ لوگ راضی ہوں تو یہ ہار واپس کر دیا جائے اور ان کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا جائے، تمام صحابہؓ نے بطیب خاطر اس کی اجازت دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص سے یہ وعدہ لیکر کہ تم زینبؓ کو مکہ پہنچنے کے بعد مدینہ روانہ کر دو گے وہ ہار واپس کر دیا اور ابوالعاص کو جانے کی اجازت دیدی۔ ابوالعاص نے حسب وعدہ مکہ سے حضرت زینبؓ کو روانہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت اور ایک انصاری صحابی کو حضرت زینبؓ کو لانے کے لیے روانہ فرمایا چنانچہ یہ دونوں گئے اور حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ آئے (۸۸)

### ابوسفیان کا بیٹا عمرو

قیدیوں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا، ابوسفیان اور کئی دوسرے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ کسی ایک قیدی کا فدیہ نہ دیا جائے، ہمارے اتے آدمی مارے گئے ہیں اور اب ہم دولت کے انبار بھی ان کے پاس لگائیں، ایسا ہم نہیں کریں گے لیکن مطلب بن ابی وداعہ کا والد ابووداعہ چونکہ قیدیوں میں تھا تو مطلب نے خفیہ طور پر چار ہزار درہم کی رقم مدینہ منورہ بھیجی اور اپنے والد کو آزاد کرایا، ان کو دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی فدیے بھینچنے شروع کر دیئے۔ (۸۹) لیکن ابوسفیان اپنی پہلی بات پر ڈٹا رہا۔ اس نے کہا میرا ایک بیٹا حظلہ مارا گیا ہے، اب دوسرے بیٹے کے عوض میں دولت ان کے قدموں میں ڈالوں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اسی اثنا میں حضرت سعد بن العمان انصاری مدینہ منورہ سے عمرہ کرنے کے لیے آئے تھے، ابوسفیان نے ان کو گرفتار کیا اور اعلان کیا کہ مسلمان جب تک میرے بیٹے کو آزاد نہ کر دیں گے میں ان کو اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کہنے سے ابوسفیان کے بیٹے کو آزاد کیا اور اس کے عوض حضرت سعد بن العمان آزاد ہوئے۔ (۹۰)

### سہیل بن عمرو

سہیل بن عمرو بھی قیدیوں میں تھے یہ بہت بڑے شاعر تھے اور چونکہ اسلام نہیں لائے تھے اس لیے

(۸۸) کامل ابن اثیر ج: ۲ - ص: ۹۲

(۸۹) کامل ابن اثیر ج: ۲ - ص: ۹۲ (۹۰) ایضاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر اجازت دیں تو اس کے آگے کے دو دانت توڑ دوں تاکہ آپ کے خلاف شعر پڑھنے کے قابل نہ رہے لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم ان کے دانت نہ توڑو، شاید اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں ان سے کوئی خوشی دکھائیں اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں ان کا مثلہ کراؤں تو کہیں اللہ تعالیٰ میرا مثلہ نہ کر دیں۔ (۹۱)

### عمیر بن وہب کا قبول اسلام

مکہ میں جب قریش کی ناکامی اور قتل اور قید ہوئی اطلاق پہنچی تھی تو ایک کہرام مچ گیا، ستر آدمیوں کا قتل ہونا اور ستر آدمیوں کا قید ہونا کوئی معمولی نقصان نہیں تھا، قریش کے لوگ بہت رنجیدہ و دلگیر تھے۔ ایک مرتبہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ خانہ کعبہ کی دیوار کے سامنے میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ زندگی کا لطف اب ختم ہو گیا، قریش کے رؤساء کے قتل ہونے کے بعد اب زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ عمیر بن وہب نے کہا میرے اوپر قرض ہے اور میرے بچوں کی کفالت کا مسئلہ ہے اگر قرض کے بوجھ اور بچوں کی کفالت سے میں آزاد ہوتا تو میں جا کر مدینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور قتل کر دیتا۔ صفوان نے کہا تمہارے قرض اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اگر تم یہ کام کر ڈالو۔ چنانچہ عمیر نے ایک تلوار تیار کی اور اس کی دھار تیز کر کے زہر میں بھجائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہو گیا۔ یہاں مکہ میں صفوان نے لوگوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ چند دنوں میں تمہیں اتنی بڑی بشارت سناؤں گا کہ تمہاری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔ عمیر کا بیٹا بھی مسلمانوں کی قید میں تھا، عمیر مدینہ پہنچا تو حضرت عمرؓ دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ کسی اچھے ارادے سے نہیں آیا، حضرت عمرؓ بڑھے اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا اور پکڑ کر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا! تم کس لیے آئے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے قیدی چھڑانے کے لیے آیا ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دریافت کیا، اس نے پھر بھی اصل بات نہ بتائی، آپ نے فرمایا کہ صفوان اور تمہارے

(۵) البدایہ والنہایہ ج ۳۔ ص ۲۱۰ حضرت عمرؓ نے ان کے دانت توڑنے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا۔ (وانہ عسی ان یقوم مقاماً لانتہ) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: قلت: وهذا هو المقام الذي قام سهيل بمكة حين مات رسول الله صلى الله عليه وسلم وارتد من ارتد من العرب، وجمع النفاق بالمدينة وغيرها، فقام مكة فحطب الناس ونبتهم على الدين الحنيف (البدایہ والنہایہ: ۳/۳۱۰) وفي الاصابة: ۲/۹۳... قال ابو سعد بن فضالة: اصطحبت انا وسهيل بن عمر الى الشام فسمعتهم يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: مقام احدكم في سبيل الله ساعة من عمره خير من عمله في اهله، قال سهيل: فانما اربط حتى اموت ولا ارجع الى مكة. قال: فلم يزل مقيماً بالشام حتى مات في طاعون عمواس سنة ثمان عشرة

درمیان خانہ کعبہ کی دیوار کے نیچے بیٹھ کر کیا بات ہوئی تھی؟ اب وہ سٹپٹایا اور اس نے کہا ”اشھدان لالہ الا اللہ واشھدانک رسول اللہ“ اور مسلمان ہوا۔ اس نے کہا میرے اور صفوان کے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ سوائے اللہ کے اور ہم دونوں کے اور کسی کو نہیں معلوم اگر آپ اللہ کے نبی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بات نہ بتاتے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قیدی رہا کر دیا اور آپ نے صحابہؓ سے کہا کہ اپنے بھائی عمیر کو قرآن سکھاؤ، عمیر نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اسلام کے خلاف جتنی کوششیں کی ہیں آپ مجھے اجازت دیں کہ اب میں مکہ واپس جا کر ان کا تدارک کروں اور وہاں کفر کے خلاف وہ سب کچھ کروں جو میں نے اسلام کے خلاف اب تک کیا ہے۔ چنانچہ عمیر یہاں سے مکہ گئے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ اللہ جل شانہ نے ان کی وجہ سے کئی لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ (۹۲)

### ایک سوال اور اس کا جواب

اسیران بدر کے فدیہ کے بارے میں ایک بات قابل توجہ ہے وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل نے اس موقع پر آکر یہ بتادیا تھا کہ آپ اپنے صحابہؓ کو اختیار دیدیں وہ چاہیں تو فدیہ لیکر ان قیدیوں کو آزاد کر دیں اگر فدیہ لیکر یہ ان کو آزاد کریں گے تو آئندہ سال ان کے ستر آدمی شہید ہوں گے اور چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں۔ (۹۲) جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے حضرات کی رائے یہ تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور حضرت عمرؓ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی رائے یہ تھی کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق اور فدیہ کا مشورہ دینے والے دیگر صحابہؓ کی رائے پر عمل کیا اور فدیہ لیکر ان کو آزاد کر دیا تو اس پر قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یشخن فی الارض، تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة، واللہ

(۹۲) دیکھیے دلائل نبوی ج: ۳، ص: ۱۲۸-۱۲۹

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت تک زندہ رہے، جنگ احد اور تبوک وغیرہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (دیکھیے الاما: ج: ۳، ص: ۳۷)

(۹۲) یہ حضرت غلیؓ کی روایت ہے پوری حدیث یوں ہے۔

عن علی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان جبریل ہبط علیہ فقال لہ: خیر ہم۔ یعنی اصحابک۔ فی اساری بدر: القتل والفداء علی ان یقتل منهم قابلاً مثلہم، قالوا: الفداء ویقتل منا.... رواہ الترمذی وقال: ہذا حدیث غریب (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء رقم الحدیث: ۳۹۷۳)

عزیز حکیم، لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم فیہ عذاب عظیم (سورۃ الانفال آیت ۶۷-۶۸)

”نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں، تم دنیا کا مال اور اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتا ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ (مقدر) نہ ہو چکا ہوتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تو تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔“

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عذاب اس درخت کے قریب آچکا تھا اور فرمایا کہ عذاب اگر آتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔ (۹۴)

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی اس روایت کے مطابق جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے قتل میں اور فدیہ میں اختیار دیا تھا اور صحابہؓ نے فدیہ والی صورت اختیار کی تو اس پر یہ وعید کیوں آئی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں اس سلسلے میں فرمایا ہے کہ اصل میں یہ اختیار امتحان کے لیے دیا گیا تھا۔ جیسے قرآن کی آیت ”یا ایہا النبی قل لا زواجک۔ الی اجر اعظیما“ میں ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ چاہو تو دنیا کو اختیار کر لو اور چاہو تو اللہ اور رسول اور دار آخرت کو اختیار کر لو تو اس آیت میں یہ اختیار امتحان کے لیے ہے۔ اسی طریقہ سے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو سحر کی تعلیم کے لیے جب اتارا گیا تھا تو ان کا مقصد بھی امتحان تھا کہ آیا یہ لوگ سحر سیکھتے ہیں اور ہلاک ہوتے ہیں یا اس سے بچتے ہیں اور نجات پاتے ہیں۔ اسی طرح معراج میں آپ کو دودھ اور شراب کا پیالہ پیش کیا گیا تو آپ نے دودھ کو اختیار کیا حضرت جبریل نے فرمایا۔ ”لو اخذت الحمر لغوت امتک“ وہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اختیار دیا گیا تھا وہ امتحان کے لیے تھا۔ اسی طرح یہاں بھی اختیار درحقیقت امتحان کے لیے تھا کہ مسلمان ان قیدیوں کے سلسلہ میں قتل والی صورت اختیار کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھی یا فدیہ لیتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے فدیہ کی صورت اختیار کی تو عتاب نازل ہوا، بہر حال علامہ طیبی رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا۔ (۹۵)

(۹۴) سیرۃ مصطفیٰ: ۱۱۲/۲۔ بحوالہ زر قالی: ۲۲۲/۱۔

(۹۵) دراصل یہ اشکال وارد ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت پر جس میں اسیران بدر کے فدیہ و قتل کے بارے میں اختیار کا ذکر ہے کیونکہ اختیار چاہتا ہے کہ عتاب نہ ہو، عتاب کا نزول اس بات کی دلیل ہے کہ اختیار نہیں دیا گیا تھا صحابہ نے اپنی جانب سے رائے قائم کر کے عمل کیا اس سلسلہ میں مروی دیگر احادیث میں بھی من جانب اللہ فدیہ و قتل کے درمیان اختیار دینے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت قرآن کی آیت عتاب اور دیگر احادیث کے مفہوم کے ساتھ بظاہر صحیح نہیں بیٹھتی، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا۔ وهذا حدیث غریب جداً (البدایۃ والنہایۃ ج ۳- ص: ۲۹۸) علامہ

یہ بات ضرور ذہن میں رکھی جائے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کی رائے یہ تھی کہ فدیہ لیا جائے لیکن وعید ان کے لیے نہیں اس لیے کہ ان کا مقصد فدیہ لینے سے تمام تر اسلام کی فلاح و بہبود اور اسلام کا نفاذ تھا، چند دوسرے حضرات تھے جن کا مقصد مال تھا اگرچہ فدیہ کا مال شرعاً حلال تھا لیکن اس حلال مال کا قصد کرنا بھی صحابہ کرامؓ کے منصب سے فروتر بات تھی اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہ درحقیقت تربیت ہے صحابہ کرام کی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی تمہاری نظر دنیا کی طرف جاتی ہے۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاہ والسلام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں اور یہ کہ کبھی ان کے اجتہاد میں خطا اور غلطی بھی ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی کو خطا پر قائم رہنے نہیں دیتے، وحی کے ذریعہ اس پر تنبیہ فرمادیتے ہیں۔

### انبیاء و فقہاء کے اجتہاد میں فرق

اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اجتہاد فقہاء کے اجتہاد کی طرح نہیں ہے، یہ اصولی بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد وحی خفی کے حکم میں ہوتا ہے اور اگر اس کے اوپر اللہ کی طرف سے کوئی ترمیم نازل نہ ہو تو پھر وہ وحی خفی حکم میں وحی جلی کے ہو جاتی ہے اور اگر اس کے بارے میں کوئی ترمیم آجائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے تو

توربثتی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

”هذا الحديث مشكل جدا المخالفة ما يدل على ظاهر التنزيل؛ ولما صح من الأحاديث في امر أسارى بدر ان اخذ الفداء كان رأياً رآه... فموقبوا عليه ولو كان هناك تعبير بوحى سماوى لم يتوجه المعافاة عليهم...“ پھر آگے علامہ توربثتی نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عین ممکن ہے یہ حدیث غزوہ احد کے متعلق ہو کہ اس وقت صحابہ کو اختیار دیا گیا تھا راوی کو اشدباہ ہوا اور اس نے غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں اس کو بیان کر دیا، نیز وہ انہی حدیث کے فقرہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ومما جراناعلى هذا التقدير سوى ما ذكرناه: هو ان الحديث تفرد به يحيى بن زكريا بن ابي زائدة عن سفیان من بين اصحابه فلم يروه غيره، والسمع قد يخطى، والسيان كثير ابطار اعلی الانسان (شرح الطیبی: ۱۹/۸)

لیکن علامہ طیبی رحمہ اللہ نے حضرت علیؓ کی اس حدیث اور قرآن کریم کی عتاب والی آیت میں تطبیق دی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اقول: وباللہ التوفیق لامنافاة بین الحدیث والآیة، وذلك ان التخییر فی الحدیث وارد علی سبیل الاختیار والامتحان، ولله ان یمتحن عباده بما شاء، امتحن اللہ تعالیٰ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقوله ”یا ایہا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوة الدنیا وزینتها فتعالین امتعن“ الأیتین، وامتحن الناس بتعلیم السحر فی قوله تعالیٰ: ”وما یعلمان من احد حتی یقولوا انما نحن فتنة“ امتحن الناس بالملکین وجعل المحنة فی الکفر والایمان بان یقبل العامل تعلم السحر فیکفر ویؤمن بترک تعلمه، ولعل اللہ تعالیٰ امتحن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابه بامرین: القتل والفداء، وانزل جبریل علیہ السلام بذک هل هم یختارون ما فیہ رضا اللہ تعالیٰ من قتل اعدائه، ام یؤثرون الاعراض العاجلة من قبول الفدیة؟ فلما احتاروا الثانی عوتبوا بقوله: ”ما کان لنبی ان یکون له امری“ (شرح الطیبی علی مشکوة المصابیح: ۱۹/۸ - ۲۰)

پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ وحی خفی منسوخ ہو گئی ہے اس وحی جلی سے جو بعد میں ترمیم و تبدیلی کے لیے آئی ہے۔ انبیاء کے اجتہاد میں خطا کا اور غلطی کا احتمال نہیں ہوتا صرف فاضل اور افضل کا فرق ہوتا ہے کہ جس چیز کی تبدیلی کا حکم دیا جاتا ہے وہ بھی خطا نہیں ہوتی البتہ وہ ناسخ کے مقابلہ میں غیر اولیٰ اور غیر افضل ہوتی ہے۔ یہاں بہت بڑی دلیل اس بات کے لیے موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا فیصلہ کیا اور آیت آگئی ”ماکان لنبی ان یکون لہ اسری آلیۃ“ آیت کے اس حکم کے آنے کے بعد بھی آپ نے فدیہ کے فیصلہ کو برقرار رکھا تو معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ بھی خطا نہیں تھا۔ اگرچہ امتحان لیا گیا تھا اور اس امتحان کا مقصد یہ تھا کہ اعلیٰ و اولیٰ اور افضل کو اختیار کرتے ہیں یا غیر اولیٰ اور غیر افضل کو اختیار کرتے ہیں تو اختیار کیا گیا تھا غیر اولیٰ اور غیر افضل کو پھر اس کو اس واسطے برقرار رکھا گیا کہ وہ بھی جائز تھا تو نبیوں کے یہاں اجتہاد میں جو خطا اور لغزش ہوتی ہے وہاں فرق جائز و ناجائز اور خطا و ثواب کا نہیں ہوتا بلکہ وہاں راجح اور ارجح، فاضل اور افضل اور اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہوتا ہے۔۔۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں بھی اگر اجتہادی خطا ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ آپ حق چھوڑ کر باطل کے مرتکب ہو گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھول چوک سے اولیٰ اور افضل کے مقابلہ میں خلاف اولیٰ کام کر گئے ہیں۔ وہ چوک اگرچہ آپ کی شان کے اعتبار سے قابل مواخذہ قرار پائی ہے لیکن یہ کہ بہر حال وہ درست تھی اور جائز تھی۔

### باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل بیدر

غزوة بدر کے آغاز میں اس ترجمہ الباب کی وجہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوة بدر کا آغاز کر رہے ہیں لیکن غزوة بدر کا آغاز تو اگلے باب ”باب قصۃ غزوة بدر“ سے ہوگا سوال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ یہاں کے بجائے غزوة بدر کے اختتام پر لانا چاہیے تھا۔ انہوں نے اس کو یہاں غزوة بدر سے پہلے کیوں ذکر کیا۔ اس ترجمہ کو پہلے لانے میں درحقیقت اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة بدر میں قتل کئے جانے والوں کا ذکر غزوة بدر کے پیش آنے سے پہلے کر دیا تھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں بہت ممتاز ہیں اس لیے انہوں نے ان کا ذکر پہلے کیا۔

یہ ہوا اس ترجمہ کا غزوة بدر سے متعلق ہونے کے باوجود غزوة بدر سے پہلے ذکر کرنے کا سبب، اس

کے بعد روایت ہے۔



۳۱۳۴ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ : حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ،  
 عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ  
 اللَّهُ عَنْهُ : حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ : كَانَ صَدِيقًا لِأُمِّيَّةَ بْنِ خَلْفٍ ، وَكَانَ أُمِّيَّةُ إِذَا  
 مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلَى سَعْدٍ ، وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلَى أُمِّيَّةَ ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا ، فَنَزَلَ عَلَى أُمِّيَّةَ بِمَكَّةَ ، فَقَالَ لِأُمِّيَّةَ : أَنْظِرِي لِي سَاعَةَ خَلْوَةٍ لَعَلِّي  
 أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ ، فَخَرَجَ بِهِ قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ ، فَلَقِيَهُمَا أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ : يَا أَبَا صَفْوَانَ ،  
 مَنْ هَذَا مَعَكَ ؟ فَقَالَ : هَذَا سَعْدٌ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو جَهْلٍ : أَلَا أَرَاكَ تَطُوفُ بِمَكَّةَ آمِنًا وَقَدَاوَيْتُمْ  
 الصُّبَاةَ ، وَزَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ تَنْصُرُونَهُمْ وَتُعِينُونَهُمْ ، أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّكَ مَعَ أَبِي صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ  
 إِلَى أَهْلِكَ سَالِمًا . قَالَ لَهُ سَعْدٌ . وَرَفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ : أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِي هَذَا لَأَمْنَعَنَّكَ مَا هُوَ  
 أَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ ، طَرِيقَكَ عَلَى الْمَدِينَةِ ، فَقَالَ لَهُ أُمِّيَّةُ : لَا تَرْفَعِ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلَى أَبِي الْحَكَمِ ،  
 سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي ، فَقَالَ سَعْدٌ : دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمِّيَّةُ ، فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ :  
 (إِنَّهُمْ قَانِلُوكَ) . قَالَ : بِمَكَّةَ ؟ قَالَ : لَا أَدْرِي ، فَفَزِعَ لِذَلِكَ أُمِّيَّةُ فَرَعَا شَدِيدًا ، فَلَمَّا رَجَعَ  
 أُمِّيَّةُ إِلَى أَهْلِهَا قَالَ : يَا أُمَّ صَفْوَانَ ، أَلَمْ تَرِي مَا قَالَ لِي سَعْدٌ ؟ قَالَتْ : وَمَا قَالَ لَكَ ؟ قَالَ :  
 زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ قَانِلِي ، فَقُلْتُ لَهُ : بِمَكَّةَ ، قَالَ : لَا أَدْرِي ، فَقَالَ أُمِّيَّةُ : وَاللَّهِ  
 لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرِ اسْتَفْرَأَ أَبُو جَهْلٍ النَّاسَ قَالَ : أَدْرِكُوا عَيْرَكُمْ ؟ فَكَّرَ  
 أُمِّيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ ، فَأَنَادَ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ : يَا أَبَا صَفْوَانَ ، إِنَّكَ مَتَى مَا يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَحَلَّفَتْ ،  
 وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي ، تَحَلَّفُوا مَعَكَ ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُو جَهْلٍ حَتَّى قَالَ : أَمَا إِذْ غَلَبْتَنِي ،  
 فَوَاللَّهِ لَا أَشْتَرِيَنَّ أَجُودَ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ ، ثُمَّ قَالَ أُمِّيَّةُ : يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِيَنِي ، فَقَالَتْ : لَهُ يَا أَبَا صَفْوَانَ ،  
 وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِيُّ ؟ قَالَ : لَا ، مَا أُرِيدُ أَنْ أَجُوزَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا ، فَلَمَّا  
 خَرَجَ أُمِّيَّةُ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَتْرَلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيرَهُ ، فَلَمْ يَزَلْ بِذَلِكَ ، حَتَّى قَتَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرِ .

حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا کہ وہ دوست تھے امیہ بن خلف کے ، ان کے درمیان زمانہ جاہلیت  
 سے دوستانہ تعلقات تھے ۔

وكان امیة اذا مر بالمدينة، نزل على سعد، وكان سعد اذا مر بمكة نزل على امیة

اور امیہ جب مدینہ سے گزرتا تھا یعنی بغرض تجارت جب شام کا سفر ہوتا اور مدینہ راستہ میں پڑتا تو اس کا قیام حضرت سعد بن معاذ کے یہاں ہوتا تھا اور حضرت سعد کا گزر جب مکہ سے ہوتا تھا مثلاً یہ کہ جب وہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے تھے تو امیہ کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

فلما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة، انطلق سعد معتمراً، فنزل على امية بمكة، فقال لامية: انظر لى ساعة خلوة، لعلى ان اطوف بالبيت  
 ”پس جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو سعد عمرہ کرنے کے لیے گئے اور مکہ میں امیہ کے یہاں ٹھہرے، حضرت سعد نے امیہ سے کہا میرے لیے کوئی خلوت کا وقت دیکھو کہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں“

فخرج به قريبا من نصف النهار، فلقيها ابو جهل

”تو امیہ حضرت سعد بن معاذ کو نصف النہار کے قریب لیکر گیا“ یہ وقت دھوپ کا ہوتا ہے گرمی شدید ہوتی ہے لوگ گھروں کے اندر ہوتے ہیں اس لیے امیہ نے یہ وقت مناسب سمجھا لیکن راتہ میں ابو جہل ان کو مل گیا۔

فقال: يا ابا صفوان، من هذا معك، فقال: هذا سعد، فقال له ابو جهل: الا اراك تطوف بمكة آما وقد آويتم الصباة، وزعمتم انكم تنصرونهم، وتعينونهم اما والله لولا انك مع ابى صفوان مارجعت الى اهلك سالماً

”تو ابو جہل نے کہا، اے ابو صفوان! یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ (ابو صفوان امیہ کی کنیت ہے) امیہ نے بتایا یہ سعد ہے تو حضرت سعد سے ابو جہل نے کہا کیا نہیں دیکھ رہا ہوں میں تمہیں کہ تم مکہ میں یوں بے فکری اور اطمینان کے ساتھ گھوم رہے ہو حالانکہ تم نے آباء دین سے منحرف ہونے والوں کو ٹھکانہ دیا ہے۔ (صباة: صابی کی جمع ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صابی اس شخص کو کہتے ہیں جو نجوم پرست ہوتا ہے اور ستاروں کی پرستش کرتا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ صابی اس کو کہا جاتا ہے جو ایک دین سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، چونکہ صحابہ کرام نے بت پرستی کا طریقہ چھوڑ کر اسلام کا طریقہ اختیار کیا تھا اس لیے ابو جہل نے ان کو ”صباة“ کہا۔) اور صرف یہ نہیں کہ ٹھکانہ دیا بلکہ تمہارا یہ کہنا بھی ہے کہ تم ان کی مدد کرو گے اور ان کی اعانت کرو گے۔ خدا کی قسم اگر تم ابو صفوان کے ساتھ نہ ہوتے اور وہ تمہیں پناہ نہ دیتے، تو تم خیریت سے اپنے گھر نہیں جا سکتے تھے۔“

فقال له سعد:- ورفع صوته عليه- اما والله لئن منعتنى هذا، لامنعنك ما هو اشد عليك منه،

طريقك على اهل المدينة

”تو حضرت سعد نے اس سے کہا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا (یعنی جتنے زور سے ابو جہل نے بات کہی تھی اس سے زیادہ زور سے حضرت سعد نے جواب دیا) خدا کی قسم اگر تم نے مجھے مکہ میں اطمینان سے گھومنے سے روکا تو میں ضرور بالضرور تم کو اس چیز سے روک دوں گا جو زیادہ دشوار اور زیادہ مشکل ہوگی تمہارے لیے اس سے، یعنی تمہارا راستہ جو اہل مدینہ سے گزر رہا ہے۔“

طریقک علی اهل المدینة منصوب ہے اور بدل واقع ہو رہا ہے ماہواشد علیک سے، اور ماہواشد علیک مفعول بہ ثانی ہے لامنعن کا، دوسری صورت یہ ہے کہ طریقک علی اهل المدینة کو آپ مرفوع پڑھیں اور مبتدا محذوف ”ہو“ کو قرار دیں۔

فقال له امیة: لا ترفع صوتک یا سعد علی ابی الحکم سید اهل الوادی،

”امیہ آخر کافر تھا اور ابو جہل کی رعایت اس کو مقصود تھی اس لیے امیہ نے حضرت سعد سے کہا آپ اپنی آواز سید اهل الوادی کے مقابلہ میں اونچی نہ کریں، یہ ادب کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ یہ اهل الوادی کا سرور ہے اس سے بات کرتے ہوئے آواز اونچی نہ ہونی چاہیے۔“

فقال سعد: دعنا عنک یا امیة

”سعد نے کہا: امیہ! ہمارے پاس سے ہٹو، خدا کی قسم میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور کے اصحاب تمہیں قتل کریں گے۔“

اب امیہ ابو جہل کے ادب و اکرام کی بات بھول گیا، اسے اپنی جان کی پڑگئی اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا، اس لیے فوراً پوچھتا ہے، قال: بمکة؟ مجھے مکہ میں قتل کریں گے، قال: لا ادری، حضرت سعد نے پتھر بے نیازی کا اظہار کیا اور فرمایا مجھے خبر نہیں۔ ففزع لذلك امیة فرعاشدیدا اس خبر سے امیہ بہت گھبرایا۔

امیہ جب اپنے گھر آیا تو کہا اے ام صفوان! تجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے سعد نے کیا کہا؟ بوی نے پوچھا، سعد نے آپ سے کیا کہا؟ کہا کہ سعد کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے کہ وہ حضرات (صحابہ) مجھے قتل کریں گے، میں نے جب پوچھا کہ مکہ میں قتل کریں گے تو اس نے لاعلمی ظاہر کی اس کے بعد امیہ نے کہا واللہ لا اخرج من مکة خدا کی قسم میں مکہ سے باہر نہ نکلوں گا اس لیے کہ مکہ اپنا وطن ہے اور وطن کے اندر حفاظت کے اسباب آسانی سے فراہم ہو جاتے ہیں۔ ویسے بھی مکہ حرم ہے اور حرم جانے امن ہے تو اس لیے اس نے سوچا کہ مکہ سے باہر جانا خطرات کو دعوت دینا ہے۔

چنانچہ جب بدر کا دن ہوا تو ابو جہل نے لشکر کی شکل میں لوگوں سے لکھنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کرو (تفصیل اس کی گزر چکی) امیہ نے نکلنا پسند نہیں کیا اسے خطرہ تھا کہ میں

اگر مکہ سے باہر جاؤں گا تو مارا جاؤں گا، ابو جہل نے آکر اس سے کہا اے ابو صفوان! جب لوگ تمہیں دیکھیں گے کہ تم پیچھے ہٹ گئے ہو اور لشکر میں ساتھ جانے کو تیار نہیں ہو حالانکہ تم اہل مکہ کے سردار ہو تو وہ بھی پیچھے ہٹیں گے، ابو جہل برابر اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ امیہ نے کہا کہ اب جبکہ تم میرے اوپر غالب آگئے ہو، خدا کی قسم میں اپنی سواری کے لیے مکہ کا بہترین اونٹ خریدوں گا (اور راستہ میں جب موقع ملے گا تو تیز رفتاری کے ساتھ واپس آ جاؤں گا)

پھر امیہ نے کہا اے ام صفوان (یہ امیہ کی بیوی ہے) میری تیاری مکمل کرو، بیوی نے کہا اے ابو صفوان! تم اپنے یثربی بھائی (حضرت سعدؓ) کی بات بھول گئے ہو، کہنے لگا، نہیں، وہ کہاں بھول سکتا ہوں، میں نے تو صرف ایک قریب جگہ تک جانے کا ارادہ کیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ دوسرے لوگ اس کو دیکھ کر متحلف نہ ہوں، جب لشکر روانہ ہو جانے گا تو امیہ کا خیال تھا کہ موقع پاتے ہی وہ واپس لوٹ آئے گا۔

فلما خرج امیہ اخذ لا ینزل منزلا الا عقل بعیرہ فلم یزل بذلک حتی قتله اللہ ببدر

”امیہ جب نکلا تو راستہ میں جس منزل پر بھی اترتا اپنے اونٹ کو باندھ لیا کرتا“ مطلب یہ ہے کہ جب کسی منزل میں قیام ہوتا تو دوسرے لوگ اپنے اونٹوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے تھے لیکن امیہ اپنے اونٹ کو باندھ لیا کرتا تاکہ موقع پا کر اونٹ پر سوار ہو اور مکہ واپس آجائے، امیہ سارے راستہ اسی طرح کرتا رہا مگر کامیاب نہ ہوا یہاں تک کہ اللہ نے اس کو بدر میں ہلاک کر ڈالا۔

## جنگ بدر میں امیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ

اس کے قتل کا واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور امیہ کے آپس میں تعلقات تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی خواہش تھی کہ امیہ قتل نہ ہو شاید اس کو بعد میں اسلام کی سعادت نصیب ہو جائے، اس وجہ سے حضرت عبدالرحمنؓ نے امیہ اور اس کے بیٹے کے ہاتھ کو پکڑ لیا، حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا اور نعرہ لگایا ”لانجوت ان نجامیۃ“ ”اگر امیہ بچ گیا تو میں زندہ نہیں رہوں گا“ اور انصار کو اس کی طرف متوجہ کیا چنانچہ انصار نے تعاقب کیا پہلے تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے امیہ بن خلف کے بیٹے کو ان کے سامنے کر دیا اس خیال سے کہ یہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہو گئے اور اتنی دیر میں امیہ کو لیکر نکل جاؤں گا، لیکن انصار نے بہت ہی جلدی امیہ کے بیٹے کا کام تمام کیا اور پھر امیہ کے تعاقب میں دوڑے، جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دیکھا کہ وہ دوبارہ آگئے ہیں اور اب کوئی جانے فرار نہیں ہے تو انہوں نے امیہ کو نیچے ٹاڈا دیا اور خود اس کے اوپر لیٹ گئے اور مقصد یہ تھا کہ مجھے اوپر دیکھ کر یہ لوگ اس خیال سے

کہ اگر ہم امیہ کو قتل کریں گے تو عبدالرحمن قتل نہ ہو جائے شاید اس کو چھوڑ دیں لیکن یہ حضرات اس جوش سے جو کفر کے مقابلہ میں ان کے دلوں میں موجود تھا مجبور تھے چنانچہ انہوں نے عبدالرحمنؓ کے اس طریقہ کو بھی ناکام بنا دیا اس لیے کہ امیہ کی لاش اچھی خاصی موٹی تھی، عبدالرحمنؓ جب اس کے اوپر لیٹ گئے تو اس کو قتل کرنا ان کے خیال میں اور زیادہ آسان ہو گیا اور اذیت ناک طریقہ سے اس کو قتل کیا اور وہ یہ کہ نیچے سے اس کو نیزے اور تلواریں ماریں اس میں حضرت عبدالرحمنؓ کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا لیکن بے دست و پا بنا کر امیہ بن خلف کو بھی انہوں نے جہنم رسید کیا (۱)

ترجمۃ الباب سے مناسبت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے قتل کی پیشین گوئی کی تھی ان میں امیہ بن خلف بھی داخل ہے اس لیے ترجمۃ الباب ”باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر“ کے ساتھ اس کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔

### ۳- باب : قِصَّةُ غَزْوَةِ بَدْرٍ .

امام بخاری رحمہ اللہ یہاں سے غزوة بدر ذکر کر رہے ہیں، غزوة بدر کی تفصیلات جو مذکور ہو چکی ہیں انہی تفصیلات کا اعادہ بخاری کی روایات اور بخاری کے ابواب کے ضمن میں ہوتا رہیگا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ”باب قصة غزوة بدر“ اور اس کے بعد آیت نقل کی ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ... الاية یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ وہ ترجمۃ الباب کے ساتھ اکثر آیات کا بھی ذکر کرتے ہیں، آیات کا ذکر ایک تو اس لیے کرتے ہیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آیت اس باب سے متعلق ہے اس باب میں اسی مضمون کا ذکر ہے جو آیت کے اندر بیان کیا گیا ہے اور دوسری ایک وجہ اور بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ امام بخاری اشارہ اس بات کی طرف کرتے ہیں کہ باب میں جتنی تفصیل بیان کی گئی ہے سب اس آیت سے ماخوذ ہیں یہ آیت ان تفصیل اور مسائل کا ماخذ اور منبع ہے۔ تو آیت کا تعلق بھی باب کے مضمون سے بتانا مقصود ہوتا ہے، اور یہ بھی بتانا ہوتا ہے کہ جو تفصیلات ہم پیش کر رہے ہیں وہ سب اس آیت سے ماخوذ ہیں۔ یہاں ارشاد ربانی ہے۔

(۱) و ذکر الواقدي: ان الذي ولي قتله خبيب بن اساف، قال ابن اسحاق: قتله رجل من بني نازر من الانصار، وقال ابن هشام: يقال اشترك فيه معاذ بن عفران، و خارجة بن زيد و خبيب المذكور... ويقال: قتله ليل و اما ابنه علي بن امية فقتله عمار۔ (وراجع فتح الباری: ۴/۲۸۳)

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «رَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ . إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُعِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ . بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا يُعِدِّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ . وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ . لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ» / آل عمران: ۱۲۳-۱۲۷ .

اور اللہ نے تمہاری مدد کی، بدر کی لڑائی میں جبکہ تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر کر سکو۔ جب آپ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارا رب آسمان سے اترنے والے تین ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیجے، ہاں! اگر تم صبر کرو اور بچتے رہے ہو اور وہ تم پر اسی دم آئے تو تمہارا رب نشان دار گھوڑوں پر پانچ ہزار فرشتے بھیجے گا اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے تسکین ہو اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے تاکہ بعض کافروں کو ہلاک کرے یا ان کو ذلیل کرے کہ وہ محروم ہو کر لوٹیں۔

وانتم اذلة یہاں اذلة کا لفظ کمزور کے معنی میں ہے یعنی اللہ نے تمہاری مدد کی اس حالت میں کہ تم کمزور تھے، تم ضعیف اور عاجز تھے اور تمہارے اندر مشرکین کے لشکر جبار کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، اذلة جو ”ذلیل“ کی جمع ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم حقیر اور خسیس تھے بلکہ اس کے معنی کمزور اور عاجز ہونے کے ہیں۔

### فائدہ

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ (۲) ”ہر مخلوق اللہ کے سامنے ذلیل ہے“ تو وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مخلوق اللہ کے سامنے کمزور ہے اللہ طاقت ور ہیں، مخلوق ضعیف ہے اور اللہ جل شانہ قوی ہیں، حضرت شاہ صاحب کے کلام کا یہ مطلب نہیں کہ مخلوق اللہ کے سامنے حقیر، دنی اور خسیس ہے، جس طرح کہ بعض حضرات نے اس سے یہ مطلب نکالا اور کہا کہ حضرت اسماعیل شہید نے اللہ کے سامنے ہر مخلوق کو ذلیل کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ مخلوق میں داخل ہیں اس لیے شاہ اسماعیل نے معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔

لیکن یہ الزام بالکل غلط اور بہتان ہے، اوپر عرض کیا گیا کہ آیت میں ”اذلّة“ کا لفظ کمزور اور ضعیف کے معنی میں ہے حقیر و خسیس کے معنی میں نہیں اسی طریقہ سے شاہ صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ ”ہر مخلوق اللہ کے سامنے ذلیل ہے“ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے سامنے مخلوق کمزور اور عاجز ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ مخلوق اللہ کے سامنے حقیر اور ذنی ہے۔

اذتقول للمؤمنین الن یکفیکم.... کے بارے میں اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق ولقد نصرکم اللہ بیدروانتم اذلة سے ہے اور امام بخاری کے عمل سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے اس لیے کہ وہ قصہ بدر بیان کر رہے ہیں۔ اور اس کے ضمن میں ”ولقد نصرکم اللہ“ کا ذکر کر رہے ہیں اور اذتقول للمؤمنین.... کو بھی امام بخاری نے غزوہ بدر میں بیان کیا لہذا معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک بھی اس آیت کا تعلق ولقد نصرکم اللہ.... سے ہے اور یہ آیت غزوہ بدر سے متعلق ہے۔ لیکن حضرت عکرمہ اور دوسرے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اذتقول للمؤمنین کا تعلق واذغدوت من اهلک تبوی للمؤمنین مقاعد للقتال سے ہے اور ”واذغدوت“ کی یہ آیت غزوہ احد سے متعلق ہے تو حضرت عکرمہ کے اس تفسیری قول کے لحاظ سے ”اذتقول للمؤمنین“ کا تعلق بھی پھر غزوہ احد سے ہوگا، غزوہ بدر سے نہیں ہوگا۔ (۳)

لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صنیع سے یہ ظاہر کر دیا کہ اس آیت کا تعلق غزوہ بدر سے ہے، اس کی تائید ابن ابی حاکم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے شعبی سے سند صحیح کے ساتھ نقل کی ہے (۴) کہ یوم بدر میں مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ جابر فہری مشرکین کی امداد کے لیے ایک لشکر لیکر آ رہا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تسلی اور اطمینان کے لیے یہ آیت اتاری، ابن ابی حاتم کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کا تعلق غزوہ بدر سے ہے۔

اس کے بعد یہاں ذکر ہے تین ہزار فرشتوں کا اور اس کے بعد پانچ ہزار فرشتوں کا ذکر ہے اور سورۃ انفال میں ایک ہزار فرشتوں کا ذکر ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ تین ہزار، پانچ ہزار اور ایک ہزار فرشتے آئے یا نہیں آئے؟

اس سلسلہ میں ایک بات تو یہی کہی گئی ہے کہ ایک ہزار بھی آئے اور اس کے بعد تین ہزار آئے اور اس کے بعد پھر پانچ ہزار آئے۔ حضرت قتادہ، حضرت ربیع بن انس سے یہی منقول ہے کہ پانچ ہزار تک

(۳) واما قوله: (اذتقول للمؤمنین) فاختلف فيها اهل التاویل، فمنهم من قال: هي متعلقة بقوله: (نصرکم) فعلى هذا هي في قصة بدر، وعليه عمل

المصنف، وهو قول الاكثر، ویدجزم الداودی، وقيل: هي متعلقة بقوله: (واذغدوت....) فعلى هذا هي متعلقة بغزوة احد، وهو قول عكرمة وطائفة۔

انظر فتح الباری: ۴/۲۸۵

(۴) فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۸۵

فرشتے آئے ہیں (۵) اور قاضی بیضاوی نے بھی یہی نقل کیا ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ پانچ ہزار کے آنے کی نوبت نہیں آئی ایک ہزار اور تین ہزار فرشتوں سے امداد کی گئی۔ (۶)

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ فرشتے تو احد میں بھی آئے تھے اور حنین میں بھی آئے تھے اور بدر میں بھی آئے لیکن بدر کی خصوصیت یہ ہے کہ بدر کے موقعہ پر فرشتوں نے قتال میں بھی شرکت کی۔ حنین کے اندر ان کا نزول صرف خیر و برکت کے لیے ہوا تھا اور احد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے قتال میں شرکت نہیں کی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آئے تھے۔

بہر حال چونکہ بدر کا واقعہ ہے اور اس کا ایک عظیم الشان جزء یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وہاں مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتوں کو بھیجا اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو ذکر فرمایا اور بتا دیا کہ بدر میں ملائکہ کے ذریعہ امداد ہوتی تھی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : فَوَرِهِمْ : غَضَبِهِمْ .

وَقَالَ وَحْشِيٌّ : قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بِنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ . [ر : ۳۸۴۴]

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «وَإِذْ يَبْعِدُكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهُمَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنْ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ» . الْآيَةَ / الْأَنْفَالُ : ۷ . الشُّوْكَةُ : الْحَدُّ .

۳۷۳۵ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عَقِيلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَمْ أَخْلَفْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ ، غَيْرَ أَبِي تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ ، وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا ، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرِيدِ عَيْرِ قُرَيْشٍ ، حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ . [ر : ۲۶۰۶]

وقال وحشي: قتل حمزة طعيمة بن عدى بن الخيار يوم بدر

یہاں طعیمہ بن عدی بن الخیار کا ذکر ہے لیکن یہ راوی کا وہم ہے صحیح ”طعیمہ بن عدی بن نوفل“

ہے۔ یہ حضرت وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں، یہاں امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت حمزہ کو غزوہ احد میں وحشی نے کیوں قتل کیا؟ اس لیے کہ حضرت حمزہ نے طعیمہ بن عدی کو بدر میں قتل کر دیا تھا، طعیمہ کے ورثاء نے جنگ احد کے موقعہ پر حضرت وحشی کو لالچ دیا کہ اگر تم حضرت حمزہ کو



قتل کر دو تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے تو انہوں نے اپنی آزادی کے لالچ میں غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ کو قتل کیا۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ آگے آئے گا۔ یہاں تو صرف اس مناسبت سے ذکر کر رہے ہیں کہ حضرت حمزہؓ نے طعمیمہ کو بدر میں قتل کر دیا تھا، چونکہ ذکر بدر کا ہے اور یہ جزء بھی حضرت حمزہؓ کے طعمیمہ کو قتل کرنے کا بدر ہی میں پیش آیا اس لیے اس کو یہاں بیان کر دیا۔

آگے اس کے بعد دوسری آیت ہے ”واذیعدکم اللہ احدی الطائفین.... الآیة امام بخاری بتا رہے ہیں کہ اللہ کا یہ وعدہ بھی بدر ہی کے بارے میں ہے اس کے بعد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔

لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة غزاها الا فی غزوة تبوک، غیر انی تخلفت

عن غزوة بدر

”یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی غزوة میں جس میں آپ نے شرکت فرمائی ہو پیچھے نہیں رہا سوائے غزوة تبوک کے، مگر میں غزوة بدر میں بھی متخلف ہوا۔“  
تو ایک تو ان کا تخلف غزوة بدر سے ہے اور ایک ان کا تخلف غزوة تبوک سے ہے ان دو غزوات کے علاوہ تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ شریک ہوئے۔

## ایک نکتہ

یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ”الافی غزوة تبوک و غزوة بدر“ کیوں نہیں کہا ”الا“ حرف استثناء کے بعد غزوة تبوک کے ساتھ غزوة بدر کو بھی بیان کر دیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ”الافی غزوة تبوک“ سے غزوة تبوک کا استثناء علیحدہ کیا ہے اور ”غیر انی تخلفت فی غزوة بدر“ سے لفظ ”غیر“ لاکر غزوة بدر کے تخلف کو علیحدہ بیان کیا ہے۔  
اس کی وجہ یہ ہے کہ تخلف تو غزوة تبوک میں بھی ہوا اور غزوة بدر میں بھی ہوا لیکن دونوں کا تخلف ایک طرح کا نہیں تھا، ”غیر انی تخلفت فی غزوة بدر“ میں لفظ غیر لاکر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غزوة تبوک کے تخلف سے غزوة بدر کا تخلف مختلف تھا اور یہ اس لیے مختلف تھا کہ غزوة بدر میں متخلفین پر کوئی عتاب نہیں ہوا، غزوة بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قتال و جہاد کے ارادے سے نکلے ہی نہیں تھے وہاں تو قافلہ قریش کا تعاقب کرنا مقصود تھا اس لیے جو گیا اس کے لیے فضیلت ہے اور جو نہیں گیا تو اس پر کوئی نکیر نہیں ہوئی۔ برخلاف غزوة تبوک کے کہ غزوة تبوک میں تخلف کی اجازت نہیں تھی وہاں جو لوگ پیچھے رہے ان پر عتاب ہوا۔ اس لیے روایت میں ”الافی غزوة تبوک“ کو علیحدہ بیان کیا اور ”غیر انی تخلفت

فی غزوة بدر“ کو علیحدہ بیان کیا۔ (۷)

ولم يعاتب احد تخلف عنها، انما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد غير قریش، حتى جمع

الله بينهم وبين عدوهم على غير ميعاد

غزوة بدر سے جو لوگ مختلف ہوئے ان پر عتاب نہیں کیا گیا، حضرت کعب نے وجہ اس کی یہ بتائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تو قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب کا تھا یہاں تک اللہ نے بغیر کسی اندازے کے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو جمع کر دیا۔

اس تجارتی قافلہ میں کل تیس آدمی تھے، بعض روایات میں ہے کہ کل چالیس آدمی تھے اور بعض میں ساٹھ آدمیوں کا ذکر ہے، اس قافلہ میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان تھا۔ (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس یا چالیس یا ساٹھ آدمیوں کے تعاقب کا ارادہ کیا تھا تو ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی جماعت تین سو تیرہ کافی تھی اس لیے وہاں اگر کوئی مختلف تھا تو اس پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس غزوة تبوک میں آپ بہت بڑے دشمن کے مقابلہ کی نیت سے لکے تھے، وہاں آپ نے نفیر عام کا اعلان کیا تھا اور سوائے معذورین کے کسی کو تخلف کی اجازت نہیں تھی، حضرت کعب بن مالک بدر میں مختلف تھے تو کوئی عتاب نہیں ہوا لیکن غزوة تبوک میں جب انہوں نے تخلف اختیار کیا تو ان پر سخت قسم کا عتاب ہوا جس کا ذکر آگے غزوة تبوک کے اندر آئے گا۔

### شبلی نعمانی مرحوم کی غلط فہمی

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شبلی نعمانی مرحوم نے جو کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدامی جنگ نہیں لڑی ہے اور اسلام میں اقدامی جہاد نہیں ہے ان کا یہ کہنا غلط ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قریش کے قافلہ کا جو ارادہ کیا یہ آپ کی طرف سے اقدام ہی تو تھا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غزوة بدر میں قریش کے لشکر (جو مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے مکہ سے روانہ ہوا تھا) کے دفاع کا ارادہ کیا تھا۔ (۹)

(۷) دیکھیے فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۸۶

(۸) دیکھیے فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۸۶

(۹) شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی مشہور کتاب ”سیرة النبی“ میں مستقل عنوان ”غزوة بدر پر دوبارہ نظر“ قائم کر کے یہ بات ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اس غزوة کا مقصد قریش کے جنگی قافلہ کا مقابلہ تھا، کاروان تجارت پر حملہ اس کا مقصد نہیں تھا... دیکھیے سیرة النبی ج: ۱- ص: ۲۰۲

لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے، قریش کے لشکر کے روانہ ہونیکا تو اس وقت وہم و گمان بھی نہیں تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلہ تجارت کے تعاقب کا ارادہ کیا۔ روایت میں یہی ہے کہ ”انما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید غیر قریش“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قریش کے لشکر کے دفاع کے لیے آپ نہیں لکے تھے آپ تو قافلہ تجارت کا تعاقب کرنے کے لیے لکے تھے اور یہ آپ کی طرف سے اقدام تھا، آگے روایت میں ہے ”حتی جمع اللہ بینہم و بین عدوہم علی غیر ميعاد“ مسلمانوں کے لئے لکتے وقت وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ قریش کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوگی۔ لہذا یہ کہنا کہ بدر میں مسلمان قریش کا حملہ روکنے اور اپنے دفاع کے لیے لکے تھے صحیح نہیں اور اس روایت کے بالکل خلاف ہے۔

#### ۴ - باب : قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

وَإِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ . وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبِكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ . إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ لَكِي قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِدِ الْأَقْدَامِ . إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأَلْتِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبَ فَأَضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَأَضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ . ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ، / الأنفال : ۹ - ۱۳ / .

”اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے (اپنی قلت اور کفار کی کثرت دیکھ کر) پھر اس نے تمہاری بات سن لی کہ میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار پہنچیں گے اور اللہ نے یہ صرف مسلمانوں کی خوشی اور اطمینان قلب کے لیے کیا اور فتح و نصرت تو صرف اللہ کے پاس ہے، بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے، اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر اونٹھ کو طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چمن دینے کے لیے اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دل مضبوط کرے اور تمہارے پاؤں جمادے، یاد کرو جب اللہ فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو ایمان والوں کو جمائے رکھو، میں کافروں کے دلوں میں رعب و ڈالوں گا سو تم کافروں کی گردنیں مارو اور ان کے پور پور کو مارو، اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول سے دشمنی کی ہے اور جو اللہ اور اللہ کے رسول سے دشمنی کریگا اللہ (اس کو) سخت سزا دینے والا ہے“

① ”اذتستغيثون ربكم“ کی ترکیب کے بارے میں ایک بات تو یہ کہی گئی ہے کہ واذيعدكم الله

احدی الطائفین سے بدل ہے (۱۰)

❶ دوسری بات یہ کہ کئی گئی ہے کہ ”لیحق الحق ویبطل الباطل“ میں ”لیحق الحق“ سے اس کا

تعلق ہے۔ (۱۱)

❷ اور تیسری بات یہ کہ کئی گئی ہے کہ ”اذکروا“ محذوف سے متعلق ہے۔ (۱۲)

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ کفار کا اتنا بڑا لشکر ہے اور ہماری تعداد ان کے مقابلہ میں بہت کم ہے

تو وہ کہ رہے تھے، ”رب انصرنا علی عدوک، یاغیاث المستغیثین اغثنا“ (۱۳) مسلمانوں کی اس درخواست پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

## مردفین کے معنی

”مردفین“ کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ مؤمنین کے بعد آئینگے، آگے مؤمنین ہوں گے اور پیچھے سے

وہ بھی آجائینگے اور دوسرے معنی ایک یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے آئینگے۔ (۱۴)

## ایک شبہ اور اس کا جواب

یہاں یہ شبہ کسی کو ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو ایک فرشتے کے ذریعہ سے بھی مسلمانوں کی مدد کر سکتے تھے یہ ایک ہزار، تین ہزار اور پانچ ہزار کے عدد کی کیا ضرورت تھی؟ ایک ہی فرشتہ کو اتنی بڑی طاقت دی گئی ہے کہ وہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کا چشم زدن میں خاتمہ کر سکتا ہے۔

تو آپ کہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو تو یہ بھی قدرت حاصل ہے کہ بغیر فرشتے کے ”کن فیکون“ کے ذریعہ سے وہ کافروں کا خاتمہ کر دے لیکن چونکہ ابلیس خود سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کا لشکر بنو مدینہ کے مردوں کی شکل میں کفار کی مدد کے لیے آیا تھا (۱۵) تو اس کے مقابلہ کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کے لشکر کو بھیج دیا۔ ایک تو ابلیس کو دبوذ جواب کے طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کے اطمینان اور ان کی خوشخبری کے لیے ملائکہ کا یہ لشکر بھیجا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس دنیا کے معاملات کو اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا کی عادت کے مطابق کرتے ہیں اور دنیا میں عادت یہی ہے کہ ایک آدمی کے ذریعہ سے مدد

(۱۰) عمدۃ القاری ج ۱۷ - ص ۷۹ (۱۱) عمدۃ القاری ج ۱۷ - ص ۷۹

(۱۲) تفسیر کشاف ج ۲ - ص ۱۹۹ (۱۳) عمدۃ القاری ج ۱۷ - ص ۷۹

(۱۴) عمدۃ القاری ج ۱۷ - ص ۷۹ (۱۵) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۲ - ص ۲۱۷

نہیں لی جاتی بلکہ سکک جو بھیجی جاتی ہے وہ لشکر کی شکل میں بھیجی جاتی ہے تو اس واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرشتوں کی سکک لشکر کی شکل میں بھیجی۔

بدر میں نزول ملائکہ کے فوائد

① فرشتوں کی جو آمد ہوئی ہے اس سے ایک تو خیر و برکت ہوئی اور اس خیر و برکت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔

② دوسری بات یہ ہوئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان فرشتوں کو مامور کیا کہ وہ مسلمانوں کے دل میں استقامت کا جذبہ پیدا کریں، ثابت قدمی کا جذبہ پیدا کریں کیونکہ فرشتوں کو اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ اچھے خیالات دلوں میں ڈالتے ہیں۔

③ تیسرا فائدہ ان ملائکہ کی آمد سے یہ بھی تھا کہ کفار کے دلوں میں رعب پیدا کیا جائے، چنانچہ فرشتوں کی آمد سے کفار کے دلوں میں رعب پیدا ہوا۔

④ چوتھا فائدہ فرشتوں کی آمد سے یہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو باقاعدہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرنیکا حکم دیا۔

وینزل علیکم من السماء ماء لیطہرکم بہ

یہاں آیت میں بارش کے نازل ہونیکا ذکر ہے پہلے عرض کیا گیا تھا کہ کفار نے آکر بدر کے میدان میں پہلے اچھی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمان بعد میں پہنچے تھے تو اس لیے مسلمانوں کو اچھی جگہ نہیں ملی تھی، پانی کا جو علاقہ تھا وہ ان کے ہاتھ میں تھا مسلمانوں کے پاس پانی بھی نہیں تھا اور مسلمانوں کے علاقے میں ریت بھی زیادہ تھی جس میں پاؤں زمین کے اندر دھنستے تھے تو اس واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی جس کی وجہ سے زمین میں وہ ریت دب گئی اور مسلمانوں کو اس پر قدم جمانا آسان اور سہل ہو گیا اور اس کے ساتھ پانی بھی مسلمانوں کو وافر مقدار میں مل گیا۔

بہر حال ان امور کا ان آیات کے اندر ذکر ہے جو تمام کے تمام غزوة بدر سے متعلق ہیں۔

۳۷۳۶ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ مُخَارِقٍ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ :

سَمِعْتُ أَبْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ : شَهِدْتُ مِنْ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا ، لِأَنَّ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ

إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ ، أَنِّي النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ : لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ

مُوسَى : اَذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا ، وَرُكِنَا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ .  
فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَشْرَقَ وَجْهَهُ وَسَرَّهُ . يَعْنِي : قَوْلُهُ . [ ۴۳۳۳ ]

۳۷۳۷ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ،  
عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عَهْدَكَ  
وَوَعْدَكَ ، اللَّهُمَّ إِن شِئْتَ لَمْ تُعْبِدْ . فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ ، فَقَالَ : حَسْبُكَ ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ :  
سَيِّئُ الْجَمْعِ وَيُؤَلُّونَ الدُّبْرَ . [ ر : ۲۷۵۸ ]

حدثنا ابو نعیم حدثنا اسرائیل عن مخارق....

یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے ، وہ کہتے ہیں میں نے مقدار بن اسود کو پایا ایسے مقام  
میں کہ اس مقام والا ہونا میرے لیے زیادہ محبوب ہوتا ہر اس چیز سے جو اس کے مقابلہ میں لائی جائے۔  
مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت مجھے دی جائے تو اس کے مقابلہ میں اس کو  
میں پسند کرتا ہوں کہ جو مقام حضرت مقدار بن اسودؓ کو حاصل ہوا وہ مجھے حاصل ہوتا اس تقریر کی وجہ سے جو  
انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی تھی کہ ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی  
قوم نے کہا تھا ” اذہب انت وربک فقاتلا “ اس کی پوری تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

حدثنی محمد بن عبد اللہ بن حوشب....

اس باب میں دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و  
سلم کی اس دعا کا ذکر ہے جو آپ نے یوم بدر میں کی ، اس دعا میں مختلف مروی الفاظ کی تفصیل بھی گزر چکی  
ہے۔

### ۵۔ باب۔

۳۷۳۸ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ :  
أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ : أَنَّهُ سَمِعَ مِقْسَمًا ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ ، يُحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ :  
أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ : «لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ» . عَنْ بَدْرٍ ، وَالْخَارِجُونَ إِلَى بَدْرٍ . [ ۲۴۳۱۹ ]

### باب بلا ترجمہ کی وجوہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا ذکر کیا ہے ترجمہ موجود نہیں ہے ایسا اکثر پیش آتا ہے اس کی

مختلف تاویلیں کیجاتی ہیں۔

① یہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ باب ”کالفصل من الباب السابق“ ہے چونکہ یہ باب سابق کی فصل ہے لہذا ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے، باب سابق میں ملائکہ کی شرکت کا بیان تھا اور اس باب میں ان مجاہدین کا ذکر ہے جن کا تعلق انسانوں کے گروہ سے ہے اور بدر میں انہوں نے شرکت کی تھی تو مجاہدین بدر ہی کا ذکر باب اول میں بھی ہے اور مجاہدین بدر ہی کا ذکر اس باب میں بھی ہے بس اتنی بات ہے کہ وہاں مجاہد ملائکہ ہیں اور یہاں مجاہد انسان ہیں اس لیے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

② دوسری ایک صورت ایسے مواقع میں یہ بھی ہوا کرتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ الہند نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری کئی مرتبہ شاگردوں کا امتحان بھی لیتے ہیں چنانچہ باب کا ذکر کرتے ہیں ترجمہ کا ذکر نہیں کرتے اس سے ”تشحیذافان“ یعنی ذہن تیز کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ہم تو ترجمے لگا ہی رہے ہیں اور تمہیں تراجم کے اسلوب اور انداز سے واقف بنا ہی رہے ہیں اب تم بتاؤ کہ تمہیں کتنی واقفیت ہوئی ہے، اس باب

میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ”لا یستوی القاعدون....“ امام بخاری بیان کر رہے ہیں اب آپ دیکھ لیجئے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ بدر میں گئے ہیں ان میں اور جو نہیں گئے ہیں ان میں بڑا فرق ہے تو آپ یہاں یہ ترجمہ لگا سکتے ہیں۔ ”کم من فرق بین البدریین وغیرہم“ یا ”باب فرق المراتب بین البدریین وغیرہم“ بدریین اور غیر بدریین کے درمیان بڑا فرق ہے کہ بدریین کا درجہ بلند ہے اور غیر بدریین کا درجہ ان کے برابر نہیں ہے چنانچہ صحابہؓ کی جماعت میں تو یہ بات مسلم تھی کہ بدریین کا درجہ بڑا ہے، اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ سوال کیا تھا کہ آپ کے یہاں بدریین اور غیر بدریین میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے فرمایا بدریین افضل ہیں غیر بدریین سے تو جبریل نے کہا کہ ہمارے ہاں آسمان پر بھی جو فرشتے بدر میں شریک ہوئے تھے وہ باقی فرشتوں کے مقابلہ میں افضل شمار کئے جاتے ہیں۔ (۱۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیت ”لا یستوی القاعدون“ بدریین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو لوگ بدر میں نہیں گئے ان سے اور جو لوگ گئے ہیں ان کے درجے برابر نہیں ہیں۔

حضرت گنگوہیؒ کی رائے

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ”لامع“ اور ”الکوکب الدری“ میں فرمایا ہے کہ یہ آیت صرف

بدرین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ عام ہے عام ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں جائیں گے ان کا درجہ بڑا ہوگا۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو جہاد میں شرکت نہیں کریں گے، پھر اس حکم عام کے تحت بدرین بھی داخل ہیں کہ جو بدر میں گئے ان کا درجہ بلند اور جو نہیں گئے ان کا درجہ جانے والوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ (۱۷) حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بحر محیط اور علامہ عینی سے ”کوکب“ کے حاشیہ میں اس کی تائید بھی نقل کی ہے۔ (۱۸) حافظ ابن حجر نے ابن التین سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت عام ہے صرف بدرین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی البتہ بدرین اس کے حکم عام میں شامل اور داخل ہیں۔ (۱۹) اور ابوالسعود نے مقاتل سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۰) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے بارے میں یہ نازل نہیں ہوئی ہے۔

### حضرت شیخ الحدیث کی رائے

اب رہا یہ کہ یہ عام ہے اور بدرین اس میں داخل ہیں یا یہ کہ یہ صرف بدرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت بدرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حدیث میں ”لا یستوی القاعدون عن بدر“ سے حضرت ابن عباسؓ کی یہی مراد ہے۔

① اولاً تو اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے عمل سے اس کی تائید معلوم ہو رہی ہے کیونکہ انہوں نے غزوہ بدر میں اس کو ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

② اس کے بعد شیخ الحدیث نے ایک بات یہ بھی کہی کہ اس آیت کی تاریخ نزول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ غزوہ تبوک کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لہذا تاریخ نزول کا اگر اعتبار کیا جائے تو اس سے بھی غزوہ بدر کی تائید ہوگی غزوہ تبوک کی تائید نہیں ہوگی چونکہ اس آیت کا نزول اسی زمانے میں ہوا ہے جب غزوہ بدر پیش آیا ہے۔

③ تیسری بات حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ایک اور بیان کی ہے کہ ترمذی میں حجاج بن محمد کی روایت ہے اس میں فرمایا گیا کہ ”لما نزلت غزوہ بدر قال عبداللہ بن جحش وابن ام مکتوم: انا عمیان

(۱۷) دیکھیے لایع الدراری ج: ۸ - ص: ۲۵۰

(۱۸) دیکھیے تعلیقات لایع الدراری از شیخ الحدیث مولانا زکریا ج: ۸ - ص: ۲۵۰

(۱۹) دیکھیے فتح الباری جلد: ۸ - ص: ۲۱۲

(۲۰) دیکھیے تعلیقات لایع الدراری ج: ۸ - ص: ۲۵۰



یا رسول اللہ، فهل لنا رخصة، فنزلت: لا يستوی القاعدون... الخ (۲۱)“

ترمذی کی اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت عبد اللہ بن جحش اور عبد اللہ بن ام مکتوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے دونوں حضرات نابینا تھے انہوں نے کہا کہ ”هل لنا من رخصة؟“ کیا ہمیں رخصت ملے گی کہ اس میں شرکت نہ کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ترمذی کی اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت بدر میں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۲)

### ۶ - باب : عِدَّةُ أَصْحَابِ بَدْرٍ .

۳۷۴۲/۳۷۳۹ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ : اسْتَصْفِرْتُ أَنَا وَأَبْنُ عُمَرَ .

حَدَّثَنِي مَخْمُودٌ : حَدَّثَنَا وَهْبٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ : اسْتَصْفِرْتُ أَنَا وَأَبْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ يَوْمَ بَدْرٍ نِيفًا عَلَى سِتِّينَ ، وَالْأَنْصَارُ نِيفًا وَكُرَيْبِينَ وَمَاتَيْنِ .

(۳۷۴۰) : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا : أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوتَ ، الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهْرَ ، بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثِمِائَةٍ . قَالَ الْبَرَاءُ : لَا وَاللَّهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهْرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ .

(۳۷۴۱) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ : كُنَّا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَتَحَدَّثُ : أَنَّ عِدَّةَ أَصْحَابِ بَدْرٍ عَلَى عِدَّةِ أَصْحَابِ طَالُوتَ ، الَّذِينَ جَاوَزُوا مَعَهُ النَّهْرَ ، وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ ، بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثِمِائَةٍ .

(۲۱) الحدیث اخرجہ الترمذی فی کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النساء رقم الحدیث: ۳۰۳۲

(۲۲) چنانچہ حضرت شیخ الحدیث لکھتے ہیں:

وعند ابن مقاتل انها نزلت في غزوة تبوك، وهذا ذكره ابو السعود ورد عليه اذ قال: قال ابن عباس رضي الله عنهما: هم القاعدون عن بدر والخارجون اليها، وهو الظاهر الموافق لتاريخ النزول، لا ما روى عن مقاتل... فانه لا يوافق التاريخ، والاوجه عند هذا المبد الضعيف: ان مراد ابن عباس رضي الله عنهما من قوله: عن بدر: ان الآية نزلت في غزوة بدر، واليه اشار البخاري عندي بذكر هذا الباب في قصة غزوة بدر، وقال الحافظ في التفسير: الحدیث اخرجہ الترمذی من طریق حجاج بن محمد عن ابن جریج بهذا مثله وزاد: لما نزلت غزوة بدر قال عبد اللہ بن جحش وابن مکتوم الاعمیان: یا رسول اللہ هل لنا رخصة، فنزلت ”لا يستوی القاعدون“ الآية (انظر تعليقات لامع الدراری ج ۸ - ص: ۲۵۰ - ۲۵۱)

(۳۷۴۲) : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ،

عَنِ الْبَرَاءِ .

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ . عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :  
كُنَّا نَتَحَدَّثُ : أَنَّ أَصْحَابَ بَدْرِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَبِضْعَةَ عَشَرَ ، بَعْدَهُ أَصْحَابِ طَالُوتَ ، الَّذِينَ جَاوَزُوا  
مَعَهُ النَّهْرَ ، وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ .

حدیثنا مسلم بن ابراہیم حدیثنا شعبہ....

❶ اس باب میں پہلی روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے وہ کہتے ہیں مجھے اور ابن عمر کو صغیر  
قرار دیدیا گیا اس کے بعد ”تحويل“ ہے اور امام بخاری اپنی دوسری سند بیان کر رہے ہیں ”وحدیثی محمود“  
سے۔ وہاں پھر حضرت براء رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے اور ابن عمر کو یوم بدر میں صغیر قرار  
دیدیا گیا اور مہاجرین اس دن ساٹھ سے اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس سے اوپر تھے۔

حدیثنا عمرو بن خالد حدیثنا زہیر....

❷ اس کے بعد پھر حضرت عمرو بن خالد کی روایت امام بخاری نقل کر رہے ہیں، اس میں بھی  
حضرت براء راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جو بدر میں شامل اور شریک  
ہوئے تھے مجھ سے بیان کیا کہ بدر میں ”اصحاب طالوت“ کی تعداد کے برابر تھے جنہوں نے طالوت کے ساتھ  
نہر کو عبور کیا تھا اور وہ تین سو دس اور کچھ اوپر تھے یعنی تین سو تیرہ تھے، حضرت براء فرماتے ہیں ”لا والله  
ما جاوز معه النهر الا مؤمن“ بخدا.... یہاں ”لا“ تاکید قسم کے لیے لایا گیا ہے.... طالوت کے ساتھ صرف وہ  
لوگ نہر پار کر کے گئے تھے جو ایمان والے تھے۔

حدیثی عبد اللہ بن رجاء حدیثنا اسرائیل....

❸ اس کے بعد تیسری روایت اس باب میں عبد اللہ بن رجاء کی ہے، حضرت براء فرماتے ہیں ہم  
اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے اصحاب کی  
تعداد کے برابر ہے جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف اہل ایمان ہی نے  
نہر کو عبور کیا تھا جو تین سو دس سے کچھ اوپر تھے۔

حدیثی عبد اللہ بن ابی شیبہ....

❹ اس کے بعد ایک اور روایت آئی، عبد اللہ بن ابی شیبہ کی، یہاں بھی حضرت براء راوی ہیں،  
فرماتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ اصحاب بدر تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور ان کے ساتھ صرف

ایمان والوں نے نہر کو عبور کیا تھا۔

اصحاب بدر کی تعداد میں اختلاف روایات اور ان میں تطبیق

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں تین سو تیرہ ۲۱۲ آدمی تھے۔

② بعض روایات میں تین سو چودہ ۲۱۴ کا ذکر ہے۔

③ بعض روایات میں تین سو پندرہ ۲۱۵ کا ذکر ہے۔

④ اور بعض روایات میں تین سو انیس ۲۱۹ کا ذکر ہے۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایک اس صحابی کو جو گنتی کے وقت موجود نہیں تھے لیکن دور

سے ایک اونٹ پر آتے ہوئے نظر آئے تھے شمار نہ کیا جائے تو تعداد تین سو تیرہ ۲۱۲ بنتی ہے۔ اور اگر اس

صحابی کو شمار کیا جائے تو پھر تعداد تین سو چودہ ۲۱۴ بنتی ہے۔ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی

شمار کیا جائے تو تعداد تین سو پندرہ ۲۱۵ بنتی ہے۔ اور اگر ان چار صحابہ کو جو صغیر السن تھے اور ان کو جہاد کی

اجازت نہیں تھی لیکن وہ ساتھ تھے ان کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد تین سو انیس ۲۱۹ بنتی ہے۔ (۲۳)

ان چار صغیر السن صحابہ میں ایک حضرت انسؓ تھے ایک حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے، ایک حضرت جابرؓ

تھے اور ایک حضرت براء بن عازبؓ تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایات نقل کی ہیں ان میں اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر

بتائی گئی ہے، اصحاب طالوت کی تعداد تین سو تیرہ تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے تین سو

تیرہ کے عدد کا اعتبار کیا ہے۔

ان میں ساٹھ ۶۰ سے اوپر مہاجرین تھے اور دو سو چالیس ۲۴۰ سے اوپر انصار تھے، ساٹھ اور دو سو

چالیس تین سو ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ یوں کہیں کہ چھیاسٹھ ۶۶ مہاجرین تھے اور دو سو سیٹالیس ۲۴۷ انصار

تھے تو تین سو تیرہ کا عدد پورا ہو جاتا ہے اور مؤرخین اور اصحاب السیر نے چھیاسٹھ اور دو سو سیٹالیس کا عدد

نقل کیا ہے۔

(۲۳) وفي الفتح: ۶/۲۹۱۔ كان اهل بدر ثلاثمائة وثلاثة عشر وعن ابي ايوب الانصاري قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى بدر فقال لاصحابه:

تعدوا فوجدوهم ثلاثمائة واربعه عشر رجلا، ثم قال لهم: تعدوا فتعدوا امرتين، فاقبل رجل على بكر له ضعيف وهم يتعادون فمست العدة

ثلاثمائة وخمسة عشر، وروى البيهقي عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بدر ومعه ثلاثمائة وخمسة

عشر، وهذه الرواية لانفاي التي قبلها لاحتمال ان تكون الاولى لم يعد النبي صلى الله عليه وسلم ولا الرجل الذي اتى آخرا، واما الرواية التي فيها:

وتسعة عشر فيحتمل انه ضم اليهم من استصغروا ولم يؤذن له في القتال يومئذ كالبراء وابن عمر وكذلك انس.... والله اعلم

## اصحاب بدر اور اصحاب طالوت میں مطابقت

یہاں اصحاب بدر کی تعداد کو اصحاب طانوت کی تعداد کے مطابق بتایا ہے ، تعداد میں تو موافقت ہے ہی اور بھی کئی وجوہ سے ان دونوں جماعتوں میں مطابقت ہے ۔

① ایک مطابقت یہ ہے کہ جس طرح طالوت کے اصحاب میں ”فئۃ قلیۃ“ (چھوٹی جماعت) کو ”فئۃ کثیرۃ“ پر غالب کیا گیا اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ بھی ”فئۃ قلیۃ“ کا مصداق اور ان کا دشمن فئۃ کثیرۃ کا مصداق تھا۔

② جیسے یہاں اصحاب بدر کو ایمان کے اندر کامل اور اکمل قرار دیا گیا ہے اسی طرح اصحاب طالوت کو بھی کمال ایمان کے ساتھ موصوف قرار دیا گیا ہے ۔

③ جیسے یہاں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی نصرت اور اللہ کی امداد پر بھروسہ کیا اسی طرح وہاں اصحاب طالوت نے بھی اللہ کی نصرت اور اللہ کی امداد پر بھروسہ کیا تھا۔  
نشا یہ ہے کہ مختلف وجوہ سے واقعہ بدر کے درمیان اور اصحاب طالوت کے واقعہ کے درمیان مشابہت الّا جاتی ہے ۔

## لفظ ”نیف“ کی تحقیق

”کان المهاجرون یوم بدر نیفاعلی ستین“ یہ لفظ ”نیف“ بھی ہے اور ”نیف“ (تشدیداً) بھی ہے ۔ نیف بضع کے وزن پر ہے اور بضع کا اطلاق جس طرح تین سے لیکر نو پر ہوتا ہے اسی طرح نیف کا اطلاق بھی تین سے لیکر نو پر ہوتا ہے ۔

روایت میں فرمایا گیا ”ولم یجاوز معہ الامؤمن بضعة عشر وثلاث مائة“ اس میں یہاں ”بضع“ کا لفظ تین کے لیے استعمال ہوا ہے یعنی ”ثلثة عشر وثلاث مائة“ تین سو تیرہ کی تعداد مراد ہے ۔

گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین سو چودہ اور تین سو پندرہ اور تین سو انیس کی روایات کے مقابلہ میں تین سو تیرہ کی روایت کو ترجیح دی ہے اور یہی زیادہ مشہور بھی ہے ۔

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ آٹھ صحابیؓ وہ ہیں جو بدری شمار کئے گئے ہیں اگرچہ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی ان کے نام گزر چکے ہیں ۔

۷ - باب : دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُفَّارِ قُرَيْشٍ :  
شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيدَ وَأَبِي جَهْلٍ بِنِ هِشَامٍ ، وَهَلَاكِهِمْ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار قریش یعنی شیبہ ، عتبہ ، ولید اور ابو جہل بن ہشام کے لیے بددعا اور ان کی ہلاکت کا بیان“

۳۷۴۳ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : اسْتَجَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ ، فَدَعَا عَلَى نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ : عَلِيَّ شَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ ، وَالْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ ، وَأَبِي جَهْلٍ بِنِ هِشَامٍ . فَاشْهَدُ بِاللَّهِ ، لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرَغِي ، قَدْ غَبِرَتْهُمُ الشَّمْسُ ، وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا . [ ر : ۲۳۷ ]

روایت باب حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور قریش کی ایک جماعت کے لیے بددعا کی جس میں شیبہ بن ربیعہ ، ولید بن عتبہ ، اور ابو جہل بن ہشام شامل تھے ، آپ نے فرمایا سنو! میں اللہ کو گواہ بنا کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے بدر کے دن ان سب کو پتھر اُڑا دیکھا ، دھوپ نے ان کے بسموں کو متغیر کر دیا تھا یعنی ان کے جسم پر بھول گئے تھے۔ پکنٹے لگے تھے ، ان کے جسم سے بو آنے لگی تھی اور وہ دن گرمی والا دن تھا۔

### غزوہ بدر سے حدیث باب کی مناسبت

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو بدر میں ذکر کیا ہے حالانکہ یہ واقعہ بدر کا نہیں ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فناء کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے ، جب نماز پڑھتے ہوئے آپ سجدہ میں گئے تو سجدہ کی حالت میں آپ کی پشت مبارک پر عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی بچہ دانی لاکر رکھ دی تھی ، ظاہر ہے کہ اس سے آپ کی نماز میں خلل آیا تو آپ نے بددعا فرمائی ”اللہم علیک بشیبۃ بن ربیعۃ، اللہم علیک بعتبۃ، اللہم علیک بالولید، اللہم علیک بابی جہل“ بدر کا واقعہ ہجرت کے بعد پیش آیا ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کے نتیجہ میں ان کی ہلاکت بدر میں واقع ہوئی اور اس دعا کا اثر بدر میں ظاہر ہوا۔

## ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ آپ تو رحمتہ للعالمین ہیں اور آپ نے تو اپنے دشمنوں کے لیے ہمیشہ دعا ہی کی ہے ”اللہم اهد قومی فانہم لا یعلمون“ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ میرے مرتبہ کو پہچانتی نہیں۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ تبدیلی کیسے آئی۔ تو اس کے متعلق ہمارے استاذ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ بھائی! بات اصل میں یہ ہے کہ جب کسی چیز کو اس کے فطری تقاضے سے روک دیا جاتا ہے تو اس کے اندر ہیجان پیدا ہوتا ہے یہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ریل چلتی ہے اور انجن سے چلتی ہے، انجن سے کس طرح چلتی ہے؟ اتنی وزنی اور اتنی بھاری ریل اور انجن اس کو لیکر جاتا ہے اور اس قدر تیزی سے لیکر جاتا ہے کہ ساڑھے سات سو میل کا کراچی سے لاہور کا سفر اٹھارہ گھنٹے میں طے کر دیتا ہے۔ تو آپ کہیں گے کہ صاحب! ریل کے انجن میں اسٹیم پیدا ہوتی ہے اور وہ اسٹیم اس انجن کو اور ریل کو کھینچ کر لے جاتی ہے، اسٹیم کیا ہے؟ تو مولانا نے فرمایا کہ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ پانی کو ایک ظرف میں بھر دیا جاتا ہے اور اس کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے، آگ جلانے سے پانی گرم ہوتا ہے اور اس پانی کی گرمی سے بھاپ پیدا ہوتی ہے اس بھاپ کی فطرت ہے کہ آپ اس کو آزاد چھوڑ دیں تاکہ وہ فضا میں تحلیل ہو جائے۔ لیکن آپ یہ کرتے ہیں کہ اس پیدا ہونے والی بھاپ کو بند کر دیتے ہیں اور وہ ایک انتہائی لطیف شے ہے جس کی وجہ سے اس کے اندر اس قدر طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سینکڑوں ہزاروں ٹن وزن کی ریل کو لیکر سرپٹ دوڑتی ہے، یہی مثال کار اور بس کی بھی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ چونکہ نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں آپ کے اور آپ کے رب کے درمیان جو ربط اور تعلق پیدا ہوتا ہے ان مشرکین کی اس حرکت سے اس تعلق کے اندر اور اس فطری عمل کے اندر خلل واقع ہوا تو آپ کے فطری عمل میں خلل ڈالنے اور آپ کو آپ کی فطرت کے خلاف مجبور کر دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو آپ کی عام عادت تھی (اور وہ یہ کہ آپ اپنی قوم کے تکلیف دینے پر بھی ان کے لیے ہدایت کی دعا کیا کرتے تھے) اس کے برخلاف آپ نے یہاں ان لوگوں کے حق میں بددعا کی جو اس حرکت میں شامل تھے اور آپ نے اللہ کے ساتھ اس تعلق و ربط کے اندر خلل کو برداشت نہیں کیا۔ اور چونکہ یہ بددعا آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوئی تھی اور ایسی بے بسی کے عالم میں تھی کہ آپ کے لیے اس سے زیادہ بے بسی اور مجبوری کی کیا کیفیت ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔

ایک تو آپ کی طرف دعا کا منسوب ہونا ہی کافی تھا اور پھر مظلومیت کی انتہائی حالت میں اس دعا کا

آپ کی زبان مبارک سے صادر ہونا قبولیت کا مزید سبب بن گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن جن لوگوں کے نام آپ نے لیے تھے ان میں سے ہر ایک کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفر کردار تک پہنچایا۔

### ۸ - باب : قتل ابی جہل .

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابوذر کے نسخہ میں یہ باب موجود نہیں ہے ، دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔ اور اگر اس طرف نظر کی جائے کہ اس باب میں ابو جہل کے قتل کے علاوہ دوسرے لوگوں کا ذکر بھی موجود ہے تو مناسب یہ ہے کہ یہ باب نہ ہو کیونکہ اس باب کی حدیثوں میں صرف قتل ابو جہل ہی مذکور نہیں ہے بلکہ دوسروں کا بھی ذکر ہے۔ مگر علامہ عینی نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ بعض نسخوں میں اس باب کا ترجمہ اس طرح قائم کیا گیا ہے ، ”باب قتل ابی جہل وغیرہ“ یعنی ابو جہل کے بعد ”وغیرہ“ کا لفظ موجود ہے تو ابو جہل کے قتل کے علاوہ دوسروں کا جو ذکر آیا ہے وہ ”وغیرہ“ کے تحت شامل ہو سکتا ہے لہذا ترجمہ میں لفظ ”وغیرہ“ کو دیکھ کر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب ہونا چاہیے۔ (۲)

علامہ عینی نے جو بات فرمائی ہے وہ درست ہے لیکن ناکافی ہے اس لیے کہ باب کے اندر بے شک بعض روایات اس طرح کی ہیں کہ جن میں ابو جہل کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قتل کا ذکر ہے جیسے عتبہ ، شیبہ وغیرہ کے قتل کا ذکر آیا ہے یقیناً ان کو لفظ ”وغیرہ“ کے تحت شامل کیا جاسکتا ہے۔

لیکن ایک روایت آئی ہے حضرت زبیر بن العوام کے سلسلہ کی ، اس روایت میں کسی کے بھی قتل کا ذکر نہیں ، تو اس روایت کی مناسبت ترجمہ الباب سے کس طرح ہوگی؟ علامہ عینی ترجمہ الباب سے اس کی مناسبت کے متعلق یہ کہہ کر گزر گئے ہیں کہ اس روایت میں حضرت زبیر بن العوام کے غزوہ بدر میں شرکت کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس کی مطابقت ترجمہ سے ہوگئی۔ (۳) لیکن علامہ عینی کا یہ مناسبت بیان کر دینا کافی نہیں اس لئے حضرت زبیر کے غزوہ بدر میں شرکت کو بیان کرنے سے ”باب قتل ابی جہل وغیرہ“ کے ساتھ مناسبت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس روایت میں نہ ابو جہل کے قتل کا ذکر ہے اور نہ غیر ابو جہل کے قتل کا ذکر ہے لہذا صرف یہ کہہ دینا کہ اس میں حضرت زبیر کی غزوہ بدر میں شرکت ثابت ہو رہی ہے

(۱) دیکھئے عمدۃ القاری ج: ۱۴ - ص: ۸۵

(۲) ایضاً... نیز حافظ لکھتے ہیں: تثبت هذه الترجمة للاكثر، وسقطت لابی ذر... وثبتها وجدادنا تعلق لحدیث باب عمدة اهل بدر (فتح الباری ج: ۴ - ص: ۲۹۳)

(۳) پانچ علامہ عینی اس روایت کی مطابقت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”مطابقتہ للترجمة ظاهرة، فانہ یصرح بحضور الزبیر بن العوام وقعة بدر فیدخل فی العدة۔ (عمدة القاری: ۹۰/۱۴)۔“

لہذا باب سے مناسبت ہوگئی یہ بات کافی نہیں۔ (۴) حافظ صاحب نے تو معاملہ بالکل گول مول کر دیا ہے انہوں نے مطابقت کے سلسلہ میں کوئی تسلی بخش بات نہیں کہی اور ہمارے دیگر شراح بخاری نے بھی اس روایت کی ترجمہ الباب سے مطابقت کی بحث ذکر نہیں کی، نہ ”لامع“ میں اس کا ذکر ہے اور نہ فیض الباری میں اس کا کوئی ذکر ہے جبکہ مطابقت کا مسئلہ اہم ہے۔

ترجمہ الباب اور اس کی تمام روایات میں مطابقت کی عمدہ توجیہ

اس سلسلہ میں ایک بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ ”باب قتل ابی جہل وغیرہ“ میں ”وغیرہ“ کی ضمیر کو ابو جہل کی طرف نہ لوٹایا جائے (جیسا کہ علامہ عینی نے ضمیر اس کی طرف لوٹائی ہے) بلکہ اس ضمیر کو ”قتل“ کی طرف لوٹایا جائے تو اب مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا۔

اب باب کا مطلب یہ ہوگا کہ اس باب میں ابو جہل کے قتل کا ذکر ہے اور قتل ابو جہل کے علاوہ بدر کی دوسری چیزوں کا بھی ذکر ہے لہذا اب حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی روایت کی مناسبت کے سلسلہ میں کوئی اشکال نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس روایت میں اگرچہ ابو جہل یا غیر ابو جہل کے قتل کا ذکر نہیں ہے لیکن یہ روایت بہر حال غزوہ بدر سے متعلق ہے اور اس میں حضرت زبیر کی غزوہ بدر میں شرکت کا بیان ہے اور نیز اس صورت میں باب کی دوسری روایتوں کی مطابقت بھی ترجمہ الباب کے ساتھ آسانی سے ہو جائے گی۔

### جنگ بدر میں ابو جہل کے قتل کا واقعہ

اس باب کی ابتدائی روایتوں میں ابو جہل کے قتل کو بیان کیا گیا ہے، اس واقعہ کی تفصیل حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن میدان جنگ میں کھڑا تھا اور انصار کے دو نوخیز لڑکے میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے، مجھے خیال آیا کہ ان دو لڑکوں کے درمیان اگر کسی نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے غیر محفوظ سمجھ کر حملہ آور ہوگا اس لیے مجھے خطرہ ہوا، میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ چچا! آپ ابو جہل کو جانتے ہیں، میں نے کہا، ہاں میں پہچانتا ہوں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس لیے میں نے عہد کیا ہے کہ جب وہ مجھے نظر آنے لگا تو ”یموت“

(۴) لیکن جیسا کہ علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ ابوذر کے لہجہ میں یہ باب موجود نہیں ہے دوسرے لہجوں میں موجود ہے تو اگر ابوذر والے لہجہ کا اعتبار کیا جائے تو علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت درست ہوگی کیونکہ ”باب عدۃ اہل بدر“ سے اس روایت کی مناسبت ظاہر ہے اور ابوذر کے لہجہ میں یہ روایت اور اس باب کی دیگر تمام روایات ”باب عدۃ اہل بدر“ ہی کے تحت ہیں۔



الاعجل منا“ ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے لکھی ہوئی ہے وہ مرجائے گا یا میں مرجاؤں گا یا اس کو مار ڈالوں گا۔ ابھی ایک نے اپنی بات ختم کی تھی کہ دوسرے نے مجھ سے ابو جہل کے بارے میں پوچھا اس نے بھی وہی بات کہی کہ ابو جہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سب و شتم کرتا ہے لہذا میں نے عہد کیا ہے کہ میرا سایہ اس کے سایہ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوگا جب تک میں اس کا رگم تمام نہ کر دوں۔ حضرت عبدالرحمان کہتے ہیں ان دونوں لڑکوں کی باتیں سن کر مجھے اپنے پہلے خیال پر ندامت ہوئی۔ اتنے میں ابو جہل نظر آگیا، میں نے ان بچوں کو اشارہ کیا کہ ابو جہل وہ ہے تو جس طرح باز اور شگمہ کبوتر پر حملہ آور ہوتا ہے اسی طرح یہ دونوں بچے ابو جہل پر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے ابو جہل کو زخمی کر کے گھوڑے سے گرا دیا۔ ان دونوں بچوں میں سے ایک کا نام معاذ اور دوسرے کا نام معوذ تھا اور یہ دونوں حضرت عفراء انصاریہ رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے تھے۔ (۵) یہ بخاری کی کتاب المغازی کی روایت ہے اور بخاری کی کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ ابو جہل کو قتل کرنے میں حضرت معاذ بن عمرو بن جموح پیش پیش تھے۔ (۶)

حافظ ابن حجر نے فیصلہ کیا ہے کہ عفراء کے دونوں بیٹے معاذ اور معوذ بھی قتل میں شریک تھے اور معاذ بن عمرو بن جموح بھی اس میں شریک تھے۔ حافظ ابن حجر کا کہنا یہ ہے کہ ابو جہل کے قتل میں زیادہ حصہ معاذ بن عمرو کا ہے اور اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کا سلب معاذ بن عمرو بن جموح کو عطا فرمایا۔ (۷)

معاذ بن حارث پر ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے تلوار سے وار کیا، ان کا ہاتھ اس وار سے کٹ گیا، ہاتھ کا صرف ایک تسمہ بدن کے ساتھ جڑا رہا اور باقی ہاتھ بیکار ہو کر ٹکٹا رہا، سارا دن حضرت معاذ اسی کیفیت میں کفار کے ساتھ جنگ کرتے رہے اور شام کو جب درد و تکلیف زیادہ محسوس ہونے لگی تو انہوں نے اس ہاتھ کو زمین پر رکھا اور اوپر سے پاؤں رکھ کر اس کو بدن سے بالکل جدا کر دیا، یہ اس کے بعد ایک مدت تک زندہ رہے البتہ ان کے بھائی معوذ غزوہ بدر ہی میں شہید ہو گئے۔

جنگ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ دیکھو ابو جہل کا کیا بنا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے، عجیب انتخاب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ لیلۃ الجن میں جب آپ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا تھا، میرے ساتھ وہ آدمی چلے جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر نہ ہو، حضرت عبداللہ

(۵) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الجہاد، ابواب فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب: رقم الحدیث ۳۱۴۱

(۶) ایضاً

(۷) دیکھیے، فتح الباری: ۲۳۸/۶۔ کتاب فرض الخمس، وفتح الباری: ۲۹۶/۶

بن مسعودؓ کھڑے ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ لیا، گویا آپ نے تصدیق کی کہ ان میں ذرہ برابر تکبر نہیں۔ (۸) تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہاں ابو جہل کا سر کاٹنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انتخاب کیا اس لیے کہ ان میں ذرہ برابر کبر نہیں تھا اور ابو جہل مجسمہ کبر تھا اللہ کی حکمت بالغہ کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ اس تکبر و غرور کے پتلے کی روح لکھنے کا سامان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے ہو جو تواضع اور انکساری کا پیکر تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے، ابو جہل کے سینہ پر چڑھ گئے اور کہا اخزاک اللہ یا عدو اللہ ”اللہ کے دشمن! اللہ نے تجھے ذلیل کر دیا۔“ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا، اس وقت ابو جہل نے کہا میرا سر ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ جب سروں کی قطار لگائی جائے تو سردار کا سر اونچا نظر آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر کاٹ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور کہا ”ہذا رأس عدو اللہ“ آپ نے دیکھ کر فرمایا یہ واقعی ابو جہل کا سر ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، بخدا یہ ابو جہل ہی کا سر ہے تو آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی اعز الاسلام و اہلہ ”شکر ہے اللہ کا جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت و بلندی عطا فرمائی“۔ (۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس موقع پر یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ! اس بد بخت نے مجھ سے مرتے ہوئے یہ بات بھی کہی تھی کہ ”محمد کو پیغام دینا کہ میرے دل میں تمہارے لیے جو بغض و عداوت موجود تھی اس وقت اس میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری امت کا فرعون تھا اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے فرعون سے کفر میں زیادہ شدید تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والا فرعون جب مرنے لگا تو اس وقت اس نے کلمہ پڑھنے کی کوشش کی تھی اور یہ جب مرا تو اپنی شدت کفر کا اظہار کر کے مرا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس کی گردن کاٹی تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلوار عبداللہ بن مسعودؓ کو دی۔ (۱۰)

۳۷۴۴ : حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : أَخْبَرَنَا قَيْسٌ ، عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ أَتَى أَبَا جَهْلٍ وَبِهِ رَمَقٌ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ : هَلْ أَعْمَدُ مِنْ  
رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ .

(۸) سیرة مصطفیٰ: ۱۰۰/۲۔ بحوالہ بنیہ شرح ہدایہ للحافظ العینی: ۲۸۶/۱

(۹) عمدۃ القاری: ۸۶/۱۷

(۱۰) دیکھیے السیرة الخلیفۃ: ۱۷۳/۲

۳۷۴۵ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ

قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ .  
وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَنْهُ  
قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ) . فَأَنْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ  
أَبْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ . قَالَ : أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ ؟ قَالَ : فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ ، قَالَ : وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ  
قَتَلْتُمُوهُ ، أَوْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ . قَالَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ .

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ  
أَنَّ اللَّهَ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ) . فَأَنْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ  
فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ : أَنْتَ ، أَبَا جَهْلٍ ؟ قَالَ : وَهَلْ فَوْقَ  
رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ ؟ أَوْ قَالَ : قَتَلْتُمُوهُ .

حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنَّى : أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ : أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : نَحْوَهُ .  
[۳۷۹۵]

۳۷۴۶ : حَدَّثَنَا عَمِيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : كَتَبْتُ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الْمَاجِشُونِ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ  
إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ : فِي بَدْرٍ - يَعْنِي - حَدِيثَ أَبِي عَفْرَاءَ . [ر : ۲۹۷۲]

اب ذرا روایتیں دیکھ لیجئے ، اس باب کے شروع کی روایتوں میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ  
حضرت عبداللہ بن مسعود نے ابو جہل کو میدان جنگ میں زمین پر پڑا ہوا پایا تو وہ اس کے سینہ پر چڑھ گئے  
اور ابو جہل سے کہنے لگے ، انت ابو جہل

هل اعمد من رجل قتلتموه / هل فوق رجل قتلتموه کے دو مطلب

ابو جہل نے کہا هل اعمد من رجل قتلتموه یا کہا هل فوق رجل قتلتموه

① اس جملہ کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اس میں ابو جہل اپنے تکبر کا اظہار کر رہا ہے کہ کیا اس آدمی  
سے زیادہ پسندیدہ کوئی آدمی ہے جس کو تم نے قتل کیا؟ کیا اس آدمی سے اعلیٰ اور فائق کوئی آدمی ہے جس

(۱۱) "واعمد: افعل التفضيل من عمد اي هلك، يقال: عمد البعير يعمد عمدًا بالتحريك اذا ورم سنامه من عض الفتيب.... ويكسى بذلك عن

الهلاك وقيل: معنى اعمد: اعجب، وقيل: بمعنى اغضب. (فتح الباری: ۴/۲۹۳-)

کو تم نے قتل کیا یعنی اس سے زیادہ پسندیدہ اور اس سے زیادہ فائق کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے۔

① مگر علامہ عینی، حافظ ابن حجر، علامہ نووی اور ابو عبیدہ وغیرہ نے اس کا ایک اور مطلب بھی بیان کیا کہ ابو جہل کے اس قول کا مقصد یہ ہے کہ میرا قتل کر دینا اس سے زیادہ نہیں کہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا لہذا اس میں نہ تمہارے لیے کوئی فخر کی بات ہے اور نہ میرے لیے کوئی عار کی بات (۱۲) حافظ ابن حجر نے اس معنی کی تائید میں طبرانی کی عمرو بن میمون کی ایک روایت بھی نقل کی ہے، اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جب ابو جہل کے سینہ پر چڑھ گئے تو انہوں نے کہا ”ای عدو اللہ، قداخزاک اللہ“ اے اللہ کے دشمن! اللہ! نے تجھے رسوا کر دیا تو ابو جہل نے جواب میں کہا کہ، ”وبما اخزانی من رجل قتله قومہ“ حافظ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل یہ کہنا چاہتا ہے کہ تمہارے لیے میرے قتل میں کوئی کمال نہیں اور میرے لیے اس میں کوئی عار کی بات نہیں جس سے میری رسوائی ہو کیونکہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا، یہ کوئی رسوائی کی بات نہیں یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ (۱۳)

بہر حال ان تمام حضرات نے ”هل اعمد من رجل قتلتموه“ میں استفہام انکاری مراد لیکر یہ مطلب نکالا ہے کہ اس میں ابو جہل اپنے تکبر اور فخر کی بات نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنی رسوائی اور ذلت کا دفاع کر رہا ہے۔ واللہ اعلم

یہاں باب کی تیسری حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ”انت ابا جہل“ آیا ہے اور بعض نسخوں میں ”انت ابو جہل“ آیا ہے۔

حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ یہ ”انت ابو جہل“ حضرت انس کی روایت میں بعض راویوں کی طرف سے اصلاح ہے، ان راویوں نے جب دیکھا کہ ”انت ابا جہل“ قاعدہ کے خلاف ہے تو انہوں نے حضرت انس کی روایت میں تصحیح کی اور ”ابا جہل“ کو ”ابو جہل“ بنا دیا کیونکہ اسمائے ستہ مکبرہ حالت رفعی میں الف کے ساتھ نہیں بلکہ واو کے ساتھ آتے ہیں۔ لیکن حافظ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی روایت میں معتبر اور معتد یہی ہے کہ ”ابا جہل“ الف کے ساتھ پڑھا جائے اور بعض راویوں نے اپنی طرف سے جو اصلاح کی ہے وہ درست نہیں۔ حافظ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ایک تو غزوہ بدر کے آخر میں روایت آئے گی وہاں ”انت ابا جہل“ موجود ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی سلیمان تیمی نے تصریح

(۱۲) چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں: ”هل اعمد من رجل ای: هل اعجب من رجل قتلہ قومہ یعنی: لیس قتلکم لی الا قتل رجل قتلہ قومہ لایزید علی

ذک ولا هو فخر لکم ولا عار علی۔ (عمدة القاری: ۸۵/۱۷)۔

(۱۳) فتح الباری: ۲۹۲/۷

کی ہے کہ حضرت انسؓ نے اس کا تلفظ ”انت ابا جہل“ الف کے ساتھ کیا تھا، نیز یحییٰ بن سعید قطان نے بھی اس کا تلفظ الف کے ساتھ کیا ہے۔ لہذا جب ان دو حضرات نے تلفظ ”ابا جہل“ الف کے ساتھ کیا ہے تو پھر بعد کے راویوں کی اپنی طرف سے اصلاح کیے درست تسلیم کی جاسکتی ہے اس لیے صحیح بات ہے، ہے کہ یہ لفظ ”انت ابا جہل“ الف کے ساتھ ہے (۱۳) تو اب سوال ہوگا کہ پھر نحوی قاعدے کے لحاظ سے اس کی توجیہ کیا ہوگی تو اس کے متعلق کئی توجیہات کی گئی ہیں۔

① ایک تو یہ کہ ”انت“ مبتدا ہے اور ”مقتول“ خبر محذوف ہے اور ”ابا جہل“ منادی ہے یعنی

”انت مقتول یا ابا جہل“ (۱۵)

② علامہ عینی نے اس کی توجیہ کی ہے ”انت تکون ابا جہل“ (۱۶)

③ داودی نے ایک اور بات کہی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابو جہل

کی تحقیر اور تذلیل کے لیے بجائے صحیح ”ابو جہل“ مرفوع پڑھنے کے اس کو قصداً بگاڑ کر ”انت ابا جہل“ منصوب کر کے پڑھا۔ (۱۷)

④ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اصل میں بعض قبائل عرب اسمائے ستہ مکبرہ کو حالت رفعی،

حالت نصبی اور حالت جری تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہ ان قبائل کی لغت کے مطابق ہے۔ (۱۸)

۳۷۴۷ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ :

حَدَّثَنَا أَبُو مِجَلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : أَنَا أَوَّلُ

مَنْ يَجُثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ : وَفِيهِمْ أَنْزَلَتْ :

«هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . قَالَ : هُمُ الَّذِينَ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ : حَمْرَةَ وَعَلِيٌّ وَعَبِيدَةُ ،

أَوْ أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْحَارِثِ ، وَشَيْبَةَ بْنُ رَبِيعَةَ وَعَتَبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُبَةَ . [ ۳۷۴۹ ، ۴۴۶۷ ]

۳۷۴۸ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجَلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ

أَبْنِ عُبَادٍ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَزَلَتْ : «هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» .

فِي سِتَّةٍ مِنْ قُرَيْشٍ : عَلِيٌّ وَحَمْرَةَ وَعَبِيدَةُ بْنُ الْحَارِثِ ، وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعَتَبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ

(۱۳) دیکھیے فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۹۵- (۱۵) فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۹۵- (۱۶) عمدۃ القاری ج: ۱۷- ص: ۸۵

(۱۷) فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۹۵- (۱۸) فتح الباری ج: ۷- ص: ۲۹۵

ابن عتبہ . [ ۳۷۵۰ ، ۳۷۵۱ ، ۴۴۶۶ ]

۳۷۴۹ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَعْقُوبَ ، كَانَ يَنْزِلُ فِي بَيْتِي ضَيْعَةً ، وَهُوَ مَوْلَى لِبْنِي سَدُوسَ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ ، عَنْ أَبِي مِجَلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ ! قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : « هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ » .

[ ر : ۳۷۴۷ ]

۳۷۵۱/۳۷۵۰ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنَا وَكَيْعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجَلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ : سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُقْسِمُ : لَنَزَلَتْ هُوَ لِآيَاتِ الْآيَاتِ ، فِي هُوَ لِآيَاتِ الرَّهْطِ السَّتَةِ يَوْمَ بَدْرٍ ، نَحْوَهُ .

(۳۷۵۱) : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرِيِّ : حَدَّثَنَا هُثَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجَلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسْمًا : إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ : « هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ » . نَزَلَتْ فِي الَّذِينَ بَرَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ : حَمْرَةَ وَعَلِيَّ وَعُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ ، وَعَنْبَةَ وَشَيْبَةَ ابْنَيْ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عْتَبَةَ . [ ر : ۳۷۴۸ ]

۳۷۵۲ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورِ السَّلُولِيِّ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُونُسَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ : سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ ، وَأَنَا أَسْمَعُ ، قَالَ : أَشْهَدُ عَلِيٌّ بَدْرًا ؟ قَالَ : بَارَزَ وَظَاهَرَ .

حدثنی محمد بن عبد اللہ الرقاشی قال حدثنا معتمر

یہ روایت حضرت علیؑ کی ہے ، وہ فرماتے ہیں۔

انا اول من یجشو بین یدی الرحمن للخصومة یوم القیمة

”میں پہلا آدمی ہوں گا جو قیامت کے دن رحمان کے سامنے فیصلہ کے لیے بیٹھے گا۔“ اور قیس بن عباد نے فرمایا کہ انہیں حضرات کے بارے میں آیت نازل ہوئی، ”ہذان خصمان اختصموا فی ربہم“ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے یوم بدر میں مقابلہ و مبارزہ کیا، مسلمانوں کی جانب سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ تھے اور کفار کی جانب سے شیہ، عقبہ اور ولید تھے۔

انا اول من یجشو کے معنی

یجشو کے معنی ہیں ”من یقع علی الرکتین للخصومة“ حافظ ابن حجر نے یہاں ایک قید لگادی

ہے کہ یہ مجاہدین کے اعتبار سے ”اول من یجشو“ فرمایا ہے اس لیے کہ اسلام کا سب سے پہلا مجاہدین کا دستہ جس نے کفار کو قتل کیا وہ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کا دستہ ہے تو ”انا اول من یجشو“ انہوں نے اس اعتبار سے فرمایا ہے۔ (۱۹)

”انا اول من یجشو للخصومة“ میں خصومت سے کیا مراد ہے؟ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ خصومت سے مراد یہ ہے کہ مشرکین قیامت کے دن کہیں گے کہ انہوں نے ہمیں ظلماً قتل کیا اور یہ حضرات اس کے مقابلہ میں یہ ثابت کریں گے کہ ہم نے ان کو ظلماً قتل نہیں کیا بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اعلاء اسلام کے لیے انہیں قتل کیا تھا۔ (۲۰) حضرت گنگوہیؒ نے یہ توجیہ اس لیے کی کہ خصومت میں تکلم ضروری ہے جب تک کلام من الجانبین نہ ہو تو خصومت کیسے ہوگی؟ اس لیے انہوں نے فرمایا کہ اہل کفر کا کلام یہ ہوگا کہ ہم ظلماً قتل کئے گئے اور اہل اسلام کا کلام یہ ہوگا کہ ہم قتل کرنے میں حق بجانب تھے۔ (۲۱)

### کون کس کا مقابل تھا؟

جنگ بدر کی ابتدا میں تین آدمی مسلمانوں کی طرف سے اور تین آدمی کافروں کی طرف سے لکے تھے جن کا اس حدیث میں ذکر ہے البتہ اس روایت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کون کس کا مقابل تھا، ابن اسحاق اور ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت عبیدہ، عتبہ کے مقابلہ میں، حضرت حمزہ، شیبہ کے مقابلہ میں اور حضرت علیؓ، ولید کے مقابلہ میں لکے تھے، لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبیدہؓ، شیبہ کے مقابلے میں تھے اور حضرت حمزہؓ، عتبہ کے مقابلہ میں تھے بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کا ولید کے مقابلہ میں ہوا متفق علیہ ہے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ، عتبہ کے مقابلہ میں تھے چنانچہ حافظ نے ابو داؤد سے حارثہ بن نصر کے طریق سے اس کے ثبوت میں روایت نقل کی ہے۔ (۲۲) لہذا یہ بات متفق علیہ تو نہ رہی البتہ معقول یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ولید کے مقابلہ میں ہوں کیونکہ یہ دونوں نوجوان تھے اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کے مقابلہ میں عتبہ اور شیبہ ہوں اس لیے کہ یہ زیادہ عمر والے تھے، زیادہ عمر والوں کا زیادہ عمر والوں کے ساتھ اور نوجوان کا نوجوان کے ساتھ مقابلہ معقول نظر آتا ہے۔ (۲۱)

ہذان خصمان.... یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی

یہاں بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان چھ حضرات کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ

(۱۹) فتح الباری: ۲۹۷/۷ (۲۰) لایع الدراری: ۲۵۳/۸ (۲۱) تعلیقات لایع الدراری: ۲۵۳/۸ (۲۲) فتح الباری: ۲۹۸/۷ (۲۳) ایضاً

صاحب جمل نے ایک روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان محاصمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۳) اور علامہ قسطلانی نے بھی حضرت قتادہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے تو بخاری کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور صاحب جمل اور قسطلانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے مجادلے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۵)

① مجاہد نے کہا ہے کہ اصل میں اس آیت میں مثال بیان کی گئی ہے مومن اور کافر کی کہ مومن اللہ کے دین کی سرپابندی چاہتا ہے اور اسی کے لیے لڑتا جھگڑتا ہے اور کافر اللہ کے نور اور دین کو مٹانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیت کی یہ توجیہ زیادہ اچھی ہے کیونکہ اس صورت میں یہ اہل بدر پر بھی منطبق ہو جاتی ہے اور اہل اسلام اور اہل کتاب کے اس مذاکرے پر بھی منطبق ہو جاتی ہے۔ (۲۶)

② اور آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ آیت اہل بدر کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہو اور اہل اسلام اور اہل کتاب کے درمیان مذاکرے کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہو کہ جس زمانہ میں بدر کا واقعہ پیش آیا اہل کتاب اور اہل اسلام کا مناظرہ بھی اسی زمانہ میں ہوا ہو تو کسی نے اس کو بدر کی طرف منسوب کر دیا اور کسی نے اہل اسلام اور اہل کتاب کے درمیان مجادلے اور مناظرے کی طرف منسوب کر دیا۔

کیا مبارزہ بالقتال جائز ہے

اس روایت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ مبارزہ بالقتال جائز ہے، حسن بصریؒ مبارزہ بالقتال کو ناجائز کہتے ہیں۔

امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام احمد اور امام اسحاق کہتے ہیں کہ مبارزہ باذن الامام جائز ہے اور اس کے بغیر جائز نہیں۔ (۲۷)

یہاں حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ اور حضرت علیؓ نے مبارزہ بالقتال کیا ہے اس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

(۲۳) لایح الدراری: ۸ / ۲۵۳

(۲۵) لایح الدراری: ۸ / ۲۵۳

(۲۶) لایح الدراری: ۸ / ۲۵۳

(۲۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، المغنی لابن قدامة: ۹ / ۱۷۶



۳۷۵۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ الْمَاجِشُونِ ، عَنْ صَالِحِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : كَاتَبْتُ أُمِّيَةَ بْنَ خَلْفٍ ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَذَكَرَ قَتْلَهُ وَقَتْلَ أَبِيهِ ، فَقَالَ بِلَالٌ : لَا تَجُوتُ إِنْ نَجَا أُمِّيَةُ .

[ر : ۲۱۷۹]

اس روایت میں امیہ بن خلف کے قتل کا واقعہ ہے اس کی تفصیل گزر گئی ہے ۔

۳۷۵۴ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّهُ قَرَأَ وَالنَّجْمَ فَسَجَدَ بِهَا ، وَسَجَدَ مِنْ مَعَهُ ، غَيْرَ أَنْ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ ، فَقَالَ : يَكْفِينِي هَذَا ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا . [ر : ۱۰۱۷]

اس روایت میں شیخ سے (جس نے سجدہ نہیں کیا اور بعد میں کافر ہو کر مرا) مراد امیہ بن خلف ہی ہے ، اس کا قتل چونکہ بدر میں ہوا ہے اس لیے اس کی مناسبت ترجمۃ الباب ”باب قتل ابی جہل وغیرہ“ سے بالکل ظاہر ہے ۔

اس روایت میں سجدہ کا ذکر ہے کہ آپ نے سجدہ کیا اور دیگر لوگوں نے بھی سجدہ کیا جن میں مسلمان بھی تھے اور مشرکین بھی تھے اس سجدہ کی وجہ کیا تھی تو یہ بات ”ابواب السجود“ میں گزری ہے ۔

۳۷۵۵/۳۷۵۶ : أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ : كَانَ فِي الزُّبَيْرِ ثَلَاثُ ضَرْبَاتٍ بِالسَّيْفِ ، إِحْدَاهُنَّ فِي عَاتِيَتِهِ ، قَالَ : إِنْ كُنْتُ لَأَدْخِلُ أَصَابِعِي فِيهَا . قَالَ : ضُرِبَ يُتَتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَوَأَحِدَةً يَوْمَ الْبَرْمُوكِ . قَالَ عُرْوَةُ : وَقَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ ، حِينَ قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ : يَا عُرْوَةُ ، هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : فَمَا فِيهِ ؟ قُلْتُ : فِيهِ قَلَّةٌ فَلَهَا يَوْمَ بَدْرٍ ، قَالَ : صَدَقْتُ ، بَيْنَ قُلُوبٍ مِنْ قِرَاعِ الْكُتَّابِ . ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى عُرْوَةَ . قَالَ هِشَامُ : فَأَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ آلَافٍ ، وَأَخَذَهُ بَعْضُنَا ، وَلَوَدِدْتُ أَبِي كُنْتُ أَخَذْتُهُ .

حَدَّثَنَا فَرُوقٌ ، عَنْ عَلِيٍّ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ مُحَلًى

بِفِضَّةٍ ، قَالَ هِشَامٌ : وَكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلَّى بِفِضَّةٍ .

(۳۷۵۶) : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، مَنْ أَبِيهِ : أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالُوا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ : أَلَا تَشُدُّ فَنَشُدُّ مَعَكَ ؟ فَقَالَ : إِيَّيْ أَنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ ، فَقَالُوا : لَا نَفْعَلُ ، فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتَّى شَقَّ صُفُوفَهُمْ ، فَجَاوَزَهُمْ وَمَا مَعَهُ أَحَدٌ ، ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا ، فَأَخَذُوا بِلِجَامِهِ ، فَضَرَبُوهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلَى عَاتِقِهِ ، بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضَرَبَهَا يَوْمَ نَدْرِ . قَالَ عُرْوَةُ : كُنْتُ أُدْخِلُ أَصَابِعِي فِي تِلْكَ الضَّرَبَاتِ أَلْبُ وَأَنَا صَغِيرٌ . قَالَ عُرْوَةُ : وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ ، وَهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِينَ ، فَحَمَلَهُ عَلَى فَرَسٍ ، وَوَكَّلَ بِهِ رَجُلًا .

[ر : ۳۵۱۶]

حضرت زبیرؓ کے جسم میں تلوار کے نشانات !

اخبرني ابراهيم بن موسى.... عن معمر عن هشام عن عروة قال: كان في الزبير ثلاث

ضربات بالسيف احداهن في عاتقه.... الخ

### معمر کی روایت

یہ روایت ہے ”عن معمر عن هشام عن عروة“ حضرت عروہ حضرت زبیر بن العوام کے صاحبزادے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے جسم میں تین ضربات تھیں یعنی ضربوں کے تین نشان تھے ان میں سے ایک ضرب کا نشان حضرت زبیرؓ کے کندھے میں تھا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں میں اپنی انگلیوں کو ان نشانات میں داخل کیا کرتا تھا، ان میں سے دو نشان بدر کی جنگ میں آئے تھے اور ایک نشان جنگ یرموک میں آیا تھا۔ حضرت عروہ نے فرمایا کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ قتل کر دیئے گئے تو عبدالملک بن مروان نے مجھ سے پوچھا کہ ”تم حضرت زبیرؓ کی تلوار پہچانتے ہو؟“ میں نے کہا ہاں، عبدالملک نے کہا ”اس میں کیا نشان ہے؟“ میں نے کہا ”فیہ فلة فلها يوم بدر“ اس میں دندانہ ہے (یعنی اس کی دھار کا تھوڑا سا حصہ جھریا گیا ہے) اور یہ دندانہ بدر کے دن اس میں پڑا تھا۔ عبدالملک نے کہا، صحیح کہتے ہو ”بهن فلول من قراع الكتاب“

(۲۸) یہ نابغہ زبیری کے شعر کا دوسرا مصرعہ ہے، پورا شعر یہ ہے ولا عیب فیہم غم ان سد فہم

بهن فلول من قراع الكتاب

فلول ای کلال، والقراع بکسر القاف، المضاربة بالسيف، والكتاب جمع الکتابۃ وہی العیش۔ (عمدہ

الفاری ۹۰/۱۴) شعر کا ترجمہ ہے۔ ”ان لوگوں (کی تلواروں) میں سوانے اس کے اور کوئی عیب نہیں ہے کہ لشکروں کے ساتھ نبرد آزمائی

یعنی لشکروں کے ساتھ نبرد آزمانی کی وجہ سے ان تلواروں میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت زبیرؓ کی یہ تلوار عبدالملک کے پاس تھی اس نے پھر حضرت عمروؓ کو ان کے والد کی تلوار لوٹا دی۔ عمرو کے صاحبزادے ہشام کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں اس تلوار کی تین ہزار درہم قیمت لگائی اور ہمارے بعض وارثوں نے اس کو اس قیمت میں لے لیا۔ (۲۹) ”ولوددت انی كنت اخذته“ میرا دل چاہتا ہے کہ کاش اس کو میں نے لے لیا ہوتا یعنی میں نے اس وقت نہیں لیا اور اب تجھے اس بات کا قلق اور افسوس ہے کہ کاش میں ہی لے لیتا۔

اسی روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار اور حضرت عمروؓ کی تلوار چاندی کے ساتھ مزین کی گئی تھی یعنی اس کے دستے کے نیچے قبیصہ پر چاندی کا نول چڑھایا ہوا تھا۔

### عبداللہ بن مبارک کی روایت

حدثنا احمد بن محمد حدثنا عبد اللہ اخبرنا ہشام....

اس سے قبل ”معمر عن ہشام“ کی روایت تھی، اور یہ روایت عبداللہ بن مبارک کی ہے وہ ہشام سے نقل کرتے ہیں اور ہشام اپنے والد عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت زبیر سے کہا کہ آپ رومیوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے؟ کہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ میں شامل ہو جائیں۔ حضرت زبیرؓ نے کہا ”انی ان شددت کذبتم“ اگر میں نے حملہ کیا تو تم جھوٹے ثابت ہو گے مطلب یہ ہے کہ تم کہہ تو رہے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ حملہ میں شریک ہو جائیں گے لیکن جب میں حملہ کر دوں گا تو تم پھر شرکت نہیں کرو گے۔ صحابہ نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے حملہ کر دیا اور رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے ”ومامعہ احد“ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا، حضرت زبیرؓ نے جو کہا تھا کہ ”انی ان شددت کذبتم“ وہ بات ٹھیک ثابت ہوئی۔ پھر حضرت زبیرؓ رومیوں کی صف کے دوسرے کنارے سے جب واپس آنے لگے تو رومیوں نے حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔

فضر به ضربتین علی عاتقہ، بینہما ضربۃ ضربہا یوم بدر

کیوجہ سے ان تلواروں میں دندانے پڑ گئے ہیں۔“

وهو من المدح فی معرض الدم لان الفل فی السیف نقص حسی، لکن لماکان دلیلاً علی قوۃ مساعد صاحبہ کان من جملة کمالہ۔

(وانظر فتح الباری: ۴/۳۰۰)

(۲۹) یہ تلوار حضرت ہشام کے بھائی عثمان بن عمرو نے لی تھی۔ (فتح الباری: ۴/۳۰۰)

”اور ان کے کندھے پر دو ضربیں لگائیں، ان دو ضربوں کے درمیان ایک اور ضرب تھی جو جنگ بدر میں ان کو لگی تھی“۔

اس جنگ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے، وہ اس وقت دس سال کے بچے تھے۔

### معمر اور ابن مبارک کی روایتوں میں تعارض

آپ کے سامنے دو روایتیں ہیں، ایک ”معمر عن ہشام“ کی روایت اور ایک ”عبداللہ عن ہشام“ کی روایت ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ ”معمر عن ہشام“ کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے جسم میں ضرب شمشیر کے تین نشان تھے، ان میں سے دو نشان بدر میں لگے تھے اور ایک نشان جنگ یرموک میں۔ جبکہ عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ یرموک میں دو ضربیں اور جنگ بدر میں ایک ضرب لگی تھی۔ اسی طرح عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں ضربیں کندھے میں تھیں کیونکہ اس روایت میں تصریح ہے کہ کندھے میں یرموک کی دو ضربوں کے درمیان ایک ضرب بدر کی تھی جبکہ معمر کی روایت میں ہے کہ صرف ایک ضرب کندھے میں تھی تو دونوں روایتوں میں دو طرح کا تعارض ہو گیا۔

① ایک تعارض تو یہ ہے کہ معمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاتق (کندھے) پر ایک ضرب

ہے اور عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عاتق پر تین ضربیں ہیں۔

② دوسرا تعارض یہ ہے کہ معمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین میں سے دو بدر اور ایک

یرموک کی ہے اور عبداللہ بن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دو یرموک کی ہیں اور ایک بدر کی ہے۔

### حل تعارض کی مختلف توجیہات

① حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے پہلی

روایت ”معمر عن ہشام“ کی ہے اور دوسری روایت ”عبداللہ بن المبارک عن ہشام“ کی ہے اور ابن مبارک ”اثبت عن معمر“ ہیں نیز معمر عن ہشام کی روایت میں کلام بھی ہے۔

لہذا عبداللہ بن مبارک کی روایت کو ترجیح ہوگی اور یہ کہا جائے گا کہ تینوں ضربیں عاتق پر تھیں، ان میں سے دو یرموک کی اور ایک بدر کی تھی۔

② دوسرا جواب ان حضرات نے یہ دیا کہ درحقیقت حضرت زبیرؓ کے جسم میں تین نہیں بلکہ پانچ

ضربیں تھیں ان پانچ میں سے تین تلوار سے اور دو نیزے سے لگی تھیں۔

چنانچہ معمر کی روایت میں تین ضربوں کا جو ذکر ہے اس میں ”بالسیف“ کی قید ہے کہ تلوار سے زخم کے تین نشان آئے، ایک عاتق میں اور دو غیر عاتق میں، کندھے میں جو زخم آیا وہ بدری تسلیم کیا جائے اور غیر عاتق میں ضرب کے جو دو نشان تھے ان میں ایک بدری اور ایک یرموکی مان لیا جائے۔

عبداللہ بن مبارک کی روایت میں تینوں نشان کندھے میں بتائے گئے ہیں، درمیان والے کو بدری بتایا گیا ہے اور وہ سنی (یعنی تلوار سے لگا) ہے اور جو دو یرموکی ہیں وہ نیزہ سے لگے ہیں۔

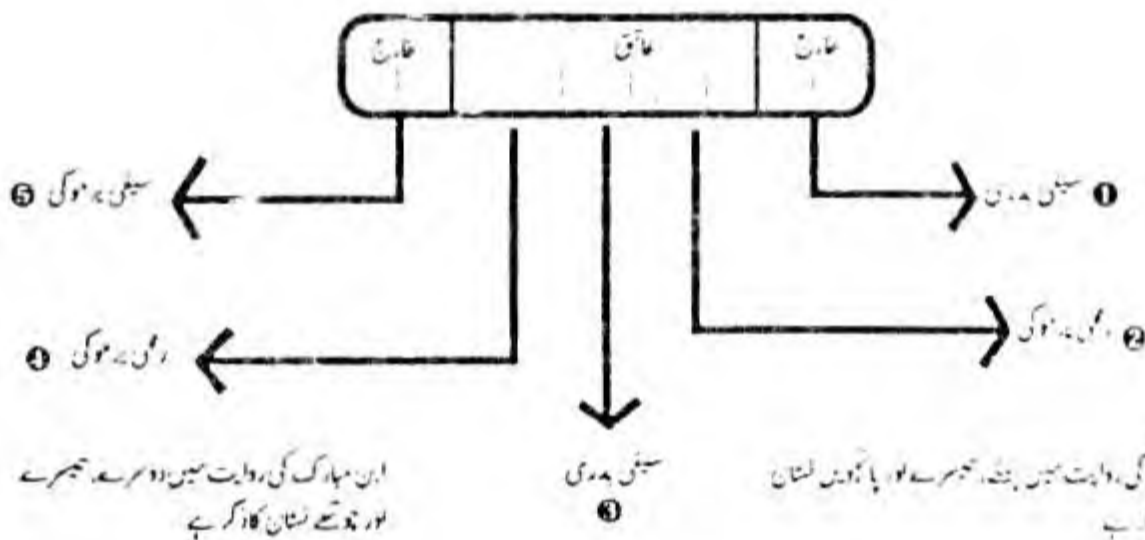
تو اس طرح یرموک کے کل تین نشان ہوئے، دو عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں، عاتق والے دونوں نشان نیزہ سے ہیں اور غیر عاتق کا تلوار سے اور بدر کے دو نشان ہوئے ایک عاتق میں اور ایک غیر عاتق میں اور یہ دونوں کے دونوں تلوار سے ہیں۔ (۳۰)

لہذا حضرت زبیرؓ کے جسم میں پانچ ضربیں تسلیم کر لینے سے اب دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تعارض باقی نہیں رہے گا۔ (۳۱)

⑤ تیسرا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا ہے کہ معمر کی روایت میں ”احداھن فی عاتقہ“ سے عاتق میں ایک ضرب کا ثبوت ہوتا ہے اور ابن مبارک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں کی تینوں عاتق میں ہیں۔ اس کا سیدھا سیدھا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا لہذا اگر معمر کی روایت میں ”احداھن فی عاتقہ“ ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عاتق میں باقی کوئی ضرب نہ ہو کیونکہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا لہذا عبداللہ بن مبارک کی روایت معمر کی روایت کی معارض نہیں۔

اس کو نکلنے کی راہ سے ہوں گے:

(۳۰)



(۳۱) پانچ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

فان كان اختلافاً على هشام ورواية ابن المبارك اثبت لان في حديث معمر عن هشام مقالاً والافيه احتمال ان يكون في غير عاتقه ضربتان

ايضا، فيجمع بذلك بين الخبرين (فتح الباري: ۲۹۹/۶ - وكذا في عمدة القاري: ۹۰/۱۶ -)

⑤ علامہ کرمانی نے ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ ایک ”ضرب“ بالکل کندھے کے درمیان میں تھی اور باقی دو تھیں تو عاتق ہی میں لیکن بالکل بیچ میں نہ تھیں بلکہ کناروں پر تھیں، معمر کی روایت میں ”احداھن فی عاتقہ“ سے وہ بالکل وسط اور بیچ والی ضرب مراد ہے۔

علامہ کرمانی نے یہ دو جوابات پہلے تعارض کو رفع کرنے کے لیے دیئے ہیں۔ روایتوں کے درمیان دوسرے تعارض کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے وہی جواب دیا ہے جو علامہ عینی وغیرہ نے دیا۔ (۳۲)

### حضرت گنگوہی کی توجیہ

لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ان سب سے الگ بات کہی اور بڑی معقول توجیہ کی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم میں کل چار ضربیں تھیں اور ان کی ترتیب یہ تھی، یرموک، بدر، یرموک، بدر، دو نشان بدر کے تھے اور دو یرموک کے تھے۔

جب راوی حضرت زبیرؓ کی جنگ بدر کی شجاعت کا ذکر کرتا ہے تو جنگ بدر کی دو ضربوں کا ذکر کر کے جنگ یرموک کی ایک ضرب کے بیان پر اکتفا کر لیتا ہے اور جب راوی کو حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں بہادری و شجاعت بیان کرنا مقصود ہوتی ہے تو وہ جنگ یرموک کی دو ضربوں کو ذکر کر کے جنگ بدر کی ایک ضرب پر اکتفا کر لیتا ہے۔

معمر کی روایت میں راوی کو چونکہ حضرت زبیرؓ کی جنگ بدر میں بہادری کا بیان مقصود تھا اس لیے اس میں بدر کی دو ضربوں کا ذکر کر دیا اور یرموک کی ایک ضرب کا۔ اور عبداللہ بن مبارک کی روایت میں راوی کو حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں شجاعت کا تذکرہ مقصود تھا تو اس میں یرموک کی دو ضربوں اور بدر کی ایک ضرب کو بیان کیا۔ (۳۲) واللہ اعلم

### جنگ یرموک

اس روایت میں جنگ یرموک کا ذکر ہے، یرموک فلسطین کے قرب وجوار کے ایک علاقہ کا نام ہے، بعض کہتے ہیں یہ شام کے ایک علاقے کا نام ہے، اور بعض نے کہا کہ یرموک ”اذرعات“ اور ”دمشق“

(۳۲) شرح الکرمانی: ۱۵ / ۱۶۵

(۳۳) چنانچہ لایع الدراری میں ہے:

فالحاصل أن الضربات صارت أربعاً، لكل يوم ضربتان، غير أن ضربتي يوم اليرموك وقعتا بحيث صارت ضربة من ضربتي يوم بد بينهما هكذا (۱۱) وكانت الضربة الثانية من ضربتي يوم بدر على طرف الضربات، صورتها: (اليرموك بدر) وعلى هذا فلا خلاف بين الروايات فمن روى ضربة يوم اليرموك بالإفراد فمراده منها الضربة المتوسطة بينهما لا مطلقاً --- (انظر لامع الدراری: ۲۵۴ / ۸ - ۲۵۵ -)

کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اس میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان تاریخی جنگ ہوئی تھی جو تاریخ میں جنگ یرموک کے نام سے مشہور ہے۔ (۲۴)

ابن جریر طبری کے بیان کے مطابق یہ جنگ یرموک کا واقعہ ۱۲ ہجری میں پیش آیا جبکہ محمد بن اسحاق کے نزدیک یہ واقعہ ۱۵ ہجری میں پیش آیا ہے۔ یہ جنگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی، لشکر اسلام کا سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے اور رومیوں کے لشکر کا سالار باہان ارمنی تھا، علامہ عینی نے اس کا نام ماہان ارمنی بتایا ہے۔ (۲۵)

اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے اور رومیوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے۔ (۲۶)

عبداللہ بن زبیرؓ سے چونکہ حضرت زبیرؓ کو زیادہ محبت تھی اس لیے حضرت زبیرؓ ان کو جنگ میں بھی ساتھ لیجایا کرتے تھے، جنگ یرموک میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (جن کی عمر ایک قول کے مطابق دس سال اور دوسرے قول کے مطابق بارہ سال تھی اور بارہ سال کا قول ہی صحیح ہے حدیث میں دس سال جو کہا ہے یہ کسور کو حذف کر کے کہا ہے۔) حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے، ان کو گھوڑے پر سوار کیا ہوا تھا، حضرت زبیرؓ جب حملہ کرنے جا رہے تھے تو چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ میں بچپن ہی سے بہادری اور شجاعت کے آثار نمایاں تھے اس لیے انہوں نے ایک آدمی کو (جس کا نام معلوم نہ ہو سکا) مقرر کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو کنٹرول میں رکھے کیونکہ حضرت زبیرؓ کو اندیشہ تھا کہ وہ بھی جنگ کرنے کے لیے کہیں مجاہدین کے ساتھ شریک نہ ہو جائیں۔ ان کی صغیر سنی کی وجہ سے حضرت زبیرؓ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ جنگ میں شریک ہوں۔ لیکن عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے گھوڑے سے اتر کر میدان میں زخمی

(۲۴) عمدۃ القاری ج: ۱۷ - ص: ۹۰۔

(۲۵) عمدۃ القاری ج: ۱۷ - ص: ۹۰۔

(۲۶) جنگ یرموک تاریخ اسلام کی عظیم جنگوں میں سے ہے اس جنگ میں شکست کے بعد رومی پھر کبھی سنبھل نہ سکے، جب اسلامی لشکر کے ہاتھوں والے سیل رواں نے جزیرہ عرب سے نکل کر قیصر و کسری کا رخ کیا اور دمشق و حمص و شام کے نواحی علاقوں میں رومیوں کو شکست دی تو رومیوں نے ان علاقوں سے نکل کر پاپیہ تحت انطاکیہ میں جمع ہو کر ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کر دیا، ہرقل نے پوچھا کہ ”عرب تم سے قوت میں، تعداد میں اور ساز و سامان میں کم ہیں پھر تم ان کے مقابلے میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے؟“ ایک تجربہ کار بوڑھے نے جواب میں وجہ بتاتے ہوئے عرض کی۔

”عرب کے اخلاق ہم سے بہتر ہیں، وہ رات کو عبادت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، ظلم نہیں کرتے

اور ایک دوسرے کے ساتھ برابری کا سلوک کرتے ہیں، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، بدکاریاں کرتے ہیں، . . . . .“

اصول کی پابندی نہیں کرتے اور ظلم کرتے ہیں اس کا اثر یہ ہے کہ ان کے کام میں جوش اور استقلال ہے اور ہمدردی  
کام اس سے خالی ہے۔۔۔

قیصر کے پاس جب ہر شہر سے عیسائی فرادی انطاکیہ آنے لگے تو قیصر نہایت جوش و جذبہ کے ساتھ اپنی سلطنت کی پوری قوت عرب  
کے ساتھ میں صرف کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ سلطنت کے تمام اطراف قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیا وغیرہ میں احکام بھیجے کہ تمام فوجیں انطاکیہ میں  
جمع ہو جائیں، ان احکام کی تعمیل میں فوجوں کا ایک طوفان اٹھ آیا، انطاکیہ کے چاروں طرف حدنگاہ تک ایک مڈی دل لشکر پھیلایا ہوا تھا، بحر و بر  
سے ابلنے والے فوجیوں کے جوش و جذبہ کا یہ حال تھا کہ فون اس راہ سے گزرتی، راہب اور خانقاہ نشین لکل لکل کر فوج کے ساتھ ہوتے جاتے  
تھے۔

رومیوں کے جمع ہونے کی اطلاع جب مسلمانوں کو ہوئی تو املائی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوسعید بن الجراح اس وقت تمس میں  
تھے مسلمانوں کے مشورہ سے وہاں سے روانہ ہوئے، اردگرد علاقوں میں پھیلے ہوئے املائی لشکر کو یرموک میں جمع کر دیا اور دربار خلافت میں  
صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے اطلاع بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے ماجرین و انصار کو جمع کر کے صورتحال بتلی اور مشورہ کیا، ایک ہزار مزید امدادی  
فوجیں بھیجی گئیں اور ساتھ ہی ابوسعیدؓ کے نام ایک پر تاثیر خط لکھا، قاسد سے کہا کہ خط سنانا اور زبانی پیغام یہ کہنا۔

”الاعمر یقرنک السلام ویقول لکم یا اهل الاسلام! اسدقوا اللقاء، وشدوا علیہم شد اللیث، ولیکونوا

اہون علیکم من الدر، فانا قد کنا علیما انکم علیہم مصورون“

رومیوں کا دو لاکھ فوجیوں پر مشتمل لشکر آ کر یرموک کے مقابل ”دیر الجبل“ میں اترا، املائی لشکر کی تعداد ۳۰-۳۵ ہزار تھی،  
اب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ صبح ہوئی تو رومی اس جوش و خروش سے نکلے کہ مسلمانوں کو حیرت ہوئی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو جنگی  
امور میں غیر معمولی صلاحیت و بہارت رکھتے تھے املائی لشکر کو ۳۶ ہزاروں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ پر بہادر اور فنون جنگ میں شہرت عام رکھنے والے  
کمانڈر متعین کیے۔ املائی لشکر میں ایک ہزار سہاہ تھے، ایک سو دو حضرات تھے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔  
ادھر رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ انیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں بوند لیں کہ بیٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ جنگ کی ابتدا رومیوں کی  
طرف سے ہوئی اور دو لاکھ کا مڈی دل لشکر ساتھ بڑھا، مسلمان کافی دیر تک ثابت قدم رہے لیکن حملہ اس زور کا تھا کہ مسلمانوں کا ”مینہ“  
نوٹ کر فون سے علیحدہ ہو گیا اور مسلمان ہٹتے ہٹتے عورتوں کی نیمہ گاہ تک چلے گئے۔ مسلمان عورتوں کو یہ دیکھ کر سخت غصہ آیا اور فیوں کی  
چوبیس آٹھار کے پکارنے لگیں ”نامرادو! ادھر آئے تو چوبیس سے تمہارے سر توڑ دیے جائیں گے۔“ یہ حالت دیکھ کر مینہ کے سپہ سالار  
حضرت معاذ بن جبلؓ تھوڑے سے اتر کر پیدل حملہ آور ہوئے ان کے صاحبزادے بھی ان کے ساتھ تھے اور اس شان سے حملہ کیا کہ مسلمانوں  
کے اکھڑتے ہوئے پاؤں سنبھل گئے۔

حضرت خالد نے فوج کو عقب میں لگا رکھا تھا، دقت نصف پیر کر لگے اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں تتر بتر ہو گئیں،  
ابو جہل کے فرزند حضرت عکرمہؓ نے کہا کہ موت پر کون بیعت کرتا ہے؟ چار سو مجاہدین نے بیعت کی اور اس ثابت قدمی سے لڑے کہ ہزاروں  
رومیوں کو ہلاک کرنے کے بعد سب کے سب شہید ہو گئے۔

لڑائی کے دونوں پہلو اب تک برابر تھے کہ دقت قمیس بن عبیدہ بن کو حضرت خالدؓ نے فون کا ایک حصہ دیکر میرہ کی پشت پر  
متعین کیا تھا عقب سے لگے اور اس طرح نوٹ کر گئے کہ رومی لشکر بھاگنے پر مجبور ہو گیا، جنگ کے بعد دیکھا تو رومی ایک لاکھ پانچ ہزار کے  
قریب لاشیں چھوڑ کر بھاگے تھے چالیس ہزار زندہ گرفتار کیے گئے۔ دربار خلافت میں اس عظیم فتح کی خبر پہنچی تو حضرت عمرؓ خبر سن کر جہدہ میں  
گر گئے۔

صحیح روایت کے مطابق جنگ یرموک کا یہ واقعہ ۵ ربیع الاول ۱۵ھ کو پیش آیا ہے۔ (دیکھیے تاریخ طبری ج ۲) واللہ اعلم



## ترجمہ الباب سے مطابقت

ترجمہ الباب سے اس روایت کی مطابقت اسی صورت میں ہوگی جبکہ علامہ عینی کے بیان کردہ ”وغیرہ“ کے ایک لفظ کو ترجمہ میں ملحوظ رکھا جائے اور ”وغیرہ“ کی ضمیر الیٰ جوہل کی طرف نہ لوٹائی جائے بلکہ قتل کی طرف اس کو لوٹایا جائے یعنی اس باب میں الیٰ جوہل کے قتل کا واقعہ بھی مذکور ہوگا اور قتل الیٰ جوہل کے علاوہ بدر کے اور واقعات کا بھی اس میں ذکر آنے گا۔

چونکہ اس روایت میں حضرت زبیرؓ کے جسم میں بدر کے دن زخم آنے کا ذکر ہے اس لیے ”باب قتل الیٰ جوہل وغیرہ“ سے مناسبت ظاہر ہے۔

۳۷۵۷ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عَبَّادَةَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ،  
عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِأَرْبَعَةِ  
وَعِشْرِينَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ ، فَتَدَفَّقُوا فِي طَوِيٍّ مِنْ أَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيثٍ مُعْبَثٍ ، وَكَانَ  
إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرَصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ ، فَلَمَّا كَانَ يَبْدُرُ الْيَوْمَ الثَّلَاثَ أَمَرَ بِرَأْسِهَا فَشُدَّ عَلَيْهَا  
رَحْلُهَا ، ثُمَّ مَشَى وَاتَّبَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا : مَا نُرَى يَنْطَلِقُ إِلَّا لِيَبْغِضَ حَاجَتِهِ ، حَتَّى قَامَ عَلَى شَفَاةِ  
الرَّكِيِّ ، فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ : (يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ ، وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ ،  
أَيَسْرُكُمْ أَنْتُمْ أَطَعْتُمْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ، فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدْنَا رَبَّنَا حَقًّا ، فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ  
رَبُّكُمْ حَقًّا) . قَالَ : فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا تُكَلِّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا أَرْوَاحَ لَهَا ؟ فَقَالَ

۱۳-۱ حدیث النبی الیٰ جوہل کی روایت اسنادی القشیری، کتابہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکتابہ جده لامہ ابی بکر الصدیق وسماءہ باسمہ . ہو اور مولود ولد فی الاسلام للمہاجرین بالمدينة اول سنة من الهجرة اذن ابوبکر فی اذنه ولدته امہ اسماء (بقباء) واتت به الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعتہ فی حجرہ فدعا بتمرة فمصفتها ثم نعل فی فیہ وحسکة فكان اول شیء دخل فی جوفہ ریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم دعا له ویرک علیہ کان اطلس لاشعر لہ فی وجهہ لالحیة وکان کثیر الصیام والصلاة... ذانفة شدید البأس قابل للحق وصولا للرحم اجتماع لسمالم یجتمع لغيرہ: ابوہ حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامہ اسماء بنت الصدیق وجده الصدیق وجدته صفیة عمة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخالته عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو ابن ثمانی سنین قتله حجاج بمكة وصلبه يوم الثلاثاء لسبع عشرة حلت من حمادی الاحرة سنة ثلاث وسبعین وکان یویع له بالمخافة سنة اربع وستین روى عنه خلق کثیر... (وانظر الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ ص: ۲۶۸۔)

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ) .  
 قَالَ قَتَادَةُ : أَحْيَاهُمْ اللَّهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ قَوْلَهُ ، تَوْبِيخًا وَتَضْعِيرًا وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدْمًا .

[ر : ۲۹۰۰]

اس روایت میں جنگ بدر کے اختتام پر کفار قریش کے سرداروں کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صناید قریش کو کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ ”صنادید“ صنید کی جمع ہے سردار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اس کنویں پر گئے اور ان سے خطاب کیا تو حضرت عمرؓ کو اشکال ہوا اور انہوں نے پوچھا ”ما تکلم من اجساد لا ارواح لها؟“ تو آپ نے فرمایا ”والذی نفس محمدیہ ما انتم باسمع لما قول منہم“  
 حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے کے لیے زندہ کر دیا تھا۔

۳۷۵۸ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : «الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا» . قَالَ : هُمْ وَاللَّهُ كُفَّارُ قُرَيْشٍ . قَالَ عَمْرُو : هُمْ قُرَيْشٌ ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ نِعْمَةُ اللَّهِ . «وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ» . قَالَ : النَّارُ ، يَوْمَ بَدْرٍ .  
 [۴۴۲۳]

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ”الذین بدلوا نعمة اللہ کفرا“ کا مصداق قریش ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اللہ کی نعمت اور رحمت ہیں اطاعت نہیں کی اور اپنی قوم کو دار البوار یعنی دار الہلاکت میں ڈال دیا۔

۳۷۵۹ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ . ذَكَرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ) . فَقَالَتْ : وَهَلْ ابْنُ عُمَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ ، إِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّهُ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيئَتِهِ وَذَنْبِهِ ، وَإِنَّ أَهْلَهُ لَيَكُونُ عَلَيْهِ الْآنَ) . قَالَتْ : وَذَلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْقَلْبِ وَفِيهِ قَتْلِي بَدْرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ مَا قَالَ : (إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ) .  
 إِنَّمَا قَالَ : (إِنَّهُمْ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقٌّ) . ثُمَّ قَرَأَتْ : «إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ» . تَقُولُ : حِينَ تَبَوَّؤُوا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ . [ر : ۱۳۰۵]

۳۷۶۰ : حَدَّثَنِي عُمَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : وَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَلْبِ بَدْرِ ، فَقَالَ : (هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا . ثُمَّ قَالَ : إِنَّهُمْ الْآنَ يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ) . فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ ، فَقَالَتْ : إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّهُمْ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ) . ثُمَّ قَرَأَتْ : «إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى» . حَتَّى قَرَأَتْ آيَةَ . [ر : ۱۳۰۴]

حضرت ہشام اپنے والد عمروہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے یہ بات ذکر کی گئی کہ حضرت ابن عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ان المیت ليعذب في قبره بيكاه اهلہ "میت کو اس کی قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے" تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

انما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انه ليعذب بخطيئته وذنبه، وان اهله ليبكون عليه الآن "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ ادھر میت کو اس کی خطا اور گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے اور ادھر اس کے گھر والے اس کو رو رہے ہیں۔"

پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابن عمر کا یہ قول اسی طرح ہے جیسا کہ ان کا قول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن "اہل قلب" کے بارے میں کہا تھا کہ "انہم لیسמעون ما اقول" حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا بلکہ "انہم الاّن ليعلمون ان ما كنت اقول لهم حق" فرمایا تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی۔ "انك لاتسمع الموتى...."

یہاں دو مسئلے ہیں ایک مسئلہ، سماع موتی کا اور دوسرا مسئلہ میت کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب دیے جانے کا اور دونوں مسئلوں میں ایک رائے حضرت عائشہؓ کی ہے اور ایک رائے حضرت ابن عمرؓ کی ہے۔ اور دونوں مسئلوں میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت صریحہ صحیحہ مرفوعہ مقول ہے جن کا حضرت عائشہؓ نے انکار کیا ہے۔

### مسئلہ سماع موتی

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قلب بدر پر تشریف لائے اور "انہم الاّن یسمعون ما اقول لهم" فرمایا۔ حضرت ابن عمرؓ نے "لیسمعون" کا لفظ نقل کیا جب حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لیسمعون" کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ "لیعلمون"

فرمایا تھا، حضرت عائشہؓ سماع کی نفی کر رہی ہیں اور علم کو ثابت کر رہی ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ”انک لاتسمع الموتی“ (۳۸) وارد ہوا ہے اور ایک اور آیت میں ہے ”وما انت بمسمع من فی القبور“ (۳۹) ان دونوں آیتوں میں سماع موتی کی نفی ہے تو ابن عمرؓ کی روایت میں ”انہم الان یسمعون“ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اختلاف اس مسئلہ میں ہو گیا دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہے تو بعد والے بھی اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں لہذا ان پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ان پر بھی ملامت کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک بات یاد رکھینے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے حضرات انبیاء علیہم الصلاة والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔

### قائلین سماع موتی کے دلائل

- ① وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں یعنی قلب بدر پر آپؐ کا مردوں سے خطاب کرنا اور ان کے سماع کی تصریح کرنا۔
- ② دوسرے وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں قبرستان میں جانے کے وقت ”السلام علیکم یا اهل القبور“ کی تصریح ہے۔ (۴۰)
- ③ اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو ”انہ یسمع قرع نعالمہم“ وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (۴۱)
- ④ مردوں کے لیے علم کا ثابت ہونا تو متفق علیہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے ”انہم لیعلمون“ فرمایا تھا، یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر کسی مردے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ علم رکھتا ہے

(۳۸) سورۃ النمل / ۸۰

(۳۹) سورۃ فاطر / ۲۲۔

(۴۰) الحدیث اخر جہ الترمذی فی کتاب الجنائز، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، رقم ۱۰۵۳۔

(۴۱) الحدیث اخر جہ البخاری فی کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال: ۱۶۸/۱

تو اگر اس کے لیے سماع بھی ثابت ہو تو کیا اشکال ہے؟ علم کی صلاحیت ثابت ہونے کے بعد سماع کی صلاحیت کے ثبوت میں کیا استبعاد ہے؟

## قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات

- ① آیت ”انک لاتسمع الموتی“ اور ”وما انت بمسمع من فی القبور“ کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں سماع کی نفی نہیں، سماع کی نفی ہے اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں باب افعال کے صیغے ہیں تو یقیناً اس کے اندر نفی سماع کی ہوئی سماع کی نہیں۔ (۳۳)
- ② حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے، مطلق سماع کی نفی نہیں، خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔
- ③ حضرت شاہ صاحب نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں سنا کر کوئی ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہ راست پر نہیں آتے اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔ لہذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ ”انتفاع بالسماع“ کی نفی ہے۔ (۳۳)

## اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں

بہر حال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور صحابہ کرامؓ میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے۔ لہذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کو اہلسنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔ (۳۳)

(۳۳) اور اسماع کی نفی، سماع کی نفی کو مستزم نہیں لہذا آیت میں ہے کہ ”آپ نہیں سنا سکتے“ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے ”انک لاتہدی من احببت“ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

(۳۳) دیکھیے فیض الباری ج ۲ - ص ۲۶۸

(۳۴) چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہل قبور سنتے ہیں یا نہیں، آپ نے جواب دیا ”دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے اور ضروریات علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے“ (امداد الفتاویٰ: ۱۵/۲۷۹) ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ ”مسئلہ نہ عقائد ضروریہ سے ہے نہ کسی عمل دین کا موقوف علیہ ہے، نہ کسی ایک جانب کا جزم ضروری ہے، اس میں اشتغال مالا یعنی کا اہتمام ہے.... (امداد الفتاویٰ: ۱۵/۲۷۷)۔“

علمائے دیوبند کا مسلک

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں یہ عقیدہ نہ صرف علمائے دیوبند کا ہے بلکہ تمام امت کا ہے، چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ”المہند علی المفند“ میں لکھتے ہیں: عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حتى في قبره الشريف وحياته صلى الله عليه وسلم دنيوية من غير تكليف، وهي مختصة به صلى الله عليه وسلم وبجميع الانبياء صلوات الله عليهم والشهداء لابرزخية كما هي حاصلة لسائر المسلمين بل لجميع الناس - (۳۵)

”ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے، بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں اور یہ حیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو حاصل ہے۔“

جہاں تک عام سماع موتی کا تعلق ہے تو اس میں دونوں طرف اکابر و دلائل ہیں، البتہ معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایات صحیحہ سے سنا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے، نہ قطعی نفی کی۔ (۳۶)

## دوسرا مسئلہ

ان الميت ليعذب ببكاء اهلہ علیہ:

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے لیکن حضرت عمرؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ جب حضرت عمرؓ کا آخری وقت تھا تو صہیب رومی آپ کے پاس آئے اور رونا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ نے صہیب کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان الميت ليعذب ببكاء اهلہ علیہ (۳۷)

(۳۵) دیکھیے المہند علی المفند ۳۸۔

(۳۶) معارف القرآن مولانا مفتی محمد شفیع صاحب: ۶/۶۰۳۔

(۳۷) فلما اسبب عمر دخل صہیب بیکی يقول: واخاء واصحابہ، وقال عمر رضی اللہ عنہ: یا صہیب اتبکی علی وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان الميت ليعذب ببعض بكاء اهلہ علیہ۔ اخرجه البخاری فی کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۱۲۸۶۔

اسی طرح دیگر صحابہ سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب اس روایت کے ظاہر کے خلاف ہے وہ فرماتی ہیں کہ یہ روایت قرآن شریف کی آیت ”ولاتزر وازرة وزر اخرى“ اور ”وان لیس للانسان الاماسعی“ کے خلاف ہے کیونکہ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے کیا اور ایک انسان کا بوجھ دوسرا انسان نہیں اٹھائے گا تو پھر گھروالوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت عمرؓ کی یہ حدیث جب حضرت عائشہؓ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

رحم الله عمر، والله ما حدث رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله ليعذب المؤمن ببكاء اهله عليه

ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان الله ليزيد الكافر عذابا ببكاء اهله عليه (۳۸)

یہ بخاری کتاب الجنائز کی روایت ہے اور بخاری کتاب المغازی میں ابن عمرؓ کی روایت کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ انما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انه ليعذب بخطيئته وذنبه وان اهله ليبكون عليه الان

تو حضرت عائشہؓ نے اس روایت کو سنکر دو باتیں بیان فرمائیں:

- ① ایک یہ کہ ”ان الميت ليعذب ببكاء اهله عليه“ کافر کے بارے میں ہے مؤمن کے بارے میں نہیں لہذا مؤمن کو بکاء اہل کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا۔
- ② اور دوسری بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کی غلطی اور گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جو اس نے پہلے اپنی زندگی میں کیے ہیں اور اس کے گھروالے اب رو رہے ہیں (لہذا گھروالوں کی بکا کی وجہ سے اس کو عذاب نہیں ہونا چاہیے)۔

## وجہ تطبیق

- ① علامہ خطابی نے یہ توجیہ کی ہے کہ ”بیکاء اہلہ علیہ“ میں باحالیہ ہے اور مطلب ہے ”ان الميت ليعذب فی حالۃ بکاء اہلہ علیہ“ یعنی یہاں گھروالے اس پر روتے ہیں اور وہاں میت کو اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے یہ بھی مصیبت میں گرفتار اور وہ بھی مصیبت میں گرفتار۔ (۳۹)
- ② حنفیہ کا مسلک جیسا کہ درمختار نے نقل کیا ہے اور اکثر شوافع کا مسلک یہ ہے کہ میت کو بکاء

(۳۸) اخرجہ البخاری فی کتاب الجنائز رقم الحدیث: ۱۲۸۸

(۳۹) حکاہ الخطابی۔ ولا یخفی ما فیہ من التکلف (فتح الباری ۳/۱۵۳)۔

اہل کیوجہ سے عذاب اس وقت دیا جاتا ہے جب میت نے بکاء اہل کی وصیت کی ہو۔ (۵۰) اگر اس نے وصیت نہیں کی اور گھروالے رو رہے ہیں تو ان کے رونے سے میت کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

④ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ گھروالوں کے رونے سے میت کو یہ عذاب اس وقت دیا جاتا ہے جبکہ مرنے والے کو علم ہو کہ گھروالوں کا طریقہ اور عادت میت پر رونے کی ہے اور اس کے باوجود اس نے گھروالوں کو رونے سے نہیں روکا تو چونکہ اس نے اپنے گھروالوں کو نہیں روکا اس وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

⑤ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ ”ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ“ عالم برزخ کے بارے میں ہے اور قرآن شریف کی آیت ”ولاتزر وازرة وزر اخری“ عالم آخرت کے لیے ہے لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے یہ توجیہ علامہ کرمانی نے کی ہے۔

⑥ حافظ ابن حجر نے اس کی ایک اور توجیہ کی ہے وہ یہ کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ڈاکے ڈالتے تھے، قتل کرتے تھے اور دیگر اس قسم کے حرام کام کرتے تھے، جب کسی کا انتقال ہوتا تو گھروالے اس کی بہادری و شجاعت میں اس کے قتل، جنگوں اور لوٹ مار کا ذکر کر کے روتے تھے تو ”ان المیت لیعذب ببکاء اہلہ علیہ“ کا مطلب یہ ہے کہ یہ گھروالے میت کے جن کارناموں کو یاد کر کے رو رہے ہیں انہیں کاموں کے سبب اس کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ (۵۱) بہر حال یہ مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

قال قتادة: احياهم الله حتى اسمعهم قولهم

حضرت ابو طلحہ کی روایت کے آخر میں قتادہ کا یہ قول منقول ہے کہ اہل قلب کو اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سننے کے لیے زندہ کر دیا تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ قتادہ اپنے اس قول سے ان لوگوں کا رو کر رہے ہیں جو سماع موتی کا انکار کرتے ہیں، کہونکہ قتادہ سماع موتی کے قائل تھے۔ (۵۲)

(۵۰) اور یہ اس لیے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا تو مرتے وقت گھروالوں کو رونے کی وصیت اور تاکید کرتا چنانچہ مشہور شاعر طرفہ کا شعر ہے۔

اذا مت فانمینی بما انا اہلہ

وشقی علی الجیب یا ابنہ معبد

(۵۱) ان تمام توجیہات کے لیے دیکھیے فتح الباری ج ۳۔ ص ۱۵۳-۱۵۵-۱۵۶۔ حافظ ابن حجر ان توجیہات کو تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

ویحتمل ان یجمع بین هذه التوجیہات، فینزل علی اختلاف الاشخاص بان یقال مثلاً: من کانت طریقته النوح فعمشی اہلہ علی

طریقته او بالغ فاوصاهم بذلک عذب بصنعه، ومن کان ظالماً فندب بافعالہ الجائرة، عذب بمعاندہ بہ، ومن کان یرف من اہلہ النیاحۃ، فاحمل

نہیم عنہا.... عذب۔ لتوییح کو۔ عمل نہیں۔ (وانظر فتح الباری ج ۳۔ ص ۱۵۵۔)

(۵۲) دیکھیے فتح الباری ج ۴۔ ص ۳۰۲۔



لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قتادہ سماع موتی کے قائل نہ تھے اور وہ حضرت عائشہؓ کے ہم خیال تھے اس لیے انہوں نے ”احیاءہم اللہ“ کہہ کر تاویل کی اگر حضرت قتادہ سماع موتی کے قائل ہوتے جیسا کہ حافظ نے سمجھا ہے تو پھر ”احیاءہم اللہ حتی اسمعہم“ کی تاویل کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ (۵۳)

### ۹- باب : فَضْلُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا .

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد اس باب سے اہل بدر کی مطلق فضیلت بیان کرنا نہیں بلکہ افضلیت کا بیان مقصود ہے یعنی یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ اہل بدر صاحب الفضل ہیں بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اہل بدر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ (۱)

۳۷۶۱ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ ،  
عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غَلَامٌ ، فَجَاءَتْ  
أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَدْ عَرَفْتَ مَنَزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي ، فَإِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ  
أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ ، وَإِنْ تَكُنِ الْآخِرَى تَرَّ مَا أَصْنَعُ ، فَقَالَ : (وَيَحْكُ ، أَوْ هَبَلَتْ ، أَوْ جَنَّةٌ  
وَاحِدَةٌ هِيَ ، إِنَّهَا جَنَّاتٌ كَثِيرَةٌ ، وَإِنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ) . [ ر : ۲۶۵۴ ]

اس باب کی پہلی روایت حضرت انسؓ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بدر کے دن شہید کر دیئے گئے اور وہ ابھی نو عمر تھے۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا، اے اللہ کے رسول! آپ جانتے ہیں حارثہ کا مقام میرے یہاں کیا تھا (کہ وہ میرا محبوب بیٹا تھا) لہذا اگر وہ شہید ہونے کے بعد جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گی اور اگر کوئی اور بات ہے (کہ وہ جنت میں نہیں ہے) تو آپ دیکھیں گے جو کچھ میں کروں گی (یعنی میں خوب گریہ وزاری کروں گی)۔  
فقال ويحك تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ويحك“ (افسوس ہے تجھ پر) ”ويحك“ کے بارے میں داودی نے کہا کہ یہ کلمہ زجر ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ کلمہ ترحم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ترحم کے لیے ويحك فرمایا ہے زجر تو یخ کے لیے نہیں فرمایا۔ (۲)

(۵۳) دیکھیے لامع البدراری ج ۸- ص ۲۵۶-

(۱) دیکھیے فتح الباری ج ۷- ص ۲۰۵ (۲) ایضاً

اوہبیت کیا تیری عقل ماری گئی ہے؟ (۳) کیا ایک جنت ہے؟ وہاں تو بہت ساری جنتیں ہیں اور حارثہ جنت الفردوس میں ہے۔

### حضرت حارثہ بن سراقہ

حضرت حارثہ کے والد کا نام سراقہ ہے، حضرت سراقہ بھی صحابی ہیں اور جنگ خنین میں شہید ہوئے ہیں، حضرت حارثہ کی والدہ کا نام ربیع بنت النضر ہے اور یہ حضرت انسؓ کی پھوپھی بھی ہیں۔ حضرت حارثہؓ انصار میں شہید ہونے والوں میں سب سے پہلے بدر کے اندر شہید ہوئے، حوض سے پانی پی رہے تھے کہ حبان بن العرقہ نے ان کو تیر مارا اور یہ شہید ہو گئے۔ (۴)

۳۷۶۲ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ : سَمِعْتُ حُصَيْنَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّدِّيِّ ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبَا مَرْثَدَ الْغَنَوِيِّ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ ، وَكُلَّنَا فَارِسٌ ، قَالَ (أَنْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخِ ، فَإِنَّ بِهَا أَمْرًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ) . فَأَذْرَكْنَاهَا تَسِيرُ عَلِيٍّ بَعِيرٍ لَهَا حَيْثُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَقُلْنَا الْكِتَابُ ، فَقَالَتْ : مَا مَعَنَا كِتَابٌ ، فَأَتْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا ، فَقُلْنَا : مَا كَذَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنَجْرُدَنَّكَ ، فَلَمَّا رَأَتْ الْجِدَّ أَهَوَتْ إِلَى حُجْزَتِهَا ، وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ ، فَأَخْرَجَتْهُ ، فَأَنْطَلَقْنَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَدْ خَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنِينَ ، فَدَعْنِي فَلَأَضْرِبَ عُنُقَهُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَا حَمَلَكَ عَلَيَّ مَا صَنَعْتَ) قَالَ حَاطِبٌ : وَاللَّهِ مَا بِي أَنْ لَا أَكُونَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ ، أَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهَا عَنْ أَهْلِي وَمَالِي ، وَلَيْسَ أَحَدًا مِنَ أَصْحَابِكَ إِلَّا لَهُ هُنَاكَ مِنْ عَشِيرَتِهِ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَدَقَ ، وَلَا تَقُولُوا لَهُ إِلَّا خَيْرًا) . فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ ، فَدَعْنِي فَلَأَضْرِبَ عُنُقَهُ . فَقَالَ : (الَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ؟)

(۳) اوہبیت: الهمزة قبلها استفهام الواء مفتوحة للمطالع على مقدر... من قولهم هبلتناى نكلتو تقدير بجمعى المدح والاعجاب۔ (وانظر العمدة:

۹۳/۱۷۔ والفتح: ۳۰۵/۷۔)

(۴) دیکھیے عمدۃ القاری ج ۱۷۔ ص: ۹۲۔

فَقَالَ : لَعَلَّ اللَّهَ أَطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرِ فَقَالَ : أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ، فَقَدْ وَجَّبتْ لَكُمْ الْجَنَّةُ ، أَوْ : فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) . فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ ، وَقَالَ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . [ر : ۲۸۴۵]

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مشرکین کے نام خط

یہ حضرت علیؑ کی روایت ہے اس میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا ذکر ہے جو انہوں نے اہل مکہ کے پاس خفیہٴ ارسال کیا تھا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ، ابو مرشد اور زبیر عینوں کو ایک مہم پر بھیجا (بعض روایات میں حضرت مقداد کا بھی ذکر ہے تو پھر چار ہوں گے) اور ہم سب کے سب شہسوار تھے ، آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ یہاں تک کہ ”روضہٴ خاخ“ پر پہنچو۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ، وہاں ایک عورت (سارہ) ملیگی۔ جس کا تعلق مشرکین سے ہے اس کے پاس ایک خط ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین کے نام ارسال کیا گیا ہے وہ خط لے کر آؤ۔ کہتے ہیں حضرت حاطب نے اس عورت کو اجرت دی تھی۔ بعض حضرات نے اجرت ایک دینار نقل کی ہے اور بعض نے بارہ دینار نقل کی ہے۔ (۵)

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ ہم نے اس عورت کو اس حالت میں پایا کہ وہ اونٹ پر سوار چلی جا رہی تھی اور اسی جگہ پایا جہاں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی ”روضہٴ خاخ“ میں۔ فقلنا الكتاب ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو، وہ کہنے لگی، میرے پاس تو خط نہیں ہے فانحننا تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کی تلاشی شروع کر دی لیکن ہمیں اس کے پاس کوئی خط نہیں ملا ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو غلط ہو، نہیں سکتی اس لیے ہم نے اس عورت سے کہا کہ خط نکالو ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔

فلما رات الجدة، أهوت الي حجزتها  
جب اس نے ہمارا تخت رویہ دیکھا اور سمجھی کہ اگر خط نہ ملا تو یہ سچ سچ مجھے ننگا کر دیں گے تو وہ اپنے حجزہ کی طرف جھکی ”حجزہ“ معقد ازار کو کہتے ہیں جہاں ازار باندھی جاتی ہے۔  
وہی محتجزہ بکساء اور اس نے معقد ازار پر چادر باندھ رکھی تھی چنانچہ اس نے وہاں سے خط نکالا۔  
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بالوں کے جوڑے (۶) سے خط نکالا تھا یہاں ہے کہ

(۵) فتح الباری ج ۱۔ ص : ۵۴۰

(۶) فتح الباری ۱۹۱/۶۰۔ کتاب الجہاد باب اذا ضل ال رجل الي النظر في شعور اهل الذمة

اس نے ”حجزۃ“ سے خط نکالا۔ اس تعارض کو دور کرنے کے لیے مختلف توجیہات کی گئیں۔

① ایک توجیہ یہ کی گئی کہ شروع میں خط ”وقاص شعر“ (بالوں کے جوڑے) میں تھا بعد میں وہاں سے منتقل کر کے معقد ازار میں رکھ لیا تھا۔

② دوسری توجیہ یہ کی گئی کہ ممکن ہے اس کے پاس دو خط ہوں ایک وقاص شعر میں اور ایک معقد ازار میں۔

③ تیسری توجیہ یہ کی گئی کہ ”حجزۃ“ کے معنی مطلقاً ماخذ کے اور معقد کے ہیں خواہ وہ بالوں کا معقد ہو یا ازار کا معقد۔

④ اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ دراصل اس عورت کے بال بہت لمبے تھے تو اس عورت نے اولاً خط کو بٹے ہوئے بالوں میں رکھا اور بالوں کے خط والے حصہ کو پھر معقد ازار میں چھپا دیا تو خط بالوں کے جوڑے سے بھی برآمد ہوا اور معقد ازار سے بھی، ایک روایت میں بالوں کے جوڑوں سے برآمد ہونے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں معقد ازار سے برآمد ہونے کا ذکر ہے اور برآمد دونوں سے ہوا لہذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ تحریر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! حاطب نے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مومنین سے خیانت کی ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ان کی گردن مار دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حاطبؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے اس عمل پر آمادہ کیا؟ حاطبؓ نے کہا، خدا کی قسم! یہ بات ہرگز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان باقی نہیں رہا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ کفار پر میرا احسان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس احسان کے ذریعہ میرے اہل اور میرے مال کی حفاظت فرمادیں اور آپ کے اصحاب میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی آدمی خاندان میں وہاں ایسا موجود ہے جس کے ذریعہ اللہ اس کے اہل اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا صدق اس نے سچی اور صحیح بات کہی اور تم اس کے لیے سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہو۔ حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا ”انہ قد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین“ تو آپؐ نے فرمایا کیا یہ (حاطبؓ) اہل بدر میں سے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ بدر والوں پر مطلع ہیں، بدر والوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے، اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة ”جو چاہو کرو تمہارے لیے جنت واجب ہے۔“ چنانچہ یہ سن کر حضرت عمرؓ کے آنسو بہنے لگے اور کہا ”اللہ ورسولہ اعلم“ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

(۷) مذکورہ چاروں توجیہوں کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۱۹۱/۶۔ کتاب الجہاد، باب اذا اضطرت الرجل الى النظر

اس روایت میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے اہل مکہ کے نام خط ارسال کرنے کا واقعہ مذکور ہے، حدیبیہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے ساتھ دس سال کے لیے صلح کی لیکن ابھی اس صلح کے دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ مشرکین نے اس صلح کی خلاف ورزی کی۔

اہل مکہ نے تجدید صلح کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر مکہ پر لشکر کشی کی تیاری شروع کر دی، تیاری کا یہ سلسلہ چل رہا تھا اور اس کو اخفا میں رکھا جا رہا تھا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کے نام ایک خط لکھا اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا کہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر جرار لے کر آرہے ہیں جس کے غبار سے اتنا اندھیرا چھا جائے گا جیسا کہ رات کا اندھیرا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں گے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں گے اور ان کو کامیابی عطا فرمائیں گے، تم اپنا انتظام کر لو۔ والسلام“

خط کے مضمون میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے مسلمانوں کو نقصان کا خدشہ ہو بلکہ خط کا مضمون

مشرکین مکہ کو مرعوب کرنے کے لیے ایک اچھا ذریعہ تھا لیکن چونکہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کا افشاء بہر حال ہوا تھا اس لیے آپ کو وحی کے ذریعہ سے اطلاع ہو گئی اور وہ خط مکہ نہ پہنچ سکا۔ حضرت حاطب مکہ کے باشندہ نہیں تھے اور ان کے اہل و عیال مکہ میں تھے وہاں ان کے خاندان کے افراد نہیں تھے جو ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرتے اس لیے انہوں نے خط لکھا کہ اہل مکہ پر ان کا احسان ہو جائے جس کی وجہ سے وہ ان کے بچوں کی حفاظت کریں گے۔ (۹) خط لکھنے کا مقصد مسلمانوں سے عداوت یا ان کا راز فاش کرنا نہیں تھا اور نہ نفاق کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا۔ چنانچہ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اصل وجہ بتائی تو آپ نے تصدیق فرمائی۔

(۸) خط کے الفاظ یوں منقول ہیں:

امابعد یامعشر قریش، فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم بحیث کاللیل یسیر کاللیل، فواللہ

لو جاءکم و حدہ لنصرہ اللہ وانجزلہ و عدہ فانظرو الانفسکم والسلام....

یہ الفاظ عامر سہلی نے نقل کیے ہیں اس سے مختلف الفاظ بھی بعض روایات میں منقول ہیں۔ (دیکھیے فتح الباری ج ۴ / ۵۲۱-)

(۹) چنانچہ بعض روایات میں خط کا مضمون اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی الناس بالغزو، ولا اراہ یرید غیرکم، وقد احببت ان یکون لی

عندکم ید (فتح الباری ۴ / ۵۲۱-)

## ایک اشکال

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ”لانتقولواہ الاخیراً“ تو اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے ان کو ”خائن“ کہا اور ان کی گردن مارنے کی اجازت مانگی، بظاہر حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں، اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

## مختلف جوابات

① علامہ قسطلانی نے یہ جواب دیا ہے کہ تو حضرت عمرؓ کفر و نفاق کے بارے میں سخت تھے اور بہت تشدد کا رویہ رکھتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ شخص زبان سے اسلام کا تو اظہار کر رہا ہے لیکن اس کے دل میں کفار کے ساتھ تعلق اور محبت موجود ہے تب ہی تو اس نے خط لکھا اس لیے حضرت عمرؓ نے اس کو خائن اور منافق کہا۔ (۱۰)

② شیخ ابوالحسن سندھی نے شرح بخاری میں ایک اور جواب دیا انہوں نے فرمایا کہ اصل میں حضرت عمرؓ چونکہ کفر و نفاق کے معاملہ میں شدید تھے لہذا وہ مغلوب الحال ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ”لانتقولواہ الاخیراً“ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تو غلبہٴ حال کی وجہ سے انہوں نے حضرت حاطبؓ کو خائن اور منافق کہا۔ (۱۱)

③ علامہ سندھی نے ایک اور جواب بھی دیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ محسوس کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاطب بن ابی بلتعہ کی تالیف فرما رہے ہیں اور چونکہ حضرت عمرؓ کفر و نفاق کے بارے میں تشدد تھے اس لیے ان کی اپنی رائے یہ تھی کہ یہ تالیف کے مستحق نہیں بلکہ تادیب کے مستحق ہیں، اپنی اس رائے کی وجہ سے انہوں نے حضرت حاطبؓ کو خائن اور منافق کہا۔ (۱۲)

## حضرت گنگوہیؒ کا تسلی بخش جواب

لیکن ایک جواب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے دیا ہے اور آپ خود فیصلہ کریں گے کہ حضرت گنگوہیؒ کے جواب میں کیا لطافت اور حسن ہے یہ جواب ”لامع“ اور ”کوکب“ دونوں کے ملانے سے تیار ہوا ہے۔

(۱۰) لامع الدراری ج ۸ ص ۲۵۹۔

(۱۱) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری ج ۸ ص ۲۵۹۔

(۱۲) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری ج ۸ ص ۲۵۹۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک حاطب بن ابی بلتعہ سے کفر اور نفاق کی نفی فرمائی تھی لیکن اس کفر اور نفاق کی نفی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان سے کسی بھی انداز میں خیانت کا صدور نہیں ہوا فی الجملہ خیانت تو بہر حال ان سے ہوئی تھی کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخفی راز کی کفار کو اطلاع دینے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے ”خان اللہ ورسولہ“ سے اسی مطلق خیانت کا ذکر کیا ہے جس کی آپ نے نفی نہیں فرمائی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے قول میں ”انہ منافق“ (۱۳) جو فرمایا گیا ہے اس سے نفاق فی العقیدہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے نفاق عملی مراد ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ فی الجملہ ارتکاب خیانت بھی پایا گیا ہے، آپ نے اس کی نفی نہیں فرمائی، اس طرح نفاق فی العمل کا ارتکاب پایا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق فی العمل کی نفی نہیں کی تھی نفاق فی العقیدہ کی نفی کی تھی حضرت عمرؓ نے ان کو ”خائن“ اور ”منافق“ اس فی الجملہ خیانت اور نفاق فی العمل کی وجہ سے کہا۔ لہذا حضرت عمرؓ کا قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے متصادم اور معارض ہی نہیں۔

یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطبؓ کے قتل کی اجازت مانگی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو منافق فی العقیدہ سمجھا تھا کیونکہ نفاق فی العمل کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا یا قتل کی اجازت مانگنا تو بہر حال درست نہیں۔ تو حضرت گناوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے کفر کی وجہ سے یا نفاق فی العقیدہ کی وجہ سے یہ اجازت نہیں مانگی تھی بلکہ تعزیر کے طور پر یہ اجازت مانگی اور اس قسم کی خیانت میں تعزیر کے طور پر امام کے لیے قتل کی اجازت ہے، یہ جواب ایسا ہے کہ اس سے اشکال بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ (۱۴)

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم

یہ اللہ جل شانہ نے اہل بدر کے بارے میں فرمایا کہ تم جو پاپا کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی

ہے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل بدر کو تکالیف شرعیہ سے مستثنیٰ قرار دیا

(۱۴) روایت باب میں حضرت عمرؓ کی طرف سے حضرت حاطبؓ کی طرف نفاق کی نسبت مذکور نہیں البتہ آگے ”باب غزوة الفتح“ کی روایت میں

حضرت عمرؓ نے ان کو منافق کہا ہے (دیکھیے باب غزوة الفتح۔ بخاری، حدیث نمبر: ۴۲۵۳)

(۱۴) تفصیل کے لیے دیکھیے لایع الدراری ج ۸ ص: ۲۵۹، ۲۶۰

ہے؟ اس روایت کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے حالانکہ اہل بدر تکالیف شرعیہ سے مستثنیٰ نہیں تھے۔

① اس کا ایک جواب حافظ اور دوسرے شراح نے یہ دیا ہے کہ ”اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم“ کا تعلق ذنوب ماضیہ سے ہے کہ اہل بدر سے ماضی میں جو گناہ صادر ہوئے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے ان گناہوں کو معاف کر دیا لیکن پھر اشکال ہوتا ہے کہ ”اعملوا“ امر کا صیغہ ہے جو مستقبل کے لیے آتا ہے آپ اس کو ”ذنوب ماضیہ“ پر کیسے محمول کر سکتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ ”فقد غفرت لکم“ کے الفاظ اس کی دلیل ہے کیونکہ ”غفرت“ ماضی صیغہ ہے۔

لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ حضرت حاطبؓ کا یہ واقعہ تو بدر کے چھ سال بعد کا ہے اور اس موقع پر آپؐ فرما رہے ہیں۔ لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا تعلق امور مستقبلہ سے ہے۔

رہی یہ بات کہ ”فقد غفرت لکم“ ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا تو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ماضی کا صیغہ تحقیق اور تیقن کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۵) کہ جو گناہ مستقبل میں ہوں گے وہ یقیناً بخش دیئے جائیں گے اور یہ مغفرت بالکل قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ ماضی قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

② دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ خطاب تشریف اور تکریم کے لیے ہے دفع تکلیف اس سے مراد نہیں، مقصود یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اہل بدر کے ذنوب ماضیہ تو معاف کر ہی دیئے اور مستقبل میں ان سے صادر ہونے والے گناہوں کے بارے میں اہل بدر میں اللہ نے ایسی صلاحیت پیدا فرمادی اور ان کا ایمان ایسا مضبوط اور قوی فرمادیا کہ اگر بقاضائے بشریت ان سے آئندہ کوئی گناہ سرزد ہوگا تو وہ فوراً توبہ اور اللہ کی طرف رجوع کر کے استغفار سے اس کا تدارک کر دیں گے تو یہ خطاب تشریف اور تکریم کے لیے ہے اہل بدر کو تکالیف شرعیہ سے مستثنیٰ قرار دینا مقصود نہیں۔ (۱۶)

③ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں اہل بدر کو عدم وقوع ذنوب کی بشارت دی گئی ہے کہ بدر میں سے آئندہ گناہ صادر نہیں ہوں گے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ بدری صحابہ میں ایسے حضرات بھی ہیں کہ ان سے بدر کے بعد گناہ صادر ہوا۔ حضرت قدامہ بن مظعون بدری صحابی ہیں اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان سے شرب خمر کا گناہ صادر ہوا چنانچہ ان پر حد جاری کی گئی اس لیے یہ بات محل نظر ہے۔ (۱۷)

(۱۵) فتح الباری ج ۴۔ ص ۳۰۵۔ و تعلیقات لاسع الدراری ج ۸۔ ص ۲۱۰۔

(۱۶) فتح الباری ج ۴۔ ص ۲۰۶۔

(۱۷) فتح الباری ج ۴۔ ص ۲۰۶ و تعلیقات لاسع ج ۸ ص ۲۱۱۔



## شاہ ولی اللہ صاحب کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بڑی پیاری بات فرمائی، وہ فرماتے ہیں کہ ”اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم“ کا تعلق فضائل اور مندوبات سے ہے، فرائض اور واجبات سے اس کا تعلق نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے تو اس کے لیے عبارت کا ایک خاص اسلوب ہوتا ہے اور جو بات محاورہ کے طور پر کی جاتی ہے اس کا اسلوب جدا ہوتا ہے۔ اس حدیث میں مسئلہ نہیں بیان کیا جا رہا بلکہ اس میں اہل بدر کی قربانی اور جنگ بدر میں شرکت کی عظمت بیان کی جا رہی ہے تو اہل بدر کو یہ خطاب بطور محاورہ کے ہے یہ مطلب نہیں کہ ان کو فرائض سے مستثنیٰ قرار دیا جا رہا ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ آئندہ اہل بدر مندوبات کا اہتمام نہیں کریں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اہل بدر کو فضائل اور مندوبات کا اہتمام کیے بغیر وہ مقام عطا فرمایا ہے جو اہل فضائل کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ (۱۸) واللہ اعلم

یہ بات ذہن میں رہے کہ اہل بدر کے لیے جو بشارت بیان کی گئی ہے اس کا تعلق احکام آخرت سے ہے، احکام دنیا سے اس کا تعلق نہیں۔ دنیا میں اگر کسی بدری سے کوئی غلطی ہو گئی (جیسے قدامہ بن مظعون سے غلطی ہوئی اور انہوں نے شراب پی چنانچہ ان پر حد جاری کی گئی) تو دنیوی احکام اس پر جاری ہوں گے۔

## ۱۰ باب

یہ باب ترجمہ کے بغیر ہے اور ”فیما يتعلق ببدر“ کے معنی میں ہے، بدر کے متعلق اس میں روایات ذکر کی جائیں گی۔

۳۷۶۳ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ ، عَنْ حَمَزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (إِذَا أَكْتَبُوكُمْ فَأَرْمُوهُمْ ، وَأَسْتَبِقُوا نَبْلَكُمْ) .  
 حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ ، عَنْ حَمَزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (إِذَا أَكْتَبُوكُمْ - يَعْنِي أَكْثَرُوكُمْ - فَأَرْمُوهُمْ ، وَأَسْتَبِقُوا نَبْلَكُمْ) .

[ر : ۲۷۴۴]

پہلی روایت میں امام بخاری کے استاذ عبداللہ بن محمد الجعفی ہیں ان کو عبداللہ بن محمد مسندی بھی کہتے ہیں، یہ روایت کرتے ہیں ابو احمد زبیری سے اور وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمن بن غسیل سے۔

### عبدالرحمن بن الغسیل

ان کے والد کا نام غسیل نہیں ہے بلکہ سلیمان ہے سلسلہ نسب یہ ہے ”عبدالرحمان بن سلیمان بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حنظلہ الغسیل“ غسیل حنظلہ کی صفت ہے چونکہ عبدالرحمان ان کی اولاد کے سلسلہ نسب میں سے ہیں اس لیے ان کو ”ابن الغسیل“ کہا۔ (۱۹) حضرت حنظلہ غزوہ احد میں جنابت کی حالت میں شہید ہوئے، جب مقتولین احد میں ان کی لاش ملی تو ان کے سر کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ نے ان کو غسل دیا ہے، اس وجہ سے ان کا لقب ”غسیل الملائکہ“ پر گیا۔ (۲۰)

### ابو اسید

یہ صحابی ہیں، ان کا نام مالک بن ریعہ ہے، انصار کے قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں فرمایا۔ اذا اکتبوا فارموهم اس کے معنی ہیں: ”اذا قربوا منکم فامکنوکم من انفسہم فارموہم“ (۲۱) یعنی جب وہ کفار تمہارے قریب آجائیں اور اپنے نفوس پر تم کو قدرت عطا کر دیں تب تم ان کے اوپر تیر پھینکو کیونکہ اگر دشمن دور ہو اور تیر اندازی ہوتی رہے تو تیر ضائع ہوں گے اور دشمن کا نقصان کچھ نہ ہوگا۔ واستبقوا نبلکم اور اپنے تیروں کو بچا کے رکھو۔

حدثنی محمد بن عبد الرحیم قال حدثنا ابو احمد الزبیری....

اس روایت میں ”محمد بن عبد الرحیم“ امام بخاری کے استاذ ہیں وہ روایت کرتے ہیں ابو احمد زبیری سے، آگے سند ہے۔ عبدالرحمن بن الغسیل عن حمزہ بن ابی اسید والمنذر بن ابی اسید عن ابی اسید

پہلی روایت کی سند میں تھا.... عبدالرحمن بن الغسیل عن حمزہ بن ابی اسید والمنذر بن ابی اسید پہلی روایت میں عبدالرحمن بن الغسیل کے دو استاذ ہیں ایک حمزہ بن ابی اسید اور دوسرے زبیر بن المنذر بن ابی اسید، جبکہ دوسری روایت میں عبدالرحمن بن الغسیل کے دو استاذوں میں سے ایک تو وہی حمزہ بن ابی اسید ہیں لیکن دوسرے استاذ ”زبیر بن المنذر بن ابی اسید“ نہیں بلکہ ”منذر بن ابی اسید“ ہیں۔

(۱۹) عمدۃ القاری: ۹۶/۱۷۔ (۲۰) عمدۃ القاری: ۹۶/۱۷۔

(۲۱) قال الحافظ فی الفتح: (۳۰۶/۷): والہمزۃ فی قولہ ”اکتبوکم“ للتعدیۃ من کتب بفتح تین وهو القرب، قال ابن فارس: اکتب الصید اذا امکن

نفسہ فالمعنی: اذا قربوا منکم فامکنوکم من انفسہم فارموہم

تنبیہ:

یہاں حافظ ابن حجر سے تسامع ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ اس باب کی دوسری روایت میں امام بخاری نے جو سند نقل کی ہے اس میں امام بخاری نے "زیر بن المنذر بن ابی اسید" کے بجائے "زیر بن ابی اسید" کہا ہے لہذا امام بخاری نے اس دوسری روایت میں "زیر بن ابی اسید" نہیں کہا ہے۔

حضرت ابو اسیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا۔ اذا اکثبوکم یعنی: اکثر وکم۔ فارموہم حافظ اور عینی نے "اکثر وکم" نقل کیا ہے۔ (۲۳) ہمارے نسخوں میں "کثر وکم" ہے مطلب یہ ہے کہ جب کفار زیادہ تعداد میں تمہارے قریب آجائیں اس وقت تم ان پر تیر مارو، داؤدی نے کہا ہے کہ "فارموہم" کے معنی ہیں کہ جب وہ زیادہ تعداد میں تمہارے قریب آجائیں تو اس وقت ان کو پتھروں سے مارو۔ (۲۳)

۳۷۶۴ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَبْرِ ، فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً ، سَبْعِينَ أُسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلًا ، قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : يَوْمَ يَوْمِ بَدْرٍ ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ . [ ر : ۲۸۷۴ ]

یہ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو تیر اندازوں پر امیر مقرر فرمایا تھا چونکہ اس دستے سے غلطی ہوئی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہیں ہو سکی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے دس ساتھی شہید ہو گئے تھے اور جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی، تو حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ احد میں کفار نے ہمارے ستر صحابہؓ شہید کیے تھے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مشرکین سے یوم بدر میں ایک سو چالیس آدمیوں کو نقصان پہنچایا تھا جن میں ستر مارے گئے تھے اور ستر قید کر لیے گئے تھے، اس وقت ابوسفیان نے کہا تھا۔ یوم بیوم بدر یعنی آج احد میں بدر کا بدلہ ہوگا۔

(۲۳) چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: قوله: "عن حمزة بن ابی اسید و الزیر بن المنذر بن ابی اسید" كذا في هذه الرواية، ووقع في التي بعدها الزیر بن

ابی اسید، فقیل هو عمه، و قیل هو مولک، نسیب الی حدہ، و الاول اصوب.... (فتح الباری ۲۰۶/۶)

(۲۳) دیکھیے فتح الباری ۲۰۶/۶ و عمدة القاری ۹۷/۱۷۔

(۲۳) عمدة القاری ۹۷/۱۷۔

والحرب سجّال ”سجال“ سجال کی جمع ہے ڈول کو کہتے ہیں، یہ محاورہ ہے کہ جس طریقہ سے کنویں پر ڈول کھینچنے کے وقت کبھی ڈول ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں، اسی طرح جنگ میں بھی کامیابی کبھی ایک فریق کو ہوتی ہے اور کبھی دوسرے فریق کو۔

۳۷۶۵ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدٍ ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى - أَرَاهُ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ ، وَتَوَابِ الصَّدَقِ الَّذِي آتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ) . [ر : ۳۴۲۵]

”اراه“ یہ یا تو البورہ کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ البوموسیٰ نے یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل کی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ البورہ کا قول نہ ہو بلکہ نیچے کسی راوی کا قول ہو۔

وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب علامات النبوة“ میں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اور آگے غزوہ احد میں بھی آئے گی یہاں اس حدیث کا ایک جزو نقل کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ نے ایک تلوار کو حرکت دی اور اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد آپ نے اس کو دوبارہ حرکت دی تو وہ اس سے بھی زیادہ اچھی صورت میں ہو گئی جیسے پہلے تھی۔ (۲۵) یہاں جو جزو نقل کیا گیا ہے اس کا ترجمہ ہے، ”اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ بعد میں خیر لے کر آئے۔“

① بعض حضرات نے کہا کہ اس خیر سے مراد شہداء احد کی شہادت ہے چونکہ شہادت مؤمن کے لیے تھلہ ہے اس لیے شہادت کو ان کے لیے خیر قرار دیا گیا۔ (۲۶)

② بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد مسلمانوں کی وہ ثابت قدمی اور فتوحات ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے غزوہ احد کے بعد ان کو عطا فرمائے۔ (۲۷)

(۲۵) پوری حدیث یہ ہے:

عن أبي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رايته في المنام اني اهاجر من مكة الى ارض بيهانخل، فذهب و هلى الى انها اليمامة او الهجر فاذا هي المدينة يثرب، و رايته في رؤياي اني هزرت سيفا، فانقطع صدره فاذا هو ماصيب من المؤمنين يوم احد، ثم هزرت اخري، فعاد احسن ماكان، فاذا هو ما جاء الله به من الفتح واجتماع المؤمنين، و رايته فيها بقرأ، والله خير، فاذا هم المؤمنون يوم احد، و اذا الخير ما جاء الله به من الخير و ثواب الصدق الذي آتانا الله بعد يوم بدر. (باب علامات النبوة بخاری: ۵۱۱/۱۔)

(۲۶) عمدة القاری: ۱۶ / ۱۵۳

(۲۷) عمدة القاری: ۱۶ / ۱۵۳

بعض حضرات نے کہا اس خیر سے بدر میں مسلمانوں کی کامیابی مراد ہے۔ (۲۸)

و ثواب الصدق الذی آتانا بعد یوم بدر

”اور بہترین اور اچھا بدلہ اور ثواب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو بدر کے بعد عطا فرمایا۔“

ثواب الصدق

بعض حضرات نے اس کا ترجمہ کیا ہے صحیح اور درست اعمال کا ثواب

اور بعض نے کہا کہ اس میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہو رہی ہے، اس کے معنی

”الثواب الصالح“ ”الثواب المرضی“ اور ”الثواب الجید“ کے ہیں۔ (۲۹)

حضرت شاہ صاحب نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

① ایک یہ کہ ”بعد“ بنی علی الضم ہے اور مبدل منہ ہے اور ”یوم بدر“ اس سے بدل ہے، یہ

تو آپ کو معلوم ہے کہ ”بعد“ جب بغیر اضافت کے ہوتا ہے تو بنی علی الضم ہوتا ہے اس صورت میں

مطلب ہوگا کہ بہترین ثواب اور بدلہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مسلمانوں کو عطا کیا جس کی وجہ سے

ان کو مقام تشریف و تکریم حاصل ہوا۔ (۳۰)

② اور حضرت شاہ صاحب نے دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ ”بعد“ مضاف اور ”یوم بدر“ مضاف

الیہ ہے اور مطلب ہے کہ بہترین بدلہ اور ثواب وہ ہے جو اللہ جل شانہ نے ہم کو یوم بدر کے بعد عطا فرمایا۔

لیکن ”یوم بدر“ کے بعد تو غزوہ احد پیش آیا اور اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اس لیے حضرت شاہ

صاحب نے فرمایا کہ میں ”یوم بدر“ سے اس صورت میں بدر صغریٰ مراد ہوگا۔ (۳۱) واقعہ بدر صغریٰ ۴ھ کو

پیش آیا ہے، احد سے جاتے ہوئے الیوسفیان نے کہا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقابلہ ہوگا، چنانچہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال پندرہ سو صحابہ لیکر مقام بدر کی طرف تشریف لے گئے لیکن الیوسفیان

کو مقابلہ میں آنے کی ہمت اور جرأت نہیں ہوئی۔ (۳۲)

بہر حال مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے بدر صغریٰ کے بعد مسلمانوں کو جو انعامات اور فتوحات عطا

فرمائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے بہترین اور سچا بدلہ ہے۔

(۲۸) فیض الباری ۹۱/۳ - (۲۹) عمدۃ القاری: ۹۸/۱۴ - (۳۰) فیض الباری: ۹۱/۳ - (۳۱) فیض الباری: ۹۱/۳ -

(۳۲) غزوہ بدر صغریٰ کو ”غزوہ السویق“ بھی کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام بدر تشریف لے گئے اور آٹھ دن تک وہاں ٹھہرے رہے،

الیوسفیان بھی مکہ سے قریش کی جماعت لیکر مقام ”مرالظہران“ یا مقام ”عسفان“ تک آئے لیکن وہاں سے ارادہ ملتوی کر کے واپس ہوئے۔

اس موقع پر آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ منورہ میں ایسا قائم مقام بنایا تھا۔ (دیکھیے الکامل لابن اثیر ۱۲۰/۳)

۳۷۶۶ : حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ :  
 قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : إِي لَنِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ ، إِذِ التَّفَتُّ فَإِذَا عَن بَيْمَنِي وَعَن يَسَارِي  
 فَتَيَانِ حَدِيثًا السَّنِّ ، فَكَأَنِّي لَمْ أَمَنْ بِمَكَانَيْهِمَا ، إِذْ قَالَ لِي أَحَدُهُمَا سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ : يَا عَمُّ أَرِنِي  
 أَبَا جَهْلٍ ، فَقُلْتُ : يَا ابْنَ أَخِي ، وَمَا تَصْنَعُ بِهِ ؟ قَالَ : عَاهَدْتُ اللَّهَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ أَقْتُلَهُ أَوْ أَمُوتَ  
 دُونَهُ ، فَقَالَ لِي الْآخَرُ سِرًّا مِنْ صَاحِبِهِ مِثْلَهُ ، قَالَ : فَمَا سَرَّيْنِي أَيُّ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَيْهِمَا ،  
 فَأَشْرْتُ لَهُمَا إِلَيَّ ، فَشَدَّ عَلَيَّ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتَّى ضَرَبَاهُ ، وَهُمَا أَبْنَا عَفْرَاءَ . [ ر : ۲۹۷۲ ]

یہ سند ”مسلل بالآباء“ ہے، اس میں ہر راوی اپنے والد سے روایت کر رہا ہے، (۳۳) اس روایت میں ابو جہل پر حملہ کرنے والے دو انصاری بچوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پاس کھڑے تھے اس کی تفصیل گزر چکی...

۳۷۶۷ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ : أَخْبَرَنَا أَبُو شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي  
 عَمْرُو بْنُ أَبِي أَسِيدٍ بْنُ جَارِيَةَ التَّقِيُّ ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنْ أَبِي  
 هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشْرَةَ عَيْنًا ، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ  
 الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَاةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ،  
 ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُدَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ ، فَفَرُّوا لَهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ ، فَأَقْتَصَوْا  
 آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَا كَلَّهُمْ التَّمَرُ فِي مَتَرٍ نَزَلُوهُ ، فَقَالُوا : تَدْرُ بَيْتٍ ، فَاتَّبَعُوا آثَارَهُمْ ،  
 فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ بَلَغُوا إِلَى مَوْضِعٍ فَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ ، فَقَالُوا لَهُمْ : أَنْزِلُوا  
 فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ ، وَلَكُمْ الْعَهْدُ وَالْمِثَاقُ : أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا . فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ :  
 أَيُّهَا الْقَوْمُ أَمَا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ، ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ أَخْبِرْنَا نَبِيَّكَ ﷺ ، فَرَمَوْهُمْ  
 بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا ، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِثَاقِ ، مِنْهُمْ خَبِيبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدُّنَيْثَةِ  
 وَرَجُلٌ آخَرٌ ، فَلَمَّا اسْتَمَكَّنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّلَاثُ :  
 هَذَا أَوْلُ الْخَدْرِ ، وَاللَّهِ لَا أَصْحَبُكُمْ ، إِنْ لِي بِهَذَا أَسْوَةٌ ، يُرِيدُ الْقَتْلَ ، فَجَرَّوهُ وَعَاجَلُوهُ فَأَبَى  
 أَنْ يَصْحَبَهُمْ ، فَانْطَلَقَ بِخَبِيبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدُّنَيْثَةِ حَتَّى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ، فَأَبْتَعَ بَنُو الْحَارِثِ

ابن عامر بن نوفل خبیبا ، وَكَانَ خَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَلَبِثَ خَيْبٌ عِنْدَهُمْ أُسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسَى بَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ ، فَدَرَجَ بَنِيُّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتَّى أَنَاهُ ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ ، قَالَتْ : فَفَزِعْتُ فَرَعَةَ عَرَفَهَا خَيْبٌ ، فَقَالَ : أَلَمْ تُحْسِنِ أَنْ أَقْتُلَهُ ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ ، قَالَتْ : وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أُسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خَيْبٍ ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ ، وَإِنَّهُ لَمُوثِقٌ بِالْحَدِيدِ ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللَّهُ خَيْبًا ، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ ، لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ ، قَالَ لَهُمْ خَيْبٌ : دَعُونِي أَصَلِّي رَكَعَتَيْنِ ، فَدَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ ، فَقَالَ : وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ ، ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ، وَأَقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا ، ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ :

فَلَسْتُ أَبَايَ حِينَ أَقْتَلُ مُسْلِمًا      عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلَّهِ مَضْرَعِي

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ بَشَأُ      يُبَارِكُ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُو سَرْوَةَ عَقِبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ ، فَكَانَ خَيْبٌ هُوَ سَنَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلَاةَ ، وَأَخْبَرَ - بَعِي النَّبِيِّ ﷺ - أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيبُوا خَبْرَهُمْ ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ - حِينَ حَدُّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ - أَنْ يُؤْتُوا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيمًا مِنْ عَظَمَائِهِمْ ، فَبَعَثَ اللَّهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظِّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتُهُ مِنْ رُسُلِهِمْ ، فَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَقْطَعُوا مِنْهُ شَيْئًا . [ ر : ۲۸۸۰ ]

عمرو بن جارية... ان کے نام میں تین قول ہیں۔ عمرو، عمر، عمیر۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ ان کا نام ”عمرو“ ہے۔ ان کے والد کا نام ”اسید“ ہے اسید کی کنیت ابوسفیان ہے، عمرو کے دادا کا نام جاریہ ہے، تو کبھی ان کو دادا کی طرف منسوب کر کے راوی ”عمرو بن جاریہ“ کہتے ہیں اور کبھی والد کے نام یا کنیت کی طرف منسوب کر کے ان کو ”عمرو بن اسید“ یا ”عمرو بن ابی سفیان“ بھی کہتے ہیں۔  
تفصیلی ہیں اور بنو زہرہ کے حلیف ہیں۔ (۲۳)

آگے روایت میں اصحاب بئر معونہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو انشاء اللہ غزوہ رجب میں تفصیل سے آئے گا۔ چونکہ اصحاب بئر معونہ میں سے حضرت نصیب بن عدی، حضرت زید بن دشنہ اور حضرت عاصم بن ثابت

انصاری بدر میں شریک تھے اور اس روایت میں ان کے بدر میں قتال کا ذکر ہے اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں تخریج کی۔ اس روایت کے آخر ۱۳ ہے۔

۳۷۶۸ : وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ : ذَكَرُوا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَمَرِيَّ ، وَهَيْلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ

الْوَاقِفِيَّ ، رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ ، قَدْ شَهِدَا بَدْرًا . [ر : ۲۶۰۶]

یہ اس طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جو آگے غزوہ تبوک میں تفصیل سے آئے گی یہاں امام بخاری حضرت کعب بن مالک کے حوالہ سے بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے غزوہ تبوک سے اپنے تخلف کا قصہ بیان کرتے ہوئے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کا ذکر کیا کہ یہ دونوں نیک صالح آدمی تھے اور حضرت کعب نے فرمایا کہ ”قد شہدا بدرا“ یہ دونوں بدر میں شریک ہوئے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ”تعلیق“ یہاں بیان کی دراصل امام بخاری رحمہ اللہ کعب بن مالک کا یہ قول نقل کر کے ان لوگوں پر رد فرما رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ جنگ بدر میں حاضر نہیں تھے، اس قول کی نسبت امام زہری رحمہ اللہ کی طرف بھی کی گئی ہے، علامہ دمیاطی اور حافظ ابن القیم نے بھی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات بدر میں شریک نہیں تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس رائے کا رد فرما رہے ہیں چنانچہ انہوں نے کعب بن مالک کے حوالہ سے نقل کیا کہ یہ دونوں حضرات شریک بدر تھے اور ظاہر ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی اس تصریح کے بعد ان لوگوں کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں جن کے پاس حضرت مرارہ اور حضرت ہلال کے بدر میں شریک نہ ہونے کی کوئی دلیل صریح نہیں ہے۔ (۳۵)

۳۷۶۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ : أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ بْنَ عَمْرٍو بْنَ نُفَيْلٍ ، وَكَانَ بَدْرِيًّا ، مَرِضًا فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ ، فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ ، وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ ، وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ .

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے ذکر کیا گیا، ذکر کرنے والے کون تھے؟ حافظ نے کہا لم اقف (۳۶) (مجھے معلوم نہیں) لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں صراحت موجود ہے کہ ذکر کرنے والے سعید بن زید کے صاحبزادے تھے، (۳۷) انہوں نے ذکر کیا کہ سعید بن زید جمعہ کے دن بیمار ہو گئے ہیں۔ فرکب الیہ بعد از، تعالیٰ النهار۔ چنانچہ ان کی بیماری کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن عمر دن چڑھنے کے بعد عیادت کی

(۳۵) دیکھیے فتح الباری: ۲۱۱/۷ (۳۶) فتح الباری: ۲۱۱/۷

(۳۷) دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵/۲ - کتاب الصلوٰۃ باب من رخص فی السفر یوم الجمعة



غرض سے ان کے پاس گئے۔ سعید بن زید بدری صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ ان کے نکاح میں تھیں تو یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پھوپھے ہیں۔

واقتربت الجمعة وترک الجمعة ” نماز جمعہ کا وقت قریب آگیا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر نے جمعہ چھوڑ دیا“ اور ان کی عیادت کے لیے روانہ ہو گئے۔

یہاں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ابن عمر عیادت کے لیے کس جگہ گئے؟ البتہ ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن زید کا قیام ”عقیق“ میں تھا جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی عیادت کے لیے وہاں گئے تھے۔ (۳۸)

### جمعہ کے دن سفر کا مسئلہ

یہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر جمعہ کی نماز چھوڑ کر عیادت کے لیے کیسے چلے گئے؟ جمعہ کی نماز چھوڑ کر زوال سے پہلے اس طرح جانا جائز ہے؟

① اکثر حنابلہ اور اکثر مالکیہ اور قول قدیم میں امام شافعی کے نزدیک زوال سے پہلے جمعہ کے دن اس طرح جانا جائز ہے۔

② امام مالک کی ایک روایت اور امام احمد کی ایک روایت اور امام شافعی کے قول جدید کے مطابق اس طرح جمعہ کے دن زوال سے قبل جانا جائز نہیں۔

③ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ سفر اگر جہاد کے لیے ہے تو جانا جائز ہے ورنہ ناجائز (۳۹)۔

④ بعض شوافع اور امام الحرمین کے نزدیک اگر سفر واجب اور ضروری ہے تو جاسکتے ہیں ورنہ نہیں۔

⑤ اکثر شوافع کی رائے یہ ہے کہ اگر سفر طاعت ہے (جیسے عیادت وغیرہ نیک کام کے لیے سفر) تو جاسکتے ہیں چاہے سفر واجب ہو یا نہ ہو۔

جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز جمعہ چھوڑ کر شہر سے جانا۔

① جمہور علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔

② امام اوزاعی کے نزدیک جائز ہے۔ (۴۰)

(۳۸) دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجمعة، باب من رخص فی السفر یوم الجمعة ج: ۲۔ ص: ۱۰۵۔

(۳۹) مذکورہ تینوں روایات کے لیے دیکھیے، المغنی لابن قدامة: ۱۰۸/۲۔ حکم السفر یوم الجمعة۔

(۴۰) دیکھیے، المغنی لابن قدامة۔

حنفیہ سے اس مسئلہ میں مختلف روایات مروی ہیں۔

① قاضی خان نے حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ زوال سے پہلے بھی جاسکتے ہیں اور زوال کے بعد

بھی۔ (۴۱)

② فتاویٰ ظہیریہ نے یہ نقل کیا ہے کہ زوال کے بعد نماز جمعہ چھوڑ کر جانا جائز نہیں۔

③ شرح منہ نے حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ زوال سے پہلے جائز اور زوال کے بعد مکروہ ہے۔

اور ابن عابدین نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (۴۲)

لیکن اگر کوئی آدمی یہ دیکھ رہا ہے کہ اگر اس نے سفر نہ کیا تو قافلہ سے بچھڑ جائے گا اور پھر تنہا

سفر اس کے لیے دشواری اور مشکلات کا باعث بنے گا تو ایسے شخص کے لیے جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز

جمعہ چھوڑ کر جانا جائز ہے۔

۳۷۷۰ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ : بِأَمْرِهِ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سَبِيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ ، فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا ، وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ . فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ ، إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ : أَنَّ سَبِيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، وَكَانَ مِنْ شَهْدِ بَدْرًا ، فَتَوَيَّأَتْ بِهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّعَتْ لِلْحُطَّابِ ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعَكَكٍ ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ ، فَقَالَ لَهَا : مَا لِي أُرَاكَ تَجَمَّعَتْ لِلْحُطَّابِ ، تُرَجِّينَ النِّكَاحَ ، فَإِنَّكَ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ . قَالَتْ سَبِيْعَةُ : فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ جَمَعْتُ عَلَى نِيَابِي حِينَ أُمْسَيْتُ ، وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ ، فَأَقْتَانِي بِأَبِي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي ، وَأَمَرَنِي بِالتَّزْوِجِ إِنْ بَدَأَ لِي .

تَابِعَهُ أَصْبَغُ ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ . وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : وَسَأَلَنَاهُ فَقَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ ، مَوْلَى بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ : أَنَّ مُحَمَّدًا

(۴۱) إذا اراد الرجل ان يسافر يوم الجمعة لا بأس به اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظهر لان الجمعة انما تجب في آخر الوقت

(وانظر فتاوى قاضى خان على هامش الهندية: ۱/۱۶۶-باب صلاة الجمعة والبحر الرائق: ۲/۱۶۳-)

(۴۲) ويكفي الدر المختار على هامش ردالمختار: ۲/۱۶۲-باب الجمعة وغنية المستملى ص ۵۶۵-فصل في صلاة الجمعة

آبْنِ إِبَّاسِ بْنِ الْبَكْبَكِيِّ ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا ، أَخْبَرَهُ . [ ۵۰۱۳ ، وانظر : ۴۶۲۶ ]

اس روایت میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ ان کے والد عبد اللہ بن عتبہ نے عمرو بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھ بھیجا کہ وہ سبیعہ بنت الحارث السلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے اس واقعہ کے متعلق پوچھیں جو ان کے ساتھ پیش آیا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس معاملہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ معلوم کریں۔ چنانچہ عمرو بن عبد اللہ بن ارقم حضرت سبیعہ کے پاس گئے اور ان سے تحقیق کرنے کے بعد عبد اللہ بن عتبہ کو جواباً لکھا کہ حضرت سبیعہ نے ان کو یہ خبر دی کہ وہ (سبیعہ) سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت سعد ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے (یہی جملہ ترجمۃ الباب سے متعلق ہے....) حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن خولہ کی وفات ہو گئی اور وہ (سبیعہ) حاملہ تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد کچھ ہی دن گزرے تھے کہ سبیعہ کا بچہ پیدا ہو گیا، بچہ کی پیدائش کے بعد جب نفاس سے سبیعہ پاک ہو گئیں تو پیغام دینے والوں کے لیے انہوں نے زنت اختیار کی، بنی عبدالدار میں سے ایک شخص ابو السنابل بن بعلک ان کے پاس آنے اور ان سے کہا کہ ”شاید تم نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے زنت اختیار کر رہی ہو غالباً تمہیں نکاح کا خیال ہو رہا ہے لیکن بخدا! تم شادی نہیں کر سکتی ہو حتیٰ کہ چار ماہ اور دس دن تم پر گزر جائیں۔“ حضرت سبیعہ کا بیان ہے کہ جب ابو السنابل نے مجھ سے یہ بات کہی تو میں نے شام ہوتے ہی اپنے کپڑے اور چادر وغیرہ پہن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے مجھ کو فتویٰ دیا کہ جب وضع حمل ہو گیا ہے تو اب میں حلال ہو گئی ہوں اور اگر میری خواہش ہو تو میں اب نکاح کر سکتی ہوں۔

اس حدیث سے متعلق فقہی مباحث انشاء اللہ تعالیٰ کتاب النکاح میں آئیں گے۔ چونکہ اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں ہے کہ وہ بدر کے شرکاء میں سے تھے اس مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج یہاں کی ہے۔ واللہ اعلم

### ۱۱ - باب : شُھُودِ الْمَلَائِكَةِ بَدْرًا

۳۷۷۱ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ،

عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرْقِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، قَالَ : جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ ؟ قَالَ : ( مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ ) . أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، قَالَ : وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ .

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ ”اہل بدر کا آپ کے ہاں کیا مقام ہے؟“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”من افضل المسلمین“ ”تمام مسلمانوں میں اہل بدر کو ہم افضل شمار کرتے ہیں۔“ یا اس کے ہم معنی کوئی اور کلمہ ارشاد فرمایا، تو جبرئیل نے کہا ”یہی شان ان فرشتوں کی بھی ہے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔“

جنگ بدر میں فرشتوں کے نزول کے فوائد اور اس سے متعلقہ دیگر بخشیں گزر گئی ہیں۔

(۳۷۷۲) : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ ، فَكَانَ يَقُولُ لِأَبْنِهِ : مَا يَسُرُّنِي أَنْ شَهِدْتُ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ ، قَالَ : سَأَلَ جَبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ ، بِهَذَا .

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى : سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ : أَنَّ مَلَكًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ : نَحْوَهُ . وَعَنْ يَحْيَى : أَنَّ يَزِيدَ بْنَ الْهَادِ أَخْبَهُ : أَنَّهُ كَانَ مَعَهُ يَوْمَ حَدَّثَهُ مُعَاذٌ هَذَا الْحَدِيثَ ، فَقَالَ يَزِيدُ : فَقَالَ مُعَاذٌ : إِنَّ السَّائِلَ هُوَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

مایسرنی انی شہدت بدر ابالعقبہ

یہ حضرت رافع انصاری رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو وہ اپنے صاحبزادے سے کہہ رہے ہیں، ان کے صاحبزادہ حضرت رفاعہ ہیں، حضرت رفاعہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے لیکن ان کے والد حضرت رافع جنگ بدر میں شریک نہیں تھے البتہ ”بیعت عقبہ“ میں وہ شریک تھے۔

❶ ان کے اس قول میں جو ”ما“ ہے اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ اس کو نافیہ مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ میرے لیے یہ بات باعث مسرت نہیں ہے کہ میں عقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا یعنی اگر میں بدر میں حاضر نہ ہوا تو مجھے اس کا قلق نہیں کہ میں بجائے عقبہ کے بدر میں حاضر ہوتا۔ اس لیے کہ عقبہ ہی تو وہ منزل تھی جس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا سامان پیدا ہوا اور بیعت عقبہ ہی کی بدولت اسلام کے فروغ کے لیے مواقع پیدا ہوئے اور اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کی نشرواشاعت وسیع پیمانے پر شروع ہوئی۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ ”ما“ کو استفہامیہ تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت میں پھر مطلب ہوگا۔ ”کیا ہی خوشی ہوتی مجھ کو کہ میں عقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا“ اس صورت میں عقبہ کی

بفضلیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ بدر میں حاضری کی تمنا مراد ہوگی۔ (۱)

۳۷۷۳ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ،  
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ : (هَذَا جِبْرِيلُ ، آخِذٌ بِرَأْسِ  
فَرَسِهِ ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ) . [۳۸۱۵]

اس روایت کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ روایت بعینہ اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ آگے غزوہ احد میں آرہی ہے ، (۲) یہ تو بکثرت ہوتا ہے کہ ایک روایت گزرتی ہے دوسری روایت اسی سند کے ساتھ آتی ہے تاہم متن میں الفاظ کا فرق ہو جاتا ہے ، لیکن یہ روایت سنداً و متناً بعینہ مکرر آئی ہے ، شراح بخاری کی تحقیق کے مطابق ایسی روایات میں سے کچھ زائد ہیں جن کے اندر متن اور سند بعینہ مکرر ہیں۔ لیکن اگر کسی آدمی کو توفیق ملے اور وہ اس بات کی تحقیق کرنے لگ جائے تو اس کو بیس سے زائد ایسی روایات ملیں گی جن کے اندر سند اور متن بعینہ مکرر آرہے ہیں۔

## باب ۱۲

یہ باب ”فیما يتعلق ببدر“ کے معنی میں ہے

۳۷۷۴ : حَدَّثَنِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ  
قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَاتَ أَبُو زَيْدٍ ، وَلَمْ يَتْرِكْ عَقِيًّا ، وَكَانَ بَدْرِيًّا .

(۱) چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

”مايسرني“ كلمة ما استفهامية، وفيه معنى التمني لشهود بدر، ويحتمل ان تكون نافية، والباء في ”بالعقبه“ باء البدل اي بدل العقبه

(عمدة القاري: ۱۰۴/۱۶)

البتہ جب ”ما“ کو نافی مانا جائے تو اس صورت میں اشکال ہو سکتا ہے کہ حضرت رافع بیعت عقبہ کو غزوہ بدر پر کیونکر ترجیح دے رہے ہیں؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی کہ اہل بدر تمام مسلمانوں میں افضل ہیں اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

والذي يظهر ان رافع بن مالك لم يسمع من النبي صلى الله عليه وسلم التصريح بتفضيل اهل بدر على غيرهم، فقال ما قال باجتهاد منه، وشبهته ان العقبه كانت منشأ نصره الاسلام، وسبب الهجرة التي نشأ منها الاستعداد للغزوات كلها، لكن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء۔

(فتح الباری ۶/۳۱۳۔)

(۲) دیکھیے باب غزوہ احد... رقم الحدیث ۴۰۳۱

محمد بن عبد اللہ الانصاری امام بخاری رحمہ اللہ کے کبار مشائخ میں سے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے براہ راست بھی ہدایات نقل کرتے ہیں یہاں روایت ”خلیہ بن خیاط“ کے واسطے سے امام بخاری نقل کر رہے ہیں۔

”حضرت ابو زید کا انتقال ہوا اور آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور آپ بدری تھے۔“

### حضرت ابو زیدؓ

حضرت ابو زید انصاری صحابی ہیں، ان کے نام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

علامہ ذہبی نے معجم الصحابہ میں ان کا نام ”اوس بن السکن“ نقل کیا ہے۔ (۳)

بعض حضرات نے ان کا نام ”معاذ“ نقل کیا ہے۔ (۴)

یحییٰ بن معین اور حافظ دمیاطی نے ان کا نام ”ثابت بن زید“ بتایا ہے۔ (۵)

لیکن یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں، اور ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

و سلم کی حیات ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، بدر میں شریک ہوئے اور بدر کے علاوہ دیگر تمام ”مشاہد“ میں

بھی ان کی شرکت رہی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ (۶)

۳۷۷۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنِ

الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ : أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ بْنَ مَالِكِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدِمَ مِنْ

سَفَرٍ ، فَقَدَّمَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ لِحَمَاءٍ مِنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ ، فَقَالَ : مَا أَنَا بِأَكِيلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ ، فَأَنْطَلِقَ

إِلَى أَخِيهِ لِأُمِّهِ ، وَكَانَ بَدْرِيًّا ، قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ : إِنَّهُ حَدَّثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ ، نَقَضَ

لِيَا كَانُوا يُبْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضْحَى بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ . [۵۲۴۸]

اس روایت کی سند میں مسلسل تین تابعی آئے ہیں، یحییٰ بن سعید، قاسم بن محمد اور ابن خباب

جن کا نام عبد اللہ ہے یہ تینوں تابعی ہیں۔

اس روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس ہوئے، گھروالوں

(۳) عمدۃ القاری: ۱۰۶ / ۱۷

(۴) عمدۃ القاری: ۱۰۶ / ۱۷

(۵) عمدۃ القاری: ۱۰۶ / ۱۷

(۶) فتح الباری: ۳۱۳ / ۸ - عمدۃ القاری: ۱۰۶ / ۱۷

نے قربانی کا گوشت ان کے سامنے پیش کیا، حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ میں تو نہیں کھاؤں گا جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں (کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا اور یہاں اس وقت تین دن سے زائد عرصہ گزر گیا تھا) چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ اپنے ماں شریک بھائی حضرت قتادہ بن النعمان کے پاس گئے ”وکان بدریا“ اور قتادہ بدری تھے (اسی جملہ کی مناسبت سے اس روایت کو امام نے اس باب میں ذکر فرمایا۔) ان سے حضرت ابوسعیدؓ نے دریافت کیا تو حضرت قتادہ بن النعمان نے کہا کہ آپ کے سفر پر جانے کے بعد وہ پہلا حکم منسوخ ہو چکا ہے جس میں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ استعمال میں لانے کی ممانعت تھی اب تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت ہے لہذا آپ قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں۔

### حضرت قتادہ بن النعمانؓ

حضرت قتادہ بن النعمان بدری صحابی ہیں اور انصار میں سے ہیں ان کی کنیت ”ابوعمر“ ہے انصار نے ان کی کنیت ”ابوعبداللہ“ رکھی تھی بعض نے کہا ان کی کنیت ”ابوعثمان“ ہے۔ (۷) ان کی ایک آنکھ غزوہ احد میں باہر نکل آئی تھی، بعض لوگوں نے کہا کہ غزوہ بدر میں یہ واقعہ پیش آیا (۸) اور بعض نے کہا کہ غزوہ خندق میں یہ واقعہ پیش آیا۔ (۹) لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ احد میں پیش آیا تھا۔ (۱۰) چنانچہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میری ایک ہوی ہے مجھے اس سے محبت ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے میری یہ آنکھ باہر آگئی ہے اگر وہ مجھے دیکھے گی تو مجھ سے نفرت کرنے لگے گی لہذا آپ میرے لیے دعا فرمادیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کی وہ آنکھ پہلے سے زیادہ بہتر ہو گئی۔ (۱۱)

حضرت قتادہ بن النعمان کا انتقال ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ ۶۵ سال عمر پائی،

(۷) دیکھیے الاصابۃ ج ۳۔ ص: ۲۲۵

(۸) چنانچہ بیہقی نے دلائل النبویہ میں ابن غریب سے اس سلسلہ میں دو روایتیں نقل کی اور ان دونوں روایتوں میں اس واقعہ کے غزوہ بدر میں پیش آنے کی تصریح ہے (دیکھیے دلائل نبیہ ج ۲ ص: ۲۵۲۔)

(۹) عمدۃ القاری: ۱۰۶/۱۷۔

(۱۰) چنانچہ ابن سعد نے طبقات (ص ۲۵۴ ج ۲) میں ابو نعیم نے دلائل النبویہ (ج ۲ ص ۲۸۴) میں ابو یوسف میثقی نے مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۱۱۳) - نیز ج ۸ ص ۲۹۷ - میں اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۲۵) میں غزوہ احد میں اس واقعہ کے وقوع کی روایات نقل کی ہیں۔

(۱۱) دیکھیے دلائل ابی نعیم ج: ۲ ص: ۲۵۲۔ و طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۵۲

حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۱۲)

بہر حال حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس دوسری روایت کا اصل مقام تو ”کتاب الاضاحی“ ہے لیکن چونکہ اس روایت میں حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ کے بدر میں شریک ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج یہاں غزوہ بدر کے بیان میں کر دی۔

۳۷۷۶ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ الزُّبَيْرُ : لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ ، وَهُوَ مُدَجَّجٌ ، لَا يُرَى مِنْهُ إِلَّا عَيْنَاهُ ، وَهُوَ يُكْنَى أَبَا ذَاتِ الْكُرْشِ ، فَقَالَ أَنَا أَبُو ذَاتِ الْكُرْشِ ، فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَتَرَةِ فَطَعْتُهُ فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ . قَالَ هِشَامُ : فَأَخْبِرْتُ : أَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ : لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي عَلَيْهِ ، ثُمَّ تَمَطَّاتُ ، فَكَانَ الْجَهْدُ أَنْ تَزَعْتَهَا وَقَدْ انْتَشَى طَرْفَاهَا . قَالَ عُرْوَةُ : فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَاهُ ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَخَذَهَا ، ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا ، فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ، ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا ، فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ ، فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ ، فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ .

اس روایت میں عبیدہ بن سعید بن العاص کے قتل کا ذکر ہے جس کو بدر میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (۱۲)

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو یہاں ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ جنگ بدر میں شریک تھے۔

۳۷۷۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ ، عَائِدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (بِأَيْعُونِي) . [ ر : ۱۸ ]

اس روایت میں حضرت عبادہ بن الصامتؓ (۱۳) کے بدری ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج یہاں کی۔

(۱۲) الاصابہ ج ۳ ص ۲۲۶۔ وطبقات بن سعد ج ۳ ص ۲۵۳ (۱۲) دیکھیے (عبیدہ بن سعید کا قتل“ ص ۶۷)

(۱۳) عبادہ بن الصامت.... کان احد النقباء بالمعقبۃ و آخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینہ و بین ابی مرثد الغنوی وشہد المشاهد کلہا، انہ کان طوالا جمیلا جسیما، ومات بالرملة سنة اربع وثلاثین۔ (وانظر الاصابہ ۲/۲۶۹۔)



۳۷۷۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي  
عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ أَبَا حُدَيْفَةَ ، وَكَانَ مِمَّنْ  
شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، تَبَى سَالِمًا ، وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أُخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عَتَبَةَ ،  
وَهُوَ مَوْلَى لِمَرْأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، كَمَا تَبَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَبْدًا ، وَكَانَ مِنْ تَبَى رَجُلًا فِي  
الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى : «أَذْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ» . فَجَاءَتْ  
سَهْلَةُ النَّبِيِّ ﷺ : فَذَكَرَ الْحَدِيثَ . [ ۴۸۰۰ ]

حضرت ابو حذیفہ جو بی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے انہوں نے سالم بن معقل کو مستثنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا اور اپنی بھتیجی سے سالم کی شادی کر دی تھی، ان کی بھتیجی کا نام ”ہند بنت الولید“ ہے۔ بخاری کی اس روایت کے علاوہ نسائی اور ابوداؤد کی روایات میں بھی ان کا نام ”ہند بنت الولید“ بیان کیا گیا ہے۔ (۱۵) لیکن مؤطا امام مالک کی روایت میں ان کا نام ”فاطمہ“ بتایا گیا ہے۔ (۱۶) اور حافظ ابن عبدالبر نے شرح مؤطا میں امام مالک کی اقتدا کرتے ہوئے سالم کی بیوی کا نام ”فاطمہ بنت الولید“ بیان کیا ہے (۱۷) ابن عبدالبر نے ”الاستیعاب“ میں صحابیات میں ”ہند بنت الولید“ کا ذکر نہیں کیا۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ”ہند بنت الولید“ کا ذکر صحابیات میں نہیں کیا۔ (۱۸) لیکن بخاری، ابوداؤد اور نسائی کی روایتوں میں ان کا نام ”ہند بنت الولید“ بتایا گیا ہے۔

دونوں قسم کی روایات میں آپ اس طرح تطبیق کر سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کے دو نام ہوں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک نام ہو اور دوسرا لقب ہو تو کسی نے نام کا ذکر کر دیا اور کسی نے لقب کا ذکر کر دیا لہذا اب بخاری اور مؤطا کی روایتوں میں تضاد نہیں رہے گا۔

وهو مولى لامرأة من الانصار

”اور حضرت سالم ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے“ یہ انصاری خاتون ”ثبیتہ بنت یعار“ تھیں، یہاں اشکال ہوتا ہے کہ ”کتاب المناقب“ میں ایک باب ہے ”باب مناقب سالم مولى ابى حذيفة“ وہاں حضرت سالم کو ”مولى ابى حذيفة“ کہا ہے اور اس روایت میں ہے ”وهو مولى لامرأة من الانصار“ کہ وہ ایک انصاریہ کے آزاد کردہ غلام تھے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کا جواب یہ دیا کہ اصل میں آزاد کردہ غلام تو ثبیتہ انصاریہ کے ہی ہیں۔

(۱۵) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۰۸ / ۱۷ (۱۶) دیکھیے فتح الباری: ۲۱۵ / ۷

(۱۷) ۶ عمدۃ القاری: ۱۰۸ / ۱۷ (۱۸) فتح الباری: ۲۱۵ / ۷

کتاب المناقب میں حضرت سالم کو جو ”مولیٰ ابی حذیفہ“ کہا ہے وہ مجازاً کہا ہے چونکہ حضرت سالم حضرت ابو حذیفہ کے پاس رہا کرتے تھے اور ان کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے اس وجہ سے ان کو ”مولیٰ ابی حذیفہ“ کہدیا۔ (۱۹)

وكان من تبني رجلا في الجاهلية دعاه الناس اليه

”اور زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو منہ بولا بیٹا بنایا جاتا تھا تو لوگ اس کی نسبت اس شخص کی طرف کرتے تھے جس نے اس کو متبنیٰ بنایا ہے۔“

اور یہ متبنیٰ اس متبنیٰ بنانے والے کا وارث بھی ہوتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ احزاب کی یہ آیت اتاری ”ادعوهم لآبائهم“ (۲۰)

فجاءت سهلة النبي صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث

آگے وہی واقعہ ہے کہ سہلہ بنت سہیل جو حضرت ابو حذیفہ کی بیوی تھیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت سالم سے ہماری محبت اور تعلق اتنا ہے کہ ان کو ہم نے بیٹا بنایا ہوا تھا اب جب کہ آیت اتری ہے تو سالم کا ہمارے گھر آنا ابو حذیفہ کو ناگوار گزرتا ہے جبکہ سالم سے قطع تعلق کرنا بھی ہمارے لیے مشکل ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کو دودھ پلا دو چنانچہ حضرت سہلہ نے ان کو اپنا دودھ پلایا اور اس طرح وہ ان کے رضاعی بیٹے بن گئے۔ اس عمر میں دودھ پلا کر رضاعت کا اعتبار کرنا خصوصیت پر محمول ہوا۔

اس واقعہ کا اس باب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس حدیث میں چونکہ یہ ہے کہ حضرت ابو حذیفہؓ جنگ بدر میں شریک تھے اس وجہ سے امام بخاریؒ نے یہ حدیث یہاں ذکر کی۔

### حضرت ابو حذیفہؓ

حضرت ابو حذیفہؓ بدری صحابی ہیں، ان کا نام بعض لوگوں نے ”مہشیم“ بعض نے ”ہشیم“ بعض نے ”ہاشم“ اور بعض نے ”قیس“ بتایا ہے، یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں اور صاحب البحر تین ہیں، چھپن سال کی عمر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ہیں۔ (۲۱)

(۱۹) فتح الباری: ۴ / ۲۱۵

(۲۰) پوری آیت ہے ادعوهم لآبائهم مواسط عند اللہ، فان لم تعلموا آباءهم فآخوانکم فی الدین وموالیکم ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ ولكن ما نعتد قلوبکم وكان اللہ غفوراً رحیماً (سورۃ الاحزاب / ۵)

(۲۱) دیکھیے الاسابیح ج ۴ - ص ۲۲ - ۲۳

۳۷۷۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفْضَلِ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ ، عَنْ الرَّبِيعِ  
بِنْتِ مَعُوذٍ قَالَتْ : دَخَلَ عَلِيٌّ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ بَنِي عَلِيٍّ ، فَجَلَسَ عَلِيٌّ فِرَاشِي كَمَا جَلَسَ مِنِّي ،  
وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالْدَفِّ ، يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ ، حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ : وَفِينَا  
نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( لَا تَقُولِي هَكَذَا ، وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ ) . [ ۴۸۵۲ ]

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کی صبح کو تشریف  
لائے جس رات میری رخصتی عمل میں آئی تھی۔ (عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ لڑکی کو اس وقت تک رخصت  
نہیں کرتے تھے جب تک شوہر اس کے لیے علیحدہ گھر اور مکان کا انتظام نہ کر لیتا اس لیے لفظ ”بنی“ کو  
رخصتی کے لیے استعمال کیا جانے لگا کیونکہ رخصتی بناء (گھر بنانے) پر موقوف ہوتی تھی، تو ”بنی علی“ کا  
مطلب ہے جس رات میری رخصتی ہوئی) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آکر میرے بستر پر اس طرح بیٹھ  
گئے جس طرح اے خالد بن ذکوان! تم بیٹھے ہو۔

### ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ خلوة بالاجنبیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کی؟

- ① ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔
- ② دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں خلوت ہی نہیں تھی یہاں تو بچیاں تھیں جو گیت گارہی تھیں جیسے  
آگے روایت میں آ رہا ہے۔
- ③ لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اولہ قویہ سے ہم پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم کے لیے خلوت بالاجنبیہ جائز تھی کیونکہ خلوت بالاجنبیہ اس لیے شریعت میں ناجائز ہے کہ اس میں فتنہ کا  
اندیشہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، وہاں فتنہ کا کوئی خوف موجود نہیں۔ (۲۲)

وجویریات یضربن بالدف

دف بالضم بھی پڑھا جاتا ہے اور بالفتح بھی پڑھا جاتا ہے، یعنی بچیاں تھیں جو دف بجا رہی تھیں۔ (۲۲)

(۲۲) قال الكرمانی هو محمول علی ان ذلك كان من وراء حجاب، او كان قبل نزول آية الحجاب، واجاز النظر للحاجة او عند الامن من الفتنة....  
والاخر هو المعتمد، والذي وضع لنا بالدلة القوية ان من خصائص النبي صلى الله عليه وسلم جواز الخلوة بالاجنبية والنظر اليها۔ (فتح الباری: ۹/۱)

یئدہن من قتل من آبا ئہن

”نہد“ میت کے محاسن کے ذکر کو کہتے ہیں، تو وہ بچیاں بدر میں شہید ہونے والے صحابہ کے لیے جو مرثیے کہے گئے تھے ان کو پڑھ رہی تھیں۔ اس حدیث سے دف کے بجانے اور اس کی آواز سننے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے آج کل کے مزامیر کے استعمال اور گانوں کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آج کل جو لوگ گانا گاتے ہیں یا ڈھول بجاتے ہیں وہ اس فن کو سیکھنے کے لیے برہی ریاضت کرتے ہیں۔ اساتذہ فن اور ماہرین فن جو کام انجام دیتے ہیں اس کو ان بچیوں کے فعل سے جائز ثابت نہیں کیا جاسکتا، نکاح کے موقع پر دف بجانے کی صرف اتنی اجازت ہے کہ اس سے نکاح کا اعلان ہو جائے۔

حتى قالت جاریة: وفینابی یعلم مافی غد

ایک بچی نے کہا کہ ہمارے اندر نبی موجود ہیں جو مستقبل کی بات جانتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لاتقولی ہکذا“ اس طرح مت کہو کیونکہ مستقبل کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے، اگر اللہ کسی کو مستقبل کے کسی واقعہ کا علم دیدیں تو اور بات ہے لیکن بغیر کسی سبب کے اور بغیر عطاء الہی کے کسی کو مستقبل کا علم نہیں ہو سکتا۔

۳۷۸۰ : حدثنا إبراهیم بن موسیٰ : أخبرنا هشام ، عن معمر ، عن الزُّهريُّ

حدثنا إسماعیلُ قال : حدَّثني أخي ، عن سليمان ، عن محمد بن أبي عتيق ، عن ابنِ شهاب ، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود : أن ابنَ عباسٍ رضي الله عنهما قال : أخبرني أبو طلحة رضي الله عنه ، صاحبُ رسولِ الله ﷺ ، وكان قد شهد بدرًا مع رسولِ الله ﷺ : أنه قال : ( لا تدخلُ الملائكةُ بيوتاَ فيه كلبٌ ولا صورةٌ ) . يريدُ صورةَ التماثيل التي

فيها الأزواجُ . [ ر : ۳۰۵۳ ]

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بدر میں شریک ہوئے تھے، حضرت ابو طلحہ مشہور صحابی ہیں اور حضرت ام سلیم کے شوہر ہیں۔ (۲۴)

(۲۴) قال الحافظ ابن حجر في الإصابة (۱/ ۵۶۵-۵۶۶) زيد بن سهل بن الاسود بن حرام... الانصاري الخزرجي ابو طلحة مشهور بكنية... كان من فضلاء الصحابة و هو زوج ام سليم.... خطب ابو طلحة ام سليم فقالت: يا ابا طلحة، ما مثلك يرد ولكنك امرؤ كافر وانا مسلمة، لا تحل لي فان نسلم فذلك مهري، فاسلم فكان ذلك مهرها.... وعن انس انه كان يرعى بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم يوم احد فرجع النبي صلى الله عليه وسلم ينظر، فرجع ابو طلحة صدره، وقال: هكذا لا يصيبك بعض سهامهم نحري دون نحر ك... واختلف في وفاته، فقال الواقدي: مات سنة اربع وثلاثين وصلى عليه عثمان وقيل: قبلها بستين، وقال ابو زرعة الدمشقي: عاش بعد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين سنة... فعلى هذا يكون موته سنة خمسين او ستة احدى وخمسين... وبه جزم العداشي

لا تدخل الملائكة بیتا فیه کلب ولا صورة

جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

یرید التماثل التي فیها الارواح

یا تو اس سے ذی روح کی تصویر مراد ہے یا وہ مورتیاں مراد ہیں جو ذی روح کی ہوتی ہیں۔ (۵)  
بہر حال ایسے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصویریں اور مورتیاں ہوں، فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں۔ پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”کلب“ عام ہے یا کلب سے مراد وہ کلب ہے جس کے پالنے کی اجازت نہ ہو، سلامہ نووی اور قرطبی کی رائے یہ ہے کہ اس سے عام مراد ہے البتہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ اس سے وہ کلب مراد ہے جس کو پالنے کی اجازت نہیں (اس کی پوری تفصیل کتاب اللباس میں آئے گی) (۲۶)

۳۷۸۱ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ :  
حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ : أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ  
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَلِيًّا قَالَ : كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَكَانَ  
النَّبِيُّ ﷺ أُعْطَانِي مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمْسِ يَوْمَئِذٍ ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتِنِي بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا  
السَّلَامُ ، بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَاغًا فِي بَنِي قَيْنِقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي ، فَنَاتِي بِإِذْخِرٍ ،  
فَأَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَاغِينَ ، فَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيْمَةِ عُرَيْبِي ، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفِي مِنَ الْأَقْتَابِ  
وَالغَرَائِرِ وَالْحِجَالِ ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانَ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، حَتَّى جَمَعْتُ مَا  
جَمَعْتُ ، فَإِذَا أَنَا بِشَارِفِي قَدْ أُجِبْتُ أَسْنِمَتُهُمَا ، وَبَقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا ، وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا ،  
فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنِي حِينَ رَأَيْتُ الْمَنْظَرَ ، قُلْتُ : مَنْ فَعَلَ هَذَا ؟ قَالُوا : فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ،  
وَهُوَ فِي الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، عِنْدَهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابُهُ ، فَقَالَتْ فِي غِنَائِهَا : أَلَا يَا حَمْزُ  
لِلشَّرْفِ النَّوَاءِ ، فَوَيْبَ حَمْزَةَ إِلَى السَّيْفِ ، فَاجِبٌ أَسْنِمَتُهُمَا ، وَبَقِرَ خَوَاصِرُهُمَا ، وَأَخَذَ مِنْ  
أَكْبَادِهِمَا ، قَالَ عَلِيُّ : فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ، وَعَرَفَ  
النَّبِيُّ ﷺ الَّذِي لَقِيتُ ، فَقَالَ : ( مَا لَكَ ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ، عَدَا

(۲۵) والتماثل جمع تماثل وهو الصورة۔ (عمدة القاری: ۱۴/۱۱۰)

(۲۶) صحیح مسلم: ۲/۲۰۰۔ کتاب اللباس والربطة باب تحريم تصوير صورة الحيوان۔

حَمَزَةٌ عَلَى نَاقِيٍّ ، فَأَجَبَ أُسْنِمَهُمَا ، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ، وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرِبٌ ،  
 فَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَأَرْتَدَى ، ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي ، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ، حَتَّى جَاءَ  
 الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمَزَةٌ ، فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ ، فَأُذِنَ لَهُ ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَلُومُ حَمَزَةَ فِيمَا فَعَلَ ،  
 فَإِذَا حَمَزَةٌ تَمِيلُ ، مُحَمَّرَةٌ عَيْنَاهُ ، فَنَظَرَ حَمَزَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتِهِ ،  
 ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ ، ثُمَّ قَالَ حَمَزَةٌ : وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عِبِيدُ لِأَبِي ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ  
 أَنَّهُ تَمِيلُ ، فَانْكَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَقْبِيهِ الْقَهْقَرَى ، فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ . [ر : ۱۹۸۳]

حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد الله اخبرنا معمر....

یہاں امام بخاری کے شیخ ہیں عبدان، یہ عبد اللہ بن عثمان بن جبہ ہیں اور ان کی کنیت  
 ابو عبد الرحمن ہے، حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ ان کا نام ”عبد اللہ“ ہے لوگوں نے اس میں ترمیم  
 کر کے ”عبدان“ بنا دیا اور حافظ ابن طاہر فرماتے ہیں کہ ان کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے، ان  
 کے نام سے ”عبد“ کو لیا ہے اور اسی طرح ان کی کنیت سے ”عبد“ کو لیا ہے اور دونوں کا تشبیہ  
 ”عبدان“ بتالیا گیا اور اسی سے یہ مشہور ہیں۔ (۲۷)

ان علیا قال: كانت لي شارف من نصيبى من المغنم يوم بدر

حضرت علیؑ فرماتے ہیں میرے پاس ایک اونٹنی تھی جو مجھے بدر میں مال غنیمت کے حصہ سے  
 ملی تھی۔

شارف: من اونٹنی کو کہتے ہیں۔ (۲۸)

وكان النبي صلى الله عليه وسلم اعطاني مما افاء الله عليه من الخمس يومئذ.... اعطاني كما مفعول

محذوف ہے یعنی اعطاني شارفاً

”اور ایک دوسری اونٹنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس خمس میں سے دی تھی جو اللہ

تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے دن عطا فرمایا تھا۔“

یعنی غنیمت میں سے خمس نکالا گیا تھا اور اس خمس کو آپ نے پھر تقسیم کیا تھا تو اس میں ایک

اور اونٹنی حضرت علیؑ کو ملی تھی اس طرح حضرت علیؑ کے پاس دو اونٹنیاں ہو گئیں۔

فلما اردت ان ابتي بفاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم

جب میں نے فاطمہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصتی کا ارادہ کیا، ”بناء“ اور ”ابتناء“ کا لفظ رخصتی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

واعدت رجلا صواغافی بنی قینقاع ان یرتحل معی فنأتی باذخر فاردت ان ابیعه من الصواغین  
فستعین بہ فی ولیمۃ عرسی

”تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سار سے یہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر گھاس لائیں، میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اس گھاس کو سناروں کے ہاں فروخت کر دوں گا اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں کچھ مدد حاصل کروں گا۔“

فبینا انا اجمع لشارفی من الاقتاب والغرائر والحبال

الاقتاب: ”قرب“ کی جمع ہے، پالان کو کہتے ہیں۔

الغرائر: ”غراۃ“ کی جمع ہے، یوریوں کو کہتے ہیں۔

الحبال: ”حبل“ کی جمع ہے، رسی کو کہا جاتا ہے۔

ترجمہ ہے۔ ”پس اس اثنا میں کہ میں اپنی دونوں اونٹنیوں کے لیے پالان، یورے اور رسیاں جمع کر رہا تھا۔“

وشارفای مناخان الی جنب حجرة رجل من الانصار

”اور میری دونوں اونٹنیاں ایک انصاری کے حجرہ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں“

حتى جمعت ما جمعت

”یہاں تک کہ میں نے جمع کیا وہ جو میں نے جمع کیا۔“

فاذا انا بشارفی قد اجبت اسنمتھما، وبقرت خواصرھما، واخذ من اکبادھما

اسنمة: ”سنام“ کی جمع ہے کوہان کو کہتے ہیں۔

بقرت: ای شقت و قطع: چیردی گئیں

خواصر: ”خاصر“ کی جمع ہے، کوکھ کو کہتے ہیں۔

اکباد: ”کبد“ کی جمع ہے بیچی کو کہا جاتا ہے۔

”سو اچانک میں نے دیکھا کہ میری دونوں اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ لی گئیں اور ان کی کوکھیں چیر دی گئیں، اور دونوں کی کلیجیاں نکال لی گئیں۔“

فلم املك عینی حین رایت المنظر، قلت: من فعل هذا؟ قالوا: فعله حمزة بن عبدالمطلب، وهو فی

هذا البيت في شرب من الانصار

”جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا، میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ (تمہارے چچا) حمزہ بن عبد المطلب نے کیا ہے اور انصار کی شراب نوشی کرنے والی ایک جماعت کے ساتھ وہ اس مکان میں موجود ہیں۔“

شراب: یہ ”شارب“ کی جمع ہے جیسے ”راجل“ کی جمع ”رجل“ آتی ہے۔ مراد ہے شراب پینے والے لوگ۔

وعنده قينة واصحابه، فقالت في غنائها: الايا حمزة للشرف النواء

قينة: گانا گانے والی عورت

شرف: یہ ”شرف“ کی جمع ہے پختہ عمر اور بڑی کو کہتے ہیں

النواء: ”ناویۃ“ کی جمع ہے یہ ”شرف“ کی صفت ہے بمعنی موٹی، فریہ

”ان کے پاس ایک مغنیہ ہے اور ان کے ساتھی ہیں، تو گانے والی عورت نے اپنے گانے میں کہا

’الایا حمزة للشرف النواء‘ اے حمزہ! ان موٹی تازی اور بڑیوں کی طرف چلو۔

فوثب حمزه الى السيف فاجت اسنمتهما وبقر خواصرهما، واخذ من اكبادهما

”چنانچہ حمزہ نے کود کر تلوار لی اور دونوں اور بڑیوں کے گوبان کاٹے، ان کی کولہیں چیریں اور ان کی

کلیجیاں نکالیں۔“

قال علي: فانطلقت الى النبي صلى الله عليه وسلم وعنده زيد بن حارثة، وعرف النبي صلى الله

عليه وسلم الذي لقيت، فقال: مالك؟

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں یہ حالت دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،

آپ کے پاس زید بن حارثہ بھی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے رنج و غم کو سمجھ گئے، آپ نے

دریافت فرمایا، ”تمہیں کیا ہوا؟“ میں نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے آج کی طرح افسوس ناک منظر نہیں

دیکھا۔ آج حضرت حمزہؑ نے میری دو اور بڑیوں پر ظلم کیا، ان کی گوبانیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کولہیں چیر ڈالیں

اور وہ اور ان کے ساتھی یہاں ایک گھر میں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر طلب

فرمائی اور اوڑھ کر روانہ ہوئے۔ زید بن حارثہ بھی آپ کے پیچھے چلے اور اس گھر میں آئے جس میں حضرت

حمزہؑ تھے آپ نے اندر جانے کی اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت مل گئی، اندر جا کر حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت حمزہؑ کے اس فعل پر ان کو ملامت کرنا شروع کیا۔ فاذا حمزة شمل محمرة عيناه ”شمل“

کے معنی نشہ میں مدہوش ہونے کے ہیں یعنی حضرت حمزہؑ نشہ کی حالت میں تھے اور دونوں آنکھیں سرخ



ہو رہی تھیں۔ حضرت حمزہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھائی (پاؤں کی طرف) پھر نگاہ کو ذرا اور اونچا کیا اور آپ کے گھٹنے پر نظر ڈالی پھر نظر کو مزید اٹھایا اور آپ کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔

وہل انتم الاعبیدلابی

”تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی تو ہو۔“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ یہ نشہ میں مدہوش ہیں چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹے پاؤں وہاں سے واپس ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ باہر نکل آئے۔

حضرت حمزہ نے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ سے کہا کہ ”تم میرے باپ کے غلام ہو“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی توجیہ یہ کی کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب کے پوتے ہیں اور حضرت علیؑ بھی ان کے پوتے ہیں اور حضرت حمزہ ان کے پوتے نہیں بلکہ بیٹے ہیں تو انہوں نے عبدالمطلب کو (جو کہ حضور اور حضرت علیؑ کے دادا اور عرب کے سردار تھے) بمنزلہ سید و آقا قرار دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ سے کہا کہ ”ہل انتم الاعبیدلابی“ اور خود چونکہ ان کے بیٹے ہیں اور عبدالمطلب سے ان کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؑ کے مقابلہ میں زیادہ قریبی ہے تو اس جملہ سے حضرت حمزہ کا مقصود اس بات پر فخر ہے کہ میں تمہاری نسبت عبدالمطلب کے زیادہ قریب ہوں۔<sup>(۲۹)</sup> لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ کے اس کلام میں آخر توجیہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جبکہ وہ نشہ زر سکر کی حالت میں تھے، نشہ کی حالت میں انسان عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے، حضرت حمزہ نے بھی اس حالت میں ایک بے معنی اور بے مقصد بات کہہ دی تو اس کی توجیہ کی ضرورت ہے۔ (۳۰)

بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں غزوہ بدر کے بیان میں اس لیے ذکر کیا کہ اس حدیث میں ہے کہ بدر کے مال غنیمت سے حضرت علیؑ کو اونٹنی ملی تھی جس سے حضرت علیؑ کا بدری ہیرہ معلوم ہوتا ہے اور یہی امام بخاری کا مقصد ہے۔

۳۷۸۲ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَمِيْنَةَ قَالَ : أَنْفَذَهُ لَنَا أَبُو الْأَصْبَهَانِيِّ :

سَمِعَهُ مِنْ أَبِي مَعْقِلٍ : أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حَنِيفٍ ، فَقَالَ : إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا

(۲۹) قال الحافظ: اراد ان اباه عبدالمطلب جد النبي صلى الله عليه وسلم ولعلني رضى الله عنه ايضاً، والجد يدعى سيداً، وحاصله ان حمزة اراد

الافتخار عليهم بانه اقرب الى عبدالمطلب منهم (تعليقات اللامع: ۲۶۸/۸)

(۳۰) قال الشيخ رشيد احمد الكنكوهي قدس سره في قوله: وما انتم الاعبيدلابي: وما بعد التلطف لتوجيه صحته مع انه من كلام سكران الذي لم

يكن له عقل اذ ذاك۔ (لامع الدراري: ۲۶۶/۸)۔

محمد بن عباد کی کنیت ” ابو عبد اللہ “ ہے ، امام بخاری کے استاذ ہیں ، ان کا قیام بغداد میں رہا ، ثقہ اور معروف و مشہور راوی ہیں۔ ۲۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے ، خصوصی بات یہ ہے کہ ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۳۱)

انفذه لنا ابن الاصبهانی

” ابن الاصبهانی “ کا نام ” عبد الرحمن بن عبد اللہ “ ہے اور یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں ، اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

- ① ایک مطلب یہ کہ ابن الاصبهانی نے یہ حدیث ہم سے پوری سند کے ساتھ اخیر تک بیان کی۔
  - ② دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ ” ابن الاصبهانی “ نے یہ حدیث ہمیں لکھ کر ارسال کی ہم یہ حدیث ان سے سن کر نقل نہیں کر رہے بلکہ بطریق مکاتبہ نقل کر رہے ہیں۔ (۳۲)
- آگے روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت سہل بن حنیف کی نماز جنازہ پر تکبیریں پڑھیں اور فرمایا کہ ” حضرت سہل بدر میں حاضر تھے۔ “ نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں کہی تھیں؟ ابن عبد البر اور بغوی کی روایت کے مطابق چھ تکبیریں اور حافظ ابو ذر کی روایت کے مطابق پانچ تکبیریں حضرت علیؑ نے کہی تھیں۔ (۳۳)

۳۷۸۳ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا ، نُوفِيَ بِالْمَدِينَةِ ، قَالَ عُمَرُ : فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ ، فَعَرَّضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ ، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، قَالَ : سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي ، فَلَبِثْتُ لَيْالِي ، فَقَالَ : قَدْ بَدَأَ لِي أَدْرُ لَا أَتَزَوَّجُ يَوْمِي هَذَا . قَالَ عُمَرُ : فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ ، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ ، فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ، فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ ، فَلَبِثْتُ لَيْالِي ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ : لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلِيًّا حِينَ عَرَّضْتَ

(۳۱) عمدۃ القاری: ۱۱۱/۱۷۔

(۳۲) قال الحافظ: انفذه لنا ابن الاصبهانی: ای بلغ منہ من الروایۃ وتمام السیاق لہذنیہ، کتوک: انفذت السم ای رمیت بہ فاصبت وقیل: المراد بقول:

(انفذه لنا) ای ارسال، کان حملہ عن مکاتبہ اواجازۃ (وانظر فتح الباری: ۲۱۸/۷۔)

(۳۳) دیکھیے فتح الباری ج: ۷۔ ص: ۲۱۸۔

عَلَى حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ، إِلَّا أَبِي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأَفْشِي سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبَلْتُهَا. [۴۸۳۰، ۴۸۳۶، ۴۸۵۰]

روایت میں ہے کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر اپنے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمی کے انتقال سے بیوہ ہوئیں اور حضرت خنیس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور بدر میں شریک تھے، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، حضرت حفصہ کی چونکہ اب شادی کی عمر تھی بہذا ان کا خیال ہوا کہ شادی کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ سے ملے اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ سے کروں لیکن حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں سوچوں گا اور سوچنے کے بعد کہا کہ میرا فی الحال نکاح کا ارادہ نہیں، حضرت عمرؓ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ملے اور ان سے حفصہ کے نکاح کے بارے میں کہا لیکن حضرت ابوبکرؓ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ پر حضرت عثمانؓ کی یہ نسبت مجھے زیادہ غصہ آیا (ایک تو اس لیے کہ انہوں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا اور دوسرے یہ کہ ان سے تعلقات بھی حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں زیادہ تھے۔) پھر چند دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حفصہ کا پیغام بھیجا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حفصہ کا نکاح ہو گیا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں مجھ سے حضرت ابوبکرؓ ملے اور کہا کہ شاید جب حضرت حفصہؓ کے نکاح کے سلسلہ میں میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، آپ مجھ سے ناراض ہو گئے تھے، میں نے کہا ہاں ناراضگی ہوئی تھی، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو جواب اس لیے نہیں دیا تھا کہ میرے علم میں یہ بات آپ کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں سو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا کرنا نہیں چاہتا تھا، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ ترک فرمادیتے تو میں ضرور قبول کرتا۔

اس حدیث میں چونکہ حضرت خنیس بن حذافہ کے بدری ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے یہاں ذکر کر دی ہے۔ واللہ اعلم

### حضرت خنیس بن حذافہ

یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں اور صاحب الہجرتین ہیں۔ بدر میں شریک رہے اور جنگ احد میں زخمی ہوئے اور اسی زخم کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا، یہ عبد اللہ بن حذافہ کے بھائی ہیں۔ (۳۳)

آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین روایتیں ذکر کی ہیں اور ان تینوں روایتوں سے امام بخاری حضرت ابو مسعودؓ کا بدری ہونا ثابت کر رہے ہیں۔

- ۳۷۸۴ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ : سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ الْبَدْرِيَّ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ) . [ر : ۵۵]
- ۳۷۸۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي إِمَارَتِهِ : أَخْرَجَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ الْعَصْرَ ، وَهُوَ أَمِيرُ الْكُوفَةِ ، فَدَخَلَ أَبُو مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنَ عَمْرِو الْأَنْصَارِيَّ ، جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنِ ، شَهِدَ بَدْرًا ، فَقَالَ : لَقَدْ عَلِمْتُ : نَزَلَ جِبْرِيلُ فَصَلَّى ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ، ثُمَّ قَالَ : (هَكَذَا أَمِرْتُ) . كَذَلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ . [ر : ۴۹۹]
- ۳۷۸۶ : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (الْآيَاتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَّتَاهُ) . قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ : فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ ، فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيهِ . [۴۷۲۲ ، ۴۷۵۳ ، ۴۷۶۴]

### حضرت ابو مسعودؓ

ان کا نام عقبہ بن عمرو ہے ، اور یہ انصاری ہیں ، قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق ہے اور بیعت عقبہ میں شریک تھے ، ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے ، ابن اسحاق اور واقدی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے ، ان کو ”بدری“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ بدر کے مقام میں رہائش پذیر تھے ۔ لیکن امام بخاری ، امام مسلم ، طبرانی اور ابو عقبہ بن سلام وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ بدر میں شریک تھے اور آپ کو معلوم ہے کہ.... المثبت مقدم على المنفى ثبت کو منفي پر ترجیح ہوتی ہے تو اس لیے ان کو بدری شمار کیا جانے گا۔ (۳۵)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابو مسعودؓ کے بدری ہونے کے ثبوت میں تین روایتیں تخریج کی ہیں ، پہلی روایت میں ان کے نام کے ساتھ صرف ”بدری“ ذکر کیا گیا ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ چونکہ وہ بدر میں رہتے تھے اس لیے ان کو بدری کہہ دیا ، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری روایت تخریج کی اس

میں حضرت عمرو نے ”شہد بدرا“ کی تصریح کر دی ہے۔ اسی طرح تیسری روایت میں حضرت علقمہ نے ان کو بدری کہا ہے۔ بہر حال اس باب کی ان تین روایات میں امام بخاری نے ابو مسعود انصاری کا بدری ہونا ثابت کیا ہے۔

۳۷۸۷ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي مَخْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ : أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، مِعْنٌ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ : أَنَّهُ أُنِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ، هُوَ ابْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا عَنبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ : قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ ، وَهُوَ مِنْ سَرَائِمِهِمْ ، عَنْ حَدِيثِ مَخْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ ، فَصَدَّقَهُ . [ر : ۴۱۴]

اس روایت میں حضرت عتبان بن مالک کے بارے میں ہے کہ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔ حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی ہیں، یہ اپنے قبیلہ بنو سالم کے امام بھی تھے، جمہور کے نزدیک یہ بدری ہیں، البتہ ابن اسحاق نے ان کو بدریین میں شمار نہیں کیا، حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا اور انہوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۶)

۳۷۸۸ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَكَانَ مِنْ أَكْبَرِ بَنِي عَدِيٍّ ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ عُمَرَ اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَطْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا ، وَهُوَ خَالَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ .

یہ حدیث عبداللہ بن عامر سے مروی ہے، ان کے والد ”عامر بن ربیعہؓ“ ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے، حضرت عامر بن ربیعہؓ خطیب الاسلام ہیں مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ آئے۔ بدر کے علاوہ دیگر تمام ”مشاہد“ میں شریک ہوئے ہیں، ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عامر جو اس حدیث کے راوی ہیں ۶ھ میں پیدا ہوئے، حضرت عامرؓ کے ایک اور صاحبزادے بھی تھے ان کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ جنگ طائف میں شریک تھے اور اسی میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ کا

انتقال ۲۲ یا ۲۳ یا ۲۵ میں ہوا ہے۔ (۴۷)

ان عمر استعمال قدامہ بن مظعون علی البحرین وکان شہد بدر

”حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین کا عامل بنایا تھا اور حضرت قدامہؓ جنگ بدر میں

شریک تھے۔“

## حضرت قدامہ بن مظعونؓ

حضرت قدامہ بن مظعونؓ، عثمان بن مظعون اور عبد اللہ بن مظعون کے بھائی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت حفصہؓ کے ماموں ہیں، ان کی بہن حضرت زینب بنت مظعون حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں، یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا، حضرت عمرؓ کو شکایت ملی کہ قدامہ نے مسکر استعمال کیا ہے، آپ نے تحقیق کی اور اس کے بعد حضرت قدامہؓ کو معزول کر دیا اور ان پر حد بھی جاری کی، ان کی جگہ عثمان بن ابی العاصؓ کو والی بحرین مقرر کیا۔ (۳۸)

۳۷۸۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ قَالَ : أَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ : أَنَّ عَمِّيهِ ، وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا ، أَخْبَرَاهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ . قُلْتُ لِسَالِمٍ : فَتُكْرِمَهَا أَنْتَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، إِنْ رَافِعًا أَكْثَرَ عَلَى نَفْسِهِ . [ر : ۲۲۰۲]

اس حدیث میں یہی بتانا مقصود ہے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ کے دو چچا تھے اور دونوں جنگ بدر میں حاضر تھے، ان میں سے ایک کا نام ”ظہیر“ (تصغیر کے ساتھ) اور دوسرے کا نام ”مظہر“ تھا، ظہیر عقبہ ثانیہ میں شریک تھا، مظہر کو ان کے اپنے دو غلاموں نے خیبر میں یہود کی سازش سے قتل کیا تھا، یہ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کی وجہ سے یہودیوں کو خیبر سے جلا وطن ہونے کا حکم دیا اور یوں یہود

(۴۷) عمدة القاری: ۱۱۳ / ۱۷ - ۱۱۴

(۳۸) وقد اورد الحافظ القصة عن عبد الرزاق في مصنفه وقال: فقدم الجارود العقدي على عمر فقال: ان قدامه سكر فقال: من يشهد معك؟ فقال: ابو هريرة فشهد ابو هريرة انه سكر ان يقى فارسل الى قدامه فقال له الجارود: اقم عليه الحد فقال له عمر: اخصم انت ام شاهد؟ فصمت ثم عاوده فقال: لتسكن اولاسوانك فقال: ليس في الحق ان يشرب ابن عمك وتسوءني فارسل عمر الى زوجته هند بنت الوليد فشهدت على زوجها فقال عمر لقدامه: اني اريد ان احذك فقال: ليس لك ذلك لقول الله عز وجل "ليس على الذين آمنوا و عملوا الصالحات جناح فيما طعموا" فقال اخطأت التاويل فان بقية الآية (اذما اتقوا) فانك اذا اتقت اجتبت ما حرم الله عليك ثم امر به فجلد ففاضبه قدامه ثم حجبا جميعا فاستيقظ عمر من نومته عافقال: عجلوا بقدامه اتاني آت فقال: صالح قدامه فانه اخوك فاصطلحا. (وانظر فتح الباري: ۳۲۰/۷ -)

خیر سے بھی نکل گئے۔ (۳۹) حدیث میں آگے کراء الارض کا مسئلہ ہے جو کتاب المزارعہ میں آئے گا!

۳۷۹۰ : حَدَّثَنَا آدَمُ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ : رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعِ الْأَنْصَارِيَّ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا  
اس روایت میں حضرت رفاعہ بن رافع کے بارے میں ہے کہ وہ بدر میں شریک تھے۔ (۴۰)

۳۷۹۱ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَمْرًا بْنَ عَوْفٍ ، وَهُوَ حَلِيفُ لَيْبِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ بِأَبِي بَجْرَةَ ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ صَالِحَ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ ، فَسَمِعَتْ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ ، فَزَافُوا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أَنْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَأَوْهُ ، ثُمَّ قَالَ : (أَظَنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ) . قَالُوا : أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : (فَأَبْشِرُوا وَأَمَلُوا مَا يَسُرُّكُمْ ، فَإِنَّ اللَّهَ مَا أَنْفَقَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ ، وَلَكِنِّي أَخْشَى أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا ، كَمَا بَسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا ، وَتُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ) .

[ر : ۲۹۸۸]

حضرت مسعود بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن عوف نے جو بنی عامر بنی لوی کے حلیف تھے اور جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح کو بحرین بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لیکر آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی اور حضرت علاء بن حضرمی کو ان کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت علاء بن حضرمی کے والد کا نام عبد اللہ بن عماد حضرمی ہے ، علاء بن حضرمی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں بھی بحرین کے امیر رہے۔ ۱۳ھ میں

(۳۹) دیکھیے عمدۃ العاری ج: ۱۷ - ص: ۱۱۴

(۴۰) حضرت رفاعہ بن رافع انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے ، یہ اور ان کے والد دونوں عقبہ اور دیگر مشاہد میں حاضر رہے انہیں یا یالیس سنہ ہجری میں انتقال فرمایا۔ (دیکھیے الاسابیح ج: ۱ - ص: ۵۱۷)

ان کا انتقال ہوا ہے، ان کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کو بحرین کا امیر مقرر کیا۔ (۴۱) حضرت ابوہریرہؓ کے بعد حضرت قدامہ بن مظعونؓ کو اور پھر حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو بحرین کا امیر بنایا گیا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ بحرین سے مال لے کر آگئے، حضرات انصار نے ابو عبیدہؓ کے آنے کی خبر سن لی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں ملنے آگئے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو انصار آپ کے سامنے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے اور پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ ”میرا خیال ہے کہ تم لوگوں نے ابو عبیدہؓ کے آنے کی خبر سن لی ہے کہ وہ (بحرین سے) کچھ (مال) لے کر آئے ہیں۔“ حضرات انصار نے جواب میں ”ہاں، یا رسول اللہ“ کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فابشروا، واملوا ما یسرکم، فواللہ ما الفقر اخی علیکم، ولکنی اخی ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من قبلکم، فتنافسوها، کما تنافسوها وتهلککم کما اهلکتہم

”بشارت ہو تمہیں، اور جو چیز تم کو خوش کرنے والی ہے اس کی امید رکھو، (یعنی مال و دولت) خدا کی قسم! مجھ کو تم پر فقر و محتاجی کا خوف اور ڈر نہیں لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ کر دی جائے گی جیسا کہ وہ تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی اور تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ گے جیسا کہ پہلے لوگ مائل ہونے تھے اور وہ دنیا تمہیں تباہ و برباد کر دے گی جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو تباہ کر دیا تھا۔“

اس واقعہ میں چونکہ حضرت عمرو بن عوف کے بدری ہونے کا ذکر ہے، اس لیے امام بخاری نے اس کو یہاں بیان کیا۔

۳۷۹۲ : حَدَّثَنَا أَبُو التُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا ، حَتَّى حَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ ، فَأَمْسَكَ عَنْهَا [ ر : ۱۷۳۰ ]

اس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر قسم کے سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے یہاں تک کہ ابولبابہ بدریؓ نے ان سے بیان کیا کہ.... ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

جنان: بکسر الجیم، وتشدید النون جمع ہے ”جان“ کی، سفید رنگ کے سانپ کو کہتے ہیں، بعض حضرات نے کہا ایک پتلا سانپ ہوتا ہے اس کو ”جان“ کہتے ہیں۔ (۴۲)



جب حضرت ابولبابہؓ نے یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ کو سنائی تو وہ پھر سانپوں کے قتل سے رک گئے، (۳۳) بہر حال اس حدیث میں چونکہ ابولبابہؓ کو ”بدری“ کہا ہے اس لیے امام بخاری نے اس کو یہاں بیان کیا۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند افراد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑ دیں، تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ایک درہم بھی اس میں سے نہ چھوڑنا (اس کی تفصیل گزر چکی ہے) چونکہ اس میں انصار کے ان افراد کا ذکر ہے جو بدر میں حاضر تھے۔ اس لیے امام بخاری نے یہ روایت یہاں بیان کی اس روایت میں ہے۔

۳۷۹۳ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ : قَالَ  
أَبْنُ شِهَابٍ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : أَنَّ رِجَالًا مِنْ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالُوا :  
أَذْنُ لَنَا فَلَنَتْرِكُ لِأَبْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ ، قَالَ : (وَاللَّهِ لَا تَذَرُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا) . [ر : ۲۴۰۰]  
والله لاتذرن منه درهما

لاتذرن وہ فعل ہے جس کا ماضی، مصدر اور اسم فاعل مستعمل نہیں جیسے ”یدع“ کا ماضی مستعمل نہیں۔ (۳۳)

قالوا: ائذن لنا فلنترك لابن اختنا۔

”فلنترك“ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کا ہے۔ (۳۵) علامہ عینی نے کہا کہ اس کو فعل امر وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کو علم صرف سے کوئی واقفیت ہی نہ ہو، وہ کہتے ہیں یہ فعل مضارع ہے اور لام تاکید کے لیے ہے۔ (۳۶)

لابن اختنا عباس : حضرات انصار نے حضرت عباسؓ کو بھانجا کہا، حضرت عباسؓ کی والدہ انصار میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کی دادی عید المطلب کی والدہ سلمی بنت عمرو انصار میں سے تھیں، حضرت عباسؓ کو انہوں نے ”بھانجا“ مجازاً کہا ہے۔ (۳۷)

(۳۳) اس حدیث کی تشریح ”بدء الخلق“ میں مذکور ہے۔

(۳۴) مختار الصحاح ص - ۱۵۷ ماہ ”وذر“

(۳۵) فتح الباری: ۲۲۲ / ۷

(۳۶) عمدۃ القاری: ۱۱۶ / ۱۷

(۳۷) فتح الباری: ۲۲۲ / ۷۔ حضرت عباسؓ کی والدہ کا نام ”ثیلہ“ تھا، وہ ”تیم اللہ بن النمر“ کی اولاد میں سے تھیں (عمدۃ القاری: ۱۱۶ / ۱۷)۔  
البت حافظ ابن خیر نے ان کا نام ”ثیلہ“ ”تا“ کے ساتھ لکھا ہے (یکھئے فتح الباری: ۲۲۲ / ۷)۔

۳۷۹۴ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ ،  
 عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ . حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ  
 ابْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أُخِيٍّ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ ،  
 ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ : أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ الْمُقَدَّادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ ، وَكَانَ  
 حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ :  
 أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَأَقْتَلْتَنِي ، فَضَرَبَ إِحْدَى بِيَدِي بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ، ثُمَّ لَازَمَنِي  
 بِشَجَرَةٍ فَقَالَ : أَسَلَمْتُ لِلَّهِ ، أَقْتَلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَا تَقْتُلُهُ) .  
 فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدَى بِيَدِي ، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :  
 (لَا تَقْتُلُهُ ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ) .  
 [۲۷۳۲]

حضرت مقداد بن عمرو کندی جو بنو زہرہ کے حلیف اور شرکاء بدر میں سے تھے ، فرماتے ہیں کہ انہوں  
 نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس بارے میں آپ اپنی رائے ارشاد فرمائیں کہ اگر کسی  
 کافر سے میری مڈ بھینٹ ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کو قتل کرنیکی کوشش کریں ، اسی میں وہ میرا ایک ہاتھ  
 تلوار سے کاٹ ڈالے ، پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی پناہ لے اور درخت کے پچھے چھپ کر کہنے  
 لگے اسلمت للہ (میں مسلمان ہو گیا ہوں) تو یارسول اللہ! اس کے یہ کہنے کے بعد کیا میں اس کو قتل کر سکتا  
 ہوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ”لا تقتلہ“ ”تم اسے مت قتل کرو“  
 حضرت مقداد نے عرض کیا ”یارسول اللہ! اس نے تو پہلے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور اس کے بعد پھر  
 اس نے ”اسلمت للہ“ کہا ہے“ حضرت مقداد کا منشا یہ ہے کہ اس نے یہ اقرار جان بچانے کے لیے کیا  
 ہے لہذا اس کا قتل جائز ہونا چاہیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تقتلہ، فان قتلته فانه بمنزلتك قبل ان تقتله وانك بمنزلة قبل ان يقول كلمته التي قال

”تم اس کو قتل نہ کرو، اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے اس درجہ میں آجائے گا جو اس  
 کو قتل کرنے سے پہلے تمہارا تھا اور تم اس کے اس درجہ میں ہو جاؤ گے جو کلمہ پڑھنے (اور اسلام کا اعلان کرنے)  
 سے پہلے اس کا تھا۔“

یہاں دو تشبیہ ہیں، پہلی تشبیہ ”عصمت دم“ میں ہے اور دوسری تشبیہ ”اباحت دم“ میں ہے۔  
 ”فانه بمنزلتك قبل ان تقتله“ یہ تشبیہ ہے عصمت دم کی کہ اس کو قتل کرنے سے قبل تم معصوم الدم تھے اور

وہ کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد اب اس طرح معصوم الدم ہو گیا جیسا کہ تم اس کے قتل سے قبل معصوم تھے (کیونکہ کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور مسلمان معصوم الدم ہوتا ہے۔) وَاَنْتَ بِمَنْزِلَةِ التِّي قَبْلَ اَنْ يَقُولَ كَلِمَةَ التِّي قَالَ يَه تَشْبِيهِ "اباحت دم" میں ہے کہ اس کو قتل کرنے کے بعد تم ایسے ہی مباح الدم ہو جاؤ گے جیسے وہ کلمہ اسلام پڑھنے سے پہلے مباح الدم تھا (کیونکہ کلمہ اسلام پڑھنے والے کا قتل موجب قصاص ہے اور قصاص میں قتل ہونے والا شخص مباح الدم ہوتا ہے) (۳۸)

۳۷۹۵ : حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَلِيَّةَ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ : (مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ) . فَأَنْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ ، فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ ، فَقَالَ : أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ ؟ قَالَ ابْنُ عَلِيَّةَ : قَالَ سُلَيْمَانُ : هَكَذَا قَالَهَا أَنَسُ ، قَالَ : أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ ؟ قَالَ : وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ . قَالَ سُلَيْمَانُ : أَوْ قَالَ : قَتَلَهُ قَوْمُهُ . قَالَ : وَقَالَ أَبَا مِجَلَزٍ : قَالَ أَبُو جَهْلٍ : فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي . [ر : ۳۷۴۵]

اس روایت میں حضرت معاذ اور حضرت معوذ کی جنگ بدر میں شرکت کا بیان ہے کہ انہوں نے ابو جہل پر حملہ کیا تھا (تفصیل گزر چکی) اس روایت کے آخر میں ابو جہل کا یہ قول "ابو مجلز" نے نقل کیا ہے۔

قال ابو جهل: فلو غير اكار لحد قتلني

"ابو جہل نے مرتے ہوئے یہ کہا کہ "کاش! کاشت کار کے علاوہ کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا۔" یہ اس لیے کہا کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ دونوں انصار میں سے تھے اور انصار زراعت اور کاشت کاری کرتے تھے۔

۳۷۹۶ : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ : لَمَّا تُوِّفِيَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ : أَنْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَلَقِينَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ

(۳۸) قال الخطابي: معنى هذا: ان الكافر مباح الدم بحكم الدين قبل ان يقول كلمة التوحيد، فاذا قالها صار محظور الدم كالمسلم، فان قتله المسلم بعد ذلك صار دمه مباحا بحق القصاص كالكافر بحق الدين۔

لحد والاكار: بفتح الهمزة، وتشديد الكاف، الزراع والفلاح، وكان الدين قتلوه من الانصار وهم اهل الزراعة يريد بذلك استخفافهم۔ (عمدة القاري:

بِهِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، فَقَالَ : هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ . [ ر : ۲۳۳۰ ]

یہ روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ” آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس چلیے “ چنانچہ ان میں سے دو ایسے نیک آدمی ہم کو ملے جو دونوں بدر میں شریک تھے۔ حدیث کے راوی عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت حضرت عمروہ کو سنائی تو حضرت عمروہ فرمانے لگے کہ وہ دو آدمی ”عویم بن ساعدہ“ اور ”معن بن عدی“ تھے۔ (۵۰)

۳۷۹۷ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فَضَيْلٍ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسِ : كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّنَ خَمْسَةَ آلَافٍ ، خَمْسَةَ آلَافٍ ، وَقَالَ عُمَرُ : لِأَفْضَلِهِمْ عَلَى مَنْ بَعْدَهُمْ .  
یہ روایت حضرت قیس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بدر میں کا بیت المال کی طرف سے سالانہ وظیفہ پانچ پانچ ہزار تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میں ان بدریوں کو ان لوگوں پر ترجیح دوں گا جو ان کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ اس روایت میں چونکہ بدری صحابہ کا ذکر ہے اس لیے امام نے یہاں بیان کی۔

۳۷۹۸ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ ، وَذَلِكَ أَوَّلُ مَا وَقَرَ الْإِيمَانَ فِي قَلْبِي . [ ر : ۷۳۱ ]

۳۷۹۹ : وَعَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ : (لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنِ ، لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ) . [ ر : ۲۹۷۰ ]

امام زہری محمد بن جبیر سے اور وہ اپنے والد جبیر بن مطعم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ مغرب کی نماز میں سورۃ طور کی تلاوت فرما رہے تھے اور یہ وہ پہلا موقع تھا کہ ایمان میرے قلب میں جاگزیں ہوا۔

روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت

یہاں تو امام بخاری نے اتنا ہی ذکر کیا جس کا بظاہر غزوہ بدر سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ

(۵۰) عویم: بضم العين.... وفتح الواو وسكون الياء.... ابن ساعدة.... شهد العقبتين جميعاً وشهد بدرا واحدا والخندق ومات في خلافة عمر رضي الله عنه بالمدينة وهو ابن خمس اوست وستين سنة.... ومعن: بفتح الميم وسكون العين.... ابن عدی.... شهد العقبة وبدرا واحدا والخندق وسائر المشاهد مع النبي صلى الله عليه وسلم. قتل يوم الجمامة شهيدا في خلافة ابي بكر الصديق رضي الله عنه. (عمدة القاری: ۱۱۸/۱۷ -)

”کتاب الجہاد“ میں یہ روایت گزر چکی ہے اس میں ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں آنے تھے تو اس لحاظ سے بدر سے اس روایت کا تعلق ظاہر ہے۔ (۵۱) آگے اسی ماقبل والی سند کے ساتھ امام بخاری نے نقل کیا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا تھا۔

لو كان المطعم بن عدی حياً، ثم كلمني في هؤلاء النتنى لعل لتركهم له

”اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان بدبودار لوگوں (اسرائی بدران) کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے تو ان کی خاطر میں ان قیدیوں کو فدیہ کے بغیر چھوڑ دیتا۔“

مطعم بن عدی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چند احسانات تھے۔ جب آپ طائف سے واپس آئے اور اہل طائف نے آپ کو بہت تکلیف پہنچائی تھی تو اہل مکہ آپ کو مکہ میں رہنے کی اجازت دینے پر تیار نہیں تھے، اس موقع پر مطعم بن عدی نے اعلان کیا کہ محمد کو میں اپنی پناہ میں لینا ہوں اور اپنے چار بیٹوں کو مسلح کر کے بیت اللہ کے چاروں گوشوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے کھڑا کیا، قریش کو جب اطلاع ہوئی تو کہنے لگے۔ انت الرجل الذی لاتخفر ذمتک ”تم ایسے آدمی ہو کہ تمہارے عہد و امان کو نہیں توڑا جاسکتا“ اسی طرح ”شعب ابی طالب“ میں بنو ہاشم کو محصور کر کے قریش مکہ نے جو مقاطعہ کا معاہدہ کیا تھا، اس معاہدہ کو ختم کرنے میں مطعم بن عدی نے بڑا کردار ادا کیا تھا۔ (۵۲)

اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مطعم زندہ ہوتے اور سفارش کرتے تو میں ان قیدیوں کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیتا۔

۳۸۰۰ : وَقَالَ اللَّيْثُ ، عَنْ بَعْجِي بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ : وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولَى - بَعْنِي مَقْتَلَ عُمَانَ - فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ بَدْرِ أَحَدًا ، ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ - بَعْنِي الْحَرَّةَ - فَلَمْ تُبْقِ مِنْ أَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَّةِ أَحَدًا ، ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّلَاثَةُ ، فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخُ

یہ تعلق ہے، سند کا ابتدائی حصہ مذکور نہیں ہے، یحییٰ بن سعید انصاری حضرت سعید بن المسیب سے نقل کر رہے ہیں کہ پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان کو شہید کرنے کا فتنہ واقع ہوا تو اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔

۵۱: پانچ حافظ لکھتے ہیں: ووجه ایرادہ عنہما تقدم في الجهاد انه كان قدم في اسارى بدر اى في طلب فدانهم.... (فتح الباری: ۲۲۳/۶)

لعل النتنى: بنو نین مفتوحین، بینہما تاء مشاءة من فوق، وهو جمع ”نتن“ بفتح النون وكسر التاء كز من يجمع على زنتى، سعى اسارى بدر الذين قتلوا وصاروا جيفاً بالنتنى لكفرهم كقولہ تعالى: انما المشركون نجس۔ (عمدة القاری: ۱۱۹/۱۶)

(۵۲) دیکھیے تفصیل کے لیے (فتح الباری: ۲۲۳/۶)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا جو فتنہ پیش آیا (۵۳) اس کے بعد بدری صحابہ پے درپے اٹھنا شروع ہوئے، یہ مطلب نہیں کہ اس فتنہ کے اندر وہ قتل ہو گئے کیونکہ اس واقعہ کے بعد حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ بدری صحابہ زندہ رہے۔

## دوسرا فتنہ

دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی ”حرہ“ کا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، مطلب یہ ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد اصحاب حدیبیہ پے درپے دنیا سے رخصت ہونے لگے۔

واقعہ حرہ کی پوری تفصیل تو کتاب الفتن میں آئیگی، یہاں اتنی بات سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید جب خلیفہ بنا تو اہل مدینہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں ۲۷ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا جس میں بارہ ہزار شہسوار تھے اور پندرہ ہزار پیادہ تھے اور مدینہ منورہ میں حرہ کے مقام پر جو پتھر ٹلی زمین ہے اس لشکر نے قیام کیا (اسی وجہ سے اس فتنہ کو فتنہ حرہ کہا جاتا ہے) اور مدینہ منورہ پر حملہ کیا، انصار اور مہاجرین کے تقریباً سات سو افراد اس واقعہ میں شہید کیے گئے، یہ واقعہ ۶۳ یا ۶۴ھ کو پیش آیا۔ (۵۵) یحییٰ بن سعید انصاری کا بیان ہے کہ شہادت عثمانؓ کے واقعہ کے وقت مسجد نبوی میں اذان اور نماز موقوف ہو گئی تھی اور فتنہ حرہ کے وقوع کے وقت بھی مسجد نبوی میں اذان و نماز رک گئی تھی۔ (۵۶)

## تیسرا فتنہ

ثم وقعت الثالثة فلم ترتفع وللناس طباخ

”پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا پس وہ ختم نہیں ہوا اس حال میں کہ لوگوں میں عقل و خیر باقی ہو۔“

طبّاخ (فتح الطاء.... والباء۔) قوت و شدت کو کہتے ہیں لیکن عقل و دانائی اور خیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۵۷) مطلب یہ ہے کہ جب تیسرا فتنہ واقع ہوا تو لوگوں سے عقل و دانائی اور خیر رخصت ہو چکی

(۵۳) وكان مقتل عثمان رضي الله عنه يوم الجمعة لثمان ليال خلت من ذي الحجة يوم التروية سنة خمس وثلاثين قال الواقدي، وعنه ايضا انه قتل

يوم الجمعة ليلتين بقيتا من ذي الحجة وحاصره وتسعة واربعين يوما.... (عمدة القاري: ۱۱۹/۱۷-)

(۵۵) عمدة القاري: ۱۱۹/۱۷-

(۵۶) فتح الباري: ۳۴۵/۱۷-

(۵۷) دیکھیے عمدة القاري: ۱۲۰/۱۷-

تھی۔

اس تیسرے فتنے سے کونسا فتنہ مراد ہے یہاں روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے ، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے (۵۸) کہ اس سے ابو حمزہ خارجی کا واقعہ مراد ہے جو ۱۲۰ھ میں پیش آیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ ”حضرموت“ سے ابو حمزہ خارجی اپنے ساتھ ۷۰۰ سواروں کو لے کر حجاز کی طرف نکلا، اس زمانہ میں مروان بن محمد بن مروان بن الحکم خلیفہ تھا، ابو حمزہ خارجی نے مکہ ، مدینہ اور طائف کے حاکم عبدالواحد بن سلیمان کو ساتھ ملا کر مروان بن محمد کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا اور جا کر مکہ مکرمہ پر قابض ہو گیا۔ مروان کو جب اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوج سے چار ہزار افراد منتخب کر کے ابو حمزہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیئے ، عبدالملک بن محمد بن عطیہ کو اس لشکر کا سالار اور امیر مقرر کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی ، ابو حمزہ خارجی اور اس کے ۷۰۰ افراد مارے گئے اور اس کی حمایت کرنے والے دوسرے لوگوں کو بھی شکست ہوئی۔ (۵۹) امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت لیث کی یہ تعلیق یہاں اس لیے ذکر کی کہ اس میں اصحاب بدر کا ذکر ہے۔ (یعنی پہلے فتنے کے بیان میں جہاں ”فلم یبق من اصحاب بدر احدا“ کہا)۔

۳۸۰۱ : حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ النَّمَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ ، وَعَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كُلُّ حَدِيثِي طَائِفَةٌ مِنَ الْحَدِيثِ ، قَالَتْ : فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ ، فَفَعَّرَتْ أُمَّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا ، فَقَالَتْ : نَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ : بِئْسَ مَا قُلْتَ ، تَسْبِيْنُ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا . فَذَكَرَ حَدِيثَ الْإِنْفِكِ . [ ر : ۲۴۵۳ ]

اس حدیث میں ”قصہ انفک“ کا بیان ہے ، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے آئے گی اس حدیث میں چونکہ حضرت مسطحؓ کے بدری ہونے کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے یہ حدیث یہاں تخریج کی۔

۳۸۰۲ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : هَذِهِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُم رُبُّكُمْ حَقًّا) .

(۵۸) داودی کا خیال ہے کہ اس سے فتنہ ”ازارۃ“ مراد ہے (عمدة القاری: ۱۷۰/۱۷۱)۔

(۵۹) دیکھیے فتح الباری: ۲/۳۲۵۔

قَالَ مُوسَى : قَالَ نَافِعٌ : قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، تَنَادَى نَاسًا أَمْوَانًا ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ( مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا قُلْتُمْ مِنْهُمْ ) . [ ر : ۱۳۰۴ ]  
 ۳۸۰۳ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : فَجَمِيعٌ مِنْ شَهَدَ بَدْرًا مِنْ قُرَيْشٍ ، مِنْ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ ، أَحَدٌ وَتَمَانُونَ رَجُلًا ، وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُولُ : قَالَ الزُّبَيْرُ : قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ ، فَكَانُوا مِائَةً ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ عِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ : ضُرِبَتْ يَوْمَ بَدْرٍ لِلْمُهَاجِرِينَ بِمِائَةِ سَهْمٍ .  
 حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ ...

اس روایت میں بدر میں اہل قلب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کا ذکر ہے اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے ، اس روایت کے آخر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے یا موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے کہ بدر میں شریک ہونے والے قریش کے کل ۸۱ آدمی تھے جن کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا اور حضرت عروہ حضرت زبیرؓ کے حوالہ سے کہتے تھے کہ جن کے حصے تقسیم کئے گئے (مہاجرین میں سے) وہ سو آدمی تھے۔

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ

اس باب کی یہ آخری روایت حضرت زبیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرین کے لیے سو حصے مقرر کئے گئے تھے۔

## تعارض روایات اور اس کی توجیہات

یہاں اوپر موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ کیا ہی حصے مہاجرین کے لیے جنگ بدر میں مقرر کیے گئے تھے اور حضرت زبیرؓ کی روایت میں ہے کہ ایک سو حصے مقرر کیے گئے تھے ، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

- ① دونوں روایات میں تطبیق کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں ، داودی نے کہا کہ ممکن ہے حضرت زبیرؓ کو اشتباہ ہو گیا ہو اور اس اشتباہ کی وجہ سے انہوں نے ۱۰۰ کہا ہو۔ (۶۰)
- ② ممکن ہے حضرت زبیرؓ سے آگے روایت کرنے والے کو اشتباہ ہوا ہو اور اس نے تعداد غلط بتادی ہو۔ (۶۱) ورنہ تحقیقی بات یہی ہے کہ مہاجرین ایک سو نہیں تھے۔



⑤ داودی نے تیسری توجیہ یہ کی کہ کل مہاجرین چوراسی تھے اور ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے دو حصے ہر گھوڑے کے تھے اس طرح چھ حصے گھوڑوں کے ہو گئے، چوراسی اور چھ نوے ہو گئے اور دس آدمی وہ تھے جو جنگ میں شریک نہ تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا تھا اس طرح کل سو حصے ہو جاتے ہیں، تو بعض راوی سب ملا کر بیان کرتے ہیں تو سو کی تعداد بتاتے ہیں اور بعض حضرات صرف جنگ میں شریک ہونے والوں کے حصہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی بتائی ہوئی تعداد کم ہوتی ہے۔ (۶۳)

⑥ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا کہ مال غنیمت میں سے جو حصے مہاجرین کو ملے وہ اسی تھے اور بیس حصے بعد میں مال خمس میں سے ان کو ملے، تو اس طرح کل سو حصے ہو جاتے ہیں۔ بعض روایات میں مال غنیمت اور مال خمس دونوں کی تعداد بتائی گئی اور بعض میں صرف مال غنیمت کے حصوں کی تعداد بتائی گئی ہے لہذا دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ (۶۳)

۱۳ - باب : تَسْبِيهِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ ، فِي الْجَامِعِ الَّذِي وَضَعَهُ

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ .

النَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ الْقُرَشِيُّ .

حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ حَلِيفُ لِقُرَيْشٍ .

حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ ، قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ ، كَانَ فِي النَّظَارَةِ .

خُنَيْسُ بْنُ حِذَافَةَ السَّهْمِيُّ .

رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ .

زَيْدُ بْنُ سَهْلِ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ .

سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ .

سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ .

سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ وَأَخُوهُ .

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الْقُرَشِيُّ .

إِبَاسُ بْنُ الْبَكْرِ

حَمْرَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ

حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ ، قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ ، وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ ، كَانَ فِي النَّظَارَةِ .

خُنَيْسُ بْنُ حِذَافَةَ السَّهْمِيُّ .

رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ .

الرُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ .

أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ .

سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ .

سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ .

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَانَ .

(۶۳) فتح الباری: ۷ / ۳۲۶ -

(۶۳) فتح الباری: ۷ / ۳۲۶ - لیکن ایسی دلی روایت کے ساتھ، مگر بھی مطابقت نہیں ہوتی۔

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودِ الْهَدَلِيِّ .  
 عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفِ الزُّهْرِيِّ .  
 عَبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيِّ .  
 عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْقُرَشِيِّ ، خَلْفَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى آبَتِهِ ، وَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ .  
 عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ .  
 عُقْبَةُ بْنُ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ .  
 عَاصِمُ بْنُ ثَابِتِ الْأَنْصَارِيِّ .  
 عِتْبَانُ بْنُ مَالِكِ الْأَنْصَارِيِّ .  
 قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيِّ .  
 مَعُوذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَأَخُوهُ .  
 مُرَّارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ .  
 مِسْطَحُ بْنُ أَنَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ .  
 مِقْدَادُ بْنُ عَمْرِو الْكِنْدِيِّ ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ .  
 هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْأَنْصَارِيِّ .  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ .

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شریک بدر میں سے وہ اسمائے گرامی بیان کیے ہیں جن کی شرکت کی تصریح بخاری شریف میں آئی ہے۔ تمام بدریین کے ناموں کو ذکر کرنا مقصود نہیں ہے، اسی طرح بعض ایسے حضرات جن کے بدری ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ خود بخاری میں بھی ان کے بدری ہونے کا ذکر موجود ہے لیکن چونکہ تنصیص و تصریح کے ساتھ نہیں اس لیے یہاں ان کے نام امام بخاری نے ذکر نہیں کیے جیسے حضرت عبیدہ بن الجراح ہیں، ان کے بدری ہونے کا ذکر خود بخاری میں موجود ہے لیکن چونکہ تنصیص و تصریح (اندشہد بدرآ جیسے الفاظ) کے ساتھ نہیں اس لیے ناموں کی اس فہرست میں ان کا نام نہیں۔ (۶۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں چوالیس ناموں کا ذکر حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق کیا ہے۔

شرکاء بدر کی تعداد مشہور روایت کے مطابق تین سو تیرہ ہے ان تمام کے اسمائے گرامی کا ذکر حافظ ضیاء الدین مقدسی نے ”کتاب الاحکام“ میں استیعاب کے ساتھ کیا ہے۔ ابن سید الناس اور ابن اسحاق

نے بھی تفصیل کے ساتھ بدرین صحابہ کے نام ذکر کیے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں جو نام ذکر کیے ہیں ان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب ان ناموں کو پڑھا جاتا ہے تو اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

باب : حَدِيثِ بَنِي النَّضِيرِ ، وَمَخْرَجِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فِي دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ ،

وَمَا أَرَادُوا مِنَ الْعَذْرِ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

قال الزُّهْرِيُّ : عَنْ عُرْوَةَ : كَانَتْ عَلَى رَأْسِ سَيْتَةِ أَشْهَرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ

مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا / الحشر: ٢ /

وَجَعَلَهُ آيَةً لِمَنْ أَحْسَقَ بِغَدٍ بِئْرٍ مُعَوَّنَةً وَأُحُدٍ .

٣٨٠٤ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَضْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا أَبُو جَرِيحٍ ، عَنْ مُوسَى

أَبْنِ عَقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : حَارَبَتِ النَّضِيرُ وَقُرَيْظَةُ ، فَأَجَلَى

بَنِي النَّضِيرِ وَأَقْرَ قُرَيْظَةَ وَمَنْ عَلَيْهِمْ ، حَتَّى حَارَبَتِ قُرَيْظَةَ ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ

وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ فَأَمَّتْهُمْ وَأَسْلَمُوا ، وَأَجَلَى

يَهُودَ الْمَدِينَةَ كُلَّهُمْ : بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبَادِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ ، وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ ، وَكُلَّ يَهُودِ

الْمَدِينَةِ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے بنو نضیر کا واقعہ نقل فرما رہے ہیں، غزوہ بنو نضیر کب پیش آیا؟

اس سلسلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک رائے حضرت عروہ کی نقل کی ہے اور ایک رائے ابن اسحاق کی

نقل کی ہے۔ حضرت عروہ کی رائے یہ ہے کہ جب غزوہ بدر کے بعد چھ مہینے گزر چکے تو غزوہ بنو نضیر کا واقعہ

پیش آیا۔ جبکہ ابن اسحاق کی رائے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نقل کی کہ بنو نضیر کا یہ واقعہ غزوہ بیہ

معونہ اور غزوہ احد کے بعد پیش آیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد کے وقت کفار کی اقسام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اس وقت کفار کی تین

قسمیں تھیں۔

① ایک قسم کفار کی وہ تھی جو باقاعدہ دشمنی کا اعلان کرتے تھے اور جنگ کے لیے آمادہ تھے۔

② دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اس انتظار میں تھے کہ مسلمانوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اگر

غالب آگئے تو ہم بھی ان کے ساتھ ہو جائیں گے ورنہ اپنے آبائی دین پر قائم رہیں گے، پھر بعض ان میں سے دل سے مسلمانوں کا غلبہ چاہتے تھے جیسے بنو خزاعہ اور کچھ لوگ دل سے مسلمانوں کا غلبہ نہیں چاہتے تھے۔

③ تیسری قسم یہود مدینہ کی تھی، مدینہ کے یہود میں اصل قبیلے دو تھے ایک بنو قریظہ اور دوسرا بنو نضیر،

بنو قینقاع اور بنو حارثہ کا بھی ذکر آتا ہے لیکن درحقیقت وہ بنو قریظہ اور بنو نضیر ہی کی شاخیں تھیں۔ (۱)

مدینہ کے یہودی قبائل کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ امن ہوا تھا کہ نہ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ

کریں گے اور نہ ایک دوسرے کے خلاف کسی اور قبیلہ کی مدد کریں گے۔ (۲) لیکن یہودیوں نے اس معاہدہ

کی پاسداری اور پابندی نہیں کی، چنانچہ سب سے پہلے یہود کے قبیلہ بنو قینقاع نے یہ معاہدہ توڑا اور یہود میں سے

سب سے پہلے بنو قینقاع مدینہ منورہ سے جلاوطن کیے گئے۔ (۳)

### یہود بنی قینقاع کی جلاوطنی

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف

لے آئے تو آپ نے مدینہ کے یہود کو جمع کر کے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ ”اللہ سے ڈرو،

تمہیں یہ بات خوب معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ (میری مخالفت کی وجہ سے) تم پر

بھی ایسا عذاب نازل ہو جائے جیسے بدر میں قریش پر نازل ہوا لہذا اسلام لے آؤ۔“ (۴) یہود بنی قینقاع حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے مشتعل ہو گئے اور کہا کہ آپ قریش کے مقابلہ میں کامیابی حاصل

کرنے کے بعد کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں قریش چونکہ جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے تھے اس وجہ سے وہ مارے گئے،

جب ہم سے آپ کا مقابلہ ہوگا تب معلوم ہو جائے گا کہ کون غالب رہتا ہے۔ جب بنو قینقاع نے جنگ کے

لیے آمادہ ہو کر عہد شکنی کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف خروج فرمایا، مسلمانوں نے کئی روز

تک ان کا محاصرہ کیا، بالآخر یہ لوگ مجبور ہو کر قلعہ سے نکل آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنا

چاہا لیکن منافقین کے رئیس عبداللہ بن ابی نے سفارش کی کہ ان کو قتل نہ کیا جائے، آپ نے قتل تو نہیں

(۱) فتح الباری: ۴/۲۳۰ (۲) فتح الباری: ۴/۲۳۰ (۳) کمال ابن اثیر: ۲/۹۶

(۴) ابن کثیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں:

يامعشر يهود! احذروا من الله مثل ما نزل بقریش، من النعمة، واسلموا فانكم قد عرفتم، انى نبى مرسل، تجلدون ذلك فى كتابكم وعهد الله اليكم  
(البدایة والنہایة: ۳/۳۰۳)

کیا لیکن ان کو مدینہ منورہ سے جلا وطنی کا حکم دیا۔ یہ واقعہ پندرہ شوال ۲ھ کو پیش آیا۔ (۵)

ومخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في دية الرجلين، وما ارادوا من الغدر برسول الله

صلى الله عليه وسلم

”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو آدمیوں کی دیت کے سلسلہ میں بنو نضیر کی طرف لکنا اور وہ

غداری جو بنو نضیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنا چاہتے تھے اس کا بیان۔“

### غزوة بنی نضیر

یہودیوں میں سے بنو قینقاع کی غداری کے بعد اب بنو نضیر نے عہد شکنی کی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ

عمرو بن امیہ ضمری بیر معونہ کے واقعہ میں اتفاقاً زندہ بچ گئے تھے (بیر معونہ کی تفصیل آگے آرہی ہے) وہاں سے مدینہ آتے ہوئے ان کو دو کافر ملے جو بنو عامر میں سے تھے تو عمرو بن امیہ نے یہ سمجھ کر کہ اس قبیلہ کے

سرदार عامر بن طفیل نے ستر مسلمان (بیر معونہ میں) شہید کیے ہیں۔ ان دونوں کو قتل کر ڈالا، عمرو بن امیہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مقتولین کے قبیلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان سے تو ہمارا معاہدہ تھا لہذا دیت دینا ضروری ہے (اگرچہ عامر بن طفیل نے عہد شکنی کر لی تھی اور ستر مسلمانوں کو شہید کیا تھا لیکن اس عہد شکنی میں پورا قبیلہ شامل نہیں

تھا اس لیے آپ نے بنو عامر کے ان دو مقتولین کی دیت ضروری سمجھی۔)

بنو عامر جس طرح مسلمانوں کے حلیف تھے اسی طرح بنو نضیر کے بھی حلیف تھے لہذا عرب کے

دستور کے مطابق دیت میں کچھ حصہ بنو نضیر کے ذمہ بھی واجب الادا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس دیت کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر چند صحابہ کو لے کر بنو نضیر کے پاس تشریف لے

گئے، وہاں جا کر ایک دیوار کے نیچے آپ بیٹھ گئے۔

اس دوران بنو نضیر نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ایک شخص مکان کی چھت پر چڑھ کر اوپر سے ایک

بڑا پتھر آپ پر گرا دے تاکہ اس طرح آپ کو قتل کیا جاسکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی

یہودیوں کی اس سازش کی اطلاع ملی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے جیسے کسی کام کے لیے

اٹھ کر ابھی واپس آجائیں گے اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب آپ کی واپسی میں دیر ہوتی چلی گئی تو

یہود بڑے شرمندہ اور مایوس ہوئے اور صحابہ وہاں سے اٹھ کر آپ کی تلاش میں مدینہ منورہ آگئے۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب صحابہ پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ بنو نضیر نے عہد شکنی کی ہے لہذا ان کا محاصرہ کیا جائے۔

عبداللہ بن ام مکتوم کو آپ نے مدینہ کا عامل مقرر فرمایا (۴) اور صحابہؓ کو لے کر آپ نے

بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا

عبداللہ بن ابی نے بنو نضیر کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن منافقین کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا اور وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آسکے۔ پندرہ دن محاصرہ کرنے کے بعد بنو نضیر مجبور ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں امن دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس دن کی مہلت ہے، دس دن کے اندر اندر تم مدینہ سے نکل جاؤ، جتنا سامان تم اپنے ساتھ لیجا سکتے ہو اتنا لیجانے کی اجازت ہے لیکن ہتھیار اور اسلحہ لے جانے کی اجازت نہیں۔ یہودیوں نے اپنے مکانات کے دروازے اور چوکھٹ تک نکال لیے اور دس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکلے، بعض شام چلے گئے اور بعض خیمہ میں جا کر آباد ہوئے اور اس طرح مدینہ سے بنو نضیر کا ہنگامہ ختم ہوا۔ یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب یہ دو آدمی ان میں سے مسلمان ہوئے، چنانچہ ان کو جلاوطن نہیں کیا گیا اور نہ ان کو مال و اسباب سے محروم کیا گیا۔ (۷)

ابن اسحاق نے غزوہ بنو نضیر کا جو واقعہ بیان کیا، وہ یہ تھا، (۸) اس سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ قراء سبعین کی بیر معونہ میں شہادت کے بعد عمرو بن امیہ ضمیری نے بنو عامر کے آدمی قتل کیے اور ان کی دیت کے سلسلہ میں آپ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ واقعہ بیر معونہ کے بعد کا ہے۔ لیکن حضرت عروہ کے بیان کے مطابق یہ واقعہ احد اور بیر معونہ سے پہلے کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بنو نضیر جنگ بدر سے سرف چھ ماہ بعد پیش آیا تو اگر حضرت عروہ کی روایت تسلیم کی جائے تو پھر غزوہ بنو نضیر کا سبب کیا چیز بنی؟ (ظاہر ہے اس صورت میں عمرو بن امیہ ضمیری کے دو آدمیوں کے قتل اور ان کی دیت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہود بنو نضیر کے پاس جانے اور یہودیوں کی غداری کو سبب نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ دو آدمیوں کے قتل کا یہ واقعہ احد یا غزوہ بیر معونہ سے بھی بعد کی بات ہے۔)

تو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ابن مردویہ نے سند صحیح کے ساتھ زہری کی ایک روایت نقل کی ہے، اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا اور مسلمانوں کو کامیابی ہوئی تو مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کو لکھا کہ تمہارے پاس قلعے اور جنگ کا ساز سامان ہے تم مسلمانوں کے غلاف آواز کیوں نہیں اٹھاتے ہو۔ چنانچہ بنو نضیر نے اس خط کے بعد ایک سازش کا فیصلہ کیا وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ

(۶) البدایة والنہایة: ۴/۵۵ (۷) فتح الباری: ۴/۲۳۱ (۸) مذکورہ پوری تفصیل کے لیے دیکھیے البدایة والنہایة: ۳/۴۳-۴۶

علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ساتھ لائیں، ہمارے تین عالم آپ سے مذاکرہ کریں گے، اگر اس مذاکرے میں ہمارے وہ تین آدمی مطمئن ہو گئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور اندرونی طور پر ان تین عالموں کو یہ کہہ دیا کہ اپنے پاس خنجر چھپا کر رکھ لیں اور موقع ملتے ہی آپ کو قتل کر دیں۔ بنو نضیر میں ایک انصاری خاتون تھی، اس کا بھائی مسلمان تھا۔ اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آکر آپ کو بتایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاکرہ کا فیصلہ ترک فرمایا اور ان پر حملے کا پروگرام بنایا۔ (۹) حضرت عروہ کی روایت اگر تسلیم کی جائے تو اس وقت غزوہ بنو نضیر کا سبب یہ واقعہ ہے اس میں بیرونی معونہ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن اکثر اصحاب سیر نے محمد بن اسحاق کی موافقت کی ہے اور کہا ہے غزوہ بنو نضیر، غزوہ احد اور غزوہ بیرونی معونہ کے بعد پیش آیا ہے اور یہ ۳ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق اور حضرت عروہ دونوں کے قول ذکر کیے، ترجمۃ الباب میں

آیت ذکر کی

وقول اللہ تعالیٰ هو الذی اخرج الذین کفروا من اہل الکتاب من دیارہم لاول الحشر  
 ”اللہ وہ ذات ہے جس نے نکالا اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے اول حشر میں۔“  
 ”اول حشر“ سے یہود بنو نضیر کی جلاوطنی مراد ہے، ویسے تو بنو قینقاع کی جلاوطنی اس سے پہلے ہو چکی تھی لیکن اولاً تو وہ کوئی بڑا قبیلہ نہیں تھا بلکہ ایک شاخ تھی، اور دوسرے یہ کہ بنو نضیر کی اس جلاوطنی کا واقعہ اس کی بہ نسبت بڑا حادثہ تھا اس لیے قرآن نے اسی کو ”اول حشر“ کہا۔

حدثنا اسحاق بن نصر حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج.... حاربت قریظہ والنضیر

فاجلی بنی النضیر وافر قریظہ

”قریظہ اور نضیر نے محاربہ کیا“ اس محاربہ سے مراد ہے کہ جب قریش مکہ نے قریظہ اور نضیر کو غزوہ بدر کے بعد خط لکھا اور مسلمانوں کی مخالفت پر ان کو آمادہ کیا تو ان دونوں نے عہد شکنی کا پروگرام بنایا، تو مسلمانوں نے بنو نضیر کو جلاوطن کیا اور قریظہ کے ساتھ تجدید معاہدہ کر کے ان کو برقرار رکھا، یہاں تک کہ غزوہ خندق کے موقع پر قریظہ نے دوبارہ عہد شکنی کی، تو پھر ان کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں، بچوں اور اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ (غزوہ قریظہ کی تفصیل غزوہ خندق کے بعد آرہی ہے۔)

۳۸۰۵ : حدثني الحسن بن مُدْرِكٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ

أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قُلْتُ لِأَبْنِ عَبَّاسٍ : سُورَةُ الْحَشْرِ ، قَالَ : قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ .

تَابِعَهُ هُشَيْمٌ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ . [ ۴۳۶۸ ، ۴۶۰۰ ، ۴۶۰۱ ]

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے لفظ ”سورة الحشر“ کہا تو آپؓ نے فرمایا کہ ”قل: سورة النضير“ اس سورت کو سورة نضیر کہو۔  
متعدد یہ ہے کہ یہ سورة بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا اس کو ”سورة النضیر“ بھی کہا جاسکتا ہے اور ”سورة الحشر“ بھی۔

۳۸۰۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخْلَاتِ ، حَتَّى أَفْتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ ، فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ . [ر : ۲۹۶۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصاری صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کے درخت پیش کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ ان کو مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور اپنے لیے بھی رکھیں، جب آپ نے قریظہ اور بنو نضیر کو فتح کیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے وہ درخت واپس کر دیے تھے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ نے قریظہ اور نضیر کو فتح کیا اور ان کے اموال، مسلمانوں کے ہاتھ آنے تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دوں اور تمہارے جو درخت ہیں وہ تم کو واپس کر دوں، انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعید بن عبادہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہماری تو خواہش یہ ہے کہ یہ اموال بھی آپ تمام کے تمام مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور ہمارے جو اموال ان کے پاس ہیں وہ بھی ان کے پاس رہنے دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس پیشکش کو سراہا تاہم انصار کے جو اموال مہاجرین کے پاس تھے وہ ان کو واپس کر دیئے اور یہودیوں سے جو مال ملا تھا وہ مہاجرین میں تقسیم فرمادیا۔ (۱۰)

البتہ مہاجرین کے ساتھ انصار میں سے حضرت ابودجانہؓ انصاریؓ اور سہل بن حنیف انصاریؓ کو بھی آپ نے حصہ عطا فرمایا کیونکہ ان دونوں حضرات کی مالی حالت بڑی کمزور تھی۔ (۱۱)

۳۸۰۸/۳۸۰۷ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ ، فَتَزَلَّتْ : « مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْتَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ »

(۱۰) فتح الباری: ۲۲۲/۷

(۱۱) علامہ سہلی نے حضرت ابودجانہ اور حضرت سہل کے ساتھ انصار میں سے حضرت حارث بن صمد کا نام بھی ذکر کیا ہے.... دیکھیے البدایہ والنہایہ:



(۳۸۰۸) : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ : أَخْبَرَنَا حَبَّانُ : أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ ، عَنْ نَافِعٍ ،  
عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ ، قَالَ : وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ  
ابْنُ ثَابِتٍ :

وَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيقٌ بِالْبُورَةِ مَسْتَطِيرٌ  
قَالَ : فَأَجَابَهُ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ :

أَدَامَ اللَّهُ ذَلِكَ مِنْ صَنِيعٍ وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ  
سَتَعَلَّمُ أَبْنَا مِنْهَا بِتُرُوهُ وَتَعَلَّمُ أَيُّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ

[ر : ۲۲۰۱]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو جلایا اور کٹوایا اور وہ باغ جہاں یہ عمل کیا گیا، بویرہ تھا تو اس پر آیت اتری ”ماترکتہم من لینۃ....“ یہودیوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسا نبی ہے کہ باغات اور لوگوں کے کام آنے والی چیزوں کو کٹوا کر اور جلا کر ختم کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی طرف سے جواب دیا کہ جو درخت تم نے کاٹے یا جو چھوڑے کہ وہ اب تک اپنی جڑوں پر کھڑے ہیں، یہ سب اللہ کے حکم سے ہے۔ (۱۲)

یعنی ہر دو مصلحت سے خالی نہیں جلانے کاٹے میں کفار پر رعب و غلبہ کا اظہار ہے اور سالم چھوڑنے میں مسلمانوں کا نفع دینوی ہے۔

البويرة (بضم الباء وفتح الواو....) یہ ”بورة“ کی تصغیر ہے۔ ”بورة“ گڑھے کو کہتے ہیں، مدینہ کے قریب جس مقام میں بنو نضیر کا یہ باغ واقع تھا چونکہ وہ نشیبی جگہ تھی اس لیے اس باغ کو ”بویرہ“ کہا جانے لگا۔ (۱۲)

لینۃ: ایک خاص قسم کی کھجور کو کہتے ہیں۔ (۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو نضیر کے درخت جلا دیئے تو اس کے متعلق حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ شعر پڑھا تھا۔

وهان على سراة بنى لؤي  
حريق بالبويرة مستطير

(۱۲) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ج ۴ / ص ۲۲۲

(۱۳) فتح الباری: ۴ / ۲۲۲ - عمدۃ القاری: ۱۲ / ۱۲۸ -

(۱۴) عمدۃ القاری: ۱۲ / ۲۸

”اور آسان ہوا بنی لوی کے سرداروں کے لیے مقام بویرہ میں ایسی آگ جلانا جس کے شعلے پھیلے

ہوئے تھے۔“

سراة: (بفتح السين) یہ ”سری“ کی جمع ہے، سردار کو کہتے ہیں۔ لوی: (بضم اللام، وفتح الهمزة،

وتشديد الياء)

بنی لوی سے قریش مراد ہیں، ”سراة بنی لوی“ یعنی قریش کے سردار، مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم اور دیگر قریشی مہاجرین صحابہ ہیں۔ بہت سے حضرات نے ”سراة بنی لوی“ سے قریش کے کافر سردار

مراد لیے ہیں دونوں صورتوں میں مطلب مختلف ہوگا۔ (۱۵)

### شعر کا مطلب

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ

نے بغیر کسی جنگ کے بڑی آسانی کے ساتھ مقام بویرہ میں باغات کو آگ لگائی، اس شعر سے حضرت حسانؓ

قریش مکہ کو عار دلار ہے ہیں کیونکہ قریش نے بنو نضیر کو جنگ پر ابھارا تھا۔

اور اگر ”سراة بنی لوی“ سے قریش کے کافر سردار مراد ہوں تو مطلب ہوگا کہ قریش کے سرداروں

نے مقام بویرہ میں آگ کا معاملہ بڑا آسان اور ہلکا سمجھا، یہ طنز ہے کہ قریش نے بنو نضیر اور بنو قریظہ کو یہ

یقین دہانی کرائی تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ تصادم کے وقت وہ ان کی مدد کریں گے، حضرت حسانؓ فرماتے

ہیں کہ اب جب ان پر یہ افتاد پڑی اور ان کے باغات جلانے گئے تو قریش میں سے کوئی بھی مدد کے لیے نہیں

آیا گویا کہ یہ کوئی سنگسنگ واقعہ ہی نہیں تھا۔

جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا تو اس کے جواب میں ابوسفیان بن الحارث نے (جو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) یہ اشعار پڑھے۔

### ابوسفیان بن الحارث کے جوابی اشعار!

صنِيعِ	مِنْ	ذَلِكِ	اللَّهِ	اِذَا
السَّعِيرِ	نَوَاحِيهَا	فِي	وَحَرِّقِ	
بَنُو	مِنْهَا	اَيُّنَا	سَتَعْلَمُ	
تَضْيِرِ	اَرْضِيْنَا	اِي	وَتَعْلَمُ	

① اللہ اس آگ کو جو بویرہ میں لگی ہے ہمیشہ قائم رکھے اور آگ بویرہ کے گرد نواح کو یوں ہی جلایا کرے۔

② تم عنقریب جان لو گے کہ کون اس بویرہ (اور اس کی آگ) سے دور ہے اور تم یہ بھی جان لو گے کہ ہم میں سے کس کی زمین کو وہ آگ نقصان پہنچاتی ہے۔

ابوسفیان نے پہلے شعر میں بدعا دی ہے کہ بویرہ کا ارد گرد یعنی مدینہ آگ میں یوں ہی جلتا رہے ، دوسرے شعر میں حضرت حسان سے کہا کہ بویرہ میں آگ کی عار ہمیں کیوں دلاتے ہو ، بویرہ کے ارد گرد تو تم رہتے ہو اس سے ہمیں اور ہماری زمین کو کچھ نقصان نہیں ہوگا ، تمہاری ہی رہائشی زمینیں جلیں گی۔ (۱۶)

۳۸۰۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّضْرِيُّ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَعَاهُ ، إِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ : هَلْ لَكَ فِي عُمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ يَسْتَأْذِنُونَ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ فَأَدْخِلْهُمْ ، فَلَبِثَ قَلِيلًا ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ : هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَأْذِنَانِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا ، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِي أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ ، فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ ، فَقَالَ الرَّهْطُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْضِ بَيْنَهُمَا ، وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخِرِ ، فَقَالَ عُمَرُ : أَتَبَدُّوا أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بَاذَنِيهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا نُورُثُ مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً) . يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ ؟ قَالُوا : قَدْ قَالَ ذَلِكَ ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ فَقَالَ : أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ قَالَ ذَلِكَ ؟ قَالَا : نَعَمْ ، قَالَ : فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ ، إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا النَّبِيِّ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ ، فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ : «وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ - إِلَى قَوْلِهِ - قَدِيرٌ» . فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، ثُمَّ وَاللَّهِ مَا اخْتَارَهَا دُونَكُمْ ، وَلَا اسْتَأْذَرَهَا عَلَيْكُمْ ، لَقَدْ أُعْطَاكُمْوهَا وَقَسَمَهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ مِنْهَا ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَنِيهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلِ مَالِ اللَّهِ ، فَعَمِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيَاتِهِ ، ثُمَّ تُوِّيَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : فَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقبَضَهُ أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهِ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ ، فَأَقْبَلَ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ وَقَالَ : نَذْكُرَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ

فِيهِ كَمَا تَقُولَانِ ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ : إِنَّهُ فِيهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ؟ ثُمَّ تَوَقَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ ، فَقُلْتُ : أَنَا وَوَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ ، فَقَبَضْتُهُ سَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيهِ بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ : أَيُّ فِيهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ؟ ثُمَّ جِئْتَنِي كِلَاكُمَا ، وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ ، فَجِئْتَنِي - يَعْنِي عَبَّاسًا - فَقُلْتُ لَكُمَا : إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا نُورَثُ ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ) . فَلَمَّا بَدَأَ لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا قُلْتُ : إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا ، عَلَى أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ : لَتَعْمَلَنَّ فِيهِ بِمَا عَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَمَا عَمِلْتُ فِيهِ مُدْوَلِيْتُ ، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي ، فَقُلْتُمَا أَدْفَعُهُ إِلَيْنَا بِذَلِكَ ، فَدَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا ، أَفْتَلَمِيسَانِ مِنِّي قَضَاءٌ غَيْرَ ذَلِكَ ، فَوَاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقَوْمُ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، لَا أَقْضِي فِيهِ بِقَضَاءٍ غَيْرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَأَدْفَعَاهُ إِلَيَّ فَإِنَّا أَكْفِيكُمَاهُ .

قال : فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ : صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ : أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تَقُولُ : أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ ، يَسْأَلُهُ تُمْنَةً مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ فَكُنْتُ أَنَا أَرْدُهُنَّ ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ ، أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ : (لَا نُورَثُ ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ - يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ - إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ) . فَاتَّهَى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَيَّ مَا أَخْبَرْتُهُنَّ ، قَالَ : فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِي عَلَيَّ ، مَنَعَهَا عَلِيُّ عَبَّاسًا فَعَلَّبَهُ عَلَيْهَا ، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنِ ، كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِيهَا ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنِ ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَقًّا . [ر : ۲۷۴۸]

۳۸۱۰ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الرَّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ ، أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا ، أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا نُورَثُ ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةٌ ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ) . وَاللَّهُ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أُصِلَ مِنْ قَرَابَتِي . [ر : ۲۹۲۶]

مالک بن اوس بن الحدثان نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ان کو بلایا، اچانک حضرت عمرؓ کے پاس

ان کے دربان ”یرفاء“ (۱۷) آئے اور کہا کہ... حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں! انہیں اندر لے آؤ۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ یرفاء دوبارہ آئے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آئے ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اجازت دی۔ چنانچہ جب دونوں حضرات اندر داخل ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے اور ان (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔

وَمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِي آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ  
 ”اور یہ دونوں جھگڑ رہے تھے بنو نضیر سے جو مال فنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا اس کے بارے میں“ (یہی جملہ ترجمہ الباب سے متعلق ہے)

بنو نضیر سے جو مال فنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا وہ آپ نے ہاجرین میں تقسیم فرمادیا تھا۔ البتہ اس کا کچھ حصہ آپ نے اپنے پاس بھی رکھا تھا جو مسلمانوں کی حاجات کے اندر صرف کیا جاتا تھا اور آپ اپنے رشتہ داروں کو بھی اس میں سے حصہ دیا کرتے تھے، اسی مال کے سلسلہ میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا، حضرت عمرؓ کی مجلس میں ان دونوں بزرگوں کے درمیان ”تو تو میں میں“ بھی ہوئی، تو ان سے پہلے جو حضرات صحابہ آئے تھے انہوں نے کہا کہ ”امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے اور ایک کو دوسرے سے راحت عطا کیجئے“ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اتقوا سلعہ ٹھہرو، جلدی نہ کرو میں آپ لوگوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لانورث، ماترکنا صدقہ... ”ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات مراد لے رہے تھے کہ انتقال کے بعد جن اموال کو میں چھوڑ کر جاؤں گا وہ اموال صدقہ ہوں گے اور ان میں میراث جاری نہیں ہوگی، وہاں موجود حضرات صحابہ نے حضرت عمرؓ کی تصدیق کی، حضرت عمرؓ پھر حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی، ان دونوں نے بھی جواب میں ”نعم“ (جی ہاں) کہا، اور اس حدیث کے بارے میں حضرت عمرؓ کی تصدیق کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میں اس معاملہ کے متعلق آپ لوگوں سے بیان کرتا ہوں کہ (بنو نضیر کا) یہ مال فنی اللہ جل شانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص کیا تھا اور

(۱۷) یرفاء: بفتح الیاء و سکون الراء۔ (عمدة القاری: ۱۶/۱۳۰)

(سلعہ) اتقوا: ای لاتستعجلوا، وھی من التؤدہ وھی التانی والمہلہ (عمدة القاری: ۱۶/۱۳۰)

اس میں کسی اور کو کوئی حق نہیں دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے -

وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما او جفتم علیہ من خیل ولا رکاب.... ولكن اللہ یسلط

رسولہ علی من یشاء واللہ علی کل شئی قدير۔ (۱۹)

پس یہ مال صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا، لیکن خدا کی قسم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مال صرف اپنے لیے جمع کیے نہیں رکھا اور نہ اپنی ذات کو ترجیح دی بلکہ یہ مال تم لوگوں میں تقسیم کیا، یہاں تک کہ اس میں سے یہ حصہ مال کا بیچ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں سے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے، سال بھر کا خرچہ اس میں سے دیکر باقی کو اللہ کی راہ میں (جہاد وغیرہ کے اسلحہ اور دیگر اس قسم کے کاموں میں) خرچ کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اسی طرح کرتے رہے، پھر آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ بے شک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی (اور جانشین) ہوں، چنانچہ یہ مال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق وہ اس مال میں عمل کرتے رہے یعنی ان ہی مصارف میں اس کی آمدنی خرچ کرتے رہے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اور تم سب لوگ اس وقت موجود تھے (اور تمہیں علم ہے) پھر حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

تذکران ان ابابکر عمل فیہ کما تقولان

”آپ دونوں یہ ذکر کرتے اور کہتے تھے کہ ابوبکر اس مال کے تصرف کرنے میں ویسے ہیں جیسے تم کہتے ہو“ بتلانا یہ ہے کہ تمہارا خیال یہ تھا کہ تصرف تو ہمیں کرنا چاہیے اور تولیت ہمارے ہاتھ میں ہونی چاہیے، ابوبکرؓ نے خود اپنے ہاتھ میں اس کا تصرف رکھ کر زیادتی کی ہے، حالانکہ ابوبکرؓ اس معاملہ میں سچے اور نکلے تھے، راہ راست اور حق پر تھے (حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے گلہ اس بات کا تھا کہ اس مال کی تولیت ہمارے حوالہ کیوں نہ کی، ابوبکرؓ ہمیں عادل اور قابل اعتماد نہیں سمجھتے، ان دونوں بزرگوں کو حضرت ابوبکرؓ سے اس بات کی شکایت نہ تھی کہ یہ مال ہمیں میراث میں کیوں نہیں ملا، کیونکہ یہ تو ان کو بھی معلوم تھا کہ نبی کی میراث نہیں ہوتی، شکایت صرف تولیت اور اس مال میں تصرف کا اختیار نہ دینے کی تھی، یہ تو ان کا نقطہ نظر تھا، لیکن حضرت ابوبکرؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر اس وقت اس مال میں تصرف کا اختیار اور اس کی تولیت ان کے حوالہ کر دی جائیگی تو اس سے لوگوں کو شبہ ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہوئی ہے تو اس شبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت

عباسؓ اور حضرت علیؓ کو اس میں تصرف کا اختیار نہیں دیا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا طرز عمل درست اور صحیح تھا)

پھر حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا جانشین اور خلیفہ بنا، اور میں نے اس مال کو اپنی امارت کے ابتدائی دو سالوں میں اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں وہی عمل کرتا رہا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کرتے تھے۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور اس وقت تم دونوں کی بات ایک تھی اور تمہارا معاملہ منفق تھا تو میں نے تم دونوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”لانورث ماترکنا صدقہ“ پھر جب دو سال گزرنے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب اگر اس مال کا تصرف تم دونوں کے حوالہ کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ جائیداد تمہارے حوالہ کر دوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تمہیں اللہ سے عہد و پیمانہ باندھنا ہوگا کہ تم اس جائیداد میں وہی عمل کرو گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور میں کرتا رہا ورنہ تم اس سلسلہ میں مجھ سے بات مت کرو، تم دونوں نے کہا تھا کہ اسی عہد و پیمانہ کے ساتھ آپ یہ ہمارے حوالہ کر دیجئے، تو میں نے آپ دونوں کے حوالہ کر دیا تھا۔ اب جو تم دونوں میرے پاس آئے ہو کیا، اس کے علاوہ تم مجھ سے کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہو۔

فواللہ الذی باذنیہ تقوم السماء والارض لا اقضی فیہ بقضاء غیر ذلک حتی تقوم الساعة  
”اس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، قیامت تک میں اس میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔“  
لہذا اگر تم دونوں اس کے انتظام سے عاجز آگئے ہو تو مجھ کو واپس کر دو میں اس کا انتظام خود کروں  
گا۔

فحدثت هذا الحديث عروة بن الزبير

یہ زہری کا قول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن الزبیر سے بیان کی تو عروہ نے فرمایا کہ مالک بن اوس نے صحیح فرمایا ہے، میں نے بھی حضرت عائشہؓ سے سنا تھا، فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمانؓ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، ازواج مطہرات حضرت ابوبکر سے اس مال فنی میں سے اپنے ٹمن (آنٹھویں حصہ) کا مطالبہ کرنا چاہتی تھیں جو اللہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تھا تو میں ان (ازواج مطہرات) کو منع کرتی تھی اور میں ان سے کہتی تھی کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتی ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے ”لانورث ماترکنا صدقہ“ اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات ہوتی تھی۔ البتہ آل محمد کا نفقہ اس مال میں سے ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ازواج مطہرات کو جب یہ حدیث سنائی تو وہ رک گئیں (اور انہوں نے میراث میں اپنے حصے کا مطالبہ ترک کر دیا)

حضرت عمرو فرماتے ہیں کہ یہ اموال جو صدقہ کے تھے حضرت علیؑ کے ہاتھ میں رہے۔ حضرت علیؑ نے حضرت عباسؑ کو اس سے الگ رکھا (اور انتظامی امور میں اختلاف کی وجہ سے حضرت عباسؑ کو ان کے انتظام میں شریک نہیں کیا) اور ان پر غالب رہے۔ پھر یہ اموال صدقہ حضرت حسن بن علیؑ کے قبضہ میں رہے، پھر وہ حسین بن علیؑ کے تصرف میں آئے، پھر علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھ میں رہے اور وہ دونوں نوبت بنوبت ان کا انتظام کیا کرتے تھے اور پھر یہ زید بن حسن کے قبضہ میں آئے۔

وہی صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقا

”اور یہ یقینی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے“ (اس وجہ سے اس مال میں نہ میراث جاری ہوئی اور نہ ان حضرات نے ذاتی ملکیت کے طور پر اس کو استعمال کیا۔)

### ترجمہ الباب سے مطابقت

چونکہ اس روایت میں حضرت عباسؑ اور حضرت علیؑ کے جس محاصمے کا ذکر ہے وہ ان اموال کے متعلق تھا جو بنو نضیر سے بطور فنی حاصل ہوئے تھے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ”باب حدیث بنی النضیر“ میں یہاں ذکر فرمائی۔ (۲۰)

### باب : قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ .

۳۸۱۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرُو : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ) . فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتَلَهُ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . قَالَ : فَأَنْذَنِي لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا ، قَالَ : (قُلْ) . فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ : إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً ، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَانَا ، وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ ، قَالَ : (وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَعْمَلُنَّهُ ، قَالَ : إِنَّا قَدْ أَتَبَعْنَاهُ ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ



تُسَلِّفْنَا وَسَقَا أَوْ وَسَقَيْنِ - وَحَدَّثْنَا عَمْرُو غَيْرَ مَرَّةٍ ، فَلَمْ يَذْكُرْ وَسَقَا أَوْ وَسَقَيْنِ ، أَوْ : فَقُلْتُ لَهُ : فِيهِ وَسَقَا أَوْ وَسَقَيْنِ ؟ فَقَالَ : أَرَى فِيهِ وَسَقَا أَوْ وَسَقَيْنِ - فَقَالَ : نَعَمْ ، أَرَهْنُونِي ، قَالُوا : أَيُّ شَيْءٍ تُرِيدُ ؟ قَالَ : أَرَهْنُونِي نِسَاءَ كُمْ ، قَالُوا : كَيْفَ نَرَهْنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ ، قَالَ : فَأَرَهْنُونِي أَبْنَاءَ كُمْ ، قَالُوا : كَيْفَ نَرَهْنُكَ أَبْنَاءَنَا ، فَيَسَبُّ أَحَدَهُمْ ، فَيُقَالُ : رُهِنَ بِيَسْتِ أَوْ وَسَقَيْنِ ، هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا ، وَلَكِنَّا نَرَهْنُكَ اللَّامَةَ - قَالَ سُفْيَانُ : يَعْنِي السَّلَاحَ - فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ ، فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ ، وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرِّضَاعَةِ ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ ، فَتَزَلَّ إِلَيْهِمْ ، فَحَالَتْ لَهُ أَمْرَأَتُهُ : أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ ؟ فَقَالَ : إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرُو ، قَالَتْ : أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقَطُرُ مِنْهُ الدَّمُ ، قَالَ : إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ ، وَرَضِيْعِي أَبُو نَائِلَةَ ، إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بَلِيلٍ لَأَجَابَ . قَالَ : وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ - قِيلَ لِسُفْيَانَ : سَأَلْتُمْ عَمْرُو؟ قَالَ : سَمِعْتُ بَعْضَهُمْ - قَالَ عَمْرُو : جَاءَ مَعَهُ بَرَجَلَيْنِ ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرُو : أَبُو عَبْسٍ بْنُ جَبْرِ وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ وَعَبَادُ بْنُ بَشِيرٍ . قَالَ عَمْرُو : جَاءَ مَعَهُ بَرَجَلَيْنِ ، فَقَالَ : إِذَا مَا جَاءَ قَائِي قَائِلٌ بِشَعْرِهِ فَاشْتُمَّهُ ، فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمَكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ . وَقَالَ مَرَّةً : ثُمَّ أَشْتَمُّكُمْ ، فَتَزَلَّ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفُخُ مِنْهُ رِيحُ الطَّيِّبِ ، فَقَالَ : مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا ، أَيُّ أَطْيَبَ ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرُو : قَالَ : عِنْدِي أُعْطِرُ نِسَاءَ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ . قَالَ عَمْرُو : فَقَالَ : أَنْتَ أَذِنُ لِي أَنْ أَشْتَمَّ رَأْسَكَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشْتَمَّ أَصْحَابَهُ ، ثُمَّ قَالَ : أَنْتَ أَذِنُ لِي ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَلَمَّا اسْتَمَكَنَّ مِنْهُ ، قَالَ : دُونَكُمْ ، فَتَقَتَلُوهُ ، ثُمَّ اتَّوَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ . [ر : ۲۳۷۵]

جنگ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو کعب بن اشرف کو برا رنج ہوا کہ مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے ، کہنے لگا ، اب دنیا میں جینے کا کوئی مزہ اور لطف نہیں رہا اب تو ”بطن الارض خیر من ظہرھا“ والی کیفیت ہو گئی ہے ۔ قریش مکہ کی تعزیت کے لیے یہ مکہ پہنچا اور قریش کے جو لوگ قتل ہوئے تھے اس نے ان کے مرثیے لکھے ، ان مرثیوں کو جمع میں سناتا خود بھی روتا اور لوگوں کو بھی رلاتا۔ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر لوگوں سے کہتا کہ تم بھی غلاف کعبہ پکڑ کر عہد کرو کہ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑیں گے ۔ (۲۱) مدینہ آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے متعلق ”تشیب“ (۲۲) میں عشقیہ اشعار کہنا شروع

(۲۱) البدایة والنہایة: ۶/۳ - (۲۲) تشیب: قصیدہ کے شروع میں عشق و محبت کے جو اشعار ہوتے ہیں اس کو تشیب کہتے ہیں۔

کیے اور ان کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا تذکرہ کرنا شروع کیا، ظاہر ہے کہ ان خواتین کے لیے یہ بات بڑی درد انگیز اور تشویشناک تھی اور ان کے مردوں کے لیے بھی یہ بات بڑی تکلیف دہ اور افسوسناک تھی۔ پھر اس پر بس نہیں کیا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو کے قصیدے لکھنے شروع کیے۔ (۲۲) یہ حرکتیں جب حد سے بڑھ گئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا من لکعب بن الاشرف؟ فانہ قد آذی اللہ ورسولہ ”کون ہے جو (اس یہودی) کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگائے، اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔“ حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ یہ پسند فرمائیں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”نعم“ (ہاں) تو حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا، فاذن لی ان اقول شیئا آپ مجھے اجازت دیجیئے کہ میں (مجمل اور مسہم انداز میں) کچھ باتیں کروں (جن سے وہ خوش ہو اور پھر مجھے اس کو قابو میں کرنا آسان ہو جائے) چنانچہ آپ نے اجازت دیدی۔

یہ تو بخاری کی روایت ہے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ محمد بن مسلمہ کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کے قتل کی اجازت دیدی تو یہ متشکر تھے اور سوچتے تھے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ دو تین دن سوچنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! اس کی اجازت ہے کہ میں اس سے ملوں اور ملنے کے بعد اس کو مطہن کرنے کے لیے ابہام واجمال کی صورت میں چند باتیں اس سے کروں تو آپ نے اجازت دیدی۔ (۲۳)

چنانچہ محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے، آپ کے ساتھ حضرت ابونائلہ اور حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے حارث بن اوس بھی تھے کعب بن اشرف کے پاس آ کر انہوں نے کہا۔

ان هذا الرجل قد سالنا صدقة، وانه قد عنانا، وانی قد اتيتك، استسلفك

”یہ آدمی (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے) ہم سے صدقہ کا مطالبہ کرتا ہے اور اس نے ہمیں

مشقت میں ڈال دیا ہے، میں تمہارے پاس فرضہ مانگنے کے لیے آیا ہوں۔“

(۲۲) البداية والنہایہ: ۶/۴۔۔۔۔

ان حرکتوں کے علاوہ ایک اور سبب بھی اس کے قتل کا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حافظ لکھتے ہیں:

ووجدت فی فوائد عبد اللہ بن اسحاق.... لقتل کعب سبباً آخر، وهو انه صنع طعاماً وواطأ جماعة من اليهود، انه يدعو النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الولیمة، فاذا حضر فتکوا به (ای قتلوا) ثم دعاه، فجاء، ومعه بعض اصحابه، فاعلمه جبریل بما اضره وبعده ان جالسہ، فقام، فستره جبریل بجناحه فخرج، فلما فقدوه، تفرقوا، فقال حينئذ: من ینتدب لقتل کعب؟ ويمكن الجمع بتعدد الاسباب.... (فتح الباری: ۴/۲۳۸)

(۲۳) البداية والنہایہ: ۴/۴۔

کعب بن اشرف نے یہ سن کر کہا ”وايضاً والله لتمكنته“ ”خدا کی قسم! تم اس سے ابھی مزید اکتا جاؤ گے“ یعنی ابھی تو ابتدا ہے آگے آگے دیکھو کیا صورت حال پیدا ہوتی ہے، ابھی تو اور اکتانا پڑے گا۔

محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی پیروی کی ہے پس اب ہم نہیں چاہتے کہ انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ہم دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ محمد بن مسلمہ کا مقصد تو یہ ہے کہ ہمیں اسلام کے غلبہ کا انتظار ہے ابھی تو آزمائش چل رہی ہے اور انشاء اللہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور ”يدخلون في دين الله افواجا“ کی شان نمودار ہوگی، لیکن کعب بن اشرف اس کلام سے اپنی ذنیت کی وجہ سے یہ سمجھا کہ ہم نے چونکہ ان کی اتباع کی ہے اور ہم عرب لوگ ہیں، اپنے قول و قرار سے انحراف تو کر نہیں سکتے اس لیے ہم اب اس انتظار میں ہیں کہ ان کا خاتمہ کب ہوتا ہے، خاتمہ ہو جائے گا تو ہماری جان چھوٹ جائے گی، کعب بن اشرف نے محمد بن مسلمہ کے کلام سے اپنی ذنیت کے مطابق یہ تاثر لیا۔

وقدار دنان تسلفنا وسقاا ووسقين

”ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں قرضہ دیں ایک وسق یا (راوی نے کہا) دو وسق“ کعب بن اشرف نے ”ہاں“ کہا، اب اس کا خبث باطن ملاحظہ فرمائیں، کہنے لگا میرے پاس کوئی چیز رہن رکھو، محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا، آپ کیا چاہتے ہیں، کوئی چیز ہم آپ کے پاس رہن رکھیں؟ کہنے لگا، اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو، انہوں نے کہا ہم اپنی عورتوں کو آپ کے پاس کس طرح رہن رکھ سکتے ہیں آپ تو عرب کے حسین ترین آدمی ہیں، (عورتیں حسن پر جلد فریفتہ ہو جاتی ہیں اگر کہیں وہ آپ پر فریفتہ ہو گئیں تو ہمارا کیا بنے گا۔) تو کہنے لگا کہ پھر اپنے بیٹوں کو میرے پاس رہن رکھ دو، انہوں نے کہا کہ اپنے بیٹوں کو آپ کے پاس کیونکر رہن رکھ سکتے ہیں؟ بعد میں ان کو زندگی بھر طعنے دیے جائیں گے کہ یہ وہ ہیں جو وسق دو وسق کے عوض رہن رکھے گئے تھے، یہ ہمارے لیے عار ہے۔

ولكن ان رهنك اللامة (۲۵)

ہاں البتہ ہم آپ کے پاس ہتھیار گروی رکھ دیں گے سفیان کہتے ہیں کہ ”اللامة“ سے مراد اسلحہ اور

ہتھیار ہیں۔

چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اس کے پاس آنے کا وعدہ کر لیا، اور رات کو اس کے پاس آئے، آپ کے ساتھ ”ابو نائلہ“ بھی تھے جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے (ابو نائلہ کا نام سلکان بن سلامہ ہے) کعب نے ان کو قلعہ کے پاس بلایا اور خود قلعہ سے ان کی جانب نیچے اترا، بیوی نے کعب سے کہا کہ رات کے اس اندھیرے میں کہاں جا رہے ہو تو کعب نے کہا صرف محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہیں۔

عمرو بن دینار کے سوا دوسرے راوی نے بیان کیا کہ کعب بن اشرف کی بیوی نے اس موقع پر یہ بھی کہا تھا کہ میں نے تو ایسی آواز سنی ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں لہذا تم گھر سے نہ نکلو۔ کعب نے کہا، اپنے بھائی محمد بن مسلمہ اور دودھ شریک ابو نائلہ کے پاس جا رہا ہوں وہ بلا رہے ہیں کیونکہ ان الکریم لودعی الی طعنة بلبل لاجاب ”شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کی طرف بلایا جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔“

چنانچہ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر کو لائے یعنی عمرو کہتے ہیں وہ اپنے ساتھ دو آدمی لائے اور عمرو کے علاوہ دوسرا راوی کہتا ہے کہ ان تین کو وہ اپنے ساتھ لائے۔ (۲۷) محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کعب آنے لگے تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھنے لگوں گا جب تمہیں یقین ہو جائے کہ میں اس کے سر پر مکمل قابو پا چکا ہوں تو تم پکڑ کر اس کو مار ڈالو۔

فزل الیہم متوشحا و هو ینفخ منہ ریح الطیب

چنانچہ کعب چادر اوڑھے ہوئے ان کی طرف اتر آیا، خوشبو اس کے جسم سے پھیل رہی تھی تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ میں نے آج کی طرح خوشبو کبھی محسوس نہیں کی، کعب نے کہا میرے پاس عرب کی وہ حسین و جمیل عورت ہے جو ہر وقت عطر و خوشبو میں بسی رہتی ہے اس پر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ کا سر سونگھوں، کعب کہنے لگا، ہاں، سونگھ لیجئے، چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو سنا دیا، محمد بن مسلمہ نے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت مانگی، کعب بن اشرف نے دوبارہ اجازت دی چنانچہ جب سونگھتے ہوئے محمد بن مسلمہ نے اس کے سر کو اچھی طرح قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں سے کہا ”دونکم“ حملہ کر دو چنانچہ انہوں نے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شاتم و مودی رسول کے قتل کی خبر سن کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ بعد میں یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سردار کے قتل کے متعلق پوچھنے آئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرکتوں کی تفصیل بتائی چنانچہ وہ خاموش ہو کر واپس چلے گئے۔ (۲۸)

(۲۶) وفي البداية والنهاية: ۴۶۴۔ فاخذت امرأة بنا حيتها وقالت: انت امرؤ محارب، وان اصحاب الحرب لا ينزلون في هذه الساعة۔ قال: انه ابونا نائلة، لو وجدني ناشما ما يقطنني فقالت: واللّٰه اني لاعرف في صوتي الشر۔

(۲۷) بعض روایات میں محمد بن مسلمہ کے ساتھ صرف ”ابونا نائلہ“ کا ذکر ہے، بعض میں دو آدمیوں کا ذکر ہے لیکن درحقیقت یہ کل پانچ ساتھی

تھے ① محمد بن مسلمہ ② ابونا نائلہ ③ ابو عبس بن جبر ④ حارث بن اوس ⑤ اور عباد بن بشر (دیکھیے فتح الباری: ۴/۲۲۹)۔

(۲۸) دیکھیے فتح الباری: ۴/۲۳۰

یہ واقعہ کعب پیش آیا!

۱ بعض حضرات کے نزدیک کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ۱۳ ربیع الاول ۳ھ کو پیش آیا ہے۔

۲ محمد بن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ رمضان ۳ھ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ (۲۹)

محمد بن مسلمہ

ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے ہے، بدر میں اور دیگر تمام مشاہد میں شریک ہوئے ہیں، ان کا انتقال ۳۳ھ یا ۳۷ھ یا ۳۹ھ میں مدینہ منورہ میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوا، مروان بن الحکم جو اس وقت مدینہ منورہ کا حاکم تھا اس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۰)

باب : قتلِ اَبی رَافِعِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْحَقِيقِ

وَيُقَالُ : سَلَامٌ بِنُ أَبِي الْحَقِيقِ ، كَانَ بِحَيْبَرَ ، وَيُقَالُ : فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ .  
وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ .

۳۸۱۴/۳۸۱۴ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ نَصْرِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ،  
عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
رَهْطًا إِلَى أَبِي رَافِعٍ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ .

(۳۸۱۳) : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ  
أَبِي إِسْحَقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعِ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا  
مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ ، وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَيُبْعِنُ  
عَلَيْهِ ، وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ ، فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ ، وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، وَرَاحَ  
النَّاسُ بِسَرَحِهِمْ ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِأَصْحَابِهِ : اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ ، وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَابِ ،  
لَعَلِّي أَنْ أُدْخَلَ ، فَأَقْبَلَ حَتَّى دَنَا مِنَ الْبَابِ ، ثُمَّ تَقَنَّعَ بِنَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً ، وَقَدْ دَخَلَ

النَّاسُ ، فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ ، يَا عَبْدَ اللَّهِ : إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ ، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ ، فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ ، فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ، ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغْلِيقَ عَلَيَّ وَتَدَّى ، قَالَ : فَكُنْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا ، فَفَتَحْتُ الْبَابَ ، وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ ، وَكَانَ فِي عِلَالِي لَهُ ، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ ، فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ ، قُلْتُ : إِنْ الْقَوْمُ نَذَرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتَّى أَقْتُلَهُ ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ ، فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسَطَ عِيَالِهِ ، لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنْ الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ ، قَالَ : مَنْ هَذَا؟ فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ فَضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهْشٌ ، فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا ، وَصَاحَ ، فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ ، فَأَمَكْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ ، ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : مَا هَذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ؟ فَقَالَ : لِأَمْكِ الْوَيْلُ ، إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ ، قَالَ : فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَشَدَّ مِنْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ، ثُمَّ وَضَعْتُ ظَبَّةَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ ، فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ ، فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بِبَابٍ ، حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ ، فَوَضَعْتُ رِجْلِي ، وَأَنَا أَرَى أَنِّي قَدْ انْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ ، فَأَنْكَسَرَتْ سَاقِي فَعَصَبَتْهَا بِعِمَامَةٍ ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ ، فَقُلْتُ : لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَعْلَمَ أَقْتُلْتُهُ؟ فَلَمَّا صَاحَ الْدَلِيكُ قَامَ النَّاعِي عَلَى السُّورِ ، فَقَالَ : أَنَعَى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي ، فَقُلْتُ النَّجَاءَ ، فَقَدْ قَتَلَ اللَّهُ أَبَا رَافِعٍ ، فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ ، فَقَالَ : (أَبْسَطْ رِجْلَكَ) . مَبْسُطُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا ، فَكَانَهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ .

(٣٨١٤) : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ : حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ ، هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ

يُوسُفَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَبِي رَافِعٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَتِيكٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَتَبَةَ فِي نَاسٍ مَعَهُمْ ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ ، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ : أَمَكُوا أَنْتُمْ حَتَّى أَنْطَلِقَ أَنَا فَانظُرْ ، قَالَ : فَتَلَطَّفْتُ أَنْ أَدْخُلَ الْحِصْنَ ، فَفَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ ، قَالَ : فَخَرَجُوا بِقَبَسٍ يَطْلُبُونَهُ ، قَالَ : فَخَشَيْتُ أَنْ أُعْرَفَ ، قَالَ : فَغَطَّيْتُ رَأْسِي كَأَنِّي أَقْضِي حَاجَةً ، ثُمَّ نَادَى صَاحِبُ الْبَابِ ، مَنْ أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ أَنْ أُغْلِقَهُ ، فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَيْتُ فِي مَرَبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ

بَابِ الْحِصْنِ ، فَتَعَشَوْا عِنْدَ أَبِي رَافِعٍ ، وَتَحَدَّثُوا حَتَّى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى بُيُوتِهِمْ ، فَلَمَّا هَدَّاتِ الْأَصْوَاتُ ، وَلَا أَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ ، قَالَ : وَرَأَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ ، حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِي كُوَّةٍ ، فَأَخَذْتُهُ فَفَتَحْتُ بِهِ بَابَ الْحِصْنِ ، قَالَ : قُلْتُ : إِنْ نَذِرَ بِي الْقَوْمُ أَنْطَلَقْتُ عَلَى مَهَلٍ ، ثُمَّ عَمَدْتُ إِلَى أَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ ، فَغَلَقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ، ثُمَّ صَعِدْتُ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فِي سَلَمٍ ، فَإِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفَى سِرَاجُهُ ، فَلَمْ أَدْرِ أَيْنَ الرَّجُلُ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا رَافِعٍ ؟ قَالَ : مَنْ هَذَا ؟ قَالَ : فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ وَصَاحَ ، فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُ كَأَنِّي أُغِيثُهُ ، فَقُلْتُ : مَا لَكَ يَا أَبَا رَافِعٍ ؟ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي ، فَقَالَ : أَلَا أُعْجِبُكَ لِأَمْكِ الْوَيْلُ ، دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضْرَبَنِي بِالسَّيْفِ ؟ قَالَ : فَعَمَدْتُ لَهُ أَيْضًا فَأَضْرِبُهُ أُخْرَى ، فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا ، فَصَاحَ وَقَامَ أَهْلُهُ ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي كَهَيْئَةِ الْمُغِيثِ ، فَإِذَا هُوَ مُسْتَلِي عَلَى ظَهْرِهِ ، فَأَضَعُ السَّيْفَ فِي بَطْنِهِ ، ثُمَّ أَنْكَبْتُ عَلَيْهِ حَتَّى سَمِعْتُ صَوْتِ الْعَنَمِ ، ثُمَّ خَرَجْتُ دَهْشًا حَتَّى آتَيْتُ السَّلَمَ ، أُرِيدُ أَنْ أَنْزِلَ فَأَسْقَطُ مِنْهُ ، فَأَتَخَلَعْتُ رِجْلِي فَعَصَبْتُهَا ، ثُمَّ آتَيْتُ أَصْحَابِي أُحْجِلُ ، فَقُلْتُ : أَنْطَلِقُوا فَبَشِّرُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَإِنِّي لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ ، فَلَمَّا كَانَ فِي رَجْوِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ ، فَقَالَ : أُنْعَى أَبَا رَافِعٍ ، قَالَ : فَقَمْتُ أُمِّي مَا بِي قَلْبُهُ ، فَأَذْرَكْتُ أَصْحَابِي قَبْلَ أَنْ يَأْتُوا النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ . [ر : ۲۸۵۹]

اس باب میں البورغ عبد اللہ بن ابی الحقیق کے قتل کا بیان ہے ، اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہتے ہیں ، یہ خیبر میں رہتا تھا ، ایک قول یہ بھی ہے کہ سرزمین حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہتا تھا ، ہو سکتا ہے کہ اس کا قلعہ خیبر اور حجاز کے درمیان سرحد پر ہو ، اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جائے گی۔

## البورغ

البورغ مالدار یہودیوں میں سے کعب بن اشرف کے ہم خیال لوگوں میں سے تھا ، غطفان کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اس نے بہت بڑی امداد فراہم کی تھی ، انصار میں قبیلہ اوس کے حضرات نے جب کعب بن اشرف کا کام تمام کیا تو قبیلہ خزرج نے البورغ کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کیا ، کیونکہ انصار کے یہ دونوں قبیلے نیکوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عتبہؓ اور آپ کے ساتھ چند خزرجی صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ البورغ کو قتل کیا

جائے، آپ نے اجازت دیدی۔ (۱) اس کے قتل کا واقعہ کب پیش آیا اس میں مختلف اقوال ہیں۔

① بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ رجب سن ۲ھ میں وہ قتل کیا گیا۔

② بعض کے نزدیک سن ۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔

③ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سن ۵ھ میں ابورافع قتل کیا گیا۔

④ واقدی کا خیال ہے کہ یہ واقعہ سن ۶ھ کا ہے، واقدی کے خیال کو علامہ عینی نے وہم قرار دیا

ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر نے غزوہ خندق کے بعد ۶ھ میں ابورافع کے قتل کو راجح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر

نے بھی ابن سعد کے حوالے سے سن۶ست نقل کیا ہے۔ (۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کے قول سے اتنا بتادیا کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد

ابورافع کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور کعب بن اشرف کا قتل ۳ھ میں ہوا ہے۔

ابورافع کے قتل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں (۳) کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے انصار میں سے چند آدمیوں کو بھیجا... چنانچہ جب

یہ حضرات ابورافع کے قلعہ کے قریب پہنچے۔

وقد غربت الشمس وراح الناس بسر حهم

”اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانور مویشی چرا کر واپس ہو چکے تھے۔“

سرح: ان مویشیوں کو کہتے ہیں جن میں اونٹ، گائے، بکریاں اور بھیڑ ہوں۔ (۴) عبداللہ بن

عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم ہمیں بیٹھے رہو۔

فانی منطلۃ و متلطف للبوآب

میں ذرا جا کر دربان کے پاس کوئی تدبیر اختیار کرتا ہوں، ممکن ہے اندر جانے کا موقع مل جائے۔

چنانچہ دروازہ کے قریب آکر یہ اپنے آپ کو کپڑے میں اس طرح چھپا کر بیٹھ گئے کہ گویا قضائے

حاجت کے لیے بیٹھے ہیں، قلعہ کے اندر جب تمام لوگ داخل ہو گئے تو دربان نے آواز دی۔ ”اے اللہ کے

بندے! اگر اندر آنے کا ارادہ ہے تو آجاؤ میں دروازہ بند کرتا ہوں۔“ حضرت عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں

(۱) دیکھیے فتح الباری: ۴/۲۲۳-۲۲۲۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۳/۱۲۷۔

(۲) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۴/۱۳۳۔ وفتح الباری: ۴/۳۳۳۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۳/۱۲۷۔

(۳) امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ذراوائتیں اسرائیل اور یوسف کے طریق سے تفصیلاً ذکر کی ہیں، ابورافع کے

قتل کا قصہ دونوں روایات کو ہمیش نظر رکھ کر بیان کیا گیا ہے، دونوں روایات میں جہاں اختلاف ہے اس کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

(۴) عمدۃ القاری: ۱۴/۱۳۶۔



کہ یہ آواز سن کر معاً میں اندر داخل ہو گیا اور قلعہ کے دروازے کے پاس اندر گدھوں کے اصطبل میں چھپ کر بیٹھ گیا، جب سب لوگ اندر آگئے تو دربان نے دروازہ بند کر دیا۔

ثم علق الاغاليق على ودّ "پھر چابیاں کھونٹی (میخ) پر لٹکادیں۔"

ودّ: (بفتح الواو وتشديد الدال) وتد (میخ) کو کہتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ "وتد" میں

"تا" کو "دال" سے بدل کر دال میں ادغام کر کے "ود" بنایا گیا۔ (۵)

وضع مفتاح الحصن في كوةٍ "دربان نے قلعے کی کنجی طاق میں لٹکادی۔" طاق میں ایک کھونٹی تھی، اس کھونٹی پر چابیاں لٹکائی جاتی تھیں۔

الاغاليق: یہ غلق کی جمع ہے، اس سے مراد چابیاں ہیں۔ (۶) اصل میں غلق تالے کو کہتے ہیں

لیکن چونکہ چابی سے تالا کھولا جاتا ہے اس لیے چابی کو بھی غلق کہہ دیا جاتا ہے۔

الكوة: روشن دان کو کہتے ہیں، مراد یہاں "طاق" ہے۔

فقلت الى الاقاليد فاخذتها ففتحت الباب

عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے جا کر کنجیاں اٹھائیں اور دروازہ کھولا یعنی قلعہ کا دروازہ کھولا

جس کا اگلی روایت میں ہے۔

الاقاليد: یہ اقلید کی جمع ہے، چابی کو کہتے ہیں۔

وكان ابورافع يسمر عنده، وكان في علالی له

ابورافع کے یہاں رات کو قصہ گوئی کیجاتی تھی، اور ابورافع اپنے بالا خانوں میں رہتا تھا۔

علالی: یہ عُليّة (بضم العين وكسر ها وكسر اللام وتشديد ها وتشديد الياء) کی جمع ہے، بالاخانہ کو

کہتے ہیں۔

چنانچہ جب قصہ گو لوگ ابورافع سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف جانے لگا جب

کوئی دروازہ کھولتا تو اندر سے بند کر دیتا تھا تاکہ اگر شور شرابہ ہو کر پتہ لگ جائے تو کوئی اندر نہ آسکے تاکہ

میں اس کو قتل کر دوں۔ چنانچہ میں ابورافع کے پاس پہنچ گیا، وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل و عیال

سمیت لیٹا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابورافع گھر میں کس جگہ ہے؟ اس لیے میں نے آواز لگائی

"ابورافع" وہ بولا "کون ہے؟" جس جانب سے یہ آواز آئی اسی جانب بڑھ کر میں نے تلوار سے ایک وار

کیا، لیکن میں کھبرایا ہوا تھا اس لیے کامیاب نہ ہو سکا، جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر آگیا اور تھوڑی دیر باہر

رک کر کمرے میں گیا اور آواز تبدیل کر کے میں نے کہا، ”ابورافع! یہ کمرے میں کیا آواز تھی؟“ وہ کہنے لگا، تیری ماں کی ہلاکت ہو، ایک آدمی نے ابھی کچھ دیر قبل تلوار سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ (۷) جب میں نے اچھی طرح جانچ لیا کہ کہاں سے بول رہا ہے تو ایک گہری کاری ضرب لگائی لیکن قتل نہ کر سکا۔

ثم وضعت ضییب السیف فی بطنہ حتی اخذ فی ظہرہ، فعرفت انی قتلتہ۔ (۸)

”تو پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھی یہاں تک کہ اس نے اس کی کمر کو پکڑ لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔“

ضییب السیف: ضییب کے معنی خون بہنے کے آتے ہیں، علامہ خطابی کا خیال ہے کہ یہ لفظ یہاں درست نہیں، صحیح لفظ ”ظبة السیف“ ہے جس کے معنی تلوار کی دھار کے آتے ہیں۔ ”ظبة“ کی جمع ”ظبات“ ہے۔ (۹) اب میں واپس ہوا اور ایک ایک دروازہ جو اندر سے میں نے بند کیا تھا کھولنے لگا یہاں تک کہ میں سیڑھی کے پاس پہنچ گیا، یہ سمجھ کر میں نے اپنا پاؤں نیچے رکھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں حالانکہ زمین ابھی دور تھی اس طرح میں سیڑھی سے گر پڑا، چاندنی رات تھی، گرنے کی وجہ سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی تو میں نے اپنی پگڑی سے اس کو باندھ لیا۔

ایک روایت میں فانکسرت ساقی ہے کہ پنڈلی ٹوٹ گئی تھی اور دوسری روایت میں فانخلعت رجلی ہے کہ پاؤں کا جوڑ کھل گیا تھا دونوں روایتوں میں تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں باتیں ہونی ہونگی، جوڑ بھی اتر گیا ہوگا اور ساق کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی ہوگی یا پھر یہ کہنے کہ جوڑ کے کھلنے کو ہڈی کے ٹوٹنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ابورافع قتل ہو گیا ہے، چنانچہ میں قلعہ کے دروازہ کے پاس بیٹھا رہا، جب مرغ نے صبح کے وقت اذان دی تو موت کی خبر کا اعلان کرنے والے نے قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر کہا۔ انعی ابارافع تاجر اهل الحجاز ”اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا میں اعلان کرتا ہوں۔“

عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مرجاتا تو کسی اونچی جگہ چڑھ کر اس کی موت کا اعلان کیا جاتا تھا کہ فلاں آدمی کا انتقال ہو گیا ہے۔

(۷) وزاد فی روایۃ: ”نال: فعمدت لہ ایضاً فاضربہ اخری فلم تغم شیئاً، فصاح وقام املہ، ثم جئت، وغیرت صوتی کھیثۃ المستفیث، فاذا هو مستلق علی ظہرہ“ وفی روایۃ ابن اسحاق: ”فصاحت امراتہ فنوتت بنا، فجعلنا رفع السیف علیہا، ثم نذکر نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء، فنکف عنہا۔ (فتح الباری: ۲۴۳/۷)

(۸) وفی روایۃ یوسف: ”فاضع السیف فی بطنہ ثم اتکی علیہ حتی سمعت صوت العظم“

(۹) فتح الباری: ۲۴۳/۷

یہ خبر سن کر میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ ان سے میں نے کہا، ”الذہاء“ ”جلدی کرو“ اللہ نے الوراق کو قتل کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے فأضع السيف على بطنه ثم انكفى عليه یعنی میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اور پھر اس کو دبایا یہاں تک وہ ہڈی تک پہنچ گئی۔ اسی دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ الوراق کی موت کے اعلان کے بعد میں اٹھ کر چلا تو مجھ کو بے انتہاء خوشی کی وجہ سے اپنے پاؤں کی تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہو رہا تھا، تکلیف تو تھی لیکن خوشی کے احساس نے تکلیف کے احساس کو اس وقت ختم کر دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تفصیل سنائی۔ آپ نے فرمایا، اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پاؤں پھیلا یا آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا، پاؤں ایسا ٹھیک ہوا جیسے کہ گتھی میں نے اس میں شکایت محسوس ہی نہ کی ہو۔

اس مہم پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابہ روانہ فرمائے تھے ① عبداللہ بن عتیک ② مسعود بن سنان ③ عبداللہ بن انیس ④ الیقنادرہ ⑤ خزاعی بن اسود ⑥ اور عبداللہ بن عتبہ.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر بنایا تھا اور انہوں نے ہی الوراق کو قتل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک جنگ احد میں شریک تھے اور جنگ یمامہ میں آپ شہید ہوئے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عتیک جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ شریک تھے اور جنگ صفین کے بعد آپ کا انتقال ہوا ہے۔ (۱۰) واللہ اعلم

## باب غزوة احد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوة احد بارہ ابواب میں بیان فرمایا ہے۔

- ① باب غزوة احد ② باب اذعمت طائفتان منکم ان تفسلا ..... ③ باب قول اللہ تعالیٰ: ان الذین تولوا منکم یوم النقی الجمعان .... ④ باب اذتصعدون ولا تلویون ⑤ باب ثم انزل علیکم ⑥ باب لیس لک من الامر شیء ⑦ باب ذکر ام سلیط ⑧ باب قتل حمزہ بن عبدالمطلب ⑨ باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد ⑩ باب الذین استجابوا للہ والرسول (۱۱) - باب من قتل من المسلمین یوم احد (۱۲) - باب احد جبل یحبنا ونحبه

غزوة بدر کی طرح غزوة احد بھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہم نے اولاً تاریخی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ابواب بخاری اور ان میں ذکر کردہ احادیث کی تشریح فرمائی ہے۔ البتہ تکرار سے بچنے کے لیے جو واقعات آگے بخاری کی احادیث میں تفصیل کے ساتھ آ رہے ہیں ان کو ابتدا میں ذکر نہیں کیا گیا جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ ہے چونکہ یہ واقعہ خود بخاری میں مستقل باب کے تحت تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اس لیے شروع میں ذکر نہیں کیا گیا۔

مرتب

یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوة احد بیان فرما رہے ہیں۔

احد

احد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل سے کچھ فاصلے پر واقع ہے اس پہاڑ کو ”احد“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اکیلا اور منفرد ہے۔ (۱۱)

## جنگ احد کا سبب اور مشرکین کی تیاری

جنگ بدر میں چونکہ کفار قریش کو کاری زخم لگا تھا اس لیے وہ بلبلا رہے تھے اور مسلمانوں سے انتقام کا سوچ رہے تھے، ابوسفیان کا قافلہ تجارت جس کے تعاقب میں مسلمان مدینہ منورہ سے نکلے تھے، وہ صحیح سلامت مکہ پہنچ گیا تھا، اس قافلہ میں جو سامان تھا وہ بہت زیادہ تھا۔ ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام وغیرہ عمائدین قریش ”دارالندوہ“ میں جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس قافلہ میں جو سامان تجارت تھا اس کی اصلی رقوم (یعنی رأس المال) تو سب شرکاء کو واپس کر دی جائیں البتہ جو نفع ہوا ہے اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف جنگ کی تیاری میں صرف کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آس پاس کے قبائل میں اطلاع روانہ کی اور کہا کہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے ہم

بڑی زبردست تیاری کے ساتھ جارہے ہیں، آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ (۱۲)

چنانچہ اس طرح یہ تین ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک لشکر جرار جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے یہ لشکر ۵ شوال ۳ھ کو مکے سے روانہ ہوا، لشکر میں سات سو زره پوش تھے (۱۳) تین ہزار اونٹ تھے دو سو گھوڑے تھے، اور پندرہ خواتین بھی اس ارادے سے ساتھ ہو گئی تھیں، (۱۴) کہ وہ رجزیہ اشعار پڑھیں گی اور جنگ لڑنے والوں کو ابھاریں گی نیز ان کی آبرو اور عزت کی خاطر لوگ جوش و جذبے سے لڑیں گے۔ (۱۵)

### مسلمانوں کو حضرت عباسؓ کی پیشگی اطلاع

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جو اس وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھے انہوں نے فوراً ایک تیز رو قاصد کو خط دیکر مکے سے روانہ کیا اور کہا کہ جلد سے جلد تم مدینہ پہنچو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلے کی اطلاع کرو، تین دن کے اندر اندر تم کو پہنچ جانا چاہیے۔ چنانچہ وہ سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور صورتحال کی اطلاع کا خط آپ کو دیا۔ (۱۶)

### لشکر قریش کا حال معلوم کرنے کے لیے صحابہؓ کی روانگی

آپؐ نے دو انصاری صحابہ حضرت انسؓ اور حضرت مونسؓ کو مقرر کیا کہ وہ جا کر قریش کے لشکر کا حال معلوم کریں، یہ حضرات گئے اور واپس آکر اطلاع دی کہ لشکر قریب آگیا ہے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے بھیجا کہ جا کر معلوم کرو کہ لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے جا کر ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا اور واپس آکر اطلاع دی کہ ان کا لشکر تین ہزار کے قریب ہے۔ (۱۷)

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ سے مشورہ

رات کو حضرت سعد بن معاذؓ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ارد گرد پہرہ دیا، اور کچھ دستے مقرر کئے گئے کہ وہ مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں

(۱۲) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۱۰۳/۲ - سیرة ابن ہشام: ۶۲/۳ (۱۳) تاریخ الطبری: ۱۹۰/۲

(۱۴) ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ان تمام خواتین کے نام و قبائل کا ذکر کیا ہے دیکھیے سیرة ابن ہشام: ۶۶/۳

(۱۵) تاریخ الطبری: ۱۹۰/۲

(۱۶) طبقات ابن سعد: ۳۶/۲ - سیرة المصطفیٰ: ۱۸۶/۲ - السیرة الحلبيّة: ۲۱۶/۲

(۱۷) طبقات ابن سعد: ۳۶/۲ - السیرة الحلبيّة: ۲۱۸/۲

میں بیٹھ جائیں تاکہ رات کے وقت اچانک حملہ کو روکا جاسکے۔ (۱۸) اگلی صبح کو جمعہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے مشورہ لیا کہ کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک قلعہ میں ہوں اور ایک گائے ذبح کی گئی ہے اور میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اس کا آگے کا حصہ ٹوٹ گیا، پھر میں نے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے زیادہ اچھی صورت میں ہو گئی۔ صحابہ نے خواب کی تعبیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ قلعہ جو میں نے خواب میں دیکھا وہ مدینہ منورہ ہے یہاں رہ کر اگر مقابلہ کیا جائے گا تو جیسے قلعے میں رہ کر حفاظت ہوتی ہے یہاں بھی رہ کر حفاظت ہوگی، اور گائے ذبح ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ ہمارے کچھ صحابہ شہید ہوں گے، اور تلوار ہلانا جنگ ہے اور اس کے آگے کے حصہ کا ٹوٹ جانا اس میں پیش آنے والے ناسازگار حالات ہیں اور تلوار کا دوبارہ ہلانے پر پہلے سے زیادہ اچھا ہو جانا اس جنگ کے بعد کے حالات ہیں جو پہلے حالات کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور سازگار ہوں گے۔ (۱۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر چند بزرگ صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے۔ لیکن بہت سے صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے، خصوصاً وہ حضرات جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ شہادت کی آرزو اپنے دل میں لیے ہوئے تھے ان کو شوق تھا کہ باہر نکل کر اگر مقابلہ کیا جائے تو جام شہادت نوش کرنے کا بہتر موقع ہوگا اگر مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے گا تو شاید اس کی نوبت نہ آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو قسم کھالی۔ واللہ الذی انزل علیک الكتاب لا اطعم الیوم طعاما حتی اجد الدہم بسیفی خارج المدینة۔ (۲۰) قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، میں اس وقت تک کھانا ہی نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے نکل کر کفار کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کر لوں۔“

حضرت سعد بن عبادہ اور دوسرے بعض اکابر صحابہ نے بھی یہ عرض کیا کہ اگر مدینہ میں رہ کر ہم دفاع کریں گے تو کفار سمجھیں گے کہ ہم کمزور اور بزدل ہیں اس لیے باہر نکلنا مناسب ہے۔ عبد اللہ بن ابی رہیں المناقین بھی ایک تجربہ کار آدمی تھا، مسلمانوں میں اس نے اپنے آپ کو شامل کر لیا تھا، اس سے بھی آپ نے مشورہ کیا، وہ کہنے لگا بات اصل میں یہ ہے کہ مدینہ میں جب بھی اس قسم کا حادثہ پیش آیا ہے تو اگر مدینہ والوں نے شہر میں رہ کر مقابلہ کیا ہے تو ان کو کامیابی ہوئی ہے اور اگر انہوں نے مدینہ سے نکل کر مقابلہ کیا

(۱۸) طبقات ابن سعد: ۲/۲۶۔ السیرة الحلیبۃ: ۲/۲۱۸

(۱۹) البدایہ والنہایہ: ۳/۱۲

(۲۰) اس موقع پر بعض صحابہ کے شوق شہادت کا عجیب عالم تھا، حضرت نعمان بن مالک انصاریؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرماتے گئے: یا رسول اللہ! لا تحرمسی الجنة، فوالذی معک بالحق لا ادخلن الجنة، فقال لہ: ہم؟ قال: بانی اشہدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ وانہی لا افر من الذی حقت قال: صدقت، فقتل بومئذ۔ (دیکھیے تاریخ الطبری: ۳/۸۹۔ البدایہ والنہایہ: ۳/۱۲)

ہے تو ناکام ہوتے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ (۲۱)

لیکن نوجوانوں کے علاوہ بعض اکابر صحابہ کو بھی جب آپ نے اس بات پر مہر پایا کہ مدینہ منورہ سے نکل کر مقابلہ کیا جائے تو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ گھر تشریف لے گئے، اس دوران حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر نے باقی صحابہ سے کہا کہ تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا، آپ کی رائے کے خلاف اصرار کرنا مناسب نہیں تھا، سب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلح ہو کر تشریف لے آئے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے اور ہمیں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے تھا، جیسے آپ کی رائے ہے اسی کے مطابق آپ عمل فرمائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایک مرتبہ ہتھیار پہننے کے بعد دشمن سے فیصلہ کیے بغیر ہتھیار اتار دے، لہذا اب تو باہر ہی چلنا ہے۔ (۲۲)

مدینہ منورہ سے روانگی

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کا لشکر ساتھ لے کر بروز جمعہ ۱۵ شوال ۳ھ مدینہ سے احد کی طرف روانہ ہوئے اور عبد اللہ بن ام مکتوم کو مسجد نبوی میں امامت کے لیے مقرر کیا، (۲۳) جمعہ کا دن تھا، احد تو قریب ہے لیکن روانگی چونکہ مغرب سے کچھ دیر قبل ہوئی تھی اس لیے راستے میں ایک مقام ”بیتخن“ پر آپ نے رات گزارنے کا ارادہ فرمایا۔ (۲۴)

منافقین کی علیحدگی

اگلے دن ہفتہ کی صبح کو جب آپ نے احد کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو عبد اللہ بن ابی اسبہ تین سو ساتھیوں کو لے کر یہ کہتے ہوئے واپس ہوا کہ ہم بلاوجہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے آپ نے ہمارے مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ (۲۵) قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ”بنو سلمہ“ اور قبیلہ اوس کی ایک شاخ

(۲۱) دیکھیے تاریخ الطبری: ۱۸۹ / ۲

(۲۲) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۶۸ / ۲ - والبدایۃ والنہایۃ: ۱۲ / ۲

(۲۳) مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا (دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۱۰۳ / ۲)

(۲۴) طبقات بن سعد: ۲۹ / ۲

(۲۵) اس موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ بن حرامؓ ان منافقین کے پاس گئے اور ان کو بہت سمجھایا کہ اللہ کے نبی کو اس طرح چھوڑ کر چلا جانا کسی طرح مناسب نہیں لیکن منافقین نے جواب دیا۔ ”لنعلم انکم تقاتلون ما سلعناکم“ حضرت عبد اللہ بن حرامؓ نے فرمایا۔ ”اللہ کے دشمنو! اللہ اپنے نبی کو تم سے بے نیاز کر دے گا، قرآن شریف کی سورۃ آل عمران کی آیت ”ولیعلم الذین نافقوا وقیل لہم تعالوا فقتلوا فی سبیل اللہ وادعوا لوالوالیو لعلم فتالاولیٰ لاتبعنکم“ ہم لکنکر یومئذ اقرب منہم للایمان، یقولون یا فواہم مالیس فی قلوبہم واللہ اعلم

سما یکتمون“... ان ہی لوگوں کے پاس سے میں نازل ہوئی (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۱۳ / ۲)

”بوحارثہ“ کے قدم ڈمگائے اور ان کو بھی خیال ہوا کہ ہم بھی واپس چلیں یلین اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی، قرآن شریف کی آیت اذہمت طائفتان منکم ان تفسلا واللہ ولیہما میں ان ہی دو قبیلوں کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ دونوں اسلام میں مخلص تھے اور بشری کمزوری کی وجہ سے ان کو یہ خیال آیا تھا اس لیے اللہ جل شانہ نے ان کے اخلاص کی برکت سے ان کی حفاظت فرمائی۔ (۲۶)

سناقتین کی علیحدگی کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر کم ہو کر سات سو رہ گیا۔ ان سات سو آدمیوں میں سے سو آدمی زرہ پوش تھے، ایک گھوڑا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ایک گھوڑا حضرت ابو بردہ بن نیار حارثی کا تھا، پورے لشکر میں صرف یہ دو گھوڑے تھے۔ (۲۷)

### لشکر اسلام کی ترتیب اور صف بندی

۱۵ شوال ہفتہ کے دن صبح کی نماز آپ نے احد کے قریب ادا کی اور اس کے بعد لشکر کی ترتیب کی طرف متوجہ ہوئے، فوج کی ترتیب یوں قائم فرمائی کہ مدینہ ان کے سامنے تھا اور احد ان کی پشت کی جانب تھا، چونکہ پیچھے جبل احد کی طرف سے کفار کے حملہ کا خطرہ تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس بہترین تیراندازوں کا انتخاب کر کے احد کے پیچھے ان کو بٹھلایا اور یہ تاکید کی کہ چاہے ہم غالب رہیں یا مغلوب ہوں کسی صورت میں تم کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹانا ہے، تیراندازوں کے اس دستے کا امیر آپ نے حضرت عبداللہ بن جبیر کو مقرر فرمایا۔ (۲۸)

### ابوعامر کا خروج اور لشکر اسلام کا جواب

فریقین کی دونوں صفیں آمنے سامنے تھیں، لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، عرب کے جنگی دستور کے مطابق ابتدا میں انفرادی مقابلہ کے لیے لوگ آئے.... لیکن انفرادی مقابلہ شروع ہونے سے پہلے ابوعامر جو اسلام سے قبل قبیلہ اوس کا سردار تھا کفار کے لشکر سے نکلا، ابوعامر ظہور اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن بن گیا تھا اور مدینہ سے جا کر مکے میں مقیم ہو گیا تھا، وہاں اس نے قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور کہا کہ میدان جنت میں مجھے دیکھ کر اوس کے لوگ میری طرف آجائیں گے اور اس طرح مسلمانوں کا لشکر کم پڑ جائے گا چنانچہ لشکر کفار سے نکل کر اس نے آواز دی

(۲۶) اس کی تفصیل آگے مستقل باب کے تحت آرہی ہے۔

(۲۷) دیکھیے تلخیص الطبری: ۱۹۰ / ۲

(۲۸) الکامل للذہبی: ۱۰۵ / ۲



اے اوس کے لوگو! میں ابو عامر ہوں“ اوس کے لوگوں نے ابو عامر کی توقع کے بالکل خلاف جواب دیتے ہوئے کہا۔ لا انعم اللہ بک عیناً یا فاسق (۲۹) ”اے فاسق! اللہ تیری آنکھ کبھی ٹنڈی نہ کرے“ ابو عامر نے یہ جواب سنا تو مایوس ہو کر قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میرے جانے کے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے۔

### انفرادی مقابلہ میں کفار کی زبردست شکست

مشرکین کی طرف سے مبارزت کے لیے سب سے پہلے طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لیے لٹکارا، لشکر اسلام سے حضرت علیؑ نکلے اور انہوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد طلحہ بن ابی طلحہ کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ کفار کی طرف سے نکلا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ پھر ابوسور بن ابی طلحہ تیسرا بھائی کفار کی طرف سے مقابلے کے لیے نکلا، مسلمانوں کی طرف سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے نکل کر اس کو جہنم رسید کیا۔ اس کے بعد کفار کی جانب سے مسافع بن طلحہ آیا، حضرت عاصم بن ثابتؓ نے ایک ہی وار میں اس کو ٹھکانے لگا دیا۔ پھر اس کا بھائی حارث بن طلحہ آیا حضرت عاصم بن ثابتؓ نے اس کا ابھی کام تمام کیا۔ اس کے بعد تیسرا بھائی جلاس بن طلحہ نے مبارزت کی دعوت دی اس کو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (۳۰)

### تفسیر عام میں مسلمانوں کی فتح

اس طرح انفرادی مقابلے میں کفار کے کافی لوگ مارے گئے اور ظاہر ہے کہ اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ (۳۱) حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ بھی بڑی بے جگری سے لڑتے رہے جس کی وجہ سے کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مرد اور عورتیں سب پہاڑ کی طرف میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے۔

(۲۹) ابو عامر جاہلیت میں ”راہب“ سے مشہور تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ”فاسق“ رکھا اسی وجہ سے اوس کے لوگوں نے اس کو ”یا فاسق“ کہا (سیرۃ ابن ہشام، ۲/ ۷۱)

(۳۰) تاریخ الطبری: ۲/ ۱۹۴۔ ابدایۃ والنہایۃ: ۲/ ۴۰۔ الکامل لابن اثیر: ۲/ ۱۰۶۔ (طبقات ابن سعد: ۲/ ۴۱۔)

(۳۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ کون ہے جس کو میں اپنی تلوار دوں اور وہ اس کا حق ادا کرے اس کے لیے مختلف ہاتھ اٹھے لیکن آپ نے تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو دی، حضرت زبیر بن العوامؓ نے بھی ہاتھ اٹھایا تھا لیکن ان کو بھی نہ ملی چنانچہ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں۔

وحدثت فی نفسی حین سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السیف، فمنعنیہ واعطاء ابو دجانۃ، وقلت: انا ابن صفیۃ عمته، ومن فریش، وقد قمت الیہ، فسالتہ ایاہ قبلہ، فاعطاه ایاہ، وترکنی، واللہ لا نظیر ما یصنع، فانبہتہ، فاحرج عصابہ لہ حمراء، فمصب بہا راسہ، فقالت الانصار: اخرج ابو دجانۃ

## جیتی ہوئی جنگ کی شکست میں تبدیلی

احد کی پشت پر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں آپ نے تہ اندازوں کا جو دستہ پچاس افراد پر مشتمل مقرر فرمایا تھا، انہوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ بھی مال غنیمت جمع کرنے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑنے لگے، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا، ارشاد سننے کے بعد انہوں نے کہا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا لیکن آپ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ جنگ کے فیصلہ سے پہلے تم اس مورچے کو نہ چھوڑنا اور اب تو فیصلہ ہو گیا لہذا اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ صرف دس آدمی رہ گئے اور باقی سب آگئے۔

خالد بن ولیدؓ جو اس وقت لشکر کفار کے مہینہ کے امیر تھے انہوں نے احد کی یہ گھائی خالی دیکھ کر اس طرف حملہ کر دیا وہاں مسلمان دستہ کے جو گیارہ صحابہ باقی رہ گئے تھے ان سب کو شہید کیا اور پشت سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے یہ حملہ اتنا اچانک تھا کہ مسلمانوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ اس حملے کی وجہ سے صورتحال بالکل بدل گئی اور کفار کا جو لشکر پسپائی اختیار کر چکا تھا وہ بھی واپس آ گیا۔ اب مسلمان دونوں طرف سے کفار کے زرعے میں آگئے اور دوست دشمن کا امتیاز نہیں رہا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۲۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمانؓ مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، حضرت حذیفہؓ نے جب دیکھا کہ میرے والد پر مسلمان حملہ آور ہیں تو بہت شور مچایا لیکن کسی کی توجہ نہیں ہوئی کہ جنگ کے اندر حالات ہی ایسے ہوتے ہیں۔ (۲۳)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے ان کو ایک کافر

عصابة الموت، و مکذا كانت تقول له اذا تعصب بها فخرج وهو يقول:

انا	الذی	عامدنی	خلیلی
ونحن	بالفتح	لدی	النخیل
الا	اقوم	الدھر	الکیول
اضرب	بسیف	اللہ	والرسول

فجعل لا یلقى احدا الا قتله، وکار فی المشرکین رجل لا یدع لنا جریحا الا ذفبت لیه، و جعل کل واحد منہما یدنو من صاحبه فدعوت

اللہ ان یجمع بینہما، فالتقی، فاختلفا ضربتین، فصرّب المشرک اباد جانة، فاتقاہ بدرقتہ.... و ضربہ ابو جانة، فقتلہ، ثم رایتہ، قد حمل السیف علی

مفرق راس ہند بنت عتبہ، ثم عدل السیف عنہا، قال الزبیر: فقلت: اللہ ورسولہ اعلم۔ (وانظر سیرة ابن ہشام: ۴/۴۳)

(۲۲) دیکھیے طبقات بن سعد: ۲/۲۲

(۲۳) دیکھیے بخاری کتاب المغازی، رقم الحدیث: ۲۰۶۵۔ وکامل ابن اثیر: ۲/۱۱۳

نے شہید کیا اور یہ مشہور کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے (۳۳) اس خبر سے مسلمانوں کے دلوں پر بے ہمتی چھا گئی اور بعض مسلمانوں کو خیال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہو گئے ہیں اب جنگ جاری رکھنے کا کیا فائدہ؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ (۳۵) اس طرح مسلمان افراتفری کے عالم میں مبتلا ہو گئے۔

وہ صحابہؓ جو افراتفری کے وقت آپ کے پاس رہے

اس افراتفری کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو صحابہ رہے ان میں

- ۱ حضرت ابوبکر صدیقؓ
- ۲ حضرت عمر فاروقؓ
- ۳ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ
- ۴ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ
- ۵ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
- ۶ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ یہ سات مہاجرین میں سے تھے، اور سات انصاری صحابہ تھے۔
- ۷ حضرت سعد بن معاذؓ
- ۸ حضرت سہل بن صیفؓ
- ۹ حضرت ابودجانہؓ
- ۱۰ حضرت اسید بن حضیرؓ
- ۱۱ حضرت عاصم بن ثابتؓ
- ۱۲ حضرت حباب بن المنذرؓ اور حضرت حارث بن صمہؓ

بخاری شریف کی حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں بارہ صحابہ کا ذکر ہے اور نسائی اور دلائل نبیہ میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں گیارہ کا ذکر ہے اور امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے اس میں سات کا ذکر ہے۔ (۳۶) لیکن یہ کوئی حقیقی تعارض نہیں، مختلف اوقات میں مختلف تعداد صحابہ کی آپ کے پاس موجود رہی اس لیے بعض روایات میں زیادہ اور بعض میں کم کا ذکر ہے لیکن بہر حال کُل تعداد چودہ ہے۔ (۳۷)

زبردست جان نثاری کا مظاہرہ کرنے والے صحابہ

اس موقع پر بعض حضرات صحابہ نے بڑی جان نثاری کا ثبوت دیا۔ جب کفار نے تیروں کی بارش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع کی تو حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کفار کی طرف پشت کر کے کھڑے

(۳۳) الکامل لابن اثیر: ۲ / ۱۰۸

(۳۵) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲ / ۱۱۰

(۳۶) مذکورہ اسماء صحابہ اور دیگر تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۱ / ۳۶۰۔ البتہ مہاجرین میں انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی جگہ حضرت علیؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

(۳۷) چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں: وثبت معہ عصابة من اصحاب اربعة عشر رجلا سبعة من المهاجرين.... وسبعة من الانصار

(طبقات ابن سعد: ۲ / ۳۲)

ہو گئے اور اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکے جانے والے تمام تیروں کو اپنی پیٹھ پر روکتے رہے، ان کی کمر پر ستر کے قریب زخم آئے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو زندہ رکھا۔ (۳۸) اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی بڑی جانبازی اور بہادری کا مظاہرہ کیا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوداؤد طیالسی کی روایت کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب آپ غزوہ احد کا ذکر کرتے تو فرماتے۔ کان ذلک الیوم کلد لطلحہ، ۳۹۹ احد کا سارا دن طلحہ (کی جاٹھاری) کا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے برابر وہاں موجود رہے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیروں کو روکنے کے لیے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنالیا تھا حتیٰ کہ ان کا ہاتھ مثل ہو گیا، حاکم نے اکیلیل میں نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ کے جسم پر پینتیس یا انتالیس زخم آئے تھے (۴۰) لیکن طیالسی کی روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر ستر زخم آئے تھے۔ اسی طرح حضرت انسؓ کے سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی بڑا بیمثال کردار ادا کیا، جو بھی آدمی پاس سے گزرتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اپنے ترکش سے تیر نکال کر ابوطلحہ کو دو، حضرت ابوطلحہؓ نے اس غزوہ میں کئی کمائیں توڑیں۔ (۴۱) اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی جان نثاری کا مظاہرہ کرنے والوں میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ترکش کے تیر نکال کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے ارم فداک ابی وامی (۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی میں نے نہیں سنا کہ آپ نے کسی کو ”فداک ابی وامی“ کہا ہو سوائے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے۔

### حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے موقع دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکا جس سے آپ کانچے کا دانت مبارک شہید اور لب مبارک زخمی ہوا۔ عبد اللہ بن قیس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا جس سے خود کے دو حلقے رخ مبارک میں گھس گئے۔ عبد اللہ

(۳۸) سیرۃ ابن ہشام: ۸۷ / ۳

(۳۹) دیکھیے فتح الباری: ۳۶۱ / ۷

(۴۰) فتح الباری: ۳۶۱ / ۷

(۴۱) بخاری کتاب المغازی، باب اذہمت طائفتان منکم... رقم الحدیث: ۳۰۶۳

(۴۲) بخاری کتاب المغازی، باب اذہمت طائفتان منکم ان تفشلا، حدیث نمبر ۳۰۵۵

بن شہاب زہری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر پھینکا جس سے آپ کی پیشانی مبارک خون آلود ہو گئی، (۳۳) حضرت مالک بن سنان نے اس خون کو چوس کر صاف کیا، آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ جس کے پیٹ میں نبی کا خون ہو اس کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی۔ (۳۴) ابو عامر فاسق نے ایک گرہا مسلمانوں کے لیے تیار کیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان زخموں سے متاثر ہونے کے بعد اس گرہے میں گر گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر سنبھالا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کی کمر کو سہارا دیا تب آپ کھڑے ہو سکے (۳۵)

### ابی بن خلف کا قتل

ابی بن خلف نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا اس کا خیال تھا کہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرے گا، جب وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کی طرف آنے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا کوئی اور اس کو کچھ نہ کہے چنانچہ جب وہ قریب آگیا تو آپ نے حضرت حارث بن صمد سے ان کا نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر ایک چوکا لگایا وہ چلاتا اور شور مچاتا ہوا واپس جانے لگا اور کہنے لگا بخدا! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا یہ تو معمولی سا زخم ہے تو اس قدر کیوں چلا رہا ہے، کہنے لگا خدا کی قسم! اس زخم کی تکلیف کو اگر سارے اہل حجاز میں تقسیم کر دیا جائے تو وہ تکلیف سب کی ہلاکت کے لیے کافی ہوگی، چنانچہ اس طرح وہ چیختا چلاتا مکہ مکرمہ سے ادھر نو دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں جہنم رسید ہوا۔ (۳۶)

### حضرت عمرو بن الجموح کی شہادت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد عبد اللہ بن عمرو بن حرام غزوہ احد کے اندر شہید ہوئے ان کے بہنوئی حضرت عمرو بن جموح پاؤں سے معذور تھے، انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی احد میں جنگ کے لیے چلوں گا، بیٹوں نے ان سے کہا کہ آپ معذور ہیں اس لیے آپ یہیں رہیں، عمرو بن جموح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے شہادت کا شوق ہے اور میرے

(۳۳) تفصیل کے لیے دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۱۲ / ۸۴ - ۸۵

(۳۴) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۱۲ / ۸۵

(۳۵) انکال للابن اثیر: ۱۲ / ۱۱۰

(۳۶) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۱۲ / ۲۲

بیٹے مجھے جنگ میں جاٹے سے روکتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ معذور ہیں اور آپ کے لیے رخصت ہے تاہم ان کے شوق اور اصرار کو دیکھ کر آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ احد میں شہید ہوئے۔ - (۳۷)

### حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی شہادت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ فرمائیے، تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے براہ راست مکالمہ کیا اور دیگر شہداء کے ساتھ من وراء الحجاب گفتگو کی۔ - (۳۸)

علامہ ابن القیم نے ”زاد المعاد“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ نے احد سے پہلے ایک خواب دیکھا، خواب میں انہوں نے مشر بن عبد المنذر کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں، ”اے عبد اللہ! تم بھی ہمارے پاس عنقریب آنے والے ہو۔“ عبد اللہ نے کہا تم کہاں ہو، بشر نے کہا ہم جنت میں ہیں اور جنت میں جہاں ہمارا دل چاہتا ہے سیر کرتے ہیں، عبد اللہ نے کہا تم تو بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا شہید ہوا تھا جب ہی تو جنت میں گیا۔ - (۳۹)

### حضرت سعد بن الربیعؓ کی شہادت

شہید ہونے والوں میں ایک صحابی حضرت سعد بن الربیعؓ ہیں، جنگ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذرا دیکھو سعد کہاں ہیں؟ تلاش کرتے کرتے وہ مقتولین میں ملے، ابھی زندگی کی کچھ رمتی باقی تھی، تلاش کرنے والے صحابی نے کہا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری تلاش کے لیے

(۳۷) دیکھیے سیرت ابن ہشام: ۹۶ / ۲

(۳۸) اخرج الترمذی من طریق طلحة بن خراش سمعت جابر بن عبد اللہ یقول: لقینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی: یا جابر مالی اراک منکر؟ قلت: یا رسول اللہ! استشهد امی قتل یوم احد، وترک عیالاً و دیناً، قال: افلا ابشر کبما لقی اللہ بہ اباک؟ قال: قلت: بلی یا رسول اللہ، قال: ما لکم اللہ احد الا من وراء حجاب، و احوال اباک، فکلتمہ کفاماً....

(و انظر الجامع للامام ترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ آل عمران، رقم الحدیث: ۳۰۱۰)

(۳۹) دیکھیے سیرۃ المصطفیٰ ۲ / ۲۲۱ - ۲۲۲ بحوالہ زاد المعاد

بھیجا ہے، حضرت سعد بن الربیع نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور میری شہادت کی اطلاع دینے کے بعد انصار سے کہنا کہ تمہارے لیے کوئی عذر قابل قبول نہیں، تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت ہر حال میں کرنی چاہیے کیونکہ آپ کی نصرت ہی میں انصار کا فائدہ ہے۔ (۵۰)

### حضرت اصیرمؓ کی شہادت

ایک اور عجیب و غریب صحابی حضرت اصیرم انصاریؓ ہیں یہ جنگ احد سے قبل تک اسلام نہیں لائے تھے جب احد کا واقعہ پیش آیا تو یہ بھی زخموں میں پائے گئے اور شہادت کے قریب تھے، لوگوں نے جب ان کو دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کیسے؟ اسلام کی رغبت کی وجہ سے لڑے یا قومی اور قبائلی حمیت کی وجہ سے، حضرت اصیرمؓ نے کہا میں اسلام کے دفاع، حفاظت اور سربلندی کے لیے قتال میں شریک ہوا ہوں، شہید ہونے کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قصہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ انہ لمن اهل الجنة (۵۱)

حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

حضرت اصیرمؓ وہ صحابی ہیں جنہوں نے ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں داخل ہوئے۔ (۵۲)

### ستر مسلمانوں کی شہادت اسیران بدر کے فدیے کے صلے میں تھی

بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو ان سارے قیدیوں کو ختم کر دیں اور چاہیں تو ان کو فدیہ لیکر آزاد کر دیں، لیکن فدیہ کی صورت میں آئندہ سال ستر آدمی مسلمانوں میں سے شہید ہوں گے، چونکہ مسلمانوں نے فدیہ لے کر ان قیدیوں کو آزاد کر دیا تھا اس لیے غزوہ احد میں ستر صحابہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا جس میں حضرت حمزہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت انس بن النضرؓ، حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ، حضرت ربیع بن انسؓ، حضرت اصیرمؓ، (جن کا نام عمرو بن ثابت ہے) وغیرہ ستر کے قریب صحابہ شامل تھے ان میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ (۵۳)

(۵۰) دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۲/۲۹

(۵۱) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۲/۲۴

(۵۲) الاصابہ: ۲/۲۶

(۵۳) فتح الباری: ۲/۲۵۱-۲۵۲

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کے لیے انصار مدینہ کی بیتابی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت سے چونکہ یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس لیے بعض صحابہ جنگ چھوڑ کر مدینہ واپس چلے گئے تھے اور کہا کہ جب آپ شہید ہو گئے تو میدان جنگ میں لڑنے کا کیا فائدہ! اس خبر کی وجہ سے مدینہ میں کھرام مچ گیا اور مرد، عورت، بچے اور بوڑھے سب آپ کی عافیت و سلامتی کے لیے بے تاب ہو گئے، ایک انصاری خاتون کے شوہر، بھائی، اور والد اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے، جب اس عورت کو ان کی شہادت کی اطلاع دی گئی تو وہ کہنے لگیں مجھے یہ بتاؤ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عافیت سے ہیں یا نہیں، لوگوں نے بتایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیریت و عافیت سے ہیں تو کہنے لگیں مجھے اس وقت تک اطمینان نہیں ہوگا جب تک اپنی آنکھوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر لوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہو گئیں اور کہا کل مصیبت بعدک جلد (۵۴) ”آپ کی خیریت کے بعد ساری مصیبتیں ہلکی ہیں“ اس غزوہ میں مشرکین کے کل ۲۲ آدمی مقتول ہوئے۔ (۵۵)

### غزوہ احد میں شکست کی مصلحتیں

جنگ احد میں کافی مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے چند مصلحتیں تھیں۔

① اس جنگ میں ابتدائی مرحلہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور کفار کو شکست ہو رہی تھی حتیٰ کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے لیکن جب تیر انداز دستے نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی تو جنگ کا نقشہ تبدیل ہو گیا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کی اہمیت اور آپ کے حکم کی نافرمانی کی صورت میں سوء عاقبت کا اندازہ اور احساس مسلمانوں کے دلوں میں اور زیادہ پختہ ہوا۔

② ایک مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ اسلام کے بارے میں مخلصین اور منافقین کا امتیاز ہو گیا، اللہ کو اگرچہ مخلصین اور منافقین دونوں کا علم تھا لیکن اس سے مسلمانوں پر ظاہر فرمادیا کہ کون مخلص ہیں اور کون منافق۔



● اسی طرح بہت سارے صحابہ کو شہادت کا اعلیٰ رتبہ ملا اور اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے انہوں نے اپنی جانیں قربان کیں۔

● جنگ کی شکست میں ثابت قدم رہ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے مسلمان عظیم اجر و ثواب کے مستحق ہوئے۔

اس طرح اور کئی مصلحتیں ہیں جو حافظ ابن حجر نے تفصیل سے بیان کی ہیں۔ (۵۶)

### ۱ - باب : غزوة أحد .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ»  
آل عمران : ۱۲۱ /

”اور اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ آپ صبح کو اپنے گھروالوں کے پاس سے نکلے آپ مسلمانوں کو جنگ کے مورچوں پر بٹھلا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جانتے والے ہیں۔“  
یہاں ”واذ غدوت من اهلك“ اور ”تبویئ المؤمنین“ میں فصل ہے اس لیے کہ مسلمانوں کو مورچوں پر آپ نے ہفتہ کے دن صبح کے وقت بٹھلایا اور جنگ احد کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کے لیے گھرنے سے نکلنا جمعہ کے دن صبح کو ہوا تھا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ ساتھ تھیں اور جو خیمہ آپ کے لیے وہاں نصب کیا گیا تھا اس میں حضرت عائشہؓ تھیں تو اس خیمہ سے ہفتہ کی صبح کو نکل کر آپ نے صف بندی کی، اس صورت میں فصل نہ ہوگا کہ گھروالوں کے پاس سے نکلنا اور مجاہدین کی صفوں کو درست کرنا دونوں ہفتہ کی صبح کو ہوا۔

ابن جریر طبری نے سند غریب کے ساتھ ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ یہ آیت غزوة خندق کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۱)۔ لیکن جمہور مفسرین اور محدثین کا اس پر اعتقاد نہیں ہے، جمہور کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ آیت غزوة احد کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کو غزوة احد میں ذکر کیا۔

(۵۶) دیکھیے فتح الباری : ۴ / ۲۲۷ -

(۱) فتح الباری : ۴ / ۲۲۷

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِيَّاهُ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ . إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاوُلَهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ . وَلِيَمَّحَصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمَّحَقَ الْكَافِرِينَ . أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ . وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ» / آل عمران: ۱۳۹-۱۴۳ .

”اور کمزور ہو کر ہمت نہ ہارو اور نہ غمگین ہو، اگر تم مؤمن رہے تو غالب تم ہی رہو گے اگر (اس غزوہ میں) تم کو زخم پہنچا تو (اس سے پہلے غزوہ بدر میں) اس قوم (کفار) کو بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور لوگوں کے درمیان ہم ان ایام کو ادا کرتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک فریق غالب رہتا ہے اور کبھی دوسرا اور یہ جو تم مغلوب ہوئے اور تمہارے ساتھی شہید ہوئے یہ اس لیے (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے مؤمنین کو) کہ وہ اپنے ایمان میں مخلص ہیں یا کہ نہیں) اور تاکہ اللہ تعالیٰ تم میں سے کئی لوگوں کو شہادت کا رتبہ عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتے اور (ایک حکمت اس میں یہ بھی ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ (معاصی اور ذنوب کے) میل کچیل سے ایمان والوں کو صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے (کہ غالب آنے کی صورت میں کفار کی جرات بڑھے گی اور وہ مقابلہ کے لیے دوبارہ آئیں گے اور ہلاک ہوں گے یا یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کریں گے تو اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر تباہ ہوں گے) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے (خوب) جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو (جنگ میں) ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تم تو (اس غزوہ سے) پہلے شہادت کی بڑی تمنا کرتے تھے سو اب تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔“ (۳)

وَقَوْلِهِ : «وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ رَرَفَكُمُ

(۳) چونکہ مسلمان جنگ میں شکست کی وجہ سے بڑے غمگین ہو گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کو تسلی دی اور شکست جنگ کے مصالح و اسباب بیان فرمائے، چنانچہ طبری نے امام زہری سے اس بارے میں یہ روایت نقل کی ہے۔

✦ کثر فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم القتل والجراح حتی خلع الی کل امری منهم نصیب، فاشتد حزنہم، فعزاهم اللہ

احسن تعزیرة، ومن طریق قتادة نحوه، قال: ✦ فعزاهم، وحشهم علی قتال عدوہم ونہاہم عن المعجز ✦ (فتح الباری: ۴/۲۳۷۔)

عَنْهُمْ لِيَتَّبِعَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ / آل عمران : ۱۵۲ .  
 وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا» . الآية / آل عمران : ۱۶۹ .

” اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا جس وقت تم ان کافروں کو اللہ کے حکم سے قتل کر رہے تھے ۔ یعنی قتل کر کے ان کو جڑ سے اکھاڑ رہے تھے ۔ تا آنکہ تم خود ہی کمزور ہو گئے (کہ مورچہ پر مقرر کئے ہوئے پچاس آدمیوں سے بعض نے غلط فہمی سے اپنی جگہ چھوڑ دی) اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے (کہ بعض کہنے لگے یہاں بیٹھے رہنا چاہیے اور بعض اٹھ کر جگہ چھوڑ گئے) اور رسول خدا کے حکم کی نافرمانی کی، بعد اس کے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے اللہ نے وہ دکھلا دیا تھا۔ تم میں سے بعض وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلبکار تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کفار (پر غالب آنے سے) ہٹالیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بڑے فضل والے ہیں۔“

۳۸۱۵ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ،  
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ : ( هَذَا جِبْرِيلُ آخِذٌ بِرَأْسِ  
 نَرَسِيهِ ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ ) . [ ر : ۳۷۷۳ ]

یہ روایت غزوہ بدر کے بیان میں گزر چکی، اس روایت کا تعلق غزوہ بدر سے ہے یہاں روایت میں ”یوم احد“ کا لفظ غلط ہے، یہی وجہ ہے کہ بخاری کے دوسرے تمام نسخوں میں یہ روایت یہاں مذکور نہیں ہے، صرف ابوالوقت اور اصمعی نے اس کو یہاں ”یوم احد“ کی قید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (۳)

۳۸۱۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ : أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ،  
 عَنْ حَيَّوَةَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : صَلَّى رَسُولُ  
 اللَّهِ ﷺ عَلَيَّ قَتْلِي أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ ، كَالْمُودِعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ ، ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ :  
 (إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ ، وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ ، وَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْحَوْضُ ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ  
 مَقَامِي هَذَا ، وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا ، وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوهَا)  
 قَالَ : فَكَانَتْ آخِرَ نَظَرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . [ ر : ۱۲۷۹ ]

حرفت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں:

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمانی سنین کالمودع للاحياء والاموات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز آٹھ سال کے بعد پڑھی اس انداز میں کہ جیسے آپ رخصت کر رہے ہو زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔ (۳) مردوں کو رخصت کرنے کے لیے تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور زندوں کو رخصت اور الوداع کہنے کے لیے آپ نے ایک خطاب فرمایا۔

انی بین ایدیکم فرط، وأنا علیکم شہید، وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ من مقامی هذا، وانی لست أخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی أخشی علیکم الدنیا ان تنافسوها

فرط: اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلہ سے آگے جا کر اگلی منزل میں قیام وغیرہ کا انتظام کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔

”میں تمہارے قیام کے انتظام کے لیے تم سے آگے جاتا ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہ ہوں گا (کہ تم نے ایمان اختیار کیا تھا اور ایمان و اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ تھوڑا کر دیا تھا) اور اب تم سے ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں یہاں سے حوض کوثر دیکھ رہا ہوں مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں کہ تم شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے ڈر ہے اس بات کا کہ تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔“

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار تھا جو میں نے کیا۔

### ایک لطیفہ

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی مسئلہ تو کتاب الجنائز کا ہے، یہاں ایک لطیفہ سنا دیتا ہوں۔ علامہ کرمانی نے جب یہ روایت دیکھی تو چونکہ وہ بیانیہ ہیں اور شوائع شہداء پر نماز جنازہ کے قائل نہیں اس لیے انہوں نے اس حدیث میں تائیل کی کہ یہاں ”صلاة“ سے مراد دعا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے لیے دعا فرمائی، لہذا اس سے

(۳) وتودیع الاحیاء ظاہر، لان سیاقہ بشارتہ بان ذلک کان فی آخر حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم واما تودیع الاموات، فیحتمل ان یکون الصحابی ازاد بذلک انقطاع زیارتہ الاموات بجسده.... ویحتمل ان یکون المراد بتودیع الاموات ما اشار الیہ فی حدیث عائشہ من الاستغفار لاهل البقیع۔

شہید کی نماز جنازہ ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”حفظ شیئا وغایت عنہ اشیاء“ معنی فرماتے ہیں کہ یہی روایت بخاری اور مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ بھی تو آئی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی سہداء احد صلوات علی المیت اس میں ”صلوات علی المیت“ کے الفاظ اس بات میں نص ہیں کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھی پھر علامہ کرماتی کی تاویل کیے درست ہو سکتی ہے، نیز عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ سعید بن المسیبؓ، حسن بصریؓ، امام اوزاعیؓ، سفیان ثوریؓ اور امام مزنیؓ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی صرف حنفیہ ہی اس کے قائل نہیں بلکہ ان سب کا یہ قول ہے (۵)

۳۸۱۷ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَقِينَا الْمُشْرِكِينَ يَوْمَئِذٍ ، وَأَجْلَسَ النَّبِيُّ ﷺ جَيْشًا مِنَ الرَّمَاةِ ، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللَّهِ ، وَقَالَ : (لَا تَبْرَحُوا ، إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا ، وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا) . فَلَمَّا لَقِينَاهُمْ هَرَبُوا حَتَّى رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ ، رَفَعْنَ عَنْ سَوْقِهِنَّ ، تَذَبَّدَتْ خَلَا جِلْهِنَّ ، فَأَخَذُوا يَقُولُونَ : الْغَنِيْمَةُ الْغَنِيْمَةُ ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : عَهْدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَا تَبْرَحُوا ، فَأَبَوْا ، فَلَمَّا أَبَوْا صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ ، فَأَصِيبَ سَبْعُونَ قَتِيلًا ، وَأَشْرَفَ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ : أَيُّ الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ : (لَا تُجِيبُوهُ) . فَقَالَ : أَيُّ الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ؟ قَالَ : (لَا تُجِيبُوهُ) . فَقَالَ : أَيُّ الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ فَقَالَ : إِنَّ هَؤُلَاءِ قَتُلُوا ، فَلَوْ كَانُوا أَحْيَاءَ لَأَجَابُوا ، فَلَمْ يَمَلِكْ عُمَرُ نَفْسَهُ ، فَقَالَ : كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ ، أَبْقَى اللَّهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيكَ . قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : أَعْلَى هَبْلٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَجِيبُوهُ) . قَالُوا : مَا نَقُولُ؟ قَالَ : (قُولُوا : اللَّهُ أَعْلَى وَأَجَلٌ) . قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَجِيبُوهُ) . قَالُوا : مَا نَقُولُ؟ قَالَ : (قُولُوا : اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ) . قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : يَوْمَ يَوْمٍ بَلَدٌ ، وَالْحَرْبُ مِجَالٌ ، وَتَجِدُونَ مُثَلَّةً ، لَمْ أَمْرٌ بِهَا وَلَمْ تَسُونِي . [ر : ۲۸۷۴]

تیسری روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ہے، روایت کی ابتدا میں تیر اندازوں کے اس دستہ کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی پشت پر مقرر کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ سے کسی حال میں نہ ہٹیں لیکن جب وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے تو جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی اس کے

بعد یوسفیان پہاڑ پر چڑھا اور کہنے لگا۔

افی القوم محمد؟ کیا قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتجیبوہ۔ اس کو جواب نہ دو

یوسفیان نے پھر کہا افی القوم ابن ابی قحافة؟ کیا قوم میں ابن ابی قحافة (حضرت ابو کرم) ہیں؟

آپ نے فرمایا جواب نہ دو، یوسفیان نے پھر آواز دی۔ افی القوم ابن الخطاب؟ کیا عمر بن

الخطاب ہیں؟ جب جواب نہیں ملا تو کہنے لگا، یہ سب قتل کر دیئے گئے اگر یہ لوگ زندہ ہوتے تو ضرور جواب

دیتے، اس پر حضرت عمر فاروق اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور فرمانے لگے۔ کذبت یا عدو اللہ، ابقی اللہ

علیک مایخزیک، اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ بولا اللہ نے تجھے رسوا کرنے کے لیے ان کو زندہ رکھا ہے،

یوسفیان نے کہا۔ اعل ہبل۔ اے ہبل! تو بلند رہ۔ ہبل: ایک بیت کا نام تھا جو عمرو بن لُحی نے قریش

کے لیے لا کر کعبہ میں رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب صحابہ کو بتایا کہ تم کہو۔ اللہ اعلیٰ

واجل ”اللہ سب سے بلند اور بڑا ہے“ یوسفیان نے کہا۔ لنا العزی ولا عزی لکم ”ہمارے لیے عزی

ہے تمہارے لیے نہیں“ عزی: بیت کا نام ہے۔ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا۔

اللہ مولانا و لامولی لکم ”اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا مددگار کوئی نہیں۔“

پھر یوسفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے، لڑائی ڈول کی مانند ہے (کہ ڈول کبھی ایک

کے ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی طرح کاسیالی کبھی ایک فریق کی اور کبھی دوسرے

فریق کی ہوتی ہے۔)

چونکہ یوسفیان جنگ میں قریش مکہ کا سردار تھا اس لیے اس نے کہا کہ تم اپنے مردوں میں مثلہ پاؤ

کے، میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا لیکن جب مجھے اس کا علم ہوا تو وہ مجھے برا نہیں لگا۔

۳۸۱۸ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ :

أَصْطَبَعَ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ نَاسٌ ، ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ . [ ر : ۲۶۶۰ ]

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ احد کے دن بہت سے مسلمانوں نے شراب پی تھی اور اسی روز پھر وہ

شہید ہوئے، بتلانا یہ ہے کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔

۳۸۱۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ

أَبِي إِبْرَاهِيمَ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفِ بْنِ بَطْعَانَ ، وَكَانَ صَائِمًا ، فَقَالَ : قُتِلَ مُصْعَبُ

أَبْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ، كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ : إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتِ رِجْلَاهُ ، وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ ، وَأَرَاهُ قَالَ : وَقُتِلَ حَمْرَةَ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ ، أَوْ قَالَ : أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا ، وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ . [ر : ۱۲۱۵]

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے صاحبزادے ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبدالرحمنؓ کے پاس افطار کے وقت کھانا لایا گیا آپ اس دن روزہ سے تھے آپ تو فرمانے لگے حضرت مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے ایک چادر میں ان کو کفنایا گیا، وہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر چھپایا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا، اور حضرت حمزہؓ میں مقتول ہوئے وہ بھی مجھ سے بہتر و افضل تھے، اس کے بعد پھر ہم پر دنیا کی وسعت اور کشادگی ہوئی، ہمیں تو اس بات کا ڈر ہے کہ شاید ہماری ساری نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا ہی میں دیا جا رہا ہے، یہ کہہ کر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ رونے لگے حتیٰ کہ کھانا بھی نہ کھا سکے۔

چونکہ اس روایت میں حضرت مصعبؓ اور حضرت حمزہؓ کی جنگ احد میں شہادت کا ذکر ہے اس لیے امام بخاری نے یہ روایت یہاں تخریج کی۔

۳۸۲۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ : أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ ، فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ : (فِي الْجَنَّةِ) . فَأَلْقَى تَمْرَاتٍ فِي يَدِهِ ، ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ .

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں جنگ کرتے ہوئے قتل ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا ”جنت میں“ چنانچہ وہ ہاتھ میں رکھی ہوئی کھجوریں پھینک کر میدان جنگ میں گئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

اس صحابی کے نام کے بارے میں، حافظ ابن حجر نے کہا ”لم اقف على اسمه“ (۶) ابن بکوال کا خیال ہے کہ یہ صحابی ”عمیر بن الحمام“ تھے (۷) اس طرح کا ایک واقعہ غزوہ بدر میں بھی گزر چکا ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ آدمیوں کے واقعات ہیں۔ (۸)

۳۸۲۱ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ شَقِيبِ بْنِ الْأَرْتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَبْتَنِي وَجَهَ اللَّهُ ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ ، وَمِنَّا مَنْ مَضَى ، أَوْ ذَهَبَ ، لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، لَمْ يَتْرُكْ إِلَّا نَعِيرَةً ، كُنَّا إِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَإِذَا غَطَيْنَا بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ : ( غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ ، وَأَجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْحِيرَ ) . أَوْ قَالَ : ( أَلْقُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْحِيرِ ) . وَمِنَّا مَنْ قَدْ أُيْنِعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِيهَا . [ ر : ۱۲۱۷ ]

امام بخاری کے استاذ احمد بن یونس ، زہیر سے نقل کرتے ہیں، یہ ”زہیر بن معاویہ“ ہیں وہ نقل کرتے ہیں اعمش سے یہ ”سلیمان اعمش“ ہیں، وہ ”شقیق بن سلمہ“ سے نقل کرتے ہیں، وہ حضرت خباب بن الارت سے روایت کرتے ہیں، حضرت خباب فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر ہجرت کی، اللہ کے وعدے کے مطابق اللہ کے یہاں ہمارا اجر یقینی ہے، ہمارے بعض ساتھی تو چلے گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے (اس دنیا میں) کچھ نہیں کھایا، ان ہی میں حضرت مصعب بن عمیر بھی ہیں۔ ومنامن اینعت له ثمرته، فہو یهدبھا ”اور ہم میں کچھ لوگ وہ ہیں کہ ان کے لیے ان کا پھل دنیا میں پک گیا ہے اور وہ ان پھلوں کو چن رہے ہیں۔“ یهدبھا: ای یجنیھا

۳۸۲۲ : أَخْبَرَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ بَدْرٍ ، فَقَالَ : غَيْبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ ﷺ ، لَئِنْ أَشْهَدَنِي اللَّهُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيَرِيَنَّ اللَّهُ مَا أُجِدُّ ، فَلَقِيَ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَهَزِمَ النَّاسُ ، فَقَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ ، بَعْنِي الْإِسْلَامِينَ ، وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُونَ ، فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ ، فَقَالَ : أَيْنَ يَا سَعْدُ ، إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أُحُدٍ ، فَمَضَى قَتِيلًا ، فَمَا عُرِفَ حَتَّى عَرَفَتْهُ أُخْتُهُ بِشَامَةَ ، أَوْ بِنَاتِهِ ، وَبِهِ بَضْعٌ وَثَمَانُونَ : مِنْ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ وَرَمِيَةٍ بِسَهْمٍ .

[ ر : ۲۶۵۱ ]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جہاد (بدر) میں غیر حاضری کا بڑا دکھ تھا، فرماتے تھے اگر اللہ نے مجھے آئندہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جنگ میں حاضری عطا فرمائی تو اللہ تعالیٰ اس میں میری جدوجہد کو دیکھیں گے، چنانچہ جنگ احد میں یہ گئے، جب مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو



انس بن نضر فرمانے لگے اے اللہ! میں مسلمانوں کی طرف سے (یعنی جنگ میں ان کے بھاننے کی غلطی کی) آپ کے سامنے معذرت کرتا ہوں اور میں برأت ظاہر کرتا ہوں مشرکین کی حرکات سے، پھر ہاتھ میں تلوار لے کر آگے بڑھے، تو حضرت سعد بن معاذ سے ملاقات ہو گئی، کہنے لگے ”اے سعد! کہاں؟ میں تو احد کے پاس سے جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔“ (۹) چنانچہ آگے چلے گئے اور شہید ہو گئے۔

فما عرف حتى عرفته اخته بشامة۔ او بينانة۔ وبه بضع وثمانون من طعنة وضربة ورمية

بسہم

پھر آپ کی لاش نہیں پہچانی گئی، یہاں تک کہ آپ کی بہن (رُبَيْع بنت نضر) نے ایک تل سے یا پورے سے آپ کی لاش پہچانی، آپ کے جسم میں نیزے، تلوار اور تیر کے زخم ۸۰ سے زیادہ تھے۔  
شامة: جلد پر جو سیاہ نکتہ چھوٹا سا ہوتا ہے اس کو شامة کہتے ہیں، اردو میں اسے تل کہتے ہیں۔

۳۸۲۳: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: فَقَدْتُ آيَةَ مِنَ الْأَحْزَابِ حِينَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا، فَأَتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خَزِيمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ: «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ». فَالْحَقْنَا فِي سُورَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ. [ر: ۲۶۵۲]

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ جب ہم مصحف تحریر کر رہے تھے تو سورۃ احزاب کی ایک آیت جیسے نہیں ملی، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ آیت سنا کرتا تھا چنانچہ ہم نے اس آیت کی تلاش شروع کی تو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس وہ آیت ہمیں ملی وہ آیت ہے۔

من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه، فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر

”مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جس بات کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا اور اس میں سچے ثابت ہوئے، پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی حاجت پوری کر چکے (اور شہید ہو گئے) اور کچھ لوگ وہ ہیں جو ابھی (شہادت کے) منتظر ہیں۔“

اس حدیث کی بحث تو کتاب فضائل القرآن سے متعلق ہے لیکن چونکہ اس آیت میں ”منہم من“

(۹) يحتمل ان يكون ذلك على الحقيقة بان يكون شم رائحة طيبة زائدة عما يعهد فعرف انهاريح الجنة، ويحتمل ان يكون اطلاق ذلك باعتبار

ماخذه من اليقين - في ان العائب عند حصار محسوسا عنده، المعنى: ان الموضوع الذي اقاتل فيه ينول بصاحبه الى الجنة.... (فتح الباری: ۳۵۵/۶)

قضی نجبہ“ کا مصداق وہ حضرات صحابہ ہیں جو احد میں شہید ہوئے تھے اس لیے امام بخاری نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی۔

۳۸۲۴ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ : يَحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُحُدٍ ، رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ ، وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فِرْقَتَيْنِ : فِرْقَةٌ تَقُولُ : نُقَاتِلُهُمْ ، وَفِرْقَةٌ تَقُولُ : لَا نُقَاتِلُهُمْ ، فَتَزَلَتْ : «فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا» . وَقَالَ : «إِنهَا طَيِّبَةٌ ، تَنِي الذُّنُوبَ ، كَمَا تَنِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ» . [ ر : ۱۷۸۵ ]

حضرت زید بن ثابت انصاری فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے لیے نکلے تو جو لوگ آپ کے ساتھ نکلے تھے ان میں سے کچھ واپس آگئے (مراد اس سے عبد اللہ بن ابی اور اس کے تین سوسا تھی ہیں جو راستہ سے واپس ہو گئے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان کے بارے میں دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ، ایک جماعت کہتی تھی کہ ہم ان سے قتال کریں گے ، انہوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ کر دھوکہ کیا لہذا یہ لوگ مسلمان نہیں دوسری جماعت کہتی تھی کہ واپس ہو کر اگرچہ انہوں نے برا کیا بہر حال قتال ان سے نہیں کرنا چاہیے ، اس پر قرآن شریف کی آیت اتری۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا ” کیا ہوا تمہیں کہ منافقین کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل (کی نحوست) کی وجہ سے ان کو واپس کیا۔“

اس آیت کی شان نزول میں اور بھی روایتیں ہیں ، ایک روایت یہ ہے کہ واقعہ افک کے متعلق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور کہا کہ میرے اہل خانہ کے متعلق مجھے ایذا پہنچائی گئی ہے ، عبد اللہ بن ابی نے اس میں بڑا کردار ادا کیا تھا تو اس موقع پر عبد اللہ بن ابی کے بارے میں اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے صحابہ میں اختلاف ہو گیا تھا ، مذکورہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی۔

لیکن راجح یہی ہے کہ یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر نازل ہوئی ہے (۱۰) اور اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی ، روایت کے آخر میں ہے۔

انها طيبة، تنفي الذنوب، كما تنفي النار خبث الفضة ” یہ مدینہ منورہ پاکیزہ جگہ ہے یہ گناہوں

(۱۰) قال الحافظ: هذا هو الصحيح في نزولها، وخرج ابن أبي حاتم... عن أبي سعيد بن معاذ قال: \* نزلت هذه الآية في الانصار \* خطب رسول الله

صلى الله عليه وسلم فقال: من لى بمن يوذىنى؟ فذكر منازعة سعد بن معاذ وسعد بن عباد وسعيد بن حضير ومحمد بن مسلمة، قال: فانزل الله هذه

الآية \* وفي سبب نزولها قول آخر: اخرج احمد... \* ان قوما اتوا المدينة فاسلموا فاصابهم الوباء فرجعوا واستقبلهم ناس من الصحابة

فاحيروهم فقال بعضهم نافقوا وقال بعضهم: لا فنزلت... \* فان كان محقوقا احتمل ان تكون نزلت في الامرين جميعا - (وانظر فتح الباری: ۴/۲۵۶)

کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل اور زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔“  
 منشا یہ ہے کہ جن لوگوں نے منافقانہ حرکات کیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ یقیناً ان کو ممیز اور جدا کر دیں گے  
 اور ان کی حیثیت مشتبہ نہیں رہے گی۔

۲ - باب : «إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ،

/آل عمران: ۱۲۲/

یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ قبیلہ خزرج کا ایک بطن ہے بنو سلمہ اور قبیلہ اوس کی ایک شاخ  
 ہے بنو حارثہ، جس وقت عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو لے کر مقام ”سیخین“ سے واپس ہوا تو بنو سلمہ  
 اور بنو حارثہ کے دل میں بھی واپسی کا خیال آیا لیکن چونکہ یہ لوگ مخلص تھے اس لیے اللہ نے ان کی دستگیری  
 فرمائی اور واپسی کا ارادہ ان کے دل سے نکال دیا، قرآن کی اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔

۳۸۲۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ ابْنِ عِيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ : نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا : «إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا» . بَيْنِي سَلِمَةَ وَبَنِي حَارِثَةَ ،

وَمَا أَحَبُّ أَنَّهُمَا لَمْ تَنْزِلْ ، وَاللَّهُ يَقُولُ : «وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا» . [۴۲۸۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی چونکہ ان قبیلوں سے تعلق ہے اس لیے وہ فرماتے ہیں کہ ”اذہمت طائفتان...“  
 کی یہ آیت بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی، اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ یہ آیت نازل نہ  
 ہوتی۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ ”واللہ ولیہما“ فرما رہے ہیں۔ یعنی اس آیت میں اگرچہ ان دو قبیلوں کی  
 بزدلی اور کمزوری کا ذکر ہے لیکن اس میں ”واللہ ولیہما“ کا زبردست انعام بھی تو ہے اس لیے اس آیت  
 کے نزول پر ہم خوش ہیں۔

۳۸۲۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : أَخْبَرَنَا عَمْرُو ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ : (هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ) . قُلْتُ : نَعَمْ . قَالَ : (مَاذَا أَبْكَرَا أُمَّ ثَيْبَا) . قُلْتُ : لَا بَلْ

ثَيْبَا ، قَالَ : (فَهَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُكَ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ أَبِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَتَرَكَ

تِسْعَ بَنَاتٍ ، كُنَّ لِي تِسْعَ أَخَوَاتٍ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَجْمَعَ إِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرَقَاءَ مِثْلَهُنَّ ، وَلَكِنْ

أَمْرَاءَ تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ ، قَالَ : (أَصَبْتَ) . [ر : ۴۳۲]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ ”جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا۔“ میں نے کہا ”جی ہاں“ آپ نے فرمایا، کس سے کیا؟ باکرہ سے یا ثیبہ سے؟ میں نے کہا ”ثیبہ سے“ آپ نے فرمایا کسی باکرہ سے تم نے کیوں نکاح نہیں کیا کہ وہ تجھ سے کھیلتی (اور دلچسپی لیتی) میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے والد احد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑیں تو میری نو بہنیں ہیں۔

فکرہت ان اجمع الیہن جاریۃ خرقاء مثلہن ولکن امرأۃ تمسطنہن و تقوم علیہن  
 ”اس لیے میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ میں ان کے پاس انہی جیسی نا تجربہ کار لڑکی جمع کروں میں نے چاہا کہ عورت ایسی ہو جو ان کو کنگھی کرے اور دیکھ بھال کرے“

خرقاء: ایسی لڑکی کو کہتے ہیں جو نادان ہو اور امور خانہ داری میں ماہر نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اصبت“ تم نے ٹھیک کیا۔

یہاں ایک بات تو یہ معلوم ہو گئی کہ حضرت جابرؓ نے شادی کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ بھی نہیں چلا، ہمارے ہاں آج کل شادی ہوگی تو وہ ہنگامے اور ڈرامے ہوں گے کہ دنیا جہاں کو خبر دینے کا اہتمام کیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب صحابہ کی نظر میں کون ہو سکتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی مدینہ ہی میں شادی ہو رہی ہے لیکن انہوں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی کہ آپ کو اطلاع کی جائے، نکاح کے لیے اعلان ہونا چاہیے اور وہ چند آدمیوں کی موجودگی میں ہو سکتا ہے، اس کے لیے کارڈ چھپوانا، شامیانے لگوانا، ہال بک کرانا اور جشن کا سماں قائم کرنا کیا ضروری ہے، صحابہ کرام کے دور میں یہ تکلفات بالکل نہ تھے۔

۳۸۲۷ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ،  
 عَنْ فِرَاسٍ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ أَبَاهُ اسْتَشْهِدَ  
 يَوْمَ أُحُدٍ ، وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا ، وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ ، فَلَمَّا حَضَرَ جِذَاذُ النَّخْلِ قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ  
 اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ : قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِي قَدْ اسْتَشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيرًا ، وَإِنِّي أُحِبُّ  
 أَنْ يَرَكَ الْغُرَمَاءُ ، فَقَالَ : (أَذْهَبُ فَيَبْدِرُ كُلَّ تَمْرِ عَلَى نَاحِيَةٍ) . فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ ، فَلَمَّا نَظَرُوا  
 إِلَيْهِ كَانَتْهُمْ أَغْرَؤَا بِي نِلِكَ السَّاعَةِ ، فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُونَ أَطَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا يَبْدِرًا ثَلَاثَ  
 مَرَّاتٍ ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : (ادْعُ لِي أَصْحَابَكَ) . فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى اللَّهُ

عَنْ وَالِدِي أَمَانَتَهُ ، وَأَنَا أَرْضِي أَنْ يُؤَدِّيَ اللَّهُ أَمَانَةَ وَالِدِي وَلَا أُرْجِعَ إِلَى أَخَوَانِي بِتَمْرَةٍ ، فَسَلَّمَ  
 اللَّهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا ، وَحَتَّىٰ إِنِّي أَنْظَرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً  
 وَاحِدَةً . [ر : ۲۰ : ۲۰]

یہ روایت بھی حضرت جابرؓ سے ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور  
 کافی قرضہ چھوڑ گئے ، چھ لڑکیاں بھی انہوں نے چھوڑیں۔

فلما حضر جذاذ النخل.... جب کھجوروں کے کاٹنے کا وقت آیا۔

جذاذ جم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ کاٹنے اور قطع کرنے کو کہتے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی  
 خدمت میں عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے ہیں اور  
 ان کے ذمہ کافی دین باقی ہے ، میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں (ممکن ہے کہ آپ کے دیکھنے کی  
 وجہ سے وہ کچھ رعایت اور نرمی کریں) تو آپ نے فرمایا۔ اذهب فبیدر کل تمر علی ناحیة ”جاؤ، اور ہر  
 قسم کی کھجوروں کے ڈھیر الگ الگ لگاؤ“

چنانچہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق الگ الگ ڈھیر لگائے اور پھر آپ کو بلایا جب ان قرض  
 خواہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا (تو چونکہ وہ یہودی تھے اس موقع پر آپ کی آمد ان کو  
 سخت ناگوار گزری) ایسا لگا کہ جیسے وہ اب مجھ پر جھپٹ پڑیں گے (کہ اداء دین میں رعایت کی غرض سے  
 انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں بلایا)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تیور دیکھے تو آپ نے سب سے بڑے ڈھیر کے ارد گرد  
 تین چکر لگائے اور پھر بیٹھ کر فرمایا، ”اپنے قرض خواہوں کو بلالو“ آپ مسلسل کیل کر کے ان کا قرضہ ادا  
 فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرے والد کی طرف سے ان کا قرضہ ادا کر دیا۔ میں اس بات پر راضی تھا  
 کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا قرضہ ادا کر دیں اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں، (لیکن  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت یوں ظاہر ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے وہ تمام ڈھیریاں محفوظ فرمائیں جس ڈھیر  
 پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس سے ایک کھجور بھی مجھے کم ہوتی محسوس نہیں ہوتی۔

ایک تعارض اور اس کا حل

اس روایت میں حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میرے والد نے چھ لڑکیاں چھوڑیں جبکہ اس سے پہلی

روایت میں ہے کہ آپ کے والد نے نو لڑکیاں چھوڑی تھیں۔

شرح حضرات نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل میں نو بیٹیاں حضرت جابر کے والد نے چھوڑی تھیں لیکن ان میں تین شادی شدہ تھیں اس لیے اس روایت میں ان تین شادی شدہ کا ذکر نہیں اور پہلی روایت میں ان کا بھی ذکر ہے (۱۱) واللہ اعلم۔

ان دونوں روایات میں چونکہ حضرت جابر کے والد کے جنگ احد میں شہید ہونے کا ذکر ہے اس لیے

امام بخاری نے یہاں ان کی تخریج کی۔

۳۸۲۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيْضٌ ، كَأَشَدِّ الْقِتَالِ ، مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ . [۵۴۸۸]

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی دیکھے جو آپ کی جانب سے لڑ کر دفاع کر رہے تھے ، دونوں سفید لباس میں ملبوس تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں یہ دو فرشتے تھے ایک حضرت جبریل اور دوسرے حضرت میکائیل تھے (۱۲) احد میں فرشتوں کا نزول ہوا ہے لیکن انہوں نے عام جنگ میں حصہ نہیں لیا، صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے طور پر جنگ میں شریک ہوئے۔

۳۸۳۱/۳۸۲۹ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ يَقُولُ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ : نَزَلَ لِي النَّبِيُّ ﷺ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَقَالَ : (أَرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) .

(۳۸۳۰) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ : جَمَعَ لِي النَّبِيُّ ﷺ أَبُو يَهُ يَوْمَ أُحُدٍ .

(۳۸۳۱) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ ابْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّهُ قَالَ : قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ أَبُو يَهُ كِلَيْهِمَا ، يُرِيدُ حِينَ قَالَ : (فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) . وَهُوَ يُقَاتِلُ . [ر : ۳۵۱۹]

۳۸۳۳/۳۸۳۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ سَعْدِ ، عَنْ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَجْمَعُ أَبُو يَهُ لِأَحَدٍ غَيْرِ سَعْدِ .

(۱۸۳۳) : حَدَّثَنَا بَسْرَةُ بْنُ صَفْوَانَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ ، فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ أَحُدٍ : (بَا سَعْدُ أَرْمِ ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) . [ر : ۲۷۴۹]

حدثنی عبداللہ بن محمد حدثنامروان.... حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں۔

نثل لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنا نتمہ یوم احد ، فقال : ارم ، فداک ابی وامی  
” حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کا تیر مجھے نکال کر دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم  
پر فدا ہوں ، تیر پہ کھینکو۔“

نثل : (از باب ضرب و نصر) کے معنی ہیں تیر ترکش سے نکالنا۔ کنا نتمہ : ترکش کو کہتے ہیں۔

حدثنامسدد حدثنی یحیی عن یحیی بن سعد....

اس روایت میں بھی وہی بات ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے لیے اپنے والدین کو  
(تقدیر میں) جمع فرمایا۔ یہ محاورہ ہے ، جب کسی سے بہت زیادہ اپنے راضی ہونے کا اظہار مقصود ہو تو ”فداک  
اسی وامی“ کہتے ہیں۔

۳۸۳۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ مُعْتَمِرٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : زَعَمَ أَبُو عُمَانَ : أَنَّهُ لَمْ  
يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي يُقَاتِلُ فِيهَا ، غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ . عَنْ حَدِيثِهِمَا .  
[ر : ۳۵۱۷]

۳۸۳۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
يُوسُفَ قَالَ : سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ : صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَطَلْحَةَ بْنَ  
عُبَيْدِ اللَّهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ،  
إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أَحُدٍ . [ر : ۲۶۶۵]

۳۸۳۶ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسِ قَالَ :  
رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَاءً ، وَفِي يَدَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أَحُدٍ . [ر : ۳۵۱۸]

۳۸۳۷ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْنَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسِ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمَ أَحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ ﷺ

مُجُوبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ ، كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ ، فَيَقُولُ : (أَنْتَ هَا لِأَبِي طَلْحَةَ) . قَالَ : وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ بِنَظَرٍ إِلَى الْقَوْمِ ، فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ : يَا أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، لَا تُشْرِفْ ، يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ . وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سَلِيمٍ ، وَإِنَهُمَا لَمُشَمَّرَتَانِ ، أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا ، تَنْقُزَانِ الْقَرَبَ عَلَى مَتُونِهِمَا ، تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمَلَّانِيهَا ، ثُمَّ يَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ، وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ بَدِي أَبِي طَلْحَةَ ، إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا . [ ر : ۲۷۲۴ ]

حدثنا ابو معمر حدثنا عبد الوارث.... حضرت انس فرماتے ہیں۔

لما كان يوم احد انهزم الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم و ابو طلحة بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم مجوب عليه بحجفة.

احد کے دن جب لوگ شکست کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منتشر ہو گئے تو حضرت ابو طلحہ آپ کے سامنے اپنے تیرے کی ڈھال لے کر اوٹ بن گئے۔

مجوب: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

حجفة: (جا اور نیم کے فتح کے ساتھ) ڈھال کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہ بڑے تیر انداز اور بہت ہی قوت کے ساتھ تیر کھینچتے تھے دو تین کمائیں اس دن آپ نے توڑیں۔

وكان الرجل يمر معه بجعبة من النبل فيقول: انت هالابي طلحة

”جب کوئی آدمی مسلمانوں میں سے آپ کے پاس سے ایسا گزرتا جس کے پاس تیر کا ترکش ہوتا تو آپ اس سے فرماتے، ”تیروں کو ابو طلحہ کے پاس ڈال دو۔“

جعبه: (نیم کے فتح اور سین کے سکون کے ساتھ) ترکش کو کہتے ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو دیکھنے کے لیے جھانکتے تو ابو طلحہ کہتے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مت جھانکیے، کہیں کفار کا کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے موجود ہے (اگر کوئی تیر آنے لگا تو میرے سینہ میں لگے گا۔)

ولقد رايت عائشة بنت ابي بكر وام سليم، وانهما لمشمرتان، اري خدام سوقهما، تنقزان القرب

على متونهما تفرغانه في افواه القوم

”اور میں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم کو دیکھا کہ وہ اپنے پانچے اٹھانے ہوئے ہیں اور میں



ان کی پنڈلیوں کے پازیب کو دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اپنی کمر پر مشکیزے لے کر جاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔“

تقریباً ان القرب: کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب نے کیا ہے کہ ”مشکیزوں کو چھلکتا ہوا لے کر جاتی تھیں“، یعنی مشکیزے اتے بھرے ہوئے ہوتے کہ پانی چھلکتا تھا۔ (۱۳) روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری چونکہ اس جنگ میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں پر سکینہ نازل فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن شریف کی آیت اذ یغشیکم النعاس امنة... میں ہے۔ اس لیے اس اونگھ اور سکینہ کی وجہ سے حضرت ابو طلحہؓ سے دو تین بار تلوار گر پڑی۔ (۱۴)

۳۸۳۸ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ ، فَصَرَخَ إِبْلِيسُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ : أَيُّ عِبَادَ اللَّهِ أُخْرَاكُمْ ، فَرَجَعَتْ أَوْلَاهُمْ فَأَجْتَلَدَتْ هِيَ وَأَخْرَاهُمْ ، فَبَصَرَ حُذَيْفَةَ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ ، فَقَالَ : أَيُّ عِبَادَ اللَّهِ أَبِي أَبِي ، قَالَ : قَالَتْ : فَوَاللَّهِ مَا أَحْتَجِزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ : يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ . قَالَ عُرْوَةُ : فَوَاللَّهِ مَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ بَقِيَّةٌ خَيْرٌ ، حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ .

بَصُرْتُ عَلِمْتُ ، مِنَ الْبَصِيرَةِ فِي الْأَمْرِ ، وَأَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ ، وَيُقَالُ : بَصُرْتُ وَأَبْصَرْتُ وَاحِدًا . [ر : ۳۱۱۶]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب جنگ احد میں مشرکین کو شکست ہو گئی تو ابلیس نے پکارا یا عباد اللہ! اپنے پیچھے کانیاں کرو، پیچھے سے تم پر حملہ نہ ہو جائے، اب اگلی جماعت پیچھے کی طرف پائی تو پیچھے کی جماعت سے ان کی مڈ بھینٹ ہو گئی اور مسلمان آپس میں قتال کرنے لگے۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت جمع کرنے کے لیے اترے، چنانچہ اس موقع پر حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت حذیفہؓ نے مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے والد کو قتل ہوتے دیکھا لیکن چونکہ غلطی سے ایسا ہو گیا تھا اس لیے وہ مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنے لگے، حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہؓ میں خیر کا یہ اثر ہمیشہ رہا یعنی وہ اپنے والد کے قتل کرنے والے مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اپنے رب سے جا ملے۔

(۱۳) صحیح فیض الہادی ۳ / ۲۲۲ - تقریباً من ضبط معصہم هذا اللفظ بضم القاف من نصرہ و بعضہم بضم اولہ من الانقاد

(۱۴) حضرت ابو طلحہؓ انصاری کے حالات صفحہ ۱۵۵ کے حاشیہ میں گزر چکے ہیں۔

۳- باب : قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ» / آل عمران : ۱۵۵ .

”وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے پشت پھیر دی تھی اس روز جبکہ (مسلمان اور کفار) کی دو جماعتیں (جنگ کے لیے) آپس میں ملی تھیں، سوائے اس کے نہیں کہ ان کو شیطان نے لغزش میں مبتلا کیا ان کے بعض اعمال کے سبب سے (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہوئے تیراندازوں کا اپنی جگہ چھوڑنے کی وجہ سے) اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا، بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہیں۔“

۳۸۳۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْرَةَ ، عَنْ عُمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ ، فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا ، فَقَالَ : مَنْ هَؤُلَاءِ الْقُعُودُ؟ قَالُوا : هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ . قَالَ : نَنِ الشَّيْخُ؟ قَالُوا : ابْنُ عُمَرَ ، فَاتَاهُ فَقَالَ : إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ أَتَحَدِّثُنِي؟ قَالَ : أَنْشُدَكَ بِحُرْمَةِ هَذَا الْبَيْتِ ، أَتَعْلَمُ أَنَّ عُمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : فَتَعَلَّمَهُ تَغِيْبَ عَنْ بَدْرِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : فَتَعَلَّمُ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : فَكَبَّرَ ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ : تَعَالَ لِأَخْبِرَكَ وَلِأُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَأَلْتَنِي عَنْهُ ، أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَاشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ ، وَأَمَّا تَغِيْبُهُ عَنْ بَدْرِ ، فَإِنَّهُ كَانَ نَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ) . وَأَمَّا تَغِيْبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ أَحَدًا أُعْزَرَ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ ، فَبَعَثَ عُمَانَ ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُمَانُ إِلَى مَكَّةَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْيَمْنَى : (هَذِهِ يَدُ عُمَانَ - فَضْرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ ، فَقَالَ - هَذِهِ لِعُمَانَ) . أَذْهَبَ بِهَا الْآنَ مَعَكَ .

[ر : ۲۹۶۲]

عثمان بن مَوْهَب کہتے ہیں کہ ایک آدمی حج بیت اللہ کے لیے آیا، غالباً یہ کوئی مصری تھا کیونکہ مصر ہی میں سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش کھڑی ہوئی تھی، یہ آدمی حضرت عثمانؓ کے مخالفین میں سے تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین اعتراضات کیے اور جب حضرت ابن عمرؓ نے اس کے خیالات کی تائید کی اور ”نعم“ فرمایا تو وہ بہت خوش ہوا اور ”اللہ اکبر“ کا نعرہ بلند کیا۔

اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پہلا سوال یہ پوچھا کہ ”کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جنگ احد کے دن بھاگ گئے تھے؟“ حضرت ابن عمرؓ نے ”نعم“ کہا، اس نے پوچھا، ”کیا آپ کے علم

میں ہے کہ حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے؟“ ابن عمرؓ نے ”نعم“ کہا، اس نے دریافت کیا ”کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بیعت الرضوان میں پہنچے رہ گئے تھے“ ابن عمرؓ نے ”نعم“ کہا۔ اس پر اس سائل نے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ لگایا، تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اوتا کہ میں تمہیں تمہارے سوالات کی تفصیل بتاؤں۔ جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنگ احد سے فرار کا تعلق ہے تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہے (کیونکہ قرآن نے ”ولقد عفا اللہ عنہم“ کا اعلان کر دیا ہے) باقی رہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنگ بدر سے غائب رہنا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور بدر کے موقع پر وہ بیمار تھیں اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں اپنی اہلیہ کی تیمارداری کے لیے رہنے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا، کہ آپ کو اتنا ہی اجر اور مال عنیت سے حصہ ملے گا جتنا شریک ہونے والے ایک آدمی کو ملتا ہے (چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینہ رہے اور حکماً وہ بدری ہی ہیں۔) باقی رہی آپ کی تیسری بات کہ حضرت عثمانؓ بیعت الرضوان سے پہنچے رہ گئے تھے تو اگر وادی مکہ میں حضرت عثمانؓ سے کوئی زیادہ معزز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو بھیجتے (لیکن چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وادی مکہ میں سب سے زیادہ معزز تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتخاب فرمایا) جب حضرت عثمانؓ مکہ گئے تو بیعت الرضوان کا واقعہ پیش آیا، چونکہ حضرت عثمانؓ اس موقع پر خود شریک نہیں تھے اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا۔ ہذہ ید عثمان ”یہ عثمان کا ہاتھ ہے“ اور اس کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا ”ہذہ لعثمان“ یہ عثمان کی بیعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سائل کے تینوں سوالات کے تفصیلی جواب دینے کے بعد کہا اذہب بهذا الآن معک ”اب اپنے ساتھ اس تفصیل کو لیکر جاؤ۔“

چونکہ اس روایت میں حضرت عثمانؓ کے جنگ احد میں پہنچے بٹنے کا ذکر ہے اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں غزوہ احد میں ذکر فرمائی۔ واللہ اعلم

۴ - باب : «إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَاكُمْ فَأَتَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلًا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ» / آل عمران: ۱۵۳ .  
تُصْعِدُونَ : تَذْهَبُونَ ، أَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ .

”وہ وقت یاد کرو جبکہ تم چڑھے جا رہے تھے اور تم نہیں پلٹ رہے تھے کسی کی طرف اور رسول

تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے (مگر تم نے ان کی آواز سنی ہی نہیں) پس اللہ تعالیٰ نے (تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو) غم دینے کی وجہ سے تم کو غم دیا (اور یہ اس لیے تاکہ تم میں استقامت پیدا ہو جائے جس سے پھر تم غمگین نہ ہو) اور اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس مصیبت پر جو تم پر پڑے اور اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جب حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے تھے اور باقی غنیمت کے لیے امیر کے حکم کے خلاف مورچہ چھوڑ کر چلے آئے تھے، ان کو احد کے ایک مورچے پر مقرر کیا گیا تھا، ان کے شہید ہونے کے بعد کفار نے اچانکہ عقب سے حملہ کیا اس وقت افراتفری پیدا ہوئی اور بھگدڑ مچی، آپؐ صحابہ کو پکار رہے تھے لیکن وہ اس عالم میں آپؐ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔

”فاصابکم غمابغم“ میں دو غموں کا ذکر ہے، مفسرین نے فرمایا کہ پہلے ”غم“ سے مراد شکست کا غم ہے اور دوسرے ”غم“ سے مراد وہ غم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی نافرمانی کر کے پہنچایا گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مورچہ کسی حال میں نہیں چھوڑنا لیکن انہوں نے چھوڑ دیا اس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غم ہوا اس غم کی وجہ سے اللہ نے مسلمانوں کو شکست کا غم پہنچایا۔ (۱) روایت باب میں حضرت براء بن عازبؓ نے یہی بات بیان فرمائی ہے۔

۳۸۴۰ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَالِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ ، وَأَقْبَلُوا مُنْهَرِمِينَ . فَذَلِكَ : إِذْ يَدْعُوهُمْ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ . [ ر : ۲۸۷۴ ]

### ۵ - باب :

وَمَنْ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نِعَاسًا يَغْشَى طَائِفَةً مِنْكُمْ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنْ الْأَمْرُ كُلُّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ / آل عمران : ۱۵۴ .

”پھر نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب کے لیے تم پر اونگھ کہ وہ چھارہ ہی تھی تم میں سے ایک جماعت پر اور ایک جماعت وہ تھی (منافقین کی) کہ ان کو اپنی جان ہی کی فکر پڑی ہوئی تھی، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف حقیقت جاہلیت والا گمان کر رہے تھے (اور) کہہ رہے تھے کہ ہمارا کوئی اختیار چلتا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ سارا کا سارا معاملہ اور اختیار تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپانے رکھتے ہیں جن کا اظہار آپ کے سامنے نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اختیار چلتا (اور ہماری بات مانی جاتی) تو ہم یہاں نہ قتل کیے جاتے، آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے تو بھی جن لوگوں کے لیے بتل ہونا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل ہی پڑتے اور یہ سب کچھ اس لیے پیش آیا تاکہ اللہ تعالیٰ آزمائش کر لے اس ایمان کی جو تمہارے دلوں میں ہے اور تاکہ اللہ تعالیٰ پاک کریں اس میں کو جو گناہوں کی وجہ سے تمہارے دلوں کے اندر پیدا ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جانتے والے ہیں۔“

ثم انزل علیکم من بعد الغم امانة نعاसा یغشی طائفة منکم

”امنة نعاسا“ میں ترکیب نحوی کے اعتبار سے چند احتمالات ہیں۔

① ایک احتمال یہ ہے کہ ”امنة“ مبدل منہ اور ”نعاسا“ اس سے بدل ہے، اور بدل مبدل ملکر ”انزل“ کے لیے مفعول پ ہے۔

② دوسرا احتمال یہ ہے کہ ”امنة“ حال مقدم اور ”نعاسا“ ذوالحال مؤخر ہے، جیسے ”رایت راکباً رجلاً“ میں ”راکباً“ حال مقدم اور ”رجلاً“ ذوالحال مؤخر ہے۔

③ تیسرا احتمال یہ ہے کہ ”امنة“ مفعول لہ ہے ”انزل“ کے لیے اور ”نعاسا“ ”انزل“ کا مفعول پ ہے اور ”یغشی طائفة منکم“ صفت ہے ”نعاسا“ کے لیے۔ (۲)

یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاہلیة

غیر الحق ظن الجاہلیة میں ”غیر الحق“ مبدل منہ ہے اور ”ظن الجاہلیة“ بدل ہے یعنی منافقین اللہ جل شانہ کے ساتھ خلاف حقیقت جاہلیت والا گمان کر رہے تھے، منافقین کا گمان یہ تھا کہ اللہ جل شانہ مسلمانوں کی مدد نہیں فرمائیں گے۔ (۳)

ینخفون فی انفسہم ما لا یبدون لک

”وہ منافقین اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپاتے ہیں جن کا اظہار آپ کے سامنے نہیں کرتے“ منافقین نے اپنے دلوں میں کیا چھپایا تھا؟

(۲) مذکورہ ترکیبی احتمالات کے لیے دیکھیے تفسیر کبیر ج ۹ - ص ۲۲ - (۳) امداد القاری: ۱۴ / ۱۵۲

- ① ایک احتمال تو یہ بتایا گیا ہے کہ شرک اور کفر و تکذیب کو چھپایا تھا۔ (۴)
- ② دوسرا احتمال یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دل دل میں کہہ رہے تھے کہ اگر مدینہ ہی میں رہتے تو قتل سے بچ جاتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اپنے اس خیال کا اظہار نہیں کرتے تھے لیکن دل میں یہ بات چھپی تھی۔ (۵)
- ③ ایک احتمال یہ بیان کیا گیا کہ جنگ احد میں شرکت پر ان کو ندامت اور افسوس و قلق ہو رہا تھا لیکن زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ (۶)
- ④ پو تھی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت اللہ کی جانب سے نہیں ہوگی۔ (۷)
- لیکن ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں ممکن ہے ان کے دل میں یہ سب خیالات ہوں۔

۳۸۴۱ : وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا بَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنْتُ فِيمَنْ تَنَشَّاهُ النَّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ ، حَتَّى سَقَطَ سِنِّي مِنْ يَدِي مِرَارًا ، يَسْقُطُ وَآخِذُهُ ، وَيَسْقُطُ فَاخِذُهُ . [۴۲۸۶]

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انداز بدل دیا ہے ”حدیثنا خلیفۃ“ نہیں کہا، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”قال لی خلیفۃ“ اس لیے کہا کہ تحدیث و اخبار کے طور پر خلیفہ نے یہ بات امام بخاری سے نہیں بیان کی بلکہ کوئی علمی مذاکرہ تھا اس میں انہوں نے اس کا تذکرہ کیا۔ (۸)

روایت باب میں حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں مجھ پر اونگھ کا غلبہ ہو گیا تھا، میرے ہاتھ سے تلوار گرتی تھی اور میں بار بار اٹھاتا تھا۔

۶ - باب : «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَأِنَّهُمْ ظَالِمُونَ»

/آل عمران: ۱۲۸/ .

یہاں ”لیس لک“ میں ”لام“ ”الی“ کے معنی میں ہے یعنی ”لیس الیک من الامر شئی“ اس معاملہ میں آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا یعنی آپ جو ان کے لیے بددعا کر رہے ہیں اس کی اجازت آپ کو نہیں دی گئی۔

اویتوب علیہم ”او“ معنی میں ”حتی“ کے ہے، ”یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائیں یا پھر ان کو عذاب دیں“ یہ اللہ کا کام ہے اور اسی کے اختیار میں ہے۔

قَالَ حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ : شَجَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَقَالَ : ( كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ ) . فَتَزَلَّتْ : « لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ » .

یہ تعلق ہے ، سند نہیں بیان کی ، یوم احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا۔ ”شج“ کا اطلاق سر کے زخم پر ہوتا ہے لیکن یہاں صرف سر کا زخم مراد نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی زخمی ہوا تھا اور چہرہ مبارک پر بھی زخم آئے تھے تو اس موقع پر آپ نے فرمایا۔

”کیسے کامیاب ہوگی وہ قوم جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا۔“ تو آیت اتری ”لیس لک من الامر شیء“

۳۸۴۲ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ السَّامِيُّ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا) . بَعْدَ مَا يَقُولُ : (سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ) . فَأَنْزَلَ اللَّهُ : « لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ » - إِلَى قَوْلِهِ - فَأَنَّهُمْ ظَالِمُونَ .

وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ : سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُو عَلِيَّ : صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ ، وَسُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو ، وَالْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ . فَتَزَلَّتْ : « لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ » - إِلَى قَوْلِهِ - فَأَنَّهُمْ ظَالِمُونَ . [ ۴۲۸۳ ، ۶۹۱۴ ]

اسباب نزول آیت

مذکر: آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے۔

- ① ایک قول تو یہی ہے کہ جب کفار نے جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔
- ② بعض حضرات نے کہا کہ حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہؓ کو دیکھا کہ وہ شہید کر دیئے گئے تو اس وقت آپ نے کفار کے حق میں بددعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (۹)
- ③ بعض کا خیال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کے لیے بددعا کا ارادہ کیا تھا جو افراتفری کے عالم میں جنگ کے میدان سے نکل کر مدینہ آگئے تھے تو اس وقت یہ آیت اتری۔ (۱۰)
- ④ اس باب کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے ”اللهم العن فلانا، وفلانا، وفلانا“ یہ بدوِعا آپ ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کے بعد کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے ”لیس لك من الامر“ سے ”فانهم ظالمون“ تک آیت نازل فرمائی۔

امام بخاری نے اس کے بعد اسی طریق سے ”حفظہ بن ابی سفیان“ سے نقل کیا کہ یہ بدوِعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کے حق میں کرتے تھے کیونکہ یہ قریش کے سردار تھے اور ان کی سرکردگی میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا گیا تھا۔

یہ تینوں حضرات فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے، چونکہ ان کی قسمت میں اسلام تھا اس لیے اللہ جل شانہ نے اپنے نبیؐ کو بدوِعا سے منع فرمایا (۱۱) بہر حال اس آیت کے سبب نزول میں یہ مختلف اقوال ہیں لیکن راجح یہی ہے کہ واقعہ احد اس آیت کا سبب نزول ہے۔ (۱۲) واللہ اعلم

#### ۷۔ باب : ذِکْرُ أُمِّ سَلِيطٍ .

۳۸۴۳ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ . وَقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ : إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ مَرُوطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ، فَتَبَيَّ مِنْهَا مِرْطٌ جَبْدٌ ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، أُعْطِيَ هَذَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ ، يُرِيدُونَ أُمَّ كَلْثُومِ بِنْتِ عَلِيٍّ ، فَقَالَ عُمَرُ : أُمَّ سَلِيطٍ أَحَقُّ بِهِ . وَأُمَّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ ، مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ عُمَرُ : فَإِنَّهَا كَانَتْ تُزْفِرُ لَنَا الْقُرْبَ يَوْمَ أُحُدٍ . [ر : ۲۷۲۵]

حضرت عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں، ایک اچھی چادر باقی بچ گئی تو حضرت عمرؓ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا۔ ”امیر المؤمنین! یہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں۔“ ”بنت رسول“ سے اس شخص کی مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھیں یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی ”ام کلثوم“ جو حضرت عمرؓ کے عقد میں تھیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ام سلیط اس چادر کی زیادہ حقدار ہے۔

مَرُوطٌ : (بضم سین) مِرْطٌ (بکسر المیم) کی جمع ہے، سوت یا ریشم کی چادر کو کہتے ہیں۔

فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد



”کیونکہ ام سلیط ہمارے لیے جنگ احد میں مشکیزے اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔“

تذفر: کے معنی ہیں کسی چیز کو پشت پر اٹھانا، بعض حضرات نے کہا کہ تذفر معنی میں تنہیط کے ہے یعنی حضرت ام سلیط جنگ احد میں پھٹے ہوئے مشکیزوں کو سیا کرتی تھیں۔ (۱۳)

### حضرت ام سلیطؓ

یہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ان کے پہلے شوہر ابوسلیط کا انتقال ہوا تو انہوں نے پھر مالک بن سنان سے شادی کر لی تھی اور ان سے حضرت ابوسعید خدری پیدا ہوئے، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اور جنگ احد میں شرکت کا شرف حاصل ہے۔ (۱۴)

### روافض کا خبث باطن

اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت عمرؓ کے کاح میں تھیں یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ سے بالکل ناراض نہیں تھے ان کے آپس کے تعلقات اتنے خوشگوار تھے کہ حضرت علیؓ نے اپنی صاحبزادی ان کے عقد میں دے رکھی تھیں، اس خوشگوار تعلق کو دیکھ کر روافض کو آگ لگ گئی اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ حضرت علیؓ کی یہ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں تھیں، بیوقوف یہ نہیں دیکھتے کہ اگر یہ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں تھیں تو پھر ان کو روایت میں ”بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کیسے کہہ دیا؟ ان کو ”بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اسی لیے تو کہا ہے کہ وہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھیں، بعض روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ ”ام کلثوم“ نے حضرت علیؓ کے یہاں پرورش پائی تھی لیکن آپ کی بیٹی نہیں تھی، ”بنت علی“ کہنے سے اس خیال کی بھی تردید ہو گئی۔

جب رافضیوں نے دیکھا کہ کوئی مفر نہیں ہے تو کہنے لگے حضرت عمرؓ نے زبردستی حضرت علیؓ سے ان کی یہ صاحبزادی چھین لی تھی۔ ”اول فرج غصب منا“ کے الفاظ ان بد بختوں نے استعمال کیے ہیں (۱۵)، ان کو کوئی اور تعبیر بھی نہیں ملی اور یہ مکروہ ترین عنوان انہوں نے اس مسئلے کے لیے اختیار کیا۔

(۱۳) عمدۃ القاری: ۱۷۰ / ۱۵۷

(۱۴) فتح الباری: ۱۷۰ / ۲۶۷

(۱۵) دیکھیے شیعیت کا اصلی روپ: ۲۷۶۔ بحوالہ فروع کافی ج ۵ ص ۲۲۶۔ طبع تہران۔

سوال یہ ہے کہ ایک معمولی سا آدمی جس کی دیانت اور شرافت خاص طور پر قابل ذکر نہ ہو ایسے آدمی کی بیٹی اگر کوئی زبردستی چھین لے تو وہ زندگی کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت نے بھی اس کو اپنی بیٹی کی حفاظت کے لیے جان دیدینے کی اجازت دی ہے تو حضرت علیؑ جن کی دیانت اور شرافت بالا و بلند ہے اور جن کی طاقت و قوت اور شجاعت مسلم ہے ان کی بیٹی اغوا کرنی گئی اور حضرت عمرؓ کے یہاں اس بیٹی سے بچے پیدا ہو رہے ہیں لیکن وہ اس پر کوئی احتجاج نہیں کرتے، اگر روافض کی یہ بات مان لی جائے تو اس سے حضرت علیؑ کا معاذ اللہ بزدل ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ کہہ کر روافض حضرت علیؑ کی شان میں شدید گستاخی کے مرتکب ہونے میں اور اس کے باوجود بھی ”مولا علی“ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ سب ان کا فریب اور دھوکہ ہے۔

### ۸ - باب : قتل حمزہ بن عبد المطلب رضي الله عنه .

۳۸۴۴ : حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُنْتَنِي : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ : خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمَصَ ، قَالَ لِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَدِيٍّ : هَلْ لَكَ فِي وَحْشِي ، نَسَّأَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمَصَ ، فَسَأَلْنَا عَنْهُ ، فَقِيلَ لَنَا : هُوَ ذَاكَ فِي ظِلِّ قَصْرِهِ ، كَأَنَّهُ حَمِيْتُ ، قَالَ : فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ يَسِيرًا ، فَسَأَلْنَا قَرَدَ السَّلَامِ ، قَالَ : وَعُبَيْدُ اللَّهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ ، مَا بَرَى وَحْشِيٌّ إِلَّا عَيْنِيهِ وَرَجْلِيهِ . فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : يَا وَحْشِيٌّ أَتَعْرِفُنِي ؟ قَالَ : فَظَنَرْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : لَا وَاللَّهِ ، إِلَّا أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ أَمْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالِ بِنْتُ أَبِي الْعَيْصِ ، فَوَلَدَتْ لَهُ غُلَامًا بِمَكَّةَ ، فَكُنْتُ أُسْرَضِعُهُ لَهُ ، فَحَمَلْتُ ذَلِكَ الْغُلَامَ مَعَ أُمِّهِ فَنَاولَتْهَا إِيَّاهُ ، فَلَمَّا نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ ، قَالَ : فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ : إِلَّا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، إِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ بَيْدَرٍ ، فَقَالَ لِي مَوْلَايَ جَبْرِ بْنُ مُطْعِمٍ : إِنَّ قَتَلَ حَمْزَةَ بِعَمِّي فَأَنْتَ حُرٌّ ، قَالَ : فَلَمَّا أَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنِينَ ، وَعَيْنِينَ جَبَلٌ بِحِيَالِ أَحُدٍ ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَاوٍ ، خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ إِلَى الْقِتَالِ ، فَلَمَّا أَنْ أَصْطَفُوا لِلْقِتَالِ ، خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ : هَلْ مِنْ مَبَارِزٍ ، قَالَ : فَخَرَجَ إِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَقَالَ : يَا سِبَاعُ ، يَا ابْنَ أُمِّ أَنْمَارٍ مُقَطَّعَةِ الْبُظُورِ ، اتَّحَادُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ﷺ ؟ قَالَ : ثُمَّ شَدَّ

عَلَيْهِ ، فَكَانَ كَأَمْسِرِ الذَّاهِبِ ، قَالَ وَكَيْمَنْتُ لِحَمْزَةٍ تَحْتَ صَخْرَةٍ ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّي رَمَيْتُهُ بِحَرْبِي ، فَأَضَعَهَا فِي ثَنِيَّتِي حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيِّهِ ، قَالَ : فَكَانَ ذَلِكَ الْعَهْدَ بِهِ ، فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ ، فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَافِيهَا الْإِسْلَامُ ، ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَسُولًا ، فَمِيلَ لِي : إِنَّهُ لَا يَبِيعُ الرَّسُلَ ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَلَمَّا رَأَى قَالَ : (أَنْتَ وَحَشِيَّتِي) قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ) . قُلْتُ : قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ ، قَالَ : (فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي) . قَالَ : فَخَرَجْتُ ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ مُسَلِّمَةَ الْكُذَّابُ ، قُلْتُ : لَا أَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَلِّمَةَ ، لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِي بِهِ حَمْزَةَ ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ ، فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ ، قَالَ : فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلَمَةِ جِدَارٍ ، كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقٌ ، نَائِرُ الرَّأْسِ ، قَالَ : فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبِي ، فَأَضَعَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ ، قَالَ : وَرَوَّيَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَضْرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلَى هَامَتِهِ .

قال : قال عبد الله بن الفضل : فأخبرني سليمان بن يسار : أنه سمع عبد الله بن عمر يقول : فقالت جارية على ظهر بيت : وا أمير المؤمنين ، قتله العبد الأسود .

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری فرماتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عدی بن الحنبار کے ساتھ سفر کے لیے نکلا جب ہم شام کے شہر "حمص" پہنچے تو عبید اللہ بن عدی مجھ سے کہنے لگے کیا تمہیں وحشی سے ملنے کا شوق ہے کہ ان سے مل کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق پوچھیں (کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بہادر آدمی کو کیسے قتل کیا تھا) میں نے کہا، ٹھیک ہے (ان کے پاس چلتے ہیں) حضرت وحشی کی سکونت حمص میں تھی، ہم نے ان کے متعلق پوچھا (کہ کہاں رہتے ہیں؟) تو ہمیں بتایا گیا۔

هوذاک فی ظل قصره کانه حمیت

وہ وہاں اپنے محل کے سامنے میں موجود ہیں (جب ہم نے دیکھا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا) جیسے کہ وہ بھرا ہوا مشکیزہ ہو (جس کے اوپر بال وغیرہ نہیں ہوتے اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے حضرت وحشی بھی اس طرح موٹے اور سیاہ تھے)۔

حمیت (رغیف کے وزن پر) بھرے ہوئے بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں۔

حضرت جعفر کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس آئے، اور تھوڑی دیر ان کے پاس کھڑے رہے پھر ہم

نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

قال: وعید اللہ معتجر بعمامتہ ما یری وحشی الاعینہ ورجلیہ  
”حضرت جعفر کہتے ہیں کہ عبید اللہ نے اپنی پگڑی اس طرح لپیٹ لی تھی کہ وحشی صرف ان کی  
آنکھیں اور پاؤں دیکھ سکتے تھے۔“

معتجر: کے معنی لپیٹنے کے ہیں یعنی عبید اللہ نے سر اور منہ دونوں پر پگڑی لپیٹ رکھی تھی صرف  
ان کی آنکھیں نظر آتی تھیں اور پاؤں دکھائی دیتے تھے، باقی سارا جسم کپڑوں میں چھپا ہوا تھا، عبید اللہ نے  
پوچھا ”جناب وحشی صاحب! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں“

حضرت وحشی نے ان کی طرف دیکھا اور کہا ”خدا کی قسم! میں اور کچھ تو آپ کے بارے میں نہیں  
جاتا البتہ اتنی بات میرے علم میں ہے کہ عدی بن الحنبار نے ایک عورت سے شادی کی تھی جس کو ”ام القتال  
بنت ابی العیص“ کہا جاتا تھا، اس عورت سے عدی کا ایک بچہ مکہ میں پیدا ہوا تھا، میں نے اس بچے کے  
لیے مرضعہ ڈھونڈی تھی اس بچے کو میں اٹھا کر اس کی (مرضعہ) ماں کے پاس لے گیا تھا تو میں اب جو تیرے  
قدم دیکھ رہا ہوں مجھے محسوس ہوتا ہے یہ اسی بچے کے قدم ہیں۔“

اس کے بعد عبید اللہ نے چہرہ سے کپڑا ہٹالیا اور ان سے کہا کہ ”آپ ہمیں بتائیں گے کہ حضرت حمزہؓ  
کو آپ نے کس طرح قتل کیا تھا؟“

وحشی نے کہا، ”نعم“ اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمة بن عدی بن الحنبار (۱۶) کو قتل  
کیا تھا تو میرے مولیٰ جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا کہ اگر تم نے میرے چچا کے بدلے میں حمزہ کو قتل کیا تو  
تم آزاد ہو۔

قال: فلما ان خرج الناس عام عینین.... وعینین جبل بحیال احد، بینہ و بینہ واد  
”وحشی نے کہا پھر جب لوگ عینین کے سال جنگ کے لیے نکلے اور عینین احد کے سامنے ایک پہاڑ  
ہے، دونوں کے درمیان ایک وادی حائل ہے۔“

(چونکہ مشرکین نے جنگ احد میں جبل عینین کے دامن میں پڑاؤ ڈالا تھا اس لیے مشرکین کے ہاں  
اس جنگ کا نام جنگ عینین مشہور ہو گیا تھا، وحشی چونکہ اس وقت مشرکین کی جانب سے جنگ میں شریک  
تھے اس لیے انہوں نے احد کے سال کو ”عام عینین“ کہا۔)

(۱۶) قولہ: وعینین جبل بحیال احد ای من ناحیة احد یقال: فلان بحیال کذا (بکسر المعاء المهملة وتحقیف الیاء) ای مقابلہ

(وافظ عمدة القاری: ۱۶/۱۵۹)

۱ قولہ: ”طعیمة بن عدی بن الحنبار“ وهو وهم والصحیح: طعیمة بن عدی بن نوفل، والایصح قولہ بعد ذلك ”ان قتلت حمزہ بمعنی“ لان

طعیمة ان کان ابن عدی بن الحنبار کذا، ای: اخیه لاعمہ، فانهم وتلدیر۔ (وانظر لامع الدراری: ۳۰۵/۸)

جب لوگوں نے جنگ کے لیے صف بندی کی تو قریش کی طرف سے سباع بن عبد العزیٰ نکلا اس نے "هل من مبارز؟" کا نعرہ لگایا، اس کے مقابلے کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور فرمانے لگے۔

ياسباع، يا ابن ام انمار، قطعاً البظور ۲ اتحاد اللہ ورسولہ

"اے سباع! اے اس ام انمار کے بیٹے! جو عورتوں کی تختہ کرنے والی ہے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے۔"

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا اور وہ گزرے ہوئے "کل" کی طرح نیست و نابود ہو گیا۔

وحشی کہتے ہیں کہ میں حمزہ کی تاک میں ایک چٹان کے نیچے چھپ گیا جب وہ میرے قریب آگئے تو میں نے اپنا نیزہ مارا اور وہ نیزہ ان کی پشت کی جانب سے پار ہو گیا اور اسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر جب لوگ واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس ہوا، میں مکہ ہی میں مقیم رہا، تا آنکہ وہاں اسلام پھیل گیا تو میں مکہ سے نکل کر طائف آ گیا۔ طائف والوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اسلام قبول کرنے کے لیے) وفد بھیجنے کا ارادہ کیا، تو مجھ سے کسی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاصدوں پر برا ٹیگتہ نہیں ہوتے (لہذا تم جا کر اسلام قبول کر لو) چنانچہ اس وفد کے ساتھ میں بھی نکلا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا "کیا تو وحشی ہے؟" میں نے عرض کیا "جی ہاں" آپ نے فرمایا، "کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟" میں نے کہا۔

آپ کو جس طرح خبر پہنچی ہے ایسا ہی ہوا ہے (۱۹) (یعنی حضرت حمزہ کی شہادت کے متعلق جو خبر آپ کو پہنچی کہ وحشی نے اس کو قتل کیا وہ خبر ٹھیک ہے۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنی صورت مجھ سے چھپانے رکھو (اور میرے سامنے نہ آؤ)۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی کا اسلام تو قبول کر لیا تھا اور "الاسلام بہدم ماکان قبلہ" اسلام سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے وحشی سے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آؤ، اس میں ایک لحاظ سے شفقت کا پہلو ہے کہ اگر وحشی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاتے تو آپ کو اپنے چچا کے قتل کا واقعہ یاد آتا اور اس کی وجہ سے آپ کے دل میں بتقاضائے بشریت

۲ البظور: جمع بظور، منی اللحمہ النی بظور من فرح المرأۃ عند الحتان، قال ابن اسحاق: کانت امہ حنانہ بمکة تحترق۔ و اعرب۔ طلق

هذا اللفظ من معروض الدم۔ (فتح الباری: ۴/۳۶۹)

(۱۹) حضرت وحشی کی بلاغت اور ادب ملاحظہ فرمائیے، یہ نہیں کہا کہ "ہاں میں نے قتل کیا" بلکہ مذکورہ تعبیر اختیار کی تاکہ آپ کا دل اور نہ دکھے۔

ان کی طرف سے انقباض پیدا ہو سکتا تھا، اور کسی شخص کی طرف سے نبی کے دل میں انقباض کا پیدا ہو جانا اس شخص کے لیے نقصان کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی سے کہا کہ میرے سامنے نہ آؤ، کہ اسی میں ان کی مصلحت تھی۔ (۲۰)

حضرت وحشی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا آیا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مسلمانوں نے پر پرزے نکالے، (ویسے نبوت کا دعویٰ تو وہ آپ کی زندگی میں کر چکا تھا لیکن اس وقت اس کا کوئی اثر و رسوخ نہیں برپا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر اس کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا) حضرت وحشی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے جاؤں گا، شاید میں اس کو قتل کر سکوں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا تدارک کر سکوں، (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مخلص بندوں میں اونچا درجہ رکھتے تھے تو ان کے قتل کے تدارک کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ کسی بڑے کافر کو مارا جائے اور مسلمانوں کو بڑا کفران کو اور کون مل سکتا تھا اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ مسلمانوں کو قتل کریں۔) چنانچہ میں لوگوں کے ساتھ (مسلمانوں کے مقابلے کے لیے) نکلا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دیوار کی دراز میں کھڑا ہے۔

کانہ جمل اورق، ثائر الرأس ”جیسے خاکی رنگ کا اونٹ ہوتا ہے، سر کے بال بکھرے ہوئے تھے“  
(یہ مسلمانوں کا کذاب تھا) حضرت وحشی کہتے ہیں، اس کی دونوں چھاتیوں کے درمیان کا نشانہ لیکر میں نے اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا اور وہ نیزہ اس کے دونوں شانوں کے پار ہو گیا (ظاہر ہے اس کی وجہ سے وہ گر گیا ہوگا) اتنے میں ایک انصاری اس کی طرف کود کر گئے اور تلوار اس کی کھوپڑی پر مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔  
(مسلمانوں کا واقعہ آگے و فود کے بیان میں آ رہا ہے) چنانچہ ایک لڑکی نے چھت پر کھڑے ہو کر کہا ”امیر المؤمنین کو ایک حبشی غلام نے مار ڈالا۔“  
”امیر المؤمنین“ مسلمانوں کو کہا، مسلمانوں کو اپنے کو نبی اور رسول بھی کہتا تھا اور امیر المؤمنین بھی کہتا تھا۔

### ۹- باب : ما أصابَ النَّبِيَّ ﷺ مِنَ الْجِرَاحِ يَوْمَ أُحُدٍ .

”بگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم پہونچے تھے ان کا بیان اس باب میں ہوگا“

۳۸۴۵ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ نَصْرِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ : مَسَّحَ  
أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ فَعَلُوا بِنَبِيِّهِ -

يُشِيرُ إِلَى رَبَاعِيَّتِهِ - أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .

۳۸۴۶ : حَدَّثَنِي مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ،

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ دَمَوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ .

[۳۸۴۸]

حدیثنا اسحاق بن نصر حدیثنا عبد الرزاق ....

اس باب کی پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ” اللہ کا غضب شدید ہو اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کام کیا آپ اشارہ فرما رہے تھے اپنے رباعی دانت کی طرف (منشا یہ تھا کہ جن لوگوں نے اس دانت کو شہید کیا اللہ کا غضب ان پر شدید ہو) یہ ترجمہ اس صورت میں ہوگا جب اس جملہ کو بدعانیہ مانا جائے اور اگر یہ جملہ خبریہ ہو تو پھر ترجمہ ہوگا ” اللہ کا غضب شدید ہوتا ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور اس شخص پر جس کو اللہ کا رسول جہاد فی سبیل اللہ میں قتل کرے۔ “ ماقبل میں ابی بن خلف کے قتل ہونے کا ذکر تفصیل سے گزر چکا۔

یہاں روایت میں ” فی سبیل اللہ “ کی قید کو ملحوظ رکھیے ، اگر اللہ کا رسول کسی شخص کو قصاص یا حد میں قتل کر دے اس کا یہ حکم نہیں ہے یہ حکم اس شخص کا ہے جو جہاد میں اللہ کے رسول کے مقابلہ کے لیے سامنے آتا ہے ، یعنی اللہ کے رسول کو وہ قتل کرنا چاہتا ہے تو اللہ کا رسول جب اس کو قتل کرے گا تو اس پر اللہ کا غضب شدید ہوگا۔

حدیثی مخلد بن مالک حدیثنا یحیی بن سعید الاموی ....

ایک یحیی بن سعید انصاری ہیں ، لیکن یہاں روایت میں یحیی بن سعید انصاری مراد نہیں اس لیے ’اموی‘ کی قید لگائی ، بنو امیہ کا تعلق مکہ سے تھا اس لیے یہ انصاری نہیں ہو سکتے ، یہ روایت حضرت ابن عباس سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ ” اللہ کا غضب شدید ہوتا ہے اس شخص پر جس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا ، اور اللہ کا غضب اس قوم پر بھی شدید ہوتا ہے جو اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیتی ہے۔ “

اس باب کی یہ دونوں روایتیں ” مراسیل صحابہ “ میں داخل ہیں ، پہلی روایت حضرت ابوہریرہ سے اور دوسری روایت حضرت ابن عباس سے ہے اور ظاہر ہے یہ دونوں حضرات غزوہ احد میں شریک نہ تھے ، اس

لیے کہا جائے گا کہ انہوں نے دوسرے صحابہ سے سنکر روایت کی ہے اگرچہ یہ احتمال رہتا ہے کہ کسی موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے بھی اس کا ذکر کیا ہو تو اس صورت میں روایت مرسل نہ ہوگی۔

۳۸۴۷ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ : أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ ، وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ : أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ ، وَبِنَا دُوْرِي ، قَالَ : كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَغْسِلُهُ ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجْنُ ، فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً ، أَخَذَتْ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ ، فَأَحْرَقَتْهَا وَالصَّقَّتْهَا ، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ ، وَكَبُرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ ، وَجُرْحَ وَجْهِهِ ، وَكَبُرَتْ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ . [ ر : ۲۲۴۰ ]

۳۸۴۸ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : أَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ ، وَأَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى مَنْ دَمَى وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . [ ر : ۳۸۴۶ ]

## حضرت شیخ الہند کا استدلال

حدیثنا قتیبة بن سعید....

اس روایت میں ہے کہ جب جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ چہرہ انور دھوتی تھیں اور حضرت علیؓ ڈھال سے پانی ڈالتے تھے لیکن جب خون کسی طرح نہیں نچتا تو حضرت فاطمہؓ نے چٹالی کا ٹکڑا لیکر جلایا اور جب اس کی راکھ زخم پر چپکائی تب خون بند ہوا۔ حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ اس روایت سے ”مس امرأة“ کا ناقض وضو نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جہاد جیسے مقدس فریضے کو آپؐ باوضو انجام دے رہے تھے لہذا اگر ”مس امرأة“ ناقض وضو ہوتا تو آپؐ حضرت فاطمہؓ سے پانی ڈلواتے اور حضرت علیؓ کو دھونے کا حکم دیتے۔

باقی یہ اشکال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے تو خون نکل رہا تھا اور خروج دم ناقض وضو ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن حضرات کے نزدیک ”مس امرأة“ ناقض وضو ہے ان کے یہاں خروج دم سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس حدیث سے صرف ان پر دلیل قائم کرنا مقصود ہے اپنے مسلک کا اثبات مقصود نہیں



۱۰ - باب : «الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ» / آل عمران : ۱۷۲ .

۳۸۴۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : «الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ» . قَالَتْ لِعُرْوَةَ : يَا ابْنَ أُخْتِي ، كَانَ أَبُوكَ مِنْهُمْ : الزُّبَيْرُ وَأَبُو بَكْرٍ ، لَمَّا أَصَابَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا أَصَابَ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَأَنْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُونَ ، خَافَ أَنْ يَرْجِعُوا ، قَالَ : (مَنْ يَذْهَبُ فِي إِثْرِهِمْ) . فَأَتَتْدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا ، قَالَ : كَانَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ .

حضرت عروہ، حضرت عائشہؓ سے نقل کر رہے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم" "جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات پر لبیک کہا بعد اس کے کہ ان کو زخم لاحق ہونے تھے، ان میں سے جو نیکوکار ہیں اور مستحق ہیں ان کے لیے عظیم اجر ہے۔" حضرت عائشہؓ نے حضرت عروہ سے کہا کہ تمہارے والد زبیر (اور تمہارے نانا) حضرت ابوبکر عظیم کے ان مستحقین میں سے تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن تکلیف اٹھانی پڑی اور مشرکین واپس چلے گئے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مشرکین واپس نہ آجائیں افواہ بھی پہنچی تھی کہ مشرکین واپس آ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں اس لیے آپ نے اعلان کیا "من یدھب فی اثرہم" "کون ان کے تعاقب میں جانے گا؟" اس وقت ستر آدمیوں نے لبیک کہا تھا، ان ستر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی داخل تھے۔ (۲۲)

۱۱ - باب : «مَنْ قَتَلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أُحُدٍ» .

مِنْهُمْ : حَمْرَةَ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَالْيَمَانُ ، وَأَنْسُ بْنُ النَّضْرِ ، وَمُضْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ .

(۲۲) مورخین اور سیرت نگاروں نے اس کو ایک مستقل غزوہ "غزوہ حمراء الاسد" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے لشکر کفار، احد سے روانہ ہو کر جب مقام روجا پہنچا تو وہاں ابوسفیان وغیرہ کو خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا، مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت ختم کر دینی چاہیے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے اندیشہ تھا چنانچہ آپ نے اعلان فرمایا کہ کفار کے تعاقب میں لکھنا ہے اور صرف وہ حضرات چلیں جو کل احد میں شریک تھے۔ چنانچہ آپ "حمراء الاسد" تک جو مدینہ سے سات میل دور ہے تشریف لے گئے، قبیلہ خزاعہ اگرچہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا تاہم اسلام اور مسلمانوں کا درپردہ طرف دار تھا، اس کے رئیس "معبد خزاعی" نے شکست کی خبر سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تعزیت کی، اور یہاں سے جا کر ابوسفیان سے ملا، ابوسفیان نے مسلمانوں پر دوبارہ حملے کا ارادہ ظاہر کیا، معبد نے کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک لشکر جرار لے کر آرہے ہیں لہذا میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ لوٹ کر سیدھے مکہ پہنچو چنانچہ ابوسفیان نے ارادہ ترک کیا اور لشکر لے کر مکہ چلا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد میں پیر، منغل، بدھ تین دن رہنے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ (دیکھیے اکامل لابن اثیر: ۱۱۳ / ۲)

”جنگ احد میں جو مسلمان شہید ہوئے یہ باب ان کے بیان میں ہے۔“

۳۸۵۰ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : مَا نَعَلَمُ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ، أَكْثَرَ شَهِيدًا ، أَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ .  
 قَالَ قَتَادَةُ : وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : أَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ أُحُدٍ سَبْعُونَ ، وَيَوْمَ بَيْرِ مَعُونَةَ سَبْعُونَ ، وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُونَ . قَالَ : وَكَانَ بَيْرُ مَعُونَةَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ ، يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكُذَّابِ .

۳۸۵۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلِ أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ، ثُمَّ يَقُولُ : (أَيُّهُمُ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ) . فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ ، وَقَالَ : (أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا . [ر : ۱۲۷۸]

۳۸۵۲ : وَقَالَ أَبُو الْوَلِيدِ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : لَمَّا تَبَّلَ أَبِي جَعَلْتُ أَبْكِي ، وَأَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ ، فَجَعَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ يَهْرُوتِي وَالنَّبِيُّ ﷺ لَمْ يَنْهَ ، وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَبْكِيهِ - أَوْ : مَا تَبْكِيهِ - مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظَلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ) . [ر : ۱۱۸۷]

۳۸۵۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَرَى - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (رَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ ، فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ، ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ ، فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللَّهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ ، وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقْرًا ، وَاللَّهُ خَيْرٌ ، فَإِذَا هُمْ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ) . [ر : ۳۴۲۵]

۳۸۵۴ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ خَبَابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ نَبْتَعِي وَجْهَ اللَّهِ ، فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ ، فَعِينًا مِنْ مَضَى ، أَوْ ذَهَبَ ، لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، كَانَ مِنْهُمْ مُضَعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَلَمْ يَتْرِكْ إِلَّا نَسِيرَةً ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَإِذَا غَطَّيْنَا بِهَا

رَجُلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ ، وَاجْعَلُوا عَلَيَّ رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ ) .  
أَوْ قَالَ : ( أَلْقُوا عَلَيَّ رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ ) . وَمِنَّا مَنْ أُيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِيهَا . [ ر : ۱۲۱۷ ]

حدثنا عمرو بن علي حدثنا معاذ بن هشام... حضرت قتادہ فرماتے ہیں ” ہم نہیں جانتے ہیں کہ عرب کے تمام قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ شہداء کے اعتبار سے انصار سے تعداد میں زیادہ ہو اور قیامت کے دن انصار کے مقابلہ میں زیادہ عزت والا ہو! انصار نے جس قدر شہادت کی صورت میں قربانی پیش کی ہے کسی اور قبیلہ نے اتنی قربانی پیش نہیں کی اور انصار اس شہادت کی بدولت جتنی عزت قیامت کے دن حاصل کریں گے اتنی عزت کسی دوسرے کو نہیں ملے گی“

قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہمیں بتایا کہ انصار میں سے جنگ احد میں کل ستر صحابہ شہید ہوئے تھے (۲۳) (اور مہاجر صحابہ میں سے کل چار یا دوسری روایت کے مطابق چھ حضرات شہید ہوئے تھے) اور بزمعونہ میں ستر انصاری شہید ہوئے تھے اور جنگ یمامہ میں بھی ستر انصاری شہید ہوئے تھے ، بزمعونہ کا غزوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا اور یمامہ کا واقعہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں پیش آیا تھا۔

حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا الليث....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کر رہے تھے اور ان کو ایک قبر میں دفن کر رہے تھے اور آپ پوچھتے تھے کہ ان میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے؟ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا تو قبلہ کی جانب میں آپ اس کو مقدم کرتے تھے اور آپ نے فرمایا۔ ”میں گواہ ہوں گا ان لوگوں کے حق میں قیامت کے روز، اور آپ نے ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی۔“

وقال ابو الوليد عن شعبة....

یہ روایت بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد جنگ احد میں شہید ہوئے تو میں رونے لگا اور ان کے چہرہ سے چادر ہٹا کر ان کی زیارت کرنے لگا تو حضور کے صحابہ مجھے روک

(۲۳) شہداء احد کی تعداد میں اصحاب سیر کی مختلف روایتیں ہیں ، مشہور روایت ”ستر“ کی ہے جن میں ایک روایت کے مطابق چار مہاجرین اور باقی انصار تھے ، مہاجرین میں حضرت حمزہؓ ، حضرت مصعب بن عمیرؓ ، حضرت عبد اللہ بن جحشؓ اور حضرت شہاب بن عثمانؓ تھے ، البتہ حاکم اور ابن حبان کی روایت میں مہاجرین کی تعداد ”چھ“ بتائی ہے ، وہ ان چار کے ساتھ حضرت سعد مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ اور یوسف بن عمرو سلمیٰ کا بھی اضافہ کرتے ہیں ، پہلی روایت کے مطابق شہداء انصار کی تعداد چھیالیٹھ اور دوسری روایت کی رو سے ان کی تعداد چونسٹھ ہے ، واللہ اعلم

رہے تھے (کہ چادر ہٹا کر منہ نہ دیکھو) لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں کیا، آپ نے فرمایا۔  
 لاتبکیہ: اگر یہ مضارع ہے تو کہا جائے گا خبر معنی میں انشاء کے ہے اور اگر نہی کا صیغہ ہے تو پھر  
 اپنے ظاہر پر ہے لیکن اس صورت میں "لاتبکیہ" ہوگا۔ "تم اس پر روتے ہو؟ فرشتے برابر اپنے پروں سے  
 ان کے اوپر سائے کیے رہے یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔"

حدثنا محمد بن العلاء حدثنا ابو اسامة....

اس روایت میں جنگ احد سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا ذکر ہے جس کی تفصیل  
 گزر چکی، البتہ اس میں ایک جملہ آیا ہے۔

ورایت فیہا بقرا، واللہ خیر

❶ یا تو اس کے معنی ہیں وثواب اللہ خیر یعنی اللہ جو ثواب عطا فرماتے ہیں جیسا کہ ان شہداء کو  
 عطا کیا گیا وہ بہترین چیز ہے۔

❷ اور یا معنی ہیں صنع اللہ بالشہداء خیر اللہ نے ان شہداء کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے وہ خیر ہے  
 اور ان کے دنیا میں زندہ رہنے کے مقابلے میں وہ معاملہ زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔ (۲۴)

## ۱۲ - باب : (أُحُدٌ يُجِبُّنَا وَنُجِبُهُ).

قَالَ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

۳۸۵۶/۳۸۵۵ : حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ ، عَنْ  
 قَتَادَةَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (هَذَا جَبَلٌ يُجِبُّنَا وَنُجِبُهُ).

(۳۸۵۶) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَمْرِو ، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ،  
 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ ، فَقَالَ : (هَذَا جَبَلٌ

يُجِبُّنَا وَنُجِبُهُ ، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ ، وَإِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا) . [ر : ۲۷۳۲]

۳۸۵۷ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ بَرِيدِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ،  
 عَنْ عُقْبَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا ، فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيْتِ ، ثُمَّ أَنْصَرَفَ  
 إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ : (إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ ، وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ ، وَإِنِّي

أَعْطَيْتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ ، وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي ، وَلَكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا . [ر : ۱۲۷۹]

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے

① بعض حضرات نے کہا کہ ”احد“ سے مراد ”اہل احد“ یعنی انصار مدینہ ہیں اور مطلب یہ

ہے کہ اہل احد یعنی انصار ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہمیں ان سے محبت ہے۔ (۱)

② لیکن اگر ”احد“ پہاڑ کی طرف بھی محبت کی نسبت کی جائے تو بھی اس میں کوئی استبعاد نہیں

ہے۔ (۲)

آپ نے کدو کا درخت دیکھا ہوگا، وہ جب زمین سے اپنا سر نکالتا ہے اور برہنہ شروع کرتا ہے تو اگر اوپر سے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے تو وہ اس رکاوٹ سے پہلے ہی مڑ جاتا ہے اور اپنا راستہ بدل لیتا ہے، اسی طرح ایک پردہ ہوتا ہے بہت ہی شرمیلا اور حیادار، اس کو اردو میں ”چھوٹی موٹی“ کا پردہ کہتے ہیں، اس پردہ کو اگر ہاتھ لگایا جائے تو یہ فوراً سکڑ جاتا ہے اور اس کی تازگی، شادابی، انبساط اور پھیلاؤ سب ختم ہو جاتا ہے، آدمی کے چھونے سے وہ فوراً منقبض ہو جاتا ہے، یہ تو مشاہدہ کی چیزیں ہیں اور اس کا اقرار ان لوگوں کو بھی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے، لیکن جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں ان کے لیے مشاہدہ اگر نہ بھی ہو تو بھی وہ قرآن وحدیث کی ہر بات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے ”وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقہون تسبیحہم“ (۳) ایک اور جگہ ہے ”واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا“ (۴) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا نہیں ہوئی تھی اور تمہید نبوت ڈالی جا رہی تھی تو درخت آپ کو سلام کیا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اس درخت کو پہچانتا ہوں جس کے پاس سے میں گزرتا تھا وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

اس قسم کے واقعات جو شرعی اور عرفی طور پر معلوم ہیں اگر سامنے ہوں تو جبل احد کی طرف اگر محبت کی اسناد حقیقی ہو تو اس میں کوئی استبعاد معلوم نہیں ہوتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی احد پر ایک مرتبہ تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ تھے، جب یہ

(۱) عمدۃ القاری: ۱۳/۱۶۳، کتاب الجہاد، باب فضل الخدمۃ فی الغزو

(۲) عمدۃ القاری: ۱۳/۱۶۳۔

(۳) سورۃ نبی اسرائیل ۲۴۱۔

(۴) سورۃ النحل ۶۸۱۔

حضرات اس پر چڑھے تو ”احد“ نے لرزنا اور کانپنا شروع کر دیا تو آپ نے اس پر پاؤں مارا اور فرمایا۔  
اثبت احد، فانما عليك نبى وصدیق وشهیدان (۵) چنانچہ احد ساکن ہو گیا اور اس نے حرکت بند کر دی۔  
اس بنا پر اگر یہ اسناد حقیقی بھی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آگے ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا ہے اور میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں  
جو دو پتھر ملی زمینوں کے درمیان واقع ہے۔

حنفیہ کے نزدیک یہ حرمت اصطلاحی نہیں ہے بلکہ اس سے مقصد آپ کا یہ تھا کہ مدینہ منورہ کے  
سبزہ زار اور باغات کو ویران نہ کیا جائے اور اس کی رونق اور شادابی کو برقرار رکھا جائے، یہ مسئلہ کتاب الحج کا  
ہے۔

باب : غَزْوَةُ الرَّجِيعِ ، وَرِعْلٍ ، وَذَكْوَانَ ، وَبَنِي مَعُونَةَ ،

وَحَدِيثِ عَضَلٍ وَالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَخَبِيبٍ وَأَصْحَابِهِ .

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ : حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ : أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ .

یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دو غزوة بیان کرنا چاہتے ہیں، ایک غزوة رَجِيع اور دوسرا غزوة  
بَرْمَعُونَہ جس کو ”سریة القراء“ بھی کہا جاتا ہے۔

غزوة رَجِيع اور غزوة بَرْمَعُونَہ کو ایک باب میں ذکر کرنیکی وجہ

غزوة رَجِيع کے بارے میں ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوة ۳ ہجری کے آخر میں واقع ہوا ہے۔ (۶)  
جبکہ واقدی، ابن سعد اور ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ ۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ (۷)

غزوة بَرْمَعُونَہ کے بارے میں تمام اہل سیر کا تقریباً اتفاق ہے کہ وہ ۴ ہجری کا واقعہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں غزوات کو ایک ہی باب میں ذکر فرمایا اس میں شاید واقدی، ابن  
سعد اور ابن حبان کی رائے کی تائید مقصود ہے۔

ابن عبدالبر نے ”الاستیعاب“ میں کہیں تو اس کو ۳ ہجری کا واقعہ قرار دیا اور کہیں ۴ ہجری کی  
روایت نقل کر دی ہے۔

بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ان دونوں غزوات کو ایک باب میں جمع کرنا حکمت سے خالی نہیں

(۵) صحیح بخاری: ۵۱۹/۱۔ کتاب المناقب باب فضل امی بکر (۶) دیکھیے سیرة ابن ہشام: ۱۷۸/۳

(۷) البدایة والنہایة: ۶۲/۳۔ وخطبات ابن سعد: ۵۵/۲۔ وتاریخ الطبری: ۲۱۲/۲

ہے اور وہ بظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں غزوات ۴ ہجری میں واقع ہوئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب کی عبارت سے ایک غلط فہمی پیدا ہوتی ہے ، باب میں غزوہ رجب کے بعد انہوں نے ”رعل و ذکوان“ کا ذکر کیا ہے ، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ رجب قبیلہ رعل اور ذکوان کے لوگوں کے ساتھ ہوا ، حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ تفصیل سے معلوم ہو جائے گا۔

اسی طرح آگے ترجمۃ الباب کی عبارت ہے ۔ و بئر معونہ و حدیث عضل و القارہ اس عبارت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ غزوہ بئر معونہ کا تعلق قبیلہ عضل اور قارہ سے ہے جبکہ یہ غلط ہے ۔ درحقیقت رعل اور ذکوان کا تعلق بئر معونہ سے ہے اور عضل و قارہ کا تعلق غزوہ رجب سے ہے ۔

رعل (را کے کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ) اور ذکوان قبیلہ بنو سلیم کی شاخیں ہیں اور عضل اور قارہ بنو العول کی شاخیں ہیں۔

۳۸۵۸ . حدیثی ابراہیم بن موسیٰ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَمْرِدِ بْنِ أَبِي سُهَيْبَانَ الثَّقَفِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً عَيْنًا ، وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ ، وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، فَأَنْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ، ذَكُرُوا لِحَيٍّ مِنْ هَذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ : بَنُو لِحْيَانَ ، فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ ، فَأَتَتْهُمُ آثَارُهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوهُ ، فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ ، فَقَالُوا : هَذَا تَمْرٌ يَثْرِبُ ، فَتَبِعُوا آثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوهُمْ ، فَلَمَّا أَنْتَهَى عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ بَلَغُوا إِلَى فَدْفِدٍ ، وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ ، فَقَالُوا : لَكُمْ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا ، فَقَالَ عَاصِمٌ : أَمَا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ، اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ، فَرَمَوْهُمْ حَتَّى قَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ ، وَبَقِيَ حُبَيْبٌ وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرٌ ، فَأَعْطَوْهُمْ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ ، فَلَمَّا أُعْطَوْهُمْ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ نَزَلُوا إِلَيْهِمْ ، فَلَمَّا اسْتَمَكُوا مِنْهُمْ حَلَّوْا أَوْتَارَ قَبَائِلِهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا ، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّلَاثُ الَّذِي مَعَهُمَا : هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ ، فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَرَّوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَنْعَلْ فَقَتَلُوهُ ، وَأَنْطَلَقُوا بِحُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ ، فَأَشْتَرَى حُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ ، وَكَانَ حُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ أُسِيرًا ، حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ ، قَالَتْ : فَعَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِي ، فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى آتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخْذِهِ ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَرِغْتُ

فَرَعَةَ عَرَفَ ذَاكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمَوْسَى ، فَقَالَ : اَلْحَشِينَ اَنْ اُقْتَلَهُ ؟ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : مَا رَأَيْتُ اُسَيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ ، وَاِنَّهُ لَمَوْثِقٌ فِي الْحَدِيدِ ، وَمَا كَانَ اِلَّا رِزْقُ رِزْقِ اللّٰهِ ، فَخَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ ، فَقَالَ : دَعُونِي اَصِلِّي رَكَعَتَيْنِ ، ثُمَّ اَنْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : لَوْلَا اَنْ تَرَوْا اَنْ مَا بِي جَزَعٌ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ ، فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ مَنَّ الرَّكَعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ، ثُمَّ قَالَ : اللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا ، ثُمَّ قَالَ :

وَلَسْتُ اُبَالِي حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَشَأْ . يَبَارِكُ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوِ مُمَزَّعٍ

ثُمَّ قَامَ اِلَيْهِ عُقَبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ ، وَبَعَثَتْ فَرِيشٌ اِلَى عَاصِمٍ لِيُؤْتُوا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُونَهُ ، وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيمًا مِنْ عَظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظِّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ ، فَحَمَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ ، فَلَمْ يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ . [ ر : ۲۸۸۰ ]

۳۸۵۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو : سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ :

الَّذِي قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُو سَرْوَعَةَ .

### غزوة رجب

رجب ایک جنگ کا نام ہے جو قبیلہ بنو ہذیل کے قبضہ میں تھی۔ (۸) چونکہ یہ غزوة اس مقام پر پیش آیا تھا اس لیے اس کو ”غزوة رجب“ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں پر مشتمل ایک سریہ جاسوسی کی غرض سے روانہ فرمایا اور حضرت عاصم بن ثابتؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

یہ تو بخاری کی روایت میں ہے، ابن سعد نے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عضل اور قارہ کے لوگ آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ ہماری قوم کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے چند صحابہؓ آپ روانہ فرمائیں۔ (۹) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دس آدمی

(۸) ولسی معجم البلدان: ۲۹/۳۔ الرجیع ماء لہدیل قرب الہدایہ بین۔ نحو العاصف۔ فی طبقات ابن سعد: ۲/۵۵۔ ہوماء لہدیل بصدور الہدایة

والہدایة علی سبعة ادیال منها

(۹) طبقات ابن سعد: ۲/۵۵، وسیرة ابن ہشام: ۱۴۸/۳۔ وکامل ابن اثیر: ۲/۱۱۰۔ البز سیرة ابن ہشام اور کامل ابن اثیر نے دس کے

بجائے چھ افراد بھجئے گا ذکر کیا ہے لیکن راجح اور صحیح، بخاری اور ابن سعد کی روایت ہے۔



لیکن دونوں روایات میں تطبیق ہو سکتی ہے اس طرح کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین مکہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے ان حضرات کو بھیجنے کا پہلے سے ارادہ تھا اب جب عضل اور قارہ کی درخواست آئی تو آپ نے یہ کام بھی ان کے سپرد کر دیا کہ وہاں جا کر تم قرآن کی تعلیم بھی دو۔

اس جماعت کے امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کے علاوہ جو صحابہ اس میں شریک تھے ان میں حضرت نجیب بن عدی، حضرت عبداللہ بن طارق، حضرت زید بن دثنہ، حضرت مرشد بن ابی مرشد غنوی اور حضرت خالد بن ابی البکیر شامل تھے، جب یہ حضرات مکہ اور عسفان کے درمیان مقام ”ہداة“ تک پہنچے تو عضل اور قارہ کے لوگوں نے بدعہدی اور غداری کی اور قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنو لحيان سے تذکرہ کیا کہ اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے ہیں، چنانچہ اس قبیلہ کے سوتیر اندازوں نے صحابہ کی اس جماعت کا تعاقب کیا اور نشانات قدم کا تتبع کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی منزل تک آگئے جہاں صحابہ کی اس جماعت نے پڑاؤ کیا تھا، ان لوگوں نے اس مقام پر کھجور کی گٹھلیاں پائیں، دیکھ کر کہنے لگے ”یہ تو یثرب کی کھجور ہے“ چنانچہ نشانات قدم کو تلاش کرتے ہوئے دوبارہ چل دیئے اور جا کر بالآخر مسلمانوں کی جماعت کو پایا۔

فلما انتھی عاصم واصحابہ لجاوا الی فد فد

”جب عاصم اور ان کے ساتھی چلنے سے رک گئے تو انہوں نے ایک اونچے ٹیلے کی پناہ لی۔“

فَدَفَدَ (دونوں فاء کے فتح کے ساتھ) اونچے اور بلند ٹیلے کو کہتے ہیں۔

کافروں نے آکر اس ٹیلے کے ارد گرد صحابہؓ کو گھیر لیا اور کہا۔ ”تمہارے لیے عہد و پیمان ہے اگر تم

لوگ اتر کر ہمارے پاس آگئے تو ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔“

اس پر جماعت کے امیر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں تو کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا“

اور یہ دعا کی۔ اللهم اخبر عنانیک ”اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے نبی کو باخبر بھیجئے“ پھر کفار نے ان

سے قتال کیا اور تیروں سے حضرت عاصمؓ کو اور ان کے چھ ساتھیوں کو انہوں نے شہید کر دیا۔ (۱۰) حضرت

(۱۰) قال ابن هشام: (۱۶۹/۳)۔ فاما مرثد بن ابی مرثد و خالد بن البکیر و عاصم بن ثابت فقالوا: واللہ لانقبل من مشرک عہداً ولا عقداً ابداً فقال

عاصم بن ثابت:

ماعلتی وانا جلد نابل والقوس فیها وتد عنابل

ترزل عن صفحتها المعابل الموت حق والحياة باطل

وکل ما حم الاله نازل بالمرء والمرء الیه آئل

ان لم اقاتلکم فامی هابل

والنابل: صاحب النبل۔ عنابل: غلیظ شدید۔ المعابل: جمع معبد و هو نصل عریض۔ حم الاله: قدرہ، آئل: صائر....)

خبیب، حضرت زید اور ایک دوسرے آدمی یعنی حضرت عبداللہ بن طارق باقی رہے، کافروں نے ان کو امان کا عہد و پیمان دیا، ان کے عہد و پیمان پر تمینوں صحابہ ٹیلے سے اتر آئے۔

فلما استمكنوا منهم حلوا اوتار قسيهم فربطوهم بها  
 ”جب ان کافروں نے ان پر قابو پایا تو ان کی کمان کی تانت کھولی اور اس تانت سے تمینوں کو

باندھ دیا۔“

اوتار: وتر کی جمع ہے کمان کی تانت کو کہتے ہیں۔ قسی: کمان کو کہتے ہیں۔

اس پر حضرت عبداللہ بن طارق نے کہا ”یہ پہلی غداری ہے“ اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، کافروں نے ان کو کھینچا اور ان کو ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن حضرت عبداللہ بن طارق ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہ ہوئے چنانچہ کفار نے ان کو قتل کر دیا اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو لے جا کر مکہ میں فروخت کیا، حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، چونکہ حارث کو حضرت خبیبؓ نے بدر میں قتل کیا تھا اس لیے باپ کا قصاص لینے کے لیے حارث کے بیٹوں نے ان کو خریدا۔ حضرت خبیبؓ ان کے ہاں قیدی بن کر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے حضرت خبیبؓ کے قتل کا عزم کر لیا۔

استعار موسى من بعض بنات الحارث ليستحدها

”تو حضرت خبیبؓ نے حارث کی کسی بیٹی سے استرہ مانگا تاکہ وہ زیر ناف کی صفائی کر لیں۔“

”بعض بنات الحارث“ سے مراد ”زینب بنت الحارث“ ہے، بعض روایات میں اس عورت کا نام ماریہ آیا ہے لیکن دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ جس عورت کے گھر میں حضرت خبیبؓ قید تھے، وہ ماریہ تھی اور جو عورت حضرت خبیب کی نگرانی پر مقرر تھی وہ زینب تھی، جو بعد میں مسلمان ہو گئی تھی۔ (۱۱)

اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ جب کسی آدمی کو قتل کیا جا رہا ہو تو اس کو مرنے سے پہلے اپنے ناخن اور بالوں کی صفائی اور اصلاح کر لینی چاہیے۔

اس عورت نے استرہ عاریتاً دیدیا، اس عورت کا بیان ہے کہ میں اپنے ایک بچے سے غافل ہو گئی (اور میرا خیال نہیں رہا) چنانچہ وہ بچہ خبیب کی طرف چل کر ان کے پاس پہنچ گیا، حضرت خبیبؓ نے بچے کو اپنی ران پر بٹھالیا جب میں نے بچے کو ان کے پاس دیکھا تو میں بہت گھبرائی حضرت خبیبؓ میری گھبراہٹ سمجھ گئے، کہنے لگے۔ ”کیا تو اس بات سے ڈرتی ہے کہ میں بچے کو قتل کر دوں گا، انشاء اللہ میں ایسا نہیں کروں

گا۔ (۱۲) وہ عورت کہتی ہے۔

مارایت اسیراً قط خیراً من خبیب، لقد رایتہ يأکل من قطف عنب، وما بہ کتہ یومئذ ثمرۃ، وانہ لموثق فی الحدید، وما کان الارزق، رزقہ اللہ

”میں نے خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا، میں نے ان کو انگور کے خوشے سے کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ اس وقت یہ پھل مکہ میں موجود نہیں تھا، وہ لوہے کی بیڑوں میں بندھے ہوئے تھے، یہ صرف اللہ ہی کی جانب سے رزق تھا جو ان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ دیا تھا۔“

### حضرت خبیبؓ کی شہادت

پھر یہ لوگ حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لیکر نکلے، حضرت خبیبؓ نے کہا ”مجھے موقعہ دو میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔“ چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ ”اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں موت سے گھبرا رہا ہوں (اس لیے میں نماز لمبی کر رہا ہوں) تو میں اور زیادہ (طویل کر کے نماز) پڑھتا“ (لیکن چونکہ مجھے تمہارے اس گمان کا خدشہ تھا اس لیے میں نے مختصر نماز پڑھی) پھر آپؓ نے ان لوگوں کے لیے بددعا کی۔ اللہم احصہم عددا (۱۳) ”اے اللہ! ان کو گن گن کر گرفت میں لے لے“ اور آپؓ نے یہ شعر پڑھا:-

ما ان ابالی حین اقل مسلماً  
علی ای شق کان للہ مصرعی  
وذلك فی ذات الالہ وان یسأ  
یبارک علی اوصال شلو ممزع

① جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی فکر اور پروا نہیں ہے کہ اللہ کے لیے کس پہلو پر میرا (زمین پر) پھینکا ہوگا۔

(۱۲) اس بچے کا نام ”ابو حسین بن الحارث بن عدی“ لکھا ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت خبیبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت سے کہا دیکھیے اللہ نے مجھے بھی تم پر قدرت دیدی، عورت نے کہا مجھے آپ سے پہلے خدشہ نہیں (کہ آپ ہوسوم بچے کو قتل کریں گے) حضرت خبیبؓ نے استرہ عورت کی طرف پھینکنے ہوئے کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا۔ (دیکھیے فتح الباری: ۴/۲۸۲)

(۱۳) وفی سیرۃ ابن ہشام: ۱۸۲/۳۔ فلما ارتدوا قال: اللہم انا قد لفتنا رسو لک، فبلغنا الغداۃ ما یصنع بنا، ثم قال: اللہم احصہم عددا، واقتلہم بددا، ولا تغادر منهم احدا... فكان معاویۃ بن ابی سفیان یقول: حضرتہ یومئذ فیمن حضر، مع ابی سفیان، فلقد رایتہ یلقینی الی الارض، فرقامہ دعوا حبیب، وکانوا یقولون: ان الرجل اذا دعی علیہ، فاضطجہ، لہ نسۃ زالت عنہ۔

● اور یہ میرا قتل ہونا اللہ کی رضا کے لیے ہے، اگر وہ چاہے گا تو ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے عضو کے جوڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

اوصال: ”وصل“ کی جمع ہے جوڑ کو کہتے ہیں۔

یشلو: (شین کے کسرہ کے ساتھ) عضو کو کہتے ہیں۔

ممزع: ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔

پھر عقبہ بن حارث ان کی طرف اٹھا اور انہیں شہید کر دیا۔ (۱۴) کفار نے حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی پر لٹکا ہوا چھوڑ دیا تھا، طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو ان کی نعش اتار لانے کے لیے بھیجا، یہ حضرات وہاں پہنچے، دیکھا کہ مشرکین لاش کے ارد گرد پہرہ دینے کی غرض سے پڑے ہوئے ہیں، ان کو غافل پا کر حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ نے لاش اتاری جو بالکل تروتازہ تھی جبکہ آپ کو شہیا ہوئے چالیس دن گزر چکے تھے، لاش کو اپنے اونٹ پر رکھ کر روانہ ہوئے، مشرکین کی جب آنکھ کھلی، دیکھا کہ لاش غائب ہے تو دوڑے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو راستے میں پکڑ لیا، حضرت زبیرؓ نے اس غرض سے کہ لاش کی بے حرمتی نہ ہو لاش کو اطمینان کے ساتھ اونٹ سے نیچے اتارا، فوراً زمین شق ہوئی اور حضرت خبیبؓ کی لاش اس کے اندر غائب ہو گئی، (۱۵) یہیں سے حضرت خبیبؓ کا لقب ”بلیع الارض“ مشہور ہوا۔ (۱۶)

### حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت

بخاری کی روایت میں حضرت خبیبؓ کی شہادت کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، دوسرے قیدی حضرت زید بن الدثنہؓ کا قصہ مذکور نہیں ہے۔

حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ بن خلف کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے خریدا تھا، صفوان نے اپنے غلام نسطاس رومی کے حوالہ کر کے حضرت زید کو مقام تنعیم بھیجا کہ ان کو وہاں

(۱۴) یہ عقبہ بن حارث بعد میں مسلمان ہوئے تھے، ابن اسحاق نے عقبہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے :-

ما ناولہ قتلت خبیبا، لانی کنت امغر من ذلك، ولكن ابامیسرة اخا بنی عبدالدار، اخذ الحرية فجعلها فی یدی، ثم اخذ یدی

وبالحرية، ثم طعن بها حتى قتله، (وانظر سیرة ابن ہشام: ۱۸۲/۳۔ والبداية: ۶۳/۳)

(۱۵) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲/۲۱۶

(۱۶) حافظ ابن حجر نے ”الاصابة فی تمييز الصحابة“ میں مذکورہ واقعہ نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خبیبؓ کو جب شہید کیا گیا تو مشرکین نے سولی پر سے ان کے چہرے کے رخ کو قبلہ سے ہٹا کر دوسری جانب کیا لیکن ان کا رخ از خود قبلہ کی جانب مرجعاً، کفار نے کئی بار قبلہ سے ان کے رخ کو پھیرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار بھی ہوتا رہا آخر عاجز ہو کر قبلہ رخ ہی ان کی نعش کو چھوڑا.... (دیکھیے الامامة: ۲/۲۱۹۔)

شہید کر دیا جائے، تماشا دیکھنے کے لیے قریش کی ایک جماعت مقام تنعیم میں جمع ہو گئی تھی، جب ان کو شہید کرنے کے لیے سامنے لایا گیا تو یوسفیان نے کہا کہ اے زید! کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہاری جان بچ جائے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہاری جگہ قتل کر دیا جائے، حضرت زید بن الدثنہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے ڈانٹ کر کہا، ”خدا کی قسم! مجھ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا یا پھانس چبھے اور میری جان اس کے عوض میں بچ جائے“ یوسفیان نے جواب سن کر کہا۔ ”خدا کی قسم! میں نے کسی کو اتنا مخلص اور عاشق نہیں پایا جتنا اصحاب محمدؐ ان کے عاشق اور وفادار ہیں۔“ (۱۷)

اس کے بعد لسطاس نے ان کو شہید کر دیا، یہ لسطاس بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ (۱۸)

ادھر قریش کو جب حضرت عاصم بن ثابت انزاریؓ کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے چند آدمی روانہ کیے کہ جا کر عاصم کے جسم کا کوئی حصہ لے آئیں جس سے وہ پہچانے جاسکتے ہوں، کیونکہ حضرت عاصم نے جنگ بدر کے موقع پر قریش کا ایک سردار قتل کیا تھا۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت عاصم نے عقبہ بن ابی معیط کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے پر قتل کیا تھا۔ (۱۹)

بعض اہل سیر کی روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عاصمؓ نے سلافہ بنت سعید کے دو لڑکوں کو قتل کیا تھا اس لیے سلافہ نے یہ نذر مانی تھی کہ عاصم کے کاسہ سر میں شراب پیوں گی اور اعلان کیا تھا کہ جو شخص عاصم کا سر لائے گا اس کو سواونٹ انعام میں دینے جائیں گے۔ (۲۰)

ادھر حضرت عاصمؓ نے یہ عہد کیا تھا کہ میں کسی کافر کے جسم سے اپنا جسم مس نہیں کروں گا اور یہ دعا کی تھی۔ اللھم انی احسی لک الیوم دینک، فاحسی لی لحمی (۲۱) ”اے اللہ! آج میں آپ کے دین کی حفاظت کر رہا ہوں، آپ میرے جسم کی حفاظت کیجیے“۔ اللہ جل شانہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی، یہاں بخاری کی روایت میں ہے۔

فبعث اللہ علیہ مثل الظلۃ من الدبر فحمت من رسالہم

”اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کے جسم پر سائبان کی طرح بھڑوں کا ایک دستہ بھیج دیا جس نے قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں سے حضرت عاصم کی حفاظت کی۔“

الظلۃ: (ظا کے ضمہ کے ساتھ) سائبان کو کہتے ہیں۔

(۱۷) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۱۸۱ / ۲ و تاریخ الطبری: ۲۱۶ / ۲ (۱۸) دیکھیے الاصابۃ: ۱۳ / ۳ (۱۹) اس کی تفصیل غزوة بدر میں گزر چکی

(۲۰) دیکھیے تاریخ الطبری: ۲۱۲ / ۲ والبدایۃ والنہایۃ: ۶۲ / ۲

(۲۱) دیکھیے فتح الباری: ۲۸۱ / ۴

الدَّبْر: (دال کے فتح اور با کے سکون کے ساتھ) زبوروں اور بھڑوں کو کہتے ہیں۔

بھڑوں کو دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ شام کو جب زبور ہمیں گے تو آ کر اس وقت سر کاٹ لیں گے لیکن جب رات کا وقت آیا تو ایک سیلاب آیا اور اس میں ان کی لاش غائب ہو گئی اور بعض حضرات نے کہا کہ زمین شق ہوئی اور اس میں حضرت عامر کی لاش پوشیدہ ہو گئی بہر حال کفار کو ان کے جسم پر دسترس حاصل نہ ہو سکی۔ (۲۲)

### غزوة بئر معونہ صفرہ ہجری

بئر معونہ کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ قبیلہ بنو عامر کا سردار عامر بن مالک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ساتھ ہدیہ بھی لایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ انکار کیا بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے آدمی ہمارے قبیلے کی طرف اسلام کی دعوت کی غرض سے بھیجئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اہل نجد سے اندیشہ ہے کہ وہ ہمارے اصحاب کو نقصان پہنچائیں گے، عامر بن مالک نے جس کی کنیت ”ابو براء“ ہے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کو پناہ میں لیتا ہوں۔ (۲۲) چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فرمائش پر ستر قراء کو بھیجنے کا فیصلہ فرمایا، بخاری کتاب الجہاد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ رعل و ذکوان کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہمیں مدد دیجیئے، ان کی مدد کی غرض سے آپ نے ان ستر صحابہ کی جماعت کو روانہ فرمایا تھا۔ (۲۲)

لیکن دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں کہ عامر بن مالک نے جو درخواست کی تھی اس کی خواہش کو بھی پورا کرنا تھا اور قبیلہ رعل و ذکوان کی امداد بھی مقصود تھی۔

چنانچہ یہ حضرات روانہ ہوئے، ان کا امیر آپ نے منذر بن عمرو ساعدیؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت حرام بن ملحانؓ کو آپ نے ایک خط بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کے نام دیا یہ عامر بن طفیل عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچے، اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم پیچھے

(۲۲) حضرت عامر بن ثابت انصاری جلیل القدر صحابی تھے اور سابقین اولین میں سے تھے، غزوة بدر میں شرکت اور لیلۃ العقبہ میں بیعت کا شرف

ان کو حاصل ہے، حالات کے لیے دیکھیے (الاصابة: ۲ / ۲۲۲)

(۲۳) طبقات بن سعد: ۲ / ۵۲ و سیرة ابن ہشام: ۲ / ۱۹۲ - ۱۹۳

(۲۴) فتح الباری: ۴ / ۲۸۶

رہو، میں عامر بن طفیل کو خط دیتا ہوں، اگر مجھے اس نے امن دیدیا تو تم یہیں رہنا اور اگر مجھے قتل کر دیا تو تم باقی ساتھیوں کے پاس چلے جانا۔ حضرت حرامؓ کو جیسا کہ آگے روایات میں تفصیل آرہی ہے شہید کر دیا گیا اور بنی عامر کو باقی صحابہ کے قتل پر ابھارا، عامر بن طفیل کے چچا عامر بن مالک نے کہا میں نے ان حضرات کو امن دیا ہے لہذا ان کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے مگر عامر بن طفیل نے چچا کی بات نہیں مانی، تاہم بنو عامر نے کہا کہ جب ان کو امن دیا گیا ہے پھر غداری اور عہد شکنی نہیں ہونی چاہیے۔ (۲۵) جب بنو عامر نے عامر بن طفیل کی بات نہیں مانی تو عامر نے رعل اور ذکوان سے مدد طلب کی، رعل اور ذکوان نے باوجود اس کے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کو بھینچنے کی درخواست کی تھی، عہد شکنی کی اور عامر بن طفیل کے ساتھ مل کر صحابہ کرام کو شہید کیا۔

صرف تین صحابہ بچے، ایک حضرت کعب بن زید انصاریؓ تھے، ان کے بارے میں یہ سمجھا گیا کہ یہ فوت ہو چکے ہیں حالانکہ وہ زندہ تھے، حضرت کعب بن زید نجد میں غزوہ خندق کے موقع پر شہید ہوئے ہیں۔ دوسرے دو صحابہ میں ایک منذر بن محمدؓ تھے اور ایک عمرو بن امیہ ضمیریؓ تھے، یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے، اچانک انہیں آسمان میں پرندے اڑتے نظر آئے، پرندوں کو دیکھ کر یہ دونوں گھبرا گئے اور کہا کہ کوئی حادثہ ضرور پیش آیا ہے، جب قریب گئے تو دیکھا کہ تمام صحابہ شہید ہو گئے ہیں، دونوں نے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے، عمرو بن امیہ نے کہا کہ مدینہ چلیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیں، لیکن منذر بن محمد نے کہا، جہاں منذر بن عمرو (امیر جماعت) شہید کیے گئے وہاں سے میں کیوں بھاگوں؟ آگے بڑھے اور کفار سے لڑ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ عمرو بن امیہ کو لوگوں نے زندہ گرفتار کیا اور عامر بن طفیل کے حوالہ کیا، عامر نے ان کے سر کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر ان کو آزاد کر دیا کہ میری والدہ نے ایک غلام آزاد کر نیکی نذر مانی تھی یہ اس کی طرف سے آزاد ہے۔ (۲۶)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ ایک ماہ تک رعل و ذکوان کے حق میں قنوت نازلہ میں بددعا کرتے رہے، اس حادثہ سے آپ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ زندگی بھر اتنا صدمہ نہیں ہوا تھا۔ اب ذرا بخاری کی روایتیں دیکھ لو!

۳۸۶۵/۳۸۶۰ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ  
أَنْسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَبْعِينَ رَجُلًا لِحَاجَةِ ، يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ ، فَعَرَضَ

لَهُمْ حَيَاتٍ مِنْ بَنِي سَلِيمٍ ، رَعْلٌ وَذَكْوَانٌ ، عِنْدَ بئرٍ يُقَالُ لَهَا بئرُ مَعُونَةَ ، فَقَالَ الْقَوْمُ : وَاللَّهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا ، إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُونَ فِي حَاجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَتَلُوهُمْ ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَذَلِكَ بَدَأُ الْقُنُوتِ ، وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ .

قالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ : وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوتِ : أَبَعْدَ الرُّكُوعِ ، أَوْ عِنْدَ فَرَغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ ؟ قَالَ : لَا ، بَلْ عِنْدَ فَرَغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ .

باب کی پہلی روایت میں غزوہ رجب کو بیان کیا گیا، اور باب کی دوسری روایت سے لے کر باب کے آخر تک کی تمام روایات غزوہ بدر معونہ سے متعلق ہیں۔

غزوہ بدر معونہ سے متعلق پہلی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمی کسی کام کے لیے بھیجے جن کو ”قراء“ کہا جاتا تھا، بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان کے راستے میں ایک کنویں کے پاس جس کو ”بدر معونہ“ کہا جاتا ہے آڑے آئے، صحابہؓ نے کہا تم ہمارا راستہ روکتے ہو، خدا کی قسم! ہم تمہارے ارادے سے نہیں آئے ہیں، ہم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کام سے جا رہے ہیں، لیکن ان لوگوں نے صحابہ کو قتل کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک رعل اور ذکوان کے حق میں بددعا فرمائی اور یہیں سے قنوت نازلہ کا آغاز ہوا اس سے پہلے ہم قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن صہیب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ قنوت رکوع کے بعد ہے یا قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ”قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے ہے“ اور ظاہر ہے کہ وتر کی قنوت رکوع سے پہلے ہی ہوتی ہے۔

(۳۸۶۱) : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ ، يَدْعُو عَلَى أَحْبَائِهِ مِنَ الْعَرَبِ .

غزوہ بدر معونہ سے متعلق دوسری روایت بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے البتہ یہاں قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، اس میں ہے کہ رکوع کے بعد ایک مہینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی، مراد قنوت نازلہ ہے، عرب کے چند قبائل کے لیے آپ اس میں بددعا فرمایا کرتے تھے۔

(۳۸۶۲) : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيْبَةَ وَبَنِي لِحْيَانَ ، اسْتَمَدُوا



رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَدُوِّ ، فَأَمَدَّهُمْ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ ، كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَاءَ فِي زَمَانِهِمْ ، كَانُوا يَحْتَطِبُونَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ ، حَتَّى كَانُوا يَبِئُرُ مَعُونَةَ قَتْلُوهُمْ وَغَدَرُوا بِهِمْ ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَتَتْ شَهْرًا يَدْعُو فِي الصُّبْحِ عَلَى أَحْبَاءٍ مِنْ أَحْبَاءِ الْعَرَبِ ، عَلَى رِغْلِ وَذَكْوَانَ وَعُصْبَةَ وَبَنِي لِحْيَانَ ، قَالَ أَنَسٌ : فَقَرَأْنَا فِيهِمْ قُرْآنًا ، ثُمَّ إِنَّ ذَلِكَ رُفِعَ : بَلَّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَا لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِي عَنَّا وَأَرْضَانَا .

غزوة بدر معونہ سے متعلق تیسری روایت ”سعید عن قتادة عن انس“ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

”رغل، ذکوان، عصبہ اور بنی لحيان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمن کے خلاف مدد طلب کی تو آپ نے ستر انصار ان کی مدد کے لیے عنایت فرمائے جنہیں ہم ”قراء“ کہا کرتے تھے ان کے زمانے میں (یعنی اس زمانے میں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بتید حیات تھے اور بڑے بڑے صحابہ بھی موجود تھے ان کو ”قراء“ کہا جاتا تھا) یہ لوگ دن میں لکڑیاں جمع کیا کرتے تھے (اور ان کو فروخت کر کے اپنی ضروریات پوری کیا کرتے تھے) اور رات میں نماز پڑھتے تھے۔“

یہاں روایت میں ”بنو لحيان“ کا ذکر کر دیا ہے حالانکہ بنو لحيان کا تعلق غزوة ربيع سے ہے، اس لیے ”بنو لحيان“ کے ذکر کو وہم قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ روایت غزوة ربيع سے نہیں غزوة بدر معونہ سے متعلق ہے۔ (۲۷) حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ ان قراء سبعین کے متعلق ہم نے قرآن کی آیت پڑھی لیکن پھر وہ آیت اٹھالی گئی (اور اس کی تلاوت مسوخ ہو گئی...) وہ آیت ہے۔

بَلَّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا، أَنَا لَقِينَا رَبَّنَا، فَرَضِي عَنَّا وَأَرْضَانَا

”ہماری طرف سے ہماری قوم (مسلمانوں) کو یہ اطلاع پہنچادیں کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی ہے، سو وہ ہم سے راضی اور ہم اس سے راضی ہیں۔“ اس آیت میں قراء سبعین کا قول نقل کیا گیا ہے

(۳۸۶۳) : وَعَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ : أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَتَتْ شَهْرًا فِي صَلَاةِ

الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى أَحْبَاءٍ مِنْ أَحْبَاءِ الْعَرَبِ ، عَلَى رِغْلِ وَذَكْوَانَ وَعُصْبَةَ وَبَنِي لِحْيَانَ .

زَادَ خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ : أَنَّ أَوْلِيكَ

السَّبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَتَلُوا بِئُرٍ مَعُونَةَ . قُرْآنًا : كِتَابًا . نَحْوَهُ .

اس روایت کی سند ما قبل کے ساتھ ملی ہوئی نہیں ہے، یہ علیحدہ ایک تعلق ہے اس روایت کے بارے میں امام بخاری کہتے ہیں کہ میرے استاذ حلیفہ (بن خیاط) نے یہ اضافہ کیا کہ یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا کہ ان اولئک السبعین من الانصار قتلوا بیئر معونہ ”یہ ستر صحابہ جو بیئر معونہ میں شہید کیے گئے تھے انصار میں سے تھے۔“

قرانا کتابا نحوہ: اوپر روایت میں حضرت انسؓ کا قول آیا تھا۔ وقرانا فیہم قرانا یہاں ”قرانا کتابا“ کہہ کر بتادیا کہ قرآن سے مراد کتاب اللہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان قراء کی شہادت کے بعد ان کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی۔ (۲۸)

ان مذکورہ چاروں روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے ”عبدالعزیز عن انس“ والی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ یہ قنوت قبل الركوع تھی اور ”قتادہ عن انس“ والی روایت میں ہے کہ یہ قنوت بعد الركوع تھی۔

دونوں روایتوں میں تطبیق واضح ہے کہ پہلی روایت میں جس قنوت کا ذکر ہے وہ قنوت وتر ہے اور دوسری روایت میں قنوت نازلہ مراد ہے اور قنوت نازلہ رکوع کے بعد ہوتی ہے، تیسری روایت میں ”صلاۃ الصبح“ کی تصریح ہے، آگے اسی باب میں ایک اور روایت آرہی ہے وہ فیصلہ کن درجہ میں ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت صبح ایک مہینے تک پڑھی گئی اور وہ قنوت نازلہ تھی، اور اس کے علاوہ جو قنوت ہوا کرتی ہے وہ قنوت وتر کہلاتی ہے جو قبل الركوع ہوتی ہے۔

(۳۸۶۴) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسٌ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالَهٗ ، أَخَا لِأُمِّ سَلِيمٍ ، فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا ، وَكَانَ رَئِيسَ الْمُشْرِكِينَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ ، خَيْرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ ، فَقَالَ : يَكُونُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَبِئْسَ أَهْلُ الْمَدْرِ ، أَوْ أَكُونُ خَلِيفَتَكَ ، أَوْ أَغْرُوكَ بِأَهْلِ غَطَفَانَ بِالْفِ وَالْفِ ؟ فَطَعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فَلَانٍ ، فَقَالَ : غَدَّةٌ كَغَدَّةِ الْبَكْرِ ، فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ فَلَانٍ ، أَتُونِي بِفَرَسِي . فَمَاتَ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ ، فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سَلِيمٍ ، هُوَ وَرَجُلٌ أُعْرَجٌ ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي فَلَانٍ ، قَالَ : كُونَا قَرِيبًا حَتَّى آتِيَهُمْ فَإِنْ آمَنُونِي كُنْتُمْ ، وَإِنْ قَتَلُونِي أَتَيْتُمْ أَصْحَابَكُمْ ، فَقَالَ : أَتُؤْمِنُونِي

(۲۸) چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:-

”راہ کتابا نحوہ“ غرضہ تفسیر القرآن بالکتاب کما ذکرناہ قولہ ”نحوہ“ ای نحو روایۃ عبدالاعلیٰ بن حماد عن یزید بن زریع الی

آخرہ۔ (وانظر عمدة القاری، ۱۶۰/۱۶)

أَبْلَغَ رِسَالَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ ، وَأَوْمُوا إِلَى رَجُلٍ ، فَأَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ نَطَعَنَهُ ،  
- قَالَ هَمَامٌ أَحْسِبُهُ - حَتَّى أَنْفَذَهُ بِالرُّمْحِ ، قَالَ : اللَّهُ أَكْبَرُ ، فُزْتُ وَرَبَّ الْكَعْبَةِ ، فَلُحِقَ  
الرَّجُلُ ، فَقَتِلُوا كُلَّهُمْ غَيْرَ الْأَعْرَجِ ، كَانَ فِي رَأْسِ جَبَلٍ ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا ، ثُمَّ كَانَ مِنَ  
الْمَذُوحِ : إِنَّا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِي عَنَّا وَأَرْضَانَا . فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا ، عَلَى  
رِجْلِ وَذَكَوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَعُصَيْبَةَ ، الَّذِينَ عَصَوْا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں کو جو ام سلمہ  
کے بھائی تھے ستر سواروں میں بھیجا۔ مشرکین کا سردار عامر بن طفیل تھا یہ مدینہ منورہ آیا تھا اس نے اور  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا تھا چنانچہ اس نے کہا۔

يَكُونُ لِكِبِ أَهْلِ السَّهْلِ وَلِي أَهْلِ الْمَدِينَةِ ، وَأَوَّارِ بَاهِلِ غَطَفَانَ بِالْفِ وَالْفِ  
”دیہات پر آپ کی حکومت اور شہروں پر میری حکومت ہوگی یا آپ کے بعد آپ کا جانشین میں  
ہوں گا (اگر ان دونوں باتوں میں کوئی منظور نہیں تو) پھر غطفان کے ہزاروں لوگوں کو لے کر آپ سے جنگ  
کروں گا۔“

### بالف والف

اس کا ایک مطلب تو یہ لیا جاتا ہے کہ ایک ہزار سوار ہوں گے اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک  
مطلب یہ لیا جاتا ہے ایک ہزار گھوڑے سرخ ہوں گے اور ایک ہزار گھوڑے سرخ و سفید ہوں گے ، اور ظاہر  
ہے کہ جب دو ہزار گھوڑے ہوں گے تو دو ہزار سوار بھی ہوں گے۔ (۲۹) مقصد یہ ہے کہ بڑی طاقتور فوج  
لے کر آپ سے جنگ کروں گا۔

فَطَعَنَ عَامِرُ فِي بَيْتِ امِّ فُلَانٍ فَقَالَ : غَدَاةُ كَعْدَةِ الْبَكْرِ  
”پھر عامر ام فلاں کے گھر میں طاعون میں مبتلا ہوا، کہنے لگا جیسے جوان اونٹ کے بدن میں بڑی  
گھٹی اور پھوڑا لگتا ہے اس کے جسم میں بھی ایسا پھوڑا لگا ہے۔“

فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِنْ آلِ بَنِي فُلَانٍ  
یہاں تو وضاحت نہیں ہے لیکن اہل سیر نے روایت نقل کی ہے کہ آل سلول کی ایک عورت کے گھر  
میں اس کو طاعون کی گھٹی لگی تھی۔ (۳۰) چنانچہ جب وہ مرنے کے قریب ہو گیا تو اس نے کہا ”میرا گھوڑا

لاؤ (میں بستر پر نہیں مروں گا) اور سوار ہو کر گھوڑے کی پیٹھ پر ہی مرا۔ یہ روایت عزوۃ بزمعونہ کے قصے سے متعلق ہے لیکن چونکہ بزمعونہ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا اسل قاتل عامر بن طفیل تھا اس لیے جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں اس کا قصہ بیان کر دیا گیا۔

فانطلق حرام۔ اخوام سلیم۔ وهورجل اعرج ورجل من بنی فلان یہاں عبارت میں غلطی ہو گئی ہے، صحیح عبارت ہے: فانطلق حرام هو ورجل اعرج ورجل من بنی فلان یہ ”واو“ ”هو“ کے بعد ہے کیونکہ ”وهورجل اعرج“ اگر پڑھیں گے تو دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

① ایک یہ کہ اس صورت میں حضرت حرامؓ کا اعرج ہونا ثابت ہوگا حالانکہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ اعرج نہیں تھے۔

② دوسری یہ کہ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ ایک حضرت حرامؓ تھے جو کہ اعرج تھے اور ایک آدمی بنی فلاں میں سے گئے، حالانکہ جانے والے تین آدمی ہیں۔ ایک حضرت حرام بن ملحان، دوسرے رجل اعرج جن کا نام کعب بن زید بتایا گیا ہے اور تیسرے شخص منذر بن محمد تھے۔

چنانچہ آگے روایت میں حضرت حرامؓ کا قول ”کونا قریبا“ (تم دونوں قریب رہو) اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپؓ کے ساتھ دو آدمی اور تھے، نیز ایک دوسری روایت میں ہے۔ فانطلق حرام ورجلان معہ، رجل اعرج ورجل من بنی فلان اس لیے ”واو“ ”هو“ کے بعد ہونا چاہیے لیکن غلطی سے ”واو“ کو مقدم کر دیا گیا۔ (۳۱)

آگے روایت میں وہی بات ہے کہ عامر بن طفیل کے پاس جب حضرت حرام بن ملحانؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر پہنچے تو حضرت حرامؓ وہاں شہید کر دیئے گئے اور رعل و ذکوان اور عصیہ نے مل کر بزمعونہ میں دیگر صحابہ کو بھی شہید کر دیا۔

### فلحق الرجل

① اس میں ایک صورت تو یہ ہے کہ ”لحق“ کو معروف پڑھا جائے اور ”الرجل“ سے مراد وہ کافر لیا جائے جس نے حضرت حرامؓ کو نیزہ مار کر شہید کیا اور پھر اپنے کافر ساتھیوں سے جا ملا یعنی ”لحق الرجل بالمشرکین بعد قتل حرام بن ملحان“

② دوسری صورت یہ ہے کہ ”لحق الرجل“ میں ”الرجل“ سے مراد حضرت حرامؓ کا رفیق ہو کہ وہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد اپنے مسلمان ساتھیوں سے جا ملے یعنی ”لحق الرجل

بالمسلمین“

● تیسری صورت یہ ہے کہ ”لحق“ کو بہول پڑھا جائے اور ”الرجل“ سے مراد حضرت حرامؓ ہوں اس صورت میں مطلب ہوگا کہ جب حضرت حرامؓ کو نیزہ مارا گیا تو آپ نے ”اللہ اکبر“ فرزت، ورب الکعبۃ“ کہہ کر انتقال فرمایا اور موت کی آغوش میں چلے گئے یعنی ”لحق الرجل بالموت“

● ایک اور صورت ہے کہ ”الرجل“ (جیم کے سکان کے ساتھ) ”اجل“ کی جمع ہو اور ”رجل“ سے مشرکین کی جماعت مراد لی جائے، اس صورت میں مطلب ہوگا۔ لحق الرجل المشرکون بالمسلمین فقتلواہم ”یعنی مشرکین کی پیدل جماعت مسلمانوں کے ساتھ مل گئی اور ان کو شہید کر دیا“ - (۲۲)

(۳۸۶۵) : حَدَّثَنِي حَبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ : حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَمَّا طُبِنَ حَرَامٌ بْنُ مِلْحَانَ ، وَكَانَ خَالَهُ ، يَوْمَ بَيْرِ مَعُونَةَ ، قَالَ بِالدَّمِ هَكَذَا ، فَضَحَّحَهُ عَلَى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ ، ثُمَّ قَالَ : فُرْتُ وَرَبَّ الْكَعْبَةِ . [ر : ۹۵۷ ، ۲۶۴۷]

اس روایت میں ہے کہ جب حضرت حرامؓ کو بئر معونہ کے موقع پر نیزہ مارا گیا۔

قال بالدم هكذا، یعنی فعل بالدم هكذا

خون کو انہوں نے اپنے چہرے اور سر پر مل لیا اور کہا کہ ”فرزت ورب الکعبۃ“ حضرت حرامؓ نے اپنی مظلومیت کو اللہ کے سامنے ظاہر کرنے کے لیے اور خون آلود چہرے اور سر کے ساتھ اللہ کے دربار میں پیش ہونے کے لیے یہ صورت اختیار کی۔

۳۸۶۷/۳۸۶۶ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَسْتَأْذِنُ النَّبِيَّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخُرُوجِ حِينَ أَشْتَدَّ عَلَيْهِ الْأَذَى ، فَقَالَ لَهُ : (أَقِمِ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَتَطْمَعُ أَنْ يُؤْذَنَ لَكَ ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنِّي لَأَرْجُو ذَلِكَ) . قَالَتْ : فَانْتَظَرَهُ أَبُو بَكْرٍ ، فَاتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ظَهْرًا ، فَناداهُ فَقَالَ : (أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ) . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ ، فَقَالَ : (أَشَعْرَتُ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ الصُّحْبَةُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الصُّحْبَةُ)

قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، عِنْدِي نَاقَتَانِ ، قَدْ كُنْتُ أُعَدِّدُهُمَا لِلْخُرُوجِ ، فَأَعْطَى النَّبِيَّ ﷺ إِحْدَاهُمَا - وَهِيَ الْجَدْعَاءُ - فَرَكِبَهَا ، فَأَنْطَلَقَا حَتَّى أَتَيَا الْغَارَ - وَهُوَ بِشُورٍ - فَتَوَارَبَا فِيهِ ، فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخِي عَائِشَةَ لِأُمِّهَا ، وَكَانَتْ لِأَبِي بَكْرٍ مِئْذَةً ، فَكَانَ يَرُوحُ بِهَا وَيَعْدُو عَلَيْهِمْ وَيُضْبِحُ ، فَيَدْلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ ، فَلَا يَقْطَنُ بِهِ أَحَدٌ مِنَ الرُّعَاءِ ، فَلَمَّا خَرَجَ خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتَّى قَدِمَا الْمَدِينَةَ ، فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بَيْرِ مَعُونَةَ .

(۳۸۶۷) : وَعَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ : قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ : فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ : لَمَّا قُتِلَ الَّذِينَ بَيْرِ مَعُونَةَ ، وَأَمِيرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ ، قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ : مَنْ هَذَا؟ فَأَشَارَ إِلَى قَتِيلٍ ، فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ : هَذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ ، فَقَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ ، حَتَّى إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ، ثُمَّ وُضِعَ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ خَبَرَهُمْ فَتَعَاهَمُ ، فَقَالَ : (إِنَّ أَصْحَابَكُمْ قَدْ أُصِيبُوا ، وَإِنَّهُمْ قَدْ سَأَلُوا رَبَّهُمْ ، فَقَالُوا : رَبَّنَا أَخْبِرْنَا عَنَّا إِخْوَانَنَا بِمَا رَضِينَا عَنْكَ وَرَضَيْتَ عَنَّا ، فَأَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ) . وَأُصِيبَ يَوْمَئِذٍ فِيهِمْ عُرْوَةُ بْنُ أُسَامَةَ ابْنِ الصَّلْتِ فَسَمِيَ عُرْوَةَ بِهِ ، وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ بِهِ مُنْذِرًا . [ر : ۴۶۴]

حدثنا عبيد بن اسماعيل حدثنا ابو اسامة....

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ پر مکہ میں کفار کی جانب سے تکالیف اور ایذائیں سخت ہو گئیں تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت مانگی۔ یہ اس واقعہ کے بعد کا واقعہ ہے جب حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکلے تھے اور ابن الدغنة آپ کو واپس لے کر آئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، ”ٹھہرو، ابھی نہ جاؤ“ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ کو اس بات کی امید ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کو مکہ سے نکلنے کی اجازت دی جائیگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں مجھے امید ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ انتظار کرنے لگے، ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس گھر میں آئے اور فرمایا اُخْرِجْ، اُخْرِجْ مِنْ عِنْدِكَ یہاں پہلے ”اُخْرِجْ“ ہے، اس کے بعد ”اُخْرِجْ مِنْ عِنْدِكَ“ ہے۔ لیکن حافظ اور عینی نے جو روایت نقل کی ہے اس میں صرف ”اُخْرِجْ مِنْ عِنْدِكَ“ ہے (۳۳) اور یہی ظاہر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آپ کے پاس ہیں، ان کو آپ نکال دیکھئے اور اگر ”اُخْرَج“ والی روایت درست ہے تو کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ذرا باہر آؤ اور جو لوگ آپ کے پاس ہیں ان کو علیحدہ کر دو“ مقصد یہ تھا کہ ہماری بات کوئی اور آدمی نہ سن لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ”حضرت! میرے پاس تو میری دو بیٹیاں ہیں“ جو ہماری رازدار ہیں اور جن سے کسی بات کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”آپ کو معلوم ہے کہ مجھے مکہ سے ہجرت کرنیکی اجازت دیدی گئی ہے“ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ”الصحبة“ یعنی میں رفاقت کی درخواست کرتا ہوں۔

پہلے بھی درخواست کر رکھی تھی اور پہلے سے یہ بات متعین تھی کہ ساتھ چلیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی واسطے بتانے آئے تھے کہ اب چلنا ہے لیکن ادب کی رو سے حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ درخواست پیش کی۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الصحبة

”الصحبة“ یا تو منصوب ہے یعنی اختر الصحبة اور یا مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر اس کی محذوف ہے یعنی ”لک الصحبة“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں، میں نے ان کو سفر کے لیے تیار کیا ہوا ہے چونکہ انتظار تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ملے گی اور پھر ساتھ سفر کریں گے تو ایک اونٹنی آپ کے لیے اور ایک اونٹنی اپنے لیے انہوں نے تیار کی ہوئی تھی، چنانچہ ایک اونٹنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی، یہاں نہیں ہے، دوسری جگہ آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس کی قیمت لے لو“ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قیمت کے قبول کرنے سے معذرت کی تو آپ نے اصرار کیا اور وجہ یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ ہجرت جیسا مقدس عمل اپنے خرچ اور ذاتی مال سے کیا جائے حضرت ابوبکرؓ کو تو چونکہ آپ کی خوشنودی مطلوب تھی اس لیے انہوں نے قیمت قبول کی۔

وہی الجدعاء

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں میں ایک اونٹنی کا نام ”قصواء“ آتا ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو اونٹنی آپ کی خدمت میں پیش کی تھی وہی ”ناقہ قصواء“ تھی، (۱) لیکن

یہاں روایت میں ہے کہ وہ ”جدعاء“ تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ”جدعاء“ اس لیے تھی کہ اس کے کان کٹے ہوئے تھے۔ علامہ قسطلانی نے کہا کہ اس کے کان کٹے ہوئے نہیں تھے بلکہ اس کا نام ہی ”جدعاء“ تھا۔ چنانچہ اپنی اپنی اونٹنیوں پر دونوں رات کے وقت اندھیرے میں سوار ہوئے اور چل دیئے، جبل ثور کے ایک غار میں پہنچے اور دونوں حضرات اس میں چھپ گئے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تحفظ کی غرض سے غار کے اندر روپوش ہو جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسباب کو اختیار کرنا تو کل کے خلاف نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لیے حفاظت کا یہ طریقہ اختیار کیا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں تین دن تک روپوش رہے۔ (۲)

### مولانا قاسم نانوتویؒ کا جذبہ اتباعِ سنت

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ جب انگریزوں کے مقابلے میں ان حضرات نے جو جہاد کیا تھا اس میں ناکامی ہوئی تو انگریزوں نے کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، اس موقع پر انگریزوں نے ہزاروں علماء کو قتل کیا، چوراہوں پر ان کو سولی کے تختوں پر لٹکایا اور بعض کو خنجر کی کھال میں زندہ سی کر زمین میں دفن کیا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو انگریزوں کے خلاف شمشیر برہنہ تھے اور انہوں نے عملی طور پر ان کے خلاف قتال اور جہاد کیا تھا، ان کی گرفتاری کے لیے انگریزوں نے کوشش شروع کی، لوگوں نے مولانا کو مشورہ دیا کہ آپ روپوش ہو جائیں چنانچہ لوگوں کے بہت اصرار پر مولانا نے صرف تین دن روپوشی اختیار کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تین دن کی ہے، اور تین دن کے بعد وہ پھر باہر آگئے، لوگ بہت اصرار کرتے تھے اور روپوشی کے جواز میں کوئی اشکال ہی نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود اتباعِ سنت کا غلبہ اتنا تھا کہ انہوں نے تین دن سے زیادہ روپوشی کو برداشت نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حکومت کو اطلاع دی گئی کہ مولوی قاسم صاحب فلاں جگہ موجود ہیں گرفتاری کے لیے سرکاری کارندے آگئے اور مولانا بھی مل گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے کیا جرأت عطا فرمائی تھی اور کیا حوصلہ اور دلیری ان کو ملی تھی کہ وہ اہلکار جب گرفتار کرنے کے لیے پہنچے تو چونکہ وہ مولانا کی شکل و صورت سے واقف تھے نہیں، اس لیے مولانا ہی سے آکر پوچھا کہ ”مولوی قاسم کہاں ہیں؟“ مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے ایک دو قدم آگے بڑھے اور فرمایا کہ ابھی تو یہاں تھے، وہ سمجھے کہ کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ کہہ رہے ہیں اور اس دوسرے آدمی کو نہ پا کر وہ اہلکار ناکام واپس ہوئے اور اس طرح مولانا گرفتاری سے بچ گئے۔



ایک مرتبہ مولانا دیوبند کے قریب اپنے لھیتوں میں ایک مکان میں مقیم تھے ، اطلاع ہو گئی کہ مولانا فلاں جگہ موجود ہیں ، گرفتار کرنے والا عملہ پہنچ گیا ، مولانا موجود تھے ، ملاقات ہوئی ، ان لوگوں نے کہا کہ مولوی قاسم صاحب کہاں ہیں؟ مولانا قاسم نانوتوی نے فرمایا کہ ”مولوی قاسم صاحب سے ملتے رہنا، بیٹھو چائے پیو، جلدی کس بات کی ہے۔“ انہیں بٹھایا اور ان کی خاطر مدارات کی ، وہ لوگ سمجھے کہ یہ شخص اس قدر بے جھجک ہم سے مل رہا ہے اور ہماری تواضع بھی کر رہا ہے تو یقیناً یہ کوئی دوسرے آدمی ہے اور مولانا کوئی دوسرے آدمی ہوں گے ، اس طرح وہ اٹھ کر چلے گئے اور مولانا گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

بات مولانا قاسم نانوتوی کی اتباع سنت کی ہو رہی تھی ، حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کو بخار ہو جائے تو وہ نہر میں جائے اور صبح سویرے پانی کے بہاؤ کے رخ پر کھڑے ہو کر غسل کرے تو چند مقررہ دنوں تک ایسا کرنے سے بخار سے آفاق ہو جائے گا ، مولانا کو جب بھی بخار آتا تھا تو باوجود اس کے کہ دیوبند کے قریب میں نہر نہیں تھی لیکن مولانا کئی میل دور جا کر نہر میں غسل کرتے تھے اور شفا یاب ہوتے تھے کہ حدیث شریف میں یہ علاج بتایا گیا ہے لیکن یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے ، بلکہ یہ پختہ درجے کے نسیں کی بات ہے وہ یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی کو عطا فرمادیں تو اس کے مطابق ثمرات اور آثار بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

#### فکان عامر بن فہیرہ غلاماً لعبد اللہ بن الطفیل

عامر بن فہیرہ عبد اللہ بن طفیل بن سخبرہ کے غلام تھے۔ یہاں یہ نقل کیا گیا ہے لیکن رجال کی کتابوں میں عام طور پر یہ لکھا ہے کہ یہ عبد اللہ بن طفیل نہیں ہیں بلکہ طفیل بن عبد اللہ ہیں یہاں قلب ہو گیا ہے۔ (۴) یہ عبد اللہ بن سخبرہ حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومان کے پہلے شوہر تھے ، عبد اللہ بن سخبرہ حضرت ابوبکرؓ کے حلیف تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو ام رومان سے حضرت ابوبکرؓ نے شادی کی ، ان سے حضرت عائشہؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے ، طفیل بھی ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے لیکن وہ پہلے شوہر عبد اللہ بن سخبرہ کے بیٹے ہیں تو اس طرح طفیل حضرت عائشہؓ کے ماں شریک بھائی ہیں ، عامر بن فہیرہ طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے ، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو خرید لیا تھا اور پھر آزاد کر دیا تھا ، حضرت ابوبکرؓ کے یہاں دودھ والی اونٹنی تھی ، عامر بن فہیرہ اس اونٹنی کو چرانے کے لیے بنام کو جنگل کی طرف لے جایا کرتے تھے ، رات بھر جنگل میں رہ کر صبح کو کہہ میں واپس لایا کرتے تھے ، آخر شب میں اونٹنی سے دودھ نکال کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے جاتے اور ان کو دودھ پلا کر واپس ہوتے ، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد غار ثور سے نکلے اور مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو عامر بن فہیرہ بھی سفر ہجرت میں ساتھ تھے اور یہ دونوں حضرات اپنی اپنی اونٹنیوں پر ان کو یکے بعد دیگرے بٹھایا کرتے تھے ،

حضرت ابو بکر صدیقؓ ظاہر ہے کہ ان کو مستقل طور پر اپنی اونٹنی پر بٹھانے کے لیے راضی تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مجھے بھی اس کا اجر ملنا چاہیے یہاں تک کہ تینوں حضرات مدینہ پہنچ گئے۔

فقتل عامر بن فہیرۃ یوم بئر معونۃ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مقصد یہی جملہ ہے کہ غزوۃ بئر معونہ میں حضرت عامر بن فہیرہ شہید کیے گئے تھے باقی ہجرت کے قصے کا تعلق غزوۃ بئر معونہ سے نہیں ہے۔

وعن ابی اسامۃ قال: قال ہشام بن عروہ فاخبرنی ابی، قال: لما قتل الذین بئر معونۃ.... الخ  
یہ ما قبل کی سند کے ساتھ ہے لیکن اس کو علیحدہ ذکر اس لیے کیا کہ آگے جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس میں بئر معونہ کا ذکر ہے اور ما قبل میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں صرف ہجرت کا ذکر ہے، حضرت عامر بن فہیرہ ہجرت کے واقعہ میں بھی شریک تھے اور بئر معونہ کے واقعہ میں بھی۔ البتہ پہلی روایت موصولہ تھی اور یہ روایت مرسلہ ہے، یہاں ہشام بن عروہ حضرت عروہ سے نقل کر رہے ہیں اور حضرت عروہ تابعی ہیں، صحابی کا واسطہ ذکر نہیں کیا گیا، ان دونوں روایتوں کے اس فرق کو بھی ظاہر کرنا مقصود تھا اس لیے علیحدہ طور پر ”وعن ابی اسامۃ“ سے سند کو ذکر کیا، حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ میں ستر قراء شہید کر دیئے گئے اور عمرو بن امیہ ضمیری قید کر لیے گئے، عامر بن طفیل نے ایک قتیل کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں، عامر بن طفیل نے کہا۔

لقد رایتہ بعد ما قتل رفع الی السماء حتی انی لانظر الی السماء بینہ و بین الارض، ثم وضع  
”میں نے انہیں دیکھا جب یہ قتل کر دیئے گئے تو ان کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی، یہاں تک کہ میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ لاش اس کے اور زمین کے درمیان معلق ہے، پھر وہ لاش زمین پر رکھ دی گئی۔“

یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ لاش زمین پر رکھ دی گئی، لیکن بعض اہل سیر نے نقل کیا ہے کہ وہ لاش پھر زمین کی طرف نہیں آئی۔ (۵)

وامسبب فیہم یومئذ عروہ بن اسماء بن الصلت فسمی عروہ بن منذر بن عمرو وسمی بہ منذر  
عروہ بن اسماء بن الصلت ان قراء سبعین میں شہید ہوئے تھے تو عروہ بن زبیر کا نام اسی عروہ بن اسماء کے نام پر رکھا گیا (اس لیے کہ بزرگوں کے نام پر بچوں کا نام تبرکاً رکھتے ہیں لیکن ایک نکتہ اور بھی ہے کہ وہ عروہ بن اسماء بن الصلت تھے اور حضرت عروہ کی والدہ کا نام بھی ”اسماء بنت ابی بکر“ تھا، ان کے والد کا نام اسماء تھا اور ان کی والدہ کا نام اسماء ہے) اسی طرح شہداء میں ایک منذر بن عمرو بھی تھے حضرت زبیرؓ

کا ایک اور بیٹا ہوا انہوں نے اس کا نام (ان شہید کے نام پر) مندر رکھا۔

۳۸۷۰/۳۸۶۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ ، عَنْ أَبِي جَلْزِ ،  
عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا ، يَدْعُو عَلَى رِغْلِ وَذَكَوَانَ  
وَيَقُولُ : (عُصْبَةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ) .

(۳۸۶۹) . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ،  
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : دَعَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا - يَعْنِي أَصْحَابَهُ - بِبِرِّ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ  
صَبَاحًا ، حِينَ يَدْعُو عَلَى رِغْلِ وَلَحْيَانِ : (وَعُصْبَةُ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ) . قَالَ أَنَسٌ :  
فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا - أَصْحَابَ بَيْرِ مَعُونَةَ - قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدُ :  
بَلَّغُوا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ .

(۳۸۷۰) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ قَالَ :  
سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ فِي الصَّلَاةِ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ ، فَقُلْتُ : كَانَ قَبْلَ  
الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ ؟ قَالَ : قَبْلَهُ ، قُلْتُ : فَإِنَّ نَدَاءَ أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهُ ، قَالَ :  
كَذَبَ ، إِنَّمَا قَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا : إِنَّهُ كَانَ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ ،  
وَهُمْ سَبْعُونَ رَجُلًا ، إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ قَبْلَهُمْ ، فَظَهَرَ  
هُؤُلَاءِ الَّذِينَ كَانُوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ ، فَقَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا  
يَدْعُو عَلَيْهِمْ . [ ر : ۹۵۷ ، ۲۶۴۷ ]

قنوت فی الصلاة کے بارے میں یہ وہ فیصلہ کن روایت ہے جس کا ذکر ما قبل میں آیا تھا، اس میں  
تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد قنوت صرف ایک مہینہ تک پڑھی جس میں آپ  
ان مشرک قبائل کے حق میں بددعا کیا کرتے تھے جنہوں نے بئر معونہ میں ستر صحابہ کو شہید کیا تھا۔ (قنوت  
کے متعلق فقہی اختلاف کے لیے کتاب الصلوٰۃ کی مراجعت فرمائیں۔)

## باب : غزوة الخندق ، وهي الأحزاب .

قال موسى بن عقیبة : كانت في شوال سنة أربع .

۳۸۷۱ : حدثنا يعقوب بن إبراهيم : حدثنا يحيى بن سعيد ، عن عبيد الله قال : أخبرني نافع ، عن ابن عمر رضي الله عنهما : أن النبي ﷺ عرضة يوم أحد ، وهو ابن أربع عشرة سنة ، فلم يجزه ، وعرضه يوم الخندق ، وهو ابن خمس عشرة سنة ، فأجازه . [ ر : ۲۵۲۱ ]

## غزوة خندق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے نکالا تو اس قبیلہ کی ایک جماعت جا کر خیبر میں آباد ہوئی اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئی۔ مسلمانوں کو جب غزوة احد میں شکست ہوئی تو ان یہودیوں کو سازش کا بڑا اچھا موقع ملا، چنانچہ ان کے سرداروں میں سے جسی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع مکہ معظمہ گئے اور قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا، کنانہ بن ربیع نے جا کر بنی غطفان کے لوگوں سے کہا کہ خیبر کے نخلستانوں کی سالانہ کھجوروں میں سے نصف حصہ ہم تم کو دیا کریں گے بشرطیکہ تم مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس لالچ میں آ کر یہ لوگ بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے، بنو اسد بنو غطفان کے حلیف تھے، بنو غطفان نے ان کو ساتھ دینے کے لیے کہا، وہ بھی تیار ہو گئے، اسی طرح بنو سلیم اور بنو سعید بھی تیار ہو گئے۔ (۱۰) چنانچہ یہ دس ہزار کے قریب ایک لشکر جرار تیار ہو گیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا، اس میں قریش کے چار ہزار آدمی تھے، ان کے پاس تین سو گھوڑے اور ایک ہزار پانچ سو اونٹ تھے، اوسفیان پورے لشکر کی قیادت کر رہا تھا اور احد کے قریب جا کر انہوں نے پڑاؤ ڈالا۔ (۱۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، مدینہ منورہ کے تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے، ادھر سے حملہ کرنا تو کفار کے لیے مشکل تھا، صرف شام کی جانب والا حصہ کھلا ہوا تھا اور دشمن کو اسی طرف سے

(۱۰) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۱۲۲ / ۲ - وطبقات بن سعد: ۲ / ۶۵ ، وزاد المعاد: ۱۳ / ۲۷۰ (۱۱) طبقات بن سعد: ۲۰ / ۶۶

حمل کرنا تھا چنانچہ آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے کو قبول کیا اور اس جانب خندق کھودنے کا آغاز ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ہزار صحابہ خندق کی کھدائی میں شریک ہوئے، آپ نے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی، خندق کا عمق پانچ گز کے قریب رکھا گیا اور اس کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود خندق کھودنے میں شریک تھے، انصار و مہاجرین سب ملکر رجزیہ اشعار پڑھتے اور اپنے اپنے حصہ کی کھدائی میں لگے رہتے، بعض صحابہ جب اپنے حصہ سے جلد فارغ ہو گئے تو وہ دوسرے صحابہ کے ساتھ ان کے حصے میں شریک ہو گئے۔ (۱۲) اس طرح ابن سعد کے بیان کے مطابق چھ دن میں یہ خندق تیار ہوئی، (۱۳) اس میں اور بھی روایتیں ہیں، بعض کے نزدیک پندرہ دن، بعض کے نزدیک بیس دن ایک روایت میں چوبیس دن اور ایک روایت میں ایک ماہ کا عرصہ بھی بتایا گیا ہے۔ علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ اصل میں خندق کھودنے میں تو صرف چھ دن لگے تھے البتہ کل مدت حصار بیس دن ہے۔ (۱۴)

یہ سخت سردی کا موسم تھا، تیز ٹھنڈی ہواؤں کے ہتھکڑ چل رہے تھے اور قحط کا زمانہ تھا، کئی دن مسلمان فاقے سے رہے، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے لیکن اسلام کے لیے قربانی کا ایک جذبہ تھا جس کی وجہ سے دنیا کی ہر تکلیف کو اسلام کی خاطر برداشت کرنا ان کے لیے آسان تھا۔

مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوئے تو کفار کا لشکر پہنچ گیا اور احد کے قریب آ کر کفار نے پڑاؤ ڈالا، مسلمان کوہ سلع کے قریب جا کر ٹھہرے، عورتوں اور بچوں کو محفوظ قلعوں میں بکھینچنے کا حکم دیا گیا اور چند صحابہ کو ان کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ (۱۵)

لشکر کفار نے آ کر جب خندق دیکھی، اس چیز سے ان کو پہلے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا اس لیے ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیسے حملہ کیا جائے، صرف ایک صورت تھی تیر اندازی کی، چنانچہ دونوں طرف سے تیر اندازی ہوتی رہی اسی تیر اندازی میں حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہوئے تھے جس کی وجہ سے وہ بعد میں انتقال فرمائے تھے۔

یہ سلسلہ بیس دن تک اور بعض کے نزدیک ایک ماہ تک جاری رہا، کفار نے کئی تہذیبوں کو چیل

(۱۲) ابن اثیر نے لکھا ہے کہ خندق کی کھدائی کی تقسیم کے وقت مہاجرین اور انصار میں حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں اختلاف ہو گیا، ہر فریق ان کو اپنے ساتھ ملانے پر معر تھا، مہاجرین کا دعویٰ تھا کہ وہ مہاجر ہیں لہذا ان کو ہمارے ساتھ ہونا چاہیے، انصار ان کو انصاری کہہ کر اپنے ساتھ رکھنا چاہ رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سلمان منا اهل البیت" سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ (دیکھیے الکامل للکن اثیر: ۱۲/۱۲)

(۱۳) دیکھیے طبقات بن سعد: ۶۷/۲ (۱۴) سیرۃ مصطفیٰ: ۱۱۱/۲۔ بحوالہ زرقلنی: ۱۱۰/۲۔ (۱۵) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۱۳۱/۳

لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی، بالآخر ایک دن انہوں نے مشورہ کیا کہ آج مل کر ایک عام اور سخت حملہ کیا جائے۔ چنانچہ کفار نے ایک زبردست حملہ کیا تیروں اور پتھروں کی بارش کردی اور عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود اور اس کے ساتھ عکرمہ بن ابی جہل، نوفل بن عبد اللہ اور ضرار بن خطاب وغیرہ نے ایک جگہ سے خندق عبور کر کے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی، عمرو بن عبدود بدر میں زخمی ہوا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لے لوں اس وقت تک سر میں تیل نہیں لگاؤں گا، عمرو بن عبدود کے مقابلے میں حضرت علیؑ نکلے (۱۶) عمرو نے کہا تم چھوٹے ہو، ابھی تمہیں زندگی کی کچھ بہاریں دیکھنی ہیں، اس لیے واپس چلے جاؤ، کسی بڑے آدمی کو میرے مقابلہ میں لاؤ میں تمہارے قتل کو پسند نہیں کرتا، حضرت علیؑ نے فرمایا ”لیکن میں تو تمہارے قتل کو پسند کرتا ہوں“ اس کی وجہ سے عمرو طیش میں آگیا اور گھوڑے سے اتر کر حضرت علیؑ پر وار کیا، حضرت علیؑ نے اس کا وار سپر سے روکا لیکن پیشانی پر زخم آیا، جواب میں حضرت علیؑ نے وار کیا، پہلے ہی وار میں اس کو جہنم رسید کیا اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے فتح کا اعلان کیا۔ (۱۷) عمرو کی موت دیکھ کر اس کے ساتھ آنے والے باقی لوگ بھاگے، نوفل بن عبد اللہ بھاگتے ہوئے خندق میں جاگرا، حضرت علیؑ نے اتر کر اس کا بھی کام تمام کیا۔ (۱۸) یہ دن بڑا سخت تھا، پورے دن تیر اندازی ہوتی رہی، کفار تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے، اس دن آپ سے مسلسل چار نمازیں قضا ہوئیں۔

محاصرہ بدستور جاری رہا کہ ایک دن نعیم بن مسعود اشجعیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایمان لاچکا ہوں میری قوم کو میرے ایمان لانے کا علم نہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں کوئی تدبیر کروں، آپ نے اجازت دی اور فرمایا کہ ”فان الحرب خدعة“ ”لڑائی تو حیلہ اور تدبیر ہی کا نام ہے“ (۱۹) ”نعیم بن مسعود اشجعیؓ قبیلہ بنی غطفان کے سردار تھے، قریش اور یہود دونوں کا ان پر اعتماد تھا،

(۱۶) ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب عمرو نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی تو حضرت علیؑ کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگے کہ میں مقابلہ کے لیے جاتا ہوں، آپ نے فرمایا ”یہ عمرو ہے“ مقصد یہ تھا کہ آپ کم سن ہیں اور وہ مشہور اور تجربہ کار پہلوان ہے، اس نے دوبارہ مسلمانوں کو لاکارا، حضرت علیؑ دوبارہ کھڑے ہوئے اور آپ سے اجازت چاہی، آپ نے دوبارہ وہی بات فرمائی، تیسری بار جب عمرو نے مقابلہ کی دعوت دی، تو حضرت علیؑ کھڑے ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ عمرو ہے“ حضرت علیؑ نے کہا اگرچہ عمرو ہے تاہم میں اس کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں، آپ نے اجازت دیدی، حضرت علیؑ نے اور اس کا کام تمام کر کے آئے (دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۱۰۶ / ۳)

(۱۷) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۱۲ / ۱۲۴

(۱۸) دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۱۰۷ / ۳۔ البتہ ابن سعد نے طبقات (۶۸ / ۲) میں لکھا ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ نے نوفل پر تلوار سے حملہ کر کے اس کے دو کھڑے کر دیئے تھے ممکن ہے حضرت علیؑ اور حضرت زبیرؓ دونوں نے اس کو قتل کیا ہو۔

(۱۹) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۱۲ / ۲۳۰۔ دزاد المعاد: ۱۲ / ۲۵

انہوں نے یہودیوں اور قریش میں پھوٹ ڈالنے کی ایک عجیب تدبیر کی اس طرح کہ پہلے یہود بنی قریظہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم لوگ لڑائی میں شریک تو ہو گئے، لیکن تم نے سوچا بھی ہے کہ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو قریش اور غطفان کے لوگ تو اپنے گھروں کو چلے جائیں گے لیکن تم کہاں جاؤ گے، تمہارا واسطہ تو یہیں مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہی رہے گا، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ بنی قریظہ نے کہا پھر کیا کرنا چاہیے؟ حضرت نعیم بن مسعودؓ نے کہا کہ پہلے اطمینان کر لو، قریش اور غطفان کے چند آدمی اپنے پاس رہن رکھو، اگر وہ رہن میں اپنے آدمی آپ کے پاس رکھوادیں تو جنگ میں شرکت کرو ورنہ نہیں، بنی قریظہ کو ان کی یہ بات پسند آئی اور سب نے کہا کہ قریش سے آدمیوں کے رہن رکھنے کا مطالبہ کرنا چاہیے، حضرت نعیمؓ وہاں سے پھر قریش کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہود مسلمانوں کے ساتھ جنگ پر پشیمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کر کے آپ کے حوالے کردیں تو کیا آپ راضی ہو جائیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کر دی ہے، چنانچہ اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے رہن میں کچھ آدمی طلب کریں گے اور ان کو مسلمانوں کے حوالے کردیں گے۔ (۲۰)

قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ جنگ کا محاصرہ کافی طویل ہو گیا ہے اب تم باہر نکلو تاکہ مل کر حملہ کریں، عکرمہ وہاں گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم جنگ میں اس وقت شرکت کریں گے جب تم اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس بطور رہن رکھو تاکہ ہمیں تمہاری طرف سے اطمینان ہو جائے اور کہیں تم ہمیں تنہا چھوڑ کر بھاگ نہ نکلو، اس جواب سے نعیم بن مسعودؓ کی بات کی صداقت کا قریش اور غطفان کو یقین ہو گیا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم رہن میں اپنے آدمی نہیں رکھوا سکتے اگر جنگ لڑنی ہے تو آ جاؤ، اس طرح احزاب کفار میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ جل شانہ نے ایک تیز آنہ بھی بھیجی جس نے لشکر کفار کے تمام خیمے اکھاڑ دیئے، ان کی طنابیں ٹوٹ گئیں، ہانڈیاں اور دیگر سازوسامان بکھر گیا جس کی وجہ سے کفار بدحواس ہوئے، گھبرا گئے اور بالآخر اوسنیان نے اعلان کیا کہ بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، ہمارے جانور ہلاک ہو گئے، آندھی نے ہمارے خیمے اور ان کی طنابیں اکھاڑ دیں لہذا فوراً واپس چلو، یہ کہتے ہی اوسنیان اونٹ پر سوار ہو گیا اور اس طرح قریش اور دوسرے سب لوگ روانہ ہو گئے۔ (۲۱)

صبح ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کہتے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے لا الہ الا اللہ

وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قذیر، آئبون ثابتون عابدون ساجدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ یہ بدھ کا دن تھا اور ذی قعدہ کی ۲۳ تاریخ تھی۔ (۲۳)

اس غزوہ میں چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ① حضرت سعد بن معاذؓ ② حضرت عبداللہ بن سہلؓ ③ حضرت انس بن اویسؓ ④ حضرت طفیل بن نعمانؓ ⑤ حضرت کعب بن زیدؓ ⑥ حضرت ثعلبہ بن عمروؓ

کفار کے تین آدمی قتل ہوئے۔ ① عمرو بن عبودؓ ② نوفل بن عبداللہؓ ③ عثمان بن منبہ (۲۳) غزوہ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔ (۲۴) اس غزوہ میں مسلمانوں کا شعار (علامتی لفظ) ”حَمَّ، لا ینصرون“ تھا۔ (۲۵)

حضرت حسان بن ثابتؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ غزوہ خندق میں اس قلعہ کی حفاظت پر مامور تھے جس میں عورتیں تھیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھی حضرت صفیہؓ نے ایک یہودی کو قلعہ کے ارد گرد چکر لگاتے دیکھا تو حضرت حسان سے کہا کہ اس کو قتل کر دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہماری مخبری کر دے، حضرت حسانؓ نے اس کو قتل کرنے سے معذرت کی، حضرت صفیہؓ خود خیمہ کی ایک لکڑی اٹھا کر اس یہودی کے تعاقب میں گئیں، اس کے سر پر وہ لکڑی مار کر اس کا کام تمام کیا اور آکر حضرت حسان سے کہا کہ اب اس کے ہتھیار تو اتار لاؤ، حضرت حسانؓ نے اس سے بھی معذرت کی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲۶)

لیکن علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں، ایک تو اس لیے کہ یہ منقطع الاسناد ہے اور دوسرے اس لیے کہ حضرت حسانؓ شعراء قریش کی مذمت میں شعر کہتے تھے اور جواب میں وہ بھی اشعار کہتے تھے تو حضرت حسانؓ اگر اتے ہی بزدل تھے تو ان کے مخالف شعراء اشعار میں ان کی اس بزدلی کا ذکر ضرور کرتے جبکہ ان کے خلاف کہے گئے اشعار میں ان کی بزدلی کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ (۲۷)

### غزوہ خندق کی تاریخ وقوع میں اختلاف

غزوہ خندق کے بارے میں ابن اسحاق، قتادہ اور عام اہل سیر و مغازی کی رائے یہ ہے کہ یہ سن ۵

(۲۲) طبقات بن سعد: ۴۰ / ۲ (۲۳) طبقات بن سعد: ۷۰ / ۲ - وکافل ابن اشیر: ۱۲۲ / ۲

(۲۴) البدایۃ والنہایۃ: ۱۰۲ / ۲ (۲۵) سیرۃ ابن ہشام: ۲۲۷ / ۲ - نیز دیکھیے زاد المعاد: ۲۳۳ / ۲

(۲۶) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۲۲۹ / ۲ (۲۷) دیکھیے الروض اللامع: ۱۹۲ / ۲ - ۱۹۳



ہجری کو پیش آیا ہے۔ (۶) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ سن ۴ ہجری میں پیش آیا ہے اور محمد بن حزم ظاہری کی بھی یہی رائے ہے یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ (۷) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے، ابن اسحاق کا قول نقل نہیں کیا۔

### وجہ تسمیہ!

غزوہ خندق کو غزوہ خندق اس لیے کہا جاتا ہے کہ جبل سلع کے سامنے آپ نے خندق کھدوائی تھی، پیچھے جبل سلع تھا، سامنے خندق تھی، اور اس کے آگے مشرکین کی جماعتیں بھڑکی ہوئی تھیں، اہل عرب کے یہاں خندق کھود کر دشمن کا راستہ روکنے کا طریقہ نہیں تھا البتہ ایرانیوں میں یہ طریقہ رائج تھا اور حضرت سلمان فارسیؓ کا تعلق چونکہ ایران سے تھا اس لیے وہ اس سے واقف تھے، چنانچہ انہوں نے اس کا مشورہ دیا اور آپ نے قبول فرمایا۔

اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے اور اپنے دفاع کی خاطر اگر دوسری قوموں کے ایجاد کردہ اسلحہ اور تدابیر کو اختیار کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ منوشہر بن ابیرج بن افریدیون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص تھا، سب سے پہلے اس نے خندق کا طریقہ جاری کیا تھا اور اس کے بعد پھر یہ مختلف اقوام میں جاری ہوا۔ (۸)

غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں، احزاب اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین مختلف قبائل کے لوگوں کو ساتھ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے آئے تھے جن کی تعداد دس ہزار تھی، جبکہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد کل تین ہزار تھی تو چونکہ احزاب کفار کا بڑا اجتماع اس میں ہوا تھا اس لیے اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔

حدثنا يعقوب بن ابراهيم حدثنا يحيى بن سعيد....

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی آپ نے ان کو اجازت نہیں دی پھر غزوہ خندق کے موقع پر آپ

(۶) زاد المعاد: ۲۶۹/۱ وصل فی غزوة الخندق

(۷) زاد المعاد: ۳۶۹/۳

(۸) چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔۔۔ و حفر الخندق لم يكن من عادة العرب ولكنه من مكاييد الفرس و حروبها.... و اول من خندق الخندق من

ملوك الفرس منذ مشى ابرج بن افریدیون.... (وانظر الروض الانف: ۱۸۷/۲)

کے سامنے پیش ہوئے اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے اجازت دیدی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے، اس روایت میں غزوہ احد کے موقع پر ان کی عمر چودہ سال بتائی گئی ہے اور غزوہ احد بالاتفاق ۲ ہجری میں پیش آیا ہے، اس کے بعد غزوہ خندق کے موقع پر ان کی عمر اس روایت میں پندرہ سال بتائی گئی ہے، معلوم ہوا کہ غزوہ خندق ۲ ہجری میں پیش آیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”کانت فی شوال سنۃ اربع“ کی تائید میں اس روایت کو پیش کیا ہے۔

① لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ عام اہل سیر و مغازی ۵ ہجری میں اس غزوے کے وقوع کے قائل ہیں، وہ اس روایت کے جواب میں کہتے ہیں کہ غزوہ احد کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر کے چودہویں سال کی ابتدا تھی اور غزوہ خندق کے موقع پر ان کی عمر کے پندرہویں سال کی انتہا تھی تو اس طرح دو سال کا فاصلہ ہو جائے گا اور ۵ ہجری میں اس کے وقوع سے روایت باب کے رو سے کوئی اعتراض لازم نہیں آئے گا۔

② بعض حضرات نے اس روایت کا یہ جواب دیا کہ غزوہ خندق میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر پندرہ سال سے زیادہ تھی لیکن شرکت جہاد کے لیے پندرہ سال کی عمر چونکہ شرط ہے اس لیے روایت میں پندرہ کا ذکر کر دیا، تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی عمر پندرہ سے زائد نہ ہو، (۹)

③ تیسری بات بعض حضرات نے یہ کہی کہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی اور اسی سال ربیع الاول سے پہلے جو محرم ہے اس سے سن ہجری کا حساب لگایا گیا، یہی عام علماء کا قول ہے البتہ یعقوب بن سفیان وغیرہ کا خیال ہے کہ تاریخ سن ہجری کی ابتدا کا حساب اگلے محرم سے لگایا گیا ہے، یعنی ہجرت کے دس ماہ بعد جو محرم ہے اس سے سن ہجری کی ابتدا ہوئی، اس لحاظ سے غزوہ بدر ایک ہجری میں، غزوہ احد ۲ ہجری میں اور غزوہ خندق ۳ ہجری میں ہوگا۔ تو جو لوگ غزوہ خندق کے ۳ھ میں وقوع کے قائل ہیں انہوں نے تاریخ ہجری کی ابتدا میں یعقوب بن سفیان کا قول اختیار کیا ہے اور جو حضرات ۵ ہجری میں اس کے وقوع کے قائل ہیں انہوں نے سن ہجری کی ابتدا میں جمہور علماء کا قول لیا ہے لہذا یہ کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے، سال وقوع کی تعیین پر تو سب متفق ہیں البتہ سن ہجری کی ابتدا میں اختلاف کی وجہ سے ۳ھ اور ۵ھ کا فرق پڑ گیا۔ (۱۰)

لیکن سن ہجری کی ابتدا میں یعقوب بن سفیان کی رائے ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس صورت میں ہجرت کے بعد کے دس ماہ سن ہجری میں شمار نہیں ہوں گے اور اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، لہذا ٹھیک بات وہی ہے کہ سن ہجری کی ابتدا ہجرت کے مہینے یعنی ربیع الاول سے پہلے والے محرم سے کی جائے۔ (۱۱)

(۹) مذکورہ دونوں توجیہات کے لیے دیکھیے زاد المعاد ج ۳۔ ص ۲۷۰۔ ودلائل نبوی: ۳۹۶-۳۹۷

(۱۰) دیکھیے تفصیل کے لیے دلائل نبوی: ۳۹۶/۳، باب التاريخ لغزوة الخندق، نیز البدایة والنهاية: ۹۳/۳-۹۳

(۱۱) البدایة والنهاية: ۹۳/۳

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ تاریخ ہجری کا اعتبار ربیع الاول ہی سے کرنا چاہیے کیونکہ یہی مہینہ ہجرت کا ہے۔ (۱۲) واللہ اعلم

۳۸۷۲ . حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَنْدَقِ ، وَهُمْ يَحْفِرُونَ ، وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادِنَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاعْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ) .

[ر : ۳۸۷۶]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خندق میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ، صحابہ خندق کھود رہے تھے اور ہم مٹی کو اپنے کندھوں پر رکھ کر منتقل کر رہے تھے ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة، فاغفر للمهاجرين والانصار۔

”اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے ، آپ مہاجرین و انصار کی مغفرت فرمادیجئے“ ۔

۳۸۷۳/۳۸۷۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَدِيٍّ وَ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ ، عَنْ حُمَيْدٍ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ ، فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَيْدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ ، قَالَ : (اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ . فَاعْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ) . فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

عبداللہ بن محمد مسندی بخاری کے استاذ ہیں ”حدیثنا ابواسحاق“ یعنی ”ابراہیم بن محمد بن حارث

فزازی“

آپ نے دیکھا کہ صحابہ سخت سردی کی صبح میں خندق کھود رہے ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشقت اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا۔

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة  
فاغفر للانصار والمهاجرة

صحابہؓ اس کے جواب میں کہتے تھے :

نحن الذين بايعوا محمدا  
على الجهاد ما بقينا ابدا

”ہم ہیں وہ لوگ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم باقی اور زندہ رہیں گے ، ہمیشہ آپ کے ساتھ ملکر جہاد کریں گے“

(۳۸۷۴) : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ  
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَخْفِرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِينَةِ ، وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ عَلَى  
مُتُونِهِمْ ، وَهُمْ يَسْأَلُونَ :

رَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيَْنَا أَبَدًا  
قَالَ : يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ ، وَهُوَ يُجِيبُهُمْ : (اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ . فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ  
وَالْمُهَاجِرَةِ) .

قَالَ : يُؤْتُونَ بِمِلءِ كَفِّي مِنَ الشَّعِيرِ ، فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةِ سِنْحَةٍ ، تُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْ الْقَوْمِ ،  
وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ ، وَهِيَ بَشْعَةٌ فِي الْحَلْقِ ، وَلَهَا رِيحٌ مُنْتِنٌ . [ر : ۲۶۷۹]

یو تین حمل ، کفی من الشعیر ، فیصنع لہم باہالہ سنحۃ توضع بین یدین القوم ، والقوم جیاع وہی  
بشعۃ فی الحلق ولہا ریح منتن

”نسرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مٹھی بھر کر جو ان صحابہ کو دئے جاتے تھے اور اس جو کو بدلودار  
چربی میں پکا کر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا وہ حضرات بھوکے ہوتے تھے اور وہ کھانا حلق میں ناگوار  
ہوتا تھا (لیکن بھوک کی وجہ سے پھر بھی مجبوراً کھاتے تھے....) اور اس میں بدلو بھی ہوتی تھی۔“ یصنع :  
یعنی یطبخ۔ اہالۃ : چربی کو کہتے ہیں بشعۃ : (بفتح الباء وکسر الشین) ایسی سڑی ہوئی چیز جو حلق میں اٹکتی ہو۔  
سِنْحَةٌ : (بفتح السین وکسر النون وفتح الخاء) بدلودار چیز کو کہتے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کے جوابات

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے

”وما علمناه الشعر وما ينبغي له“ اور یہاں حضور اکرم اشعار پڑھ رہے ہیں۔

① اس کا جواب امام نہبلی نے یہ دیا کہ اصل میں یہ اشعار نہیں ہیں رتڑ ہے اور علماء اشعار کے

نزدیک رتڑ اشعار میں داخل نہیں اس لیے یہ آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (۱۲)

② بعض حضرات نے کہا کہ آیت میں جو بات ارشاد فرمائی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ الشاء شعر

آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے اور یہ الشاء شعر نہیں شعر خوانی ہے لہذا قرآن کی آیت سے اس کا کوئی

تعارض نہیں ہے۔

۳۸۷۶/۳۸۷۵ : حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ :

أَبَتْ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ : إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ ، فَعَرَضْتُ كُذْبِي شَدِيدَةً ، فَجَاؤُوا

النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا : هَذِهِ كُذْبِي عَرَضْتُ فِي الْخَنْدَقِ ، فَقَالَ : (أَنَا نَازِلٌ) . ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَتَّصُوبٌ

بِحَبْرٍ ، وَابْنَتَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا ، فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَةَ فَضَرَبَ فِي الْكُذْبِي ، فَعَادَ

كُثْبًا أَهْلًا ، أَوْ أَهَمَّ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَتَذَنُّ لِي إِلَى الْبَيْتِ ، فَقُلْتُ لِأَمْرَأَتِي : رَأَيْتُ

بِالنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا مَا كَانَ فِي ذَلِكَ صَبْرٌ ، فَعِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَتْ : عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ ، فَذَبَحْتُ

الْعَنَاقَ ، وَطَحَّخْتُ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ ،

وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِي قَدْ كَادَتْ تَنْصَجُ ، فَقُلْتُ : طُعِمْتُ لِي ، فَقُمْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَجُلٌ

أَوْ رَجُلَانِ ، قَالَ : (كَمْ هُوَ) . فَذَكَرْتُ لَهُ ، قَالَ : (كَثِيرٌ طَيِّبٌ ، قَالَ : قُلْ لَهَا : لَا تَنْزِعِ

الْبُرْمَةَ ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُورِ حَتَّى آتِي ، فَقَالَ : قَوْمُوا) . فَقَامَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ ، فَلَمَّا

دَخَلَ عَلَى أَمْرَأَتِهِ قَالَ : وَيْحَكَ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ ، قَالَتْ :

هَلْ سَأَلْتُكَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، فَقَالَ : (ادْخُلُوا وَلَا تَصَاغَطُوا) . فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ

اللَّحْمَ ، وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُورَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ ، وَيُقَرِّبُ إِلَى أَصْحَابِهِ ثُمَّ يَنْزِعُ ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ

الْخُبْزَ ، وَيَفْرِفُ حَتَّى شَبِعُوا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ ، قَالَ : (كُلِي هَذَا وَأَهْدِي ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ) .

(۳۸۷۶) : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ :

أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حَفِرَ الْخَنْدَقُ

رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا ، فَأَنْكَفَأْتُ إِلَى أَمْرَأَتِي ، فَقُلْتُ : هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ ؟ فَأَنِي  
رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ ، وَلَنَا بِبَيْمَةِ  
دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا ، وَطَحَّتِ الشَّعِيرَ ، فَفَرَعَتْ إِلَى فِرَاعِي ، وَقَطَّعَتْهَا لِي بِرُمِيهَا ، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبِمَنْ مَعَهُ ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ ، فَقُلْتُ :  
يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْنَا بِبَيْمَةِ لَنَا وَطَحْنَا صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا ، فَقَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ ،  
فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ قَالًا : ( يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ ، إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا ، فَحَيَّ قَلًا بِكُمْ ) .  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ( لَا تَنْزِلَنَّ بُرْمَتَكُمْ ، وَلَا تُخْبِرُنَّ عَجِيْبَكُمْ حَتَّى آجِيءَ ) . فَجِئْتُ وَبِجَاءِ  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ أَمْرَأَتِي ، فَقَالَتْ : بِكَ وَبِكَ ، فَقُلْتُ : قَدْ فَعَلْتُ  
الَّذِي قُلْتِ ، فَأَخْرَجَتْ لِي عَجِيْبًا فَبَصَنَ فِيهِ وَبَارَكَ ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَنَ وَبَارَكَ ، ثُمَّ قَالَ :  
( ادْعُ خَابِزَةَ فَلْتُخْبِرْ سَمِي ، وَأَقْلِحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تَنْزِلِيهَا ) . وَهُمْ أَلْفٌ ، فَأَتَيْمُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوا  
حَتَّى تَرَكَوهُ وَأَنْحَرَفُوا ، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَنْطُ كَمَا هِيَ ، وَإِنَّ عَجِيْبَتَنَا لَيُخْبِرُ كَمَا هُوَ . [ ر : ۲۹۰۵ ]

حدثنا خلد بن يحيى حدثنا عبد الواحد بن ايمن .... عبد الواحد بن ايمن عن ابيه

”ابو“ سے مراد ”ایمن حبشی“ ہیں، یہ ابن ابی عمر مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں اور بخاری کے  
راویوں میں سے ہیں۔ یہ حدیث ”من افراد البخاری“ ہے، صحیح مسلم میں نہیں ہے۔ ایمن حبشی کہتے ہیں  
کہ میں حضرت جابرؓ کے پاس آیا۔

فقال: انا يوم الخندق نحفر، فعرضت كذبة شديدة

”حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم غزوہ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت قسم کی پٹان  
سامنے گئی۔“ صحابہؓ سے یہ پٹان نہیں ٹوٹی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا  
کہ یہاں ایک پٹان خندق میں آگئی ہے (جو ٹوٹی نہیں ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں  
اترتا ہوں چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا روایت کے الفاظ ہیں۔  
”ووطنه معصوب بحجر“ ابن حبان نے اس کو وہم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لفظ ”معصوب بحجر“ (زا  
کے ساتھ) ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے کمر کس رکھی تھی.... (۱۲) پتھر کے بندھنے کا آپ کے بطن پر  
کیا سوال ہے، آپ تو خود فرماتے ہیں۔ انی ایت يطعنني ربي ويسقيني

حافظ ضیاء الدین مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حبان کی تردید کی لیکن ان سے قبل علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے بھی ان کی تردید کی ہے البتہ کرمانی نے ابن حبان کا نام ذکر نہیں کیا، انہوں نے کہا کہ بھوک کی شدت میں پیٹ کمر سے مل جاتا ہے اور کمر جھک جاتی ہے تو ایسی حالت میں اہل حجاز میں یہ طریقہ اور رواج تھا کہ وہ کف دست کے برابر پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، اس پتھر کی برودت کی وجہ سے پیٹ میں بھوک کی حرارت ماند پڑتی تھی اور کمر کو سہارا ملتا تھا تو وہ سیدھی رہتی تھی۔ (۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آجانا بعید از قیاس نہیں ہے، تعجب ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں خود حضرت ابویوب انصاریؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت عادت دوپہر کو گھر سے نکلے تو باہر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیوں گھر سے باہر آئے ہو؟ تو دونوں نے بھوک کی شکایت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی بھوک کی تکلیف کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں اس کے بعد آپؐ تینوں حضرات حضرت ابویوب انصاریؓ کے گھر گئے اور انہوں نے آپؐ کی ضیافت کی۔ (۱۶)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو بھی بھوک کی شکایت ہوتی تھی، باقی رہا آپؐ کا ارشاد ”انی ایت یطعمنی ربی ویسقینی“ تو وہ صوم وصال کے موقع پر ہے، عام حالات کے لیے نہیں ہے۔

ولبثنا ثلاثة ايام لاندوق ذواقا، فاخذ النبي صلى الله عليه وسلم المعول فضرب في الكدية فعاد

كشبا اهيل او اھيم

”حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال کو ہاتھ میں لے کر اس چٹان پر مارا تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر ہو گئی۔“

اہیل اور اھیم دونوں کے معنی ایک ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جیسے بہنے والی ریت ہوتی ہے، اس پر پاؤں رکھ دیا جائے تو وہ نیچے کو بہ جاتی ہے، اسی طرح آپؐ کی ضرب سے وہ چٹان ریت کی طرح بہ گئی۔ (۱۷)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیدیجئے، چنانچہ گھر آ کر میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہ ہو سکا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا میرے پاس کچھ جو ہیں اور بکری کا ایک بچہ ہے چنانچہ میں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے، یہاں تک کہ گوشت کو ہم نے (پکنے کے لیے) ہانڈی میں رکھ دیا۔

(۱۵) دیکھیے شرح کرمانی: ۲۰ / ۱۶

(۱۶) دیکھیے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۳۲۳ / ۸، باب ذکر الامر بتحمید اللہ جل وعلا عند الفراغ من الطعام علی ما سبغ و افضل وانعم

(۱۷) فتح الباری: ۳۹۷ / ۷

ثم جث النبي صلى الله عليه وسلم والعجين قد انكسر  
 ”پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آٹا ٹوٹ چکا تھا“ یعنی آٹے کو  
 گوندھ کر رکھ دیا تھا اور اچھی خاصی دیر ہو گئی تھی، آٹے میں خمیر اٹھنے لگا تھا جب آٹے میں خمیر اٹھنے لگتا ہے  
 تو اس کی اوپر کی سطح ٹوٹنے لگتی ہے اور اس میں درزیں پڑ جاتی ہیں ”والعجين قد انكسر“ سے اسی کو بیان  
 کر رہے ہیں۔

والبرمة بين الاثافي قد كادت ان تنضج

”ہانڈی چولہے پر تھی اور پکنے کے قریب تھی۔“

الاثافي: ان تین پتھروں کو کہتے ہیں جو چولہا بنانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، اس کا مفرد

”الأثفية“ ہے۔ (۱۸)

حضرت جابرؓ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ”مخمس سا کھانا ہے آپ تشریف لے  
 چلیں، ایک یا دو آدمی آپ کے ساتھ ہوں“ آپ نے پوچھا کتنا کھانا ہے؟ میں نے بتادیا تو آپ نے فرمایا۔  
 ”کثیر طیب“ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں بیوی سے کہہ دو کہ نہ ہانڈی چولہے سے اتارے نہ  
 روٹیاں تنور میں لگائے، پھر آپ نے صحابہ میں اعلان فرمایا کہ جابرؓ کی دعوت ہے، سب چلو، ادھر حضرت جابرؓ  
 گھر بیوی کے پاس پہنچے اور کہا کہ ویسک! (تیرا بھلا ہو) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مہاجرین اور انصار  
 سب کو اپنے ساتھ لارہے ہیں۔

یہ تو معلوم ہے کہ حضرت جابرؓ کی بیوی ناتجربہ کار نہیں تھی اس لیے انہوں نے حضرت جابرؓ سے کہا  
 کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کھانے کے متعلق پوچھ لیا تھا؟ حضرت جابرؓ نے کہا ہاں پوچھ تو  
 لیا تھا، اس سے ان کو اطمینان ہو گیا کہ پھر آپ اپنے اور اللہ کے اعتماد پر لے کر آرہے ہیں۔ (۱۹) آپ  
 نے صحابہؓ سے فرمایا۔ ادخلوا ولا تضاعطوا ”اندر چلو اور رش نہ کرو“ چنانچہ آپ روٹیاں توڑنے لگے اور  
 ان پر روٹیاں رکھنے لگے اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لیکر ان کو ڈھانک دیتے تھے، اسی طرح برابر  
 آپ روٹی کے ٹکڑے کر کے دیتے رہے اور ہانڈی میں سے چمچ بھر بھر کر لیتے رہے یہاں تک کہ سب آسودہ  
 ہو گئے اور کھانا کچھ بچ بھی گیا، پھر آپ نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کلی هذا واهدی

فان الناس اصابتهم مجاعة

”یہ تم خود بھی کھاؤ اور محلے پڑوس میں بھی ہدیہ بھیجو اس لیے کہ لوگوں کو بھوک لاحق ہے“

یعنی قحط کا زمانہ ہے لوگ فقر و فاقے میں مبتلا ہیں۔

(۱۸) دیکھیے شرح الکرملی: ۲۰/۱۸

(۱۹) فتح الباری: ۴/۳۹۸



حدیثی عمرو بن علی، حدیثنا ابو عاصم....

اس حدیث میں بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا مذکورہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

ولنا بهيمة داجن فذبحتها

”داجن“ اس بکری کو کہا جاتا ہے جس کی پرورش گھریں کی جاتی ہے اور اس کو چراگاہ کی طرف

نہیں بھیجا جاتا۔ (۲۰)

ان جابرا قد صنع سوراً

”سور“ اس دعوت کو کہتے ہیں جو شادی کے موقع پر کی جاتی ہے اور شادی میں ظاہر ہے بڑی دعوت

کی جاتی ہے اس لیے یہاں کہا گیا کہ جابر نے بڑی دعوت کا اہتمام کیا ہے، ویسے ”سور“ قلعے کی چار دیواری کو

بھی کہتے ہیں، یہ غیر عربی لفظ ہے۔ (۲۱)

فحیٰ ہلابکم ”ای ہلموا مسرعین“ یعنی جلدی سے سب چلو۔ (۲۲)

۳۸۷۷ : حدیثی عثمان بن ابی شیبہ : حدیثنا عبدة ، عن هشام ، عن ایوب ، عن عائشة

رضی اللہ عنہا : واذ جاؤوکم من فوقکم وین أسفل منکم واذ زاغت الأبصار وبلغت القلوب

الحناجرہ . قالت : کان ذاک یوم الخندق .

۳۸۷۸ : حدیثنا مسلم بن ابراہیم : حدیثنا شعبہ ، عن ابی إسحق ، عن البراء رضی

اللہ عنہ قال : کان النبی ﷺ یقولُ التراب یوم الخندق ، حیٰ أغمر بطنہ ، أو أغبر بطنہ ،

یقول :

(وَاللّٰهُ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبَّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَأَقَيْنَا

إِنَّ الْأُولَىٰ قَدْ بَغَوْنَا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةَ أَيْبِنَا)

وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ : (أَيْبِنَا أَيْبِنَا) . [ر : ۲۶۸۱]

۳۸۷۹ : حدیثنا مسدد : حدیثنا یحییٰ بن سعید ، عن شعبہ قال : حدیثی الحکم ،

عن مجاہد ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ، عن النبی ﷺ قال : (نصرت بالصبا ، وأهلکت

عاد بالدبور) . [ر : ۹۸۸]

حدثنی عثمان بن ابی شیبہ حدثنا عبدة....

عبدة: یہ راوی کا لقب ہے، ان کا نام ”عبدالرحمن بن سلیمان کلابی“ ہے۔ (۱۳)  
حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم.... (۲۳) اس آیت کا تعلق غزوة خندق سے ہے۔

حدثنا مسلم بن ابراہیم....

حضرت براہ فرماتے ہیں کہ غزوة خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھور رہے تھے یہاں تک کہ اس نے آپ کے پیٹ کو چھپایا تھا یا آپ کا شکم مبارک گرد آلود ہو گیا تھا۔ راوی کا شک ہے کہ ”اغبر“ کہایا ”اغبر“ کہا۔ اس موقع پر آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

والله	لولا	الله	ما اهتدينا
ولا	تصدقنا		ولا صلينا
فانزلن	سكينة		علينا
وثبت	الاقدام	ان	لاقينا
ان	الالى	قد	بغوا
اذا	ارادوا	فتنة	ايينا

❶ بخدا! اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

❷ اے اللہ! ہم پر سکینہ نازل فرما اور جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدمی عطا فرما۔

❸ ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ لوگ ہم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔ آخری کلمہ (ایینا) کو آپ بلند آواز سے بار بار دہراتے تھے۔

حدثنا مسدد....

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یاد صبا کے ذریعہ میری

مدد کی گئی اور دیور کے ذریعہ قوم عاد ہلاک کی گئی، صبا پروا ہوا کو کہتے ہیں اور دیور پچھوا ہوا کو کہتے ہیں۔ (۲۵)

چونکہ غزوة خندق میں اللہ تعالیٰ نے پروا ہوا کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی

(۲۳) عمدة القاری: ۱۴ / ۱۸۲

(۲۴) یہ سورۃ الاحزاب کی آیت سب سے کا حصہ ہے، پوری آیت اس طرح ہے

اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم، واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب المناجر وتظنون بالله الظنن تا د

” (اور یاد کرو اس وقت کو) جب وہ لوگ تم پر چڑھ آئے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی، اور جب آنکھیں

کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں، اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ہاتھ طرح طرح کی طرفوں کے کان کر رہے تھے۔ “

(۲۵) فیض الباری: ۹۹/۳۔ باب غزوة الخندق



۳۸۸۱ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، هُوَ  
أَبْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمَ  
الْخَنْدَقِ .

۳۸۸۲ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ  
سَالِمٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ . قَالَ : وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :  
دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنِسْوَاتِهَا تَنْطِفُ ، قُلْتُ : قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي  
مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ . فَقَالَتْ : الْحَقُّ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي أَحْبَابِكَ عَنْهُمْ  
فُرْقَةٌ . فَلَمْ تَدَعُهُ حَتَّى ذَهَبَ ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ ، قَالَ : مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ  
يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ . قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ :  
فَهَلَّا أُجِبْتَهُ ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَحَلَلْتُ حَبُوبِي ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ : أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ  
قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ ،  
وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الْجَنَانِ . قَالَ حَبِيبٌ : حَفِظْتَ وَعَصِمْتَ .  
قَالَ مَحْمُودٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ : وَنِسْوَاتِهَا .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

دخلت على حفصة ونسواتها تنطف۔ دخلت على حفصة ونسواتها تنطف

”میں حضرت حفصہ کے پاس گیا، آپ کی زلفوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔“ نوساة:

نوساة کی جمع ہے، ناس، بنوس کے معنی متحرک ہونے کے ہیں یہاں زلفوں اور بالوں کو نوساة کہا گیا ہے،

غالباً آپ نے سردھویا تھا اور پانی بالوں سے ٹپک رہا تھا اس لیے ان پر نوساة کا اطلاق کیا گیا۔ (۱)

یہاں دو نسخے ہیں، ہمارے نسخہ میں ”نوساتھا“ ہے اور بعض نسخوں میں ”نسواتھا“ ہے، علامہ

عینی اور قسطلانی نے ”نسواتھا“ ہی نقل کیا ہے لیکن کرمانی نے کہا ہے کہ ”نسواتھالیس بشی“ (۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے آخر میں عبدالرزاق سے روایت نقل کی ہے اس میں

ہے قال محمود عن عبدالرزاق ”نوساتھا“ یہ تائید امام بخاری نے اس لیے پیش کی ہے کہ ”نسوات“

نقل کرنے والے بھی موجود ہیں اور یہ نقل صحیح نہیں ہے لہذا ”نوسات“ والے نسخے ہی کو صحیح کہا جائے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ لوگوں کا معاملہ آپ دیکھ رہی ہیں یعنی امارت کے بارے میں حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف آپ کے علم میں ہے نہ اس معاملہ میں نہ مشورہ کیا گیا اور نہ کسی قسم کی بات کی گئی، حضرت حفصہؓ نے کہا آپ جانے، وہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ نہ گئے اور رکے رہے تو مسلمانوں میں تفریق اور انتشار پیدا ہوگا؟ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ان کو جانے پر مجبور کر دیا، حضرت ابن عمرؓ بیان گئے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

من كان يريد ان يتكلم في هذا الامر فليطلع لناقره نحن احق به ومن ابيه

”جو شخص اس خلافت کے معاملہ میں بات کرنا چاہتا ہے وہ اپنا چہرہ ہمارے سامنے لائے، ہم اس

(ابن عمرؓ) سے اور اس کے باپ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔“

اس جملہ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ پر تعریف کی ہے۔

حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت معاویہؓ تو حضرت عمرؓ کی بڑی تعریف

کرتے تھے بلکہ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے تھے، لہذا یہ بات ان کی شان سے ہی بعید ہے کہ انہوں

نے حضرت عمرؓ پر تمنا کی ہو بلکہ بعض روایات میں ہے یہ تعریف حضرت سنینؓ اور حضرت علیؓ پر تھی۔ (۳)

لیکن عبدالرزاق کی روایت میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عمرؓ پر تعریف کی گئی ہے چنانچہ

روایت کے الفاظ ہیں۔

فقام معاویة عشية، فاشنى على الله بما حواحدة، ثم قال: اما بعد، فمن كان يتكلم في هذا الامر

فليطلع لي قرنه، فوالله لا يطلع فيه احد الا كنت احق به منه ومن ابيه، قال: يعرض بعبدالله بن عمر (۴)

نیز آگے حبیب بن مسلمہ کا قول اسی روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے

دریافت کیا کہ ”آپ نے حضرت معاویہؓ کو جواب کیوں نہیں دیا“ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ

”میں نے اپنی چادر کو جو احتباء کے طور پر باندھ رکھی تھی کھولا تا ارادہ کر لیا تھا کہ ان سے کہوں کہ ”احق

بهذا الامر من قاتلك و اباك على الاسلام“ ”اس خلافت کا زیادہ حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے

باپ سے اسلام کی ناپا رجنگ کی۔“ لیکن اس خوف کی وجہ سے کہ میری بات سے مسلمانوں میں انتشار پیدا

ہو جائے گا اور خون ریزی ہوگی میں نے ان کو جواب نہ دیا، میں نے اس موقع پر ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ

جل شانہ نے (بر رنے والوں کے لیے) تیار کی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

نے یہ تعریف حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ پر کی تھی۔

(۳) فتح الباری: ۲/ ۴۰۳ (۴) دیکھیے مصنف عبدالرزاق مغزوة ذات السلاسل و خبر علی و معاویة ج: ۵۔ ص: ۳۶۵

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ لغزش ہے ان کو حضرت عمرؓ کے بارے میں اس قسم کی تعریف کا حق حاصل نہیں ہے، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ان کو اس تعریف کا حق حاصل نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مقام ورتبہ اور فضائل کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت اونچے ہیں۔ باقی یہ کہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو نزاع پیدا ہوا تو وہ دوسری بات ہے، تاہم خلافت کے بہر حال حضرت علیؓ زیادہ حقدار تھے، اگرچہ راجح یہی ہے کہ خلافت کا استحقاق ہو یا قصاص کا معاملہ، حق حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور حضرت معاویہؓ کے لیے ان کے اجتہاد میں خطا کے باوجود اجر ہے۔

اصل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ خلافت کا زیادہ حقدار وہ آدمی ہے جو ذی رائے ہو، فضائل کا اس میں اعتبار نہیں ہے (۵) اور حضرت معاویہؓ بہر حال عرب کے مشہور مدبرین میں سے تھے، عرب کے چار ”دہاۃ“ مشہور ہیں۔ ① حضرت معاویہؓ ② حضرت عمرو بن العاصؓ ③ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ④ اور زیاد بن ابی سفیان، یہ لوگ بلا کے ذہین اور سیاسی امور کے حد درجہ ماہر تھے۔

### ترجمتہ الباب سے روایت کی مناسبت

چونکہ حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ جنگ میں شریک تھے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے ان کا مقابلہ کیا تھا، روایت مذکورہ میں.... ”احق بهذا الامر منک من قاتلک و اباک علی الاسلام“ سے غزوہ خندق کی طرف اشارہ ہے اور اسی مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں تخریج کی ہے۔ (۶) واللہ اعلم۔

۳۸۸۴/۳۸۸۳ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : (نَغْرُوهُمْ وَلَا يَغْرُونَا) .

(۳۸۸۴) : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ : سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَقَ يَقُولُ : سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ ، حِينَ أَجَلَى الْأَحْزَابُ عَنْهُ : (الآن نَغْرُوهُمْ وَلَا يَغْرُونَا ، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ) .

(۵) فتح الباری: ۴ / ۲۰۲

(۶) فتح الباری: ۴ / ۲۰۲

سلمیان بن صدقہ کی بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں (۷) ایک یہ ہے اور ایک ”باب صفۃ البلیس“ میں ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة خندق کے دن فرمایا: نغزوہم ولا یغزوننا ”اب ہم ان سے لڑیں گے وہ (اقدام کر کے) ہم سے نہیں لڑ سکیں گے۔“ چنانچہ یہی ہوا کہ غزوة خندق کے بعد کفار سے پھر اقدام نہ ہو سکا بلکہ مسلمانوں نے فتح مکہ میں اقدام کیا۔

۳۸۸۵ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عُبَيْدَةَ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ : (مَلَأَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا ، كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ) . [ر : ۲۷۷۳]

۳۸۸۶ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ ، وَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا كَذَبْتُ أَنْ أُصَلِّيَ ، حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغْرُبَ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا) . فَتَرَانَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بَطْحَانَ ، فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا ، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . [ر : ۵۷۱]

حدیثنا اسحاق حدیثنا روح حدیثنا ہشام....

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة خندق میں فرمایا کہ ”اللہ ان کے گھروں کو اور ان کی قبور کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا (اور نماز عصر قضاء ہو گئی)۔ یہ روایت اور اس سے اگلی والی روایت ”مواقیت الصلاہ“ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۸۷ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : (مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، ثُمَّ قَالَ : (مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . فَقَالَ الزُّبَيْرُ : أَنَا ، ثُمَّ قَالَ : (مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ) . [ر : ۲۶۹۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة احزاب کے موقع پر فرمایا کہ ہمارے پاس قوم کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں“ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے پھر فرمایا ”من یاتینا بنجر القوم“ حضرت زبیرؓ نے فرمایا ”انا“ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان لکل نبی حواریا، وان حواری الزبیر ”ہر نبی کے لیے ایک (خاص) حواری (مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“

صحیح مسلم کی روایت میں ہے (۸) کہ قوم کی خبر لانے کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے اور یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جانے کے لیے تیار ہوئے تھے۔  
 ① دونوں روایات میں تطبیق کے لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ ایک وقت کا ہو اور وہ واقعہ دوسرے وقت کا ہو۔

② لیکن واقعہ یوں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ اور مشرکین غطفان کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا (۹) یہ دونوں بالکل الگ الگ واقعات ہیں اس لیے تعارض کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔

۳۸۸۸ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ : (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ ، أَعَزُّ جُنْدُهُ ، وَنَصْرَ عَبْدِهِ ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ) .

۳۸۸۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ، سَرِيعَ الْحِسَابِ ، أَهْزِمِ الْأَحْزَابَ ، اللَّهُمَّ أَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ) .

[ر : ۲۷۷۵]

۳۸۹۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقَبَةَ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ وَنَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ أَرِ الْحَجَّ أَوْ الْعُمْرَةَ يَبْدَأُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ، ثُمَّ يَقُولُ : (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ . آيُونَ تَائِبُونَ ، عَابِدُونَ سَاجِدُونَ . لِرَبِّنَا حَامِدُونَ . صَدَقَ اللَّهُ وَعَلَهُ ، وَنَصْرَ عَبْدِهِ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ) . [ر : ۱۷۰۳]

(۸) صحیح مسلم، باب غزوة الاحزاب، کتاب الجهاد والسير، رقم الحدیث: ۴۴۰۴

(۹) فتح الباری: ۴/۲۰۷



باب : مَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْأَحْزَابِ ، وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ إِيَّاهُمْ .

### غزوة بنی قریظہ !

یہاں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوة بنی قریظہ بیان فرما رہے ہیں، یہود بنی قریظہ کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوں گے، غزوة خندق کے موقع پر جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے آئے تو اس وقت بنی قریظہ نے اپنا عہد توڑا اور مسلمانوں کے خلاف قریش کے ساتھ جا ملے۔ (۲۸)

۲۳ ذی قعدہ ۵ ہجری کو جب احزاب کفار واپس چلے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ آگئے، تمام مسلمانوں نے ہتھیار کھول دیئے تو اسی دن ظہر کے قریب حضرت جبریل آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں“ حضرت جبریل نے فرمایا کہ فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور نہ وہ واپس ہوئے، ابھی فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہونا ہے۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ تمام صحابہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں، مقصد یہ تھا کہ عصر تک وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرنا ہے، تین ہزار کا لشکر تھا اور اس میں پھتیس گھوڑے تھے، مسلمانوں کا یہ لشکر وہاں پہنچا اور تقریباً پچیس دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا، (۲۹) محاصرہ کے دوران بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے ان کو جمع کیا اور کہا کہ میں تین باتیں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں، ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرو۔

① پہلی بات یہ ہے کہ تم پر یہ امر بالکل واضح ہو چکا ہے کہ یہ شخص (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے وہی نبی اور رسول ہیں جن کا تذکرہ تم اپنی کتاب توریت میں پاتے ہو، لہذا سب ایمان لے آؤ اور ان

(۲۸) چنانچہ حافظ ابن قیم اس غزوة کے سبب کے متعلق لکھتے ہیں:-

وكان سبب غزوةهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما خرج الى غزوة الخندق، والقوم معه صلح، جاء حسي بن اخطب الى بنى قريظة في ديارهم، فقال: قد جئتمكم بعز الدهر، جئتمكم بقريش على سادتها، وغطفان على قادتها، وانتم اهل الشوكة والسلاح، فهلتم حتى نناجز محمدا ونفرغ منه، فقال لهم رئيسهم: بل جئتم واللّه بئذ الدهر، جئتم بسحاب، قد اراق ماء، فهو يرعد ويرق، فلم يزل حسي يخادعهم ويعددهم.... حتى اجاب بشرط ان يدخل معه في حصنه، يصيبه ما اصابهم، ففعل، ونقضوا عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، واظهروا سببه، فبلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم الخبر، فارسل يستعلم الامر، فوجدهم قد نقضوا العهد، فكبره وقال: "ابشروا يا معشر المسلمين" (وانظر زاد المعاد: ۱۳۰/۳)

(۲۹) الاكل للابن اثير: ۱۲۷/۳ - فتح الباري: ۲۱۳/۷ - دلائل نبوتی: ۲۰/۳

کے متبع اور پیروکار بن جاؤ، اس سے تمہاری جان، مال، بچے اور عورتیں سب مامون و محفوظ ہو جائیں گے۔

① دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے بچوں اور عورتوں سب کو قتل کر دو اور بے محابا ہو کر بے جگری سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھو، اگر جنگ میں شکست ہوئی تو عورتوں اور بچوں کی کوئی فکر نہ ہوگی اور اگر فتح ہوئی تو عورتوں کی تو کوئی کمی ہے، نہیں، وہ اور مل جائیں گی ان سے بچے بھی اور پیدا ہو جائیں گے۔

② تیسری صورت یہ ہے کہ آج ہفتہ کی رات ہے، ممکن ہے مسلمان یہ سمجھ کر کہ ہفتہ کا دن یہود کا محترم دن ہے اس میں وہ لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں ہمارے حملہ سے مطمئن اور غافل ہوں لہذا سب مل کر آج مسلمانوں پر شب خون مارو اور ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاؤ۔

لیکن بنی قریظہ نے کعب بن اسد کی تینوں باتیں تسلیم نہیں کیں، انہوں نے کہا کہ نہ تو ہم اپنا دین چھوڑ سکتے ہیں، نہ اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہفتہ کی رات حملہ کر کے اس محترم دن کی بے حرمتی کر سکتے ہیں کہ اس دن کی بے حرمتی ہی کی وجہ سے تو ہمارے اسلاف سور اور بندر بنائے گئے تھے۔ (۳۰) محاصرہ سے تنگ آ کر بنی قریظہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ صادر فرمائیں وہ انہیں منظور ہے، بنی قریظہ کے ساتھ انصار کے قبیلہ اوس کے حلیفانہ تعلقات تھے، قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے صحابہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قبیلہ خزرج کے التماس پر آپ نے بنی نضیر کے ساتھ جس طرح معاملہ فرمایا اب ہماری درخواست پر اسی طرح معاملہ بنی قریظہ کے ساتھ فرمائیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ٹھیک ہے، قبیلہ اوس کے صحابہ نے اس فیصلہ کا اختیار اپنے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا اور کہا کہ جو فیصلہ وہ کر دیں گے ہمیں منظور ہے۔

حضرت سعد بن معاذ زخمی تھے، ان کو بلایا گیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے لڑنے والے تمام مرد قتل کیے جائیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنایا جائے اور ان کا تمام مال مسلمانوں

(۳۰) سیرۃ ابن ہشام: ۲۲۶ / ۳ - ۲۲۷ - والبدایۃ والنہایۃ: ۱۲۰ / ۳ - محاصرہ کے دوران یہود نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضرت ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں کیونکہ حضرت ابولبابہؓ کے بنو قریظہ سے حلیفانہ تعلقات تھے، حضرت ابولبابہؓ جب اندر گئے تو ان کو دیکھ کر سب بچے اور عورتیں جمع ہو کر رونے لگے، یہ منظر دیکھ کر ابولبابہؓ کا دل بھر آیا، بنو قریظہ نے ان سے پوچھا کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور فیصلہ منظور کر لیں، ابولبابہؓ نے کہا ہاں کر لو اور ساتھ حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ ذبح کئے جاؤ گے، ابھی ابولبابہؓ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ اپنی غلطی اور خیانت کا احساس ہوا، سیدھے مسجد نبوی گئے اور اپنے کو ایک ستون سے باندھ کر قسم کھائی کہ جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں فرمائیں گے اپنی جگہ سے نہ ہوں گا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے ان کی توبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۲۲۷ - ۲۲۸)

میں تقسیم کر دیا جائے جس کی تفصیل آگے بخاری کی روایت میں آرہی ہے۔

چنانچہ بنی قریظہ کے تمام لوگ گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائے گئے اور ایک انصاری خاتون کے مکان میں ان کو محبوس رکھا گیا، قتل گاہ کے طور پر ان کے لیے خندقیں کھودی گئیں، دو دو اور چار چار کو لایا جاتا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماری جاتیں، اس طرح چار سو یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ (۳۱) حیی بن اخطب کو جو ان تمام سازشوں اور فنون کا سرخیل اور بانی تھا جب مقتول میں لایا گیا تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر کہا۔ ”اما واللہ ما لمت نفسي في عداوتك ولكن من يخذل الله يخذل“ (۳۲)

”خدا میں اپنے نفس کو آپ کی دشمنی کے بارے میں ملامت نہیں کرتا لیکن بات یہ ہے کہ خدا جس کی مدد نہیں کرتا اس کا کوئی مددگار نہیں۔“ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ایہا الناس! انه لا يناس بامر الله، کتاب و قدر و ملحمة، كتبها الله على بنی اسرائیل ”اے لوگو! اللہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ ایک لکھا ہوا فیصلہ تھا اور ایک سزا تھی جو اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔“ اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ (۳۳)

عورتوں میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک عورت کے جس کا نام ریسیر کی کتابوں میں

(۳۱) اس موقع پر قتل کئے جانے والے یہودیوں کی تعداد میں اختلاف ہے، ابن اسحاق نے چھ سو اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ ”الکامل“ میں سات سو کی تعداد بتائی ہے، علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ آٹھ سو کے درمیان ان کی تعداد تھی جبکہ امام ترمذی، امام نسائی اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابرؓ سے چار سو کی تعداد نقل کی ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ممکن ہے اصل یہودیوں کی تعداد تو چار سو ہو اور باقی ان کے اجتماع ہوں۔

(دیکھیے فتح الباری: ۴/ ۴۱۳۔ وابن اثیر: ۲/ ۱۳۷)

(۳۲) سیرة ابن ہشام: ۱۲/ ۲۵۲

(۳۳) امام مغازی ابن اسحاق نے بنو قریظہ کے ان قیدیوں میں ایک قیدی ”زبیر بن باطا“ کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے زمانہ جاہلیت کی مشہور جنگ ”بعاث“ میں انصار کے مشہور صحابی حضرت ثابت بن قیس پر کچھ احسان کیا تھا، زبیر بن باطا اس وقت بوڑھا ہو کر اندھا ہو چکا تھا، حضرت ثابتؓ اس کے پاس آئے اور کہا ”مجھے پہچانتے ہو؟“ کہنے لگا، ”مجھ جیسا آپ جیسے کو کہاں بھول سکتا ہے؟“ حضرت ثابتؓ نے کہا میں چاہتا ہوں آج آپ کے احسان کا بدلہ دوں، کہنے لگا، ”ان الکریم بجزی الکریم“ حضرت ثابتؓ حضورؐ کے پاس آئے اور زبیر کی آزادی کی درخواست کی، آپ نے ان کی درخواست پر اس کو آزاد کر دیا، حضرت ثابتؓ نے آکر اطلاع دی، کہنے لگا، ”ایسے بوڑھے کی حیات میں کیا لطف جس کے اہل و عیال نہ ہوں“، حضرت ثابتؓ نے جا کر دربار نبوی سے اس کے اہل و عیال کی آزادی کا بھی پروانہ حاصل کیا، پاس آ کر بتایا تو کہہ اٹھا ”حجاز میں اہل خانہ ہوں لیکن مال نہ ہو تو گزران زندگی کیو نکم؟“ حضرت ثابتؓ نے جا کر اس کا مال واپس کروا دیا تو اب اندھا یہودی حضرت ثابتؓ سے پوچھنے لگا، کعب بن اسد کا کیا ہوا؟ کہا ”قتل ہوا“، پھر پوچھا، حیی بن اخطب اور عزال بن شموال کا کیا ہوا؟ فرمایا، قتل کیے گئے، دریافت کیا، باقی حضرات کا کیا ہوا؟ حضرت ثابتؓ نے کہا سب قتل کر دیئے گئے، تو بوڑھے یہودی نے حضرت ثابتؓ سے کہا کہ میرا احسان کا بدلہ یہ ہے کہ آپ مجھے بھی میری قوم کے ساتھ ملا دیں، کہ اس کے بعد زندگی میں کیا خیر ہے، حضرت ثابتؓ نے اس کو آگے بڑھایا اور اس کی گردن بھی اڑا دی گئی۔۔۔ (سیرة ابن ہشام: ۱۲/ ۲۵۲ - ۲۵۳)

”بناہ“ بتایا گیا ہے چونکہ اس نے چھت سے چکی کا پاٹ گرا کر حضرت خلد بن سوید کو شہید کیا تھا اس لیے وہ قصاصاً قتل کی گئی۔ (۳)

۳۸۹۱ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو نُمَيْرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ ، وَوَضَعَ السَّلَاحَ وَآغْتَسَلَ ، أَنَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَقَالَ : قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ ؟ وَاللَّهِ مَا وَضَعْنَاهُ ، فَأَخْرَجَ إِلَيْهِمْ . قَالَ : (فَالَىٰ أَيْنَ) . قَالَ : هَاهُنَا ، وَأَشَارَ إِلَىٰ بَنِي قُرَيْظَةَ ، فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ . [ر : ۲۶۵۸]

پہلی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس میں وہی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب خندق سے واپس ہوئے اور آپ نے ہتھیار اتار دیئے تو حضرت جبریل آئے اور کہا کہ بخدا! ہم نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے ، آپ قریظہ کی طرف نکلیں چنانچہ آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

۳۸۹۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَأَنِّي أَنْظَرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنَمٍ ، مَوْكِبِ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَىٰ بَنِي قُرَيْظَةَ . [ر : ۳۰۴۲]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

”حضرت جبریل کی شاہانہ سواری سے بنو غنم کی لگیوں میں اٹھنے والے غبار کو گویا اب بھی میں دیکھ رہا ہوں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوئے۔“

موکب جبریل

① موکب ”ہو“ محذوف کی خبر ہونکی بنا پر مرفوع ہے۔ ② یا اس کو ”الغبار“ سے بدل کر قرار دے کر مجرور پر لھا جائے۔ ③ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو ”اری“ وغیرہ فعل محذوف کا مفعول تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت میں منصوب ہوگا۔

(۳) اس عورت کو معلوم ہو چکا تھا کہ مقتولین کی فہرست میں اس کا نام بھی شامل ہے لیکن اس کے باوجود قتل سے چند لمحات قبل حضرت عائشہؓ کے ساتھ بائیں کرتی رہی اور بات بات پر ہنستی رہی، کہ اتنے میں اس کا نام پکارا گیا، اٹھ کر قتل گاہ کی طرف جانے لگی، حضرت عائشہؓ نے پوچھا، کہاں؟ کہنے لگی، قتل گاہ جارہی ہوں، میں نے ایک جرم کیا تھا اس کی سزا پانے جاتی ہوں چنانچہ اس کی گردن اڑائی گئی، حضرت عائشہؓ بعد میں فرمایا کرتی تھیں کہ قتل سے چند لمحے پہلے اس عورت کی ہنسی خوشی باتوں پر آج تک مجھے تعجب ہوتا ہے..... (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۴/۱۳۹)

حضرت شاہ صاحب نے ”موکب“ کا ترجمہ کیا ہے ”شاہانہ سواری“ (۳۵) یعنی شاہانہ سواری کی رفتار سے حضرت جبریل امین زقاق بنی غنم سے گزر رہے تھے اس سے غبار اڑ رہا تھا اور میں دیکھ رہا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت جبریل کو نبی کے علاوہ کوئی اور دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ بعض حضرات قول اول کے قائل ہیں اور بعض قول ثانی کے... یہاں حدیث کے زاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے اٹھنے والے غبار کو دیکھا اور کسی شخص کو نہیں دیکھا تو گمان یہ کیا کہ یہ حضرت جبریل ہیں۔ نہ دیکھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جبریل اپنی اصلی شکل میں تھے، کیونکہ جہاں حضرت جبریل کسی آدمی کی صورت میں متشکل ہوئے ہیں تو وہاں دوسروں نے انہیں دیکھا ہے، جیسا کہ کتاب الایمان میں گزرا ”ہذا جبرئیل جاءکم یعلمکم دینکم“ (۳۶)

۳۸۹۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ ، عَنْ نَافِعٍ ،  
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ : ( لَا يُصَلِّينَ أَحَدُ الْعَصْرِ  
إِلَّا فِي بَيْتِي قَرِيظَةَ ) . فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا ،  
وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ نُصَلِّي ، لَمْ يَرِدْ مِنَّا ذَلِكَ . فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعْنَفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ .  
[ ر : ۹۰۴ ]

یہ روایت بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ ابواب الخوف میں ”باب صلاة الطالب والمطلوب“ میں گزر چکی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کی نماز قریظہ ہی میں پڑھنی ہے جبکہ مسلم کی روایت میں عصر کی بجائے ظہر کی نماز کا ذکر ہے۔ (۳۷) عام روایات اور کتب حدیث سے ظہر کی تائید معلوم ہوتی ہے اور اہل سیر اور اہل مغازی عصر کا ذکر کرتے ہیں۔

دونوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہو ایک حصہ لشکر کا وہ ہو جو ظہر سے پہلے روانہ ہوا، ان کو کہا کہ ظہر بنو قریظہ میں پڑھنی ہے اور دوسرا حصہ وہ ہو جو ظہر کے بعد روانہ ہوا، ان کو کہا کہ عصر بنو قریظہ میں پڑھنی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے

(۳۵) فیض الباری: ۱۰۰/۳۔ باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب۔

(۳۶) چنانچہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

واختلفوا فی ان رؤیة جبرئیل هل تجوز لغير النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولاً؟ فمنهم من جوزها، ومنهم من انكرها، والظاهر من هذا اللفظ انه لما رأى الغبار ساطعاً ولم ير ركباً، ظن انه جبرئیل علیہ السلام ولم يره، وذلك اذا كان فی صورته، اما اذا تمثل فی صورة رجل، فقد رآه آخرون ایضاً كما مر فی الایمان ”ہذا جبرئیل جاءکم یعلمکم دینکم“ (فیض الباری: ۱۰۰/۳۔)

(۳۷) دیکھیے، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب المبادرة بالغزو رقم الحدیث ۳۳۶۵۔

ظہر نہیں پڑھی تھی ان سے تو کہا کہ ظہر کی نماز وہاں پڑھنی ہے اور بقیہ جنہوں نے ظہر پڑھ لی تھی ان سے کہا کہ تم عصر وہاں پڑھنا۔

فادرک بعضهم العصر فی الطريق

”بعض صحابہ نے عصر کو راستہ میں پایا“ یعنی عصر کا وقت راستے میں ہوا تو بعض نے کہا ہم تو بی

قریظہ جا کر عصر پڑھیں گے اور بعضوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھ لیتے ہیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اگر راستے میں عصر کا وقت ہو جائے تو بھی نماز نہیں پڑھنا بلکہ آپ کا مقصد تعجیل تھا کہ جلد از جلد بنو قریظہ پہنچنا ہے پھر بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی پر بھی اظہار ناراضگی نہیں فرمایا۔

سوال یہ ہے کہ یہاں عمل کس کا بہتر ہے؟ راستے میں نماز پڑھنے والوں کا یا ان حضرات کا جنہوں نے بنو قریظہ جا کر نماز پڑھی، ابو محمد بن حزم ظاہری کہتے ہیں کہ ہم اگر وہاں ہوتے تو بنو قریظہ تک پہنچنے میں اگر کئی برس بھی لگ جاتے تب بھی عصر کی نماز بنو قریظہ سے پہلے نہ پڑھتے لیکن حافظ ابن قیمؒ نے ”زاد المعاد“ میں ان لوگوں کے فعل کو ترجیح دی ہے جنہوں نے راستے میں نماز پڑھی اور نماز عصر کو اپنے وقت پر ادا کیا کیونکہ ان لوگوں نے دو فضیلتیں حاصل کی ہیں، ایک فضیلت نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اور دوسری فضیلت جہاد میں حصہ لینے کی، اور جلد سے جلد بنو قریظہ پہنچنے کی فکر تو ان کو بھی دامن گیر تھی، چنانچہ انہوں نے نماز راستے میں پڑھی اور پہنچتے ہی مورچہ بندی کا عمل شروع کیا اس لیے ان کے فعل کو ترجیح دی گئی ہے۔ (۳۸)

۳۸۹۴ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ . وَحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ :

سَمِعْتُ أَبِي ، عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخْلَاتِ ، حَتَّى

أَفْتَحَ قُرْبَةَ وَالنَّصِيرَ ، وَإِنَّ أَهْلِي أَمْرُونِي أَنْ آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَاسْأَلَهُ الَّذِي كَانُوا أَعْطَوْهُ أَوْ

بَعْضَهُ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ أَعْطَاهُ أُمَّ أَيْمَنَ ، فَجَاءَتْ أُمَّ أَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثُّوبَ فِي عُنُقِي

تَقُولُ : كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا يُعْطِيكَهُمْ وَقَدْ أَعْطَانِيهَا ، أَوْ كَمَا قَالَتْ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ

(۳۸) چنانچہ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:-

بل الذين سئلوا في الطريق في وقتها حازوا اقصى السبق وكانوا المعد بالفضيلتين فانهم بادروا الى امثال امره في الخروج وبادروا

الى مرضاته في الصلاة في وقتها ثم بادروا الى الشاق بالقوم فحازوا فضيلة الجهاد وفضيلة الصلاة في وقتها ونهضوا ما يراودهم وكانوا اقسى الاخرين....

(واظر زاد المعاد ۱/۳۱۱)

يَقُولُ : (لَكَ كَذَابٌ) . وَتَقُولُ : كَلَّا وَاللَّهِ ، حَتَّىٰ أُعْطَاهَا - حَبِيبٌ أَنَّهُ قَالَ - عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ ،  
أَوْ كَمَا قَالَ . [ر : ۲۹۶۰]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار کے آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے درخت متعین کر دیتے تھے (اور آپ یہ درخت مہاجرین کو دیدیا کرتے تھے...) یہاں تک کہ قریظہ اور نصیر کے قبائل فتح ہو گئے (تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درختوں کو مہاجرین سے لے کر انصار کو واپس کر دیا اور قریظہ اور نصیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیئے) اس وقت میرے گھر والوں نے مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میں جا کر ان درختوں کے متعلق جو گھر والوں نے آپؐ کو دیئے تھے پوچھوں (کہ وہ درخت ہمیں واپس کر دیئے جائیں گے یا نہیں؟) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت حضرت ام ایمن کو دے دیئے تھے۔ اتنے میں حضرت ام ایمن آگئیں اور میری گردن میں چادر ڈال کر کہنے لگیں ”ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ درخت آپ کو نہیں دیں گے، یہ تو آپ مجھے دے چکے ہیں۔“ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام ایمن سے فرماتے تھے، ہم تمہیں ان کے بدلے میں اتنے اور دیں گے، یہ تم واپس کر دو، تو وہ کہتی تھیں ”بخدا میں تو نہیں واپس کروں گی۔“ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمن کو ان درختوں کے دس گنا درخت اور دیئے تب وہ حضرت انسؓ والے درختوں کے واپس کرنے پر راضی ہوئیں۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضنہ (مربیہ) تھیں، انہوں نے بچپن میں آپ کو گود میں کھلایا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ”ماں“ کہا کرتے تھے، ان کا احترام کیا کرتے تھے... یہ حبشہ سے تعلق رکھتی تھیں اور عربی لہجہ صاف نہیں بولتی تھیں، ایک مرتبہ کسی جنگ کے موقع پر انہوں نے مسلمانوں سے دعا کے طور پر کہا۔ سببت اللہ اقدامکم ”ٹا“ کے بجائے ”سین“ استعمال کیا، اس جملے کے معنی ہوتے ہیں ”اللہ تمہارے پاؤں کاٹ ڈالیں“ جبکہ وہ کہنا یہ چاہتی تھیں کہ اللہ تمہیں ثابت قدم رکھیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا ”اسکتی یا ام ایمن! انک عفرأ اللسان“ (۳۹) ”اے ام ایمن! آپ خاموش رہیئے، تمہاری زبان بڑی سخت ہے“ یعنی کہنا کچھ چاہتی ہو،

(۳۹) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکت بنت ثعلبہ ہے، ام ایمن آپ کا بیٹا تھا جو آپ کے پہلے شوہر عبید بن زید سے پیدا ہوا، ام ایمن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سعادت اور غزوة خیبر میں شرف شہادت حاصل ہے، عبید بن زید کے بعد حضرت ام ایمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستثنیٰ اور مشہور صحابی حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے حضرت ام ایمن نے چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اس لیے آپ وقتاً فوقتاً حضرت ام ایمن کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، جب آپ...

لکھتا کچھ ہے۔

### روایت مذکورہ سے حضرت گنگوہیؒ کا استدلال

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انصار نے یہ درخت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہبہ کے طور پر پیش کئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے حضرت ام ایمنؓ کو بھی بطور ہبہ کے دیئے تھے، اب ان کی واپسی کرائی جا رہی ہے معلوم ہوا کہ رجوع فی الہبہ جائز ہے جو حنفیہ کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجر چونکہ شافعی ہونے کی وجہ سے رجوع فی الہبہ کو جائز نہیں سمجھتے اس لیے وہ کہتے ہیں یہ عاریت تھی۔ (۴۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ عاریت تھی تو عاریت کو آگے ہبہ کرنا کہاں درست ہے؟ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے حضرت ام ایمنؓ کو یہ ہبہ کئے تھے، اگر آپ کہیں کہ حضرت ام ایمنؓ کو بھی عاریتاً دیئے گئے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر ان کو یہ عاریت کے طور پر ہی دیئے گئے تھے تو پھر انہوں نے واپس کرنے سے انکار کیوں کیا؟ ان کا انکار دلالت کرتا ہے کہ یہ ہبہ تھا اور ہبہ کر کے واپس لینا دلیل ہے اس بات کی کہ رجوع فی الہبہ جائز ہے۔ (۴۱) واللہ اعلم۔  
البتہ حنفیہ کے نزدیک رجوع فی الہبہ چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے عام نہیں۔

۳۸۹۵ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : عَنْ سَعْدِ بْنِ قَيْسٍ : سَمِعْتُ

أَبَا أُمَامَةَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : نَزَلَ أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ

کی وفات ہوئی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فاروق اعظمؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمنؓ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے چلیے آج ہم بھی ان کے ہاں چلتے ہیں، جب یہ دونوں حضرات ان کے گھر داخل ہوئے تو حضرت ام ایمنؓ رونے لگیں، انہوں نے کہا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ کے ہاں اپنے رسول کے لیے جو کچھ ہے وہ اس دنیا سے بہتر ہے، فرمانے لگیں، میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے بلکہ اس لیے رو رہی ہوں کہ وہی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، یہ سن کر حضرت صدیق اور حضرت فاروق بھی رونے لگے، حضرت ام ایمنؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے الامامة: ۴ / ۲۲۲)

(۴۰) دیکھیے فتح الباری: ۱۱ / ۱۱۱

(۴۱) چنانچہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قوله: "فما سأل الذي كانوا اعطوه" فيه دلالة على جواز الرجوع في الهبة وان الموهوب له اذا وهبه الاخر لم يملك الواهب الاول رد هامن الموهوب له الاول، ولذلك امر النبي صلى الله عليه وسلم ام ايمن ان ترد هاليهم لو ملك رد هاليهم لانفسه النفيسة لما افتقر الى ذلك.... وجواز الرجوع في الهبة ظاهر برجوع الانصار فيما كانوا اعطوه، ولا يمكن حمله على انه كان عارية لاهبة لانه لو كان عارية لما اعطى النبي صلى الله عليه وسلم عطية ام انس لام ايمن اذ لا يجوز هبة العارية.... (وانظر لامع الدراري: ۲ / ۳۲۲)



سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى سَعْدِ فَأَتَى عَلَى حِمَارٍ ، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ :  
(قُومُوا إِلَي سَيِّدِكُمْ ، أَوْ خَيْرِكُمْ) . فَقَالَ : (هُؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَي حُكْمِكِ) . فَقَالَ : تَقْتُلُ مِقَاتِلَهُمْ ،  
وَتَسِي ذُرَارِيَهُمْ ، قَالَ : (قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللَّهِ . وَرُبَّمَا قَالَ : بِحُكْمِ الْمَلِكِ) . [ر : ۲۸۷۸]

یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے ، حضرت ابوسعید خدری کا نام ”سعید بن مالک“ ہے ، فرماتے ہیں کہ نزل اہل قریظہ علی حکم سعد بن معاذ ”بنو قریظہ نے سعد بن معاذ کے حکم اور فیصلہ پر اترنا منظور کر لیا“

درحقیقت بنو قریظہ قلعوں سے اترنے کے لیے بالکل آمادہ نہ تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ ہمارا فیصلہ کریں گے تو قلعوں سے نکلنے پر آمادہ ہو گئے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور قبیلہ اوس اور بنو قریظہ کے درمیان حلیفانہ تعلقات تھے ، بنو قریظہ کو خیال ہوا کہ اب ہمارا معاملہ سعد بن معاذ کے ہاتھ میں ہے اور وہ بہر حال ہمارے حق میں آسان سے آسان تر فیصلہ کریں گے اس لیے وہ لوگ اتر آئے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے آدی بھیجا ، حضرت سعد بن معاذ قریب ہی مسجد کے ایک خیمے میں مقیم تھے ، (۱) چنانچہ وہ حمار پر سوار ہو کر آئے۔

فلما دنا من المسجد

”سو جب وہ مسجد کے قریب ہو گئے“ بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں ”مسجد“ سے مراد مسجد نبوی ہے ، یہ غلط ہے ، بلکہ یہاں مسجد سے نماز کی وہ عارضی جگہ مراد ہے جو محاصرے کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار بنی سلمہ میں مسجد کے طور پر بنائی تھی ، (۲) یہ جگہ بنو قریظہ کے قریب تھی ، بنو قریظہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھے۔ (۳)

قال للانصار: قوموا الى سيدكم - او خيركم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا ”اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو“ یا اپنے میں بہتر کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو۔

(۱) یہ خیمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد کے قریب لگایا تھا تاکہ ان کی عبادت آسانی سے آپ کرتے رہیں۔

(دیکھیے دلائل نبوی: ۱۲ / ۴)

(۲) دیکھیے فتح الباری: ۴ / ۲۱۲

(۳) البدر الساری حاشیہ فیض الباری: ۳ / ۱۰۱۔

## مسئلہ قیام تعظیم

کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے قیام تعظیم کو ثابت کرنے کے لیے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، ابن الحاج نے ان کی تردید کی اور ان کے موقف کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی اس طرح فریقین کی طرف سے اس مسئلے میں لکھا جاتا رہا۔

لیکن قول فیصل یہ ہے کہ اہل کرم اور اہل فضل کے احترام میں کھڑے ہونے کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے بلکہ بہتر اور افضل ہے، لیکن یہ اجازت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔

- ① ایک یہ کہ جس کے لیے کھڑے ہو رہے ہیں اس کے دل میں یہ طلب نہ ہو کہ لوگ میرے لیے کھڑے ہوں، اگر اس کے دل میں یہ خواہش ہے تو پھر کھڑا ہونا جائز نہیں۔
- ② دوسری شرط یہ ہے کہ کھڑے ہونے والے کے دل میں اس قیام کا داعیہ ہو، اگر دل میں اس کے اکرام کا داعیہ نہیں، محض ریاء اور تعلق کی بناء پر کھڑا ہو رہا ہے تو بھی جائز نہیں ہے۔ (۳)

(۴) کسی کے لیے قیام کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں صرف ایک صورت (قیام تعظیمی) کے حکم میں اختلاف ہے۔ باقی صورتوں کا حکم واضح اور مستفح علیہ ہے۔

- ① پہلی صورت یہ ہے کہ سردار بیٹھا ہے اور حاضرین اس کی تعظیم و تکریم میں مسلسل مجلس میں کھڑے ہیں، یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ یہ جمیوں کی متکبرانہ اور جاہلانہ رسم ہے۔
- ② دوسری صورت یہ ہے کہ آنے والے کے دل میں تکبر اور بڑائی ہو جس کی وجہ سے وہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں، یہ صورت بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔
- ③ تیسری صورت یہ ہے کہ آنے والے کے دل میں تکبر اور بڑائی تو نہ ہو، تاہم یہ ڈر ہو کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں تکبر پیدا ہوگا، ایسے شخص کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔
- ④ چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی کی آمد پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے انسان اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو جائے یہ صورت نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب اور مندوب ہے اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔
- ⑤ پانچویں صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ کی جانب سے کوئی نعمت ملی ہے، اس شخص کو اس نعمت پر مبارکباد دینے کے لیے آدی کھڑا ہو، یہ صورت بھی مستحب اور مندوب ہے۔
- ⑥ چھٹی صورت یہ ہے کہ کسی پر کوئی مصیبت آئی ہے، اس کی تسلی کے لیے کوئی کھڑا ہو گیا تو یہ بھی مستحب اور مندوب ہے۔
- ⑦ ساتویں صورت یہ ہے کہ آنے والے کے اکرام میں کوئی آدی کھڑا ہو رہا ہے تاہم آنے والے کے دل میں اپنے لیے اس قیام تعظیمی کی خواہش ہے اور نہ تمنا،

یہ ساتویں صورت مختلف لی ہے، طریق کے دلائل آگے "کتاب الاستئذان" باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قوموا لی سیدکم کے تحت حافظ ابن حجر نے بیان کئے ہیں، اللہ اللہ پوری تفصیل وہاں آئے گی۔

(مذکورہ سات صورتوں کے لیے دیکھیے مکتبہ نفع اللہ ص ۱۳۶-۱۳۷)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوتے ہیں، حضرت سعدؓ نے اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی دریافت کیا کہ میرا فیصلہ کس پر نافذ ہوگا؟ آپ نے فرمایا، سب پر نافذ ہوگا، عرض کیا، آپ پر بھی نافذ ہوگا، فرمایا کہ ہاں مجھ پر بھی نافذ ہوگا، (۵) اس وقت حضرت سعدؓ نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والے مرد قتل کر دیئے جائیں اور ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے لکھا ہے کہ تورات، کتاب تیشہ، اصحاح نمبر بیس، آیت نمبر دس میں ہے کہ ”اگر کسی قوم کو محاصرہ کے دوران گرفتار کیا جائے تو اس میں جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دیا جائے اور بچے، عورتیں اور جو چیزیں ان کے پاس ہوں ان سب کو مال غنیمت شمار کیا جائے گا (۶)“ تو چونکہ حضرت سعدؓ نے تورات کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ”قضیت بحکم اللہ“

لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت وحی آئی تھی اور اس کے ذریعہ آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فیصلہ بتایا گیا تھا، حضرت سعدؓ نے جب ٹھیک اسی طرح فیصلہ کیا جس کی اطلاع آپ کو وحی کے ذریعہ دی گئی تھی تو آپ نے فرمایا ”قضیت بحکم اللہ“ واللہ اعلم

۳۸۹۶ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ، رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، يُقَالُ لَهُ حِبَانُ بْنُ الْعَرِيقَةِ ، رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ ، فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السَّلَاحَ وَأَغْتَسَلَ ، فَأَنَاهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْعُبَارِ ، فَقَالَ : قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ ، وَاللَّهِ مَا وَضَعْتُهُ ، أَخْرَجَ إِلَيْهِمْ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَأَيْنَ) . فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِهِ ، فَرَدَّ الْحَكْمَ إِلَى سَعْدٍ ، قَالَ : فَأَيُّ أَحْكَمٍ فِيهِمْ : أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ ، وَأَنْ تُسَبَى النِّسَاءُ وَالذَّرِيَّةُ ،

۔۔۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہم کی تقریر میں مذکورہ قیام عظیم سے بھی ساتویں صورت مراد ہے جس کو دو شرطوں کے ساتھ افضل اور بہتر کہا گیا اور اسی کو مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن میں ”احق بالعمل“ کہا ہے۔۔۔ (دیکھیے اعلاء السنن ۱/۲۲۹) واللہ اعلم

وَأَنْ تُقَسِّمَ أَمْوَالَهُمْ

رماہ رجل من قریش یقال لہ حبان بن العرقہ، رماہ فی الاکحل  
 ”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش کے، ایک شخص نے جس کو حبان بن عرقہ کہا جاتا تھا حضرت  
 سعد بن معاذ کو تیر مارا اور تیر اس نے بازو کی رگ میں مارا“

مارگو لوس ایک عیسائی پادری ہے، وہ کہتا ہے کہ چونکہ حضرت سعدؓ کو ایک قرظی نے تیر مارا تھا اس  
 لیے انہوں نے بنو قریظہ کے خلاف سخت فیصلہ انتقام کے طور پر کیا لیکن یہ جھوٹ ہے، یہاں بخاری کی روایت  
 میں تصریح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ایک قریشی آدمی نے تیر مارا تھا۔

فاتاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلوا علی حکمہ

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے پاس آئے (یعنی آپ نے ان کا محاصرہ کیا) چنانچہ بنو  
 قریظہ آپ کے فیصلہ پر اترے“ کہ جو فیصلہ آپ کریں گے ہمیں منظور ہے۔ یہ بھی روایتوں میں آتا ہے  
 کہ یہود ابتداءً حضرت سعدؓ ہی کے فیصلہ پر راضی ہوئے تھے (۷) جبکہ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر وہ راضی ہوئے تھے۔ دونوں قسم کی روایات میں تطبیق یوں ہو سکتی  
 ہے کہ ممکن ہے ان کو اس بات کا علم ہو گیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فیصلہ خود صادر نہیں  
 فرمائیں گے بلکہ حضرت سعدؓ کے حوالہ کریں گے اس بناء پر وہ آپ کے فیصلے پر راضی ہوئے ہوں۔

قَالَ هِشَامُ : فَأَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ سَعْدًا قَالَ : اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ  
 أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ ، مِنْ قَوْمٍ كَذَبُوا رَسُولَكَ ﷺ وَأَخْرَجُوهُ ، اللَّهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ  
 أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ ، فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي لَهُ ، حَتَّى  
 أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ ، وَإِنْ كُنْتُ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَأَفْجُرْهَا وَأَجْعَلْ مَوْتِي فِيهَا ، فَأَنْفَجِرَتْ مِنْ لَيْتِي ،  
 فَلَمْ يَرُعْهُمْ ، وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ ، إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ ، فَقَالُوا : يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ ،  
 مَا هَذَا الَّذِي بَأْتِنَا مِنْ قَيْلِكُمْ ؟ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْدُو جُرْحُهُ دَمًا ، فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

[ر : ۴۵۱]

یہ تعلق نہیں ہے بلکہ ما قبل سند کے ساتھ ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ نے یہ دعا  
 کی تھی کہ ”اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اس بات سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں ہے کہ میں تیرے

راستہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور ان کو اپنے وطن سے نکالا، اے اللہ! اب میرا خیال ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان تو نے جنگ ختم کر دی تاہم اگر قریش کے ساتھ کچھ جنگ باقی ہو تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھیے یہاں تک کہ میں تیرے راستے میں ان سے جہاد کر سکوں اور اگر آپ نے ان کے ساتھ ہماری جنگ ختم کر دی ہے تو میرے اس زخم (کے خون) کو بہائیے اور اسی میں میری موت واقع کر دیجیئے۔“

فانفجرت من لبثہ فلم یرعہم۔ وفی المسجد نبیۃ من بنی غفار۔ الا الدم یسئل الیہم

”چنانچہ سینہ سے ان کا زخم بہ پڑا، مسجد میں قبیلہ بنو غفار کا ایک خیمہ تھا جب خون ان کی طرف بہ کر آیا تو وہ گھبرائے۔“

لوگوں نے جب خون دیکھا تو پکار اٹھے یہ خون کہاں سے آرہا ہے؟ دیکھا تو حضرت سعدؓ کے زخم سے خون بہ رہا تھا چنانچہ اسی کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

یہاں کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو دعا کی تھی وہ شاید قبول نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے دعا کی تھی کہ اگر قریش کے ساتھ جنگ کا کوئی سلسلہ باقی ہو تو مجھے زندہ رکھیے جبکہ فتح مکہ کے موقع پر قریش کے ساتھ جنگ ہوئی ہے لیکن حضرت سعد بن معاذؓ اس زخم کی وجہ سے اسی وقت انتقال فرما گئے تھے۔

① اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہر دعا کا دنیا میں قبول ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، بعض دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوتیں لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو آخرت کی ترقی کا ذریعہ بنا دیتے ہیں، حضرت سعدؓ کی اس دعا کو بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آخرت کی ترقی کا ذریعہ بنایا۔

② لیکن اس سے بہتر بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ کا یہ دعا یہ تھا کہ اگر جنگ، کوئی ایسی ہو جس میں قریش اقدام کریں تو ایسی جنگ کے لیے مجھے باقی رکھیے، جبکہ فتح مکہ کے موقع پر قریش نے اقدام نہیں کیا تھا بلکہ مسلمان مکہ پر قبضہ کرنے گئے تھے اور اس میں بھی قریش کے ساتھ کسی زبردست جنگ کی نوبت نہیں آئی بلکہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ماتحت مسلمانوں کی ایک جماعت کو کفار کی معمولی سی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس لیے حضرت سعد بن معاذؓ کی دعا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں قبول فرمائی اور ان کو اپنی طرف بلا لیا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک حاکم کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعدؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے لیے آسمان کے تمام دروازے کھولے گئے اور ان کی روح کی آمد سے فرشتے بڑے خوش ہوئے (۸)

اور حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے جنازے میں شرکت کرنے کے لیے ستر ہزار فرشتے آسمان سے آئے۔ جو اس سے قبل کبھی آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے (۹) ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی موت سے عرش ہل گیا تھا۔ (۱۰)

۳۸۹۷ : حَدَّثَنَا الْحَبَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيُّ : أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ : (أَهْجُهُمْ - أَوْ هَاجِهِمْ - وَجِبْرِيلُ مَعَكَ) .  
وَزَادَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْبَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ : (أَهْجُ الْمُشْرِكِينَ ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ) .  
[ر : ۳۰۴۱]

### باب : غزوة ذات الرقاع .

وَهِيَ غَزْوَةٌ مُحَارِبٍ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي نَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ ، فَتَزَلَّ نَحْلًا ، وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ ، لِأَنَّ أَبَا مُوسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ .

### غزوة ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ !

رقاع رقعہ کی جمع ہے پٹی اور چھتھرے کو کہتے ہیں۔ اس غزوے کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں۔

① ایک بات اس سلسلہ میں یہ کہی گئی کہ چونکہ اس غزوے میں زیادہ چلنے کی وجہ سے صحابہ کرام کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے کپڑے کی پٹیاں اور چھتھرے پاؤں پر لپیٹ لیے تھے اس لیے اس غزوے کو غزوة ذات الرقاع کہتے ہیں، چنانچہ اسی باب میں آگے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت آرہی ہے، اس میں ہے۔ فسمیت غزوة ذات الرقاع لما كنا نعصب من الخرق على ارجلنا

(۹) دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۱۲۸/۳

(۱۰) دیکھیے الامامة: ۲ / ۳۷ حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں اس قسم کی بہت سی روایات جمع کر دی ہیں، دیکھیے البدایۃ والنہایۃ، باب وفاة سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ: ۱۲۶/۳ - ۱۳۰۔

④ بعض حضرات نے کہا کہ اس کو غزوة ذات الرقاع اس لیے کہا جاتا ہے کہ ”انہم رقعوا راياتهم“ یعنی اس غزوة میں صحابہ نے رنگارنگ کپڑوں کے جھنڈے بنائے تھے۔ (۱)

⑤ واقدی اور ابن سعد نے کہا کہ ”ذات الرقاع“ ایک پہاڑ کا نام ہے جس میں مختلف رنگوں کے نشانات ہیں چونکہ اس غزوة کے موقع پر آپ نے وہاں قیام فرمایا تھا اس لیے اس غزوة کا نام غزوة ذات الرقاع پڑ گیا۔ (۲)

⑥ ابن حبان نے کہا کہ اس غزوة کا نام غزوة ذات الرقاع اس لیے رکھا گیا کہ ان کے گھوڑے مختلف رنگوں کے تھے، حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن حبان کا یہ قول تصحیف پر مبنی ہے انہوں نے ”جبل“ کو ”خیل“ پڑھ لیا ہے۔ (۳)

⑦ بعض علماء مالکیہ نے اس غزوة کے ذات الرقاع نام کی ایک عجیب وجہ بیان کی، انہوں نے کہا کہ اس کو ”ذات الرقاع“ اس لیے کہا کہ صحابہ نے اس غزوة میں صلوٰۃ خوف ادا کی تھی اور نماز میں پیوند کاری ہوئی تھی کہ ایک جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی گئی پھر دوسری جماعت آئی، اس نے ایک رکعت پڑھی اور پھر وہ واپس چلی گئی اور پہلی جماعت آئی اس نے نماز پوری کی، اس کے بعد پھر دوسری جماعت نے آکر اپنی نماز مکمل کی تو چونکہ اس میں صحابہ نے نماز دو ٹکڑوں اور حصوں میں پڑھی اس لیے اس کو غزوة ذات الرقاع کہتے ہیں۔ (۴)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان تمام توجیہات میں کوئی تعارض نہیں، ان تمام اسباب اور وجوہ کی بناء پر اس غزوة کا یہ نام پڑ گیا ہے۔ (۵) واللہ اعلم

## غزوة ذات الرقاع کا سبب!

اس غزوة کا سبب یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ غطفان کے دو قبیلے بنو

(۱) البدایہ والنہایہ: ۴ / ۸۳

(۲) طبقات بن سعد: ۲ / ۶۱، البدایہ والنہایہ: ۴ / ۸۳

(۳) فتح الباری: ۴ / ۲۱۹

(۴) وفي الفتح: (۴/۳۱۹) واغرب الداودي فقال: سميت ذات الرقاع لوقوع صلاة الخوف فيها، فسميت بذلك لترقيع الصلاة فيها

(۵) فتح الباری: ۴ / ۲۱۹

مخارب اور بنو ثعلبہ نے لشکر جمع کیا ہے اور وہ لوگ مسلمانوں کے خلاف منظم ہو رہے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے کہ وہ لوگ پیش قدمی کرتے چار سو صحابہ کو ساتھ لے کر پیش قدمی کی۔ (۶)

### غزوة ذات الرقاع کی تاریخ وقوع میں اختلاف!

اس غزوة کی تاریخ وقوع میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔

① ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ غزوة ۴ھ میں پیش آیا۔ (۷)

② بعض حضرات کا خیال ہے کہ ۵ھ میں پیش آیا ہے۔ (۸)

③ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوة ۷ھ میں غزوة خیبر کے بعد پیش آیا ہے اور

دلائل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثابت کیا ہے، چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں: وہی بعد خیبر،

لان اباموسی جاء بعد خیبر۔

④ امام بخاری کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس غزوة میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ شریک تھے

جیسا کہ خود ان کی روایت اس باب میں آرہی ہے، دوسری طرف یہ بات متفق علیہ ہے کہ حضرت ابوموسی

اشعری رضی اللہ عنہ فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، لہذا غزوة ذات الرقاع میں ان کی شرکت

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ غزوة، خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

ابن سید الناس نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کو رد کرتے ہوئے کہا کہ حضرت

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے غزوة ذات الرقاع کے غزوة خیبر کے بعد وقوع پر کوئی دلالت

نہیں ہوتی، حافظ ابن حجر نے ابن سید الناس کے اس قول پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ ابن سید الناس کا

امام بخاری رحمہ اللہ کے اس استدلال کو رد کرنا ٹھیک نہیں، اس روایت سے امام بخاری کا اپنے مدعا پر

استدلال بالکل واضح اور صاف ہے۔ (۹)

⑤ امام بخاری رحمہ اللہ کا دوسرا استدلال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جو آگے

امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کی ہے لیکن ابوداؤد، نسائی، طحاوی، مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موصولاً منقول ہے جس میں حضرت ابوہریرہ کی غزوة ذات الرقاع میں شرکت کا

(۶) طبقات ابن سعد: ۲ / ۶۱

(۷) البدایہ والنہایہ: ۴ / ۸۳

(۸) الکامل لابن اثیر: ۴ / ۱۳۰

(۹) دیکھیے فتح الباری: ۴ / ۲۱۸



بیان ہے اور حضرت ابوہریرہؓ بالاتفاق غزوہ خیبر کے بعد آئے ہیں، غزوہ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد پیش آیا ہے، حافظ ابن قیم اور علامہ تقی الدین سبکی بھی امام بخاری کی تائید کرتے ہیں۔

• انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ الوداد کی ایک روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے صلاة الخوف غزوہ عسفان میں ادا کی اور غزوہ عسفان غزوہ حدیبیہ کے بعد واقع ہوا ہے اور یہاں بخاری کی روایت میں غزوہ ذات الرقاع میں بھی صلاة الخوف کا ادا کرنا مصرح ہے، ظاہر ہے کہ یہ صلاة الخوف غزوہ عسفان میں صلاة الخوف کے بعد ہے اور جب غزوہ عسفان حدیبیہ کے بعد ہے تو یقیناً اب تین احتمال ہوں گے، ایک احتمال تو یہ ہوگا کہ غزوہ ذات الرقاع ۶ھ کے بالکل آخر میں مانا جائے کہ ۶ھ میں غزوہ حدیبیہ اور غزوہ عسفان واقع ہوا ہے اور اس کے آخر میں اس غزوہ کو تسلیم کر لیا جائے دوسرا احتمال یہ ہوگا کہ اس غزوے کو ۷ھ کے اوائل محرم میں مان لیا جائے، ان دونوں احتمالات میں غزوہ ذات الرقاع کا وقوع غزوہ خیبر سے پہلے ہوگا، تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس کو غزوہ خیبر کے بعد مانا جائے، تو وہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں یہ تین احتمالات ہیں ان میں سے پہلے دو احتمالات ایسے ہیں کہ ان کی تائید کسی روایت سے نہیں ہوتی ہے، جبکہ تیسرے احتمال کی تائید حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایتوں سے ہو رہی ہے لہذا یہی احتمال قابل قبول ہوگا اور کہا جائے گا کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد ہے۔ (۱۰)

بعض حضرات نے کہا کہ درحقیقت غزوہ ذات الرقاع دو ہیں، ایک وہ ہے جس کا ذکر اہل سیر اور اصحاب مغازی کرتے ہیں اور دوسرا وہ ہے جس میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ شریک ہوئے ہیں تو جس ذات الرقاع کا ذکر اصحاب سیر کرتے ہیں وہ تو خیبر سے پہلے واقع ہوا ہے اور جس میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے شرکت کی ہے وہ خیبر کے بعد پیش آیا ہے۔

غزوہ ذات الرقاع کے تعدد پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جس روایت میں غزوہ ذات الرقاع میں اپنی شرکت کا ذکر کیا ہے اس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم چھ آدمی تھے اور ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے اور جس غزوہ ذات الرقاع کا ذکر اصحاب مغازی نے کیا ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار سو صحابہ کا مجمع تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ غزوے ہیں ایک میں چھ صحابہ اور دوسرے میں چار سو صحابہ تھے۔ (۱۱)

(۱۰) زاد العاد ۲ / ۲۵۱ - ۲۵۲ فتح الباری: ۴ / ۲۱۸

(۱۱) فتح الباری: ۴ / ۲۱۸ - والہدایۃ والنہایۃ: ۲ / ۸۳

لیکن غزوة ذات الرقاع کے تعدد پر یہ استدلال بہت ضعیف ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰؓ کے اس طرح کہنے سے کہ ہم چھ آدمی باری باری اونٹ پر سواری کرتے تھے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان کے ساتھ لشکر میں کوئی اور نہ ہو کیونکہ جب بڑا لشکر ہوتا ہے تو لوگ جاتے ہوئے مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں پھر وہ علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی ٹولیوں میں چلتے ہیں اس لیے حضرت ابو موسیٰؓ نے جو یہ فرمایا کہ ہم چھ آدمی تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کل ہی چھ تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہماری ٹولی چھ آدمیوں کی تھی۔ (۱۲)

### امام بخاریؒ نے غزوة ذات الرقاع کو غزوة خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا؟

لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب امام بخاریؒ غزوة ذات الرقاع کو غزوة خیبر کے بعد تسلیم کر رہے ہیں تو پھر اس کو غزوة خیبر کے بعد ذکر کرتے، غزوة خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا۔

① اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ امام بخاریؒ نے غزوة ذات الرقاع کو خیبر سے پہلے ذکر کر کے تاریخ وقوع میں عام اہل سیر کی بات تسلیم کرنے کی طرف اشارہ کیا۔

② دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ امام بخاریؒ نے نہیں بلکہ ان سے صحیح بخاری کی روایت کرنے والے بعد کے راویوں نے اس کو خیبر سے پہلے ذکر کیا۔ (۱)

③ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم

### وہی غزوة محارب خصفہ من بنی ثعلبة من غطفان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمتہ الباب میں دو دعوے کیے ہیں، ایک یہ کہ غزوة ذات الرقاع غزوة خیبر کے بعد ہے اور دوسرا دعویٰ یہ کیا ہے کہ غزوة ذات الرقاع اور غزوة محارب خصفہ دونوں ایک غزوة ہیں، اور اس باب کے آخر تک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو دعووں کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

”محارب خصفہ“ میں محارب کی اضافت خصفہ کی طرف اس لیے کی کہ عرب میں محارب نام کے اور بھی قبائل تھے، محارب عبدالقیس اور محارب فہر، ان سے تمیز کے لیے محارب خصفہ کہا۔ (۱۳)

(۱۳) فتح الباری: ۴/۲۱۹۔

(۱) دیکھیے ان دو توجیہات کے لیے فتح الباری: ۴/۲۱۷۔

(۱۲) فتح الباری: ۴/۲۱۸ و عمدة القاری: ۱۷/۱۹۳

## من بنی ثعلبة من غطفان

یہ عبارت امام بخاری کے ادھام میں سے ہے، کیونکہ اس عبارت کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ محارب بن خصفہ ثعلبہ کی اولاد میں سے ہے اور ثعلبہ محارب کا جدا مجدد ہے حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے، ثعلبہ محارب کا جد نہیں ہے بلکہ خود ثعلبہ، غطفان کی اولاد میں داخل ہے اور غطفان اور محارب دونوں چچازاد بھائی ہیں کیونکہ غطفان سعد بن قیس کا بیٹا ہے اور محارب خصفہ بن قیس کا بیٹا ہے، اس طرح سعد اور خصفہ دونوں بھائی ہیں اور غطفان بن سعد بن قیس اور محارب خصفہ بن قیس آپس میں چچازاد بھائی ہیں اس لیے عبارت ”من بنی ثعلبة“ کے بجائے ”بنی ثعلبة“ وادعاطہ کے ساتھ ہونی چاہیے چنانچہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے تحسیک عبارت اس طرح نقل کی ہے۔ وہی غزوة محارب خصفہ وبنی ثعلبة من غطفان (۱۴)

## فنزله نخلًا

جب آپ غزوة ذات الرقاع کے لیے تشریف لے گئے تو مقام نخل میں آپ نے نزول فرمایا اس جگہ کو بطن نخل بھی کہتے ہیں اور نخل بھی، یہ جگہ بلاد غطفان میں واقع ہے اور مدینہ منورہ سے دو دن کے فاصلے پر ہے، (۱۵) غالباً یہاں کھجوروں کے درخت بہت تھے اس لیے اس جگہ کو نخل کہا جانے لگا۔

۳۸۹۸ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : وَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ : أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ الْعَطَّارُ ، عَنْ بَحْيِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِغَةِ ، غَزْوَةِ ذَاتِ الرَّقَاعِ .

## وقال عبد الله بن رجاء

عبد اللہ بن رجاء دو ہیں، ایک عبد اللہ بن رجاء مکی ہیں اور ایک عبد اللہ بن رجاء بصری ہیں، عبد اللہ بن رجاء بصری سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع ہے البتہ عبد اللہ بن رجاء مکی سے امام بخاری کا سماع نہیں ہے اور یہاں عبد اللہ بن رجاء بصری مراد ہیں، ان سے امام بخاری کا سماع ہے لیکن ”قال“ کا صیغہ امام بخاری تعلق کے لیے استعمال کرتے ہیں اس لیے بظاہر یہ تعلق ہے، اس تعلق کو ابوالعباس السراج نے اپنی مسند میں موصولاً نقل کیا ہے، البتہ بخاری کے ابوذر والے نسخہ میں ”وقال عبد الله بن رجاء“ کے بجائے.... ”وقال لي عبد الله بن رجاء“ ہے، اس صورت میں یہ تعلق نہیں ہوگی۔ (۱۶)

(۱۴) فتح الباری: ۴ / ۲۱۸ عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۳

(۱۵) فتح الباری: ۴ / ۲۱۸ و عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۳

(۱۶) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۳

اخبرنا عمران القطان

یہ عمران بن داود القطان ہیں، امام بخاری ان کی روایات کو صرف استشہاد میں ذکر کرتے ہیں، یہ قوت وضبط کے اعتبار سے اتنے باند مقام پر فائز نہیں ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی روایت سے استدلال کریں۔ (۱۷)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فی الخوف فی غزوة السابعة غزوة ذات الرقاع

”حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں غزوے غزوة ذات الرقاع

میں صحابہ کو صلاۃ خوف پڑھائی۔“

فی غزوة السابعة: میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہو رہی ہے اصل میں ہے ”فی الغزوة

السابعة“ اس روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اس دعوے پر کہ غزوة ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے استشہاد مقصود ہے اس لیے کہ اس سے قبل چھ بڑے غزوات ہوئے ہیں، ① غزوة بدر ② احد ③ خندق ④ بنو قریظہ ⑤ مریسبع ⑥ اور خیبر... ان کے بعد ساتواں غزوة ذات الرقاع ہے۔

بعض لوگوں نے ”غزوة السابعة“ کی اضافت کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد سن ۷ ہجری کا

غزوة ذات الرقاع ہے اور انہوں نے کہا کہ اصل عبارت ”غزوة السنة السابعة“ ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ اگر ”غزوة السابعة“ سے ”غزوة السنة السابعة“ مراد لیا جائے تو اس

صورت میں یہ روایت نص بالمراد ہو جائے گی (یعنی یہ روایت اس بات پر صراحتاً دال ہوگی کہ غزوة ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے کیونکہ غزوة خیبر سن سات کے پہلے ماہ محرم میں پیش آیا ہے تو ذات الرقاع کے سن

سات میں ہونے کا واضح مطلب ہوگا کہ وہ خیبر کے بعد ہے) اور پھر امام بخاری کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

وغیرہ کی روایات سے استدلال کا تکلف نہیں کرنا چاہیے لیکن امام بخاری اس قسم کی روایات سے آگے استدلال کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے نص بالمراد والے معنی (غزوة السنة السابعة)

مراد نہیں ہے بلکہ ”غزوة السابعة“ مراد ہے جو امام بخاری کے دعوے پر نص نہیں ہے البتہ امام کے دعوے کی تائید اس سے ضرور ہو رہی ہے اس لیے امام بخاری آگے مزید دلائل پیش کر رہے ہیں۔ (۱۸) واللہ

اعلم۔

قال ابن عباس : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْخَوْفَ بِذِي قَرْدٍ .

”حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد میں صلاۃ خوف ادا کی یہ تعلق ہے ، امام نسائی اور طبرانی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے ، (۱۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دعویٰ ترجمۃ الباب میں یہ کیا ہے کہ غزوة ذات الرقاع اور غزوة محارب نصفہ دونوں ایک ہیں ، تعلق مذکور سے امام اپنے اس دعویٰ کو ثابت کر رہے ہیں اس طرح کہ ذی قرد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف ادا کی ، ذی قرد مدینہ منورہ سے ایک دن کی مسافت پر بلاد غطفان سے متصل ایک مقام کا نام ہے اور ذات رقع بھی ذی قرد سے متصل بلاد غطفان میں ایک پہاڑ ہے ، ذی قرد میں غزوة محارب نصفہ ہوا ہے اور ذات رقع میں غزوة ذات الرقاع ہوا ہے اور یہ دونوں مقامات ساتھ ساتھ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں غزوے کوئی الگ الگ غزوے نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک ہیں تو اس لیے کہ ذی قرد اور ذات الرقع دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں ، دوسرے اس لیے کہ دونوں میں صلاۃ الخوف کا پڑھنا روایوں میں مذکور ہے ، یہ دو چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ غزوة محارب نصفہ اور ذات الرقع دونوں ایک ہیں۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ استدلال کمزور ہے ایک تو اس وجہ سے کہ صلاۃ الخوف متعدد بار ادا کی گئی ، دونوں غزوات کے اتحاد پر صلاۃ الخوف کی ادائیگی سے استدلال اس وقت درست ہوتا جب وہ ایک مرتبہ ادا کیجاتی ، دوسرے اس وجہ سے کہ اگر ذی قرد اور ذات الرقع دو متصل مقامات کے نام ہیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ غزوة محارب اور ذات الرقع ایک ہوں ، عین ممکن ہے کہ ذی قرد میں مستقل غزوہ ہوا ہو اور ذات الرقع کا غزوہ الگ ہو ، اس لیے امام بخاری کی یہ دلیل کوئی قوی اور مضبوط دلیل نہیں ہے ۔ واللہ اعلم

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ : حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى : أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ :

صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَتَعْلَبَةَ .

وقال بكر بن سوادة: بكر بن سوادہ بصری ہیں اور مصر کے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے ، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو افریقہ کی طرف فقہ کی تعلیم کی غرض سے بھیجا تھا ، وہیں ان کا انتقال ۱۲۸ھ میں ہوا ، ابن معین اور نسائی نے ان کی توثیق کی ہے ، ان کی کنیت ابو شامہ ہے ۔ (۲۱)

(۱۹) فتح الباری ۱/۲۳۰ و عمدة القاری: ۱۲/۱۹۳

(۲۱) عمدة القاری: ۱۲/۱۹۳ - ۱۹۵

حدیثی زیاد بن نافع: یہ مصری ہیں اور صفار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، اس مقام کے علاوہ بخاری میں ان کی کوئی اور روایت مذکور نہیں ہے۔ (۲۲)

عن ابی موسیٰ: یہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہیں ہیں، بلکہ ان کا نام ”علی بن ربیع“ بتایا گیا ہے، ان کی فقط یہی ایک حدیث بخاری میں آئی ہے۔ (۲۳)

صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہم یوم محارب و ثعلبہ

اس عبارت سے امام بخاری کا وہی مقصد ہے کہ آپ نے غزوة محارب و ثعلبہ میں نماز پر بھائی اور ذات الرقاع میں بھی صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر ہے... معلوم ہوا کہ دونوں غزوة ایک ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ : سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ : سَمِعْتُ جَابِرًا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى ذَاتِ الرَّقَاعِ مِنْ نَحْلِ ، فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ ، فَلَمْ يَكُنْ قِتَالًا ، وَأَحَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ، فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ رَكَعَتِي الْخَوْفِ .

اس روایت کے ذکر کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا منشاء یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة ذات الرقاع میں صلاۃ خوف ادا کی، تو جن روایات میں غزوة نخل میں صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر آتا ہے وہاں غزوة نخل سے غزوة ذات الرقاع مراد ہوتا ہے کیونکہ غزوة ذات الرقاع غطفان کے لوگوں سے ہوا اور غطفان بطن نخل میں رہتے تھے، البتہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے حوالہ سے یہ روایت یہاں ذکر کی ہے لیکن ابن اسحاق کی سیرت میں اس سند کے ساتھ یہ روایت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہو گیا ہے، سیرت ابن اسحاق میں اس سند کے ساتھ حضرت جابرؓ کا ایک اور واقعہ اسی غزوة سے متعلق مذکور ہے، امام نے غلطی سے صلاۃ خوف کی ادائیگی کا قصہ ذکر کر دیا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا تسامح ثابت کرنے والے کا حافظہ کیا امام بخاری سے زیادہ ہے؟ اگر سیرت ابن اسحاق میں یہ واقعہ اس سند کے ساتھ موجود نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ کسی اور جگہ بھی موجود نہ ہو، عین ممکن ہے کہ امام بخاری نے ابن اسحاق کی اسی سند کے ساتھ یہ واقعہ کہیں اور دیکھا ہو۔ (۲۴)

(۲۲) فتح الباری: ۴/ ۲۲۰ و عمدة القاری: ۱۲/ ۱۹۵

(۲۳) فتح الباری: ۴/ ۲۲۰ و عمدة القاری: ۱۲/ ۱۹۵ (۲۴) عمدة القاری: ۱۲/ ۱۹۵

وَقَالَ يَزِيدُ ، عَنْ سَلْمَةَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْقَرَدِ . [ ۳۹۰۱ ، وانظر : ۲۷۵۳ ]

یہ یزید بن ابی عبیدہ ہیں، حضرت سلمتہ بن الاکوع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (۲۵) یہ حضرت سلمتہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذی قرد میں شرکت کی۔

حضرت سلمتہ بن الاکوع کی اس تعلیق سے امام بخاری کا منشاء غزوہ محارب نخصہ اور ذات الرقاع کو ایک ثابت کرنا ہے، اس طرح کہ ذی قرد میں غزوہ محارب نخصہ ہوا اور ذی قرد اور ذات الرقاع دو متصل جگہوں کے نام ہیں لہذا اس سے ان دونوں غزوں کا ایک ہونا ثابت ہوا، لیکن جیسا کہ بتایا گیا ہے امام کا یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ جگہوں کے اتصال سے غزوات کا اتحاد لازم نہیں آتا۔

### حافظ ابن حجر کا خیال

حافظ ابن حجر حضرت سلمتہ بن الاکوع کی اس روایت سے اور اس سے ما قبل حضرت ابن عباس کی اس روایت سے جس میں غزوہ ذی قرد میں صلاۃ خوف کی ادائیگی کا ذکر ہے امام بخاری کا یہ منشاء سمجھے ہیں کہ امام بخاری غزوہ ذات الرقاع اور ذی قرد کو ایک ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ (۲۶)

لیکن جیسا کہ بتایا گیا ہے امام بخاری کا مقصد غزوہ محارب نخصہ اور غزوہ ذات الرقاع کو ایک ثابت کرنا ہے، غزوہ ذی قرد اور ذات الرقاع کو ایک ثابت کرنا آپ کا منشاء و مقصد نہیں ہے جیسا کہ حافظ سمجھ رہے ہیں کیونکہ آگے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ غزوہ ذی قرد کو مستقل بیان کر رہے ہیں اور وہاں امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ ”وہی قبل خیبر بثلاث“ یعنی غزوہ ذی قرد خیبر سے تین دن پہلے ہوا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ امام بخاری کا مقصد غزوہ ذی قرد اور ذات الرقاع کو ایک بتانا ہے درست نہیں۔ واللہ اعلم

۳۸۹۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزَاةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ ، بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ ، فَنَقَبْتُمْ أَقْدَامَنَا ، وَنَقَبْتُمْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِي ، وَكُنَّا نَلْفُ عَلَى أَرْجُلِنَا الْخِرْقَ ، فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرَّقَاعِ ، لِأَنَّ كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرْقِ عَلَى أَرْجُلِنَا . وَحَدَّثَ

(۲۵) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۱۹۵

(۲۶) فتح الباری: ۷ / ۲۳۱

أَبُو مُوسَى بِهَذَا ، ثُمَّ كَرِهَ ذَلِكَ ، قَالَ : مَا كُنْتُ أَضْنَعُ بِأَنْ أذْكَرَهُ ، كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ .

یہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی وہی روایت ہے جس سے امام بخاری نے ترجمتہ الباب میں استدلال کیا ہے ، حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے ، ہم چھ آدمی نئے اور باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے ، میرے ساتھیوں کے پاؤں پھٹ گئے تھے بس کی وجہ سے ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے کی پٹیاں باندھ لی تھیں ، حضرت ابو موسیٰؓ نے اس غزوے میں اپنی شرکت بیان تو کر دی لیکن پھر انہوں نے پسند نہیں کیا کہ ان کے کسی نیک عمل کا افشا ہو کہ اس سے خواہ مخواہ ریا کا شبہ پیدا ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حبشہ سے مدینہ منورہ فتح خیبر کے بعد آنے تھے تو غزوہ ذات الرقاع میں ان کی شرکت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ غزوہ ، فتح خیبر کے بعد کا ہے اور یہی مقصد ہے امام بخاری کا!

۳۹۰۰ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَاتٍ ، عَمَّنْ شَهِدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ ذَاتِ الرَّقَاعِ صَلَّى صَلَاةَ الْخَوْفِ : أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وَجَاهَ الْعَدُوِّ ، فَصَلَّى بِالنَّبِيِّ مَعَهُ رَكْعَةً ، ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا ، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ أَنْصَرَفُوا ، فَصَفُّوا وَجَاهَ الْعَدُوِّ ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِبِهِمُ الرُّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا ، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ، ثُمَّ سَلَّمَ بِبِهِمْ .

قَالَ مَالِكٌ : وَذَلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ . [۳۹۰۲]

حدیثنا قتیبہ بن سعید عن مالک عن یزید بن رومان .... یزید بن رومان حضرت زبیر بن العوامؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۲۷)۔

عن صالح بن خوات عن شهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم  
صالح بن خوات کی یہی ایک روایت بخاری میں آئی ہے (۲۸) .... ”عمن شهد“ کے مصداق کے بارے میں بعض حضرات نے کہا حضرت سہل بن ابی حمزہ مراد ہیں ، (۲۹) لیکن امام غزالیؒ اور علامہ نوویؒ نے ”خوات بن جبیر“ کو اس کا مصداق قرار دیا جو صالح بن خوات کے والد ہیں ، حافظ ابن حجرؒ نے اسی کو ترجیح

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱۷/۱۹۶۔

(۲۸) قال الحافظ: وصالح تابعي ثقة ليس له في البخاري الا هذا الحديث الواحد۔ فتح الباری: ۷/۳۲۲۔

(۲۹) فتح الباری: ۷/۳۲۳ و عمدۃ القاری: ۱۷/۱۹۷۔



دیتے ہوئے کہا کہ ابن مندہ اور تیبہ کی روایات میں ”عن صالح بن خوات عن ابیہ“ کی تصریح ہے جس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ ”عمن شہد“ کا مصداق صالح بن خوات کے والد حضرت خوات بن جہیر ہیں۔ (۳۰) اس روایت میں غزوة ذات الرقاع میں صلاة الخوف کی ادائیگی کی کیفیت بیان کی گئی ہے، کہ اولاً ایک جماعت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہی، جو جماعت آپ کے ساتھ تھی اس کو ایک رکعت پڑھا کر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی، نماز سے فارغ ہو کر یہ لوگ آکر دشمن کے مقابل صف آراء ہو گئے اور دوسرا طائفہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کی باقی ایک رکعت اس طائفہ کو پڑھائی اور پھر آپ قعدے میں بیٹھے رہے اور طائفہ ثانیہ کے حضرات اپنی نماز پوری کرنے لگے، جب انہوں نے دوسری رکعت پڑھ لی اور التحیات میں بیٹھ کر تشہد وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

قال مالک: وذلك احسن ما سمعت في صلاة الخوف

مذکورہ روایت میں صلاة الخوف کی ادائیگی کی جو صورت بیان کی گئی ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ صلاة الخوف کے بارے میں جتنی صورتیں میں نے سنی ہیں ان میں یہ صورت سب سے اچھی ہے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت پڑھنے کے بعد طائفہ ثانیہ کی نماز کی تکمیل کا انتظار کیا اور جب طائفہ ثانیہ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان کے ساتھ آپ نے سلام پھیرا۔ لیکن دارقطنی نے ابن وہب سے یہ نقل کیا ہے کہ امام مالک پہلے تو اسی صورت کو پسندیدہ قرار دیتے تھے لیکن بعد میں قاسم بن محمد کی وجہ سے ان کا یہ فیصلہ تھا کہ امام کو طائفہ ثانیہ کی نماز کی تکمیل کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ امام سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کر دے۔ (۳۱)

۳۹۰۱ : وَقَالَ مُعَاذُ : حَدَّثَنَا هِشَامُ ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

بِنَحْلِ . فَذَكَرَ صَلَاةَ الْخَوْفِ .

تَابِعُهُ اللَّيْثُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ : أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ : صَلَاةَ

النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي أَنْصَارٍ . [ ر : ۳۸۹۸ ]

اس سے قبل معاذ کی روایت گزری ، امام بخاری فرماتے ہیں کہ معاذ کی متابعت لیث نے کی ہے ، یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس متابعت سے مراد متابعت اصطلاحی نہیں ہے بلکہ اس متابعت سے ”موافقة فی

صفة الصلاة“ مراد ہے یعنی جس طرح معاذ کی روایت میں صلاة خوف کی ادائیگی کی کیفیت اور صورت بیان کی گئی ہے ٹھیک اسی طرح صلاة خوف کی ادائیگی کی وہی صورت اور کیفیت لیث نے بھی اپنی روایت میں بیان کی ہے ، متابعت اصطلاحی اس لیے مراد نہیں ہے کہ معاذ کی روایت حضرت جابرؓ سے موصولاً منقول ہے اور لیث کی روایت مرسلہ منقول ہے اور متابعت اصطلاحی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی صحابی کی کوئی روایت ایک سند کے ساتھ منقول ہے وہی روایت اس صحابی سے کسی دوسری سند کے ساتھ آجائے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ (۳۲)

اس متابعت کو پیش کرنے سے امام بخاری کا مدعا یہ ہے کہ غزوة بنی انمار اور غزوة ذات الرقاع دونوں ایک ہیں ایک اس لیے کہ غزوة بنی انمار بلاد غطفان میں ہوا ہے اور دوسرے اس لیے کہ غزوة ذات الرقاع اور غزوة بنی انمار کے متعلق روایات میں صلاة خوف کی ادائیگی کا ذکر آتا ہے۔ (۳۳) لیکن آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ امام کا یہ استدلال ضعیف ہے۔

۳۹۰۲ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ ، عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَشْمَةَ قَالَ : يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ، وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهُ ، وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ ، وَجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ ، فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ، ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرَكْعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً ، وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ، ثُمَّ يَذْهَبُ هُوَ إِلَى مَقَامِ أَوْلِيكَ ، فَيَجِيءُ أَوْلِيكَ فَيَرَكْعُ بِهِمْ رَكْعَةً ، فَلَهُ نِسَانٌ ، ثُمَّ يَرَكْعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ .

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَشْمَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : مِثْلُهُ .

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ يَحْيَى : سَمِعَ الْقَاسِمَ : أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ ، عَنْ سَهْلِ : حَدَّثَهُ : قَوْلُهُ . [ر : ۳۹۰۰]

۳۹۰۳/۳۹۰۴ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ ، فَوَارَيْنَا الْعَدُوَّ ، فَصَافَقْنَا لَهُمْ .

(۳۲) متابعت کی تعریف اور اس کی قسموں کی تفصیل کے لیے دیکھیے ، مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۸-۳۹ النوع الخامس عشر : معرفة الاعتبار

والمناجعات والشواهد ، نیز دیکھیے 'نزہة النظر فی توضیح نخبہ الفکر' ص : ۵۲-۵۳

(۳۳) دیکھیے فتح الباری : ۴ / ۲۲۲-۲۲۵

(۳۹۰۴) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى بِأَحَدِي الطَّائِفَتَيْنِ ، وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةٌ الْعَدُوِّ ، ثُمَّ أَنْصَرَفُوا ، فَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ أَوْلِيكَ ، فَجَاءَ أَوْلِيكَ ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ، ثُمَّ قَامَ هُوَلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ ، وَقَامَ هُوَلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ .  
[ر : ۹۰۰]

۳۹۰۵/۳۹۰۶ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سَيَانُ وَأَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَ : أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى قَبْلَ تَبَدُّدِ .  
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَيَانِ بْنِ أَبِي سَيَانَ الدُّؤَلِيِّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى قَبْلَ تَبَدُّدِ ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى قَفَلَ مَعَهُ ، فَأَذْرَكَهُمْ الْقَائِلَةَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ ، وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى تَحْتَ سَمْرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ . قَالَ جَابِرٌ : فَنِمْنَا نَوْمَةً ، ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى يَدْعُونَا فَجِئْنَا ، فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى : (إِنَّ هَذَا أَخْتَرَطَ سَبِيَّ وَأَنَا نَائِمٌ ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِي صَلْتًا ، فَقَالَ لِي : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ قُلْتُ : اللَّهُ ، فَهَذَا هُوَذَا جَالِسٌ) . ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى .

حدیثنا اسماعیل.... عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما....

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف غزا کے لیے گئے جب اس غزوہ سے واپسی ہوئی۔

فأذركتهم القائلة في واد كثير العضاه

”تو قبیلوں کے وقت نے ان کو ایسی وادی میں پایا جس میں بڑے بڑے کانٹے دار درخت تھے ، بول کے درخت مراد ہیں۔“

العضاه: ایسے بڑے درخت کو کہتے ہیں جس میں کثرت سے کانٹے ہوتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا اور لوگ ان بڑے بڑے کانٹے دار درختوں کے نیچے سایہ حاصل کرنے کی غرض سے پھیل گئے ، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے درخت کے نیچے

فروش ہوئے اور اپنی تلوار اس درخت سے ٹکادی۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ابھی ہم کچھ دیر سوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا ہم آئے تو آپ کے پاس ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار سونت لی تھی یعنی اولاً تلوار کو درخت سے اتارا اور پھر نیام سے نکال کر سونت کر کھڑا ہو گیا تھا، میں سو رہا تھا جب میری آنکھ کھلی تو تلوار سونت ہوئی اس کے ہاتھوں میں تھی، کہنے لگا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا، اللہ! سو دیکھیے وہ بیٹھا ہوا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف فرمایا اور اس کو سزا نہیں دی۔

(۳۹۰۶) : وَقَالَ ابَانُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذَاتِ الرَّقَاعِ ، فَإِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكَنَاهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ ﷺ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَأَخْرَطَهُ ، فَقَالَ : تَخَافُنِي ؟ قَالَ : (لَا) . قَالَ : فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ قَالَ : (اللَّهُ) . فَهَدَّاهُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ ، فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكَعَتَيْنِ ، ثُمَّ تَأَخَّرُوا ، وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكَعَتَيْنِ ، وَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعٌ ، وَلِلْقَوْمِ رَكَعَتَانِ .

وَقَالَ مُسَدَّدٌ ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ : أَسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ ، وَقَاتَلَ فِيهَا مُحَارِبَ خَصْفَةَ .

اس سے قبل حضرت جابر کی روایت میں تھا کہ ہم نجد کی طرف غزوہ کرنے گئے تھے اور غزوہ نجد سے مراد غزوہ محارب خصفہ تھا، اب حضرت جابر نے ذات الرقاع کا لفظ استعمال کیا، اس طرح اس سے امام بخاری کے اس دعویٰ کی تائید ہو جاتی ہے کہ غزوہ محارب خصفہ اور غزوہ ذات الرقاع ایک ہیں اور حضرت جابر کی ان دو روایتوں کو پیش کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد ہے۔

امام بخاری نے ابان کی یہ روایت یہاں تعلیقاً ذکر کی ہے، امام مسلم نے اس روایت کو موصولاً

نقل کیا ہے۔ - (۳۴)

فتهدده اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم

”آپ کے اصحاب نے اس اعرابی کو ڈانٹا“ پہلے آپکا ہے کہ آپ نے اس کو معاف کر دیا تھا،

ظاہر ہے کہ جب صحابہ نے اس کو ڈانٹا تو آپ نے ان کو روک دیا ہوگا، واقدی نے نقل کیا ہے کہ یہ اعرابی

اس موقع پر مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر اسلام کی دعوت دی جس سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ (۲۵)

فصلى بطائفة ركعتين، ثم تاخروا، وصلى بالطائفة الاخرى ركعتين، وكان للنبي صلى الله عليه

وسلم اربع وللقوم ركعتان

یہ روایت سب کے لیے اشکال کا سبب بنی ہوئی ہے، اس لیے کہ اس بات پر تقریباً تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ امام اور قوم دونوں مسافر ہوں تو امام کے ساتھ قوم ایک ایک رکعت پڑھے گی اس طرح امام کی بھی دو رکعتیں ہوں گی اور قوم بھی اپنی باقی ایک رکعت امام سے الگ مکمل کر کے دو رکعتیں پڑھے گی اور اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہوں تو اس صورت میں امام ہر طائفہ کو دو دو رکعت پڑھائے گا، اس طرح امام کی چار رکعتیں ہوں گی اور قوم کی امام کے ساتھ دو رکعتیں ہوں گی، باقی دو رکعتیں وہ لوگ امام سے الگ پوری کریں گے۔

لیکن بخاری کی اس روایت میں جو صورت حال بیان کی گئی ہے اس کی رو سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسافر تھے اور قوم بھی مسافر! جس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ آپ ہر طائفہ کو ایک ایک رکعت پڑھاتے لیکن آپ نے ایک رکعت پڑھانے کے بجائے ہر طائفہ کو دو دو رکعتیں پڑھائیں.... اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے۔

① چونکہ امام شافعی کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک اور ایک قول میں امام مالک کے نزدیک اقتداء مفترض خلف المتفضل جائز ہے اس لیے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طائفہ کو دو دو رکعتیں پڑھائیں ان میں آپ مفترض تھے اور طائفہ اولیٰ بھی مفترض تھا اور طائفہ ثانیہ کو جو آپ نے دو رکعت پڑھائی ان میں طائفہ ثانیہ مفترض تھا البتہ آپ متفضل تھے، (۳۶) لیکن اس پر پھر یہ اشکال ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر طائفہ اولیٰ کو مفترض بن کر نماز پڑھائی اور طائفہ ثانیہ کو متفضل بن کر تو درمیان میں سلام کا فاصلہ ہونا چاہیے، یہاں روایت میں اس کا ذکر نہیں، اس کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی روایات موجود ہیں جن میں دو رکعت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا ذکر ہے، اگرچہ ان میں بعض منقطع اور بعض ضعیف ہیں لیکن چونکہ ان کے طرق متعدد ہیں اس لیے ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ (۳۷)

② حنفیہ چونکہ اقتداء مفترض خلف المتفضل کے قائل نہیں اس لیے یہ جواب ان کے ہاں نہیں

(۲۵) دیکھیے سیرت مصطفیٰ ج ۲ ص ۲۵۵ (۲۶) دیکھیے شرح مسلم للنووی ۲۶۸/۱ - باب صلاة الخوف۔

(۳۷) پانچ وار تظنی اور ابو داؤد کی روایت میں دو رکعت کے بعد آپ کے سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔ (سنن دار قطنی: ۶۰/۲ - سنن ابی داؤد: ۱۰/۲)

کتاب الصلاة باب من قال بصلی بحال طائفة ركعتین

چل سکتا، انہوں نے اس روایت کے دوسرے انداز سے جوابات دیئے ہیں۔

امام طحاوی نے اس روایت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک فرض

کو دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا اور یہ شروع اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ (۳۸)

بعض حضرات نے کہا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ آپ مفترضین

کو بھی نفل کی نیت کے ساتھ نماز پڑھا سکتے تھے، (۳۹) لیکن یہ جواب اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی کسی خصوصیت کے ثبوت کے لیے صریح نص اور دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی صریح

دلیل ایسی موجود نہیں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ثابت ہو۔

وقال مسدد.... اسم الرجل غورث بن الحارث (۴۰)

یعنی اس اعرابی کا نام غورث بن الحارث تھا جس نے تلوار سونت لی تھی۔

(۳۸) چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ... والفريضة تصلى حينئذ مرتين فيكون كل واحدة منها فريضة، وقد كان ذلك يفعل في اول الاسلام، ثم نسخ - (وانظر شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱/۲۱۸) (۳۹) دیکھیے بذل الجہود: ۶/۳۶۳-۳۶۷۔

(۴۰) یہ شخص مسلمان ہوا تھا یا نہیں؟ واقدی کے حوالہ سے گزر چکا کہ اس اعرابی نے اس موقع پر اسلام قبول کیا تھا اور اپنے قبیلہ میں جا کر

اسلام کی دعوت دینی شروع کی تھی جس کی وجہ سے کئی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے، مولانا اور یس کاندھلوی نے ”سیرۃ مصطفیٰ“ میں بھی

یہی لکھا ہے، لیکن واقدی کی روایت کے سوا کوئی دوسری قطعی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے اس اعرابی کے مسلمان ہونے کے متعلق کوئی

متنی بات کہی جاسکے بلکہ حافظ بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں اپنی سند کے ساتھ اس سلسلہ میں ایک روایت تخریج کی ہے اس میں اس موقع پر

اس آدمی کے اسلام قبول نہ کرنے کی تصریح ہے، چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں:-

فجاء رجل منهم يقال له: غورث بن الحارث، حتى قام على راس رسول الله صلى الله عليه وسلم بالسيف، فقال: من يمنعك مني؟

قال: الله، قال: فسقط السيف من يده، قال: فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم السيف، فقال: من يمنعك مني؟ قال: من خير آخذ، قال: تشهد ان

لا اله الا الله وانى رسول الله؟ قال: لا، ولكن اعاهدك على ان لا اقاتلك، ولا اكون مع قوم يقاتلونك فحلى سيله... الخ (دلائل النبوة بیہقی: ۳/۳۶۶)

اس روایت سے یہ بات بالکل بے غبار ہو گئی کہ اس موقع پر یہ اعرابی مسلمان نہیں ہوا تھا، پھر دوسری بات یہ ہے کہ واقدی نے

جس شخص کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے، اس کا نام واقدی نے ”دعورث بن الحارث“ بتایا ہے (فتح الباری: ۷/۲۲۸)۔ عین ممکن ہے کہ وہ

کوئی اور آدمی ہو اور غزوة ذات الرقاع کے موقع پر پیش آنے والے مذکورہ واقعہ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو لیکن سلامہ ذہبی کا میلان اسی طرف

ہے کہ واقدی نے جو واقعہ بیان کیا ہے اور جس ”دعورث بن الحارث“ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے، وہ ذات الرقاع کا یہی واقعہ ہے اور

”دعورث“ سے بھی ”غورث بن الحارث“ مراد ہے تاہم حافظ ابن حجر علامہ ذہبی کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے ”الاصابة“ میں لکھتے ہیں:-

وكان الذهبي لماراي مافي ترجمة دعورث بن الحرث ان الواقدي ذكر له شها هذه القصة وان ذكر انه اسلم فجمع بين الروايتين، فثبت  
اسلام غورث، فان كان كذلك ففيما صنعه نظر من حيث انه عزاه للبخاري وليس فيه انه اسلم، ومن حيث انه يلزم منه الجزم بكون القصتين واحدة مع  
احتمال كونهما واقعتين، ان كان الواقدي اتقن ما نقل، وفي الجملة على الاحتمال - (الاصابة: ۳/۱۸۹)

بعض حضرات نے ”غورث بن الحارث“ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں دلائل بیہقی کی اس روایت سے بھی استدلال کیا

ہے جس میں اس کے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں۔ فجاء الى قومه، فقال: جئتكم من عند خير الناس (دلائل بیہقی: ۳/۳۶۶)

لیکن ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ”خير الناس“ کے الفاظ ایک غیر مسلم کی زبان سے بھی نکل سکتے ہیں

اور نکلے ہیں، یہ الفاظ ”غورث“ کے اسلام قبول کرنے میں صریح نہیں ہیں البتہ ان سے اس کے قبول اسلام کے احتمال کی تائید ضرور ہوتی ہے۔ واللہ

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ ، عَنْ جَابِرٍ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِنَخْلٍ ، فَصَلَّى الْخَوْفَ .  
 وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلَاةَ الْخَوْفِ ، وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ  
 إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَيَّامَ خَيْبَرَ . [ر : ۲۷۵۳]

غزوة نجد سے غزوة ذات الرقاع مراد ہے ، حضرت ابوہریرہؓ نے اس میں شرکت کی ، اور حضرت ابوہریرہؓ  
 فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ آئے ہیں ، معلوم ہوا کہ غزوة ذات الرقاع فتح خیبر کے بعد ہے ۔  
 احادیث صلاة الخوف سے متعلقہ دیگر مباحث بخاری جلد اول میں ابواب صلاة الخوف سے  
 متعلق ہیں ، وہیں ان پر تفصیلی کلام بھی ہے ۔

### باب : غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خِزَاعَةَ ، وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيعِ

بنو المصطلق قبیلہ بنی خزاعہ کی شاخ ہے ، مصطلق ”جذیمہ بن سعد“ کا لقب ہے ، مصطلق ”صلق“  
 سے مشتق ہے ، جس کے معنی ”رفع الصوت“ کے آتے ہیں ، جذیمہ بن سعد کی آواز چونکہ بہت عمدہ اور  
 اونچی تھی اس وجہ سے اس کا لقب ”مصطلق“ رکھا گیا۔ (۱)  
 امام بخاری رحمہ اللہ نے غزوة بنی المصطلق کا نام غزوة مرلیسیع بھی نقل کیا ہے ، مرلیسیع ایک چشمے کا نام  
 ہے (۲) جہاں یہ غزوة ہوا ، اس جگہ کی مناسبت سے اس کو غزوة مرلیسیع بھی کہا جاتا ہے اور بنو المصطلق قوم کا  
 نام ہے جس کے ساتھ یہ غزوة ہوا تھا اس لیے اس کو غزوة بنی المصطلق بھی کہتے ہیں۔  
 غزوة بنی المصطلق اور غزوة مرلیسیع ایک ہیں یا دو؟ امام بخاری نے تو کہہ دیا ہے کہ یہ ایک ہی ہیں ،  
 لیکن الواحتم ابن حبان بستی نے اور ان کی اتباع میں علامہ محمد طاہر پٹنی ”صاحب مجمع البحار“ نے کہا ہے کہ  
 یہ دو علیحدہ علیحدہ غزوة ہیں ، غزوة مرلیسیع ۲ شعبان ۵ھ میں پیش آیا ہے اور غزوة بنی المصطلق ۶ھ کا ہے ۔ (۳)  
 لیکن ان کی یہ رائے درست نہیں ، صحیح بات وہی ہے جو امام بخاری نے کہی ہے یہ ایک ہی غزوة  
 کے دو نام ہیں اور اسی پر تمام اہل سیرومغازی کا اتفاق ہے ۔

عجیب بات یہ ہے کہ ابن حبان بستی اور محمد طاہر پٹنی ایک طرف تو کہہ رہے ہیں کہ غزوة بنی المصطلق  
 اور غزوة مرلیسیع دونوں علیحدہ علیحدہ غزوة ہیں اور دوسری طرف حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے

(۱) فتح الباری: ۴/۳۳۰۔ وفي العمدة: ۱۴/۲۰۱۔ واصلة مصطلق فابدلت الطاء من التاء لاجل الصاد

(۲) وفي الفتح: ۴/۳۳۰ واما المرليسيع فبضم الميم وفتح الراء وسكون التحتانيين بينهما مهملة مكسورة و آخره عين مهملة هو ماء لبني خزاعة

(۳) دیکھیے مجمع بحار الانوار: ۵/۲۶۲-۲۵۶

بارے میں کہتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ بنی المصطلق میں حاصل ہوئیں اور پھر دونوں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ آپ کو غزوہ مرسیع میں حاصل ہوئیں، ظاہر ہے یہ اسی وقت درست ہو سکتا ہے کہ جب مرسیع اور بنو المصطلق کو ایک ہی غزوہ مانا جائے۔ (۴)

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ : وَذَلِكَ سَنَةٌ سِتَّةٌ .

امام مغازی محمد بن اسحاق، ابن جریر طبری، خلیفہ بن خیاط اور ابو محمد بن حزم ظاہری کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ ۶ھ کا ہے، (۵) ابن سعد، بیہقی، حاکم، قتادہ اور عروہ کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ کا ہے۔ (۶)

وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقَبَةَ : سَنَةٌ أَرْبَعٌ .

یہ سبقت قلم ہے کیونکہ حاکم، ابوسعید اور دیگر اصحاب مغازی نے موسی بن عقبہ کا قول ”سنہ خمس“ نقل کیا ہے (۷) اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ موسی بن عقبہ کے نزدیک یہ غزوہ ۵ھ میں واقع ہوا، حافظ ابن حجر نے ۵ھ میں اس غزوے کے وقوع کو راجح قرار دیا، وجہ اس کی یہ بیان کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی اس غزوے میں شرکت بخاری میں مذکور ہے دوسری طرف احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے غزوہ بنی قریظہ کے زمانے میں وفات پائی ہے جس کی تفصیل گذر چکی اور غزوہ بنی قریظہ ۵ھ میں واقع ہوا ہے اب اگر غزوہ مرسیع ۶ھ میں غزوہ بنی قریظہ کے ایک سال بعد تسلیم کیا جائے تو اس میں حضرت سعد بن معاذؓ کی شرکت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ (۸)

وَقَالَ النَّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيِّ .

یہ تعلق ہے، امام بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں اس کو موصولاً ذکر کیا ہے، (۹) بتانا یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ غزوہ مرسیع سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔

(۴) چنانچہ صاحب مجمع بحار الانوار سن پانچ ھ میں غزوہ مرسیع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿ وفيها غزوة المرسيع في ثمانين شعبان فاقتلوا وقتل العشرة واسر الباقون، وكانت فيهم جويرة بنت الحارث، فاعتقها وتزوجها ﴾ اس کے بعد چھ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿ ثم غزاه في شعبان بنى المصطلق، فهزموا، فاغتم ابناءهم ونساءهم واموالهم، واصاب جويرة بنت الحارث، فتزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم ﴾ دیکھیے مجمع بحار الانوار: ۵ / ۲۱۳، ۲۱۵

(۵) فتح الباری: ۴ / ۳۰

(۶) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۰۱۔ نیز دلائل بیہقی: ۲ / ۲۲۔ وطبقات ابن سعد: ۲ / ۶۳۔

(۷) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۰۱ (۸) فتح الباری: ۴ / ۳۰ (۹) عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۰۱



اس کے وقوع کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُریدہ بن حصیب اسلمی کو صورتحال معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا، انہوں نے آکر اطلاع دی کہ بات صحیح ہے اور وہ لوگ جنگ کے لیے جمع ہو رہے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً صحابہ کی ایک بڑی جماعت لے کر ان کی طرف خروج کیا، ابن سعد کے بیان کے مطابق یہ دو شعبان بروز پیر ۵ھ کا واقعہ ہے (۱۰) جب آپ پہنچے تو وہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اور بالکل غافل تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اچانک حملے کی وہ تاب نہ لاسکے اور یوں انہوں نے شکست کھائی، دو سو گھرانے قید ہوئے، دو ہزار اونٹ غنیمت میں ملے، پانچ ہزار بکریاں قبضے میں آئیں اور تقریباً ان کے دس آدمی مارے گئے۔ (۱۱)

### حضرت جویریہ بنت حارثؓ

مال غنیمت میں حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی تھیں، وہ حضرت شماس بن قیسؓ کے حصے میں آئی تھیں، چند صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ حضرت جویریہؓ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی ہیں، وہ آپ ہی کے لیے مناسب ہیں، کسی دوسرے شخص کے پاس ان کو نہیں ہونا چاہیے، اور بعض روایات میں آتا ہے کہ چونکہ حضرت جویریہؓ کو حضرت شماس بن قیسؓ نے مکاتبہ بنالیا تھا اس لیے وہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں سردار کی بیٹی ہوں، بدل کتابت میں میری ادا کی جائے، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بہترین بات بتاؤں، کہ تمہارا بدل کتابت میں ادا کر دیتا ہوں اور اس کے بعد میں تمہیں اپنی زوجیت میں لے لیتا ہوں، حضرت جویریہؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور آپ کی رائے پر اپنی رضامندی ظاہر کی چنانچہ آپ نے ان کا بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہونے کے بعد ان کو اپنے عقد میں لے لیا۔ (۱۲)

حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار بہت سے اونٹ لے کر اپنی بیٹی کی آزادی کے لیے مدینہ منورہ آئے، ان اونٹوں میں دو اونٹ بہت عمدہ قسم کے تھے، پہلے تو اسی خیال سے لے کر چلے تھے کہ سب ہی پیش کروں گا اور ان کے عوض اپنی بیٹی آزاد کروں گا، لیکن راستے میں نیت خراب ہو گئی اور وہ دو اونٹ انہوں نے ایک گھالی میں چھپا دیئے، بقیہ اونٹ لے کر حاضر ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

(۱۰) دیکھے طبقات بن سعد: ۲/ ۶۳۔ واقعی نے لکھا ہے کہ آپ کے ساتھ سات سو آدمی تھے۔ (دلائل بیہقی: ۲/ ۳۶)

(۱۱) دیکھے طبقات بن سعد: ۲/ ۵۳ (۱۲) البدایہ والنہایہ: ۳/ ۱۵۹

مدعا کیا، آپ نے فرمایا، وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم فلاں گھائی میں چھپا آئے ہو تو انہوں نے کہا ”اشھد انک رسول اللہ“ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، ان دو اونٹوں کا کسی کو علم نہ تھا، آپ کو اللہ نے یقیناً وحی کے ذریعہ بتایا ہے اور اس طرح انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی بیٹی سے معلوم کر لو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہے تو ٹھیک ہے۔

حارث نے حضرت جویریہ سے معلوم کیا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں، اور پھر اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت حارث کی بھی خواہش وہ نہ رہی کیونکہ ان کے لیے اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے داماد ہوں۔ (۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے جویریہؓ سے زیادہ کسی خاتون کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اپنی زوجیت میں لیا تو تمام صحابہ کرامؓ نے بنی المصطلق کے ان دو سو گھرانوں کو جو قید ہو کر ان کے پاس آئے تھے یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ ”انہم اصہار رسول اللہ“ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرالی رشتہ دار ہیں۔ (۱۴)

اس غزوہ میں آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا، ازواج مطہراتؓ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ (۱۵)

۳۹۰۷ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ رَيْبَعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ ، عَنْ أَبِي مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ : دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ ، فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ ، فَأَصَبْنَا سَبِيًّا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ ، فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ ، وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ ، فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ ، وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ ، فَسَأَلَنَا عَنْ ذَلِكَ ، فَقَالَ : ( مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَانَتْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَانَتْهَ ) . [ ر : ۲۱۱۶ ]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی المصطلق میں گئے، ہمیں عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ملے (جن میں عورتیں بھی تھیں) بعد عن الازواج کی وجہ سے ہمیں عورتوں کی رغبت ہوئی اور مجبور رہنا ہمارے لیے بہت شاق ہوا، ہم نے عزل کرنا چاہا (مطلب یہ ہے کہ باندیاں تو ہمارے پاس ہیں ان سے وطی کریں گے اور عزل کریں گے کیونکہ عزل نہ کرنے

(۱۳) دیکھیے الاصابة في تمييز الصحابة: ۲۸۱/۱ - ترجمة الحارث بن ابي ضرار

(۱۴) دلائل نبوتی: ۵۰/۳ (۱۵) طبقات بن سعد: ۶۳/۲

کی صورت میں حاملہ بننے کا احتمال ہے اور ام ولد ہونے کی بناء پر باندی کی بیع جائز نہیں اس لیے ہم نے چاہا کہ عزل کریں۔) چنانچہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

ماعلیکم ان لاتفعلوا، ما من نسمة کائنة الی یوم القیمة الا وہی کائنة

”کوئی حرج نہیں ہے اس میں کہ تم عزل نہ کرو کیونکہ قیامت تک جس روح کو پیدا ہونا ہے وہ تو

پیدا ہو کر رہے گی۔“

مقصد یہ ہے کہ اصل مدار اللہ جل شانہ کی جانب سے لکھی ہوئی تقدیر پر ہے اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے

آپ کو اولاد دینے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ اولاد ہو کر رہے گی، آپ چاہے کمزور ہوں یا طاقتور، چاہے آپ عزل کریں یا نہ کریں۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے..... ”ماعلیکم ان تفعلوا“ نہیں فرمایا بلکہ ”ماعلیکم ان لاتفعلوا“ فرمایا، مطلب یہی ہے کہ جس بچے کو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، تمہارا عزل کرنا بے سود ہے، معلوم ہوا کہ آپ نے عزل کو پسند نہیں فرمایا۔

### خاندانی منصوبہ بندی اور اس کا حکم!

یہ جو آج کل خاندانی منصوبہ بندی کا سلسلہ چلا ہے اس کے پیچھے درحقیقت انسان کی یہ غلط فکری کارفرما ہے کہ انسان نے اپنے آپ کو رزق کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، رزق جس کی ذمہ داری اللہ جل شانہ نے لی ہے اور جس کی تصریح قرآن شریف میں کی گئی ہے ”وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها (۱۶)“ یہ ایک حقیقت ہے، لیکن جاہل انسان نے یہ حقیقت فراموش کر دی اور یوں خاندانی منصوبہ بندی کے عنوان سے انسانی پیدائش کی شرح کم کرنے کے لیے ایک عوامی مہم سرکاری سرپرستی میں چلائی جا رہی ہے، یہ شرعاً حرام اور ناجائز ہے، انفرادی مخصوص صورتوں اور شخصی واقعات میں شریعت نے عزل کی اجازت بھی دی ہے مثلاً بیوی بیمار ہے اور اس کی صحت ولادت کی تکلیف کی متحمل نہیں ہو سکتی ایسی حالت میں اگر مانع حمل تدابیر اختیار کی جائیں تو جائز ہے، ہمارا اعتراض منصوبہ بندی کے اس نظام پر ہے جس کو پورے ملک میں رائج کرنے کے لیے لاکھوں کمپوزوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں اور کہا یہ جا رہا ہے کہ ہمارے وسائل، رزق و معاش کے لیے کافی نہیں ہیں لہذا اگر زندہ رہنا ہے تو خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کیا جائے، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کئی خرابیوں کو جنم دیتی ہے، اس کی وجہ سے معاشرے میں زنا عام ہو جاتا ہے، بے حیائی پھیلتی ہے حتیٰ کہ انسان کے عقیدے میں بھی فساد آجاتا ہے، خود وہ غیر مسلم قومیں جنہوں نے اس منصوبہ بندی پر عمل کیا وہ اس کے بھیاک نتائج بھگتنے کے بعد اب اپنی غلطی کا برملا اعتراف اور اقرار

کر رہی ہیں بلکہ کئی ملکوں میں شرح پیدائش بڑھانے کے لیے انعامات بھی مقرر کیے گئے ہیں، معیشت کی صحیح منصوبہ بندی تو ہم کرتے نہیں، قدرتی وسائل معاش کی تلاش کے لیے ٹھوس اقدامات کرتے نہیں جو اصل کرنے کے کام ہیں اور سارا زور خاندانی منصوبہ بندی پر دیا ہوا ہے۔

روایت باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات!

روایت باب کے متعلق کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ بنوالمصطلق کی جو خواتین باندیاں بن کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئی تھیں وہ مشرکات تھیں اور جمہورایمہ کے نزدیک مشرکات سے وطی جائز نہیں ہے، ملک یمین کے ساتھ وطی کرنا صرف اس باندی سے جائز ہے جو مسلمان ہو یا کتابیہ ہو، پھر یہاں مسلمانوں نے بنوالمصطلق کی مشرکات باندیوں سے وطی کیوں کی؟ اس اعتراض کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

① قاضی ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ یہ مشرکات نہیں تھیں، کتابیات تھیں لیکن یہ جواب درست نہیں ہے، وہ مشرکات ہی تھیں، کتابیات نہیں تھیں۔ (۱۷)

② ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مشرکات سے وطی کرنے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، یہ نزول حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (۱۸)

③ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ويحتمل انهن كن اسلمن یعنی ممکن ہے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کے بعد وہ خواتین مسلمان ہو گئی ہوں انہوں نے دیکھا کہ اب عزت کی زندگی گزارنے کی یہی صورت ہے کہ اسلام قبول کر لیا جائے اور مسلمان ہونے کے بعد ان سے وطی کرنے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے، یہ جواب سب سے راجح معلوم ہوتا ہے۔ (۱۹)

۳۹۰۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ غَزْوَةَ بَجْدٍ ، فَلَمَّا أَدْرَكْتُهُ الْقَائِلَةَ ، وَهُوَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاءِ ، فَتَزَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَأَسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهُ ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرِ يَسْتَظِلُّونَ ، وَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجِئْنَا ، فَإِذَا أَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَقَالَ : (إِنَّ هَذَا أَتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ ، فَأَخْتَرَطَ سَيْفِي ، فَاسْتَبَقْتُ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَى رَأْسِي ، مُخْتَرِطٌ صَلْتًا ، قَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي ؟ قُلْتُ اللَّهُ ، فَشَامَهُ ثُمَّ قَعَدَ ، فَهُوَ هَذَا) . قَالَ : وَلَمْ يَعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . [ ر : ۲۷۵۳ ]

اس روایت میں اعرابی کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ تفصیل کے ساتھ غزوة ذات الرقاع میں گذر چکا ہے علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ یہاں کاتب کی غلطی سے اس کو ذکر کیا ہے ، (۲۰) پہلے امام بخاری نے اس واقعہ کو دوسری سند سے بیان کیا تھا اور یہاں کسی اور سند سے بیان کیا اور ایک ہی حدیث کو مختلف سندوں سے بیان کرنا امام کی عام عادت اور اسلوب ہے البتہ اس کا محل غزوة ذات الرقاع تھا۔

### باب : غَزْوَةُ أُنْمَارٍ .

۳۹۰۹ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ : حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي غَزْوَةِ أُنْمَارٍ ، يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ ، مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ ، مُتَطَوِّعًا . [ ر : ۳۹۱ ]

اس غزوة کے بارے میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ غزوة امر ہے اور یہ واقدی وغیرہ کے نزدیک ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا ، ابن اسحاق کی رائے یہ ہے کہ یہ صفر ۳ھ میں پیش آیا لیکن اکثر اصحاب سیر کے نزدیک غزوة انمار اور غزوة ذات الرقاع ایک ہی ہے ، اور یہاں اس کا ذکر بے موقع ہے ، اس لیے کہ غزوة مرلیسج میں افک کا واقعہ پیش آیا ہے اور اس کے بعد ”باب حدیث الافک“ آ رہا ہے ، درمیان میں غزوة انمار کا ذکر ترتیب کے خلاف ہے ، حافظ نے لکھا ہے والذی یظہر ان التقدیم والتاخیر فی ذلک من النساخ (۲۱)

### باب : حَدِيثِ الْإِفْكِ .

وَالْإِفْكَ وَالْأَفْكَ ، بِمَنْزِلَةِ النَّجْسِ وَالنَّجَسِ ، يُقَالُ : «إِفْكَهُمْ» / الصافات : ۱۵۱ /  
و / الأحقاف : ۲۸ . وَأَفْكَهُمْ ، فَمَنْ قَالَ : «أَفْكَهُمْ» ، يَقُولُ : صَرَفَهُمْ عَنِ الْإِيمَانِ وَكَذَّبَهُمْ ،  
كَمَا قَالَ : «يُؤْفِكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ» / الذاریات : ۹ / يُصْرِفُ عَنْهُ مَنْ صَرَفَ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث افک کو تین جگہ مطولاً ذکر کیا ہے ، ایک کتاب الشہادات میں دوسری جگہ یہاں مغازی میں اور تیسری جگہ کتاب التفسیر میں سورۃ نور کے ضمن میں ، حافظ ابن حجر نے کتاب التفسیر میں حدیث افک پر تفصیلی کلام کیا ہے ، ان تین مقامات کے علاوہ امام بخاری نے اس حدیث کو مختصراً بھی بہت سے مقامات میں ذکر کیا ہے اور جہاں ذکر کرتے ہیں وہاں مختلف مسائل ان کے پیش نظر

ہوتے ہیں، ان مسائل کو اجزاء حدیث سے ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے (۲۲)

الإفک والافک بمنزلة النجس والنجس

یعنی یہ لفظ افک (ہمزہ کے کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) بھی ہے اور افکت (ہمزہ اور فاء کے فتح کے ساتھ) بھی ہے جیسے ”نجس“ اور ”نجس“ ہے۔

يقال: افكهم، افكهم و افكهم

اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور لغت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید کی آیت بل ضلوا عنهم وذلك افكهم وما كانوا يفترون“ میں مشہور قرأت بکسر الہمزہ و سکون الفاء ہی ہے، البتہ اس میں افكهم، مجرد سے مانسی کا صیغہ اور افكهم باب تفعیل سے مانسی کا صیغہ بھی مستعمل ہے لیکن یہ دونوں قراتیں شاذ ہیں۔ (۲۳)

۳۹۱۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ  
أَبْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ ، وَعَبِيدُ اللَّهِ  
أَبْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ قَالَ لَهَا  
أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا ، وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةٌ مِنْ حَدِيثِهَا ، وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ

(۲۲) امام بخاری نے اس حدیث کو مذکورہ تین مقامات میں بالتفصیل ذکر کیا ہے، ان تین مقامات کے علاوہ پندرہ مقامات میں مختصراً ذکر کیا ہے، اس طرح کل اٹھارہ مقامات میں اس کو بیان کیا، ان مقامات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- ۱ کتاب الہیة، باب الہیة المرأة لغير زوجہا رقم الحدیث ۲۵۹۳ کتاب الشہادات، باب اذا عدل رجل رجلاً، رقم الحدیث ۲۶۳۶
- ۲ کتاب الشہادات، باب تعادیل النساء بعضهن بعضاً، رقم الحدیث ۲۶۶۱ کتاب الشہادات، باب الفرعة فی مشکلات، رقم الحدیث ۲۶۸۸
- ۳ کتاب الجہاد، باب حمل الرجل امراته فی الغزو، رقم الحدیث ۲۸۶۹ کتاب المغازی، غزوة بدر، رقم الحدیث ۳۰۲۵ کتاب المغازی، باب حدیث الافک ۱ کتاب التفسیر، باب (قال بل سولت لكم انفسكم فصبر جميل) رقم الحدیث ۳۶۹۰ کتاب التفسیر، باب (ان الذين جاءوا بالافك عصبة منكم...) رقم الحدیث ۳۷۴۹ کتاب التفسیر، باب (لولا ان سمعتم قلتم ما يكون لنا...) رقم الحدیث ۳۷۵۰
- ۴ کتاب التفسیر، باب (ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة...) رقم الحدیث ۳۷۵۶ کتاب النکاح، باب المرأة تهب يومها من زوجها لغيره...
- ۵ رقم الحدیث ۵۲۱۲ کتاب الایمان والندور، باب قول الرجل: لعمر الله... رقم الحدیث ۶۶۶۲ کتاب الایمان والندور، باب الیمن
- ۶ رقم الحدیث ۶۶۶۹ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول الله تعالى: (وامرهم شورى بينهم) رقم الحدیث ۷۳۶۹
- ۷ وایضاً رقم الحدیث ۷۳۶۰ کتاب التوحید، باب قول الله تعالى: (یریدون ان یبدلوا کلام الله) رقم الحدیث ۷۵۰۰ کتاب التوحید، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: الماهر بالقرآن مع سفره الکرام البررة، وزینوا القرآن باصواتکم، رقم الحدیث ۷۵۳۵

مذکورہ مقامات میں نمبر ۱، نمبر ۲، اور نمبر ۳ میں حدیث افک امام نے بالتفصیل ذکر کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر

کتاب التفسیر میں سورۃ نور کے ضمن میں تقریباً ستائیس صفحات پر مشتمل تفصیلی کلام کیا ہے۔ دیکھیے فتح الباری: ۱۸ / ۳۵۵ - ۳۸۱

بَعْضٍ ، وَأُثْبِتَ لَهُ أَقْتِصَاصًا ، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ ،  
وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ . قَالُوا : قَالَتْ عَائِشَةُ :  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَفْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ ، فَأَيُّهُنَّ خَرَجَ مَعَهُمَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ مَعَهُ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَفْرَعُ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي ، فَخَرَجْتُ مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ مَا أَنْزَلَ الْحِجَابُ ، فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنزَلُ فِيهِ ، فَمَرْنَا حَتَّى  
إِذَا فَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ ، وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ ،  
فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ ، فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى  
رَحْلِي ، فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزَعِ ظَفَارٍ قَدْ انْقَطَعَ ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي  
فَحَبَسَنِي آيَتَاؤُهُ ، قَالَتْ : وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي ، فَأَحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ  
عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أُرْكَبُ عَلَيْهِ ، وَهُمْ بِحَسِيُونَ أَيْ فِيهِ ، وَكَانَ النَّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا  
لَمْ يُهْبَلْنَ ، وَلَمْ يَغْشَيْنَ اللَّحْمَ ، إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلُقَةَ مِنَ الطَّعَامِ ، فَلَمْ يَسْتَكْرِ الْقَوْمُ خِيفَةَ الْهُودَجِ  
حِينَ رَفَعُوهُ وَحَمَلُوهُ ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوا ، وَوَجَدْتُ عِقْدِي  
بَعْدَ مَا أَسْتَمَرَ الْجَيْشُ ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ ، فَتَبِعَمْتُ مَنَزِلِي الَّذِي  
كُنْتُ فِيهِ ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ ، فَيِينَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنَزِلِي غَلَبَنِي عَيْبِي  
فَمِئْتُ ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السَّلْمِيُّ ثُمَّ الذُّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنَزِلِي ،  
فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِي حِينَ رَأَى ، وَكَانَ رَأَى قَبْلَ الْحِجَابِ ، فَاسْتَبَقْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ  
حِينَ عَرَفَنِي ، فَحَمَرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي ، وَوَاللَّهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ ، وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ  
أَسْتِرْجَاعِهِ ، وَهَوَى حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ، فَوَطِئْتُ عَلَى يَدَيْهَا ، فَكُنْتُ إِلَيْهَا فَرَكَيْتُهَا ، فَانْطَلَقَ يَقُودُ  
بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوْغِرِينَ فِي نَحْرِ الظُّهَيْرَةِ وَهُمْ نُزُولٌ ، قَالَتْ : فَهَلَكَ فِي مَنْ هَلَكَ ،  
وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كَبِيرَ الْإِفْكِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي آبْنِ سَلُولٍ . قَالَ عُرْوَةُ : أَخْبَرْتُ أَنَّهُ كَانَ بُشَاعُ  
وَيَتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ ، فَيُقِرُّهُ وَيَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيهِ . وَقَالَ عُرْوَةُ أَيْضًا : لَمْ يُسَمَّ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ  
أَيْضًا إِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَمِسْطَحُ بْنُ أَنَاثَةَ ، وَحَمَنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ ، فِي نَاسٍ آخِرِينَ لَا عِلْمَ  
لِي بِهِمْ ، غَيْرَ أَنَّهُمْ عُصْبَةٌ ، كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ، وَإِنَّ كَبِيرَ ذَلِكَ يُقَالُ لَهُ : عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي

قَالَ عُرْوَةُ : كَانَتْ عَائِشَةُ تَكَرَّهُ أَنْ يُسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ ، وَتَقُولُ : إِنَّهُ الَّذِي قَالَ :

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ، فَأَشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا ، وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ ، لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ ، وَهُوَ يُرِيْبُنِي فِي وَجَعِي أَبِي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اللَّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي ، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ، ثُمَّ يَقُولُ : ( كَيْفَ تَيْكُم ) . ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَذَلِكَ يُرِيْبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ ، حَتَّى خَرَجْتُ حِينَ نَفَقْتُ ، فَخَرَجْتُ مَعَ أُمِّ مِسْطَحٍ قَبْلَ الْمَنَاصِعِ ، وَكَانَ مُتَبَرِّزَنَا ، وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُفْفَ قَرِيبًا مِنْ بَيْوتِنَا ، قَالَتْ : وَأَمَرْنَا أُمَّ الْعَرَبِ الْأُولَى فِي الْبَرِيَّةِ قَبْلَ الْغَائِطِ ، وَكُنَّا نَتَّادِي بِالْكَفْفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بَيْوتِنَا ، قَالَتْ : فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ ، وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رَهْمٍ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ ، وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةَ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ ، وَأَبْنَاهَا مِسْطَحُ بْنُ أَثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قَبْلَ بَيْتِي حِينَ فَرَعْنَا مِنْ شَأِنِنَا ، فَعَرَّتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ : تَعَسَ مِسْطَحُ ، فَقُلْتُ لَهَا : بِشَسَ مَا قُلْتَ ، أَسَيِّئَ رَجُلًا شَهَدَ بَدْرًا ؟ فَقَالَتْ : أَيُّ هَتَاهُ أَوْ لَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ ؟ قَالَتْ : وَقُلْتُ : وَمَا قَالَ ؟ فَأَخْبَرْتَنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ ، قَالَتْ : فَأَزْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي ، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ : ( كَيْفَ تَيْكُم ) . فَقُلْتُ لَهُ : أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبُوي ؟ قَالَتْ : وَأُرِيدُ أَنْ أَسْتَعِينَ الْخَبَرَ مِنْ قَبِيلِهِمَا ، قَالَتْ : فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لِأُمِّي : يَا أُمَّتَاهُ ، مَاذَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ ؟ قَالَتْ : يَا بِنْتَهُ ، هُوَ بِي عَائِكَ ، فَوَاللَّهِ لَقَلَّمَا كَانَتْ أَمْرًا قَطُّ وَضِيئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا ، لَهَا ضَرَائِرُ ، إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا . قَالَتْ : فَقُلْتُ : سُبْحَانَ اللَّهِ ، أَوْ لَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهَذَا ؟ قَالَتْ : فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرِقًا لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِيلُ بِنَوْمٍ ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي ، قَالَتْ : وَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، حِينَ أَسْتَلَبْتُ الْوَحْيَ ، يَسْأَلُهُمَا وَيَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ ، قَالَتْ : فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلِيٌّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ ، وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ ، فَقَالَ أُسَامَةُ : أَهْلُكَ ، وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا . وَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ ، وَالنِّسَاءُ



مِوَاهَا كَثِيرٌ ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصَدُقْكَ . قَالَتْ : فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَرِيرَةَ ، فَقَالَ : (أَيُّ بَرِيرَةَ ، هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ بِرَيْبِكَ) . قَالَتْ لَهُ بَرِيرَةُ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثُهُ السَّنُّ ، تَنَامُ عَنْ عَجَبِ أَهْلِهَا ، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ ، قَالَتْ : فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعَذَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ، وَهُوَ عَلَى الْمَنِيرِ ، فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي ، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا ، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ، وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي) . قَالَتْ : فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ أَخُو بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ فَقَالَ : أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْذِرُكَ ، فَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ ، أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ . قَالَتْ : فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْخَزْرَجِ ، وَكَانَتْ أُمُّ سَسَانَ بِنْتُ عَمِّهِ مِنْ فَخْدِهِ ، وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ ، قَالَتْ : وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا ، وَلَكِنْ أَحْتَمَلْتُهُ الْحَمِيَّةَ ، فَقَالَ لِسَعْدٍ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَا تَقْتُلُهُ ، وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ ، وَلَوْ كَانَ مِنْ رَهْطِكَ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ يُقْتَلَ . فَقَامَ أَسِيدُ بْنُ حُضَيْرٍ ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ ، فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عَبَادَةَ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَتَقْتُلَنَّهُ ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ مُجَادِلٌ عَنِ الْمُنَافِقِينَ . قَالَتْ : فَتَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ ، حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتِيلُوا ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمَنِيرِ ، قَالَتْ : فَلَمَّ بَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ ، حَتَّى سَكَنُوا وَسَكَتَ ، قَالَتْ : فَبَكَيْتُ يَوْمِي ذَلِكَ كُلَّهُ لَا يَرِقًا لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَجِلُ بِنَوْمٍ ، قَالَتْ : وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي ، وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا ، لَا يَرِقًا لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَجِلُ بِنَوْمٍ ، حَتَّى إِنِّي لَأَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقُ كَبِدِي ، فَبَيْنَا أَبَوَايَ جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنَتْ لَهَا ، فَجَلَسْتُ تَبْكِي مَعِي ، قَالَتْ : فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ ، قَالَتْ : وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا ، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحِي إِلَيْهِ فِي شَأْنِي بِشَيْءٍ ، قَالَتْ : فَشَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ، ثُمَّ قَالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، يَا عَائِشَةُ ، إِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكَ كَذَا وَكَذَا ، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً ، فَسِيرْتُكَ اللَّهُ ، وَإِنْ كُنْتِ أَلَمْتِ بِذَنْبٍ ، فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ ، تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ) . قَالَتْ : فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ فَلَصَّ دَمْعِي حَتَّى مَا أَحْسُ مِنْهُ قَطْرَةً ، فَقُلْتُ لِأَبِي : أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِّي فِيمَا قَالَ ، فَقَالَ أَبِي : وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ

اللَّهُ ﷺ ، فَقُلْتُ لِأُمِّي : أُجِيبِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِيمَا قَالَ ، قَالَتْ أُمِّي : وَاللَّهِ مَا أَذْرِي مَا أَقُولُ  
 لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقُلْتُ ، وَأَنَا جَارِبَةٌ حَدِيثُهُ السَّنُّ لَا أَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا : إِيَّيَ وَاللَّهِ لَقَدْ  
 عَلِمْتُ : لَقَدْ سَمِعْتُمْ هَذَا الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ ، فَلَمَّا قُلْتُ لَكُمْ :  
 إِيَّيَ بَرِيئَةٌ ، لَا تُصَدِّقُونَنِي ، وَلَمَّا اعْتَرَفْتُمْ لَكُمْ بِأَمْرِي ، وَاللَّهِ يَعْلَمُ أَيُّ مِنِّي بَرِيئَةٌ ، لَتُصَدِّقَنِي ،  
 فَوَاللَّهِ لَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ» .  
 ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَأَضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي ، وَاللَّهِ يَعْلَمُ أَيُّ حِينِيذِ بَرِيئَةٌ ، وَأَنَّ اللَّهَ مُبَرِّئِي بِرَاءَتِي ،  
 وَلَكِنَّ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللَّهَ مُتْرَلٌ فِي شَأْنِي وَحَيَا بَتَلَى ، لِشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحَقَّرَ مِنْ أَنْ  
 يَتَكَلَّمَ اللَّهُ فِيَّ بِأَمْرٍ ، وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللَّهُ بِهَا ،  
 فَوَاللَّهِ مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَجْلِسَهُ ، وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ، حَتَّى أَنْزَلَ عَلَيْهِ ، فَأَخَذَهُ  
 مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبَرَحَاءِ ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ ، وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ ،  
 مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ ، قَالَتْ : فَسُرِّيَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَضْحَكُ ، فَكَانَتْ  
 أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ : ( يَا عَائِشَةُ ، أَمَا اللَّهُ فَقَدْ بَرَّأَكَ ) . قَالَتْ : فَقَالَتْ لِي أُمِّي : قُومِي  
 إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : وَاللَّهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ ، فَإِنِّي لَا أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ، قَالَتْ : وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى :  
 «إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ» . الْعَشْرَ الْآيَاتِ ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي ، قَالَ  
 أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أَنَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ : وَاللَّهِ لَا أَنْفِقُ عَلَى  
 مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا ، بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ . فَأَنْزَلَ اللَّهُ : «وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ -  
 إِلَى قَوْلِهِ - عَفْوٌ رَحِيمٌ» . قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ : بَلَى وَاللَّهِ إِيَّيَ لِأَجِبُ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي ، فَرَجَعَ  
 إِلَى مِسْطَحِ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ ، وَقَالَ : وَاللَّهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا ، قَالَتْ عَائِشَةُ :  
 وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي ، فَقَالَ لَزَيْنَبَ : (مَاذَا عَلِمْتَ ،  
 أَوْ رَأَيْتِ) . قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصْرِي ، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا ، قَالَتْ  
 عَائِشَةُ : وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِنِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِالْوَرَعِ . قَالَتْ :  
 وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا ، فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ

قال ابن شهاب : فهذا الذي بلغني من حديث هؤلاء الرهط .

ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عَائِشَةُ : وَاللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ : « قِيلَ لَيَقُولُ : سُبْحَانَ اللَّهِ ،  
فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنْفِ أَنْثَى قَطُّ ، قَالَتْ : ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ .

[ ر : ۲۴۵۳ ]

یہاں سند میں ابن شہاب زہری کے چار اساتذہ ہیں، ❶ حضرت عروہ بن زبیر ❷ حضرت سعید بن المسیب ❸ حضرت علقمہ بن وقاص ❹ اور حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، یہ چاروں کے چاروں جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کی شہرت، امامت اور عظمت و جلالت مسلم ہے۔ ان چاروں حضرات سے امام زہری نے حدیث افک روایت کی ہے اور یہ سب حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، امام زہری فرماتے ہیں کہ ان چاروں اساتذہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث کا ایک ایک حصہ مجھ سے بیان کیا، مطلب یہ ہے کہ کسی نے ایک حصہ بیان کیا، کسی نے دوسرا حصہ، پوری حدیث کسی ایک نے بیان نہیں کی اور ان اصحاب اربعہ میں بعض حضرات حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث کو زیادہ محفوظ کرنے والے تھے یعنی ان کے پاس اس کا حصہ زیادہ تھا اور وہ نہایت ہی پختگی اور مضبوطی کے ساتھ اس حدیث کو بیان کرتے تھے، ایک تو ان حضرات کی عظمت اور جلالتِ شان اور پھر امام زہریؒ کا ان کے بارے میں اعتراف اور اقرار کہ یہ حدیث ان کو خوب یاد تھی، وقدوعیت... اور بے شک میں نے ان تمام حضرات سے وہ حدیث محفوظ کی جو انہوں نے حضرت عائشہؓ کے واسطے سے مجھ سے بیان کی، اگرچہ وہ حدیث بعض حضرات کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بہتر طریقے پر یاد تھی (لیکن یہ نہ سمجھیے کہ ایک کی بیان کی ہوئی حدیث دوسرے کی حدیث کے ساتھ متعارض تھی بلکہ) ان میں ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق و تائید کرتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث افک امام زہریؒ کی سند کے ساتھ پیش کی ہے، امام زہریؒ اپنے جن چار اساتذہ سے یہ حدیث نقل کرتے تھے ان کے متعلق انہوں نے یہ تصریح کر دی ہے کہ وہ یہ حدیث پوری بیان نہیں کرتے تھے، ایک ایک حصہ بیان کرتے تھے، کچھ حصہ ایک استاذ نے بیان کیا اور کچھ دوسرے نے اس طرح یہ پوری حدیث ان تمام حضرات کے بیان سے مرتب ہو گئی۔

### حدیث افک کا ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو ازواجِ مطہرات کے مابین قرعہ اندازی کرتے تھے، جس کا نام قرعہ میں نکلتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے ساتھ لے جاتے، چنانچہ ایک غزوے میں آپ نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا جس میں میرا نام نکلا،

تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی، نزول حجاب کے بعد کا یہ واقعہ ہے، میں ہودج سمیت اٹھایا، پہلی اور ہودج میں بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں اتاری جاتی تھی، ہم روانہ ہوئے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے سے فارغ ہو کر لوٹے، واپسی میں ہم لوگ مدینے کے قریب تھے (کہ قافلے نے پڑاؤ ڈالا)، آخر شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا اعلان کیا (آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر تیار ہو جائیں کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے) چنانچہ اعلان سن کر میں اٹھی اور (قضائے حاجت کے لیے) چلی گئی یہاں تک کہ میں لشکر سے تجاوز کر گئی (اور کافی دور نکل گئی) چنانچہ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئی اور اپنی سواری کے پاس آئی تو میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو دیکھا کہ میرا وہ ہار گر گیا ہے جو شہر ”ظفار“ کے موٹگوں سے بنایا گیا تھا، میں اپنے ہار کی تلاش کے لیے واپس گئی، اس کی تلاش نے مجھے روک رکھا (اور مجھ کو دیر ہو گئی) ادھر وہ لوگ جو مجھے سوار کیا کرتے تھے انہوں نے میرے ہودج کو اٹھایا اور میری سواری کے اونٹ پر رکھ دیا، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہودج کے اندر موجود ہوں، چونکہ عورتیں اس زمانے میں دہلی پتلی ہوا کرتی تھیں، موٹی بھاری نہیں ہوتی تھیں، اور نہ ہی ان پر زیادہ گوشت چسڑھا ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت معمولی کھانا کھاتی تھیں اس لیے ہودج کو اٹھاتے ہوئے لوگوں کو اس کے ہلکے پن میں اجنبیت کا اندازہ نہیں ہوا۔ نیز اس وقت میں کم عمر بھی تھی، پس انہوں نے اونٹ کو ہانکا اور روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنا ہار لشکر کی روانگی کے بعد پالیا، پڑاؤ کی جگہ پر جب میں آئی تو وہاں کوئی داعی تھا نہ کوئی مجیب (کہ سب لوگ چلے گئے تھے) میں نے اس خیال سے اپنی پرانی منزل ہی (میں بیٹھنے) کا ارادہ کر لیا کہ وہ لوگ جب مجھے نہیں پائیں گے تو تلاش کرنے کے لیے یہاں لوٹیں گے (اگر میں کہیں ادھر ادھر چلی گئی تو ان کو تلاش میں مشقت ہوگی) میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی، صفوان بن المعطل سلمی لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے (تاکہ اگر لشکر سے کوئی چیز رہ جائے تو وہ اٹھا لائیں) وہ صبح کے وقت میری جگہ کے پاس پہنچے، انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کی پرچھائیں دیکھیں، جب انہوں نے قریب آ کر مجھے دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ پردہ کے حکم نازل ہونے سے قبل وہ مجھے دیکھ چکے تھے میں ان کے استرجاع (اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے) سے بیدار ہو گئی، میں نے اپنا چہرہ اپنی چادر میں ڈھانپ لیا اور خدا کی قسم! ہم نے کوئی ایک بات بھی نہیں کی اور نہ ہی ان کے استرجاع کے علاوہ کوئی کلمہ میں نے ان سے سنا، وہ سواری سے اترے اور اپنی سواری (اونٹ) کو بٹھایا اور اس کی اگلی ٹانگ کو دبایا (تاکہ مجھے سوار ہونے میں آسانی ہو) میں اٹھ کر سوار ہو گئی، چنانچہ وہ سواری کو آگے سے کھینچتے ہوئے روانہ ہوئے، حتیٰ کہ ہم کڑکتی دوپہر میں لشکر کے پاس آئے اور لشکر نے پڑاؤ کیا تھا، پس میرے متعلق جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور جس شخص نے ہمت میں بڑا حصہ لیا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا.... حضرت عمرو فرماتے تھے

کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی، تہمت کی اشاعت کرتا تھا؛ اس کے پاس تہمت کے متعلق گفتگو ہوتی تھی، وہ اس کی تصدیق کرتا، اس کو سنا اور بڑھا چڑھا کر پیش کرتا، نیز تہمت لگانے والے دوسرے لوگوں میں صرف حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کا نام لیا گیا ہے، باقی حضرات کا مجھے علم نہیں (کہ اور کون لوگ اس میں شامل تھے) البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ ایک پوری جماعت تھی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ﴿ان الذین جاءوا بالافک عصبۃ منکم﴾ ”بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے....“ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ان کے سامنے حضرت حسان کو برا بھلا کہا جائے، فرماتی تھیں کہ حسان ہی نے تو یہ شعر کہا ہے....

فان ابی ووالده و عرضی

لمرض محمد منکم وقاء

”میرا باپ اور میرے باپ کے والد اور میری عزت محمدؐ کی عزت کی خاطر تمہارے سامنے ڈھال بنی

رہے گی۔“

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر ہم مدینہ آئے، مدینہ پہنچنے کے بعد میں ایک ماہ بیمار رہی، لوگوں نے اصحاب افک کے قول کو موضوعِ سخن بنالیا تھا تاہم مجھے اس سلسلے میں کوئی علم نہیں تھا۔ البتہ بیماری کے دوران مجھے یہ بات شک میں ڈالتی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف و کرم اپنے ساتھ نہیں دیکھتی تھی جو بیماری کے وقت پہلے دیکھا کرتی تھی، صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے، سلام کرتے اور پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ اور پھر واپس تشریف لیجاتے، بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف اس طرزِ عمل سے مجھے قدرے شک ہوتا لیکن شرکاء مجھے کوئی علم نہیں تھا، جب میں کچھ سحتمند ہوئی، تو اس وقت میں حضرت ام مسطح کے ساتھ ”مناصح“ کی طرف نکلی، وہ ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی اور ہم قضاء حاجت کے لئے صرف رات کو نکلتے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے کا رواج نہیں تھا، ہمارا دستور عرب اول کا دستور تھا جو قضاء حاجت کے لیے (گھروں سے دور) صحرا میں جاتے تھے، گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی، چنانچہ میں اور ام مسطح نکلیں، ام مسطح، ابورہم بن المطلب بن عبدمناف کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں صحز بن عامر کی بیٹی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خالہ ہیں اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب، ام مسطح کے بیٹے ہیں۔

چنانچہ ہم دونوں قضاء حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آ رہی تھیں کہ ام مسطح اپنی بڑی چادر میں لالچھ کر گر پڑیں تو بولیں، تعس مسطح ”مسطح ہلاک ہو“ میں نے ام مسطح سے کہا، تم نے بہت برا جملہ کہہ دیا، کیا تم ایسے آدمی کو برا بھلا کہہ رہی ہو جو بدر میں شریک ہوا ہے، اس پر ام مسطح نے کہا، اے بھولی!

تو نے نہیں سنا کہ مسطح کیا کہتا پھرتا ہے؟ میں نے پوچھا، وہ کیا کہتا ہے؟ تب انہوں نے ہمت لگانے والوں کی بات مجھ سے بیان کی، جس کی وجہ سے میرا مرض اور بڑھ گیا، جب میں گھر لوٹ آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ میں نے آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اپنے والدین کے ہاں جانے کی اجازت دیں گے؟ میرا مقصد یہ تھا کہ ان سے اس معاملہ کی تحقیق کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دیدی، تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا، اماں جی! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، بیٹی! پریشان نہ ہو، بخدا، بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت خوبصورت ایسے مرد کے پاس ہو جو اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں پھر بھی اس پر عیب نہ لگتے ہوں میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں، چنانچہ میں اس رات صبح تک روتی رہی، پوری رات نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو بلایا اس وقت تک وحی رکی رہی (چونکہ یہ دونوں گھر کے آدمی تھے اس لیے) آپ نے ان دونوں سے پوچھا اور اپنی بیوی سے جدائی (طلاق) کے متعلق ان سے مشورہ کیا، اسامہ بن زید نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اہلیہ کی پاکدامنی کے متعلق اپنے علم کے مطابق اور اہل بیت کے بارے میں وہ جو کچھ جانتے تھے اسی کے موافق مشورہ دیا، چنانچہ انہوں نے کہا ”آپ کی اہلیہ ہیں، ہم ان کے متعلق صرف خیر ہی جانتے ہیں“۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی (اگر انواہوں کی بناء پر عائشہؓ کی طرف سے کچھ تکدر طبعی ہو گیا ہے تو) عورتیں اور بہت ہیں (اور آپ کا یہ تکدر اس طرح بھی رفع ہو سکتا ہے کہ) باندی (حضرت بریرہؓ جو حضرت عائشہؓ کے پاس رہتی ہیں اور ان کے حالات جانتی ہیں) سے آپ پوچھ لیجئے وہ آپ کو صحیح صحیح بات بتلا دیں گی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا۔ ”بریرہ! (عائشہؓ سے) کوئی ایسی چیز تو نے دیکھی ہے جس نے تجھے شک میں ڈالا ہو“ حضرت بریرہؓ نے جواب دیا ”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو معیوب ہو، بس اتنی سی بات دیکھی ہے کہ وہ کمسن بچی ہیں، اپنے گھر کے آٹے کو کھلا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے، (وہ تو اتنی سیدھی سادی ہیں ان کی پاکدامنی اور عفت میں کیا شک ہو سکتا ہے....)

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن عبداللہ بن ابی کے خلاف مدد طلب کرتے ہوئے برسر منبر خطاب فرمایا، یا معشر المسلمین! کون ہے جو اس شخص کے مقابلہ میں میری مدد کرے جس کی جانب سے مجھے میرے اہل خانہ کے متعلق تکلیف پہنچی ہے، خدا کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں سرف خیر کو

جانتا ہوں اور ان لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق بھی میں صرف نیکی اور خیر کا علم رکھتا ہوں اور وہ تو میرے گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے مگر میرے ساتھ....

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب سن کر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا، اگر اس شخص کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرجی بہائیوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے تو آپ جو حکم فرمائیں گے ہم آپ کا حکم بجالائیں گے، اس پر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے، حضرت حسان کی والدہ ان کی چچا زاد بہن لگتی تھی (اور چونکہ حضرت حسان اس تہمت میں شریک تھے اس لیے حضرت سعد بن عبادہ سمجھے کہ حضرت سعد بن معاذ نے یہ ہم پر تعریض کی ہے) وہ اس سے پہلے نیک آدمی تھے لیکن اس وقت خاندانی حمیت ان پر غالب آگئی، چنانچہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا کہ ”تم نے غلط کہا، بخدا، نہ تم اس کو قتل کر سکتے ہو اور نہ تم اس کے قتل پر قدرت رکھتے ہو، اگر وہ (تہمت لگانے والا) تمہارے قبیلے سے ہوتا تو تم اس کا قتل ہرگز نہ چاہتے“ (لیکن چونکہ اس کا تعلق ہمارے قبیلہ سے ہے اس لیے تم قتل کی بات کر رہے ہو....) اتنے میں حضرت سعد بن معاذ کے چچا زاد بھائی حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ سے کہا ”غلط بات تو تم نے کہی ہے“، بخدا! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے تب ہی تو منافقوں کی طرف سے لڑتا ہے“ اس تو تکار کی وجہ سے اوس اور خزرج دونوں قبیلے بھڑک اٹھے، حتیٰ کہ آپس میں انہوں نے لڑنے کا ارادہ کر لیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے انہیں خاموش کراتے رہے، حتیٰ کہ سب خاموش ہو گئے اور آپ بھی خاموش ہوئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں اس روز بھی پورے دن روتی رہی، کسی طرح نہ میرے آنسو تھمے اور نہ ہی مجھے نیند آئی، صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے، دو راتیں اور ایک دن میں مسلسل روتی رہی، اس عرصے میں نہ میرے آنسو بند ہوئے اور نہ نیند آئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، اتنے میں ایک انصاری خاتون نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے انہیں اجازت دیدی، وہ بھی میرے پاس آکر رونے لگی، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، سلام کر کے تشریف فرما ہوئے، جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس وقت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے، ایک مہینہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے سلسلے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی.... آپ نے تشریف فرمانے کے بعد کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا....

”اما بعد! عائشہ! آپ کے بارے میں مجھے یہ بات پہنچی ہے، اگر تم بری ہو تو اللہ

تعالیٰ ضرور تمہیں بری کر دیں گے، اور اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ سے توبہ

واستغفار کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری کی تو میرے آنسو ایسے خشک ہو گئے کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا... چنانچہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجیئے، انہوں نے کہا، بخدا، میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ جواب دیجیئے انہوں نے بھی معذرت کرتے ہوئے کہا میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ اب مجبوراً مجھے خود عرض کرنا پڑا، اس وقت میں ایک کمسن لڑکی تھی اور قرآن شریف بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا میں نے کہا۔

”بخدا، مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ لوگوں نے یہ بات سنی، یہاں تک کہ وہ

آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی اور آپ نے اس کی تصدیق بھی (ایک حد تک) کر دی اب اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس تہمت کا اعتراف کر لوں... جس سے میرا بری ہونا اللہ کو خوب معلوم ہے، تو آپ لوگ کہیں گے اس نے صحیح بات کہی، واللہ! اب میں اپنے اور آپ کے معاملے کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام) نے (اپنے بیٹوں کی غلط بات سن کر) فرمائی تھی کہ فصبر جمیل، واللہ المستعان علی ماتصفون ” اب میں صبر جمیل ہی کو اختیار کرتی ہوں اور جو کچھ آپ کہہ رہے ہو اس سلسلے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے“....

یہ کہہ کر میں گئی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور مجھے یہ یقین تھا کہ اللہ جل شانہ کو میری براہت کا علم ہے اور وہ میری براہت فرمائیں گے لیکن خدا کی قسم! یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ جل شانہ میرے معاملے میں وحی مستو نازل فرمائیں گے کیونکہ میں اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ جل شانہ میرے معاملے میں خود کلام فرمائیں، ہاں، مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری براہت کر دیں گے، پس خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی اس مجلس سے نہیں اٹھے تھے اور نہ ہی گھروالوں میں کوئی اٹھا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی چنانچہ آپ کو اس شدت نے پکڑ لیا جو (نزل وحی کے وقت) آپ پر طاری ہوتی تھی، یہاں تک کہ آپ (کی پیشانی مبارک) سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگے، حالانکہ دن سردی کا تھا، یہ اس کلام الہی کے ثقل کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل کیا گیا، صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے



جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے چنانچہ سب سے پہلا کلمہ جو آپ نے فرمایا وہ یہ تھا۔ ”عائشہ! اللہ جل شانہ نے تمہاری برابرت نازل کر دی“ پس میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو جاؤ (تعمیر کے طور پر....) میں نے کہا، خدا کی قسم! میں نہیں کھڑی ہوں گی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و شکر بجلاؤں گی (کہ اسی نے میری برابرت کا اعلان فرمایا....) اللہ جل شانہ نے ”ان الذین جاءوا بالافک عصاة منکم.... الخ“ سے دس آیات (میری برابرت میں) نازل فرمائیں۔

جب اللہ جل شانہ نے میری برابرت کا اعلان ان آیات میں کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اور وہ حضرت مسطح بن اثاثہ پر قرابت اور ان کی غربت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے کہ بخدا، میں آئندہ مسطح پر کچھ بھی خرچ نہ کروں گا کہ اس نے بھی عائشہ پر ہمت لگائی ہے، اس پر قرآن مجید کی آیت ولایاتل اولوا الفضل منکم.... سے غفور رحیم.... تک نازل ہوئی، اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے کہا، کیوں نہیں، میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ جل شانہ میری مغفرت فرمائیں.... چنانچہ آپ حضرت مسطح کو ان کا خرچ دوبارہ دینے لگے اور کہا واللہ! ان کا یہ نفقہ میں کبھی بند نہیں کروں گا....

حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے معاملہ میں حضرت زینب بنت جحش سے بھی دریافت کیا تھا کہ عائشہ کے متعلق تم کیا جانتی ہو تو ام المؤمنین زینبؓ نے کہا تھا۔ ”احمی سمعی وبصری، واللہ، ما علمت الا خیرا“ یعنی میں اپنے کانوں کو ایسی فضول باتیں سننے سے اور اپنی نگاہ کو ناپسندیدہ مناظر دیکھنے سے محفوظ رکھتی ہوں، خدا کی قسم! مجھے عائشہؓ کے بارے میں کوئی بات سوائے بھلائی اور خیر کے معلوم نہیں.... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہراتؓ میں سے ایک زینبؓ ہی ایسی تھیں جو میرا مقابلہ (حسن و جمال، عقل و ذکاوت وغیرہ میں) کرتی تھیں.... لیکن اللہ تعالیٰ نے ورع و تقویٰ کی وجہ سے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان کی جانب سے لڑنے لگی.... (تاکہ میرا رتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گھٹ جائے اور ان کی بہن زینب بنت جحش کا رتبہ بڑھ جائے....) چنانچہ ہلاک ہونے والوں میں وہ بھی ہلاک ہوئی۔

## حدیث افک کے بعض جملوں کی تشریح

قالت عائشة: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد سفرا، اقرع بين ازواجه  
 ”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرمایا کرتے تھے تو اپنی  
 ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔“

## ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی اور اس کا حکم!

اس مسئلہ میں حضرات حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ قرعہ اندازی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب  
 نہیں تھی، آپؐ ازواج مطہرات کی تطیب قلوب کے لیے قرعہ اندازی کرتے تھے کیونکہ اگر آپؐ اپنی مرضی  
 ہی سے کسی کو متعین کر لیتے تو اس سے دوسری ازواج کو ملال اور غم ہوتا کہ ہمیں کیوں نظر انداز فرمایا، شوافع  
 میں سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”خلاصہ“ میں اسی کو اختیار فرمایا اور علامہ زرقانی نے ”شرح  
 مواہب“ میں اکثر مالکیہ کا مختار اسی کو قرار دیا ہے۔

اکثر حنابلہ اور اکثر شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ ”قسم بین الازواج“ آپؐ پر واجب تھا اور یہ قرعہ  
 اندازی بھی بطور واجب آپؐ کرتے تھے۔ (۲۴)

## فاقرع بیننا فی غزوة غزاها فخرج فیها سهمی

ابن اسحاق اور طبرانی کی روایت میں یہ تصریح آئی ہے کہ یہ غزوة جس کا حضرت عائشہؓ یہاں ذکر  
 کر رہی ہیں یہ غزوة مرلیسع تھا (۲۵) جس کو غزوة بنی المصطلق بھی کہتے ہیں، قرعہ میں حضرت عائشہؓ کا نام نکلا۔

## فخرجت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ما انزل الحجاب

”چنانچہ میں نکلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، یہ نزول حجاب کے بعد کا واقعہ ہے“

نزول حجاب کا حکم کب آیا؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ واقدی، قتادہ، ابن جریر اور حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔

❷ حافظ شرف الدین دمیاطی کا خیال ہے کہ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے، حافظ ابن حجر اور علامہ ابن قیمؒ کا

میلان بھی اسی طرف ہے۔

(۲۴) اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے فتح القدير مع الكفاية: ۲۹۹/۳ - ۳۰۳ - باب القسم، والمعنى لابن قدامة: ۲۳۸/۴۔

(۲۵) فتح الباری: ۲۵۸/۸

۵ اور ابو عبیدہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ ۲ھ کا واقعہ ہے، - (۲۶)

فكنت احملى في هودجى وانزل فيه

”چنانچہ میں ہودج سمیت اٹھائی جاتی اور ہودج میں بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت ہی میں اتاری جاتی

تھی“

ہودج: ایک خاص قسم کا پردہ ہوتا ہے جو سواری کے اوپر نصب کر دیا جاتا ہے تاکہ عورت اس میں

باپردہ رہے، (۲۷) اس محل کو بھی ”ہودج“ کہہ دیا جاتا ہے جس پر وہ پردہ بندھا ہوا ہوتا ہے۔

فاذا عقدلى من جزع ظفار قد انقطع

”اچانک میں نے دیکھا کہ میرا ہار جو ظفار کے موگے کا تھا ٹوٹ کر گر پڑا ہے“

جزع: موگے اور منکے (نگینے یا مہرے) کو کہتے ہیں۔

ظفار: یمن کے علاقے کے ایک شہر کا نام ہے، چونکہ وہ موگے اور مہرے اس شہر سے آئے ہوئے

تھے اس لیے ”جزع“ کی اضافت اس کی طرف کر دی، ابن التین نے اس کی قیمت بارہ درہم نقل کی ہے،

بعض نسخوں میں ”من جزع اظفار“ آیا ہے، اظفار ظفر کی جمع ہے اور ظفر ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی

ہے، جزع اظفار کا مطلب یہ ہوگا کہ اس خوشبو سے نگ کی شکل میں وہ موگے بنائے گئے تھے اور پھر ان سے

ہار تیار کیا گیا تھا۔ (۲۸)

وكان النساء اذا ك خفافا لم يهبلن ولم يغشهن اللحم

”عورتیں اس زمانے میں دہلی پتلی ہوا کرتی تھیں، موٹی بھاری نہیں ہوتی تھیں اور نہ ہی ان پر

زیادہ گوشت چڑھا ہوا ہوتا تھا“

لم يهبلن: باء پر تینوں اعراب پڑھے گئے ہیں، نیز باب افعال اور تفعیل سے بھی پڑھا گیا ہے اور

معنی یہاں سب کے یہ ہیں کہ وہ بھاری نہیں ہوتی تھیں۔ (۲۹)

حتى اتينا الجيش موغرين في نحر الظهيرة وهم نزول

”یہاں تک کہ ہم کڑکتی دوپہر میں لشکر کے پاس آئے اور لشکر نے پڑاؤ کیا تھا۔“

موغرين: باب افعال اور باب تفعیل دونوں سے مستعمل ہے، دونوں صورتوں میں ”موغرين“

کے معنی ”داخِلين في وقت الظهيرة“ کے ہیں، ”وغرة“ دوپہر کے وقت کو کہتے ہیں۔ (۳۰)

(۲۶) ان تین اقوال کے لیے دیکھیے، فتح الباری: ۲۳۰ / ۷ - نیز فتح الباری: ۲۶۲ / ۸ - ۲۶۳

(۲۷) فتح الباری: ۲۵۸ / ۸ (۲۸) فتح الباری: ۲۵۹ / ۸

(۲۹) فتح الباری: ۲۶۰ / ۸ (۳۰) عمدة القاری: ۲۰۷ / ۱۷

ویستمعه ویستوشیه ”عبداللہ بن ابی اس بہتان کو سنا اور اس کو بڑھاتا تھا“

استیشاء کے معنی ہوتے ہیں کسی مسئلے کے متعلق استفسار کرنا تاکہ اس کو موضوع سخن بنایا جائے۔ (۳۱)

فدعارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرۃ فقال: ای بریرۃ، هل رایت من شیء یریبک؟

یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک جاریہ تھیں، ان کے مولیٰ

نے انہیں مکاتبہ بنایا تھا اور حضرت عائشہؓ نے ان کا بدل کتابت ادا کیا تھا، اس کے بعد حضرت عائشہؓ کے

پاس رہا کرتی تھیں لیکن ان کی آزادی کا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے جبکہ واقعہ افک ۵ھ میں پیش آیا ہے،

واقعہ افک کے وقت حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں رہا کرتی تھیں تو ان سے تحقیق حال کیوں کی

جاری ہے؟

باقی رہی اس بات کی دلیل کہ حضرت بریرہؓ کی آزادی کا واقعہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا ہے تو وہ یہ

ہے کہ حضرت بریرہؓ نے جب خیار عتق کی بنیاد پر اپنے شوہر مغیث سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو حضرت مغیث

مدینے کی گلیوں میں حضرت بریرہؓ کے پیچھے روتے روتے پھرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم مجھ سے علیحدگی مت

اختیار کرو لیکن حضرت بریرہؓ ان کے ساتھ رہنے پر آمادہ اور تیار نہ تھیں، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا تھا کہ دیکھیے مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث

سے کس قدر بغض ہے۔ (۳۲) اور حضرت عباسؓ مدینے میں فتح مکہ کے بعد آئے ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت بریرہؓ

کی آزادی کا قصہ فتح مکہ کے بعد کا ہے تو ۵ھ کے واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ کے متعلق ان سے تحقیق حال

کا کیا مطلب ہے؟

حافظ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ روایت میں ”بریرہ“ کا نام وہم ہے (۳۳) اور علامہ زرکشی نے بھی حافظ

ابن قیمؒ کی تائید کی ہے۔ (۳۴)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کو وہم کہنے کی ضرورت نہیں ہے، حضرت بریرہؓ اگرچہ واقعہ افک کے

وقت آزاد نہ تھیں اور اپنے مولا ہی کے ہاں رقیقہ کی حیثیت سے رہا کرتی تھیں لیکن چونکہ مسلمان تھیں اور

حضرت عائشہؓ کو کمسنی کی وجہ سے کسی تجربہ کار خاتون کی اعانت کی ضرورت تھی تو عین ممکن ہے کہ وہ اپنے

مولا کے ہاں رہتے ہوئے بھی حضرت عائشہؓ صدیقہ کی مدد کے لیے ان کے ہاں آیا کرتی ہوں، اس لیے

(۳۱) وفی شرح الکرمانی: ۱۶/۵۳ یستوشیہ ای یستخرجہ بالبحث عنہ ثم یفشیہ ولاید یحمد

(۳۲) ولفظة: یاعباس، الاتعجب من حب مغیث بریرۃ، ومن بغض بریرۃ مغیثاً، الحدیث، اخرجہ الحاری فی کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ، رقم الحدیث ۵۲۸۳

(۳۳) زاد المعاد ۳/۲۶۶ - فصل، (ما وقع فی حدیث الافک من الوهم)

(۳۴) فتح الباری: ۱۸/۳۶۹

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہؓ کے متعلق ان سے پوچھا۔ (۲۵)

غیر انہا جاریۃ حدیثۃ السنن نام عن عجین اہلہا فتاۃ الداجن فتاکلہ

”بس اتنی سی بات ہے کہ وہ کم سن بچی ہیں اپنے گھر کے آٹے کو کھلا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری

آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے۔“

اس جملے سے حضرت بریرہؓ نے حضرت عائشہؓ کی عفت کی مزید تاکید کی ہے کہ وہ تو اتنی بھولی بھالی

ہیں اور اتنی سیدھی سادی ہیں کہ ان کو اپنے گھر کے آٹے کے بارے میں بھی کئی مرتبہ خیال نہیں رہتا، ایسی

معصومہ پر یہ الزام۔ (۲۶)

فقام سعد بن معاذ، فقال: انا یارسول اللہ اعذرک

تو سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ میں آپ کی مدد کروں گا یہاں اشکال ہوتا ہے کہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تو غزوہ بنی قریظہ میں انتقال ہو چکا تھا اور غزوہ بنی قریظہ ۴ھ یا ۵ھ میں

پیش آیا ہے جبکہ افک کے واقعہ کا تعلق غزوہ مرلیسع اور بنو المصطلق سے ہے جو ۶ھ میں ہوا ہے تو روایت

میں حضرت سعد بن معاذ کا نام کیسے آ گیا ہے؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ ابن عبد البر مالکی اور قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا کہ یہاں حضرت سعد بن معاذ کا نام

غلط ہے اور یہ وہم راوی ہے اور حسب عادت قاضی ابوبکر ”بن العربی“ نے یہ بھی کہہ دیا کہ سعد بن معاذ

کے نام کے غلط ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ (۲۷)

❷ قاضی اسماعیل مالکی وغیرہ نے فرمایا کہ غزوہ مرلیسع غزوہ خندق سے پہلے پیش آیا ہے (۲۸) اور

جب غزوہ مرلیسع کو غزوہ خندق سے پہلے تسلیم کر لیا جائے تو واقعہ افک میں حضرت سعد بن معاذ کی موجودگی پر

کوئی اشکال ہی نہیں رہتا۔

البتہ غزوہ مرلیسع کو خندق سے مقدم ماننے کی صورت میں ایک اور اشکال ہوگا اور وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ

بن عمرؓ کو سب سے پہلے جس غزوے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شرکت کی اجازت دی وہ

غزوہ خندق ہے، دوسری طرف یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے غزوہ مرلیسع میں شرکت کی ہے، اب

اگر غزوہ مرلیسع کو خندق سے پہلے مانا جائے تو خندق کے بجائے مرلیسع ان کی شرکت کا پہلا غزوہ ہوگا۔ (۲۹)

بعض علماء نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ غزوہ مرلیسع میں

اپنے والد کے ساتھ تباغ گئے تھے انہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا، مستقلاً جس غزوے میں آپ نے

(۲۷) دیکھیے فتح الباری: ۸/۲۷۲

(۲۶) فتح الباری: ۸/۲۷۰

(۲۵) فتح الباری: ۸/۲۶۹

(۲۸) فتح الباری: ۸/۲۷۲

(۲۹) فتح الباری: ۸/۲۷۲

شرکت کی اور جس میں آپ کو اجازت دی گئی تھی وہ غزوہ خندق ہی تھا۔ (۴۰)

● امام بیہقی نے ایک اور جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ غزوہ مرلیسج غزوہ خندق کے بعد اور حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے پہلے پیش آیا ہے، حضرت سعد بن معاذ ابھی زخمی ہی تھے کہ غزوہ مرلیسج اور اس میں واقعہ افک پیش آیا اور افک کے واقعہ پیش آنے کے بعد آپ کا انتقال ہوا (۴۱) لہذا حدیث افک میں حضرت سعد بن معاذ کا نام آنے پر کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

فقال ابی: واللہ ما ادری ما قول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رگ وریشے میں صدق اس طرح پھوست ہو چکا تھا کہ حضرت عائشہؓ جیسی پاکدامن بیٹی کے دفاع اور ان کی برائت ظاہر کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوئے اس لیے کہ ان کو حقیقت حال کا علم نہیں تھا، بعد میں جب حضرت صدیقہؓ کی برائت کا اعلان اللہ جل شانہ نے قرآن میں فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے کیوں میری طرف سے عذر پیش نہیں کیا تھا؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔ ائی سماء تظلنی وائی ارض تقلنی اذا قلت ما لم اعلم ” کونسا آسمان میرے اوپر سایہ کرتا اور کونسی زمین مجھے اپنے اوپر اٹھاتی جب میں کہہ دیتا وہ بات جو مجھے معلوم نہیں تھی “ (۴۲)

فاخذہ ماکان یاخذہ من البرحاء حتی انه لیتحدر منه من العرق مثل الجمان وهو فی یوم

شات من ثقل القول الذی انزل علیہ

”پس پکڑ لیا آپ کو اس شدت نے جو (نزل وحی کے وقت) آپ پر طاری ہوتی تھی حتیٰ کہ آپ (کے چہرے مبارک) سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگے حالانکہ سردی کا دن تھا یہ اس کلام الہی کے بوجھ کی وجہ سے تھا جو آپ پر نازل کیا گیا۔“

البرحاء ”برح“ اس گرمی کی شدت کو کہتے ہیں جو بخار کی وجہ سے یا سخت موسم کی حرارت کی وجہ سے پسینے کا سبب بنے ”برحاء“ (باء کے ضمہ اور راء کے فتح کے ساتھ) اسی سے ہے۔ (۴۳)

الجمان (بضم الجیم وتخفیف المیم) موتیوں کو کہتے ہیں۔ (۴۴)

فقلت: لا، واللہ لا اقوم الیہ فانی لا احمدا الا اللہ عزوجل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر کہا کہ میں آپ کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے نہیں کھڑی ہوں گی، میں صرف اللہ کا شکر یہ ادا کروں گی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بیخودی کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ اللہ کے ماسوا سے نظر ہٹ گئی اور صرف اللہ پر نظر باقی رہی، ان پر تو قیامت گذر گئی اور اللہ جل شانہ نے وحی کے

(۴۰) فتح الباری: ۲۴۳/۸ (۴۱) دیکھیے دلائل النبوة بیہقی: ۸۸/۲۔ باب حدیث الافک (۴۲) فتح الباری: ۲۴۴/۸

(۴۳) عمدۃ القاری: ۲۰۹/۱۴ (۴۴) عمدۃ القاری: ۲۰۹/۱۴

ذریعے ان کی برأت کا اعلان کیا، ایسی حالت میں اللہ پر نظر کا ہم جانا اور ماسوا سے نظر کا ہٹ جانا کوئی بعید بات نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ ناز میں کہا، ناز میں ہوتا یہ ہے کہ دل میں جو کیفیت راسخ اور جاگزیں ہوتی ہے ظاہر میں اس کے خلاف اس کا اظہار ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ کے دل میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت بے انتہاء موجود تھی لیکن ان پر اس وقت ناز کی کیفیت طاری ہوئی اور انہوں نے اس کے خلاف کا اظہار کیا، بظاہر ناز ہے اور دل میں صد ہزار نیاز موجود ہے (۳۵) ورنہ اس میں کیا شک ہے اور خود حضرت عائشہؓ بھی یہ بات بخوبی جانتی ہیں کہ یہ سب کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انہیں ملا ہے۔

قالت عائشة: والله ان الرجل الذي قيل له ما قيل، ليقول: سبحان الله فوالذي نفسي بيده

ما كشفت من كنف انشي قط

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس شخص پر یہ الزام لگایا گیا تھا وہ یہ الزام سن کر کہتے تھے سبحان اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا“ ان کا نام حضرت صفوان بن معطل ہے۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ابوداؤد، طحاوی، حاکم، احمد اور ابن حبان نے نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شکایت کی کہ میں نماز پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتے ہیں، میں روزہ رکھتی ہوں تو یہ تڑوا دیتے ہیں اور خود یہ فجر کی نماز طلوع آفتاب کے بعد پڑھتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان سے پوچھا تو حضرت صفوان نے تفصیلی صورتحال بتا کر اپنی صفائی پیش کی، اس روایت سے معلوم ہوا کہ ان کی بیوی تھی تو پھر ان کا یہ کہنا ”ما كشفت من كنف انشي قط“ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

① ابویکر بزاز نے کہا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت منکر ہے کیونکہ یہ روایت اعمش نے ابوصالح سے صیغہ ”عن“ کے ساتھ نقل کی ہے اور اعمش کا عنعنہ مقبول نہیں کیونکہ وہ تدلیس کرتے ہیں لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن سعد کی روایت میں ”عن ابی صالح“ کے بجائے ”سمعت اباصالح“ ہے، سماع کی تصریح ہے اور اعمش ایسے مدلس ہیں کہ جب وہ سماع کی تصریح کر دیں تو محدثین ان کی روایت کا اعتبار کرتے ہیں، لہذا ابویکر بزاز کا یہ کہنا کہ یہ روایت منکر ہے اور اس میں تدلیس ہوئی ہے صحیح نہیں ہے۔ (۱)

❶ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت صفوانؓ کی مراد ہے کہ ”ماکشف من کنف انثی قط علی وجہ الحرام“ کہ میں نے حرام طریقے سے کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا لیکن علامہ قرطبی کے اس جواب پر اشکال ہوتا ہے کہ ابو عوانہ کی روایت میں الفاظ اس طرح آئے ہیں، ”ماکشف من کنف انثی قط علی وجہ الحلال ولا علی وجہ الحرام“ (۲)

❷ امام بیہقی نے فرمایا کہ جو واقعہ بخاری میں بیان کیا ہے یہ شادی سے پہلے کا ہے اس وقت تک شادی نہیں ہوئی تھی اور ابوداؤد والا واقعہ بعد کا ہے جبکہ شادی ہو چکی تھی لہذا کوئی تعارض نہیں۔ (۳)

### حضرت صفوان بن المعطلؓ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، خندق، یا مرسیع ان کا پہلا غزوہ ہے جس میں انہوں نے شرکت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا۔ ”ما علمت علیہ الاخیرا“ ان کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ان کی وفات حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ہوئی، ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ ۱۹ھ میں جہاد آرمینیا میں شہید ہوئے ہیں، بعض حضرات نے سن وفات ۵۸ھ اور بعضوں نے ۶۰ھ بھی بتایا ہے۔ (۴) واللہ اعلم

۳۹۱۱ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : أَمَلَى عَلِيَّ هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ مِنْ حِفْظِهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : قَالَ لِي الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ : أَبْلَغَكَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ فِيمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ ؟ قُلْتُ : لَا ، وَلَكِنْ قَدْ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ ، أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَهُمَا : كَانَ عَلِيٌّ مُسْلِمًا فِي شَأْنِهَا . فَرَأَجَعُوهُ فَلَمْ يَرْجِعْ . وَقَالَ : مُسْلِمًا ، بَلَا شَكَّ فِيهِ وَعَلَيْهِ ، كَانَ فِي أَصْلِ الْعَيْقِ كَذَلِكَ .

حدیسی عبد اللہ بن محمد یہ عبد اللہ بن محمد مسندی ہیں، اور ان کی کنیت ابو جعفرؓ ہے۔ (۵)

عن الزهري قال: قال لي الوليد بن عبد الملك ابلغك ان عليا كان فيمن قذف عائشة؟

بنو امیہ میں بعد میں ایسے لوگ آئے جو حضرت علیؓ کی شان میں ادب و احترام کی رعایت نہیں کرتے تھے تو یہ ولید بن عبد الملک بن مروان اموی امام زہری سے پوچھتا ہے کہ کیا حضرت عائشہؓ پر تہمت



لگانے والوں میں حضرت علیؑ بھی داخل ہیں؟ (۶) امام زہریؒ کا جواب ملاحظہ ہو، فرمایا کہ میرے پاس اس قسم کی کوئی خبر نہیں پہنچی ہے۔ بلکہ خود تمہاری قوم کے دو آدمیوں ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور ابوبکر بن عبدالرحمن نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان دونوں سے کہا....

کان علی مسلما فی شانها

یہ ”مسلمًا“ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے، اسم فاعل کی صورت میں ترجمہ ہوگا کہ حضرت علیؑ حضرت عائشہؓ کے متعلق سکوت اختیار کرنے والے تھے، اس صورت میں ”تسلیم“ سکوت کے معنی میں ہے، (۷) اور مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ نہ حضرت عائشہؓ کی برائت کا ذکر کرتے تھے اور نہ تہمت کا.... بلکہ خاموش تھے، اور اسم مفعول کی صورت میں معنی ہوں گے.... کان علیا سالما من الخوض فی شانها یعنی حضرت عائشہؓ کے سلسلے میں وہ غور و فکر اور خوض نہیں کرتے تھے، ان کے نزدیک یہ معاملہ ایسا نہیں تھا جس کو سوچا جائے اور اس میں غور و فکر کیا جائے کیونکہ حضرت صدیقہؓ کی برائت غور و فکر کی محتاج ہی نہیں تھی۔ (۸) یا مسلما صیغہ اسم مفعول محفوظا کے معنی میں ہے یعنی وہ تہمت لگانے سے محفوظ تھے۔ عبدالرزاق نے معمر بن راشد سے ”مسلمًا“ کے بجائے ”مسیثًا“ کا لفظ نقل کیا ہے۔ (۹) اس صورت میں معنی ہوں گے کہ حضرت علیؑ حضرت صدیقہؓ کی شان میں برائی کا ارتکاب کرنے والے تھے، اس سے یہ مطلب نکلے گا کہ العیاذ باللہ حضرت علیؑ تہمت میں دلچسپی رکھتے تھے اور یہ بد اہتہ غلط ہے اس لیے امام بخاری نے عبدالرزاق کی روایت کی بجائے ہشام بن یوسف کی روایت نقل کر کے عبدالرزاق کی روایت کی تردید کی ہے۔

در حقیقت بعض ناصبیوں نے بنو امیہ کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے حضرت علیؑ کی شان گھٹانے کے لیے اس روایت میں تحریف کی اور ”کان علی مسلما فی شانها“ میں تصحیف کر کے ”کان علی مسیثا فی شانها“ بنا دیا۔ (۱۰) لیکن امام زہری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث نے اس تصحیف کی تردید کی اور فرمایا کہ یہ لفظ ”مسلمًا“ ہی ہے، چنانچہ آگے روایت کے الفاظ ہیں۔ فراجعوه فلم یرجع وقال: مسلما بلا شک

(۶) زہری، ترجمۃ الزہری عن ”حلیۃ الاولیاء“ من طریق ابن عیینہ عن الزہری: ”كنت عند الوليد بن عبد الملك، فتلا هذه الآية (والذي تولى كبره منهم له عذاب عظيم) فقال: نزلت في علي بن ابي طالب، قال الزهري: اصلح الله الامير، ليس الامر كذلك.... اخبرني عروة عن عائشة، انها نزلت في عبد الله بن ابي سلول“ (فتح الباری: ۴۳۷/۷)

(۷) عمدۃ القاری: ۲۰۹/۱۷

(۸) عمدۃ القاری: ۲۰۹/۱۷۔ وشرح الکرمانی: ۹۱/۱۶۔

(۹) فتح الباری: ۳۳۷/۷

(۱۰) عمدۃ القاری: ۲۱۰/۱۷

فیہ یعنی امام زہری سے لوگوں نے مراجعت کی کہ یہ لفظ ”مسلماً“ ہے یا ”مسیئاً“ زہری نے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا (یعنی مسیئاً کی تائید نہیں کی) اور آپ نے فرمایا یہ لفظ ”مسلماً“ ہی ہے، کرمانی اور عینی کے مطابق یہ مراجعت زہری سے کی گئی ہے، حافظ صاحب کا خیال ہے کہ ہشام بن یوسف کے شاگردوں نے ہشام سے یہ مراجعت بغرض تحقیق کی ہے۔

اس طرح بادشاہ وقت ”ولید بن عبد الملک“ کی رائے کے خلاف امام زہری نے حق بات بیان کی اور روایت میں تصحیف کرنے والوں کی تصحیف کی نشاندہی کی، فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء (۱۱)

۳۹۱۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قَالَ : حَدَّثَنِي أُمُّ رُومَانَ ، وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَتْ : بَيْنَا أَنَا قَاعِدَةٌ أَنَا وَعَائِشَةُ ، إِذْ وَجَّهَتْ أَمْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَتْ : فَعَلَ اللَّهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ ، فَقَالَتْ أُمُّ رُومَانَ : وَمَا ذَلِكَ ؟ قَالَتْ : ابْنِي فِيمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيثَ ، قَالَتْ : وَمَا ذَلِكَ ؟ قَالَتْ : كَذَا وَكَذَا ، قَالَتْ عَائِشَةُ : سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، قَالَتْ : وَأَبُو بَكْرٍ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، فَخَرَّتْ مَغْشِيًا عَلَيْهَا ، فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَى بِنَافِضٍ ، فَطَرَحَتْ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَعَطَّيْتُهَا ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (مَا شَأْنُ هَذِهِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَتْهَا الْحُمَى بِنَافِضٍ ، قَالَ : (فَلَعَلَّ فِي حَدِيثٍ تُحَدِّثُ بِهِ) . قَالَتْ : نَعَمْ ، فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ : وَاللَّهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونَنِي ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْدِرُونَنِي ، مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيْعْقُوبَ وَبَيْنِيهِ : وَاللَّهِ الْمُسْتَعَانُ عَلَيَّ مَا تَصِفُونَهُ . قَالَتْ : وَأَنْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عُدْرَهَا ، قَالَتْ : بِحَمْدِ اللَّهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ وَلَا بِحَمْدِكَ . [ ر : ۲۲۴۵۳ ]

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا ابو عوانة اليعقوباني كانا "وضاح بن عبد الله ليكثري" - (۱۲)

اذولجت امرأة من الانصار... قالت: ابني فيمن حدث الحديث

(۱۱) ولید بن عبد الملک کی طرح ہشام بن عبد الملک کی بھی رائے یہ تھی کہ حضرت عائشہ پر العیاذ باللہ تمت لگانے والوں میں سب سے بڑا کردار حضرت علی کا تھا۔ ہشام کے پاس ایک مرتبہ مشہور محدث سلیمان بن یسار آئے، ہشام نے ان سے پوچھا "سلیمان! ذرا بتاؤ کہ "والذی نولی کبرہ" کا مصداق کون ہے؟" سلیمان نے کہا "عبداللہ بن ابی ہشام نے جھٹ سے کہا "جھوٹ" اس کا مصداق علی ہیں۔ سلیمان نے عرض کیا "امیر المؤمنین اعلم بما یقول" اتنے میں امام زہری آگئے، ہشام نے ان سے بھی یہی سوال کیا "یا ابن شہاب! من الذی نولی کبرہ؟" زہری نے فرمایا، "عبداللہ بن ابی ہشام نے کہا "کذب" تو نے جھوٹ بولا، اس کا مصداق علی ہیں۔ امام زہری نے جواب دیا، اور کیا ہی اچھا جواب دیا، فرمایا۔ انا اکذب، لا ابلک، واللہ لو نادى مناد من السماء ان الله احل الكذب، ما کذبت "ارے تیرا ناس ہو! میں جھوٹ بول رہا ہوں، خدا کی قسم! اگر کوئی پکارنے والا آسمان سے پکار اٹھے کہ اللہ نے جھوٹ بولنا حلال کر دیا ہے تب بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا (فتح الباری: ۱۰/۳۷۷)

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ افک کی باتیں کرنے والوں میں انصار سے ایک حضرت حسان بن ثابت تھے اور دوسرا عبداللہ بن ابی منافق تھا، اور ان میں سے کسی کی بھی اس وقت والدہ موجود نہیں تھی تو پھر اس انصاری خاتون نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میرے بیٹے نے بھی افک کی باتیں کی ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے رضاعت کے تعلق سے انصاری خاتون نے اس کو اپنا بیٹا کہہ دیا ہو۔

اس روایت پر ایک دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت مسروق بن الاعدع حضرت ام رومان سے نقل کر رہے ہیں اور مسروق بن الاعدع تابعی ہیں، جبکہ حضرت ام رومان کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو چکا تھا، پھر مسروق بن الاعدع کی ملاقات ان سے کیسے ہوئی، چنانچہ خطیب بغدادی اور دوسرے کئی لوگوں نے اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ خطیب بغدادی اور دوسرے حضرات نے روایت پر انقطاع کا جو حکم لگایا ہے یہ درحقیقت واقدی کے کلام پر مبنی ہے کہ انہوں نے کہا ام رومان کی وفات حضور کی حیات میں ہوئی ہے اور واقدی اس درجے کے آدمی نہیں ہیں جن کی وجہ سے روایات صحیحہ کو معلول قرار دیا جائے، اس لیے روایت پر انقطاع کا اعتراض قابل قبول نہیں ہے جبکہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر اور تاریخ اوسط میں نقل کیا ہے کہ حضرت ام رومان کا انتقال ۱۵ھ میں ہوا ہے، لہذا مسروق کے تابعی ہونے کے باوجود ان کی ملاقات ام رومان سے ہو سکتی ہے۔ (۱۴)

۳۹۱۳ : حَدَّثَنِي يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : كَانَتْ تَقْرَأُ : إِذْ تَلْقَوْنَهُ بِالسِّنِّكُمْ وَتَقُولُ : الْوَلِيُّ الْكَذِبُ . قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذَلِكَ ، لِأَنَّهُ نَزَلَ فِيهَا . [۴۴۷۵]

یحییٰ .... یہ یحییٰ بن جعفر بن اعین ہیں، ابو زکریا ان کی کنیت ہے اور بخارا بیکند کے رہنے والے ہیں۔ (۱۵)

عن نافع بن عمر یہ نافع عبداللہ بن عمر کے بیٹے نہیں ہیں بلکہ یہ عمر بن عبداللہ جمحی قریشی کے صاحبزادے ہیں۔ (۱۶)

قرآن شریف کی آیت ”اذ تلقونہ بالسنتکم“ میں مشہور قرأت، ”تلقونہ“ (قاف کی تشدید کے ساتھ)

(۱۴) دیکھیے فتح الباری: ۴ / ۳۳۸ - علامہ ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ حضرت ام رومان کا انتقال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ (زاد المعاد: ۳ / ۲۶۶ - ۲۶۸)

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۱۱

(۱۶) عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۱۱

ہے لیکن حضرت عائشہؓ سے ”تَلْقُونَ“ پڑھتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ ”ولق“ کے معنی جھوٹ کے ہیں، آیت کے معنی ہوں گے کہ ”جب تم اپنی زبانوں سے یہ جھوٹی بات بول رہے تھے“ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ چونکہ یہ آیت حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لیے ان کو اس سلسلے میں زیادہ علم ہے۔ لہذا اگر انہوں نے ”تَلْقُونَ“ پڑھا ہے تو یہ بھی درست اور صحیح ہے۔ (۱۷)

۳۹۱۴ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ذَهَبَتْ أُسْبُ حَسَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ ، فَقَالَتْ : لَا تُسَبُّهُ ، فَإِنَّهُ كَانَ يَنْفَعُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . وَقَالَتْ عَائِشَةُ : أَسْتَأْذِنُ النَّبِيَّ ﷺ فِي هِجَاؤِ الْمُشْرِكِينَ ، قَالَ : ( كَيْفَ بِنَسِي ) . قَالَ : لَأَسْأَلَنَّ مِنْهُمْ كَمَا تَسْأَلُ الشَّعْرَةَ مِنَ الْعَجِينِ .

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ : سَمِعْتُ هِشَامًا ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَبَّيْتُ حَسَانَ ، وَكَانَ مِمَّنْ كَثُرَ عَلَيْهَا . [ ر : ۳۳۳۸ ]

حضرت ہشام اپنے والد حضرت عمروہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسان کو برا بھلا کہنے لگا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ انہیں برا بھلا نہ کہیں کیونکہ حضرت حسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین مکہ کی ہجو بیان کرنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا میرے نسب کا کیا بنے گا کیونکہ قریش کے تمام بطون اور شاخوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داریاں تھیں، اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

لَأَسْأَلَنَّ مِنْهُمْ كَمَا تَسْأَلُ الشَّعْرَةَ مِنَ الْعَجِينِ

”میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جیسے آٹے میں سے بال نکالا جاتا ہے۔“

یعنی جس طرح آٹے میں سے بال نکالتے ہیں اور بال پر آٹے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح میں

آپ کو ان ہجوئے اشعار میں سے ایسا صاف نکال لوں گا کہ آپ پر اس مذمت اور ہجو کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(۱۷) حضرت عائشہؓ کی قرأت درست اور صحیح تو ضرور ہے لیکن راجع مشہور قرأت ہی ہے، ہجلی ابن ابی ملیکہ کا یہ کہنا کہ یہ آیت حضرت عائشہؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے لہذا انہیں اس کی قرأت کے بارے میں زیادہ علم ہوگا یہ کوئی قوی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں اس آیت کا نزول اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کا علم بھی اس آیت کے متعلق زیادہ ہو چنانچہ مولانا رشید احمد گلگویی فرماتے ہیں قولہ: «لانہ

## حضرت حسان بن ثابتؓ!

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”الاصابة“ میں ابو عبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے، فضل حسان بن ثابت علی الشعراء بثلاث، کان شاعر الانصار فی الجاهلیة، وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوة وشاعر الیمن کلہا فی الاسلام... (۱۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں بیٹھے اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے، انہوں نے آپ کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا... افی مسجد رسول اللہ تشد الشعر ”آپ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے ہیں“؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ”قد كنت انشد وفيه من هو خير منك“ یعنی میں مسجد نبوی میں شعر پڑھا کرتا تھا اور اس وقت آپ سے بہتر انسان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں موجود ہوتے تھے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے مسجد نبوی میں ایک منبر رکھوایا تھا، آپ اس پر بیٹھ کر مشرکین مکہ کے قصائد کا جواب دیا کرتے تھے، آپ نے ان کے لیے دعا بھی کی تھی ”اللهم ابدہ بروح القدس“ (۱۹)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ کی خوب مذمت کی ہے انہوں نے اپنے اشعار میں بڑے بلیغ انداز و اسلوب کے ساتھ ان کی ہجو بیان کی ہے اور کمال یہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ہجو و مذمت کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دیں، آپ کے ایک چچازاد بھائی الوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب تھے، ان کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن اور جوانی میں بڑی دوستی تھی لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو یہ آپ کے درپے آزار ہو گئے اور چونکہ شاعر تھے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مذمت اور ہجو کے اشعار کہا کرتے تھے، بڑی ایذاء رسانی انہوں نے کی ہے، بعد میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے اور پھر انہوں نے اپنی تمام کوتاہیوں اور غلطیوں کی تلافی کی۔ (۲۰) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان کی ہجو کی، ان کی ہجو میں مشکل یہ تھی کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، شاعر کا قصہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی کی مذمت اور ہجو پر اتر آتا ہے تو باپ، دادا سب کو سمیٹ لیتا ہے، جب حضرت حسانؓ الوسفیان بن حارث کے ہجو یہ قصائد کا جواب دینے لگے تو ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کی ہجو بھی ہو جائے اور حضور اکرم صلی اللہ

(۱۸) الاصابة فی تمییز الصحابة: ۱/۲۶۲

(۱۹) الاصابة فی تمییز الصحابة: ۱/۲۲۶

(۲۰) آگے فتح مکہ کے بیان میں ان کا تذکرہ آ رہا ہے۔

علیہ وسلم پر اس کا کوئی اثر بھی نہ پڑے، یہ کافی مشکل کام تھا لیکن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایسا کر کے دکھایا، انہوں نے کہا۔

وان سنام المجد من آل ہاشم  
بنو بنت مخزوم ووالدک العبد  
ومن ولدت ابناء زهرة منکم  
کرام ولم یقرب عجائزک المجد

① بے شک بڑی شرافت و بزرگی بنو ہاشم میں بنو بنت مخزوم میں ہے اور اے یوسفیان! تیرا باوا غلام

ہے۔

② اور زہرہ کی اولاد نے جنہیں جنا ہے وہ تو شریف لوگ ہیں لیکن تیری بوڑھیوں (امہات) کو بزرگی نے چھوا بھی نہیں ہے۔

”بنت مخزوم“ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ اور ابوطالب کی والدہ تھیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شرافت اور بزرگی بنت مخزوم یعنی فاطمہ کی اولاد میں ہے اور یوسفیان بن حارث سے کہا، ”والدک العبد“ درحقیقت یوسفیان کے والد ”حارث“ کی والدہ کا نام ”سمیہ“ تھا، وہ ”موہب“ کی بیٹی تھی، موہب، بنو عبدمناف کا غلام تھا تو اس طرح یوسفیان کے باپ کے لب میں غلامی کا ذکر موجود ہے، ”والدک العبد“ سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، خود یوسفیان کی ماں کا بھی یہی حال تھا کہ اس کا والد (یوسفیان کا نانا) غلام تھا اس طرح یوسفیان کے دوھیال اور ننھیال ہر دونوں میں غلامی کا ذکر ہے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے قول ”ولم یقرب عجائزک المجد“ سے یہی مراد لیا ہے کہ تیری دادیوں اور نانوں کے قریب سے بھی شرافت و بزرگی نہیں گزری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال کا تعلق ”بنو زہرہ“ سے ہے اور بنو زہرہ سارے احرار اور آزاد ہیں اس لیے ان کی ساری اولاد کرام ہے اور بزرگانہ صفات کے ساتھ متصف ہے۔ (۲۱)

لکھا ہے کہ جب یوسفیان بن حارث نے اپنی بہو میں حضرت حسانؓ کا یہ قصیدہ سنا تو کہا، ”ہذا شعر لم یغب عنہ ابن ابی قحافة“ (۲۲) یعنی یہ قصیدہ حضرت ابوبکرؓ کی موجودگی ہی میں کہا گیا ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ انساب قریش کے بڑے زبردست عالم تھے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس

(۲۱) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے شرح مسلم للامام النووی ۲/ ۳۰۰۔ باب فضائل حسان بن ثابتؓ

(۲۲) شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری لعبد الرحمن البرقونی، ص: ۲۱۷

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش مکہ کے متعلق شعر کہنے سے قبل حضرت ابوبکرؓ سے انساب کی تحقیق کر لیا کریں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات کے سن میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں ۴۰ھ آپ کا سن وفات بتایا گیا ہے، بعض میں ۵۰ھ اور بعض روایات میں ۵۴ھ میں آپ کی وفات کا ذکر ہے۔ (۲۲) حافظ ابن حجر نے ”الاصابة“ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ (۲۳)

۳۹۱۵ : حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا ، يُشَبِّبُ بِأَيَّاتِ لَهْ ، وَقَالَ :

حَصَانُ رِزَانُ مَا تَزُنُّ بِرِيْبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثِي مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ  
فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ : لِكِنَّكَ لَسْتَ كَذَلِكَ . قَالَ مَسْرُوقٌ : فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذِنِينَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكَ ؟  
وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : «وَالَّذِي نَوَلَّى كَيْبَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ» . فَقَالَتْ : وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ  
الْعَمَى ؟ قَالَتْ لَهُ : إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ ، أَوْ : يُهَاجِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . [ ۴۴۷۷ ، ۴۴۷۸ ]

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیقہؓ کے پاس گیا، وہاں حضرت حسان بن ثابتؓ موجود تھے اور حضرت ام المومنینؓ کو شعر سنارہے تھے، وہ تشبیب کے ابیات پڑھ رہے تھے، تشبیب کے اشعار وہ ہوتے ہیں جو قصیدے کی ابتدا میں شاعر ذکر کیا کرتا ہے، ان میں محبوبہ کے حسن و جمال اور جوانی کی محبت کی داستانیں ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت حسانؓ نے تشبیب کے اشعار پڑھتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

حسان رزان ماتزن بریبة

وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

حسان: کے معنی عقیف اور پاکدامن کے ہیں۔

رزان: باوقار کو کہتے ہیں، ”امراة رزان“ باوقار عورت۔

غرثی: کے معنی ”جاننے“ کے ہیں۔

شعر کا ترجمہ ہے۔ ”میری محبوبہ پاکدامن اور بڑی باوقار ہے، اس پر کسی شک و شبہ کی تہمت نہیں

لگائی جاسکتی، اور وہ صبح کرتی ہے اس حال میں کہ وہ بھوکی ہوتی ہے بے خبر عورتوں کے گوشت سے“ یعنی وہ

(۲۲) الاصابة فی تمييز الصحابة: ۱/۲۲۱

(۲۳) الاصابة فی تمييز الصحابة: ۱/۲۲۱

عورتیں جو زنا اور ذمّی زنا سے بالکل بے خبر ہیں ان کی وہ کوئی غیبت نہیں کرتی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر سن کر حضرت حسانؓ سے کہا ”مگر آپ تو ایسے نہیں ہیں“

(کیونکہ حضرت حسانؓ حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے....)

مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہؓ سے عرض کیا، لِمَ تَأْذَنِي لِمَا يَدْخُلُ عَلَيْكَ أَفْ أَنْ

كُوِ اسَپَنَ پَاسِ آنَے كِی اِجَازَت كِیوں دِیتِی ہِیں؟ حَالانكہ اللہ تَعَالٰی نَے فرمایا ہِے، ”وَ الَّذِی تَوَلٰی كِبْرَهُ مِنْهُم لَه

عَذَابٌ عَظِیْمٌ“ اس پر حضرت عائشہؓ نَے فرمایا ”وَ اِی عَذَابِ اشْدَ مِنْ الْعَمٰی“ نَابِینا ہونَے سَے اور كُون سا

عَذَابِ سَخْتِ ہوگا، حضرت حسانؓ آخِرِ عَمْرِی نَابِینا ہو گئے تھے۔

حضرت عائشہؓ کا یہ جواب علیؓ سَبِیلِ التَّنْزِیلِ ہِے کیونكہ ”وَ الَّذِی تَوَلٰی كِبْرَهُ...“ کا مَصْدَاقِ عِبْدِ اللّٰهِ بِنِ

اِبِی ہِے، حضرت حسانؓ نَہِیں، حضرت عائشہؓ نَے مسروقؓ كُوِ عَلِیِّ سَبِیلِ التَّنْزِیلِ جَوَابِ دِیا كہ بِالْفَرَضِ تَمْہَارِی بَاتِ

مَانَ بَھِی لِی جَانِے كہ حضرت حسانؓ ”وَ الَّذِی تَوَلٰی كِبْرَهُ“ کا مَصْدَاقِ ہِیں تُو اِنْدَہَا ہونَے سَے اور سَخْتِ عَذَابِ كِیا

ہو سَكْتَا ہِے۔ (۲۵)

### باب : غَزْوَةُ الْحُدَيْبِيَّةِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ» / الفتح : ۱۸ /

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشروط کی پانچویں جلد میں غزوة حدیبیہ پر بڑی تفصیل کے

ساتھ بحث کی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیبیہ کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ

کتاب الشروط ہی میں بیان کیا ہے (۱) اس کو غزوة حدیبیہ اور عمرة الحدیبیہ کہتے ہیں، ابتداءً یہ سفر عمرے کے

لیے ہوا تھا اس لیے اس کو عمرة الحدیبیہ کہا جاتا ہے اور آگے جا کر بیعت رضوان کا واقعہ چونکہ پیش آیا اور

جنگ کا نقشہ بنا اس لیے اس کو غزوة الحدیبیہ بھی کہتے ہیں۔

غزوة حدیبیہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ میں اور میرے

صحاب کی ایک جماعت امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں اور عمرہ ادا کیا ہے، جب آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے صحابہؓ کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا تو صحابہ جو مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کی محبت میں پہلے ہی سے

(۲۵) لایع الدراری: ۲۲۸/۸

(۱) چنانچہ حافظ ابن حجر نے تقریباً بیس صفحات پر مشتمل حدیث حدیبیہ پر تفصیلی کلام کیا ہے (دیکھیے فتح الباری: ۵/۲۳۳-۲۵۲۔ باب الشروط

فی الجہاد، والمصالحة مع اہل العرب وكتابة الشروط)



اس بات کے خواہشمند تھے کہ وہاں جائیں اور طواف و عمرہ کریں۔ وہاں جانے کے لیے بے تاب ہو گئے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یکم ذی قعدہ بروز پیر ۶ھ صحابہ کرام کو لے کر بقصد عمرہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے، (۲) ہشام بن عروہ نے ماہ شوال میں آپ کی روانگی نقل کی ہے۔ (۳) لیکن یہ درست نہیں، صحیح قول اول ہی ہے، آپ کے ساتھ کتنے صحابہ تھے؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، تیرہ سو سے لے کر اٹھارہ سو تک کی تعداد نقل کی گئی ہے، خود بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت میں چودہ سو اور عبد اللہ بن ابی اوفی کی روایت میں تیرہ سو کا عدد منقول ہے، البتہ مشہور قول چودہ سو کا ہے۔

ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے احرام باندھا اور بسر بن سفیان کو آپ نے جاسوس بنا کر آگے بھیجا کہ وہ قریش کے حالات کی خبر لیں اور ہمیں بتائیں کہ ان پر ہمارے اس سفر کا رد عمل کیا ہے، جب آپ ”غدير اشطا“ پر پہنچے تو بسر بن سفیان نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ قریش لشکر جمع کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ ہتھیار کیا ہے کہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ (۴) قریش نے مقدمۃ الجیش کے طور پر حضرت خالد بن ولید کو دو سو سواروں کا دستہ دے کر مسلمانوں کی طرف بھیجا، حضرت خالد بن ولید جب مقام غمیم تک پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کا علم ہوا چنانچہ آپ نے وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر سفر شروع کیا۔

مکہ مکرمہ کے قریب جب ایک مقام پر آپ پہنچے تو وہاں آپ کی اونٹنی ”قصواء“ بیٹھ گئی اس کو اٹھانے کی بڑی کوشش کی گئی لیکن وہ کسی طرح اپنی جگہ سے نہیں اٹھی، صحابہ نے کہا ”خلات القصواء، خلأت القصواء“ یعنی قصواء آڑ گئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ما خلأت القصواء وما ذاک لها بخلق ولكن حبسها حابس الفیل (۵)“ اس کے بعد آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں قریش کی ہر اس بات کو قبول کروں گا جس میں حرم کی تعظیم ہو۔ اس کے بعد قصواء کو اٹھایا تو اٹھ کر چلنے لگی اور حدیبیہ میں جا کر آپ نے قیام فرمایا۔ (۶) حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس میں تھوڑا بہت پانی تھا وہ مسلمانوں کے پہلے ہی استعمال سے ختم ہو گیا۔ پانی کی قلت ہوئی جبکہ شدید گرمی کا زمانہ تھا، صحابہ نے آپ سے پانی کی کمی کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اسے اس کنویں میں گاڑ دو، صحابہ نے حکم کی تعمیل کی جس

(۲) البدایہ والنہایہ: ۱۶۴ / ۲ - وسیرة حلبیہ: ۹ / ۳

(۳) البدایہ والنہایہ: ۱۶۴ / ۲ - وسیرة حلبیہ: ۹ / ۳

(۴) عمدۃ البخاری: ۲۲۵ / ۱۷

(۵) زاد المعاد: ۲۸۹ / ۲ - ودلائل النبوة بیہقی: ۱۰۱ / ۲

(۶) صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، رقم الحدیث: ۲۳۲۱

کی وجہ سے اس کنویں میں اس قدر پانی آ گیا کہ سب لوگ سیراب ہونے لگے۔ (۷)

حدیبیہ سے حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ جا کر ان سے کہہ دیں کہ ہم فقط عمرے کی غرض سے آئے ہیں، جنگ کرنا ہمارا مقصود نہیں، مطلب آپ کا یہ تھا کہ بیت اللہ پر تو کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، آخر تمام عرب آتے ہیں عمرہ اور حج کرتے ہیں تو ہم بھی اگر عمرے کے لیے آگئے تو روکنے کی کیا وجہ ہے؟ خراش بن امیہ مکہ گئے تو قریش نے ان کا اونٹ ذبح کر دیا اور انہیں قتل کرنا چاہا لیکن درمیان میں کچھ لوگوں نے بیچ بچاؤ کر اکر انہیں چھڑایا، وہ کسی طرح نکل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ کو تمام قصے سے آگاہ کیا۔ (۸) اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو اہل مکہ کے پاس بھیجنا چاہا لیکن حضرت عمرؓ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ! اہل مکہ کا میرے ساتھ جو بغض اور دشمنی ہے وہ آپ کو معلوم ہے اور مکہ میں میرا ایسا کوئی قریبی رشتہ دار بھی نہیں ہے جس کے ہاں میں پناہ لوں، اگر حضرت عثمانؓ کو آپ بھیجیں تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ مکہ میں ان کے کافی رشتہ دار موجود ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیام دیکر روانہ فرمایا۔ (۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور مکہ میں ابان بن سعید کے ہاں ٹھہرے، قریش سے بات کی لیکن قریش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں داخلے پر راضی نہ ہوئے البتہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ اگر چاہیں تو طواف کر سکتے ہیں لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے بغیر طواف نہیں کروں گا، قریش نے حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روکے رکھا اور عام طور پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ (۱۰)

### بیعت رضوان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ

(۷) دلائل النبوة للبیہقی: ۱۱۲/۳۔ باب ما ظہر فی البشر التی دعا فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی الحدیبیہ من دلائل النبوة۔

(۸) طبقات بن سعد: ۹۶ / ۲

(۹) سیرة ابن ہشام: ۲۲۹ / ۲

(۱۰) سیرة ابن ہشام: ۲۲۹ / ۲۔ بعض صحابہ نے حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ عثمانؓ نے مکہ جاکر طواف کر لیا ہوگا، حضورؐ نے فرمایا، نہیں، وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کریں گے، جب حضرت عثمانؓ مکہ سے حدیبیہ آئے تو صحابہؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے طواف کیا، فرمایا ”اگر سال بھر مجھے احرام عمرہ کی حالت میں رہنا پڑتا تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف نہ کرتا۔“

(سیرة حلبیہ: ۱۶/۳)

حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے، یہ کہہ کر وہیں ایک کیکر کے درخت کے سایہ میں بیٹھ کر آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے جانشاری کی بیعت لی، تمام صحابہؓ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ جب تک جان میں جان ہے کفار سے ہم جہاد و قتال جاری رکھیں گے، یہ اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے، سب سے پہلے ابوسنان اسدیؓ نے بیعت کی۔ (۱۱) جب تمام صحابہؓ بیعت سے فارغ ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ (۱۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں روکنے کی وجہ یہ تھی کہ قریش نے اپنے پچاس آدمی اس سازش پر لگائے تھے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچیں اور موقع دیکھ کر آپ کو (معاذ اللہ) شہید کر دیں، یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ محمد بن سلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا، ادھر قریش کو جب اپنے ان پچاس آدمیوں کی گرفتاری کی خبر ملی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ سے بیعت لینے کی اطلاع جب قریش کو ہوئی تو وہ بڑے مرعوب ہوئے اور مصالحت و مفاہمت کی طرف مائل ہونے لگے۔ (۱۳) قبیلہ خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقاء اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، قبیلہ خزاعہ اگرچہ اب تک مشرک باسلام نہیں ہوا تھا لیکن اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ تھا، مشرکین مکہ مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں اور منصوبے بناتے تھے اس قبیلہ کے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کر دیا

(۱۱) زاد المعاد: ۱۳ / ۲۹۱

(۱۲) یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ بیعت حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملنے کی وجہ سے شروع کی گئی تھی کہ کفار قریش سے ان کا قصاص لیا جائے گا تو پھر حضرت عثمانؓ کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کیسے کی؟ کیونکہ بیعت تو کسی زندہ کی طرف سے ہو سکتی ہے، مردہ کی جانب سے بیعت کیسے ممکن ہے؟

اس کا جواب علامہ حلبی نے یہ دیا کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت آپ نے اس وقت کی جب آپ کو معلوم ہوا کہ ان کی شہادت کی خبر درست نہیں ہے اور وہ زندہ ہیں۔

لیکن پھر اشکال ہوگا کہ اس بیعت کا جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد ان کا قصاص لینا تھا تو جب یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ زندہ ہیں تو پھر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کس چیز پر کی گئی؟

علامہ حلبی نے فرمایا کہ اس بیعت کا جب صرف حضرت عثمانؓ کا قصاص لینا نہیں تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ دس صحابہؓ بھی مکہ گئے تھے اور ان کے متعلق بھی یہ خبر ملی تھی کہ وہ سب شہید کر دیئے گئے ہیں، ان کا قصاص لینا بھی اس بیعت میں داخل تھا، جب آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں تو آپ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان کے ساتھیوں کا قصاص لینے پر بیعت کی۔ واللہ اعلم۔ (دیکھیے

السیرة الحلبيّة: ۱۶ / ۳۔)

(۱۳) السیرة الحلبيّة: ۱۹ / ۳۔)

کرتے تھے، بدیل بن ورقاء نے آکر آپ سے عرض کیا کہ قریش مکہ پوری قوت کے ساتھ مقابلے کے لیے نکل آئے ہیں اور انہوں نے اردگرد پانی کے تمام چشموں پر قبضہ کر لیا ہے، وہ لوگ آپ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی سے جنگ کے قصد و ارادے سے نہیں آئے، ہم عمرے کی نیت سے آئے ہیں، متعدد جنگوں نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو کسی متعین مدت تک کے لیے ہم سے صلح کر لیں اور ہمیں اور باقی عرب کو چھوڑ دیں، اگر باقی عرب ہم پر غالب آگئے تو ان کی مراد گھریٹھے پوری ہو جائے گی اور اگر ہمیں غلبہ حاصل ہو جائے تو ان کو اختیار ہوگا کہ وہ اسلام قبول کریں یا پھر ہمارے ساتھ جنگ کریں اور اس عرصے میں وہ اپنی قوت کو بھی مجتمع اور مرتب کر لیں گے، تاہم اگر قریش اس بات کو نہیں تسلیم کرتے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان سے اس وقت تک جہاد و قتال کرتا رہوں گا جب تک میری گردن سر سے الگ نہ ہو جائے۔ (۱۴)

بدیل، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے اٹھ کر قریش کے پاس گیا اور آپ کی یہ بات انہیں سنائی چاہی، قریش کے جذباتی نوجوانوں نے تو اولاً آپ کی کسی قسم کی بات سننے سے انکار کر دیا البتہ سنجیدہ اور ذی رائے حضرات نے کہا کہ بات تو سن لینی چاہیے، چنانچہ بدیل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا مقصد ان کو بتایا اور آپ کی وہ بات بھی انہیں سنائی جو قریش کی صلح کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، قریش نے کہا، بے شک وہ لڑائی کی نیت سے نہیں آئے تاہم ان کو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ (۱۵)

قبیلہ بنی ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود نے قریش سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو بات کی ہے وہ تمہاری بہتری اور بھلائی کی بات ہے اس کو قبول کر لو اور مجھے اجازت دو کہ میں جا کر ان سے اس سلسلے میں بات کر لوں، چنانچہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، قریش کا پیغام سنایا اور کہا کہ فرض کر لو آپ قریش کا خاتمہ ہی کر دیں تو یہ کونسی اچھی بات ہوگی، آپ نے کبھی سنا ہے کہ کسی شخص نے اپنی ہی قوم کو ہلاک و برباد کیا ہو، علاوہ ازیں اگر لڑائی کا رخ بدلا اور قریش کو غلبہ حاصل ہوا تو یہ ادھر ادھر کے اوباش آپ کے اردگرد جمع ہو گئے ہیں، زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پائے گا کہ یہ آپ کو تہما چھوڑ کر چلے جائیں گے، حضرت صدیق اکبرؓ کو عروہ کی اس بدگمانی پر سخت غصہ آیا اور عروہ کو گالی دی۔ انصص بظلال انفر عنہ و ندعہ ”تو جا کر اپنے لات کی شرم گاہ کو چاٹ، کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟“ لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام ہے، عربوں کے یہاں یہ سخت قسم کی گالی تھی عروہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ”ابوبکر ہیں“ عروہ نے کہا

(۱۴) سیرت ابن ہشام: ۲/۲۲۰

(۱۵) البدایہ والنہایہ: ۱۴/۱۶۶

میں ان کی سخت کلامی کا جواب ضرور دیتا لیکن ان کا ایک احسان میری گردن پر سے جس کا بدلہ میں اب تک نہیں دے سکا اس لیے کچھ نہیں کہتا۔ (۱۶) عروہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے دوران آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا، یہ بے تکلفانہ گفتگو میں عرب کا ایک انداز ہے، عروہ کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا کی یہ جرات گوارا نہ ہو سکی کہ یہ ناپاک ہاتھ اس مقدس داڑھی تک پہنچے، مغیرہ بن شعبہ تلوار کا دستہ عروہ کے ہاتھ پر مارتے تاکہ وہ ہاتھ آپ کی داڑھی سے الگ رکھے، حضرت مغیرہ چونکہ خود اور زرہ میں ملبوس تھے اس وجہ سے عروہ آپ کو نہ پہچان سکا، عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا، یہ مغیرہ تیرا بھتیجا ہے، عروہ نے جب پہچانا تو کہا، ”او غدار! تجھے یاد نہیں کہ میں نے تیرے غدر کی تلافی کی تھی“

اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ شاہ مقوقس کے دربار میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور چند دوسرے لوگ ایک ساتھ گئے، شاہ مقوقس نے کچھ تحائف پیش کیے، بادشاہ نے مغیرہ کی بہ نسبت ان کے ساتھیوں کو تحائف کچھ زیادہ دیئے۔ حضرت مغیرہ کو اس پر بڑا طیش تھا، واپسی میں ایک مقام پر سب رکے، کھانا پینا کیا اور خوب شراب پی کر سو گئے، حضرت مغیرہ نے اس موقع پر سب کو قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسلام تو قبول کر لیا اور مال کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ غدر و دھوکے کا مال ہے، ان مقتولین کا خون بہا عروہ نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا، عروہ نے اپنے جملہ او غدار کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱۷)

عروہ بن مسعود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے دوران آپ پر صحابہ کرام کی جانثاری کا مشاہدہ کرتا رہا یہاں تک کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا بھی تو صحابہ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے کر چہروں سے مل لیتے، جب آپ وضو کرتے تو آپ کے وضو سے گرنے والے پانی پر صحابہ کرام ٹوٹ پڑتے اور وہ پانی لے کر اپنے چہروں پر ملتے تھے، جب آپ بات شروع فرماتے تو صحابہ کرام اپنی آوازیں پست کر دیتے اور ہمہ تن گوش بن کر آپ کی بات سنتے، عروہ نے جب صحابہ کرام کے دربار نبوت میں آداب و جانثاری کا یہ عالم دیکھا تو بڑا متاثر ہوا اور واپس جا کر قریش سے کہا۔

يامعشر قریش! انی قد جئت کسری فی ملکہ، وقیصر فی ملکہ، والنجاشی فی

ملکہ، وانی واللہ مارایت ملکافی قومہ قط مثل محمد فی اصحابہ، ولقد رايت قومالا

یسلمونہ لشیئ ابداء، فرو وارا یکم (۱۸)

(۱۶) وہ احسان یہ تھا کہ حضرت صدیق اکبر نے ایک مرتبہ دیت کے سلسلہ میں دس اونٹ دیکر عروہ کی مدد کی تھی (فتح الباری: ۱۵/۳۳۰)

(۱۷) سیرۃ ابن ہشام ۳/۳۲۷-۳۲۸- وزاد العاد: ۴/۲۹۳

(۱۸) البدایہ والنہایہ: ۲/۱۶۸

”اے قریشیو! میں کسری و قیصر اور نجاشی کے درباروں میں ان کے پاس گیا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں ایسا معزز نہیں دیکھا جیسا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب میں ہیں، میں نے ان کے پاس ایک ایسی قوم دیکھی جو ان کو کسی بھی چیز میں کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑے گی لہذا تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔“

اس کے بعد قریش کے حلیف ایک حبشی سردار حلیس بن علقمہ نے بھی چاہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے اور دیکھے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے، یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا اس لیے جب آپ نے دیکھا کہ حلیس آ رہا ہے تو صحابہ کرام سے فرمایا کہ قربانی کے جانور جو تم مدینہ منورہ سے لائے ہو سب کو قطار میں کھڑا کر دو، حلیس نے جب قربانی کے جانور قطار میں کھڑے دیکھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے بغیر راستے ہی سے واپس ہو گئے اور جا کر قریش سے کہا، واللہ! وہ لوگ تو عمرہ کر نیکی نیت سے آئے ہیں، ان کے پاس ہدی کے جانور موجود ہیں، ان کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے ہرگز نہیں روکنا چاہیے، بعض لوگوں نے ان سے کہا تو گنوار اور جنگلی آدمی ہے، بات سمجھتا نہیں اور رائے دیتا ہے، بیچارا چونکہ حبشی تھا اس لیے قریش کے مغرور لوگوں نے اس کی بے عزتی کی، حلیس نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کے ساتھ حلف یا معاہدہ اس لیے نہیں کیا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو روکیں گے، اگر آپ لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عمرہ کرنے سے روکا تو میں اپنے سارے آدمیوں کو یہاں سے لے جاؤں گا اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں رہے گا، اس کی ناراضگی کو دیکھ کر قریش کے بعض سنجیدہ لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ تشریف رکھیں، ناراض نہ ہوں، غور و فکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ (۱۹)

بالآخر قریش نے صلح کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سہیل بن عمرو کو بھیجا اور ان سے کہا کہ صلح صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال واپس چلے جائیں، تاکہ قبائل عرب میں یہ مشہور نہ ہو کہ مسلمان مکہ میں زبردستی داخل ہو گئے ہیں، سہیل کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آتے دیکھا تو فرمایا۔ ”قد سهل الله لكم من امرکم“ اب اللہ نے تمہارے لیے معاملہ کچھ آسان کر دیا، آپ نے ان کے نام سے فال نیک لی۔ (۲۰)

### صلح حدیبیہ اور اس کے شرائط

سہیل بن عمرو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ آپ

(۱۹) سیرۃ ابن ہشام: ۲۲۶ / ۲ - دلائل النبوة: ۱۰۲ / ۲

(۲۰) سیرۃ ابن ہشام: ۲۲۱ / ۲

کے سامنے بیٹھ گئے، طرفین سے بات چیت شروع ہوئی، سہیل نے قریش کا پیغام آپ کو سنایا، قریش نے صلح کے لیے سب سے پہلی شرط یہ رکھی تھی کہ مسلمانوں کو اس سال عمرے کی اجازت نہیں دی جائیگی، اکثر صحابہ کرام اس پر ہرگز راضی نہ تھے کہ عمرہ کیے بغیر احرام کھول دیں اور واپس مدینہ چلے جائیں۔ صحابہ نے سہیل سے سخت گفتگو کی، درمیان میں طرفین سے آوازیں بلند اور پست ہوتی رہیں۔ (۲۱) حضرت عباد بن بشر نے سہیل کو ڈانٹا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند مت کر، طویل گفتگو کے بعد شرائط صلح طے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلایا کہ وہ صلحنامہ لکھیں، آپ نے حضرت علیؑ کو فرمایا، لکھو، "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا کہ "الرحمن" اور "الرحیم" ہمارے ہاں مستعمل نہیں، ہمارے قدیم طریقہ کے مطابق "باسمک اللہم" لکھو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ایسا ہی لکھو، اور آگے کا فقرہ آپ نے یہ لکھوایا۔ "ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ" یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے صلح کی ہے، سہیل نے اس جملہ پر بھی اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان جھگڑا کس بات کا تھا، آپ صرف "محمد بن عبد اللہ" لکھوائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا محمد رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ، اکتب محمد بن عبد اللہ" یعنی خالی میرا نام لکھو اور "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دو، لیکن حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں آپ کا نام ہرگز نہیں مٹا سکتا۔ (۲۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظاہراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی لیکن یہ خلاف ورزی جس پاک جذبے اور جس عظیم عقیدت و محبت کی بنیاد پر ہو رہی ہے اس محبت کی قدر و قیمت پہچانتے والے جانتے ہیں کہ یہ بے ادبی نہیں تھی، اس میں اختلاف ہے کہ "الأمر فوق الأدب" صحیح ہے یا "الأدب فوق الأمر" صحیح ہے، بعض حضرات الأمر فوق الأدب کو اولیٰ کہتے ہیں اور بعض الأدب فوق الأمر کی اولیت کے قائل ہیں لیکن اس میں یہ ضروری ہے کہ رعایت ادب میں آمر کی ناراضگی کا اندیشہ نہ ہو، حضرت ابو بکرؓ نے بھی (جب وہ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ تشریف لے آئے تھے تو آپ نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا) الأدب فوق الأمر پر عمل کیا تھا، دونوں طرف دلائل ہیں، یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "الأمر فوق الأدب" کے بجائے "الأدب فوق الأمر" پر عمل کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوئے بلکہ ان سے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہ میرا نام کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی چنانچہ آپ نے خود اپنے ہاتھ سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹایا۔ (۲۳) اس کے بعد روایات میں اختلاف ہے کہ محمد بن عبد اللہ آپ نے خود لکھا یا حضرت علی نے لکھا،

(۲۱) سیرۃ ابن ہشام: ۲/ ۲۲۱ (۲۲) سیرۃ حلبیہ: ۲۰/۳۔ و صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب صلح الحدیبیہ، رقم الحدیث: ۳۳۹۵

(۲۳) سیرۃ حلبیہ: ۲۰/۳

قاضی عریاض کی رائے ہے کہ بطور معجزہ آپ نے خود لکھا اور حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے لکھا اور فکتب رسول اللہ ﷺ میں اسناد مجازی ہے جیسا کہ کتب الی قیصر و کسری میں اسناد مجازی ہے۔ جن شرائط پر صلح ہوئی وہ یہ تھے:

① مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، عمرے کے لیے آئندہ سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں، جنگی ہتھیار لگا کر نہ آئیں، عام عرب مسافروں کی طرح صرف نیام میں بند تلوار ساتھ لائیں۔

② قریش میں سے اگر کوئی شخص اپنے ولی و آقا کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے تو وہ واپس کر دیا جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ سے مکہ آجائے تو اس کو واپس نہ کیا جائے گا۔

③ دیگر قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہونا چاہیں، شریک ہو جائیں یہ صلح دس سال کے لیے ہوگی۔ (۲۴)

چنانچہ بنو خزاعہ آپ کے عہد میں اور بنو بکر قریش کے عہد میں شریک ہو گئے، اس طرح بنو خزاعہ آپ کے حلیف ہو گئے اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے۔

چونکہ یہ شرطیں بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں اس لیے صحابہ کرام کو سخت ناگواری ہو رہی تھی۔ ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل (۲۵) جو مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں قید تھے، کفار ان کو طرح طرح کی سخت اذیتیں دیتے تھے کسی طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر گر پڑے اور آپ سے پناہ مانگی، کچھ مسلمان بڑھے اور انہیں اپنی پناہ میں لے لیا، سہیل نے کہا، ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) معاہدہ کے مطابق اس کو واپس کرو“ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ مکمل طور پر قلمبند نہیں ہوا، مطلب یہ تھا کہ صلحنامہ مکمل طور پر قلمبند ہو اور فریقین کے دستخط اس پر ہو جائیں اس کے بعد اس پر عمل شروع ہونا چاہیے، لیکن سہیل نے کہا کہ اگر ابو جندل کو واپس نہیں کرتے ہو تو صلح نامہ منظور ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل کو اپنے

(۲۴) مذکورہ شرائط کے لیے دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۱۶۸/۲ - ۱۶۹

(۲۵) ابو جندل کا نام ”عاص“ تھا، حافظ ابن حجر نے ان کا نام ”عبداللہ“ لکھا ہے، یہ سابقین اولین میں سے ہیں اور ان صحابہ میں شامل ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سخت اذیتیں دی گئیں، یہ صلح حدیبیہ کے وقت مکہ واپس کر دیئے گئے تھے، لیکن کچھ عرصہ بعد یہ مکہ سے نکل کر ابوسیر کے ساتھ مل گئے تھے اور ساحل سمندر کے قریب ڈرہ جا کر انہوں نے قریش کے تجارتی قافلوں پر حملوں کا سلسلہ شروع کیا تھا جن سے تنگ آ کر خود اہل مکہ نے کہا کہ یہ لوگ مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ رہیں۔ حضرت ابو جندل اڑبیس سال کی عمر میں جنگ یربوعہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابت: ۲۲/۱ - وسیرۃ حلیہ ۱۲/۲)



پاس رکھنے کے لیے بہیل سے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانا، نہایت ہی مجبور ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو کفار کے حوالہ کیا، حضرت ابوجندل پر کفار نے ظلم و ستم کے جو پہاڑ ڈھائے تھے اس کے کچھ نشان ان کے جسم پر موجود تھے، مسلمانوں کو انہوں نے اپنے زخم دکھائے اور سسکیوں سے بھری آواز میں مسلمانوں کو پکار کر کہنے لگے۔ **یا معشر المسلمین! اردالی المشرکین، یفتوننی فی دینی (۲۶)** یہ بڑا دلسوز منظر تھا، ایک طرف شرائط صلح سے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح تھے، عمرہ کئے بغیر واپس جانے کا غم تھا، دوسری طرف ابوجندل کی یوں واپسی، ان پر ڈھائے جانے والے مظالم اور پھر مسلمانوں کو پکار کر ان کی اس صدائے دردناک سے صحابہ کے جذبات کا عالم کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں، تمام مسلمان اس وقت تڑپ اٹھے، (۲۷)

درحقیقت یہ موقع مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا تھا، ایک طرف صلح کی شرطوں سے مسلمان دل برداشتہ تھے اور پھر حضرت ابوجندل کی بیٹیوں سمیت آمد، ان کی مظلومیت کی داستان اور مسلمانوں سے پناہ طلب کرنے کی ان کی صدائے مسلمانوں کو تڑپا دیا لیکن سرور دو عالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاہدہ پر برقرار رہے اور ابوجندل سے فرمایا۔

یا ابا جندل! اصبر، واحتسب، فان الله جاعل لك وللمن معك من

المستضعفين فرجا ومخرجا، انا عقدنا بيننا وبين قومنا صلحا وانا لانغدر بهم

”ابوجندل! صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، اللہ جل شانہ تمہارے لیے

اور تمہارے ساتھ دیگر مظلومین کے لیے آسانی کی کوئی راہ نکال دے گا، چونکہ ہمارے اور

ان کے درمیان صلح ہو چکی ہے اس لیے ہم اب بدعہدی نہیں کر سکتے۔“

صلح کی کارروائی ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قربانی کرنے اور

سرمنڈانے کا حکم دیا لیکن صحابہ کرام اس قدر دل شکستہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا

لیکن کوئی بھی نہ اٹھا جس کی وجہ سے آپ رنجیدہ خاطر ہوئے۔

اس سفر میں ازواج مطہرات نہیں سے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ

تھیں، آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے اس رنج کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ نے بہت ہی صائب

اور مناسب مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق ہے جس کی وجہ سے وہ

(۲۶) البدایہ والنہایہ: ۱۶۹ / ۲

(۲۷) لکھا ہے کہ حضرت ابوجندل کو جب واپس کیا جانے لگا تو حضرت فاروقؓ ان کے ساتھ ساتھ جانے لگے اور اپنی تلوار ان کے قریب کر کے

کہنے لگے ”ان دم الکافر عند اللہ کدم الکلب“ حضرت فاروقؓ چاہتے تھے کہ ابوجندل سموار لے کر بہیل کو قتل کر دیں لیکن حضرت ابوجندل اپنے

والد بہیل کو قتل کرنے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۶۹ / ۲ و تاریخ الخلفاء: ۲۲ / ۲ -)

افسردہ اور کبیدہ خاطر ہیں اس لیے آپ ان سے کچھ نہ کہیں، باہر جائیں اور حجام کو بلا کر خود اپنا حلق کر کے احرام کھول دیں، صحابہ از خود آپ کی اتباع کریں گے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے خود پہلے اپنا سر منڈایا اور قربانی ذبح کی، صحابہ کرام نے جب دیکھا تو سب کھڑے ہوئے اور حلق و قربانی کرنے لگے، آپ نے سب کے لیے دعا فرمائی۔ (۲۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں تقریباً بیس دن قیام فرمایا (۲۹) اور اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کا رخ کیا، راستے میں جب واپسی ہو رہی تھی حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا، کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے کہا، کیا ہم حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا، کیوں نہیں، حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا کہ کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا، کیوں نہیں اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ”پھر دین میں ہم یہ ذلت کیوں گوارا کر رہے ہیں؟“ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
وانا عبد اللہ ورسولہ لن اخالف امرہ ولن یضیعنی ”میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا، اللہ جل شانہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کریں گے“ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے، آپ نے فرمایا، ”بے شک یہ کہا تھا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ کام کریں گے“ وہاں سے حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت صدیقؓ سے وہی گفتگو کی، حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا کہ ”اوبندۃ خدا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ جو کچھ فیصلہ کرتے ہیں، اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں اس لیے انہیں کی رکاب تھامے رہیے“ (۳۰)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں مجھے اپنی ان گستاخانہ باتوں پر سخت ندامت ہوتی رہی اور میں مسلسل توبہ و استغفار کرتا رہا، نہازیں پڑھتا رہا اور تلافی کے لیے صدقہ و خیرات کرتا رہا (۳۱) اسی واپسی کے سفر میں سورۃ فتح نازل ہوئی... ”انا فتحنا لک فتحا مبینا“ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ فتح مبین ہے۔ (۳۲) یہ تو غزوہ حدیبیہ کی تاریخی تفصیل تھی،

(۲۸) بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، رقم الحدیث: ۲۵۲۲

(۲۹) طبقات بن سعد: ۲ / ۹۸

(۳۰) بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، رقم الحدیث: ۲۵۲۲

(۳۱) زاد المعاد: ۲ / ۲۹۵

(۳۲) دلائل النبوة بیہقی: ۲ / ۳۳۹ باب غزوہ خیبر

## صلح حدیبیہ کے نتائج پر ایک نظر

صلح حدیبیہ کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست نبوت کا شاہکار واقعہ ہے، اس وقت جب آپ اس سفر میں مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو آپ کی سواری ناقہ قصواء بیٹھ گئی، آگے کے کی جانب بڑھنے سے اس نے انکار کر دیا، اس وقت بڑے اعتماد کے ساتھ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر قریش نے کوئی بھی ایسی تجویز پیش کی جس میں اللہ کی حدود و حرمت کی تعظیم پائی جائے اور شعائر اللہ کے ادب کے وہ منافی نہ ہو تو میں اسکو قبول کرونگا۔ یہ فرمانا تھا کہ اونٹنی کھڑی ہو گئی اور آپ نے بجائے مکہ کے حدیبیہ کا رخ فرمایا اور پھر صلح ہوئی جو بظاہر دب کر کی گئی تھی، صحابہ کرام بہت آزرده ہوئے تھے اور حضرت عمر تو رسول اللہ کی محبت کے جوش اور اسلام کی عظمت کی خاطر اپنے قابو میں نہ رہے تھے، وہ تو آپ سے کہہ رہے تھے ہم حق پر ہیں پھر کس لیے اپنے دین کے واسطے اس صلح کے ذریعہ ہم ذلت کو قبول کریں، چونکہ منجملہ شرائط کے یہ بھی تھا کہ عمرہ کئے بغیر واپس ہو جائیں گے اور اگلے سال عمرے کے لیے آئیں گے، ادھر الوجدل کو واپس کر دیا گیا تھا، پھر یہ بھی آپ نے قبول کر لیا تھا کہ اگر کوئی آدمی مکے سے مسلمان ہو کر مدینے جائے گا تو اس کو کفار کی طرف واپس کر دیا جائے گا اور مدینے سے کوئی مرتد ہو کر مکے جائے گا تو وہ واپس نہیں بلایا جائے گا۔

جب آپ نے صلح کی تو اگرچہ بظاہر وہ صلح دب کر کی گئی تھی لیکن اس کے شاندار اور حیرتناک نتائج ظاہر ہوئے۔

اول تو سیاسی طور پر ایک فائدہ ہوا کہ قریش جو مسلمانوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں مانتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ چند سر پہرے نوجوان ہیں، انہوں نے انتشار اور تشویش کو جنم دیا ہے، باپ کو بیٹے سے، بیوی کو شوہر سے اور بھائی کو بھائی سے لڑوا دیا ہے، یہ وہشت گردی پر اتر آئے ہیں کچھ دن میں اپنے انجام کو پہنچ کر یہ ختم ہو جائیں گے، آج صلح کے ذریعے کفار قریش نے مسلمانوں کو اپنے دم مقابل ایک فریق کی حیثیت سے تسلیم کیا اور باقاعدہ صلح کی۔

دوئم اس صلح کے ذریعے سے مسلمانوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا، عمرے کے لیے کل ۱۴۔۱۵ سو کی تعداد آپ کے ہمراہ تھی اتنے ہی یا کم و بیش اور مسلمان تھے جو اس سفر میں ہمراہ نہ تھے لیکن صرف دو سال سے بھی کم عرصے میں ۸۰ھ کو جب فتح مکہ کے لیے آپ نے سفر کیا تو دس ہزار کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔ پھر تبوک کے موقع پر ۹ھ میں تیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ مجاہدین آپ کے ہمراہ تھے اور اس کے ایک سال بعد ۱۰ھ میں ایک لاکھ چھپیس ہزار افراد حجتہ الوداع میں شامل ہوئے۔ حدیبیہ کا واقعہ

۶ھ کا ہے، ۱۳ سال مکے کے، ۶ سال مدینہ کے، اہل اسلام کی کل تعداد ان ۱۹ سال میں ۳،۲ ہزار تک پہنچ پائی ہے، لیکن صلح حدیبیہ کے بعد صرف چار سال میں یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ وجہ یہ تھی کہ صلح سے پہلے جنگ کی حالت تھی آپس کی کشیدگی اور نفرت کی وجہ سے اس میں اختلاط کی نوبت ہی نہیں آتی تھی اور اگر کبھی یہ نوبت آتی بھی تھی تو نفرتوں کی وجہ سے صحیح طریقے پر غور و فکر نہیں کیا جاتا تھا۔ اول تو صلح سے آپس کی نفرتیں کم ہوئیں اور اختلاط کی صورتیں پیش آنے لگیں۔ مسلمان مکے جانے لگے، کفار کی مدینہ میں آمدورفت شروع ہوئی، جب یہ ہوا تو کافروں نے دیکھا اور بار بار دیکھا اور آزمایا کہ یہ ہمارے بھائی بند اسلام میں داخل ہونے کے بعد بالکل ہی بدل گئے ان میں تو عجیب و غریب انقلاب آیا ہے، یہ صدق و وفا کے پیکر بن گئے، امانت و دیانت ان کی سرشت میں داخل ہو گئی، شرافت و عظمت ان کی علامت اور پہچان قرار پائی، یہ زبردست اور کمزوروں کے محافظ اور ظالموں اور سرکشوں کی سرکوبی اور سرزنش کے لیے طاقتور اور مضبوط ہیں تو اس مشاہدے کے بعد وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور بکثرت اسلام میں داخل ہونے لگے۔

سوئم حدیبیہ کے واقعے سے پہلے صورت حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مکہ تھا اور وہاں قریش اسلام کے دشمن رہتے تھے جن سے کئی جنگیں بھی ہو چکی تھیں اور شمال میں خیبر تھا جہاں یہود آباد تھے، اہل کتاب ہونے کی وجہ سے وہ بھی برتری کے زعم میں مبتلا تھے اور دینی سیادت و قیادت کا استحقاق اپنے سوا کسی کے لیے نہیں مانتے تھے ادھر بنو نضیر کے اخراج من المدینہ کا واقعہ پیش آچکا تھا اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر خیبر ہی میں آباد ہوئے تھے، بنو قریظہ کے غدر کے نتیجے میں مدینہ منورہ کے اندر ان کے قتل عام کا واقعہ پیش آچکا تھا تو ایک طرف قریش مکہ اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے جن کے ساتھ بدر، احد اور خندق جیسے معرکے پیش آچکے تھے اور وہ بدر و خندق کی شکست کا غم نہ بھولے تھے دوسری طرف خیبر کے یہود تھے جن کو بنی نضیر کی جلاوطنی اور بنو قریظہ کے قتل کا رنج و غم کھانے جا رہا تھا اور اسلام کی ترقی ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی پھر قریش اور یہود میں مسلمانوں کے خلاف آپس کا گٹھ جوڑ بھی رہا کرتا تھا جیسا کہ بدر کے بعد یہود نے قریش کو جنگ کے لیے اشتعال دلایا اور احد کا واقعہ پیش آیا، پھر خندق کے موقع پر بھی یہود خیبر اور بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف قریش کے ساتھ سازباز کی، ان حالات میں آپ نے خیال فرمایا کہ مدینہ بیچ میں سے اور دونوں طرف شمال و جنوب میں دشمن موجود ہے یہ بھی خطرہ رہتا تھا کہ یہ دونوں مل کر کے یکبارگی مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جائیں اور اس صورت میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ آپ کے پر لشکر کشی کر کے قریش کا کوئی بندوبست کریں۔ اسلئے کہ اس صورت میں خیبر سے یہود کے حملے کا اندیشہ تھا وہ مدینہ کو خالی پا کر مدینہ پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ اگر آپ یہود کے شر کو رفع کرنے کے لیے خیبر پر چڑھائی کرتے ہیں تو خطرہ ہے کہ مدینہ کو خالی دیکھ کر قریش حملہ نہ کر بیٹھیں۔ عجیب تشویش ناک صورت تھی۔ اس لیے آپ

نے فیصلہ کیا کہ دونوں میں سے کسی ایک فریق سے صلح کی جائے خواہ وہ کسی بھی صورت میں کتنی بھی مدت کے لیے ہو، آپ نے صلح کے لیے قریش کو ترجیح دی، اول تو اس لیے کہ ان سے رشتے داریاں تھیں، وہ ہم وطن بھی تھے ان کا نسبت باطن بھی شاید یہود سے کچھ کم تھا، یہود کا غدر بھی پہلے واقع ہو چکا تھا اور خیال یہ تھا کہ اس صلح کے فوراً بعد بشرطیکہ اس میں حرمت اللہ کی تعظیم میں خلل نہ آئے یہود پر چڑھائی کر کے ان کے شر سے محفوظ ہونے کا انتظام کر لیا جائے پھر قریش رہ جائیں گے وہ جب تک صلح کی پابندی کرتے ہیں ٹھیک ہے صلح رہے گی اور جب وہ صلح کی خلاف ورزی کریں گے تو ان کا انتظام پھر مشکل نہ رہے گا، چنانچہ اس مصلحت کے پیش نظر آپ نے دب کر صلح کی اور ابھی اس صلح نامے کی سیاہی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے مکے سے واپس آ کر محرم میں صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابہؓ کو لے کر خیبر پر چڑھائی کر دی اور یہود کا ایسا انتظام کر دیا کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکیں۔ ذی قعدہ کے آخر میں صلح حدیبیہ ہوئی ہے اور ایک ماہ بیچ میں ہے کہ محرم میں یہود پر فتح حاصل کر لی گئی۔ اب قریش رہ گئے کچھ عرصے تک انہوں نے صلح کی پاسداری کی، دو سال نہیں ہوئے تھے کہ قریش نے صلح کی خلاف ورزی کی اور رمضان ۸ھ میں مکے پر لشکر کشی کر کے آپ نے مکہ اس طرح فتح کر لیا جیسے کہ وہ کوئی مشکل کام تھا ہی نہیں اور اس طرح پورے عرب کو بشمول یمن دارالاسلام بنا لیا گیا۔ اسی لئے فتح مہین کا مصداق بجائے فتح مکہ کے صلح حدیبیہ کو قرار دیا گیا چونکہ یہی صلح درحقیقت فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی اور دیگر مصالح پر بھی یہ مشتمل تھی۔

۳۹۱۶ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ : حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ ، فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ ، فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ : (أَتَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَقَالَ : (قَالَ اللَّهُ : أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِي ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَبِرِزْقِ اللَّهِ وَبِفَضْلِ اللَّهِ ، فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي ، كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ . وَأَمَّا مَنْ قَالَ : مُطِرْنَا بِنَجْمٍ كَذَا وَكَذَا ، فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِي) . [ر : ۸۱۰]

یہ خالد بن مخلد نقلی ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، یہ امام مسلم کے بھی استاذ ہیں یہ روایت

”کتاب الصلوٰۃ“ میں گزر چکی ہے۔ (۳۳)

۳۹۱۷ : حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ قَالَ : أَعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرْبَعَ عُمَرٍ ، كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ : عُمَرَةٌ مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، وَعُمَرَةٌ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، وَعُمَرَةٌ مِنَ الْجِعْرَانَةِ ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، وَعُمَرَةٌ مَعَ حَجَّتِهِ . [ر : ۱۶۸۷]

یہ روایت کتاب الحج میں حسان بن حسان کے طریق سے گزر چکی ہے۔ (۳۴)

۳۹۱۸ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ : أَنْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، وَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَنَمْ أَحْرَمَ . [ر : ۱۷۲۵]

یہ سعید بن الربیع عامری ہیں، علی بن مبارک بصری سے روایت کرتے ہیں اور وہ یحییٰ بن ابی کثیر یسائی طائی سے نقل کرتے ہیں۔

عن عبد الله بن ابي قتادة....

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، واقدی اور کلبی نے ان کا نام ”نعمان“ بتایا ہے بعض حضرات نے ”عمرو“ کہا، لیکن زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ان کا نام ”حارث“ ہے ان کے والد کا نام ”ربیع“ ہے، ان کو ”فارس رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ کہا جاتا تھا، ستر سال کے قریب عمر پائی، کوفہ یا مدینہ میں حضرت علیؑ یا حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ان کی وفات ہوئی۔ (۳۵) یہ حدیث ”ابواب العمرة“ میں مفصل گزر چکی ہے۔ (۳۶)

۳۹۱۹/۳۹۲۰ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : تَعَدُّونَ أَنْتُمْ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ ، وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا ، وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً ، وَالْحُدَيْبِيَّةُ بَيْتٌ ، فَتَرَحَّنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَانَا ، فَجَلَسَ عَلَيَّ شَفِيرِهَا ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ مَضَمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا ، فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيدٍ ، ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرَتْ مَا شِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابَتَا .

(۳۴) بخاری، کتاب الحج، ابواب العمرة، باب كم اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم: ۲۳۹/۱

(۳۵) الاساطير في تمييز الصحابة: ۱۵۸ / ۳ بخاری، ابواب العمرة، باب جاء الصياد: ۲۳۵ / ۱

تعدون انتم الفتح، فتح مكة... ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو لیکن ہم بیعت رضوان کو فتح شمار کرتے ہیں۔ درحقیقت صلح حدیبیہ ہی اسلام کی وسیع اشاعت اور تبلیغ کا پیش خیمہ بنی، اس سے قبل عام عرب اسلام کی اعلیٰ اخلاقی قدروں سے بالکل ناواقف تھے، آئے دن مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان جنگی معرکوں کی وجہ سے عام قبائل عرب کو مسلمانوں سے قریب ہونے اور ان کے اخلاق دیکھنے کے مواقع کم سے کم ملتے تھے جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور راستے پر امن ہو گئے، تو قبائل عرب کو براہ راست مسلمانوں کی معاشرت، ان کے اخلاق اور ان کی زندگی کے طور و طریقے دیکھنے کو ملے اور وہ اسلام اور مسلمانوں سے متاثر ہو کر جوق درجوق اسلام میں داخل ہونے لگے، یہی وجہ تھی کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر آپ کے ساتھ صرف چودہ صحابہ تھے لیکن دو سال بعد جب فتح مکہ کے ارادے سے آپ جارہے تھے تو آپ کے ساتھ قبائل عرب کا دس ہزار افراد پر مشتمل لشکر جرار تھا، جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ شریف کی چابی آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے سب صحابہ کو اور خصوصاً حضرت عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ ہے وہ فتح جو میں آپ سے کہہ رہا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک صلح حدیبیہ سے زیادہ کوئی عظیم اور بہتر فتح نہیں ہے۔

کنامع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع عشرة مائة

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ”الفاواربع مائة“ نہیں کہا، بلکہ اربع عشرة مائة“ کہا جو عام اسلوب کے خلاف ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اصل میں صحابہ کرامؓ ”مئات“ میں تقسیم تھے، سو کی ایک جماعت تھی، سو کی دوسری جماعت تھی تو ”مئات“ کی اس تقسیم کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہ تعبیر اختیار کی گئی، اگر ”الفاواربع مائة“ فرماتے تو ”مئات“ کی اس تقسیم کی طرف اشارہ نہ ہوتا۔ (۳۸)

آگے فرماتے ہیں کہ حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم نے اس کا پانی کھینچا (چودہ سو آدمی تھے، پانی اس میں تھوڑا تھا) ایک قطرہ بھی ہم نے اس میں نہیں چھوڑا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی، آپ کنویں پر آ کر اس کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے، پھر آپ نے پانی کا ایک برتن منگوا یا، وضو فرمایا، پھر کھلی کی اور دعا فرمائی اور اس وضو اور کھلی والے پانی کو آپ نے اس کنویں میں ڈالا۔

فترکناھا غیر بعید

پس تھوڑی دیر ہم نے اس کنویں کو چھوڑے رکھا یعنی فوراً ہی پانی کھینچنا شروع نہیں کیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا ”دعوہا ساعة“ تھوڑی دیر کے لیے اس کو چھوڑے رکھو (۳۹)

(۳۸) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۱۳ - وشرح الکرمانی: ۱۶ / ۶۶

(۳۹) فتح الباری: ۱۷ / ۲۲۲

ثم انها اصدرتنا ماشئنا نحن وركابنا

پھر اس کنویں نے ہمیں اتنا پانی دیکر لوٹایا جتنا ہم نے چاہا اور ہماری سواریوں نے چاہا "اصدرتنا" کے معنی "ارجعتنا" کے ہیں، کہا جاتا ہے، "اصدرته فصدرای ارجعته فرجع" (۳۰) "صادر الماء" اس شخص کو کہتے ہیں جو پانی کے گھاٹ سے واپس لوٹ کر جا رہا ہو، مقصد اس جملہ کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی کرنے کے بعد اس کنویں میں اتنا پانی آگیا جو ہماری ضرورت کے لیے بھی کافی تھا اور ہماری سواریوں کی ضرورت بھی اس سے پوری ہوگئی، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجزہ تھا۔

(۳۹۲۰) : حَدَّثَنِي فَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أُعَيْنَ أَبُو عَلِيٍّ السَّرَّانِيُّ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ : أَنبَأَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ أَوْ أَكْثَرَ ، فَتَزَلُّوا عَلَى بَيْرٍ فَتَزَحُّوْهَا ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَأَتَى الْبَيْرَ وَقَعَدَ عَلَى شَفِيرِهَا ، ثُمَّ قَالَ : (أَتُونِي بِدَلْوٍ مِنْ مَائِهَا) . فَأَتَى بِهِ ، فَبَصَقَ فَدَعَا ، ثُمَّ قَالَ : (دَعُوْهَا سَاعَةً) . فَأَرَوْا أَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتَّى آرَتْحُلُوْا . [ر : ۳۳۸۴]

حضرات براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن موسیٰ کے طریق سے نقل کی اور یہاں فضل بن یعقوب کے طریق سے نقل کر رہے ہیں۔

۳۹۲۳/۳۹۲۱ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى : حَدَّثَنَا آئِنُ فَضَيْلٍ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ، ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا لَكُمْ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ ، قَالَ : فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِي الرِّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعَيْونِ ، قَالَ : فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا ، فَقُلْتُ لِجَابِرٍ : كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ : لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَّانَا ، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً .

(۳۹۲۲) : حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ قَتَادَةَ : قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ : بَلَّغْنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ يَقُولُ : كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً ، فَقَالَ لِي سَعِيدٌ : حَدَّثَنِي جَابِرٌ : كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً ، الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ . قَالَ أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا قُرَّةٌ ، عَنْ قَتَادَةَ . تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .



(۳۹۲۳) : حَدَّثَنَا عَلِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرُو : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ : (أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ) . وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعِمِائَةً ، وَلَوْ كُنْتُ أَبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ .

تَابِعَهُ الْأَعْمَشُ : سَمِعَ سَالِمًا : سَمِعَ جَابِرًا : أَلْفًا وَأَرْبَعِمِائَةً . [ر : ۳۳۸۳]

۳۹۲۴ : وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ مُرَّةَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ أَصْحَابُ الشَّجَرَةِ أَلْفًا وَثَلَاثِمِائَةً ، وَكَانَتْ أَسْلَمُ ثَمَنَ الْمُهَاجِرِينَ .

تَابِعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

حدثنا يوسف بن عيسى....

یہ یوسف بن عیسیٰ مروزی ہیں، ان کا لقب ابو یعقوب ہے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں۔ (۴۱)  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر لوگوں کو پیاس لگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ”رکوع“ یعنی چمڑے کا ایک طرف موجود تھا جس میں کچھ پانی تھا، آپ نے اس سے وضو فرمایا، پھر لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (پانی کی خاطر) متوجہ ہوئے، آپ نے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا مالکم؟ تمہیں کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا، ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم اس سے وضو کر لیں اور پی لیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے رکوع (چھاگل، چمڑے کے برتن) میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس رکوع (چھاگل) میں رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اس طرح نکلنے لگا جیسا کہ چٹھے سے نکلا کرتا ہے چنانچہ ہم نے پانی پیا اور وضو کیا، میں (سالم) نے جابر سے پوچھا کہ اس وقت آپ کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی ہمارے لیے کافی ہو جاتا، ویسے ہم پندرہ سو تھے۔

## ایک سوال اور اس کے جوابات

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اس سے ما قبل حضرت براء بن عازب والی روایت سے بظاہر متعارض ہے کیونکہ اس میں ہے کہ آپ نے کنویں میں کلی کی، جس کے بعد اس میں پانی بھر آیا اور حضرت جابر کی اس روایت میں آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹنے کا ذکر ہے۔

① اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت جابرؓ کی یہ روایت ”کتاب الاثریہ“ میں مفصل ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی روایت کا واقعہ نماز عصر کے وقت کا ہے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کا واقعہ نماز کے وقت سے متعلق نہیں، یہ دو الگ الگ واقعے ہیں لہذا کوئی تعارض نہیں۔ (۴۲)

② اور دوسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے اپنا ہاتھ جب چھاگل میں رکھا اور آپؐ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگا تو صحابہؓ نے اس پانی سے اپنی ضرورت پوری کر لی، اس کے بعد پھر آپؐ نے حکم دیا کہ جو کچھ پانی بچا ہے اس کو کنویں میں ڈال دو، چنانچہ جب وہ کنویں میں ڈال دیا گیا تو وہ خشک کنواں پانی سے بھر گیا لہذا واقعہ ایک ہی وقت کا ہے البتہ معجزے کا ظہور دو مرتبہ ہوا، حضرت جابرؓ کی روایت میں پہلے معجزے کا ذکر ہے اور حضرت براءؓ کی روایت میں دوسرے معجزے کا بیان ہے، اس طرح دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ (۴۳)

### اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں اختلاف روایات اور اس کا حل

حضرت جابرؓ کی اس روایت میں صلح حدیبیہ میں صحابہؓ کی تعداد پندرہ سو بتائی گئی ہے اور اس روایت کے متصل اگلی روایت میں حضرت جابرؓ ہی سے چودہ سو کا عدد منقول ہے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی چودہ سو کا ذکر تھا اور آگے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی روایت آرہی ہے اس میں تیرہ سو کا عدد منقول ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل تعداد چودہ سو سے زیادہ تھی جیسا کہ حضرت براءؓ کی روایت میں ”الفاواریعمائة“ کے بعد ”واكثر“ کا لفظ آیا ہے۔ تو جس نے کسر کو پورا کیا اس نے پندرہ سو کہا اور جس نے کسر کا اعتبار نہیں کیا اس نے چودہ سو کہا، یہ تو جمع بین الروایات کی صورت تھی جو امام نوویؒ نے اختیار کی۔ (۴۴) امام بیہقی نے ترجیح کا طریقہ اختیار کر کے فرمایا کہ چودہ سو کی تعداد راجح ہے۔ (۴۵)

جہاں تک تعلق عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی روایت کا ہے جس میں تیرہ سو کا ذکر ہے تو اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا ہو، باقی جن حضرات کو تیرہ سو سے زیادہ کا علم تھا انہوں نے اپنے علم کے مطابق زیادہ تعداد روایت کی، یا یوں کہا جائے کہ مدینہ سے نکلنے وقت تعداد تیرہ سو تھی لیکن بعد میں یہ تعداد بڑھ گئی، عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے مدینہ منورہ سے خروج کے وقت کی تعداد

(۴۲) فتح الباری: ۱/۷۷ (۴۲) فتح الباری: ۱/۷۷

(۴۴) شرح الکرملی: ۱/۱۶۶ (۴۵) دلائل بیہقی: ۱/۳۹۸

بتانی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اصل مجاہدین کی تعداد تو تیرہ سو تھی اور جن روایات میں زیادہ کا ذکر ہے ان میں خدام، عورتوں اور بچوں کا بھی اعتبار کیا گیا ہے (۳۶)

حدثنا الصلت بن محمد...

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس سے قبل یوسف بن عیسیٰ کے طریق سے آئی ہے اور اب امام بخاری حضرت جابر کی روایت کو ”الصلت بن محمد“ کے طریق سے بیان کر رہے ہیں، یہ صلت بن محمد بصری ہیں اس روایت میں پندرہ سو کا ذکر ہے۔

تابعہ ابو داؤد

یعنی ابو داؤد طیالسی نے صلت بن محمد کی متابعت کی ہے، یہ متابعت اسماعیلی نے موصولاً ذکر کی ہے۔<sup>(۳۷)</sup>

تابعہ محمد بن بشار

حافظ ابن حجر نے اس متابعت کو یہاں نقل کیا ہے لیکن اس پر کوئی کلام نہیں کیا اور علامہ عینی نے یہاں اس کو نقل ہی نہیں کیا، ہمارے نسخے میں یہ موجود ہے، مطلب یہ ہے کہ ابو داؤد طیالسی کی طرح.... محمد بن بشار نے بھی صلت بن محمد کی متابعت کی ہے۔

حدثنا علی حدثنا سفیان....

حضرت جابرؓ ہی کی روایت کو امام نے ایک اور طریق سے بیان کیا، اس روایت میں تعداد چودہ سو بتائی گئی ہے۔

تابعہ الاعمش سمع سالما، سمع جابرا

”تابعہ“ کی ضمیر ”سفیان“ کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی اعمش نے سفیان بن عیینہ کی متابعت کی ہے، سفیان روایت کرتے تھے ”عمر بن دینار عن جابرؓ“ سے اور اعمش نقل کرتے ہیں ”سالم عن جابرؓ“ سے....

وقال عبید اللہ بن معاذ

یہ تعلق ہے، اس تعلق کو ابو نعیم نے ”مستخرج علی مسلم“ میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۸) یہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی وہی روایت ہے جس میں تیرہ سو کی تعداد بیان کی گئی ہے۔

وكانت اسلم ثمن المهاجرین

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں قبیلۃ اسلم کے لوگ مہاجرین کا آٹھواں

حصہ تھے، اب مہاجرین کی تعداد معلوم ہو تب اسلم کی تعداد کی آٹھویں حصے کی شکل میں تعیین کی جاسکے گی لیکن مہاجرین کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں، البتہ واقدی نے نقل کیا ہے کہ قبیلۃ اسلم کی تعداد ایک سو تھی، اس لحاظ سے مہاجرین کی تعداد آٹھ سو سنے گی۔ (۴۹)

۳۹۲۵ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عِيسَى ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ : أَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْأَسْلَمِيَّ يَقُولُ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ : (يُقْبَضُ الصَّالِحُونَ ، الْأَوَّلُ فَلِأَوَّلٍ ، وَتَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيرِ ، لَا يَبْعَا اللَّهُ بِهِمْ شَيْئًا) . [۶۰۷۰]

قیس بن حازم حضرت مرداس اسلمی سے روایت کر رہے ہیں، امام بخاری، ابو حاتم رازی اور امام مسلم نے اس روایت کو وحدان میں شمار کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت مرداس اسلمی سے قیس بن حازم کے علاوہ اس روایت کو اور کوئی نقل کرنے والا نہیں ہے، لیکن حافظ جمال الدین مزی اور حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو مرداس اسلمی سے نقل کرنے والے ”زیاد بن علاقہ“ بھی ہیں، لہذا اس روایت کا شمار وحدان میں نہیں ہوگا، لیکن حافظ ابن حجر نے حافظ مزی اور حافظ ذہبی کے قول کی تردید کرتے ہوئے کہا (۵۰) کہ مرداس دو ہیں، ایک مرداس اسلمی ہیں جن کا یہاں ذکر ہے اور دوسرے مرداس بن عمرو ہیں۔ زیاد بن علاقہ مرداس بن عمرو سے روایت کرتے ہیں، مرداس اسلمی سے نہیں، لہذا مرداس اسلمی سے روایت کرنے والے قیس بن حازم تنہا ہیں اور یہ روایت وحدان میں سے ہے جیسا کہ ابن حبان، حافظ ابن مندہ، ابن ابی حاتم اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

باقی یہ کہ مرداس اسلمی اور مرداس بن عمرو دو الگ الگ شخص ہیں یا یہ ایک ہیں، حافظ ابن حجر نے ”الاصابة في تمييز الصحابة“ میں تحقیق فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دو ہیں ایک نہیں۔ (۵۱) حضرت مرداس اسلمی اصحاب حدیبیہ میں سے ہیں، اسی مناسبت سے اس روایت کو یہاں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ نیک ہیں، وہ ”الاول فالاول“ کے قاعدے کے مطابق دنیا سے رخصت ہوتے رہیں گے اور جیسے کھجور اور شعیر کا ردی اور فضول بھوسہ آخر میں رہ جاتا ہے، اسی طرح آدمی بھی آخر میں ایسے ہی فضول اور ردی قسم کے رہ جائیں گے، اللہ جل شانہ کو ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔

۳۹۲۶ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي بَعْضِ عَشْرَةِ مِائَةِ مِنْ أَصْحَابِهِ ،

(۴۹) عمدۃ القاری: ۲۱۶ / ۱۷

(۵۰) حافظ ابن حجر نے یہ تردید ”ابن السکن“ کے حوالہ سے کی ہے (دیکھیے فتح الباری: ۴ / ۴۴۵)

(۵۱) دیکھیے الاصابة في تمييز الصحابة: ۲ / ۲۰۱

فَلَمَّا كَانَ بِبَيْتِ الْحَلِيفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ مِنْهَا ، لَا أَحْصِي كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ ، حَتَّى سَمِعْتُهُ يَقُولُ : لَا أَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِيِّ الْأَشْعَارَ وَالتَّقْلِيدَ ، فَلَا أُدْرِي ، يَعْنِي مَوْضِعَ الْأَشْعَارِ وَالتَّقْلِيدِ ، أَوْ الْحَدِيثَ كُلَّهُ . [ ر : ۱۶۰۸ ]

یہ علی بن عبد اللہ مدینی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں، روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ”ذوالحلیفہ“ میں پہنچے تو آپ نے ہدی کو قلاوہ پہنایا اور اشعار کیا اور وہاں سے آپ نے احرام باندھا۔

### لا احصى كم سمعته من سفیان

یہ علی بن عبد اللہ مدینی کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے یہ حدیث سفیان سے کتنی بار سنی، اس جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

① ایک مطلب یہ ہے کہ علی مدینی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث سفیان سے اتنی کثرت سے سنی کہ مجھے صحیح تعداد یاد نہیں، مقصود یہ ہے کہ بہت مرتبہ سنی۔

② دوسرا مطلب علامہ کرمانی نے بیان کیا کہ حضرت مدینی یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ سفیان نے اصحاب حدیبیہ کی کتنی تعداد بیان کی تھی؟ مجھے یاد نہیں، لیکن یہ مطلب درست نہیں اس لیے کہ ابن شہاب زہری سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے اور تمام طرق میں ”بضع عشرة مائة“ کا لفظ منقول ہے، پھر یہ کہنا کہ مجھے یاد نہیں کہ میرے استاذ نے تعداد کتنی بیان کی تھی درست نہیں ہوگا۔ (۵۲)

حتى سمعته يقول: لا احفظ من الزهري الاشعار والتقليد

علی بن عبد اللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان کو یہ کہتے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ مجھے زہری سے اشعار اور تقلید یاد نہیں ہے، یعنی اس حدیث میں ”قلد الهدی واشعر“ کے جو الفاظ آئے ہیں، یہ مجھے زہری سے یاد نہیں ہیں۔

فلا ادري يعنى موضع الاشعار والتقليد، والحديث كله

علی بن عبد اللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ حضرت سفیان کی اس سے مراد حدیث میں صرف اشعار و تقلید ہے یا پوری حدیث، یعنی سفیان نے جو کہا تھا کہ مجھے زہری سے اشعار اور تقلید یاد نہیں

(۵۲) واغرب الكرمانى فحمل قول على بن المدينى "لا احصى كم سمعته من سفیان" على انه شك فى العدد الذى سمع منه... ويكفى فى التعقب عليه، ان حدیث سفیان هذا ليس فيه تعرض للتردد فى عددهم، بل الطرق كلها جازمة بان الزهري قال فى روايته: "كانوا بضع عشرة مائة"

ہے، علم مدینی فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں اس سے سفیان کی مراد پوری حدیث کے متعلق عدم حفظ کی تصریح کرنی ہے یا صرف اشعار اور تقلید کے بارے میں بتانا ہے کہ وہ یاد نہیں، باقی حدیث یاد ہے، علی بن عبد اللہ مدینی نے تو یہاں یہ فرمایا۔ لیکن آگے یہی روایت عبید اللہ بن محمد جعفی کے طریق سے آئی ہے، اس میں سفیان فرماتے ہیں ”حفظت بعضہ وثبتتہ معمر“ یعنی اس حدیث کا بعض حصہ تو مجھے یاد ہے اور بعض حصہ معمر نے مجھے یاد کرایا، جس سے یہ بات بے غبار ہو جاتی ہے کہ سفیان پوری حدیث کے بارے میں نہیں کہہ رہے ہیں کہ مجھے یاد نہیں بلکہ بعض حصہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں، عبید اللہ بن محمد جعفی کی روایت سے علی بن عبد اللہ مدینی کو پیش آنے والا تردد دور ہو جاتا ہے۔ (۵۳)

۳۹۲۷ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلْفٍ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يُونُسَ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ وَرَقَاءَ ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَاهُ وَقَمَلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ ، فَقَالَ : (أَيُّ ذِيكَ هُوَ أَمَّاكَ) قَالَ : نَعَمْ ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَحِلَّتْ ، وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ ، لَمْ يَتَبَيَّنْ لَهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّونَ بِهَا ، وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْفَيْدِيَّةَ ، فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سَيِّئَةِ مَسَاكِينٍ ، أَوْ يُهْدِيَ شَاةً ، أَوْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . [ر : ۱۷۱۹]

حسن بن خلف واسطی امام بخاری کے صغار شیوخ میں سے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا ہے ان میں یہ بہت کم عمر اور کم سن تھے اور بخاری میں ان کی فقط یہی ایک روایت ہے۔ (۵۴) یہ روایت کتاب الحج میں ”باب النسك بشاة“ کے تحت گزر چکی ہے۔ (۵۵)

۳۹۲۸ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى السُّوقِ ، فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَةٌ ، فَقَالَتْ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، هَلَكَ زَوْجِي وَتَرَكَ صِيبَةً صِغَارًا ، وَاللَّهِ مَا يُنْضِجُونَ كُرَاعًا ، وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَلَا ضَرْعٌ ، وَخَشِيتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبَعُ ، وَأَنَا بِنْتُ خُفَّافِ بْنِ إِيمَاءَ الْغِفَارِيِّ ، وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَّةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ . فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمُضِ ، ثُمَّ قَالَ : مَرَّجِبًا بِنَسَبِ قَرِيبٍ ، ثُمَّ أَنْصَرَفَ إِلَى بَعِيرِ ظَهِيرٍ كَانَ مَرْبُوطًا فِي الدَّارِ ، فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا ، وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا ، ثُمَّ نَاولَهَا بِحِطَامِهِ ، ثُمَّ قَالَ : أَقْتَادِيهِ ، فَلَنْ يَفْنَى حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللَّهُ بِخَيْرٍ ،

فَقَالَ رَجُلٌ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، أَكَثَرْتَ لَهَا ؟ قَالَ عُمَرُ : ثَكَلْتُكَ أُمَّكَ ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى أَبَا هذِهِ وَأَخَاهَا ، قَدْ حَاصِرًا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ، ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ .

زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کر رہے ہیں، اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ یمن کے قیدیوں میں آئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ مکرمہ میں خریدا اور پھر آزاد کر دیا تھا۔ (۵۶)

اس روایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اسلم فرماتے ہیں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا، وہاں ایک نوجوان عورت حضرت عمرؓ سے ملی اور کہنے لگی میرا شوہر مر گیا، اس نے چھوٹے چھوٹے بچے پھوڑے ہیں، مجھے ان بچوں پر فقر و فاقہ کا ڈر ہے، میں ”خفاف بن ایماء غفاری“ کی بیٹی ہوں اور میرے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، حضرت عمرؓ نے جب ان کی یہ بات سنی تو اس عورت کے پاس کھڑے ہو گئے اور آگے نہیں بڑھے، پھر آپ اپنے اونٹ کی طرف پھرے اور دو بوریاں اس پر لادیں جن میں کھانا، خرچ کا سامان اور کپڑے وغیرہ تھے اور اونٹ کی مہار خاتون کو پکڑا دی اور اس سے فرمایا، یہ تم لیجاؤ، یہ ختم نہیں ہوا ہوگا کہ اللہ جل شانہ تمہارے پاس مزید مال پہنچا دے گا، مطلب یہ تھا کہ اس مال کے ختم ہونے تک ہم تمہارے پاس اور مال بھیج دیں گے۔ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ نے اس عورت کو بہت دیدیا، امیر المؤمنین نے فرمایا ثکلتک امک! تیری ماں تجھے تم کرے، خدا کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں (یعنی آج بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے) کہ اس خاتون کے باپ اور بھائی نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ایک زمانے تک چنانچہ دونوں نے اس قلعے کو فتح کر لیا، (۵۷) اور پھر ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم اس قلعے میں اپنے حصوں کو وصول کر رہے تھے، مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو قلعہ فتح کیا تھا، اس کا مال غنیمت کے طور پر تقسیم کیا گیا اور ہم آج تک اس قلعہ سے استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں، لہذا اگر اس عورت کو ہم نے کچھ زیادہ دے ہی دیا تو یہ بات ہمیں ناگوار نہیں ہونی چاہیے۔

ترجمہ الباب سے اس حدیث کی مطابقت اس خاتون کا یہ قول ہے .... وقد شهد ابی الحدیبیۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میرے والد غزوہ حدیبیہ میں شریک تھے .... روایت کے مندرجہ ذیل جملوں کو بھی ذرا سمجھ لو۔

(۵۶) عمدۃ القاری: ۲۱۸ / ۱۷

(۵۷) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس غزوے کا واقعہ ہے، بہت ممکن ہے، یہ غزوہ خیبر کا واقعہ ہو، کیونکہ قلعوں کا محاصرہ غزوہ خیبر ہی میں ہوا تھا۔ (فتح الباری: ۲۲۶/۶)

والله ما ينضجون كراعوا ولا هم زرع ولا ضرع

”اور بخدا! وہ بچے کراع (بکری کا پائے) نہیں پکا سکتے اور نہ ان کے کھیت ہیں اور نہ دودھ“

اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ بچے اس قدر فقیر اور مسکین ہیں کہ بکری کے پایہ پکانے پر بھی قادر نہیں ہیں جن کی عرب میں کوئی اہمیت نہیں، ایسی بے قدر و قیمت چیز کے پکانے پر ان کو قدرت نہیں تو اس سے ان کی غربت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بچے ایسے کم عمر ہیں کہ ان کو پائے پکانے کا سلیقہ بھی اپنی کم عمری کی وجہ سے نہیں آتا جبکہ پائے پکانے میں کسی خاص تدبیر کی ضرورت نہیں پڑتی، پہلے معنی کی رو سے بچوں کی غربت کا بیان مقصود ہوگا اور دوسرے معنی کے لحاظ سے بچوں کی، کم عمری بتانا مقصود ہوگی۔ (۱)

وخشيت ان تاكلهم الضبع

الضبع (ضاد کے فتح اور باء کے ضمہ کے ساتھ) بچو اور کفتار کو کہتے ہیں، اصل میں ”ضبع“ قحط سالی کو کہتے ہیں، قحط سالی میں لوگ مرتے بہت ہیں، کثرت موتی کی وجہ سے اس کی نوبت نہیں آتی کہ سب کے لیے قبر اور دفن کا بندوبست کیا جائے، لاشیں باہر پڑی رہتی ہیں تو یہ کفتار آ کر ان لاشوں کا گوشت کھاتا ہے، اس مناسبت کی وجہ سے اس کو بھی ”ضبع“ کہا جانے لگا۔ (۲)

مرحبا بنسب قريب

یہ جملہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا، اس سے اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ تم بنو غفار سے تعلق رکھتی ہو اور ہم قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور قریش اور بنو غفار کا نسب آگے ”کنانہ“ میں جا کر مل جاتا ہے۔ (۳)

بعير ظهير

اس اونٹ کو کہتے ہیں جو مضبوط کمر والا اور طاقتور ہو۔

۳۹۲۹/۳۹۳۲ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ أَبُو عَمْرِو الْفَزَارِيُّ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجْرَةَ ، ثُمَّ أَتَيْتَهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : قَالَ مَحْمُودٌ : ثُمَّ أَنْسَيْتَهَا بَعْدُ .

حضرت سعید بن المسیب اپنے والد مسیب بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہ درخت دیکھا تھا (جس کے نیچے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی) بعد میں پھر میں اس درخت کے پاس آیا تو میں اسے پہچان نہ سکا کہ وہ کیکر کا درخت کو لسا تھا جس کے نیچے



ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

قال محمود: ثم انسيتهابعد

یہ محمود بن غیلان امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں، ان کی روایت میں لقدرایت الشجرة ثم أتيتها بعد فلم اعرفها کے بجائے لقدرایت الشجرة ثم انسيتهابعد ہے۔

(۳۹۳۰) : حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : أَنْطَلَقْتُ حَاجًّا ، فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّونَ ، قُلْتُ : مَا هَذَا الْمَسْجِدُ ؟ قَالُوا : هَذِهِ الشَّجَرَةُ ، حَيْثُ بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ ، فَأَتَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ سَعِيدٌ : حَدَّثَنِي أَبِي : أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، قَالَ : فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ أَنْسَيْنَاهَا ، فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا .

فَقَالَ سَعِيدٌ : إِنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَمْ يَعْلَمُوهَا ، وَعَلِمْتُمُوهَا أَنْتُمْ ، فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ ؟  
(۳۹۳۱) : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا طَارِقٌ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ،

عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، فَرَجَعْنَا إِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا .  
(۳۹۳۲) : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ طَارِقِ قَالَ : ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ ، فَقَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي : وَكَانَ شَهِدَهَا .  
حدثنا محمود....

طارق بن عبد الرحمن بجلی کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے گیا تو ایک قوم کے پاس کزرا جو نماز پڑھ رہی تھی میں نے دریافت کیا ”یہ کونسی مسجد ہے؟“ لوگوں نے کہا یہ وہی درخت ہے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی (یعنی چونکہ یہ مقدس مقام ہے، بیعت رضوان یہاں ہوئی ہے، اس کے منبرک ہونے کی بناء پر یہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہیں) پھر میں حضرت سعید بن المسیب کے پاس آیا، میں نے ان کو یہ واقعہ بتایا تو سعید نے کہا کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے ”تحت الشجرة“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، میرے والد فرماتے تھے کہ جب ہم اگلے سال (دوبارہ اس مقام پر) گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور تلاش و جستجو کے باوجود ہمیں اس درخت کا علم نہ ہوسکا، پھر سعید بن المسیب نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تو اس درخت کو جانتے نہیں تھے اور تم جانتے ہو (اور وہاں مسجد بنا کر تم نے نماز پڑھنا شروع کر دی) اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی زیادہ جانتے والے ہو۔

یہ درخت اللہ جل شانہ نے صحابہ سے بھلا دیا اور وہ باوجود تلاش کے اس درخت کو معلوم نہ کر سکے اس میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ اگر یہ درخت متعین اور موجود ہوتا تو اس بات کا اندیشہ رہتا کہ کہیں لوگ اس کی پوجا شروع نہ کر دیں اور حد شرع سے تجاوز نہ کرنے لگیں کیونکہ عربوں میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ وہ بعض درختوں کو کسی وجہ سے قبر کے قرار دیتے اور پھر اس کی پرستش اور پوجا میں لگ جایا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ جل شانہ نے اس درخت کی پہچان دلوں سے نکال دی۔

لیکن اسی باب میں حضرت جابرؓ کی روایت گزری ہے ولو كنت ابصر اليوم لارىتكم الشجرة اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ زمانہ دراز گزرنے کے باوجود مکان شجرہ سے واقف تھے اور پھر بعد میں تو وہاں مسجد بھی بنا دی گئی تھی جیسا کہ خود اس روایت میں مسجد کا ذکر موجود ہے، اس لیے سعید بن مسیب کا یہ انکار محل نظر ہے۔

ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اس درخت کے پاس آتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں، حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا چنانچہ وہ کاٹ دیا گیا، (۵) فاروق اعظمؓ نے کاٹنے کا یہ حکم اسی اندیشہ کی وجہ سے دیا تھا کہ کہیں لوگ اس درخت کی عبادت شروع نہ کر دیں۔ واللہ اعلم

۳۹۳۳ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبَّاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ أَبِي أَوْفَى ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ : (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ) . فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى) .

[ر : ۱۴۲۶]

وكان من اصحاب الشجرة....

اس روایت کا یہی جزء ترجمہ الباب سے متعلق ہے اور یہ روایت ”کتاب الزکوٰۃ“ میں گزر چکی ہے (۲)۔

۳۹۳۴ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنْ أَنَجِيهِ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ بَحِيٍّ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَعِيمٍ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمَ الْحَرَّةِ ، وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ ، فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ : عَلَى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ؟ قِيلَ لَهُ : عَلَى الْمَوْتِ ، قَالَ : لَا أَبَايِعُ عَلَى ذَلِكَ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَّةَ . [ر : ۲۷۹۹]

وكان شهد معه الحديبية

”یعنی عبداللہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں حاضر تھے“

اس آخری جملہ کی وجہ سے اس روایت کو یہاں بیان کر دیا، یہ روایت کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ (۷)

اس روایت کی سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام کے تمام راوی مدنی ہیں۔ (۸) اس روایت میں واقعہ حرہ کا کچھ تذکرہ ہے جس کی تفصیل گزر چکی، یہاں یہ بیان کیا ہے کہ لوگ عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تو عبداللہ بن زید نے پوچھا کہ یہ ابن حنظلہ کس بات پر بیعت لے رہے ہیں، ان کو بتایا گیا کہ موت پر بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم نے فرمایا کہ میں کسی اور کے ہاتھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت پر بیعت کے لیے تیار نہیں، آپ حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

۳۹۳۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَلَمَةَ

أَبْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، قَالَ : كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَتَصَرَّفُ ، وَكَيْسَ لِلْحَيْطَانِ خِلٌّ نَسْتُظِلُّ فِيهِ

یہ یحییٰ بن یعلیٰ کوفی ہیں، امام بخاری کے قدامت شیوخ میں داخل ہیں، ۲۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا (۹)

یہ روایت حضرت سلمۃ بن الاکوع سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر واپس آتے تھے تو دیواروں کا اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ اس میں بیٹھ کر راحت حاصل کی جاسکے، چونکہ حجاز خط استواء سے قریب ہے اس لیے زوال کے وقت وہاں سایہ اصلی بہت کم ہوتا ہے جس میں بیٹھ کر ستایا نہیں جاسکتا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز زوال سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے لیکن جمہور ایسے ان کے استدلال کو قبول نہیں کرتے، جمہور کہتے ہیں کہ اس روایت کا مقصد سرف یہ بتانا ہے کہ ہم جمعہ کی نماز میں تعجیل کیا کرتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ اسکو زوال سے پہلے پڑھ لیا کرتے تھے۔ (۱۰)

۳۹۳۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حَارِثٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ : قُلْتُ لِسَلَمَةَ

أَبْنِ الْأَكْوَعِ : عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ ؟ قَالَ : عَلَى الْمَوْتِ

[ ر : ۲۸۰۰ ]

(۷) صحیح بخاری، کتاب الجہاد باب البیعة فی الحرب: ۳۱۵/۱۔

(۸) عمدۃ القاری: ۲۲۰/۱۲۔ (۹) عمدۃ القاری: ۲۲۱/۱۲۔ (۱۰) فتح الباری: ۴/۲۵۰

حضرت سلمتہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز پر بیعت کی تھی تو وہ فرمانے لگے ، ”علی الموت“ ہم نے موت پر بیعت کی تھی ، بعض روایات میں آیا ہے کہ ہم نے بیعت کی تھی ”علی ان لانفر“ یعنی ہم بھاگیں گے نہیں ، دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ، نہ بھاگنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ مرجائیں گے لیکن ساتھ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ (۱۱)

۳۹۳۷ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيْبِ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، فَقُلْتُ : طُوبَى لَكَ ، صَحِبْتَ النَّبِيَّ ﷺ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، فَقَالَ : يَا ابْنَ أَخِي ، إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدَّثَنَا بَعْدَهُ .

حضرت مسیب فرماتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا طوبی لک صحبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بايعته تحت الشجرة ”مبارک ہو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور ان سے تحت الشجرہ شرف بیعت حاصل کیا۔“ تو حضرات براءؓ فرمانے لگے ، انک لاتدری ما احدثنا بعده یعنی آپ کو نہیں معلوم کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا نئی چیزیں نکالیں۔

یہ حضرت براءؓ کی تواضع اور انکساری ہے جس کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں کوتاہیاں کی ہیں ، ہم سے بعد میں قصور ہوئے ہیں ، معلوم نہیں کہ صحبت اور بیعت کے وہ فضائل جو ہمیں حاصل ہوئے تھے ان کے اثرات باقی بھی رہیں گے یا نہیں اور یہ اصل میں ان واقعات کی طرف اشارہ تھا جو حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ، نیز حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان پیش آئے تھے ، اگرچہ صحابہ کرامؓ میں ہر ایک کی نیت حمایتِ حق اور حفاظتِ دین کی تھی لیکن یہ کہ بہر حال مقابلہ بھی ہوا اور تصادم بھی ہوا اور اس میں جانوں کا اٹلاف بھی ہوا اس لیے حضرت براءؓ فرماتے ہیں ، انک لاتدری ما احدثنا بعد

۳۹۳۸ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ ، هُوَ ابْنُ سَلَامٍ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ : أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ .

[۴۵۶۲]

۳۹۳۹ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَقَ : حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ عُمَرَ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا» . قَالَ : الْحَدِيثِيُّ ، قَالَ أَصْحَابُهُ : هِنِيئًا مَرِيئًا ، فَمَا لَنَا ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ : «وَلِيَدْخُلِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ» .

قَالَ شُعْبَةُ : فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ ، فَمَدَدْتُ بِهَذَا كَلِّهِ عَنْ قَنَادَةَ ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ :  
أَمَّا : وَإِنَّا فَتَحْنَا لَكَ . فَمَنْ أَنَسِي ، وَأَمَّا هَيْنَا مَرِيثًا ، فَمَنْ عِكْرَمَةَ . [۴۵۵۴]

قنادہ بن دعامہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ”انا فتحنالک فتحامینا“ سے مراد ”حدیبیہ“ ہے.... چونکہ اس آیت میں خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اس لیے صحابہ اکرم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ”ہینا، مریثا؛ فمالنا“ یعنی آپ کے لیے مبارک ہو، خوشگوار ہو کیونکہ اللہ جل شانہ نے سورۃ فتح کی اس پہلی آیت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی ہے۔ ”لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر“ صحابہ نے کہا ”فمالنا“ یعنی ہمارے لیے کیا ہے ہمارے حق میں تو کوئی بشارت نہیں آئی تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتها الانهار.... (۱۲) مؤمنین کے لیے بھی بشارت آگئی۔

قنادہ کے شاگرد شعبہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث قنادہ سے سنکر میں کوفہ آگیا اور یہ پوری حدیث میں نے ان کی سند ”یعنی قنادہ عن انس“ سے بیان کی، پھر جب میں دوبارہ قنادہ کے پاس گیا اور یہ حدیث ان سے ذکر کی تو اس وقت قنادہ نے کہا کہ ”انا فتحنالک فتحامینا“ کی تفسیر تو حضرت انس سے میں نے بلا واسطہ روایت کی ہے اور ”ہینا، مریثا“ کو میں عکرمہ کے واسطے سے روایت کرتا ہوں۔

در اصل قنادہ نے پہلے حدیث کی تھی، اس حدیث کے دو جزء ہیں، پہلے جزء میں ”فتحامینا“ کی تفسیر بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد ”صلح حدیبیہ“ ہے اور دوسرے جزء میں... لیدخل المؤمنین والمؤمنات.... کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے لیے تو کوئی بشارت نازل نہیں ہوئی تو اللہ جل شانہ نے یہ آیت اتاری، حدیث کا پہلا جزء قنادہ براہ راست حضرت انس سے روایت کرتے ہیں اور دوسرا جزء وہ براہ راست حضرت انس سے روایت نہیں کرتے بلکہ درمیان میں ”عکرمہ“ کا واسطہ ہے، قنادہ نے جب پہلی بار شعبہ کو یہ حدیث سنائی تو عکرمہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا پھر جب وہ دوبارہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ حدیث کا یہ دوسرا جزء میں عکرمہ سے روایت کرتا ہوں۔

قنادہ مدلسین میں مشہور ہیں لیکن امام بخاری اور امام مسلم ان مدلسین کی وہی روایت نقل کرتے ہیں اس میں ”سماع“ کی تصریح ہو۔

۳۹۴۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ بَجْرَةَ بِنِ زَاهِرِ الْأَسْلَمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجْرَةَ ، قَالَ : إِنِّي لَأَوْقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُومِ

الْحُمْرِ ، إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَاكُمُ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ  
وَعَنْ مَجْزَاةٍ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، اسْمُهُ أُهْبَانُ بْنُ أَوْسٍ ، وَكَانَ  
أَشْتَكَى رُكْبَتَهُ ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وَسَادَةً

مجزاہ بن زاہر اسلمی کی بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہ اور ایک اس سے متصل اگلی روایت۔ (۱۳) یہ اپنے والد زاہر اسلمی سے روایت کرتے ہیں جو وہاں شہد الشجرۃ ہے اور وہ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے۔ اسی جملے کی مناسبت سے اس روایت کو یہاں امام بخاری ذکر کر رہے ہیں، روایت میں ”لحوم حمر“ (گدھوں کے گوشت) کی حرمت بیان کی گئی ہے جس کی تفصیل آگے غزوہ خیبر کے بیان میں آئے گی کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لحوم حمر کی حرمت کا اعلان غزوہ خیبر میں کیا تھا۔

وعن مجزاة عن رجل منهم من اصحاب الشجرة اسمه اهبان بن اوس

یہ ما قبل سند کے ساتھ متصل ہے، مجزاہ ایک اور آدمی سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب الشجرہ میں سے ہیں، ان کا نام ”اہبان بن اوس ہے“ (۱۳) ان کو گھٹنے میں تکلیف تھی تو سجدہ کرتے وقت گھٹنے کے نیچے وسادہ رکھ لیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ عذر کی وجہ سے ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۳۹۴۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ

سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَّارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ : كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أَتَوْا بِسَوِيْقٍ ، فَلَاكُوهُ

تَابِعَهُ مُعَاذٌ ، عَنْ شُعْبَةَ . [ ر : ۲۰۶ ]

حضرت سويد بن النعمان جو ”اصحاب شجرہ“ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستولایا گیا تو انہوں نے اس کو گھول کر پیا۔

تابعه معاذ عن شعبة

یعنی معاذ نے شعبہ سے روایت کر کے، ابن ابی عدی کی متابعت کی ہے، اس متابعت کو اسماعیلی

نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱۵)

(۱۳) عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۲۳

(۱۴) اہبان (بضم الهمزة وسكون الهاء) بن اوس الاسلمی، الصحابی، وكان ابنتی دار أفي الكوفة، ومات بها في صدر ايام معاوية.... يقال: انه

هو الذي كلمه الذئب۔ (وانظر عمدۃ القاری: ۱۴ / ۲۲۳)

(۱۵) فتح الباری: ۴ / ۲۵۲

۳۹۴۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بَزِيعٍ : حَدَّثَنَا شَاذَانُ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي جَعْفَرَةَ قَالَ : سَأَلْتُ عَائِدَةَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ ؟ قَالَ : إِذَا أُوتِرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرُ مِنْ آخِرِهِ .

”شاذان“ کے معنی فرحان کے آتے ہیں، یہ لقب ہے، نام ان کا ”اسود بن عامر“ ہے، (۱۶) یہ شعبہ سے نقل کرتے ہیں اور شعبہ ”الوجہرہ“ سے روایت کرتے ہیں، الوجہرہ کا نام ”نصر بن عمران“ ہے انہوں نے عائذ بن عمرو سے سوال کیا اور یہ اصحاب الشجرہ میں سے ہیں کہ کیا نقض و ترک کیا جاسکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جب اول لیل میں تم نے وتر کو پڑھ لیا تو آخر لیل میں پھر وتر نہ پڑھو۔

### مسئلہ نقض و ترا!

اسحاق بن راہویہ نقض و ترا کے قائل ہیں اور بعض صحابہ سے بھی نقض و ترا کی روایت منقول ہے لیکن حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ نقض و ترا کوئی چیز نہیں ہے، امام مالک اور امام شافعی کے یہاں بھی نقض و ترا کوئی چیز نہیں ہے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اصل یہی ہے کہ نقض و ترا نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی کر لے تو میرا خیال ہے کہ اس کے لیے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ بعض صحابہ سے نقض و ترا منقول ہے۔ (۱۸)

نقض و ترا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اول لیل میں کوئی وتر پڑھ کر سویا، آخر لیل میں اس کی آنکھ کھلی اور اب وہ تہجد پڑھنا چاہتا ہے تو چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے .... ”اجعلوا اخر صلوتکم باللیل و ترا“ (۱۹) (رات میں وتر کو آخری نماز بناؤ) اس لیے اول لیل میں جو وتر پڑھا تھا اس کا نقض کر دیا جائے اور یہ نقض و ترا اس طرح ہوگا کہ تہجد پڑھنے سے پہلے ایک رکعت، عشا کے بعد پڑھے ہوئے و ترا کی ان تین رکعات کے ساتھ ملانے کی نیت سے پڑھ لی جائے تو یہ چار رکعت ہو کر نفل بن جائیں گی اور اول لیل میں پڑھا ہوا وتر منقوض ہو جائے گا۔

روایت باب میں نقض و ترا کی نفی مذکور ہے، باقی ”اجعلوا اخر صلوتکم باللیل و ترا“ کا مطلب یہ ہے اگر کسی کو یقین ہے کہ وہ تہجد کے وقت بیدار ہوگا تو وہ وتر اس وقت کے لیے چھوڑ دے اور تہجد کے بعد

(۱۶) عمدۃ القاری: ۲۲۲/۱۷

(۱۸) پناچہ مسند احمد میں حضرت ابن عمر سے نقض و ترا منقول ہے دیکھیے مجمع الزوائد: ۲۳۱/۲

(۱۹) صحیح بخاری، باب لیجعل آخر صلوتہ و ترا، کتاب الصلوۃ: ۱۳۶/۱ - صحیح مسلم، باب صلاة اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کو ادا کرے لیکن اگر کسی نے اول لیل میں وتر پڑھ لیا ہے تو تہجد کے وقت دوبارہ نہیں پڑھے گا کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابو داؤد میں موجود ہے اور اس کو نسائی اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے ، امام ترمذی نے اس کو ”حسن“ قرار دیا ہے ، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ، آپ نے فرمایا۔ ”لا وتران فی لیلة“ (۲۰) یعنی ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

۳۹۴۳ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلًا ، فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ ، نَزَرَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذَلِكَ لَا يُجِيبُكَ ، قَالَ عُمَرُ : فَحَرَكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمَامَ الْمُسْلِمِينَ ، وَخَشِيتُ أَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، فَمَا نَشِيتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِحًا يَصْرُخُ بِي ، قَالَ : فَقُلْتُ : لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ قَدْ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، وَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (لَقَدْ أَنْزَلْتُ عَلَيْكَ اللَّيْلَةَ سُورَةً ، لَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَأَ : وَإِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) [ ۴۵۵۳ ، ۴۷۲۵ ]

حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے یہاں اس سفر کی تعیین نہیں ہے ، طبرانی کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حدیبیہ کا سفر تھا ، (۲۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے ، حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ، رات کا وقت تھا ، حضرت فاروقؓ نے آپ سے کوئی بات پوچھی ، آپ نے ان کو جواب نہیں دیا ، جواب آپ نے اس لیے نہیں دیا کہ ذکر قلبی میں آپ مشغول تھے اور التفات نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو ، اس لیے جواب نہیں دیا ، حضرت عمرؓ یہ سمجھے کہ آپ نے ان کا سوال سنا نہیں ، چنانچہ دوبارہ سوال کیا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا تیسری مرتبہ پوچھنے پر بھی آپ نے جواب نہیں دیا ، جب تین مرتبہ سوال کیا اور آپ کی طرف سے جواب نہیں ملا تو حضرت عمرؓ نے کہا۔

ثكلتك امك، يا عمر، نزلت ملائكة رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث مرات، كل ذلك لا يجيبك  
یعنی اے عمر! تیری ماں تجھے گم کر دے ، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ (سوال کے جواب

(۲۰) رواہ ابو داؤد رقم ۱۳۳۹ فی الصلاة، باب فی نقض الوتر، والترمذی رقم ۴۶۰ فی الصلاة، باب ما جاء لا وتران فی لیلة والنسائی ۲۲۹/۳،

۲۳۰ فی قیام اللیل، باب نہیں النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الوتر فی لیلة، وانظر تفصیل المسئلة فی الفتح: ۳۸۱/۲ کتاب الوتر۔

(۲۱) فتح الباری: ۵۳/۸ (۲۲) نزلت (بفتح النون وتشدید الزاء) ای: الحمت وضیقت علیہ حتی احرجتہ (عمدة القاری: ۲۲۵/۱۶)



کے لیے) اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بار بھی تجھے جواب نہیں دیا، حضرت عمرؓ کو تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی، عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے اپنے اونٹ کو ایڑ لگائی اور میں مسلمانوں سے آگے چلا گیا، حضرت عمرؓ اس سے قبل چونکہ کچھ جذباتی گفتگو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ سے کر چکے تھے اس لیے ڈر گئے اور انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ میرے بارے میں قرآن کی کوئی آیت اترے گی، عمرؓ فرماتے ہیں ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ مجھے پکار رہا ہے، کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہو گیا ہے (اور اس میں مجھ پر عتاب آ گیا ہے) چنانچہ میں آپ کے پاس آیا، سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج رات مجھ پر ایک ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے کہ وہ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس کے اوپر سورج طلوع ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ سورۃ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب اور عزیز ہے، اس کے بعد آپ نے سورۃ فتح کی تلاوت فرمائی۔

۳۹۴۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِينَ حَدَّثَ هَذَا الْحَدِيثَ ، حَفِظْتُ بَعْضَهُ ، وَبَثْنِي مَعْمَرٌ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ : يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ قَالَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي بَضْعِ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَلَمَّا أَتَى ذَا الْحُلَيْفَةِ ، قَلَدَ الْهَدْيِ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ ، وَبَعَثَ عَيْنًا لَهُ مِنْ خَزَاعَةَ ، وَسَارَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى كَانَ بِغَدِيرِ الْأَشْطَاطِ أَتَاهُ عَيْنُهُ ، قَالَ : إِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوا لَكَ جُمُوعًا ، وَقَدْ جَمَعُوا لَكَ الْأَحْيَاشَ ، وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ ، وَصَادُوكَ عَنِ الْبَيْتِ ، وَمَانِعُوكَ . فَقَالَ : (أَشِيرُوا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيلَ إِلَى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِي هُوَلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَصُدُّونَا عَنِ الْبَيْتِ ، فَإِنْ يَأْتُونَا كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَإِلَّا تَرَكَنَاهُمْ مَخْرُوبِينَ) . قَالَ أَبُو بَكْرٍ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، خَرَجْتَ عَامِدًا لِهَذَا الْبَيْتِ ، لَا تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ ، وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ ، فَتَوَجَّهْ لَهُ ، فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ . قَالَ : (أَمْضُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ) .

[ر : ۱۶۰۸]

حفظت بعضہ وبتنی معمر

اس جملے کے متعلق تفصیل سے کلام گزر چکا۔

وبعث عینا له من خزاعة

اس خزاعی جاسوس کا نام میں نے ”بسر بن سفیان“ بتایا تھا، (۲۲) بعض حضرات نے ”بشر بن

سفیان“ ان کا نام نقل کیا ہے۔ (۲۴)

حتى كان بغدير الاشطاط اتاه عينه....

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ مقام عسفان میں جاسوس آیا تھا (۲۵) اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ”غدير اشطاط“ میں جاسوس آیا، لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے جو روایت نقل کی ہے اس سے وضاحت ہو جاتی ہے، ”اتاه عينه بغدير الاشطاط وهو قريب من عسفان“ چونکہ غدير اشطاط اور عسفان قریب قریب ہیں اس لیے ایک روایت میں ایک کا نام اور دوسری روایت میں دوسرے مقام کا نام ذکر کر دیا۔ (۲۶)

### ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ بخاری کتاب الشروط کی روایت سے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام غمیم میں خالد بن ولید کے آنے کی اطلاع صحابہ کو دی تھی، (۲۷) چنانچہ حضرت سیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ”جزء الحج والعمرة“ میں بھی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع علی الغیب کے طور پر یہ بات اللہ نے بتائی تھی، جہاں تک جاسوس کا تعلق ہے تو جاسوس نے صرف قریش کے جمع ہونے کی خبر آپ کو دی تھی، خالد بن ولید کی آمد کی اطلاع اس نے نہیں دی.... لیکن ابن اسحاق کی روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ اس جاسوس نے حضرت خالد کی آمد کی خبر بھی دی اور قریش کے لشکر جمع کرنے کی اطلاع بھی دی۔ (۲۸)

ان روایات میں تطبیق کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اصل میں اس جاسوس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں باتیں بتائی تھیں اور اس کی خبر سے مطلع ہونے کے بعد پھر آپ نے صحابہ کرام کے سامنے اس کا ذکر کیا، لہذا جن روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کی اطلاع صحابہ کو دی اس کا مطلب یہ ہے کہ جاسوس کے اطلاع دینے کے بعد پھر آپ نے صحابہ کو بتایا، واللہ اعلم

وقد جمعوا لك الاحابيش الاشطاط

(۲۴) فتح الباری: ۴ / ۲۵۲

(۲۵) دیکھیے، سیرۃ ابن ہشام: ۲ / ۲۲۲

(۲۶) فتح الباری: ۵ / ۲۲۲

(۲۷) چنانچہ بخاری، کتاب الشروط کی روایت میں ہے ﴿ حتى اذا كانوا ببعض الطريق، قال النبي صلى الله عليه وسلم: ان خالد بن ولید بالغميم في

خيل لقریش طليعة، فخذوا ذات اليمين.... ﴾ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط في البهاد، رقم ۲۵۳۱

(۲۸) دیکھیے، سیرۃ ابن ہشام: ۲ / ۲۲۲

”احابیش“ ”اجبوش“ کی جمع ہے (۲۹) بعض حضرات نے کہا کہ اصل میں اجبوش جماعت کو کہتے ہیں تو ”احابیش“ کے معنی ہوئے ”جماعت“ اور ابن درید نے کہا کہ ”حبشی“ ایک پہاڑ کا نام ہے، اس کے نیچے جمع ہو کر مختلف قبائل نے آپس میں عہد کیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف مشترکہ جنگ لڑیں گے، اس ”حبشی“ پہاڑ کی مناسبت سے ان لوگوں کو ”احابیش“ کہا گیا۔ (۳۰)

الاشیطاط: یہ لفظ بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہم ہے، اس کو اگر درست تسلیم کیا جائے تو پھر کہنا پڑے گا کہ یہ ”شطط“ کی جمع ہے جس کے معنی تجاوز کے آتے ہیں۔ ”الاحابیش الاشیطاط“ کے معنی ہوں گے ایسی جماعتیں جو تعداد اور شمار سے تجاوز ہیں اور یہ کنایہ ہوگا ان کی کثرت سے تو معنی ہوں گے۔ ”جمعو الگ الجماعات الکثیرة“

فقال: اشيروا، ايها الناس علي، اترون ان اميل الي عيالهم وذريه هؤلاء الذين يريدون ان يصدونا عن البيت

”چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! مجھے مشورہ دو، تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ جو لوگ ہمیں بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں ان کے عیال اور بچوں کا میں رخ کروں۔“

فان ياتونا كان الله عز وجل قد قطع عينا من المشركين والاطر كناهم محروبين  
”پس اگر یہ لوگ ہمارے پاس (اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے لڑنے) آگئے تو اللہ جل شانہ مشرکین سے ایک ”جماعت“ قطع کر دے گا اور اگر وہ لوگ ہمارے پاس نہ آئیں تو ہم ان کو شکست خوردہ کر کے چھوڑ دیں گے۔“

فان ياتونا كان الله عز وجل قد قطع عينا من المشركين  
”عین“ کے معنی جس طرح جاسوس کے آتے ہیں اسی طرح اس کے معنی ”جماعت“ کے بھی آتے ہیں، یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اس جملے کے مختلف مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

① ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے ساتھ عرب کے مختلف قبائل جمع ہو گئے ہیں اور پیچھے ان کے اہل و عیال سب غیر محفوظ ہیں لہذا ہم ان قبائل کے گھروں پر حملہ کر دیں، حملہ کی اطلاع پا کر قبائل کے یہ لوگ اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے یا تو ہم سے لڑنے آجائیں گے تو قریش کی طاقت

(۲۹) تعلیقات لایع الدراری للشیخ زکریا: ۲۲۷ / ۸

(۳۰) دیکھیے النجاشی للن للاثیر: ۲۳۰ / ۱۱

(۳۱) وفی مختار الصحاح: ۲۲۷ - ۲۲۸ الشطط بفتح الحاء، مجاوزة القدر فی کل شئی، وفی الحدیث: لها مہر مثلها، لاوکس ولاشطط، ای

کمزور ہو جائے گی کیونکہ ان کا جمع کیا ہوا لشکر منتشر ہو جائے گا اور یہی مطلب ہے۔ کان اللہ عزوجل قطع عینا من المشرکین کا، ”ای کان اللہ عزوجل قطع من المشرکین جماعة“ یعنی اللہ جل شانہ مشرکین سے ایک جماعت کو قطع اور جدا کر دیں گے اور اگر وہ لوگ اپنے بچوں اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے نہیں آئے تو ہم ان کو شکست خوردہ کر کے چھوڑیں گے کہ ان کے بچوں، عورتوں اور گھروں پر قبضہ کر لیں گے۔

اس صورت میں ”عین“ کے معنی جماعت کے لیے گئے ہیں، یہ مطلب زاد المعاد میں حافظ ابن قیمؒ نے امام احمد بن حنبل کی روایت کے حوالہ سے متعین کیا ہے، وہاں روایت کے الفاظ ہیں... ﴿ وان یجیشوا، تکن عنقا قطعها اللہ ﴾ (۲۲) ”عنق“ جماعت کو کہتے ہیں اور چونکہ ”عین“ کے معنی ”جماعت“ کے بھی آتے ہیں (۲۳) اس لیے اس روایت کی وجہ سے یہاں بھی ”عین“ سے جماعت مراد ہوگی اور یہی مطلب مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے لامع الدراری میں بیان فرمایا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں ﴿ ومعنی قوله: قطع عینا من المشرکین، ای جماعة من المشرکین؟ فان الکفار لمارجعوا الی اہلیہم، لم یبق مع اہل مکة منهم احد، فتقل جماعتہم... ﴾ (۲۴)

① لیکن ”قطع عینا من المشرکین“ میں ”عین“ سے مراد اگر جاسوس لیں تو اس وقت مطلب ہوگا، جب ہم ان کفار کے گھروں پر حملہ کر دیں اور وہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لیے ہمدردی سے پاس آئیں تو پھر ہمیں اہل مکہ کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت نہیں رہے گی، کیونکہ جاسوس دشمن کی تعداد وغیرہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور جب ہمیں معلوم ہوگا کہ وہاں صرف قریش ہیں باقی قبائل چلے گئے ہیں تو جاسوس کی ضرورت نہیں رہے گی، ”قطع عینا من المشرکین“ کا مطلب ہوگا اللہ جل شانہ نے مشرکین کی طرف جاسوس بھیجنے کی ضرورت ہم سے قطع اور ختم کی، چنانچہ اس دوسرے مطلب کو بیان کرتے ہوئے صاحب لامع الدراری فرماتے ہیں۔ ﴿ ویمكن ان یکون المعنی انہم اذارجعوا الیہم لم تحتج الی بعث جاسوس الی مکة لیعلم لنا علم من اجتمع فیہا من الکفار، اذلا یبقی ہناک غیر قریش، فلا یحتاج الی بعث جاسوس، لحصول العلم بانہ لیس فیہا احد ممن سواہم ﴾ (۲۵)

② قطع عینا من المشرکین“ میں ”عینا“ کو جاسوس کے معنی میں لیتے ہوئے اس جملے کا ایک مطلب علامہ عینی، قسطلانی اور محشی نے بھی بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ اگر یہ مشرکین ہمارے پاس جنگ لڑنے آئیں تو اس صورت میں ہم نے جو جاسوس ان کی جانب بھیجا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جاسوس کے خبر لانے کے بعد پھر بھی مشرکین سے اگر قتال کی نوبت آگئی تو اس کا مطلب ہوگا کہ گویا ہم نے جاسوس بھیجا ہی نہیں، اللہ نے ہمارے جاسوس کو جو مشرکین کی خبر لانے کے لیے ہم نے بھیجا تھا قطع کر دیا یعنی بے

فائدہ اور بے اثر بنا دیا (۲۶)۔

لیکن اس جملے کا یہ مطلب ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس مطلب کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ "جاسوس کا فائدہ جنگ سے بچنا ہوتا ہے، لہذا اگر جنگ ہوگئی تو جاسوس کا کوئی فائدہ نہیں" حالانکہ یہ مفروضہ ٹھیک نہیں، کیونکہ کئی مرتبہ جاسوس بھیجنے کے باوجود کسی جنگ چھڑ جاتی ہے لیکن جاسوس کی خبروں سے دوسری احتیاطی تدابیر میں مدد ملتی ہے اور جاسوس کا فائدہ ہوتا ہے۔

۳۹۴۵ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ : حَدَّثَنِي أَبُو أُخِي بْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ : يُخْبِرَانِ خَبْرًا مِنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي عُمَرَةَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، فَكَانَ فِيهَا أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ ، وَكَانَ فِيهَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ : لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا ، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ . وَأَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذَلِكَ ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذَلِكَ وَأَمَّعَصُوا ، فَتَكَلَّمُوا فِيهِ ، فَلَمَّا أَبَى سُهَيْلٌ أَنْ يُقَاضِيَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا عَلَى ذَلِكَ ، كَاتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا جَنْدَلٍ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو ، وَلَمْ يَأْتِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا ، وَجَاءَتْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ ، فَكَانَتْ أُمَّ كُلثُومِ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَهِيَ عَاتِقٌ ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ

۳۹۴۶ : قَالَ أَبُو شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَتْ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهَذِهِ الْآيَةِ :

« يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعَنَّكَ . »

وَعَنْ عَمِّهِ قَالَ : بَلَّغْنَا حِينَ أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ ﷺ أَنْ يَرُدَّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ مَا أَنْفَقُوا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ ، وَبَلَّغْنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرٍ : فَذَكَرَهُ بِطَوِيلِهِ . [ر : ۱۶۰۸]

حدثنی اسحاق.... حدثنی ابن اخی بن شہاب

ابن شہاب کے بھتیجے کا نام "محمد بن عبد اللہ ہے" - (۲۷)

فکرہ المؤمنون ذلک و امعضوا، فتکلموا فیہ

امعضوا، اصل میں ”انمعضوا“ تھا، نون کا میم میں ادغام ہو کر ”امعضوا“ بنا، اس کے معنی ہیں، بے مزہ ہونا، ناپسند کرنا، مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اس صلح سے بے مزہ ہوئے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہے۔

وجاءت المؤمنات مهاجرات....

مسلمان عورتیں صلح حدیبیہ کے بعد آپ کے پاس آئیں، مشرکین نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس کر دینے سے انکار کر دیا.... ایک تو اس لیے کہ صلح میں ”رجل“ کا لفظ تھا، لہذا عورت شرائط صلح کی پابندی میں داخل نہیں تھی اور دوسرے اس لیے کہ قرآن نے حکم دیدیا تھا۔ ”فلا ترجعوهن الی الکفار“ (۳۸)

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ”فلا ترجعوهن“ کا حکم صلح کے حکم عام میں تخصیص تھی یا صلح کے حکم کا نسخ تھا، اس سلسلے میں ابن عربی اور دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ حکم قرآنی سے صلح کے حکم عام میں تخصیص ہوئی ہے، البتہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ حکم قرآنی اس حکم کے لیے ناخ ہے۔

اس صورت میں یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن سنت کے لیے ناخ ہو سکتا ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مشہور یہ ہے کہ قرآن سنت کے لیے ناخ نہیں ہو سکتا، لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کے لیے ناخ بن سکتی ہے اسی طرح قرآن حدیث کے لیے بھی ناخ ہو سکتا ہے۔ (۲۹)

۳۹۴۷/۳۹۴۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ ، فَقَالَ : إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَأَهْلًا بِعُمْرَةٍ ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَهْلًا بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَّةِ .  
(۳۹۴۸) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ : أَنَّهُ أَهْلٌ وَقَالَ : إِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ ، حِينَ حَالَتْ كُفْرًا قُرَيْشٍ بَيْنَهُ ، وَتَلَا : «لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ» .

(۳۹۴۹) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَاهُ : أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ . وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ :

حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةٌ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَهُ : لَوْ أَقَمْتَ الْعَامَ ، فَأَيُّ أَخَافُ أَنْ لَا تَصِلَ إِلَى الْبَيْتِ ، قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ ، فَفَنَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَدَايَاهُ ، وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابَهُ . وَقَالَ : أَشْهَدُكُمْ أَنِّي أُوجِبْتُ عُمْرَةً ، فَإِنْ خُلِيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ ، وَإِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَسَارَ سَاعَةً ، ثُمَّ قَالَ : مَا أَرَى شَأْنَهُمَا إِلَّا وَاحِدًا ، أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أُوجِبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمَرِي ، فَطَافَ طَوَافًا وَاحِدًا ، وَسَبَعِيًا وَاحِدًا ، حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا . [ ر : ۱۵۵۸ ]

حدیثناقتیبہ عن مالک....

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتنہ کے زمانے میں عمرہ کے ارادے سے نکلے (فتنہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف کا قضیہ مراد ہے) فرمانے لگے اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو پھر ہم وہی طریقہ اختیار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا، چنانچہ آپؐ نے عمرے کا احرام باندھا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے سال عمرے کا احرام باندھا تھا۔

حدیثنا مسدد....

اس روایت میں بھی حضرت ابن عمرؓ کے عمرے کا مذکورہ واقعہ ہے۔

حدیثنا عبداللہ بن محمد....

یہ تیسری سند سے امام بخاریؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں اور یہ مفصل ہے۔

۳۹۵۱/۳۹۵۰ : حَدَّثَنِي شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ : سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا صَخْرٌ ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ : إِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ ، وَلَكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ أُرْسِلَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى فَرَسٍ لَهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، يَأْتِي بِهِ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ ، وَعُمَرُ لَا يَذْرِي بِذَلِكَ ، فَبَايَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْفَرَسِ ، فَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ ، وَعُمَرُ يَسْتَلِمُ لِلْقِتَالِ ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ، قَالَ : فَانْطَلَقَ ، فَذَهَبَ مَعَهُ حَتَّى بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَهِيَ الَّتِي يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ

شجاع بن الولید امام بخاری کے اقران میں سے ہیں اور ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے، (۴۰)

یہ ”نضر بن محمد“ سے روایت کرتے ہیں، نضر بن محمد کی بھی بخاری میں صرف ہی ایک روایت ہے (۳۱) ، نافع کہتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابن عمر، حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ ہوا یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے موقع پر عبداللہ بن عمر کو ایک انصاری کے پاس اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا، اس دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحت الشجرہ بیعت لینا شروع کر دیا، حضرت عمر کو ابھی معلوم نہیں تھا کہ بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، عبداللہ بن عمر نے پہلے بیعت کی، پھر گھوڑا لانے گئے، جب وہ حضرت عمر کے پاس گھوڑا لانے تو آپ جنگ کے لیے زرہ پہن رہے تھے، حضرت ابن عمر نے ان کو بتلایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ حضرت عمر گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، بس اتنی سی بات تھی کہ لوگوں نے چڑھا شروع کر دیا کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔

(۳۹۵۱) : وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّاسَ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، تَفَرَّقُوا فِي ظِلَالِ الشَّجَرِ ، فَإِذَا النَّاسُ مُحْدِقُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللَّهِ ، أَنْظِرْ مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ أَخَذُوا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُونَ ، فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عُمَرَ ، فَخَرَجَ فَبَايَعَ .

یہ تعلق ہے، اسما علی نے اس کو موصولا نقل کیا ہے، (۳۲) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ وہاں درختوں کے سایہ میں منتشر ہو گئے تھے۔ اچانک میں نے دیکھا لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھیرا ڈالے ہوئے ہیں تو حضرت عمر نے کہا، عبداللہ! ذرا دیکھو یہ کیا قصہ ہے؟ ابن عمر جب گئے تو دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہیں، چنانچہ خود بیعت کر لی، پھر آ کر حضرت عمر کو اطلاع دی تو آپ بھی گئے اور بیعت کی۔

اس سے پہلی روایت میں تھا کہ حضرت عمر نے عبداللہ سے کہا تھا کہ انصاری کے پاس میرا گھوڑا ہے وہ لیتے آؤ اور اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ذرا دیکھو کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کیوں جمع ہو رہے ہیں۔

لیکن ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے حضرت عمر نے ابن عمر سے دونوں باتیں کہی ہوں کہ گھوڑا لیتے آؤ اور دیکھو یہ لوگ کیوں جمع ہو رہے ہیں، ایک راوی نے ایک بات بیان



کردی اور دوسرے راوی نے دوسری بات ذکر کر دی۔ (۳۳) واللہ اعلم

۳۹۵۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا يَعْنَى : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ اعْتَمَرَ ، فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ ، وَصَلَّى فَصَلَّيْنَا مَعَهُ ، وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ .

[ر : ۱۵۲۳]

یہ محمد بن عبد اللہ بن نمیر ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی نے فرمایا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ القضاء کرنے گئے، آپ نے طواف کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا، آپ نے نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے شر اور ان کی ایذا رسانی کے خوف سے چھپائے ہوئے تھے، یعنی آپ کو گھیرے میں لے کر چل رہے تھے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔ اس روایت میں ”عمرہ القضاء“ کا واقعہ ہے، اس کا تعلق بظاہر صلح حدیبیہ سے نہیں ہے لیکن چونکہ ”عمرہ القضاء“ کا فیصلہ حدیبیہ کے موقع پر ہوا تھا اس مناسبت کی بناء پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی۔

۳۹۵۳ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا حَصِينٍ قَالَ : قَالَ أَبُو وَاثِلٍ : لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ مِنْ صِفِّينَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَحْبِرُهُ ، فَقَالَ : أَتَيْتُمُ الرَّأْيِي ، فَلَقَدْ رَأَيْتَنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ اسْتَطِيعَ أَنْ أُرِدَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ ، وَاللَّهِ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرِ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَنْهَلْنَا بِنَا إِلَى أَمْرِ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هَذَا الْأَمْرِ ، مَا نَسَدُ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا أَنْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ

[ر : ۳۰۱۰]

حسن بن اسحاق کی بخاری میں فقط یہی ایک روایت آئی ہے۔ (۳۳)

قال ابو وائل: لما قدم سهل بن حنيف من صفين، اتيناه نستخبره

ابو وائل کا نام شقیق بن سلمہ ہے، فرماتے ہیں کہ جب سہل بن حنیف صفین سے آئے تو ہم ان کے

پاس آئے تاکہ ان سے خبریں پوچھیں۔

(۳۳) فتح الباری: ۴/۲۵۶

(۳۳) وكان حسن بن اسحاق من اصحاب ابن المبارک، ومات سنة احدى واربعين ومائتين، ومالغى البخارى سوى هذا الحديث۔

(وانظر فتح الباری: ۴/۲۵۸)

## ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اس روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ابووائل جنگ صفین میں شریک نہیں تھے، حضرت سہل بن حنیف جنگ صفین میں شریک تھے، جب وہ جنگ صفین سے واپس ہوئے تو ان سے حالات معلوم کرنے کے لیے ابووائل ان کے پاس گئے جبکہ امام بخاری نے اس روایت کو ”کتاب الجہاد“ میں نقل کیا ہے، اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابووائل جنگ صفین میں بذات خود موجود تھے (۴۵) اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ سہل بن حنیف سے سوال ابووائل نے جنگ صفین ہی میں کیا تھا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جنگ صفین میں ابووائل موجود تھے اس میں کوئی شک نہیں اسی طرح جن روایات میں ہے کہ ابووائل نے سہل بن حنیف سے جنگ صفین میں سوال کیا تھا وہ بھی ٹھیک ہے البتہ یہاں روایت باب میں حضرت ابووائل کا یہ فرمانا کہ سہل بن حنیف جب صفین سے واپس آئے تو ہم نے ان سے پوچھا، اس کے متعلق آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنگ سے واپسی کے بعد ابووائل کا ان سے سوال کرنا دوسرے لوگوں کو سنانے کے لیے تھا، خود تو انہوں نے صفین ہی میں ان سے سوال کیا تھا لیکن اب سوال اس لیے کر رہے ہیں تاکہ اور لوگ بھی سوال جواب سن سکیں۔

در اصل حضرت سہل بن حنیف پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا یہ اعتراض تھا کہ آپ قتال میں اہل شام کے مقابلے میں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں، (۴۶) یہ سوال جب حضرت سہیل بن حنیف سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

اتھموا الرای فلقدرایتی یوم ابی جندل ولو استطیع ان ارد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرہ لرددت، واللہ ورسولہ اعلم

”تم اپنی رائے کو متہم سمجھو، میں نے یوم ابی جندل (صلح حدیبیہ) میں اپنے آپ کو دیکھا اگر اس دن میرے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ رد کرنا ممکن ہوتا تو میں ضرور رد کر دیتا لیکن اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں (کہ فائدہ کس چیز میں ہے)

حضرت سہیل بن حنیف کے اس جواب کا مطلب، اور پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو حضرت علیؑ کے ساتھیوں کو جنگ میں غلبہ حاصل ہونے لگا، حضرت معاویہؓ کے ساتھی زیادہ قتل ہونے لگے اور قریب تھا کہ جنگ میں انہیں مکمل شکست ہو، اس دوران

(۴۵) چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں ”الاعمش قال: سالت اباوائل: شهدت صفین؟ قال: نعم....“ کتاب الجہاد، باب اثم من عاهد ثم غدرا، رقم الحدیث

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ ایک صورت ایسی ہے کہ اگر ہم اس کو اختیار کریں تو یہ خونریزی رک سکتی ہے اور ان کا غلبہ موقوف ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن بھیجیں اور کہیں کہ یہ ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کرے گا، مجھے امید ہے کہ حضرت علیؓ اس پیشکش کو قبول کریں گے اور اس طرح قتال رت ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کے مشورے پر عمل کیا اور حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ قرآن کرے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا، اس سے بہتر اور کیا صورت ہو سکتی ہے، اس موقع پر حضرت علیؓ کے بعض ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا اور کہا کہ آپ قرآن کو اس وقت حکم تسلیم نہ کریں، اس وقت قتال جاری رکھنا چاہیے کیونکہ ہمارا پلڑا بھاری ہے اور ہم مکمل غلبہ حاصل کر سکتے ہیں، اس پر حضرت سہل بن حنیفؓ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا۔ ایہا الناس، اتھموا انفسکم.... یعنی اے لوگو! تم اپنے آپ (اور اپنی رائے) کو بھی متہم سمجھو، یہ مت سمجھو کہ صرف تمہاری ہی رائے صحیح ہے، ہو سکتا ہے فریق مخالف کی رائے درست ہو، کیونکہ صلح حدیبیہ میں موجود تھا اور اس وقت میری بھی رائے تھی کہ جنگ ہونی چاہیے، صلح نہیں ہونی چاہیے لیکن اس وقت ہم نے اپنی رائے چھوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر عمل کیا جس کا نتیجہ اچھا اور انجام بخیر ہوا جبکہ وہاں معاملہ کفر اور اسلام کا تھا اور یہاں تو مسلمانوں کے آپس کا مسئلہ ہے، لہذا اس میں اپنی ہی رائے کو درست سمجھ کر قتل مسلم کو بے دریغ جاری رکھنے پر اصرار نہیں ہونا چاہیے۔

اس روایت کی یہ تفصیل امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بیان کی ہے، یہاں بخاری کی روایت مختصر ہے۔ (۴۷)

وما وضعنا اسیافنا علی عواتقنا لامر یفظعنا ۴۸ الا اسهلن بنا الی امر نعرفہ قبل هذا الامر، مانسند

منہا ۴۹ خصما الا انفجر علینا خصم ماندری کیف ناتی لہ

”اور ہم نے اپنے کاندھوں پر کسی ایسے امر کے لیے جو ہمیں گھبراہٹ میں ڈالتا ہو تلواریں نہیں اٹھائیں مگر یہ کہ وہ تلواریں ہمارے لیے اس معاملے کو آسان کر دیتی تھیں لیکن جنگ صفین کا یہ معاملہ اتنا گنجلک اور پیچیدہ بن گیا ہے کہ ابھی ہم اس کی ایک جانب بند (اور درست) نہیں کرتے ہیں کہ دوسری جانب

(۴۷) دیکھیے، تعلقات لامع الدراری: ۳۵۰/۸۔

(۴۸) الامر الفظیع: الشیع الشدید، وقولہ: یفظعنا ان: یوقننا فی امر فظیع شدید علینا، خصماً: الخصم: الطرف، وخصم کل شئی: طرفہ۔

(و انظر جامع الاصول: ۳۳۱/۸)

(۴۹) منہا کی ضمیر ”الامر“ کی طرف راجع ہے، قواعد کے لحاظ سے بظاہر ”منہ“ ہونا چاہیے، چنانچہ ایک روایت میں ”منہ“ ہے۔

(عدۃ اتاری: ۲۳۰/۱۷)

اس کی پھٹ پڑتی ہے ، سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اس معاملے کو سلجھائیں۔“

حضرت سہل بن حنیف کے اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں فتنے کا جو دروازہ کھلا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس دروازے کو کس طرح بند کیا جائے ، اس سے پہلے جب ہم جہاد کے لیے تلوار اٹھاتے اور کسی فتنے کو ختم کرنے جاتے تو وہ فتنہ ختم ہو جاتا تھا لیکن موجودہ فتنہ کی نوعیت اس سے بالکل مختلف ہے۔

چونکہ اس روایت میں حضرت سہل بن حنیف نے صلح حدیبیہ میں اپنی موجودگی کا ذکر کیا ہے اس مناسبت سے امام بخاریؒ نے یہ روایت یہاں تخریج کی ہے۔ واللہ اعلم

۳۹۵۵/۳۹۵۴ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أُنِيَ عَلِيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ ، وَالْقَمَلُ بَتْنَاثُرٌ عَلَى وَجْهِهِ ، فَهَانَ : (أَبُوذَيْبِكَ هَوَامٌ رَأْسُكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (فَأَخْلِقُ ، وَصُمُّ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، أَوْ أَطْعَمُ مِئَةَ مَسَاكِينٍ ، أَوْ أَنْسُكَ نَسِيكَةً) . قَالَ أَيُّوبُ : لَا أَذْرِي بِأَيِّ هَذَا بَدَأَ .

(۳۹۵۵) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ وَنَحْنُ مُخْرِمُونَ ، وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُونَ . قَالَ : وَكَانَتْ لِي وَفْرَةٌ ، فَجَعَلْتُ الْهَوَامَّ تَسَاقُطُ عَلَى وَجْهِهِ ، فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : (أَبُوذَيْبِكَ هَوَامٌ رَأْسُكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : وَأَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : «فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ» . [ر : ۱۷۱۹]

### باب : قِصَّةُ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ .

۳۹۵۷/۳۹۵۶ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ نَاسًا مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ ، قَدِمُوا الْمَدِينَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ ، فَقَالُوا : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رَيْفٍ ،

وَأَسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَرَاعٍ ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَأَنْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ ، وَقَتَلُوا رَاعِيَّ النَّبِيِّ ﷺ وَأَسْتَأْفَرُوا الدَّوْدَ ، فَبَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ ، وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ ، وَتَرَكُوا فِي نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ .

قَالَ قَتَادَةُ : بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ ، وَيَنْهَى عَنِ الْمَثَلَةِ .

وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبَانُ وَحَمَّادُ عَنْ قَتَادَةَ : مِنْ عُرْبِنَةَ . وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَأَبُوبُ عَنْ

أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ : قَدِيمٌ نَفَرٌ مِنْ عَمَلٍ

۶ھ میں عکمل اور عرنہ کا واقعہ پیش آیا، آٹھ آدمیوں کی جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جن میں چار آدمیوں کا تعلق قبیلہ عرنہ سے تھا، تین آدمی قبیلہ عکمل کے تھے اور ایک آدمی کسی دوسرے قبیلہ کا تھا (۱) انہوں نے آکر مدینہ میں اسلام قبول کیا اور وہاں رہنے لگے لیکن مدینہ منورہ کی آب و ہوا ان کو موافق نہیں آئی اور یہ لوگ بیمار ہو گئے، آپ سے شکایت کی، آپ نے مدینہ سے باہر اپنے اونٹوں کے پاس انہیں جانے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پی لو، ٹھیک ہو جاؤ گے، یہ لوگ گئے اور دودھ و پیشاب کے استعمال سے بالکل تندرست ہو گئے۔

جب صحتمند ہو گئے تو ان اونٹوں کے نگہبان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی حضرت یسار کو انہوں نے قتل کیا اور اونٹ نے کر بھاگے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے بیس آدمی حضرت کرز بن جابر فہری کی قیادت میں ان کے تعاقب میں روانہ فرمائے، حضرت کرز بن جابر فہری نے ان سب کو گرفتار کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر حرہ (پتھر ملی زمین) کی ایک جانب میں ان کو ڈال دیا گیا اور اس طرح سب وہیں مر گئے۔ (۲)

واستوخموا المدينة

یعنی مدینہ کو انہوں نے آب و ہوا کے اعتبار سے اپنے لیے موافق نہیں پایا، "ارض و خیمۃ" اس زمین کو کہتے ہیں جہاں کی آب و ہوا موافق نہیں ہوتی۔

(۱) فتح الباری: ۱/۳۳۷۔ باب ابوالالامل

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری ۱/۳۳۷۔ ۳۳۸ واقعی کے نزدیک یہ سوال ۶ھ کا، ابن اسحاق کے نزدیک جمادی الثانیہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔

انا کنا اهل ضرع ولم نکن اهل ریف  
 ”ہم اہل ضرع تھے اہل ریف نہیں... تھے“ ضرع تھن کو کہتے ہیں اور ”ریف“ سرسبز کھیت  
 کو کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہم جنگل اور دیہات کے رہنے والے ہیں وہاں جانور پالتے تھے اور ان کے دودھ پر  
 گزارا ہوتا تھا شہری نہیں ہیں کہ کھیت اور کاشت کرتے ہوں (مدینہ منورہ کے لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے)

فسمروا اعینہم و قطعوا یدیہم

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اسلام میں ”مثلہ“ جائز نہیں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ  
 سے منع فرمایا ہے تو پھر ان لوگوں کا مثلہ کیوں کیا گیا؟ اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

① ابن شامین اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مثلہ کی حرمت سے پہلے کا ہے ابھی  
 تک مثلہ کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا، بعد میں مثلہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ (۳)

② علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک عام مثلہ تو منسوخ ہو چکا تھا لیکن  
 ابھی تک مثلہ کے بدلے مثلہ کا جواز برقرار تھا اور چونکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی  
 کو قتل کر کے ان کا مثلہ کیا تھا اس لیے قصاصاً ان کا بھی مثلہ کیا گیا، بعد میں قصاصاً مثلہ بھی حرام کر دیا گیا  
 اور اب مثلہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ (۴)

قال ابو عبد اللہ: وقال شعبۃ وابان وحماد عن قتادة: من عرینة

امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعبہ، ابان اور حماد نے قتادہ سے صرف ”من عرینة“ نقل کیا ہے قبیلہ  
 عکل کا نام ان حضرات نے نہیں لیا۔ شعبہ کی تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں موصولاً نقل کیا ہے،  
 ابان بن زید کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے اور حماد کی تعلیق کو امام ابو داؤد نے موصولاً نقل  
 کیا ہے۔ (۵)

وقال یحییٰ بن ابی کثیر وایوب عن ابی قلابہ عن انس قدم نفر من عکل

یحییٰ اور ایوب نے حضرت انسؓ سے ابو قلابہ کے واسطے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں صرف  
 قبیلہ عکل کا نام ہے، عرینہ کا نام نہیں۔ یحییٰ بن کثیر کی اس تعلیق کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب  
 المحاربین میں موصولاً نقل کیا ہے (۶) اور ایوب کی روایت کو امام بخاری نے کتاب الطہارت میں موصولاً نقل کیا

(۳) فتح الباری: ۱/۲۲۰-۲۲۱ (۴) فتح الباری: ۱/۲۲۰-۲۲۱

(۵) عمدۃ القاری: ۱۴/۲۲۲-

(۶) صحیح بخاری، کتاب الردۃ والمحاربین، باب لم یحسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المحاربین من اهل الردۃ حتی ہلکوا، رقم الحدیث ۶۸۰۳

(۳۹۵۷) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ ، أَبُو عُمَرَ الْحَوْضِيُّ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ ، وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا ، قَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي هَذِهِ الْقَسَامَةِ ؟ فَقَالُوا : حَقٌّ قَضَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ ، قَالَ : وَأَبُو قِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيرِهِ ، فَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ : فَأَيْنَ حَدِيثُ أَنَسٍ فِي الْعُرَيْنِيِّنَ ؟ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ : إِيَّايَ حَدَّثَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ .

قال عبد العزيز بن صهيب ، عن أنس : من عرَّينته وقال أبو قلابَةَ ، عن أنس : من عكلى ، ذكر القصة . [ر : ۲۳۱]

حدیسی ابورجاء مولی ابی قلابہ....

اس سند پر اشکال ہوتا ہے کہ حماد بن زید کے دو استاذ ہیں، ایوب اور حجاج صواف تو ”حدیسی“ کے بجائے ”حدیثانی“ تثنیہ کا صیغہ ہونا چاہیئے، علامہ عینی نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایوب کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ یہ روایت ابو قلابہ سے بلا واسطہ نقل کرتے ہیں یا ابورجاء کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں جبکہ حجاج صواف کے متعلق یہ بات متعین ہے کہ وہ ابورجاء کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں، اس لیے ”حدیسی“ مفرد کا صیغہ استعمال کیا کہ ضمیر حجاج صواف کی طرف راجع ہے، ایوب اس میں شامل نہیں۔ (۸) واللہ اعلم

وكان معه بالشام

یعنی ابورجاء ابو قلابہ کے ساتھ شام میں تھے یہ روایت یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ نقل کی گئی ہے، آگے کتاب الدیات میں مفصل آئے گی، انشاء اللہ وہیں اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

باب : غزوة ذات القرد .

وهي الغزوة التي أغاروا على لقاح النبي ﷺ قبل خيبر بثلاث

”ذی قرد“ یا ”ذات قرد“ ایک چٹھے کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے ایک دن کی مسافت پر بلاد غطفان

میں واقع ہے۔

یہ غزوہ کب پیش آیا؟ اہل سیر اور مغازی کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوہ ذی قرد ۶ھ میں حدیبیہ سے پہلے پیش آیا ہے، ابن سعد نے طبقات میں ربیع الاول ۶ھ میں (۹) بعض حضرات نے جمادی الاولیٰ ۶ھ میں اور محمد بن اسحاق نے شعبان ۶ھ میں اس کا وقوع بتایا ہے (۱۰) یہ تمام اقوال اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ غزوہ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے ہے کیونکہ حدیبیہ ذی قعدہ ۶ھ میں پیش آیا ہے اور جب غزوہ ذی قرد کا وقوع حدیبیہ سے پہلے ہے تو ظاہر ہے خیبر سے بھی پہلے ہوگا کیونکہ غزوہ خیبر حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں پیش آیا ہے۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ یہ غزوہ خیبر سے صرف تین دن پہلے واقع ہوا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام بخاری اس کو حدیبیہ کے بعد مان رہے ہیں، حافظ ابن قیم اور علامہ بیہقی نے بھی امام بخاری کی مطابقت کی ہے، وہ بھی اس کو حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے پہلے مانتے ہیں، (۱۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمۃ بن الاکوع کی ایک مفصل روایت ذکر کی ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ خیبر سے تین دن پہلے ہے۔ (۱۲)

❶ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ نے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سلمۃ بن الاکوع کی مفصل روایت میں جس خیبر کا ذکر ہے ممکن ہے وہ مشہورہ غزوہ خیبر نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف کئی بار لشکر روانہ فرمایا ہے، لیکن ان کی یہ بات وزنی اس لیے نہیں ہے کہ اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت علیؑ نے ”مرحبا یہودی“ سے مقابلہ کیا، اور یہ مقابلہ مشہور غزوہ خیبر ہی میں ہوا تھا لہذا اس کو کسی دوسرے غزوہ خیبر پر محمول کرنا بلا دلیل درست نہیں ہے۔ (۱۳)

❷ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق کے لیے غزوہ خیبر کو متعدد مانتے کے بجائے غزوہ ذی قرد کو متعدد مانا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن حفص فزاری نے مقام ذی قرد میں آپ کی اونٹنیوں پر کئی بار سٹخون مارا ہے، پس جس ذی قرد کو عام اہل سیر ذکر کرتے ہیں وہ حدیبیہ سے پہلے

(۹) طبقات بن سعد: ۱/ ۸۰-۸۱۔ غزوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغابۃ

(۱۰) فتح الباری: ۴/ ۳۶۰

(۱۱) قال ابن القیم: (وہذہ الغزوۃ کانت بعد الحدیبیۃ وقد وہم فیہا جماعۃ من اہل المغازی والسیر، فذکروا انها کانت قبل الحدیبیۃ...) وانظر زاد المعاد

۲۶۹/۳۔ امام بیہقی نے بھی اس کو حدیبیہ کے بعد ذکر کیا ہے (دیکھیے دلائل بیہقی: ۴/ ۱۷۸)

(۱۲) کیونکہ اُس روایت کے آخر میں ہے ”فرجعنا۔ ای من غزوۃ ذات قرد۔ الی المدینۃ“ فواللہ ما لبثنا بالمدینۃ الا ثلاث لیل حتی خر جنبا الو

خیبر صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا

(۱۳) فتح الباری: ۴/ ۳۶۰-۳۶۱



پیش آیا ہے اور امام بخاری نے جس غزوہ ذی قرد کو خیبر سے صرف تین دن پہلے بتایا ہے یہ دوسرا واقعہ ہے اور یہ حدیث کے بعد پیش آیا ہے لہذا اب دونوں قسم کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔ (۱۴)

غزوہ ذی قرد کی تفصیل آگے روایت میں آرہی ہے۔

۳۹۵۸ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، عَنْ بَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ  
 سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ : خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤَذَّنَ بِالْأُولَى ، وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
 تُرْعَى بِذِي قَرْدٍ ، قَالَ : فَلَقِيَنِي غُلامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ : أَخَذَتْ لِقَاحُ رَسُولِ  
 اللَّهِ ﷺ ، قُلْتُ : مَنْ أَخَذَهَا ؟ قَالَ غَطَفَانُ ، قَالَ : فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ : يَا صَبَاحَاهُ ،  
 قَالَ : فَأَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَأَبِي الْمَدِينَةِ ، ثُمَّ أَنْدَفَعْتُ عَلَى وَجْهِ حَتَّى أَدْرَكْتَهُمْ وَقَدْ أَخَذُوا يَسْتَقُونَ  
 مِنَ الْمَاءِ ، فَجَعَلْتُ أُرْمِيهِمْ بِبَنِي ، وَكُنْتُ رَامِيًا ، وَأَقُولُ :  
 أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضْعِ

وَأُرْمِجُ ، حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللَّقَاحَ مِنْهُمْ ، وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً . قَالَ : وَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ  
 وَالنَّاسُ ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشُ ، فَأَبَعْتُ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ ،  
 فَقَالَ : ( يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ ، مَلَكْتَ فَأَمْجِجْ ) . قَالَ : ثُمَّ رَجَعْنَا وَرُدُّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 عَلَى نَاقَتِهِ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ [ ر : ۲۸۷۶ ]

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اس روایت میں واقعہ ذی قرد بیان فرما رہے ہیں کہ میں صبح کی اذان سے قبل مدینہ منورہ سے باہر غابہ (صحرا) کی طرف نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں ذی قرد میں چر رہی تھیں تو عبدالرحمان بن عوف کا غلام مجھے ملا، یہاں غلام کا نام نہیں بتایا، مسلم شریف کی روایت میں ان کا نام ”رباح“ آیا ہے لیکن مسلم کی روایت میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہا ہے۔ تاہم اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ غلام تو عبدالرحمن بن عوف کا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے بھی حاضر ہوا کرتا ہو اس لیے اس کو آپ کا غلام بھی کہہ دیا گیا۔ (۱۵)

رباح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی گئی ہیں، میں نے کہا، کس نے؟ کہا، غطفان نے، چنانچہ میں نے تین مرتبہ ”یا صباحا“ بلند آواز سے پکارا اور مدینہ کی دو پتھر ملی زمینوں کے درمیان کی پوری آبادی کو میں نے اپنی آواز سنا دی (ممکن ہے آپ کی آواز بہت بلند ہو اور یا ہو سکتا ہے کہ یہ

آپ کی کرامت ہو) اور پھر میں آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے ان شیخون مارنے والوں کو پایا، وہ پانی پینا چاہ رہے تھے چنانچہ میں ان پر تیر برسوں لگا اور میں ایک بہترین تیرانداز تھا، یہ رجز بھی پڑھ رہا تھا

انا بن الاکوع الیوم یوم الرضع

”میں اکوع کا بیٹا ہوں، آج کمینوں کی بربادی کا دن ہے۔“

رَضَع: یہ ”راضع“ کی جمع ہے، راضع دودھ پینے والے کو کہتے ہیں لیکن کمینے اور ذلیل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس معنی میں استعمال ہونے کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بخیل آدمی اپنا منہ اونٹنیوں کے تھن سے لگا کر دودھ پیتا تھا، اس کو یہ خوف رہتا تھا کہ اگر دودھ برتن میں نکالے گا تو پڑوسی دودھ دوہنے کی آواز سن کر کہیں مانگنے نہ آجائیں، چونکہ اس طرح دودھ پینا ایک کمینہ حرکت تھی اس لیے ”راضع“ کمینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (۱۶)

حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ میں یہ رجز پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ میں نے ان سے تمام اونٹنیاں چھڑوا لیں اور تیس چادریں بھی میں نے ان سے چھین لیں (کہ بدحواسی کے عالم میں چادر بھی انہیں بوجھ محسوس ہو رہی تھی اس لیے چادریں چھوڑ کر بھاگے جارہے تھے) اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ آگئے، میں نے کہا، اے اللہ کے نبی! میں نے ان لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا اور وہ پیاسے ہیں لہذا آپ ان کی طرف ابھی لشکر روانہ کیجئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا ابن الاکوع، ملکیت، فاسجج۔ اے ابن الاکوع! جب تم نے قابو پایا ہے تو پھر اب نرمی سے کام لو، فرماتے ہیں کہ پھر ہم لوٹے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کی بناء پر مجھے اپنا روایف بنایا حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

### باب : غَزْوَةُ خَيْبَرَ

غزوة خيبر کے بارے میں جمہور اہل سیر و مغازی کی رائے یہ ہے کہ یہ ۷ھ میں پیش آیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس ہوئے تو ذی الحجہ اور اوائل محرم میں آپ مدینہ منورہ میں رہے اور آخر محرم میں آپ نے خيبر کی طرف خروج فرمایا، (۱۷) خيبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل (یعنی تقریباً دو سو میل) کے فاصلہ پر شام کی طرف واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ (۱۸)

(۱۶) فتح الباری: ۴ / ۳۶۳

(۱۷) البدایة والنہایة: ۳ / ۱۸۱

(۱۸) طبقات بن سعد: ۲ / ۱۰۶ - سیرت النبی: ۱ / ۲۵۱ - بعض حضرات نے ۹۶ میل اور بعض نے ۱۸۴ کلومیٹر یعنی تقریباً سو سو میل فاصلہ لکھا

## غزوة خیبر کا سبب

یہود کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاوطن کر کے مدینہ منورہ سے نکالا تو یہ لوگ، جا کر خیبر میں آباد ہو گئے اور وہاں مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے، ایک طرف تو یہ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے اور دوسری جانب مدینہ میں منافقین کو مسلمانوں کے خلاف شہ دیتے تھے، اس لیے اب ضرورت تھی کہ ان پر حملہ کر کے ان کی طاقت کو ختم کیا جائے اور دعوت اسلام کی راہ میں ان کی رکاوٹوں کا سدباب کیا جائے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں سورۃ فتح کی آیت نازل ہوئی، ”وعدکم اللہ مغانم کثیرة تاخذونها، فعجل لکم هذه“ ”ہذہ“ کا اشارہ غزوة خیبر ہی کی طرف ہے۔ (۱۹)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی!

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ سولہ سو صحابہ لیے، جن میں دو سو سوار تھے اور چودہ سو پیادے تھے، (۲۰) اس غزوة میں جانے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اللہ جل شانہ نے حکم دیا کہ منافقین کو اپنے ساتھ اس سفر میں جانے کی اجازت نہ دیں کیونکہ صلح حدیبیہ میں یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے، بعض نے معذرت کر لی تھی اور بعض نے صاف انکار کر دیا تھا اس لیے اس غزوة میں منافقین کو شامل سفر نہیں کیا گیا۔ (۲۱) ازواج مطہرات میں سے آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا (۲۲) اور مدینہ منورہ میں صحیح روایت کے مطابق حضرت سباع بن عرفطہ کو آپ نے اپنا قائم مقام بنایا۔<sup>۲۳</sup> آپ نے جا کر مقام ”رجیع“ میں پڑاؤ ڈالا، یہ مقام خیبر اور غطفان کے درمیان واقع ہے، یہاں قیام کی وجہ یہ تھی کہ غطفانی اہل خیبر کے حلیف تھے اور انہوں نے یہود خیبر کی مدد کے لیے لشکر بھی جمع کر لیا تھا، اگر مسلمان سیدھے جا کر خیبر پر حملہ آور ہوتے تو یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف یہود کی مدد کے لیے پہنچ جاتے اس لیے انہیں مرعوب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجیع میں قیام فرمایا اور ان لوگوں کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر ہم یہود کی مدد کے لیے خیبر جائیں گے تو مسلمان پچھے ہمارے گھروں پر حملہ کر دیں گے چنانچہ یہ لوگ خود اپنا خطرہ محسوس کر کے واپس ہوئے اور یہود خیبر کی مدد کا ارادہ انہوں نے ترک کر دیا۔ (۲۴)

(۱۹) دلائل النبوة بیہقی: ۱۹۷/۳

(۲۰) سیرت النبی: ۲۱۵/۲۔ بحوالہ زرقلی: ۲۱۷/۲۔

(۲۱) یکھے الدر المنثور فی التفسیر الاثور: ۵۱/۶۔ (۲۲) طبقات بن سعد: ۱۰۶/۲۔

(۲۳) طبقات بن سعد: ۱۰۶/۲۔ (۲۴) انکال لابن اثیر: ۱۳۷/۲

جب آپؐ خبیر کے قریب پہنچے تو داخل ہونے سے قبل صحابہؓ سے فرمایا ”ٹھہرو“ اور یہ دعا پڑھی  
 اللهم رب السموات وما اظللن، ورب الارضين وما اقللن، ورب الشياطين وما اضللن، ورب الرياح وما اذرين،  
 نسالك خیر هذه القرية وخیر اهلها، وخیر ما فيها، ونعوذ بك من شرها وشر اهلها وشر ما فيها، اقدموا بسم الله  
 روایات میں ان الفاظ سے مختصر الفاظ بھی آئے ہیں، لیکن ابن اثیر نے مذکورہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ (۲۵)

### خبیر پر حملہ اور محاصرہ!

خبیر آپؐ رات کے وقت پہنچے اور چونکہ آپؐ کی عادت مبارکہ رات کے وقت حملہ کرنے کی نہیں  
 تھی بلکہ آپؐ صبح کا انتظار کرتے تھے، اگر صبح اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ نہیں کرتے اور اگر اذان کی آواز  
 سنائی نہ دیتی تو آپؐ حملہ کر دیتے اس لیے آپؐ نے صبح تک انتظار کیا جب اذان کی آواز نہیں آئی تو آپؐ نے  
 حملہ کا ارادہ فرمایا، یہودی صبح اپنے باغات اور کھیتوں میں کام کرنے کے لیے نکلے جب آپؐ کو آتے دیکھا تو پکار  
 اٹھے، ”محمد والخمیس“ اور جا کر قلعوں میں محصور ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع  
 پر فرمایا۔ ”اللہ اکبر! خربت خبیر، انا اذانزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين“ (۲۶)

خبیر میں کئی قلعے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلعوں کی طرف بڑھے اور انہیں یکے بعد  
 دیگرے فتح کرتے رہے، ان قلعوں کی تعداد اور ان میں فتح کی ترتیب میں روایات مختلف ہیں لیکن اکثر اہل  
 مغازی نے چھ قلعوں کا ذکر کیا ہے۔

① سب سے پہلے ”قلعہ ناعم“ فتح ہوا، اس قلعہ کی فتح میں ایک صحابی محمود بن سلمہؓ شہید ہوئے،  
 حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی دلیری اور جانبازی کے ساتھ حملہ کیا اور دیر تک لڑتے رہے، تھک  
 کر کچھ دیر دم لینے کے لیے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے، کنانہ بن ربیع نے قلعہ کی فصیل سے چکی کا پاٹ  
 ان پر گرایا اور وہ شہید ہو گئے، لیکن یہ قلعہ بہت جلد فتح ہوا۔ (۲۷)

② قلعہ ناعم کے بعد مسلمان ”قلعہ قوص“ کی طرف بڑھے، یہ قلعہ تمام قلعوں میں سب سے  
 زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا، یہود کا مشہور پہلوان ”مرحب“ اسی قلعہ میں تھا جو ایک ہزار سواروں کے برابر  
 سمجھا جاتا تھا، اس قلعہ کا محاصرہ تقریباً بیس روز تک جاری رہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درد شقیقہ کی وجہ  
 سے خود میدان میں نہ آسکے، آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو جھنڈا دے کر بھیجا لیکن اس دن قلعہ فتح نہ ہو سکا،  
 پھر آپؐ نے دوسرے دن حضرت فاروق اعظمؓ کو جھنڈا دے کر روانہ فرمایا لیکن اس روز بھی باوجود شدید جنگ

(۲۵) اکال لابن اثیر: ۱۲ / ۱۲۷ (۲۶) الہدایۃ والنہایت: ۱۳ / ۱۳۳

(۲۷) اکال لابن اثیر: ۱۲ / ۱۲۸ - وسیرۃ ابن ہشام: ۱۲ / ۲۲۲

کے قلعہ فتح نہ ہو سکا، ایک دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اما واللہ، لا عطينها غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ياخذها عنوةً ” بعد اکل میں ایسے آدمی و علم دوں گا جو اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں، وہ اس قلعہ کو زبردستی فتح کر لے گا۔ “ اس رات ہر صحابی کو انتظار تھا کہ آپ کس کو جھنڈا عنایت فرمائیں گے اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا اس کو ملے، اگلے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا، حضرت علیؑ آشوب چشم کی وجہ سے وہاں موجود نہ تھے، آپ نے انہیں بلایا اور ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو شفا بخشی، پھر آپ نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا، چنانچہ حضرت علیؑ گئے، یہود کا مشہور پہلوان ”مرحب“ یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں اترا۔

قد علمت خيبر انى مرحبا

شاكى السلاح بطل مجرب

”خیبر جانا ہے کہ میں مرحب ہوں، سلاح پوش اور تجربہ کار ہوں“

حضرت سلمہ بن الاکوع کے بھائی عامر بن الاکوع اس کے مقابلہ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔

قد علمت خيبر انى عامر

شاكى السلاح بطل مغامر

مرحب نے ان پر وار کیا، حضرت عامر نے اپنی ڈھال سے اس کو روکا، پھر عامر نے تلوار سے اس پر وار کیا، تلوار پلٹ کر خود آپ کے گھٹنے پر آ کر لگی جس سے آپ شہید ہوئے، اس کے بعد حضرت علیؑ نے رجز پڑھتے ہوئے مرحب کے مقابلے کے لیے خود تشریف لائے۔

انا الذى ستمنى امى حيدره

كليث غابات كرىه المنظره

”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح نہایت ہی

ہیب ہوں۔“

مرحب بڑے جوش سے آیا لیکن حضرت علیؑ نے تلوار اس زور سے ماری کہ اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے، پھر مرحب کا بھائی ”یاسر“ آیا، مسلمانوں کی جانب سے حضرت زبیرؓ نے جا کر اس کا کام تمام کیا اور اس طرح بالآخر اللہ جل شانہ نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر قوموں کا یہ مضبوط قلعہ فتح فرمایا۔ (۲۸)

(۲۸) دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۱۴/۱۸۳-۱۹۰ البدایۃ والنہایۃ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ جس قلعہ کو حضرت علیؑ نے فتح کیا تھا وہ ”قوموں“ تھا بلکہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ قلعہ ”طیح و سلام“ تھا، البتہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جس قلعہ کو فتح کیا وہ ”قوموں“ تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ وكان اسم الحصن الذي فتحه عليؑ القموص، وهو من اعظم حصونهم۔ (فتح الباری: ۶/۳۶۸)

اس قلعہ سے بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے، ان ہی قیدیوں میں بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی حضرت صفیہؓ تھیں جو بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں۔ (۲۹) ۴ قلعہ قیوص کے فتح کرنے کے بعد مسلمان "قلعہ صعب بن معاذ" کی طرف بڑھے، یہ قلعہ اشیاء خورد و نوش کے لحاظ سے تمام قلعوں میں سب سے بڑا تھا، یہاں یہود نے خوراک کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا چنانچہ مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ اس کو بھی فتح کر لیا اور اس سے لشکر اسلام میں اشیاء خورد و نوش کی کمی کی شکایت دور ہوئی۔ (۳۰)

۵ اس کے بعد مسلمان "قلعہ" نامی قلعہ کی طرف بڑھے، یہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور اسی وجہ سے اس کو "حصن قلہ" کہتے تھے، یہ قلعہ بھی کافی مستحکم تھا، تین روز تک آپ نے اس کا محاصرہ جاری رکھا، اس اثناء میں ایک یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ ایک ماہ بھی ان کا محاصرہ کئے رہیں تب بھی یہ قلعہ فتح نہیں ہوگا کیونکہ کھانے کا سامان ان کے پاس وافر مقدار میں موجود ہے اور پانی یہ لوگ رات کے وقت اتر کر چوٹی کے دامن میں واقع چشمے سے بھر لیتے ہیں، لہذا اگر آپ قلعہ کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ان کے پانی کا راستہ بند کر دیجئے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ لوگ باہر جنگ کے لیے نکلے، جنگ ہوئی، تقریباً دس یہودی مارے گئے اور بعض مسلمان بھی شہید ہوئے اور قلعہ پر مسلمانوں نے بالآخر قبضہ کر لیا۔ (۳۱)

۶ اس کے بعد مسلمانوں نے دوسرے چھوٹے قلعوں کو بھی فتح کر لیا اور سب سے آخر میں "قلعہ و طیح" اور "قلعہ سلام" کی طرف متوجہ ہوئے، یہود دوسرے قلعوں سے نکل کر ان دو میں جمع ہو گئے تھے، مسلمانوں نے تقریباً چودہ دن ان دو قلعوں کا محاصرہ جاری رکھا، بالآخر یہود نے مجبور ہو کر سلام بن ابی الحقیق کو صلح کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلح ہو سکتی ہے لیکن شرط یہ ہوگی کہ خیر کو خالی کرنا پڑے گا، دوسری شرط یہ ہوگی کہ یہاں سے نہ سونا ساتھ لے جاسکتے ہو اور نہ چاندی، تیسری شرط یہ ہے کہ کوئی ہتھیار اور سامان حرب اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی چیز چھپانے کی اجازت ہوگی۔ (۳۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں کو یہود نے قبول کیا لیکن درمیان میں یہود نے بدعہدی کرتے ہوئے زیورات کے ایک تھیلے کو کہیں چھپا دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنانہ بن الربیع کو بلایا اور اس تھیلے کے بارے میں اس سے دریافت کیا، کنانہ نے کہا کہ وہ تو لڑائی میں خرچ ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں مال زیادہ تھا جبکہ لڑائی کی مدت اتنی طویل نہیں رہی، اس

طرح آپ نے ایک دو اور یہودیوں سے بھی دریافت کیا لیکن کسی نے حقیقت ظاہر نہیں کی، چنانچہ آپ نے ایک انصاری صحابیؓ کو حکم دیا کہ جاؤ، فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ کھودو، تھیلا وہاں ہے، وہ گئے، وہاں زمین کھودی تو دس ہزار دینار کی قیمت پر مشتمل زیورات کا تھیلا وہاں سے برآمد ہوا، چونکہ ان لوگوں نے مال چھپا کر شرائط صلح کی خلاف ورزی کی تھی اس لیے ان کو قتل کر دیا گیا۔ کنانہ بن الربیع تو اس لیے بھی قتل کا مستحق تھا کہ اس نے قلعہ ناعم کی فتح کے وقت محمد بن سلمہؓ کو شہید کیا تھا۔ (۳۳)

اہل فدک کو جب اطلاع ملی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا ہے تو انہوں نے محیصہ بن مسعود کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا جس میں انہوں نے مذکورہ شرائط پر صلح کے لیے آمادگی ظاہر کی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل فدک سے نصف اموال پر صلح کر لی اور فرمایا کہ جب بھی ہم چاہیں گے تو تمہیں نکال دیں گے اور اس طرح فدک بھی فتح ہو گیا۔ (۳۴)

غزوہ خیبر میں تقریباً چودہ پندرہ صحابہؓ شہید ہوئے اور ۳۹ یہودی مارے گئے۔ (۳۵)

۳۹۵۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَّارٍ : أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ التُّعْمَانَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ ، وَهِيَ مِنْ أَدْنَىٰ خَيْبَرَ ، صَلَّى الْعَصْرَ ، ثُمَّ دَعَا بِالْأَرْوَاحِ فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ ، فَأَمَرَ بِهِ فُقْرِي ، فَأَكَلَ وَأَكَلْنَا ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ ر : ۲۰۶ ]

کتاب الوضوء میں یہ روایت گزر چکی ہے۔ (۱)

۳۹۶۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ بَرِيدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَسِرْنَا لَيْلًا ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ : يَا عَامِرُ أَلَا تَسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ؟ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا حَدَاءً ، فَزَلَّ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ :

(۳۳) سيرة حلبية: ۲۲ / ۳

(۳۴) دلائل النبوة للبيهقي: ۲۲۶ / ۳ - فدک حجاز کے شمال میں مدینہ منورہ سے دو تین دن کے فاصلے پر خیبر کے قریب یہودیوں کی بستی تھی (دیکھیے

تعمیم البلدان: ۲۳۸ / ۳ - )

(۳۵) بئیرت مصطفیٰ: ۲۲۲ / ۲ -

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ / ۱ - ۲۳۳ -

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا  
فَاغْفِرْ فِدَاءَ لَكَ مَا اتَّقَيْنَا وَتَبَّتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَاقَيْنَا  
وَأَلْقَيْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صَبِحَ بِنَا أَيْنَا  
وَبِالصُّبْحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ هَذَا السَّائِقُ) . قَالُوا : عَامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ ، قَالَ : (بِرَحْمَةِ اللَّهِ) . قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : وَجِبْتَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ ؟ فَأَتَيْنَا خَيْرَ فَحَاصِرِنَا هُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ ، فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي فَتِحَتْ عَلَيْهِمْ ، أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَا هَذِهِ النَّيرانُ ؟ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ) . قَالُوا : عَلَى لَحْمٍ ، قَالَ : (عَلَى أَيِّ لَحْمٍ) . قَالُوا : لَحْمِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَهْرِيقُوهَا وَأَكْسِرُوهَا) . قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَوْ نَهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا ؟ قَالَ : (أَوْ ذَاكَ) . فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيرًا ، فَتَنَاوَلَ بِهِ سَاقَ يَهُودِيٍّ لِيَضْرِبَهُ ، وَيَرْجِعُ ذُبَابٌ سَيْفِهِ ، فَأَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةٍ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ ، قَالَ : فَلَمَّا قَفَّأُوا قَالَ سَلْمَةُ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي قَالَ : (مَا لَكَ) . قُلْتُ لَهُ : فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي ، زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كَذَبَ مَنْ قَالَهُ ، إِنَّ لَهُ لِأَجْرَيْنِ - وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ - إِنَّهُ بَجَاهِدٍ مُجَاهِدٌ ، قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ) . حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، قَالَ : (نَشَأَ بِهَا) . [ر : ۲۳۴۵]

یہ روایت حضرت سلمتہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی ہے ، آگے روایت میں عامر بن الاکوع کی شہادت کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے ، حضرت عامر بن الاکوع حضرت سلمتہ بن الاکوع کے بھائی نہیں بلکہ ان کے چچا ہیں ، حضرت سلمتہ کے والد کا نام ”عمرو“ ہے ، عمرو بن الاکوع حضرت عامر بن الاکوع کے بھائی ہیں ، لیکن عام طور پر حضرت سلمتہ کی نسبت ان کے دادا ”الاکوع“ کی طرف کر کے .... ”سلمتہ بن الاکوع“ کہتے ہیں ، ”الاکوع“ لقب ہے ، ان کا نام ”سنان“ تھا۔ (۲)

الاتسمعنامن ہنیہاتک

ہنیہات، ہنیہۃ کی جمع ہے اور ہنیہۃ ہنۃ کی تصغیر ہے جیسے سنیہۃ سنۃ کی تصغیر ہے، یہ



لفظ کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے ”فلان بن فلان“ کنایہ ہے اسی طرح ”ھن بن ھن“ اور ”ھنتہ بن ھنتہ“ بھی اہل عرب استعمال کرتے ہیں، یہاں ”ھنھتات“ سے مراد رجزیہ اشعار ہیں۔ (۳) حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے کسی آدمی نے کہا کہ آپ ہمیں کچھ رجزیہ اشعار نہیں سنائیں گے چنانچہ حضرت عامر نے سواری سے اتر کر قوم کے سامنے حدی خوانی شروع کر دی....

اللهم لولا انت ما اهدينا  
ولا تصدقنا  
فاغفر فداء لك ما ابقينا  
وثبت الاقدام ان لا قينا  
والقین مسکینة علینا  
انا اذا صبح بنا اتینا  
وبالصیاح عولوا علینا

اے اللہ! اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے اور نہ ہی ہم کوئی صدقہ کرتے اور نہ

نماز پڑھتے۔

اور ہم نے جو گناہ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ معاف فرما اور جنگ کے وقت ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، ہماری جانیں آپ کی رضا کے لیے قربان ہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں ”ما ابقینا“ کی بجائے ”ما اقتفینا“ ہے (۴) اور اسی کو اس رجز میں اشہر الروایات قرار دیا گیا ہے، ”اقتفاء“ کے معنی اتباع کے آتے ہیں، ”ما اقتفینا“ کے معنی ہوں گے ”ما تبعننا من الخطایا وما ارتکبنا من الذنوب“ یعنی جن گناہوں کے پیچھے ہم گئے اور جن معاصی کا ہم نے ارتکاب کیا اے اللہ تو ہمیں وہ معاف فرما۔ (۵) بعض روایات میں ”ما اتقینا“ بھی ہے، اس وقت معنی ہوں گے ”ما ترکنا من الاوامر“ یعنی ہم نے جن اوامر اور احکام خداوندی کی تعمیل نہیں کی وہ ہمیں معاف فرما۔ (۶) اور ہم پر سکینہ نازل فرما، اگر کوئی اپنی مدد کے لیے چیخا پکارتا، ہمیں بلائے گا تو ہم فوراً مدد کے لیے آجائیں گے۔ بعض روایات میں ”اتینا“ کی بجائے ”ایننا“ ہے، اس صورت میں معنی ہوں گے، اگر یہ کافر شور اور ہنگامہ کر کے ہمیں کفر کی طرف لوٹنے پر مجبور کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔ (۷) اور ہمیں مدد کے لیے بلانے والوں کا اپنی پکار پر اعتماد ہے، یعنی جو لوگ ہمیں مدد کے لیے بلاتے

(۳) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۲۵ (۴) صحیح مسلم، باب غزوة خيبر، رقم الحديث ۴۴۲۲ (۵) فتح الباری: ۴ / ۲۶۵ - ۲۶۶

(۶) فتح الباری: ۴ / ۲۶۶ (۷) فتح الباری: ۴ / ۲۶۶

ہیں ان کو یہ اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے کہ ان کی آواز پر ہم ان کی مدد کے لیے حاضر ہوں گے، اس صورت میں ”عوّلوا“ تعویل سے ماخوذ ہے، تعویل کے معنی اعتماد اور بھروسہ کے ہوتے ہیں، علامہ خطابی نے ”و بالصیاح عولوا علینا“ کے معنی ”اجلبوا علینا بصوت“ بیان کئے ہیں یعنی وہ کفار شور و ہنگامہ کے ساتھ ہمارے خلاف میدان میں آج آئے ہیں، اس صورت میں یہ ”عویل“ سے ماخوذ ہوگا، عویل کے معنی شور اور رفع الصوت کے آتے ہیں لیکن ابن التین نے ان پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ ”عویل“ سے ہے تو پھر ”اعولوا“ ہونا چاہیے، جبکہ روایت میں ”عولوا“ ہے۔ (۸) ایک ترجمہ اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ”ان کافروں نے شور مچا کر ہمارے مقابلہ میں مدد طلب کی ہے“ ”عوّل“ کے صلہ میں جب حرف ”باء“ آجائے تو اس کے معنی مدد طلب کرنے کے آتے ہیں تو ”و بالصیاح عولوا علینا“ کا مطلب ہوگا ”استغاثوا بالصیاح من اعدائنا علینا“ واللہ اعلم

### ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں دوسرے شعر میں ”فداء لک“ کہا ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ تقدیر یہاں ہوتا ہے جہاں فنا اور موت مقصور ہو، جب کہا جاتا ہے ”میں آپ پر قربان ہوں“ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ پر موت آنے کی بجائے مجھ پر آجائے اور میری زندگی آپ کو مل جائے اور یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے نہ موت مقصور ہے اور نہ فنا، پھر ”فداء لک“ کہنا کیسے ٹھیک ہوگا؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

- ① ایک جواب یہ دیا گیا ہے ”فداء لک“ کے ظاہری معنی یہاں مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار اور اللہ جل شانہ کی تعظیم کا بیان مقصود ہے۔ (۹)
- ② دوسرا جواب علامہ مازری نے دیا کہ ”فداء لک“ میں مضاف محذوف ہے۔ ای ”فداء لرضاک“ آپ کی رضا کے لیے ہماری جانیں فدا ہیں اور اللہ کی رضائوت ہو سکتی ہے، کتنے کفار ہیں جنہیں اللہ کی رضا حاصل نہیں ہے ان کے حق میں اللہ کی رضائوت شدہ ہے۔ (۱۰)
- ③ تیسری بات اس سلسلے میں یہ کہی گئی ہے کہ ”فداء لک“ میں خطاب اللہ جل شانہ سے نہیں ہے بلکہ سامع سے یہ خطاب جملہ معترضہ کے طور پر کیا گیا ہے، سامع کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے

(۸) فتح الباری: ۴/۳۶۶

(۹) فتح الباری: ۴/۳۶۵، وعدۃ القاری: ۱۷/۳۳۵۔

(۱۰) فتح الباری: ۴/۳۶۵، وعدۃ القاری: ۱۷/۳۳۵۔

شعراء ایسا کرتے ہیں۔ (۱۱) واللہ اعلم

جب حضرت عامر رضی اللہ عنہ یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من هذا السائق؟ یہ اونٹ ہانکنے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ”عامر ہے“ آپ نے فرمایا ”یرحمہ اللہ“ اللہ ان پر رحم فرمائیں اور ایسا بن سلمہ کی روایت میں الفاظ ہیں.... ”غفر لک ربک“

قال رجل من القوم: وجبت یا نبی اللہ، لولا امتعتنا ب

قوم میں سے ایک آدمی نے کہا یہ حضرت عمرؓ تھے جیسا کہ ایسا کی روایت میں تصریح ہے (۱۲) ”اے اللہ کے نبی! جنت اس کے لیے واجب ہوگئی، آپ نے اس کی بہادری سے ہمیں مزید فائدہ اٹھانے کا موقع کیوں نہیں دیا“۔ جہاد وغیرہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال فرماتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ شہید ہو جائے گا چونکہ حضرت عمرؓ کو یہ بات معلوم تھی اس لیے انہوں نے آپؐ سے یہ جملہ کہا۔ چنانچہ جب قوم نے صف بندی کی تو عامر نے ایک یہودی کی ساق پر مارنے کے لیے اپنی تلوار اٹھائی، تلوار چھوٹی تھی، جب وار کیا تو تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامرؓ کے گھٹنے کے کنارے کو آگئی جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہؓ خیر سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (عمکین) دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، لوک کہہ رہے ہیں کہ عامر کا عمل حبط (ضائع) ہو گیا ہے (کہ انہوں نے خودکشی کی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے یہ کہا ہے اس نے غلط کہا ہے، عامر کو تو دوہرا اجر ملے گا، دونوں انگلیوں کو آپ نے جمع کر کے اشارہ سے فرمایا کہ اس کو دوہرا ثواب ملے گا وہ تو کفار کے مقابلہ میں مشقت اٹھانے والا ایک مجاہد آدمی تھا۔

قل عربی مشی بہا مثلہ

”ایسا عربی جو زمین پر چلا ہو عامر کی طرح بہت کم ہے۔“ اور بعض نسخوں میں ”مشابہا مثلہ“ ہے یعنی کوئی دوسرا عربی عامر کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے وہ تو بے مثال آدمی تھا، اس سے ان کی فضیلت

(۱۱) فتح الباری: ۴ / ۲۶۵ - وتمدۃ القاری: ۱۷ / ۳۳۵ - یہاں کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ کتاب الجہاد میں گذرا ہے کہ یہ اشعار عبد اللہ بن روادؓ کے ہیں اور روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عامرؓ کے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے دونوں کو توارد ہوا ہو اور ایسا ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایک شاعر ایسے اشعار نظم کر لیتا ہے جو دوسرے نے پہلے سے نظم کئے ہوتے ہیں اور دوسرا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا کہ ممکن ہے حضرت عامرؓ نے اپنے ان اشعار میں حضرت عبد اللہ بن روادؓ کے اشعار بھی شامل کر لیے ہوں یعنی ان میں چند شعر تو حضرت عامرؓ کے ہیں اور باقی حضرت ابن روادؓ کے ہیں۔ (فتح الباری: ۴ / ۳۶۵)

(۱۲) فتح الباری: ۴ / ۳۶۶

اور فوقیت بیان کرنا مقصود ہے۔ (۱۳)

۳۹۶۲/۳۹۶۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى خَيْبَرَ لَيْلًا ، وَكَانَ إِذَا أَتَى قَوْمًا بَلِيلٌ لَمْ يَغْرُبْ بِهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُودُ بِمَسَاحِيهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا : مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ) .

المساحی: "مسحاة" کی جمع ہے، کدال کو کہتے ہیں۔

المکاتل: "مکتل" کی جمع ہے، ٹوکری کو کہتے ہیں۔

قالوا: محمد، والله، محمد والخميس

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بمعہ لشکر آگئے، لشکر کو "خمیس" کہتے ہیں اس لیے کہ لشکر پانچ

حصوں میں تقسیم ہوتا ہے ① مینہ ② میسرہ ③ قلب ④ مقدمہ ⑤ اور ساقہ (۱۳)

(۳۹۶۲) : أَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : صَبَحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً ، فَخَرَجَ أَهْلُهَا بِالْمَسَاحِي ، فَلَمَّا بَصُرُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ قَالُوا : مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( اللَّهُ أَكْبَرُ ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ) . فَأَصَبْنَا مِنْ لُحُومِ الْحُمْرِ ، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ : ( إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ ، فَإِنَّهَا رِجْسٌ ) .

[ر : ۳۶۴]

حمر کی دو قسمیں ہیں ایک اہلیہ والیہ اور دوسری وحشیہ، حُرُوشیہ کا گوشت بالاتفاق جائز ہے، حمر اہلیہ کا گوشت جمہور صحابہؓ اور ایماہ کے نزدیک حرام ہے البتہ حضرت ابن عباسؓ اور امام مالک سے ایک روایت میں اس کی حلت منقول ہے، طرفین کے دلائل آگے "کتاب الصيد والذبايح" میں "باب لحوم الحمر الاہلیہ" کے تحت آئیں گے۔

حمر اہلیہ میں حرمت لحم کی مختلف علتیں صحابہؓ نے بیان کی ہیں، کسی نے اس کی علت یہ بیان کی کہ

یہ بار برداری کا جانور ہے ، اگر اس کا گوشت کھانا شروع کر دیا جائے گا تو سواری اور بار برداری کے کام میں مشکل پیش آئے گی ، کسی نے کہا کہ وہ گندگی کھاتا ہے اس وجہ سے حرام قرار دیا گیا لیکن اصل علت وہی ہے جو حدیث مذکور میں بیان کی گئی ہے ”فانہا رجس“ کہ یہ نجس ہے اس وجہ سے حرام ہے۔ (۱۵)

۳۹۶۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَهُ جَاءٍ فَقَالَ : أَكَلْتَ الْحُمْرُ ، فَسَكَتَ ، ثُمَّ أَنَاهُ الثَّانِيَةَ ، فَقَالَ : أَكَلْتَ الْحُمْرُ ، فَسَكَتَ ، ثُمَّ أَنَاهُ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ : أَفَيْتَ الْحُمْرُ ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ : (إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ) . فَأَكْفَيْتَ الْقُدُورُ ، وَإِنَّمَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ . [۵۲۰۸ ، وانظر : ۳۶۴]

اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور دو مرتبہ آپ سے گدھوں کا گوشت کھانے کے متعلق دریافت کیا لیکن آپ خاموش رہے ، تیسری مرتبہ جب آیا تو آپ نے اس کی حرمت کا اعلان کیا۔

پہلی اور دوسری مرتبہ خاموش رہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت آپ کسی شغل میں مشغول تھے ان کے سوال کی طرف التفات نہیں ہوا ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ خاموش رہے ، بعد میں وحی کے ذریعہ اس کی حرمت آئی تو آپ نے اعلان فرمادیا۔

۳۹۶۵/۳۹۶۴ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الصُّبْحَ قَرِيبًا مِنْ خَيْبَرَ بَغْلَسٍ ، ثُمَّ قَالَ : (اللَّهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ) . فَخَرَجُوا يَسْعُونَ فِي السَّكَّكِ ، فَقَتَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُقَاتِلَةَ وَسَيَّ الدَّرِيَّةَ ، وَكَانَ فِي السِّيِّ صَفِيَّةُ ، فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ، ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَجَعَلَ عِنْتَهَا صَدَاقَهَا . فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ : يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ، أَنْتَ قُلْتَ لِأَنَسٍ : مَا أَضَدَّهَا ؟ فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَأْسَهُ تَصَدِيقًا لَهُ

(۳۹۶۵) : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : سَيَّ النَّبِيِّ ﷺ صَفِيَّةُ ، فَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا . فَقَالَ ثَابِتٌ لِأَنَسٍ :

ما أُصْدِقَهَا؟ قَالَ : أُصْدِقَهَا نَفْسَهَا ، فَأَعْتَقَهَا [ ر : ۳۶۴ ]

حدثنا سليمان بن حرب.... فجعل عتقها صداقتها

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کے عتق کو ہر مقرر کیا“ مذہب احناف کے لحاظ سے اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ اولاً ان کو مکاتبہ بنایا اور پھر بدل کتابت کو ان کا ہر مقرر کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر بھی ممول کر سکتے ہیں، یہ بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔

۳۹۶۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ التَّقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَأَقْتَلُوا ، فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَا الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ ، وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدْعُ لَهُمْ شَاذَةً وَلَا فَاذَةً إِلَّا اتَّبَعَهَا بِضَرْبِهَا بِسَيْفِهِ ، فَقِيلَ : مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ) . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : أَنَا صَاحِبُهُ ، قَالَ : فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ ، وَإِذَا أُسْرِعَ أُسْرِعَ مَعَهُ ، قَالَ : فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ ، فَوَضَعَ سَيْفَهُ بِالْأَرْضِ وَذَبَابُهُ بَيْنَ نَدْيَيْهِ ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ، قَالَ : (رَمَا ذَلِكَ) . قَالَ : الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ أَيْضًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ ، فَقُلْتُ : أَنَا لَكُمْ بِهِ ، فَخَرَجْتُ فِي طَلْبِهِ ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ ، فَوَضَعَ سَيْفَهُ فِي الْأَرْضِ وَذَبَابُهُ بَيْنَ نَدْيَيْهِ ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غِنْدُ ذَلِكَ : (إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ . وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) . [ ر : ۲۷۴۲ ]

۳۹۶۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : شَهِدْنَا خَيْبَرَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدْعِي الْإِسْلَامَ : (هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ) . فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ أَشَدَّ الْقِتَالِ حَتَّى كَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ ، فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحَةِ ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا أُسْهُمَا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهُ ، فَاسْتَدَّ رِجَالُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، صَدَّقَ اللَّهُ حَدِيثَكَ ، أَنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَقَالَ : (قُمْ يَا فُلَانُ ، فَأَذِّنْ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا

مُؤْمِنٌ ، إِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ )

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ شَيْبٌ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ . وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . تَابَعَهُ صَالِحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ : أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَيْبَرَ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، وَسَعِيدٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ ر : ۲۸۹۷ ]

حدثنا قتيبة.... عن سهل بن سعد الساعدي....

اس روایت میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی خودکشی کا واقعہ نقل کر رہے ہیں اور اس روایت سے متصل اگلی روایت میں حضرت ابوہریرہؓ بھی ایک آدمی کی خودکشی کا واقعہ نقل کر رہے ہیں، دونوں روایتوں کو پیش نظر رکھنے سے صاف نظر آئے گا کہ سہل بن سعد کی روایت میں ”خیبر“ کا ذکر نہیں ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ”شہدنا خیبر“ کی تصریح موجود ہے۔

حضرت سہل بن سعد کی روایت کے متعلق ابن التین کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ خیبر سے متعلق نہیں ہے، یہ کسی دوسرے غزوے کا واقعہ ہے، علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مشکل الصحیحین“ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت سہلؓ کی روایت کا یہ واقعہ غزوہ احد سے متعلق ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سہلؓ کی روایت کا واقعہ غزوہ خیبر ہی سے متعلق ہے، وہ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سہلؓ دونوں کی روایتوں میں درحقیقت ایک ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جو خیبر سے متعلق ہے، البتہ دونوں روایات میں معمولی سا فرق یہ ہے کہ حضرت سہلؓ کی روایت میں ہے کہ اس آدمی نے تلوار سے خودکشی کی تھی اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ اس نے تیر سے اپنے آپ کو ختم کیا تھا لیکن حافظ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے پہلے اس نے تیر سے خودکشی کی کوشش کی ہو جب اس سے کامیابی نہ ہوئی ہو تو پھر تلوار سے اپنے آپ کو ختم کر دیا ہو، ایک حدیث میں ایک چیز کا ذکر ہوا اور دوسری حدیث میں دوسری چیز کا۔ (۱۶)

امام بخاریؒ نے حضرت سہل کی روایت غزوہ خیبر میں بیان کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا

رحمان بھی یہی ہے کہ یہ واقعہ خیبر کا ہے۔ واللہ اعلم۔

فقیل: ما اجزانا لیوم احد کما اجز افلان

### حضرت شیخ الہند کا استدلال

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب اس مقام پر پہنچتے تھے تو تبسم فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد آگے بڑھ جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اس تبسم کی وجہ بیان فرمائی کہ حدیث میں آتا ہے... لا تجزی صلاة الابفاتحة الكتاب، حضرات شوافع اس حدیث کو نص فی ایجاب الفاتحة قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ نماز بغیر فاتحہ کے درست ہی نہیں ہوتی، حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ ”لا تجزی صلاة“ میں ”اجزاء“ سے اجزاء کامل مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ نماز بغیر فاتحہ کے کامل نہیں ہے۔ حنفیہ کی یہ توجیہ حدیث باب میں سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، یہاں سب یہی کہتے ہیں کہ ”ما اجزانا“ کے اندر جس اجزاء کا ذکر ہے اس سے اجزاء کامل مراد ہے ورنہ قتال تو اور لوگوں نے بھی کیا تھا، یہودیوں کو دوسرے لوگوں نے بھی قتل کیا تھا لیکن یہاں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کامل طور پر مکمل بہادری کے ساتھ قتال اس شخص نے کیا ہم میں سے کسی اور نے اس طرح قتال نہیں کیا۔ (۱۷)

جس آدمی نے خودکشی کی تھی اس کا نام ”قرمان ظفری“ تھا اور اس کی کنیت ”ابوالغیداق“ تھی، (۱۸) کتاب المغازی کے شروع میں ”جہاد کے اغراض و مقاصد“ میں یہ قصہ میں آپ کو بتا چکا ہوں۔

فقال رجل من القوم: انا صاحبہ

اس آدمی کا نام حافظ ابن حجر نے ”اکثم بن ابی الجون خزاعی“ بتایا ہے، (۱۹) انہوں نے فرمایا میں

اس شخص کے ساتھ رہوں گا۔

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعيب عن الزهري... ان الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر

اگر فاجر سے مراد فاسق ہے تو بات ہلکی ہے، ایک آدمی گنہگار اور فاسق ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے

دین کی خدمت اس سے لے لیتے ہیں، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی آدمی اگر دین کی خدمت میں لگا ہوا

ہے تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ کے ہاں مقبول بھی ہے۔ اور اگر فاجر سے مراد کافر ہے تو پھر بات بہت سخت

ہے یعنی وہ آدمی جو کبھی بھی جنت میں نہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بھی اپنے دین کا کام لے لیتے ہیں،

اس لیے بہت ڈرتے رہنا چاہیے، دین کی کوئی خدمت اگر ہم سے اور آپ سے ہو رہی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ

(۱۷) فیض الباری: ۲۲۲/۲

(۱۸) فتح الباری: ۲۲۲/۲ (۱۹) فتح الباری: ۲۲۲/۲



یہ اللہ کے ہاں مقبولیت کی دلیل ہو، وہ تو اپنے دین کی تائید فاستوں اور کافروں سے بھی کرا دیتے ہیں۔

تابعہ معمر عن الزہری

اس سے پہلی روایت شعیب نے زہری سے نقل کی ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعیب کی متابعت معمر نے کی ہے، معمر نے بھی یہ روایت زہری سے نقل کی ہے، اس متابعت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب القدر میں موصولاً نقل کیا ہے، کتاب الجہاد میں بھی امام بخاری نے یہ متابعت موصولاً ذکر کی ہے البتہ وہاں زہری سے معمر تھا روایت نہیں کرتے بلکہ معمر اور شعیب دونوں زہری سے روایت کرتے ہیں۔ (۲۰)

وقال شبيب عن يونس عن ابن شهاب.... ان ابا هريرة قال شهدنا مع النبي صلى الله عليه وسلم

حينئذ

اس تعلق سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری سے یونس بن یزید نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ روایت نقل کی ہے لیکن یونس کی روایت شعیب عن الزہری اور معمر عن الزہری دونوں کی روایت کے خلاف ہے، کیونکہ شعیب اور معمر دونوں نے اپنی روایت میں ”خیر“ کی تصریح کی ہے جبکہ یونس کی اس روایت میں ”خیر“ کے بجائے ”حنین“ کی تصریح ہے۔

وقال ابن المبارک عن يونس عن الزهري عن سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم

اس سے پہلی تعلق ”شبيب عن يونس“ تھی، یہ ”تعلق ابن المبارک عن يونس“ ہے، البتہ وہ موصولاً تھی اور یہ مرسل ہے کیونکہ ”سعيد“ کے بعد صحابی کا ذکر نہیں ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ”شبيب عن يونس“ کی روایت میں ”حنين“ کا ذکر ہے اسی طرح ”ابن المبارک عن يونس“ کی روایت میں بھی ”حنين“ کا ذکر ہے۔

تابعہ صالح عن الزہری

یعنی ابن المبارک کی متابعت صالح بن کیسان نے کی ہے، مطلب یہ ہے کہ ”ابن المبارک عن يونس عن الزہری“ کی روایت مرسل منقول ہے اسی طرح زہری سے صالح بھی اس روایت کو مرسل ذکر کرتے ہیں، اس متابعت کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲۱)

وقال الزبيدي: اخبرني الزهري: ان عبدالرحمن بن كعب، اخبره ان عبدا لله بن كعب، قال:

اخبرني من شهد مع النبي صلى الله عليه وسلم خيبر

اس سے پہلے ایک تعلق ”قال شبيب“ گذری ہے، امام بخاری ”قال الزبيدي“ سے دونوں کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، پہلی تعلق میں ”عبدالرحمن بن عبد اللہ بن كعب“ ہے، زبيدي کی اس

تعلیق میں ”عبدالرحمن بن کعب“ ہے یہاں ”عبداللہ“ جو ”عبدالرحمن“ کے والد ہیں ان کا نام اختصاراً حذف کر دیا اور ”عبدالرحمن بن کعب“ کہہ دیا حالانکہ ”عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب“ ہونا چاہیے تھا، نیز اس تعلیق میں عبدالرحمن براہ راست حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں اور یہاں عبید اللہ بن کعب سے نقل کر رہے ہیں، اسی طرح وہاں ابوہریرہؓ کے نام کی تصریح ہے اور یہاں کسی صحابی کے نام کی تصریح نہیں بلکہ ”من شہد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر“ کہا ہے البتہ وہاں ”حنین“ کی تصریح تھی اور یہاں ”خیبر“ کی تصریح ہے۔

قال الزہری: واخبرنی عبید اللہ بن عبداللہ وسعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعض نے ”عبید اللہ بن عبداللہ“ کے بجائے ”عبداللہ بن عبداللہ“ نقل کیا ہے، یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پوتے ہیں، یہ روایت بھی مرسل ہے۔

ان تعلیقات سے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کے مختلف طرق کی طرف اشارہ کر کے معمر اور شعیب کی روایت کو ترجیح دینا چاہتے ہیں، معمر اور شعیب کی روایت میں خیبر کی تصریح آتی ہے، ”یونس عن الزہری“ کی روایت میں ”حنین“ کا ذکر ہے، یونس کی وہ روایت عبدالرحمن کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے موصولاً منقول ہے، امام بخاری نے اس کے بعد زبیدی کی تعلیق ذکر کی جس میں عبدالرحمن نے خیبر کی تصریح کی ہے، تو جن روایات میں ”حنین“ کا ذکر آیا ہے وہ موصولاً بھی منقول ہیں اور مرسل بھی، پھر ان میں بعض طرق میں ”حنین“ کے بجائے ”خیبر“ کا ذکر ہے اس لیے معمر اور شعیب کی روایت ہی صحیح اور راجح ہے، علامہ ذہلی نے بھی معمر اور شعیب کی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ (۲۲) اور امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا کہ حنین کے بجائے ”خیبر“ ہی صحیح ہے۔ (۲۳) امام بخاریؒ نے حنین والی روایات تعلیقاً ذکر کر کے لفظ ”حنین“ کی غلطی پر تنبیہ فرمائی ہے۔

۳۹۶۸ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ ، أَوْ قَالَ : لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ : اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَرْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ ، إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا ، إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا ، وَهُوَ مَعَكُمْ) . وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ، فَقَالَ لِي : (يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ) . قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ،

قَالَ : (أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَثْرٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ) . قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي ، قَالَ : (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ) . [ر : ۲۸۳۰]

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر سے جب حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف آنے لگے تو راستہ میں ایک وادی میں صحابہؓ نے بلند آواز سے تکبیر کہنی شروع کی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ”اربعوا ۲۴ انفسکم، انکم لاتدعون اصم ولا غائبا، انکم تدعون سمیعا قریبا، وھو معکم“ یعنی اپنے ساتھ نرمی اختیار کرو (زیادہ زور سے نعرہ مت لگاؤ) کیونکہ تم بہرے یا غائب کو تو پکار نہیں رہے ہو، جس ذات کو تم پکار رہے ہو وہ سمیع اور قریب ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ کہتے سنا تو فرمایا، عبد اللہ بن قیس! میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، میں نے کہا، کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“.... ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ کا ورد ۹۹ بیماریوں کے لیے شفا ہے اور ان میں سے ہکلی اور کم سے کم بیماری ”ہم“ ہے۔ (۲۵) جس میں آدمی کو پریشانی ہوتی ہے اور انسان کے دل کا سکون زائل ہو جاتا ہے، ہم کی وجہ سے اور بھی بہت سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنت کا خزانہ کہا ہے یہ بہت بڑی چیز ہے۔

اس روایت کے شروع میں ہے ”لماتوجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اس سے خیبر کی طرف متوجہ ہونا مراد نہیں ہے بلکہ خیبر فتح کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے کیونکہ حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے عقب میں تھا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابو موسی اشعریؓ فتح خیبر کے بعد حبشہ سے آئے تھے جیسا کہ آگے روایت آرہی ہے، اس لیے روایت میں ”توجه الی خیبر“ مراد لینا درست نہیں ہے۔ (۲۶)

۳۹۶۹ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ : رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا مُسْلِمٍ ، مَا هَذِهِ الضَّرْبَةُ ؟ فَقَالَ : هَذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ ، فَقَالَ النَّاسُ : أُصِيبَ سَلَمَةُ ، فَاتَّيَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ ، فَمَا أَشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ

(۲۴) اربعوا. معناه ارفعوا، يقال. رجع عليه يرفع ربعاً اذا كف عنه، و اربع على نفسه كف عنها و ارفع بها (عمدة القاری: ۲۴۱/۶)

(۲۵) دیکھیے مستدرک حاکم: ۵۳۲/۱۔ نیز اتحاف السادة المتقين: ۳۶۶/۹۔

(۲۶) عمدة القاری: ۲۴۱/۱۷

حضرت یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمۃ بن الاکوع کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا تو ان سے میں نے دریافت کیا کہ یہ کس چیز کا نشان ہے؟ فرمانے لگے، جنگ خیبر میں تلوار کی یہ ضرب لگی تھی، اس وقت لوگوں نے کہا سلمہ زخمی ہو گیا (یعنی اب بچنا مشکل ہے یہ ضرب جان لیوا ثابت ہوگی) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ نے تین بار اس پر دم فرمایا تو میری تکلیف ایسی ختم ہوئی کہ آج تک پھر کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

۳۹۷۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَهْلِ قَالَ :  
 اتَّفَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ ، فَاقْتَتَلُوا ، فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ ،  
 وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدْعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَةً وَلَا فَاذَةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضْرَبَهَا بِسَيْفِهِ ، فَقِيلَ :  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا أَجْزَأَ أَحَدًا مَا أَجْزَأَ فُلَانٌ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ) . فَقَالُوا : أَيُّنَا مِنْ  
 أَهْلِ الْجَنَّةِ ، إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : لَا تَبِعْنَهُ ، فَإِذَا أَسْرَعَ وَأَبْطَأَ  
 كُنْتُ مَعَهُ ، حَتَّى جُرِحَ ، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ ، فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ،  
 ثُمَّ نَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَجَاءَ الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ،  
 فَقَالَ : (وَمَا ذَاكَ) . فَأَخْبَرَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ،  
 وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ . وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ، فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) .

[ر : ۲۷۴۲]

۳۹۷۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَاعِيُّ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ  
 قَالَ : نَظَرَ أَنَسٌ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَرَأَى طَيَالِسَةً ، فَقَالَ : كَانَهُمْ السَّاعَةَ يَهُودٌ خَيْرٌ

محمد بن سعید خزاعی کی بخاری میں صرف دو روایتیں آئی ہیں، ایک یہ اور ایک کتاب الجہاد میں گذری ہے (۲۷) اور زیاد بن الربیع کی فقط یہی ایک روایت بخاری میں ہے۔ (۲۸)  
 نظر انس الی الناس یوم الجمعة، فرأی طیالسة، فقال: کانهم الساعة یهود خیر  
 ”حضرت انسؓ نے جمعہ کے دن لوگوں کو دیکھا کہ سب چادریں لے ہوئے ہیں فرمایا یہ لوگ اس  
 وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح لگ رہے ہیں۔“

طیالسة ”طیلسان“ کی جمع ہے، چادر کو کہتے ہیں، چونکہ یہ ایک خاص قسم کی سیاہ چادر تھی جو یہود

استعمال کرتے تھے اس لیے حضرت انسؓ کو یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی کہ ان کے ساتھ مسلمان مشابہت اختیار کریں، جہاں تک مطلق چادر کے استعمال کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج اور گراہت نہیں ہے۔

۳۹۷۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عَيْدٍ ، عَنْ مَسْلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْرٍ ، وَكَانَ رَمِدًا ، فَقَالَ : أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمَّا بَتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِي فُتِحَتْ ، قَالَ : (لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ غَدًا ، أَوْ : لِيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ) . فَنَحْنُ نَرْجُوهَا ، فَقِيلَ : هَذَا عَلِيٌّ ، فَأَعْطَاهُ ، فَفُتِحَ عَلَيْهِ . [ر : ۲۸۱۲]

اس روایت میں حضرت علیؓ کو جھنڈا دینے کا واقعہ نقل کیا ہے جس کی تفصیل قلعہ قوص کی فتح میں گزر چکی۔

۳۹۷۳ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرٍ : (لَأُعْطِينَ هَذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ ، يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ) . قَالَ : فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا ، فَقَالَ : (أَبْنِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ) . فَقِيلَ : هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ ، قَالَ : (فَارْسِلُوا إِلَيْهِ) . فَأَتِي بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ ، فَبَرَأَ حَتَّى كَانُوا لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ ، فَقَالَ عَلِيٌّ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا ؟ فَقَالَ : (انْفِذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ) .

[ر : ۲۷۸۳]

انفد علی رسلک یونہی اسی حال میں چلے جاؤ، ثم ادعہم الی الاسلام، پھر انہیں اسلام کی

دعوت دو۔

جہاد سے قبل اسلام کی دعوت

اس مسئلہ میں ایسے کا اختلاف ہے کہ کفار کے ساتھ اسلام کی دعوت دینے سے قبل جہاد کرنا جائز ہے

یا نہیں، عام طور پر اس مسئلہ میں تین مذاہب بیان کئے جاتے ہیں۔

① دعوت الی اسلام مطلقاً واجب ہے اس وقت تک کافروں سے قتال جائز نہیں ہے جب تک انہیں اسلام کی دعوت نہ دی جائے، چاہے ان کو اسلام کی دعوت اس سے پہلے پہنچی ہو یا نہیں، حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ (۲۹)

② دعوت الی الاسلام مطلقاً واجب نہیں، یعنی چاہے اسلام کی دعوت کافروں تک پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو تاہم ان کے ساتھ قتال کرنے سے قبل ان کو اسلام کی دعوت دینا کوئی ضروری نہیں، یہ مذہب امام شافعی سے ایک روایت میں منقول ہے۔ (۳۰)

③ تیسرا مذہب جمہور ایسہ کا ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی قوم کو قتال سے پہلے اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تو ایسی صورت میں دعوت الی الاسلام واجب ہے اور بغیر دعوت کے قتال جائز نہیں ہے اور اگر اس قوم کو اسلام کی دعوت، قتال سے پہلے پہنچی ہے تو قتال سے قبل اس کو اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے، یہی صحیح اور جمہور ایسہ کا مذہب ہے۔ (۳۱)

### تعبیہ

حافظ ابن حجر نے حضرات حنفیہ کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دعوت الی الاسلام مستحب ہے اور اگر بغیر دعوت کے قتال کیا جائے تو جائز ہے (۳۲) لیکن حافظ نے حنفیہ کا مذہب صحیح نقل نہیں کیا ہے، حنفیہ کا مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصریح فرمائی ہے، «لا یجوز ان یقاتل من لم تبلغ الدعوة الی الاسلام الا ان یدعوہ... ویستحب ان یدعو من بلغته الدعوة» (۳۳) واللہ اعلم

۳۹۷۶/۳۹۷۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ (ح) وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عَمْرِو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمْنَا خَيْبَرَ ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حَمِيٍّ بْنِ أَخْطَبٍ ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا ، فَأَصْطَفَاهَا النَّبِيُّ ﷺ لِنَفْسِهِ ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ ، فَبَنَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ،

(۲۹) فتح الباری: ۴/۲۷۸ (۳۰) فتح الباری: ۴/۲۷۸ (۳۱) فتح الباری: ۶/۱۰۸

(۳۲) چنانچہ حافظ لکھتے ہیں وعن الحنفیة تجوز الاغارة عليهم مطلقاً وتستحب الدعوة لفتح الباری: ۴/۲۷۸۔

(۳۳) ہدایہ، کتاب السیر۔ بشرح فتح القدر: ۵/۱۹۷۔

ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطْعٍ صَغِيرٍ ، ثُمَّ قَالَ لِي : ( آذِنَ مِنْ حَوْلِكَ ) فَكَانَتْ تِلْكَ وَوَلِيْمَتُهُ عَلَيَّ صَفِيَّةً ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ ، وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَيَّ رُكْبَتِي حَتَّى تَرُكِبَ .

(۳۹۷۵) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ بَحْبِي ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ : سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقَامَ عَلَيَّ صَفِيَّةَ بِنْتِ حَبِيٍّ بِطَرِيقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، حَتَّى أُعْرَسَ بِهَا ، وَكَانَتْ فِيمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ .

(۳۹۷۶) : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُتَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ ، فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَوَلِيْمَتِهِ ، وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ ، وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِلَالًا بِلَا نِطْعٍ فُبَسِطَتْ ، فَأَلْفَى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ : إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ ؟ فَقَالُوا : إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، وَإِنْ لَمْ يَحْجُبَهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُهُ . فَلَمَّا أَرْتَحَلَ وَطَأَ لَهَا خَلْفَهُ ، وَمَدَّ الْحِجَابَ [ ر : ۳۶۴ ]

حدثنا عبدالغفار

یہ روایت اور اس کے ساتھ آگے کی دو روایتیں حضرت انسؓ سے مروی ہیں، ان تینوں روایات میں حضرت انسؓ نے حضرت صفیہؓ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کے واقعے کو بیان کیا ہے۔

حضرت صفیہؓ

یہ سردار بنی نصریحی بن اخطب کی صاحبزادی ہیں، پہلے ان کا نکاح سلام بن مشکم نامی ایک یہودی سے ہوا، اس کے انتقال کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے عقد نکاح میں آئیں، جب قلعہ قوص فتح ہوا تو حضرت صفیہؓ بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ قید ہو کر آئیں، کنانہ بعد میں اپنی بدعہدی کی وجہ سے قتل کیا گیا (جس کی تفصیل گذر چکی) حضرت وحیہ کلبی نے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی طلب کی تو آپؐ نے حضرت صفیہؓ ان کے حوالہ کیں، لیکن صحابہؓ نے آپؐ سے کہا کہ حضرت صفیہؓ سردار کی بیٹی ہیں اور حسن وجمال کے اعتبار سے بھی ممتاز ہیں اس لیے آپؐ ان کو اپنے پاس رکھیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ کو دوسری باندی دی اور حضرت صفیہؓ سے آپؐ نے خود نکاح کر لیا۔ (۳۳)

واپسی پر جب مقامِ صہباء پر آپؐ پہنچے تو حضرت صفیہؓ (ماہواری سے) پاک ہوئیں، اس مقام پر آپؐ نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری اور تین دن وہاں قیام فرمایا، سادہ سا ولیمہ کیا گیا، دسترخوان پچھا کر کھجور، پنیر اور گھی سے بنا ہوا ”خیس“ صحابہؓ نے کھایا۔

حضرت صفیہؓ بڑی عاقلہ، حلیمہ اور فاضلہ خاتون تھیں، حافظ ابن حجر نے ”الاصابة“ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ صہباء سے پہلے ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت صفیہؓ کی خواہش یہ ہوئی کہ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائیں، چنانچہ آپؐ واپس ہوئے، بعد میں جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمانے لگیں، چونکہ وہ مقامِ یہود خیبر کے قریب تھا، آپؐ کو میرے قریب پا کر یہودی آپؐ کے خلاف سازش کر سکتے تھے، اس خطرہ کی وجہ سے میں نے چاہا تھا کہ آپؐ میرے قریب وہاں نہ رہیں۔ (۲۵)

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے حضرت صفیہؓ کو اختیار دیا کہ وہ اگر چاہیں تو آزاد ہو کر اپنے گھر چلی جائیں اور اگر چاہیں تو آپؐ کے نکاح میں آنا قبول کریں، حضرت صفیہؓ نے دوسری صورت اختیار کر کے آپؐ کے نکاح میں آنا قبول کیا۔ (۲۶)

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے فتح خیبر سے قبل خواب دیکھا تھا کہ چاند میرے گود میں آ گیا ہے، جب یہ خواب اپنے شوہر کنانہ کو سنایا تو اس نے طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا کہ تو بادشاہِ مدینہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمنا کرتی ہے، اس طمانچہ کا نشان حضرت صفیہؓ کے چہرے پر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نشان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہ قصہ سنایا۔ (۲۷)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفا میں تھے تو تمام امہات المؤمنینؓ آپؐ کے ارد گرد جمع ہوئیں، حضرت صفیہؓ نے آپؐ کی تکلیف دیکھ کر کہا، واللہ، یا نبی اللہ، لو ددت ان الذی بکبى ”اے اللہ کے نبی! بخدا میں چاہتی ہوں کہ جو تکلیف آپؐ کو ہے، یہ مجھے ہوتی“ اس جملے پر باقی ازواجِ مطہراتؓ نے ان کو گھور کر دیکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ازواجؓ کے اس گھورنے کو ناپسند کیا اور فرمایا، ”واللہ، انہا لصادقة“ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ یہ جملہ انہوں نے کسی تصنع کی وجہ سے نہیں کہا بلکہ سچ کہا اور دل سے کہا ہے۔ (۲۸) حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۰ھ یا ۵۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ (۲۹) اب ذرا روایات کے مشکل الفاظ دیکھ لو۔

(۲۵) الاصابة فی تمييز الصحابة: ۳/۲۳۷ (۲۶) مسند امام احمد بن حنبل: ۲/۱۲۸۔

(۲۷) سیرت ابن ہشام: ۳/۲۵۰-۲۵۱ (۲۸) الاصابة فی تمييز الصحابة: ۳/۲۳۷-۲۳۸ (۲۹) الاصابة فی تمييز الصحابة: ۳/۲۳۷-۲۳۸



فاصطفاها النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ

اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو اپنے لیے مال غنیمت کے حصے میں منتخب کیا، عام مسلمانوں کو مال غنیمت میں جتنا حصہ ملتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خمس کے علاوہ مال غنیمت میں اتنا ہی حصہ ملتا تھا تو جو حصہ خیبر کے عام مال غنیمت سے آپ کو ملتا تھا اسی میں آپ نے حضرت صفیہؓ کا انتخاب کیا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ”صفی“ کے طور پر ان کو اپنے لیے متعین کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل یہ اختیار ہوتا تھا کہ جو چیز آپ کو پسند ہو وہ آپ لے لیں جس کو اصطلاح میں صفی کہا جاتا ہے، حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ کا نام ”زینب“ تھا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صفی کے طور پر ان کا انتخاب اپنے لیے کیا تو اس وقت سے ان کا نام ”صفیہ“ ہو گیا۔ (۴۰)

ثم صنع حیسافی نطع صغیر

حیس، کھجور، پنیر اور گھی سے بنا ہوا ایک مخصوص کھانا ہوتا تھا جو عربوں کے ہاں بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نطع: چمڑے کے دسترخوان کو کہتے ہیں، اس کی جمع ”انطاع“ آتی ہے۔

فرايت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لہا وراءہ بعباءة

یعنی میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے لیے اپنے پیچھے چادر کے ذریعہ جگہ بنا رہے تھے، مطلب یہ ہے کہ آپ حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے بٹھانے کے لیے چادر درست کر رہے تھے تاکہ وہ اس پر بیٹھیں۔ یحوی لہا، کے معنی ہیں، یجعل لہا حویۃ، حویہ، اس چادر کو کہتے ہیں جو اونٹ وغیرہ پر سوار شخص اپنے ارد گرد بچھاتا ہے، (۴۱) عباءة، سے مراد بھی چادر ہے۔

۳۹۷۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ :

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مُحَاصِرِي خَيْبَرَ ، فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ ، فَزَوْتُ لِإِخْذِهِ ، فَالْتَفَتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ .

[ ر : ۲۹۸۴ ]

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا ہوا تھا، ایک آدمی نے ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی اس کو لینے کے لیے میں نے چھلانگ لگائی، اچانک دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی تشریف فرما تھے تو میں شرمندہ ہوا، چونکہ بھوک کی شکایت عام ہو گئی تھی اس لیے حضرت عبداللہؓ

اس چربی کی تھیلی کی طرف پڑھے ، اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اشیاء خوردونوش کی اگر کسی کو ضرورت ہو تو مال غنیمت کی تقسیم سے قبل بقدر ضرورت لینا جائز ہے ، اسی طرح اسلحہ وغیرہ اگر جہاد میں استعمال کرنے کے لیے مال غنیمت کی تقسیم سے قبل لے لیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بعد میں انہیں واپس کرنا ہوگا۔

۳۹۷۸ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ الثُّومِ ، وَعَنْ لَحْمِ

الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ

نَهَى عَنْ أَكْلِ الثُّومِ : هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَحَدَهُ . وَلَحْمِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ : عَنْ سَالِمٍ

[۳۹۸۰ ، ۳۹۸۱ ، ۵۲۰۲ ، وانظر : ۸۱۵]

اس روایت کو عبید اللہ نافع اور سالم سے نقل کرتے ہیں ، آگے جا کر انہوں نے بتایا کہ اکلِ ثوم کا مسئلہ میں نے نافع سے روایت کیا ہے اور لحم الحمر الاہلیہ کا مسئلہ میں نے سالم سے روایت کیا ہے ، دونوں کو چونکہ پہلے جمع کر دیا تھا تو کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ دونوں سے دونوں مسئلے منقول ہیں اس لیے آگے وضاحت کر دی۔

جمہور کے نزدیک لہسن کھانا جائز ہے البتہ اس بات کی احتیاط ہونی چاہیے کہ پکا کر اس کو استعمال کیا جائے تاکہ اس کی بدبو اذیت کا سبب نہ ہو۔

۳۹۷۹ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِمَا ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ مُتَعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ ، وَعَنْ أَكْلِ لَحْمِ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ . [۴۸۲۵ ، ۵۲۰۳ ، ۶۵۶]

یہ روایت حضرات اہل بیت سے منقول ہے ، حضرت ابن شہاب کے بعد کے سارے راوی اہل بیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

نکتہ

اس روایت کے ایک راوی ”حضرت محمد بن علی“ ہیں ، ان کی والدہ کا نام حنفیہ ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں ، عام طور سے والدہ کی طرف نسبت کر کے ان کو ”محمد بن حنفیہ“ ہی

کہا جاتا ہے ، حنفیہ حضرت علیؑ کی باندی تھیں۔

رافضی ان کو ”الہ اصغر“ مانتے ہیں ، عجیب بات یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ جس باندی سے پیدا ہوئے ہیں ، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہاد میں مال غنیمت میں آئی تھیں اور حضرت علیؑ کو ملی تھیں ، پھر ان سے حضرت علیؑ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے تو اگر العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حق بجانب نہیں تھے ، اور معاذ اللہ وہ ایمان سے خارج تھے اور وہ غاصب اور ظالم تھے تو پھر ان کا جہاد بھی اسلامی جہاد نہیں ہو سکتا اور اس جہاد میں جو مال غنیمت ہاتھ آئے گا اس کو بھی اسلامی غنیمت نہیں کہہ سکتے ہیں ، چنانچہ اس غنیمت میں جو باندی ملے گی اس پر بھی ملک یمین صحیح ثابت نہیں ہوگی تو اس طرح الہ اصغر کا نسب مشکوک ہو جائے گا اس لیے روافض کو خیال رکھنا چاہیئے کہ حضرت صدیقؓ کی شان میں گستاخیاں کرنے سے مآل اور انجام کیا نکلتا ہے ، ان کے الہ اصغر کے نسب میں اس سے طعن کا موقع پیدا ہوتا ہے۔

### حرمت متعہ

اس روایت میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے ، یہ بات تو آگے آئے گی کہ متعہ کو خیبر میں حرام قرار دیا گیا یا فتح مکہ میں یا غزوہ اوطاس میں یا حجتہ الوداع میں یا تبوک میں البتہ متعہ کی حرمت جو باجماع امت ایک متفق علیہ مسئلہ ہے ، اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنی ہیں۔

### روافض کے نزدیک متعہ اور اس کا رتبہ

اہل تشیع اور روافض کے نزدیک متعہ نہ صرف سہ ہے بلکہ عظیم ترین عبادت ہے ، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے تو اس کا درجہ حضرت حسینؑ کے برابر ہو جاتا ہے اور اگر یہ سعادت اس کو دوسری بار بھی حاصل ہو جائے تو وہ حضرت حسنؑ کے مرتبہ کے مساوی ہو جاتا ہے اور جو تین مرتبہ متعہ کرے تو اس کا درجہ حضرت علیؑ کے برابر ہو جاتا ہے اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اس کا درجہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو جاتا ہے ، کہتے ہیں کہ متعہ کرنے والا جب متعہ کے بعد غسل کرتا ہے تو غسل کے دوران گرنے والے قطرات میں ہر قطرہ سے فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس متعہ کرنے والے کے

لیے مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرتا رہتا ہے، متعہ کی یہ فضیلت خود ان کی کتابوں میں درج ہے۔ (۱)

### متعہ، روافض خالص زنا ہے

روافض کے ہاں جو متعہ رائج ہے یہ خالص زنا ہے، ان کے متعہ میں گواہ نہیں ہوتے، ولی نہیں ہوتا، نفقہ واجب نہیں ہوتا، سکنی، عدت، میراث اور نسب نام کی کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی، بس ایک مرد ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کے لیے اجرت کے عوض معاہدہ کر لیتا ہے (۲) اور ظاہر ہے کہ اسی باہمی رضامندی سے عام طور پر زنا بھی ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ زنا میں اجرت کا طے ہونا کوئی ضروری نہیں، زنا بغیر اجرت کے بھی ہوتا ہے اور اجرت کے ساتھ بھی، اور متعہ میں اجرت ہوتی ہے، کسی بھی دین سماوی میں کبھی بھی جس طرح زنا حلال نہیں ہوا اسی طرح روافض کا مذکورہ متعہ بھی حلال نہیں ہوا۔

### حلت متعہ پر آیت قرآنیہ سے روافض کا غلط استدلال

متعہ کی حلت پر روافض قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة، ولا جناح عليكم فيما تراضيتن به من بعد الفريضة، ان الله كان عليماً حكيماً (۳)

روافض کہتے ہیں کہ اس آیت میں متعہ کا بھی ذکر ہے اور اجرت کا بھی، نیز حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی قرأت میں ”الی اجل مسمى“ کا اضافہ بھی ہے ان کی قرأت ہے، ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمى...﴾ (۴) اجل، متعہ اور اجرت تینوں چیزوں کا ذکر ہے اور اسی کا نام ”متعہ“ ہے، لہذا متعہ کا ثبوت قرآن میں موجود ہے۔

(۱) چنانچہ شیعوں کی مشہور کتاب ”تفسیر منہاج الصادقین“ جس کو شیخ تفسیر کبیر کہتے ہیں اور جس کا مفسر فتح اللہ کاشانی شیخ مجتہد ہے اس میں فضائل متعہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

من تمتع مرة كان درجته كدرجة الحسين، ومن تمتع مرتين فدرجته كدرجة الحسن، ومن تمتع ثلاث مرات كان درجته كدرجة علي بن ابي طالب، ومن تمتع اربع مرات فدرجته كدرجة جنتي۔ (منہاج الصادقین: ۴۹۳)

اسی طرح شیخ مجتہد سید ابوالقاسم اپنی کتاب ”برہان التعمہ“ میں امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔

قال ابو عبد الله: ما من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق الله من كل قطرة نغطر منه سبعين ملكاً، يستغفرون له الی يوم القيامة۔ (شعبیت کا اصلی روپ صفحہ ۲۰۱، بحوالہ برہان التعمہ: ۵۰)

(۲) دیکھیے شعبیت کا اصلی روپ ۲۹۸ بحوالہ تہذیب الاحکام ۵ / ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۶۔ طبع تہران

(۳) سورۃ النساء / ۲۴

(۴) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۳۰ / ۵۔ ومعالم السنن للخطابی: ۱۹ / ۳۔

## آیت کا صحیح مفہوم

لیکن یہ تلبیس ہے، قرآن کی اس آیت کے سیاق و سباق میں اگر غور کیا جائے تو بات بے غبار ہو جاتی ہے اور آیت کریمہ کا صحیح مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیت میں اللہ جل شانہ نے محرمات کی تفصیل بیان فرمائی ہے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم الخ اس کے بعد متصل دوسری آیت میں ان عورتوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن سے نکاح حلال اور جائز ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ ﴿واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا بماوالکم محصنین غیر مسافحین﴾ یعنی مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح جائز ہے، پھر ”واحل لکم“ پر تفریح کرتے ہوئے فرمایا گیا، فما استمتعتم بہ... الخ یعنی جب تم نے ان حلال عورتوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر لیا ان سے استمتاع بھی کر لیا تو اس کا پورا مہر اس کو دو۔ اس سیاق و سباق کو دیکھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ ”فما استمتعتم بہ...“ سے کسی مستقل چیز کا حکم نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ یہ ماقبل کلام پر تفریح اور اس کا تتمہ ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس میں ”اجورہن“ کا لفظ آیا ہے تو اطلاعاً عرض ہے کہ یہاں ”اجورہن“ بالاتفاق ”مہورہن“ کے معنی میں ہے، مہر کے لیے قرآن نے دوسری آیات میں بھی ”اجر“ کا لفظ استعمال کیا ہے، جیسے ﴿فانکحواہن باذن اہلہن وآتوہن اجورہن﴾ (۵) اور ﴿لا جناح علیکم ان تنکحواہن اذا اتیتموہن اجورہن...﴾ (۶) ان دونوں آیات میں ”اجورہن“ بالاتفاق ”مہورہن“ کے معنی میں ہے۔ مہر کے لیے لفظ ”اجرت“ کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ مہر عورت کے منافع کا عوض ہوتا ہے، اس کی ذات کا عوض نہیں ہوتا اور جو چیز منافع کے عوض میں ہوتی ہے اس کو اجرت کہتے ہیں۔ جہاں تک حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب کی قرأت کا تعلق ہے تو ان کی وہ قرأت شاذہ ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ (۷)

فما استمتعتم بہ... سے اگر رافضیوں کا متعہ مراد لیا جائے تو اس سے ایک اور خرابی یہ لازم آئے گی کہ آیت کے اول اور آخر حصے میں تعارض پیدا ہو جائے گا کیونکہ آیت کے ابتدائی حصہ میں کہا گیا ہے محرمات کے علاوہ جن عورتوں سے تم نکاح کرو تو اس نکاح سے عفت اور پاکدامنی کے طلبگار بنو، نکاح سے شہوت رانی مقصد نہیں ہونی چاہیئے چنانچہ فرمایا گیا ”محصنین غیر مسافحین“ اب اگر ”فما استمتعتم بہ...“ سے روافض کا متعہ مراد لیا جائے تو وہ تو ہوتا ہی شہوت رانی کے لیے ہے جس کی پہلے ممانعت کی گئی، تو اس طرح اول اور آخر کلام میں تعارض پیدا ہوگا۔

## حرمت متعہ پر قرآنی آیات

حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی بھی کئی آیات متعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ سورۃ معارج میں فرمایا گیا، والذین ہم لفروجہم حافظون ۵ الاعلیٰ ازواجہم او مملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین ۵ فمن ابتغی وراء ذلک فاو لثک ہم العادون (۸)

ان آیات میں دو قسم کی عورتوں کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی گئی ہے، ایک ازواج یعنی وہ عورتیں جن سے عقد نکاح کے ذریعہ انسان تمتع حاصل کر سکتا ہے اور دوسری ملک، یمین کے ذریعہ سے انسان کی ملکیت میں آنے والی بندیاں، ان دو قسموں کے علاوہ کسی اور سے اپنی شہوت پوری کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا کہ ایسے لوگ سرکش اور باغی ہیں اور ظاہر ہے جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ ان دو قسموں میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہے، اس کو آپ زوجہ نہیں کہہ سکتے کہ زوجہ کے لیے میراث، سکنی، عدت اور اس سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب ثابت ہوتا ہے جبکہ متعہ میں عورت کے لیے ان میں سے کسی چیز کا ثبوت روافض نہیں مانتے، اسی طرح اس پر باندی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا کہ باندی فروخت کی جاسکتی ہے لیکن جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے اس کو فروخت نہیں کر سکتے اس لیے متعہ کرنے والے لوگ فمن ابتغی وراء ذلک، فاو لثک ہم العادون میں داخل ہیں اور اس آیت سے حرمت متعہ بالکل صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے۔ اسی طرح قرآن کی سورۃ نساء کی اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے وان خفتم ان لاتقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء منی وثلاث ورباع، فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدة او مملکت ایمانکم (۹)

یہاں بھی اجازت یا نکاح کی ہے یا ملک یمین کی اور متعہ نہ نکاح ہے اور نہ اس میں ملک یمین کی شکل پائی جاتی ہے، نیز یہاں یہ قید ہے کہ نکاح بیک وقت صرف چار عورتوں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، عدد مقرر ہے جبکہ متعہ بیک وقت روافض کے ہاں دس عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے بلکہ ہزار عورتوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۱۰)

اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت سے بھی متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیہم اللہ من فضلہ (۱۱)

”اور جن لوگوں کو نکاح پر قدرت نہیں وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں حتیٰ کہ جب اللہ ان کو اپنے

(۸) سورۃ المعارج ۱-۲۹، ۳۰، ۳۱

(۹) سورۃ النساء ۳ /

(۱۰) چنانچہ شیعوں کی کتاب ”مہذب الاحکام“ میں ہے تزوج منہن الفاء فانہن مستاجرات (ص: ۱۳۵۲)

(۱۱) سورۃ النور ۳۳ /

فضل سے غنی کر دے۔“ (تب نکاح کر لیں)

یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ اگر کسی شخص کی مالی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ وہ نکاح اور نفقہ وغیرہ کے اخراجات برداشت کر سکے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ عقیف رہنے کی کوشش کرے اور اپنے نفس کو ضبط و قابو میں رکھے، جب اللہ جل شانہ اس کی مالی حالت مستحکم فرمادیں گے تب وہ نکاح کرے اگر متعہ کے جواز کی کوئی صورت اسلام میں جائز ہوتی تو آیت میں اس اسلوب کو اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، غناء سے قبل اس کو عقیف اور قابو میں رہنے کے بجائے متعہ کا حکم دے دیا جاتا۔ (۱۲)

اسی طرح قرآن کی سورۃ فرقان کی آیت ﴿هو الذی خلق لکم من الماء بشر افعلہ نسباً و صہراً﴾ (۱۳) میں نسب اور مصاہرت کے سلسلہ کو اللہ کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ نسب اور مصاہرت کا ترتیب نکاح پر ہوتا ہے متعہ پر نہیں ہوتا پھر اگر متعہ بقول روافض عظیم عبادت ہے تو جس طرح نکاح میں اظہار اور اعلان ہوتا ہے، تہنیت و مبارکبادی پیش کی جاتی ہے تو یہ لوگ متعہ میں ایسا کیوں نہیں کرتے، آج تک کسی رافضی کو فخر سے یہ کہتے کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ اس نے اپنی مادر محترمہ یا بہن کے متعوں کا ذکر کیا ہو اور اس عظیم عبادت کے اظہار پر خوشی کا اظہار کیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل خود اندر سے اس پر مطمئن نہیں ہیں، لیکن شہوت رانی اور دین اسلام سے برگشتگی اور انحراف کی وجہ سے انہوں نے خالص زنا کو متعہ کا نام دے کر اس کے جواز کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا، اللہ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہمیں بچائیں۔ (آمین)

ابتدائے اسلام میں جو متعہ حلال تھا وہ درحقیقت نکاح موقت تھا!

یہاں روایت میں جس متعہ کی حرمت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے ممانعت فرمائی اس متعہ سے رافضیوں کا متعہ مراد نہیں، جیسا کہ بتا دیا گیا کہ متعہ روافض زنا ہے اور زنا کی اجازت اسلام میں کبھی بھی نہیں دی گئی، ابتدائے اسلام میں جس متعہ کی اجازت تھی وہ درحقیقت نکاح موقت تھا، نکاح موقت، زنا اور نکاح صحیح کے درمیان کی چیز ہے، نکاح موقت پر نہ نکاح صحیح کا اطلاق درست ہے اور نہ اس کو زنا کہہ سکتے ہیں، نکاح صحیح اس کو اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ نکاح صحیح میں میراث

(۱۲) لیکن قرآن کے اس حکم کے بالکل برعکس ایران کے صدر کا یہ حکم ملاحظہ ہو ”ایران کے صدر مسٹر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی نے ایران میں رہنے والی تمام بیوہ اور کنواری عورتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے عارضی مدت کی غیر رسمی شادیاں کریں، اس نے یہ بات تہران یونیورسٹی میں جمعہ والے خطبہ میں کہی، اس نے یہ بھی کہا کہ یہ شادیاں صرف وہ آدمی کریں جو غیر شادی شدہ ہیں“

(شیعیت کا اصلی روپ بحوالہ روزنامہ خادم وطن سندھی، مورخہ دسمبر ۱۹۹۰ء کا اردو ترجمہ)

اور فرقت کے بعد عدت ہوتی ہے جبکہ نکاح موقت میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں، تاہم اس کو زنا بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ عقد گواہوں کی موجودگی میں ہوتا ہے اور اس میں استبراء بھی ہوتا ہے نیز ولی کی اجازت بھی ہوتی ہے اس لیے اس کو زنا نہیں کہہ سکتے۔

### نکاح موقت اور متعہ روافض میں فرق!

یہ بات تو آپ کے سامنے آگئی کہ ابتدائے اسلام میں جس متعہ کا جواز تھا وہ نکاح موقت تھا لیکن جو متعہ روافض کے ہاں رائج ہے یہ نکاح موقت نہیں، زنا ہے، نکاح موقت اور متعہ روافض میں فرق یہ ہے کہ نکاح موقت میں گواہ ہوتے ہیں، ولی کی اجازت ہوتی ہے، استبراء (بھیضتہ واحدہ) ہوتا ہے جبکہ روافض کے ہاں رائج متعہ میں نہ گواہ ہوتے ہیں، نہ اذن ولی ہے اور نہ ہی استبراء۔

متعہ یا نکاح موقت کا جواز ابتدائے اسلام میں بالکل اسی طرح تھا جیسے سود اور شراب کا جواز ابتدا میں تھا، لیکن جس طرح سود اور شراب کی حرمت کے بعد اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں رہی اسی طرح نکاح موقت یا متعہ کے جواز کا بھی اس کی حرمت کے اعلان کے بعد کوئی تصور نہیں۔

### حضرت ابن عباسؓ کی طرف جواز متعہ کی نسبت!

حضرت ابن عباسؓ کی طرف یہ بات بعض روایات میں منسوب ہے کہ وہ جواز متعہ کے قائل تھے، لیکن ان کی طرف یہ نسبت ان کے اقوال شاذہ کی بنیاد پر ہے لہذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، نیز حضرت ابن عباسؓ سے رجوع بھی ثابت ہے (۱۴) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آپ نے کیا فتویٰ دیا ہے ”سارت بہا الرکبان و قالت فیہا الشعراء“ یعنی آپ کے اس فتوے کو لوگ شہرت دے رہے ہیں، شعراء نے بھی اس فتوے کے بارے میں طبع آزمائی کی ہے، حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ شعراء نے کیا کہا ہے تو سعید بن جبیر نے کسی شاعر کے یہ شعر سنائے۔

وقد قلت للشیخ لما طال محبہ

یا صاحب هل لك فی فتیابن عباس

هل لك فی رخصة الاطراف آنسة

تكون مشواک حتی مصدر الناس

(۱۴) چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں: فلو انما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعہ ثم رجع عن قوله حیث اخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الجامع الصحیح للترمذی: ۲۱۴/۱۔ باب ماجاء فی نکاح المتعہ



”میں نے شیخ سے کہا جب اس کا ٹھہرنا کافی طویل ہو گیا کہ صاحب! آپ کو (جواز متعہ کے متعلق) ابن عباسؓ کے فتویٰ میں کوئی دلچسپی ہے اور کیا نرم و نازک اطراف والی دوشیزہ میں آپ کو کچھ رغبت ہے جو لوگوں کے جانے پر آپ کا ٹھکانا بنے“ (اور آپ اسے متعہ کریں)

حضرت ابن عباسؓ نے جب یہ شعر سنے تو استغفار پڑھنے کے بعد فرمایا وماہی الا کالمیتة والدم والخنزیر (۱۵) غرضیکہ ان سے رجوع ثابت ہے۔

باقی یہ کہ متعہ کی حلت کے وہ ابتداءً کیوں قائل تھے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت کا جس وقت اعلان فرمایا اس وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کم عمر تھے اس لیے ان کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی، اس کے ساتھ۔ اتھ یہاں یہ بات یاد رہے کہ حضرت ابن عباسؓ جس متعہ کے جواز کے قائل تھے وہ نکاح موقت تھا، رافضیوں والا متعہ نہیں تھا۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن متعة النساء یوم خیبر  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں غزوہ خیبر کے موقع پر متعہ کی حرمت بتلائی گئی ہے، نسخ کی روایات پر تو اتفاق ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے البتہ اس میں روایات مختلف ہیں کہ کب اور کس موقع پر یہ منسوخ ہوا؟ بعض روایات سے غزوہ خیبر میں (۱۶)، بعض سے فتح مکہ میں (۱۷)، بعض سے غزوہ اوطاس میں (۱۸) بعض سے تبوک میں (۱۹) اور کچھ روایات سے حجۃ الوداع (۲۰) میں اس کی حرمت کا اعلان معلوم ہوتا ہے۔

لیکن تبوک والی روایات ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہیں، (۲۱) جن روایات میں حجۃ الوداع کے موقع پر متعہ کی حرمت کے اعلان کا ذکر ہے وہ روایات صحیح ہیں، تاہم حجۃ الوداع کے موقع پر چونکہ مسلمانوں کا مجمع بہت بڑا تھا اس لیے اعلیٰ الناس آپ نے اس کی حرمت کا دوبارہ اعلان فرمایا، حرمت کا

(۱۵) دیکھیے التعلیق الصبیح علی شکاة المصایب: ۲۶/۳ - ۲۷ - ۲۸ - ومعالم النسخات: ۱۹/۳ -

(۱۶) جیسا کہ حدیث باب میں ہے،

(۱۷) چنانچہ کنز العمال کی روایت میں ہے: ﴿عن سیرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن متعة النساء فی حجۃ الوداع﴾ (کنز العمال: ۱۶/

۵۲۵، رقم: ۳۵۷۳۷)

(۱۸) چنانچہ حضرت سلمۃ بن الأكور فرماتے ہیں: ﴿... رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعة ثلاثاً نہی عنہا﴾ (صحیح مسلم ۱/۳۵۱، باب ماجاء فی متعة النکاح)

(۱۹) وفی روایة اسحاق بن راشد عن ابرہی... ﴿ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی فی غزوة تبوک عن نکاح المتعة﴾ (فتح الباری: ۱۶۸/۹)

(۲۰) عن محمد بن الحنفیة قال: ﴿تکلم علی وابن عباس فی متعة النساء قال له علی: انک امرؤ تائه، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن

متعۃ النساء، فی حجۃ الوداع﴾ (کنز العمال: ۱۶/۲۲۸)

(۲۱) دیکھیے فتح الباری: ۱۷۰/۹

اعلان تو آپ پہلے کر چکے تھے اس موقع پر تحریم ساینے لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے دوبارہ اعلان فرمایا، (۲۲) جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوة اوطاس میں متعہ کی حرمت کا اعلان کیا گیا ہے تو ان روایات میں غلط فہمی کا دخل ہے چونکہ غزوة اوطاس فتح مکہ کے متصل بعد واقع ہوا ہے اس لیے بعض راویوں نے فتح مکہ کے بجائے غزوة اوطاس کا ذکر کر دیا۔ (۲۳)

اب دو قسم کی روایات رہ جاتی ہیں جن میں بعض سے غزوة خیبر میں اس کی حرمت کا اعلان معلوم ہوتا ہے اور بعض میں فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی حرمت کے اعلان کا ذکر ہے۔

امام شافعی اور ان کے بعض اصحاب کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی حرمت اولاً خیبر میں ہوئی، اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے اس کو مباح قرار دیا گیا اور تین دن کے بعد ابد الابد تک اس کو حرام کر دیا گیا، اس طرح اس کی حرمت و اباحت دونوں مکرر ہوئیں اور قبلہ کی طرح اس میں بھی دو مرتبہ نسخ ہوا (۲۴) امام نووی نے اسی کو راجح اور مختار قرار دیا ہے۔ (۲۵) واللہ اعلم

۳۹۸۱/۳۹۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ،

عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ

(۳۹۸۱) : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ، عَنْ

نَافِعٍ وَسَالِمٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمْرِ

الْأَهْلِيَّةِ . [ ر : ۳۹۷۸ ]

۳۹۸۲ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَلِيِّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ

الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ ، وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ . [ ۵۲۰۱ ، ۵۲۰۴ ]

۳۹۸۳/۳۹۸۶ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنَا عَبَّادُ ، عَنْ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ

أَبْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : أَصَابَتْنَا جَمَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ ، فَإِنَّ الْقُدُورَ لَتَغْلِي ، قَالَ :

وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ ، فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ : ( لَا تَأْكُلُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمْرِ شَيْئًا ، وَأَهْرِيقُوهَا ) .

قَالَ أَبُو أَبِي أَوْفَى : فَتَحَدَّثْنَا أَنَّهُ إِنَّمَا نَهَى عَنْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تُحْمَسْ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : نَهَى عَنْهَا

الْبَتَّةَ ، لِأَنَّهَا كَانَتْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ .

(۲۲) فتح الباری: ۱۷۰ / ۹ (۲۲) فتح الباری: ۱۷۰ / ۹

(۲۳) زاد المعاد: ۳ / ۲۲۲ دیکھیے شرح مسلم للنووی: ۱ / ۲۵۰

(۳۹۸۴) : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ ،  
عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ : أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَصَابُوا حُمْرًا  
فَطَبَخُوهَا ، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ : (أَكْفِيُوا الْقُدُورَ) .

(۳۹۸۵) : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ :  
سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يُحَدِّثَانِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ ، وَقَدْ  
نَصَبُوا الْقُدُورَ : (أَكْفِيُوا الْقُدُورَ) .

حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ،  
نَحْوَهُ .

(۳۹۸۶) : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ : أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ ، عَنْ عَامِرٍ ،  
عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ : أَنْ نُلْقِيَ الْحُمْرَ  
الْأَهْلِيَّةَ نَيْثَةً وَنَضِيجَةً ، ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ بَعْدُ . [ر : ۲۹۸۶]

۳۹۸۷ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ  
عَاصِمٍ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَا أُدْرِي أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةً النَّاسِ ، فَكَّرَهُ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ ، أَوْ حَرَمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ : لَحْمَ  
الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ .

حدثنا سليمان بن حرب....ورخص في الخيل

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

① امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد اور اکثر علماء کے نزدیک اس کا گوشت جائز اور مباح ہے۔ - (۲۶)

② امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے، (۲۷) بعض مالکیہ نے اس کو مکروہ تحریمی کہا

اور بعض نے مکروہ تنزیہی، (۲۸) حنفیہ میں صاحب ہدایہ لحم خیل کے مکروہ تحریمی ہونے کی طرف مائل ہیں اور

امام ابو بکر جصاص کا میلان کراہت تنزیہی کی طرف ہے۔ - (۲۹)

جمہور کا استدلال حدیث باب سے ہے اور امام اعظم اور امام مالک کا استدلال حضرت خالد بن ولید

(۲۶) دیکھیے شرح الہذب ۴/۹ - (۲۷) شرح الہذب ۴/۹

(۲۸) دیکھیے اوجز المسائل: ۱۸۰/۹ (۲۹) اوجز المسائل: ۱۸۱/۹

کی روایت سے ہے جس کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے.... ﴿ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل لحوم الخیل والبغال والحمیر... ﴾ (۳۰)

امام ابوصفیہ سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع بھی نقل کیا گیا ہے۔ (۳۱)

۳۹۸۸ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا . قَالَ : فَسَرَّةٌ نَافِعٌ فَقَالَ : إِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ . [ ر : ۲۷۰۸ ]

قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر: للفرس سهمین وللراجل سهمًا یہ مشہور اختلافی

مسئلہ ہے۔

❶ جمہور اور صاحبین کے نزدیک فارس کے لیے تین حصے ہیں، دو حصے گھوڑے کے اور ایک فارس

کا اپنا اور راجل کے لیے ایک حصہ ہے۔

❷ امام اعظم ابوصفیہ کے نزدیک فارس کے دو اور راجل کا ایک حصہ ہے۔ (۳۲)

## غنائم خیبر کی تقسیم

غنائم خیبر کے اولاً چھتیس حصے کئے گئے تھے جن میں اٹھارہ حصے مسلمانوں کی عام ضروریات کے لیے مختص کر دیئے گئے اور باقی اٹھارہ حصے مجاہدین میں تقسیم کئے گئے۔ (۳۳)

مجاہدین میں یہ اٹھارہ حصے کس طرح تقسیم کیے گئے ہیں؟ اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں مشہور یہی ہے کہ کل چودہ سو صحابہ تھے جن میں دو سو فارس تھے، چودہ سو صحابہؓ کے چودہ حصے ہو گئے، ایک حصے میں سو افراد شریک رہے اور باقی چار حصے گھوڑوں کے ہونے کیونکہ ہر گھوڑے کے دو حصے ملتے ہیں تو دو سو گھوڑوں کے چار سو حصے ہو گئے، اس طرح یہ اٹھارہ حصے تقسیم ہوئے۔ (۳۴)

(۳۰) اعلاء السین ۱۴ / ۱۳۳

(۳۱) اوجز المسالك: ۱۸۰ / ۹

(۳۲) بذل المجہود فی حل ابی داؤد: ۲۳۳ / ۱۲۔ نیز فتح الباری ۶۸ / ۶، کتاب الجہاد، باب سهام الفرس

(۳۳) وفی زاد المعاد (۳ / ۳۲۸): وقسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر علی ستہ و ثلاثین سہمًا، جمع کل سہم مائۃ سہم فكانت ثلاثہ آلاف

وستمانۃ سہم فكان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وللمسلمین النصف من ذلك وهو الف وستمانۃ سہم وعزل النصف الآخر وهو الف

وستمانۃ سہم لنوائبہ وما ينزل به من امور المسلمین

(۳۴) زاد المعاد: ۲۳۰ / ۳

یہ تقسیم جمہور اور صحابین کے مذہب کے مطابق ہے کہ فارس کو تین اور راجل کو ایک حصہ ملا لیکن امام الودود نے اپنی سنن میں جمع بن جاریہ کی روایت نقل کی ہے کہ خیبر میں مجاہدین کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں تین سو سوار تھے، آپ نے ہر سوار کو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ دیا تو اٹھارہ حصوں میں سے چھ حصے تین سو سواروں نے لیے اور باقی بارہ حصے بارہ سوراہلین کو ملے۔ (۳۵)

اس روایت کے رو سے غنائم خیبر کی تقسیم امام اعظم کے مذہب کے مطابق ہوئی ہے، اس مسئلہ کی مکمل تحقیق اور طرفین کے دلائل، کتاب الجہاد، باب سہام الفرس میں گذر چکے ہیں۔

۳۹۸۹ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيْبِ : أَنَّ جَبْرِ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ : مَشَيْتُ أَنَا وَعُمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقُلْنَا : أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا ، وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ : (إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ) . قَالَ جَبْرِ : وَكَمْ يَقْسِمُ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا . [ر : ۲۹۷۱]

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے مال خمس میں سے بنوالمطلب کو حصہ دیا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ وہ اور ہم آپ سے قرابت میں برابر ہیں۔

در اصل عبدمناف کے چار بیٹے تھے ① ہاشم ② مطلب ③ عبد شمس ④ نوفل، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد میں سے ہیں، حضرت جبیر نوفل کی اولاد میں اور حضرت عثمان غنی عبد شمس کی اولاد میں سے ہیں تو رشتہ داری اور قرابت کی حیثیت سے بنو ہاشم کے لیے بنوالمطلب، بنو عبد شمس اور بنونوفل ایک جیسے ہیں اس لیے حضرت جبیر اور حضرت عثمان نے آکر شکایت کی کہ جب قرابت میں ہم سب برابر ہیں تو پھر ہمیں بھی مال خمس میں سے حصہ ملنا چاہیئے تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما بنو ہاشم وبنوالمطلب شیء واحد

الودود وغیرہ کی روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے، \* انا وبنوالمطلب لم نفرق فی جاہلیۃ ولا فی اسلام \* یہ اشارہ اس طرف تھا کہ جب قریش نے بنو ہاشم کا مقاطعہ کیا تھا تو اس وقت بنوالمطلب نے بنو ہاشم کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بنونوفل اور بنو عبد شمس نے ساتھ نہیں دیا تھا تو چونکہ بنو ہاشم اور بنوالمطلب قرابت کے ساتھ ساتھ نصرت و مدد میں بھی باہم شریک رہے اس لیے آپ نے ان کو ”شیء واحد“

٣٩٩٢/٣٩٩١ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ،  
 عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَلَّغْنَا مَخْرَجَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ ،  
 فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخْوَانِي لِأَنَا أَصْفَرُهُمْ ، أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ ، إِمَامًا  
 قَالَ : فِي بَضْعٍ ، وَإِمَامًا قَالَ : فِي ثَلَاثَةِ وَخَمْسِينَ ، أَوْ : اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي ،  
 فَرَكِبْنَا سَفِينَةً ، فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتَنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ ، فَوَافَقَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، فَأَقَمْنَا  
 مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا ، فَوَافَقَنَا النَّبِيُّ ﷺ حِينَ أَفْتَحَ خَيْبَرَ ، وَكَانَ أَنَا مِنْ النَّاسِ يَقُولُونَ  
 لَنَا ، يَبْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ : سَبَقْنَاكُمْ بِالهِجْرَةِ . وَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ ، وَهِيَ يَمَنٌ قَدِيمٌ  
 مَعَنَا ، عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ زَائِرَةً ، وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ ،  
 فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ ، وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا ، فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ : مَنْ هَذِهِ ؟ قَالَتْ :  
 أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ ، قَالَ عُمَرُ : الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ ، الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ ؟ قَالَتْ أَسْمَاءُ : نَعَمْ ، قَالَ :  
 سَبَقْنَاكُمْ بِالهِجْرَةِ ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْكُمْ ، فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ : كَلَّا وَاللَّهِ ،  
 كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُطْعَمُ جَائِعَكُمْ ، وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ ، وَكُنَّا فِي دَارٍ - أَوْ فِي أَرْضٍ - الْبُعْدَاءِ  
 الْبَغْنَاءِ بِالْحَبَشَةِ ، وَذَلِكَ فِي اللَّهِ وَفِي رَسُولِهِ ﷺ ، وَأَيْمُ اللَّهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا ،  
 حَتَّى أَذْكَرَ مَا قُلْتَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذِي وَنُخَافُ ، وَسَأَذْكَرُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ  
 وَأَسْأَلُهُ ، وَاللَّهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيْهِ . فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ  
 إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا ؟ قَالَ : (فَمَا قُلْتَ لَهُ) . قَالَتْ : قُلْتُ لَهُ : كَذَا وَكَذَا ، قَالَ :  
 (لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ ، وَلَهُ وَالْأَصْحَابِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ، وَلَكُمْ أَنْتُمْ - أَهْلَ السَّفِينَةِ - هِجْرَتَانِ) .  
 قَالَتْ : فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونَنِي أَرْسَالًا ، يَسْأَلُونَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ ،  
 مَا مِنْ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ :  
 قَالَتْ أَسْمَاءُ : فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسَى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنِّي

(٣٩٩١) : وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْرِفُ أَصْوَاتَ

رُفِقَةَ الْأَشْعَرِيِّينَ بِأَثْرَانِ حِينَ بَاخُلُونِ بِاللَّيْلِ ، وَأَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ أَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ ،  
وَإِنْ كُنْتُ لَمْ أَرِ مَنَازِلَهُمْ حِينَ نَزَلُوا بِالنَّهَارِ ، وَمِنْهُمْ حَكِيمٌ ، إِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ ، أَوْ قَالَ : الْعَدُوَّ ،  
قَالَ لَهُمْ : إِنَّ أَصْحَابِي بِأَمْرُونَكُمْ أَنْ تَنْظُرُوهُمْ

حدثنا محمد بن علاء....

اس روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی ہجرت کا واقعہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر سن کر میں اور میرے ساتھ میرے دو بھائی مدینہ کے ارادہ سے ہجرت کے لیے نکلے ، لیکن دریا میں سفر کرتے ہوئے کشتی ہمیں حبشہ کی طرف لے گئی ، وہاں حضرت جعفر طیارؓ سے ملاقات ہوئی اور پھر ہم سب مل کر مدینہ آئے اور فتح خیبر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔

اس سفر میں حضرت جعفر طیارؓ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی تھیں ، وہ ہجرت کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس ملاقات کی غرض سے گئی ہوئی تھیں کہ اتنے میں حضرت عمر فاروقؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے ، حضرت اسماء کو ان کے پاس دیکھ کر پوچھا ”من ہذہ“ یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہؓ نے فرمایا ”اسماء بنت عمیس ہیں“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”الحبشیۃ ہذہ؟ البحریۃ؟ یعنی یہ وہی ہے جس نے حبشہ سے بحری سفر کیا؟“ حضرت اسماء نے کہا ”جی ہاں“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”سبقناکم بالہجرۃ، فنحن احق برسول اللہ منکم“ حضرت عمرؓ کے اس جملے پر حضرت اسماء بہت غصہ ہوئیں اور کہنے لگیں ، ہرگز نہیں ، تم لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ، تم میں بھوکے کو وہ کھانا کھلاتے تھے اور جاہل و ناواقف کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے ”وکنافی دار البعداء البغضاء بالحبشۃ“ جبکہ ہم حبشہ میں ایک دور دراز دشمنوں کی زمین میں تھے اور یہ سب تکلیف ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے برداشت کرتے رہے۔

اس کے بعد حضرت اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کے اس قول کا ذکر کیا ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، تم لوگوں نے دو ہجرتیں کیں ، تمہارا حق اس اعتبار سے زیادہ بنتا ہے۔

ومنہم حکیم ، اذالقی الخیل : قال لہم : ان اصحابی یامرونکم ان تنظروہم

اور ان اشعریین میں سے ایک صاحب حکیم ہیں ( حکیم یا تو ان کا نام ہے یا صفت ہے ) جب وہ سواروں سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ”میرے ساتھی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو“ اگر خیل سے مراد دشمنوں کا لشکر ہے جیسا کہ بعض روایات میں ”اذالقی الخیل“ کے بجائے ”اذالقی العدو“ کا لفظ آیا ہے تو اس صورت میں اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

① ایک یہ کہ جب وہ حکیم دشمنوں سے ملتے ہیں تو ان کو غیرت دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے

ساتھیوں کا حکم ہے کہ ٹھہرو، تم بھاگے کہاں جا رہے ہو، یعنی وہ حکیم اتے شجاع ہیں کہ جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے دشمنوں کو لاکارتے اور غیرت دلاتے ہیں۔ (۳۷)

② اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لیے وہ ان سے خطاب کر کے کہتے ہیں کہ میرے ساتھیوں کا حکم ہے کہ بھاگو نہیں، رکو، ہم بھی آرہے ہیں، اس حملے سے وہ دشمنوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ میں اکیلا نہیں ہوں، میرے ساتھی بھی آرہے ہیں۔

اور اگر خیل سے مراد دشمنوں کا لشکر نہیں بلکہ ”خیل المسلمین“ مراد ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ”اے مسلمان شہسوارو! میرے پیدل آنے والے ساتھی تم سے یہ التماس کرتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو، ان کو ساتھ لے کر چلو، سواری پر اکیلے آگے مت دوڑو“ (۳۸) واللہ اعلم

(۳۹۹۲) : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ : قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ أَنْ أَفْتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا ، وَلَمْ يَقْسِمِ لِأَحَدٍ لَمْ يَشْهَدْ الْفَتْحَ غَيْرَنَا . [ ر : ۲۹۶۷ ]

حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم فتح خیبر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے آپ نے ہمیں حصہ عنایت فرمایا اور ہمارے علاوہ کسی بھی ایسے شخص کو حصہ نہیں دیا جو فتح خیبر میں شریک نہ رہا ہو۔

غنیمت میں جہاد کے بعد آنے والا حصہ

اگر کوئی شخص شریک غزوہ ہوتا ہے وہ تو مال غنیمت میں حصہ پاتا ہی ہے، اسی طرح جہاد ختم ہونے سے پہلے اگر کوئی آدمی غانمین کے ساتھ آکر مل جاتا ہے تو بالاتفاق اس کا بھی مال غنیمت میں حصہ ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص جہاد ختم ہونے کے بعد اور مال غنیمت کی تقسیم سے قبل غانمین سے آکر مل جاتا ہے تو اس کو مال غنیمت میں حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کو حصہ نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو حصہ ملے گا کیونکہ وہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے پہنچا ہے (۳۹) لیکن

(۳۷) فتح الباری: ۴ / ۲۸۷

(۳۸) فتح الباری: ۴ / ۲۸۷ - وعمدة القاری: ۱۷ / ۲۵۳ - وتعلیقات لامع الدراری: ۱۸ / ۲۵۶

(۳۹) دیکھیے فتح الباری: ۶ / ۲۲۲ - کتاب فرض الخمس، وبذل الجہود ۱۲ / ۲۱۶ - باب من جاء بعد الغنیمۃ، کتاب الجہاد، وعمدة القاری: ۱۷ / ۲۵۳



توابع کا مشہور توایا پہلا ہی ہے۔

حضرات حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک مال غنیمت دارالاسلام کی سرحدوں میں داخل نہیں ہو جاتا اس سے پہلے پہلے اگر کوئی آکر غانمین سے مل جائے تو اس کو حصہ دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (۳۰)

حنفیہ کے مذہب پر حدیث باب سے اشکال ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا گیا ہے.. ”ولم یقسم لاحد لم یشهد الفتح غیرنا“ جس سے عام ہوتا ہے کہ جو لوگ جہاد کے اختتام کے بعد مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے خیبہ میں آگئے تھے آپ نے ان کو حصہ نہیں دیا۔

حنفیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ ممکن ہے جن لوگوں کو بارے میں حضرت ابو موسیٰ فرما رہے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں دیا گیا وہ دارالاسلام کی حدود میں پہنچنے کے بعد آئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے ان کو حصہ عنایت فرمایا ہو لیکن حضرت ابو موسیٰ کو اس کا علم نہ ہو سکا ہو اس لیے انہوں نے ”ولم یقسم لاحد“ فرمایا۔ (۳۱) واللہ اعلم

۳۹۹۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ ،  
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ : حَدَّثَنِي ثَوْرٌ قَالَ : حَدَّثَنِي سَائِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَفْتَحْنَا خَيْبَرَ ، وَلَمْ نَعْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً ، إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْإِبِلَ وَالْمَتَاعَ  
وَالْحَرَائِظَ ، ثُمَّ أَنْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى وَادِي الْقُرَى ، وَمَعَهُ عَبْدُ لَهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ ،  
أَهْدَاهُ لَهُ أَحَدُ بَنِي الضُّبَابِ ، فَبِمَا هُوَ يَحُطُّ رَحَلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ ، حَتَّى  
أَصَابَ ذَلِكَ الْعَبْدَ ، فَقَالَ النَّاسُ : هَيْبَتًا لَهُ الشَّهَادَةُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (بَلْ ، وَالَّذِي  
نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ ، لَمْ نُصِبْهَا الْمَقَائِمُ ، لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ  
نَارًا) . فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بِشْرًا كَبِيرًا ، فَقَالَ : هَذَا شَيْءٌ

(۳۰) عمدۃ القاری: ۱۷ / ۲۵۳۔ وبذل الجہود: ۱۲ / ۲۲۰

(۳۱) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن حضرات کو مال غنیمت میں سے کچھ نہیں دیا گیا دراصل یہ حضرات فتح خیبہ کے بعد آئے تھے اور فتح خیبہ کے بعد خیبہ دارالاسلام بن گیا تھا اور دارالاسلام میں مال غنیمت صرف غانمین کو ملتا ہے جو لوگ جہاد میں شریک نہیں ہوئے ہوتے انہیں نہیں ملتا۔

اس پر اشکال ہوگا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی فتح خیبہ کے بعد آئے تھے اگر خیبہ دارالاسلام بن گیا تھا تو پھر ان کو حصہ کیسے ملا؟ اس کا جواب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے یہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خمس میں سے دیا تھا عام مال غنیمت میں سے نہیں دیا تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ غانمین کی رضامندی سے عام مال غنیمت میں سے انہیں دیا ہو اور جب غانمین راضی ہوں تو ایسے شخص کو غنیمت میں سے حصہ دینا جائز ہے جو جہاد میں شریک نہ رہا ہو۔ (دیکھیے بذل الجہود: ۱۲ / ۲۲۰۔ باب من جاء بعد الغنیمۃ)

كُنْتُ أَصَبْتُه ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (شِرَاكٌ - أَوْ شِرَاكَانٍ - مِنْ نَارٍ) . [۶۳۲۹]

حدثنی عبد اللہ بن محمد ....

یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا ، مالِ غنیمت میں وہاں ہمیں سونا یا چاندی نہیں ملی بلکہ گائے ، اونٹ ، گھریلو سامان اور باغات وغیرہ ملے ، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم وادی قری کی طرف لوٹے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام تھا جس کو ”مدغم“ کہا جاتا تھا جو قبیلۂ بنو ضباب کے ایک آدمی نے آپ کو ہدیہ کے طور پر دیا تھا (اس آدمی کا نام رفاعہ بن زید بن وہب خزاعی نقل کیا ہے ۲۷۶) وہ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوا اتار رہا تھا کہ اچانک ایک ”ہم عائر“ آکر اس کو لگا ( ”ہم عائر“ اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پھینکنے والا معلوم نہ ہو) جس کی وجہ سے وہ انتقال کر گیا ، لوگوں نے کہا ”ہنیشالہ الشہادۃ“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَلَّا ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي اَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تَصْبِهَا الْمَقَاسِمِ لِتَشْتَعَلَ

علیہ ناراً

یعنی: ”ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ، وہ چادر جو اس نے خیبر میں مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لی تھی وہ اس کے اوپر آگ بن کر مشعل ہو رہی ہے“

یہاں ہمارے نسخوں میں ”کلا“ کے بجائے ”بلی“ ہے ، حموی اور سرخسی کی روایت میں ”بل“ ہے حافظ ابن حجر اور قسطلانی نے ”بل“ کو صحیح قرار دیا ، مؤطا امام مالک کی روایت میں ”کلا“ ہے (۴۱) ”کلا“ اور ”بل“ دونوں صورتوں میں مفہوم اور معنی صحیح بنتے ہیں ، لیکن ”بلی“ کی صورت میں معنی صحیح نہیں ہوتے ، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس کی شہادت پر مبارکبادی دینے کی تردید کرنا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے وہ تردید ”کلا“ اور ”بل“ کی صورت میں ہو سکتی ہے ۔ لفظ ”بلی“ اگر ہوگا تو یہ تردید نہیں ہوگی بلکہ تائید ہوگی جو آپ کے مدعا اور مقصد کے خلاف ہے اس لیے جن نسخوں میں ”بلی“ ہے اس کو وہم قرار دیا گیا۔

”مدغم“ کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ جملہ فرمایا تو ایک صحابی نے جوتے کا ایک یا دو تسمے لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا کہ یہ میں نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے لیے ہیں ، آپ نے فرمایا یہ ایک یا دو تسمے بھی آگ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو نہ دیتا تو یہ تسمہ آگ بن کر تجھے جلاتا۔

(۴۲) فتح الباری: ۴ / ۲۸۹ و عمدة القاری: ۱۷ / ۲۵۲ - ۲۵۵

(۴۳) فتح الباری: ۴ / ۲۸۹ - و عمدة القاری: ۱۷ / ۲۵۵

## ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں روایت باب میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ”افتحنا خیبر“ یہ جمع متکلم کا صیغہ ہے ، حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ فتح خیبر کے بعد آئے تھے ، فتح خیبر میں شریک نہیں تھے چنانچہ امام دارقطنی نے موسیٰ بن ہارون سے نقل کیا ہے کہ ”افتحنا خیبر“ کے الفاظ وہم ہیں۔ (۳۳)

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ ”افتح المسلمون خیبر“ کے معنی میں ہے ، (۳۵) جس طرح ذوالیدین کے قصہ میں حضرت ابوہریرہؓ نے ”صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کہا ہے ، حالانکہ وہ قصہ بدر سے پہلے کا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ اس وقت شریک صلوة نہیں تھے۔ وہاں بھی صلینا کے معنی صلی المسلمون ہیں ، مسلمانوں کے فعل کو حضرت ابوہریرہؓ بسا اوقات جمع متکلم کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔

۳۹۹۵/۳۹۹۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَمَا وَاللَّهِ نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَوْلَا أَنْ أتركَ آخِرَ النَّاسِ بَيَانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ ، مَا فَتَحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا : كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ ، وَلَكِنِّي أتركُهَا خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُونَهَا .

(۳۹۹۵) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا أَبُو مَهْدِيٍّ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ ، مَا فَتَحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا ، كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ . [ر : ۲۲۰۹]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب بلاد کفار کو فتح فرمایا کرتے تھے تو وہ زمینوں کو غانمین میں تقسیم نہیں کیا کرتے تھے ، ان کا خیال تھا کہ اگر میں زمینوں کو غانمین میں تقسیم کر دوں تو جو گاؤں یا زمین جس کے حصے میں آئیگی وہ اسی کا مالک ہوگا اور اس کے بعد وہ اس کے ورثہ کو ملے گی اور دوسرے لوگوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا اس لیے انہوں نے اس کو ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا تاکہ قیامت تک ان کی آمدنی سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا رہے۔ (۳۶)

(۳۳) فتح الباری: ۴ / ۲۸۸

(۳۵) فتح الباری: ۴ / ۲۸۸

(۳۶) روایت کے الفاظ یہ ہیں: \* لولا ان اترك آخِر الناس بيانا ليس لهم شيء.... \* قال العيني: قوله: بيانا معناه شيئا واحداً، وقال الخطابي: ولا احسب هذه اللفظة عربية... قال الازهرى: بل هي لغة صحيحة لكنها غير فاشية، وقال صاحب العين: يقال هم على بيان واحد اي على طريقة واحدة، قال الطبري: لولا ان اتركهم فقراء معدومين لاشئى لهم اي متساويين في الفقر. (وانظر التفصيل في عمدة القارى: ۱۶ / ۲۵۵)

سب سے پہلے فتح شام کے وقت یہ قصہ پیش آیا، شام کی زمینوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ انہیں تقسیم نہ کیا جائے، حضرت بلالؓ کا اصرار تھا کہ آپ تقسیم فرمائیں، حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ بے شک جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینیں غانمین میں تقسیم فرمائی تھیں میں بھی اسی طرح ساری اراضی تقسیم کر دیتا لیکن مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال ہے، آج اگر غانمین میں یہ اراضی تقسیم ہو گئیں تو یہ مالک بن بشیرؓ گئے اور بعد میں آنے والے مسلمان ان اراضی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

حضرت بلالؓ کا اصرار تھا کہ فتح تو ہم نے کیا ہے اور آپ ان اراضی کو وقف کر رہے ہیں اور غانمین کو حصہ نہیں دے رہے، حضرت عمرؓ تنگ ہو گئے اور دعا کی ”اللهم اكفني بلالا واصحابه“ ”اے اللہ! آپ ہی بلال اور ان کے ساتھیوں کی جانب سے میرے لیے کافی ہو جائیے“ راوی کا بیان ہے کہ ”ماحال حول ومنهم عين تظرف“ ابھی ایک مال بھی نہیں گزرا تھا کہ بلال اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی کی آنکھ بھی حرکت کرتی ہوئی باقی نہیں رہی تھی سب اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ (۳۷)

حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی، حضرت بلالؓ بھی حق پر تھے اور حضرت عمرؓ بھی حق پر تھے، حضرت بلالؓ کی نظر میں غانمین کا فائدہ تھا اور حضرت عمرؓ کے پیش نظر پوری امت کا فائدہ تھا اور اللہ جل شانہ کے نزدیک وہ آدمی زیادہ محبوب ہے جو پوری انسانیت اور پوری امت کا فائدہ چاہتا ہے اس شخص کے مقابلے میں جو ایک فرد یا ایک جماعت کا فائدہ چاہتا ہے حضرت عمرؓ کے دل میں پوری امت کا غم اور فکر تھا۔

### فائدہ

بَيَّان: پہلی باء پر فتح ہے اور دوسری باء پر تشدید ہے اس کے معنی ہیں یکساں یا ایک جیسا یا محتاج اور نادار، علامہ خطابی نے کہا ہے، یہ لفظ عربی زبان کا نہیں ہے بعض لوگوں نے اس کو یمنی زبان کا لفظ کہا ہے۔

۳۹۹۷/۳۹۹۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، وَسَأَلَهُ

إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْسَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

فَسَأَلَهُ، قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ: لَا تُعْطِهِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: هَذَا قَاتِلُ أَبِي قَوْقَلٍ،

فَقَالَ: وَاعْجَبْنَا لَوَبْرٍ، تَدَلَّى مِنْ قَدُومِ الضَّانِ.

وَيُذَكَّرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْسَةُ بْنُ سَعِيدٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

يُخْبِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قَبْلَ تَجْدٍ ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَقَدِمَ أَبَانُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا أَفْتَحَهَا ، وَإِنَّ حُزْمَ خَيْلِهِمْ لَلِيْفُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، لَا تَقْسِمَ لَهُمْ ، قَالَ أَبَانُ : وَأَنْتَ بِهَذَا يَا وَبْرُ ، تَحَدَّرَ مِنْ رَأْسِ ضَانٍ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( يَا أَبَانُ اجْلِسْ ) . فَلَمْ يَقْسِمَ لَهُمْ

(۳۹۹۷) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي

جَدِّي : أَنَّ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ أَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ ، فَقَالَ أَبَانُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ : وَاعْجَبًا لَكَ ، وَبِرُّ تَدَادًا مِنْ قَدُومِ ضَانٍ ، يَنْعَى عَلَيَّ أَمْرًا أَكْرَمَهُ اللَّهُ بِيَدِي ، وَمَنْعَهُ أَنْ يُبَيِّنِي بِيَدِهِ . [ ر : ۲۶۷۲ ]

حدثنا علي بن عبد الله....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غنائم خیبہ میں سے اپنے لیے حصہ طلب کیا تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے (ابان) نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ”لاتعطہ“ اسے نہ دیجئے ، تو حضرت ابوہریرہ نے کہا یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے۔ (اس کی بات نہ مانئے گا) تو ابان نے کہا۔

واعجباً لو برتدلی من قدوم الضان

”تعجب ہے اس بچو پر! جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر آیا ہے“

وہر (بفتح الواو وسكون الباء) بلی کی طرح ایک جانور ہوتا ہے جس کو اردو میں شاید بچو کہتے ہیں۔ تدلی: اس روایت میں ”تدلی من قدوم“ ہے، اس سے اگلی تعلق میں ”تحدّر من قدوم الضان“ ہے اور موسی بن اسماعیل کی روایت میں ”تداداً من قدوم الضان“ ہے، معنی تقریباً تمام کے گرنے، اترنے اور لٹکنے کے ہیں۔

قدوم: چوٹی، طرف، الضان: یہ قبیلہ دوس کے علاقہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب ابان بن سعید کے بارے میں کہا کہ یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے کیونکہ ابان بن سعید نے جنگ احد میں حضرت نعمان بن قوقل انصاری بدری کو شہید کیا تھا اس وقت ابان اسلام نہیں لائے تھے، تو حضرت ابوہریرہ کے اس جملے پر ابان کو غصہ آیا اور ان کی تحقیر کرتے ہوئے کہا ”واعجباً لو برتدلی من قدوم الضان“ اور موسی بن اسماعیل کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے، ”ینعی

علیٰ امر اکرمہ اللہ بیدی، ومنعہ ان یہیننی بیدہ“ یعنی یہ مجھ پر ایک ایسے شخص کے متعلق عیب لگاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ سے عزت (شہادت) دی اور اس کو روک دیا کہ وہ مجھے اپنے ہاتھ سے ذلیل کرتا۔ حضرت ابان بن سعیدؓ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اگر نعمان بن قوئلؓ کو اپنے زمانہ کفر میں شہید کیا تو وہ اس کی وجہ سے شہادت کے رتبہ بلند پر فائز ہوئے اور ساتھ ساتھ اللہ کا یہ احسان و فضل ہوا کہ اللہ نے مجھے ان سے بچایا اگر وہ مجھے اس وقت قتل کر دیتے تو آخرت میں میں ذلیل ہوتا لیکن اللہ نے مجھے اس ذلت سے بچالیا تو اس میں طعنہ دینے کی کیا بات ہے۔

یہ حضرت ابان بن سعیدؓ وہی ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ مکرمہ میں پناہ دی تھی اور انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا تھا، یہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ (۴۹)

ویذکر عن الزبیدی....

یہ تعلق ہے، امام ابوداؤد نے اس کو اپنی سنن میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۱) اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید کو مدینہ منورہ سے نجد کی جانب کسی خاص مہم پر روانہ کیا، ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔

فقدم ابان واصحابہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخيبر بعد ما افتتحها وان حزم خيلهم

لليف

”یعنی ابان اور ان کے ساتھی فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مہم سے واپس ہو کر حاضر ہوئے، اس حال میں کہ ان کے گھوڑوں کے تنگ کھجور کی چھال کے بنے ہوئے تھے“ حَزْم (بضم الحاء وسكون الزاء) کی جمع ہے، حزام رسی کو کہتے ہیں جو کمر کے ساتھ باندھی جاتی ہے اور ”لیف“ کھجور کی شاخ اور چھال کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے پیٹ سے جو رسی کمر کی طرف باندھی جاتی ہے وہ کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی اور بالکل بے سروسامان اور شکستہ حالت میں یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! ان کو غنیمت میں سے حصہ نہ دیجیئے، تو اس پر ابانؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا.... ﴿وانت بهذا، یاوبر تحدر من راس ضان﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابان! بیٹھ جاؤ، اور ان کو غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا۔ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ زبیدی کی اس تعلق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابان نے حصہ مانگا تھا اور

حضرت ابوہریرہؓ نے حضورؐ سے حصہ نہ دینے کے لیے کہا تھا جبکہ اس سے قبل علی بن عبداللہ کی روایت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حصہ مانگا تھا اور حضرت ابان نے حضورؐ سے کہا تھا کہ نہ دیں، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔

محمد بن یحییٰ ذہلی کی رائے یہ ہے کہ زبیدی والی روایت راجح ہے جس میں ابوہریرہؓ کا منع کرنا مذکور ہے۔ (۲) اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ ممکن ہے دونوں نے ایک دوسرے کے لیے منع کیا ہو، ابانؓ کے لیے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ دلیل دیکر منع کیا کہ یہ ابن قوئل کا قاتل ہے اور ابوہریرہؓ کے لیے ابانؓ نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ (۳) لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

### تنبیہ

امام ابوداؤدؒ نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں ”ابان“ کے بجائے ”سعید بن العاص“ کا نام ہے کہ سعید بن العاص نے حضرت ابوہریرہؓ کو حصہ دینے سے منع کیا، (۴) لیکن سعید کا نام درست نہیں، یہ مغالطہ یا امام ابوداؤد کو لگا ہے یا ان کے کسی استاذ کو، صحیح روایت بخاری ہی کی ہے جس میں ”ابانؓ“ کا ذکر ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ بخاری کی ان روایات میں ”من قدم الضان“ کے الفاظ آئے ہیں، ابو سعید بکرؓ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معجم میں ہمدانی کی روایت کے حوالہ سے ”ضان“ کے بجائے ”ضال“ کا لفظ نقل کیا ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے، (۵) ”ضال“ جھڑبیری کو کہتے ہیں جس میں گھونس رہا کرتا ہے۔

لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ ”ضان“ ہی صحیح ہے اور یہ قبیلہ دوس کے علاقہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں سے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ آئے تھے۔ واللہ اعلم

۳۹۹۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُثَيْبٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ

(۲) فتح الباری ۱/۵۵۰

(۳) فتح الباری ۱/۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳

(۴) وفتیہ میں سی درود کتاب الجہاد باب من جاء بعد الغیمة لاسہم ۱/۲۴۲

(۵) عمدۃ القاری ۱۳/۱۲۵ - کتاب الجہاد باب الکافر یقتل المسلم -

عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ ، أُرْسِلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَقَلْبِكَ ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا تَوْرَثُ ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ - ﷺ - فِي هَذَا الْمَالِ) ، وَأَبِي وَاللَّهِ لَا أُغْبِرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَلَا أُعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيَّ فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا ، فَوَجَدْتُ فَاطِمَةَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ ، فَهَجَرْتُهُ فَلَمْ تُكَلِّمْنِي حَتَّى تُوُفِّيتَ ، وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ ، فَلَمَّا تُوُفِّيتَ دَفَّنَهَا زَوْجُهَا عَلِيُّ لَيْلًا ، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا ، وَكَانَ لِعَلِيِّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ ، فَلَمَّا تُوُفِّيتَ اسْتَنْكَرَ عَلِيُّ وَجُوهَ النَّاسِ ، فَالْتَمَسَ مُصَالِحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ ، وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ ، فَأُرْسِلَ إِلَيَّ أَبِي بَكْرٍ : أَنْ آتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ ، كَرَاهِيَةً لِمُحْضَرِ عُمَرَ ، فَقَالَ عُمَرُ : لَا وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحَدِّكَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : وَمَا عَسَيْتُهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي ، وَاللَّهِ لَا تَيْتِيهِمْ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ ، فَتَشَهَّدَ عَلِيُّ ، فَقَالَ : إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سِوَاكَ اللَّهُ إِلَيْكَ ، وَلَكِنَّكَ اسْتَبَدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ ، وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَصِيبًا ، حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لِقَرَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي ، وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَمْوَالِ ، فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ ، وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ . فَقَالَ عَلِيُّ لِأَبِي بَكْرٍ : مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ . فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَتَشَهَّدَ ، وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلَّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ ، وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَدَرَ إِلَيْهِ ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيُّ ، فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ ، وَحَدَّثَ : أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ ، وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ ، وَلَكِنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا ، فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا ، فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا . فَسَرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا : أَصَبَتْ ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا ، حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ . [ر : ۲۹۲۶]

یہ روایت متفق علیہ ہے ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب الجہاد میں محمد بن رافع سے اس کیا ہے ، محمد بن رافع جہنم سے روایت کرتے ہیں اور مجہنم لیث سے روایت کرتے ہیں ، لیث بن سعد ثاری اور مسلم دونوں کی سندیں مل جاتی ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں -



ان فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسالہ میراثہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ بالمدينة وفدک، وما بقی من خمس خبیر ” حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غنیمت مدینہ اور فدک میں ملی تھی اور خبیر کے خمس میں جو بچا ہے اس سے ان کا حصہ میراث دے دیدیں۔ “

حضرت فاطمہؓ کا میراث طلب کرنا مال کی محبت کے سبب نہ تھا بلکہ تبرکات نبوی کا حصول پیش نظر تھا، چونکہ ان اموال کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھی اور یہ متروکات درحقیقت تبرکات نبوی تھے اس لیے حضرت فاطمہؓ کی خواہش ہوئی کہ یہ تبرکات ان کے حصے میں آئیں اور انہوں نے میراث کا مطالبہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تین قسم کے اموال تھے، ایک مدینہ میں اموال بنی نضیر جو اللہ جل شانہ نے آپ کو بطور فنی عطا فرمائے تھے، اور دوسرے نمبر پر فدک کی زمینیں تھیں، اہل فدک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف اراضی پر صلح کی تھی، نصف اراضی اہل فدک کے پاس رہی تھی اور نصف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور چونکہ یہ مال فنی تھا اس لیے فدک کی وہ اراضی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں رہی، تیسرے نمبر پر خبیر کی وہ زمینیں اور باغات جو خمس خبیر میں سے بچے ہوئے تھے اور خود آپ کا وہ سهم جو عام مسلمانوں کی طرح آپ کو ملا تھا۔ (۷)

خبیر اور فدک کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں میں خرچ فرمایا کرتے تھے، اور مدینہ منورہ میں اموال بنی نضیر جو آپ کو فنی کے طور پر ملے تھے ان سے عام طور پر آپ ازواج مطہرات کے نفقہ وغیرہ کا انتظام فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکرؓ سے میراث کا مطالبہ کیا، حضرت ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لانورث ماترکنا صدقة ” ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے “ البتہ آل محمد اس سے اپنی ضروریات پوری کریں گے اور بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کئے ہوئے مال میں اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا اسی حال میں رکھوں گا اور وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، چنانچہ حضرت فاطمہ کو میراث دینے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکار کر دیا۔

فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت  
 ”پس حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ پر ناراض ہو گئیں اور ان سے ترک تعلق کر لیا چنانچہ وفات تک  
 ان سے گفتگو نہیں کی۔“

### ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے میراث کا مطالبہ کیا، حضرت  
 صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی وجہ سے ان کو میراث دینے سے انکار کیا کہ  
 نبیوں کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور فرمایا کہ میں ان اموال میں ٹھیک اسی طرح تصرف کروں گا  
 جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تصرف فرمایا کرتے تھے اور میں ان میں وہی عمل کروں گا۔ جو آپؐ کا  
 اپنی زندگی میں معمول تھا، تو حضرت صدیقؓ نے حق بات کہی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد  
 مبارک کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے انکار کیا اس میں ان کی کوئی ذاتی منفعت نہیں تھی تو اس پر  
 حضرت فاطمہؓ ناراض کیوں ہوئیں، خصوصاً جبکہ حضرت صدیقؓ نے آپؐ کا صریح ارشاد مبارک ”لانورث  
 ماترکنا صدقہ“ انہیں سنا دیا، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ پر ان کی ناراضگی کا کیا جواز ہے کہ ان سے قطع تعلق  
 کر لیا اور وفات تک ان سے کلام نہیں کیا؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

① ”وجدت فاطمة علی ابی بکر....“ کے معنی بعض حضرات نے ”حزنت فاطمة“ بیان کئے  
 ہیں جس طرح ”وجدت“ کے معنی غصہ ہونے اور ناراض ہونے کے آتے ہیں اسی طرح اس کے معنی  
 غمگین ہونے کے بھی آتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے جب حضرت صدیقؓ سے میراث طلب کی  
 اور جواب میں حضرت صدیقؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا تو حضورؐ کے اس ارشاد مبارک  
 سے ناواقفیت کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ غمگین ہوئیں اور انہیں دکھ ورنج ہوا کہ حدیث نبوی سے لاعلمی میں  
 کیوں میراث کا مطالبہ کیا۔ (۸)

لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آگے کا جملہ ”فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت“ سے تو اس معنی کی  
 تائید نہیں ہو رہی ہے تو اس کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ”ہجرتہ“ کی ضمیر ”مطالبہ  
 میراث“ کی طرف عائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے میراث کا مطالبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ارشاد مبارک سننے کے بعد ترک کر دیا اور وفات تک میراث کے متعلق پھر کوئی بات نہیں کی۔ (۹)

(۸) لیکن ”وجدت“ کے صلے میں ”علی“ کی موجودگی اس معنی کی تائید نہیں کرتی۔

(۹) فیض الباری: ۱۴ / ۱۲۱

البتہ بخاری ہی کی ایک روایت میں ”وجدت فاطمة“ کے بجائے ”غضبت فاطمة“ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ”وجدت“ ”غضبت“ کے معنی میں ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لامع الدراری میں فرمایا کہ درحقیقت راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالمعنی کرتے ہوئے ”غضبت فاطمة“ کہہ دیا۔ (۱۰)

اس توجیہ کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمر بن شہب نے ”تاریخ مدینہ“ میں نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں ﴿ فلم تکلمہ فی ذلک المال حتی ماتت... ﴾ (۱۱) اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات تک اس مال اور میراث کے سلسلہ میں پھر مطالبہ نہیں کیا یہ مطلب نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیق سے مطلقاً قطع کلامی کر لی۔

① بعض علماء کا خیال یہ ہے ”فوجدت فاطمة علی ابی بکر... الخ“ یہ اصل روایت کا حصہ نہیں ہے بلکہ یہ امام زہری کی طرف سے ”مدرج“ ہے اور امام زہری ”ادراج میں مشہور ہیں، وہ حدیث سے کہتے درمیان میں اپنی رائے داخل کر دیتے ہیں اور اس کی وضاحت وہ بسا اوقات نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کے ادراج کو بھی روایت کا حصہ سمجھا جانے لگتا ہے۔ امام مالک کے شیخ ربیعۃ الراوی زہری سے کہا کرتے تھے۔ ﴿ یا ابابکر، اذا حدثت الناس برایک فاخبرهم انه رایک، واذا حدثت الناس بشی من السنة فاخبرهم انه سنة فلا یظنون انه رایک ﴾ (۱۲) حافظ نے بھی ”النکت علی ابن الصلاح“ میں لکھا ہے۔

﴿ وكذا كان الزهري يفسر الاحادث كثيرا، وربما اسقط اداة التفسير ﴾ (۱۳)

ان الفاظ کے مدرج ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف حضرت فاطمہؓ کا میراث کے سلسلہ میں مراجعت کا یہ واقعہ تقریباً چھتیس طرق سے مروی ہے، ان چھتیس میں پچیس طرق کا مدار ”زہری“ پر ہے اور گیارہ طرق زہری کے علاوہ دوسرے راویوں سے مروی ہیں، زہری کے علاوہ جو گیارہ طرق ہیں ان میں کہیں بھی حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی اور حضرت ابوبکرؓ سے ان کے قطع تعلق کا ذکر نہیں ہے، زہری سے مروی پچیس طرق میں سے بھی نو طرق میں اس ناراضگی کا ذکر نہیں ہے البتہ زہری کے باقی سولہ طرق میں حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی کا ذکر ہے تو اس طرح بیس طرق میں ناراضگی کا ذکر نہیں ہے اور جن میں ہے وہ صرف زہری سے مروی ہیں اس لیے ظاہر یہی ہے کہ یہ زہری کی طرف سے، ادراج ہے ورنہ ان کے علاوہ جن

(۱۰) لامع الدراری: ۲۹۰/۶۔ باب ما یکرہ من فجع الابل

(۱۱) تاریخ المدینة لابن شہبہ: ۱۹۶/۱

(۱۲) الفقیہو المتفقہ للخطیب البغدادی: ۱۳۸/۲

(۱۳) النکت علی ابن الصلاح: ۸۲۹/۱

گیارہ طرق سے یہ قصہ منقول ہے ان میں کسی ایک میں بھی تو اس کا ذکر ہوتا۔ (۱۳)

اب اگر یہ ادراج زہری نے اپنی طرف سے کیا ہے تب تو اس کا اعتبار نہیں اور اگر انہوں نے کسی سے سن کر یہ ادراج کیا ہے تو اس صورت میں یہ ”ارسال“ ہوگا اور مراسیل زہری محدثین کے نزدیک کوئی زیادہ قوی اور معتبر نہیں خصوصاً جب اس کے خلاف روایات موجود ہوں۔ (۱۵)

چنانچہ ابن سعد نے ”طبقات“ میں اور محب طبری نے ”الریاض النضرۃ“ میں روایت نقل کی ہے جس میں تصریح ہے، ”ان فاطمة لم تمت الاراضیة عن ابی بکر“ اسی طرح بیہقی نے اپنی ”سنن“ میں بھی اس مفہوم کی روایت ”شعبی“ سے نقل کی ہے۔ (۱۶) تو ان روایات کی موجودگی میں زہری کے ادراج کی کوئی خاص حیثیت نہیں رہتی۔

❶ ووجدت فاطمة علی ابی بکر.... کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کا مطلب مال منقول (درہم و دینار وغیرہ) میں وراثت جاری نہ ہونا ہے چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، \* لایقتسم ورثتی دیناراً ولا درہماً \* (۱۷) لیکن یہاں معاملہ مال غیر منقول (زمین) کا تھا اس لیے ممکن ہے حضرت فاطمہؓ کا یہ خیال ہو کہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے جبکہ حضرت ابوبکرؓ اس حکم کو عام سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے اس کی تقسیم بھی صحیح نہیں سمجھی۔ (۱۸)

❷ لیکن تمام روایات کو پیش نظر رکھ کر جو بات صحیح، دل لگتی اور فیصلہ کن معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اولاً میراث کا مطالبہ کیا اور جب حضرت صدیقؓ نے انہیں حضورؐ کا ارشاد سنایا تو وہ میراث کے مطالبہ سے تو دستبردار ہو گئیں تاہم انہوں نے ان اموال کی تولیت کا مطالبہ کیا کہ اموال بنی نضر وغیرہ سے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے سالانہ نفقات ادا کیا کرتے تھے اور اہل بیت کی ضروریات کا جتنا خود اہل بیت کو نطم ہو سکتا ہے دوسروں کو اتنا نہیں ہو سکتا اس لیے بعد میں حضرت فاطمہؓ کا مطالبہ حضرت صدیقؓ سے یہ تھا کہ آپ ان اموال کی تولیت، ان کا انتظام اور ان کی دیکھ بھال علیؓ اور عباسؓ

(۱۳) دیکھیے مولانا محمد نافع صاحب زید مجدہم کی کتاب ”رحماء بینہم“ ۱/۱۲۶-۱۲۷

(۱۵) دیکھیے تہذیب التہذیب: ۲۵۱ / ۹

(۱۶) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲۷ / ۸۔ والریاض النضرۃ: ۱ / ۱۵۶۔ اور بیہقی کی روایت کے الفاظ ہیں۔ \* لعامر ضت فاطمة آتاه ابوبکر الصدیق فاستاذن علیہا فقال علی: یا فاطمة! ہذا ابوبکر یستاذن علیک! فقالت: انحب ان آذن لہ؟ قال: نعم! فاذنت لہ! فدخل علیہا بتر ضاھا! وقال: واللہ ماترکت الدار والعمال والاہل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاة اللہ ومرضاة رسولہ! ومرضاتکم اہل البیت! ثم تر ضاھا حتی رضیت! (سنن بیہقی: ۱ / ۳۰۱۔ کتاب قسم الفی والغنیمة)

(۱۷) دیکھیے التمیذ لابن عبدالبر: ۱۷۳ / ۸۔

(۱۸) دیکھیے المرتضیٰ للشیخ ابی الحسن علی الندوی: ۱۳۷۔

کے حوالہ کر دیں۔ (۱۹) لیکن حضرت صدیقؓ نے یہ تولیت ان کے سپرد کرنے سے اس لیے انکار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ ابھی تازہ تھا ان کا خیال تھا کہ اگر اہل بیت ان اموال کے منتظم بن جائیں گے تو بہت سے دور کے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہوئی ہے، لوگوں کو اس مغالطہ سے بچانے کے لیے آپؓ نے تولیت ان کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اہل بیت کی ضروریات ان سے پوری کرتے تھے میں بھی اسی نہج اور طریقہ کے مطابق اہل بیت کے اخراجات ان سے پورے کروں گا۔

تولیت کے انکار کر دینے سے حضرت فاطمہؓ حضرت صدیقؓ سے ناراض ہوئیں حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گنجائش اور جواز اس بات کا ہے کہ وہ ان کی ایک جائز خواہش پوری کر سکیں لیکن حضرت صدیقؓ اس کو مذکورہ مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے، دونوں اپنی رائے میں مجتہد تھے اور دونوں کے لیے اپنا اپنا عذر تھا اور دونوں حق بجانب تھے۔

لیکن حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی ایسی نہیں تھی جیسا کہ یہاں زہریؒ کے ادراج میں ہے کہ وفات تک بات نہیں کی بلکہ کسی مسئلہ میں اجتہادی رائے کے اختلاف سے بسا اوقات انسان کے دل میں جو تھوڑی بہت شکر نچی پیدا ہو جاتی ہے بس اس ناراضگی کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہیں تھی۔

لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی کی اس معمولی سی ناراضگی نے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو بے چین کر دیا اور صدیق اکبرؓ نے جب تک انہیں راضی نہیں کیا اس وقت تک وہ بے چین رہے، چنانچہ ابن شائبہ کی روایت حافظ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں اور شاہ ولی اللہ نے ”ازالۃ الحفء“ میں نقل کی ہے کہ ﴿ان ابابکر قال لفاطمۃ: یا بنت رسول اللہ! ما خیر عیش حیاة اعیشھا وانت علی ساخطۃ، فان کان عندک فی ذلک عہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانت الصادقۃ، المصدقۃ، المامونۃ علی ما قلت، قال: فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی﴾ (۲۰) اسی طرح بیہقی نے اپنی سنن میں، ابن سعد نے طبقات میں اور محب طبری نے ”الریاض النضرہ“ میں وہ روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت صدیقؓ کے حضرت فاطمہؓ کو راضی کرنے کی تصریح کی گئی ہے (۲۱) اور یہی بات حضرت صدیق اکبرؓ کے بلند مقام، ان کے منصب اور خاندان نبوت کے ساتھ ان کی غیر معمولی محبت اور وفاداری کے مطابق اور سزاوار ہے اور جس کا اعلان انہوں نے خود حضرت علیؓ کے سامنے کرتے ہوئے کہا کہ ”والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ

(۱۹) البدایہ والنہایہ: ۲۸۹/۵

(۲۰) البدایہ والنہایہ: ۲۸۹/۵

(۲۱) سنن بیہقی: ۲۰۱/۶۔ وطبقات ابن سعد: ۲۴/۸۔ والریاض النضرہ: ۱۵۶/۱

صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی، واما الذی شجر بینی و بینکم من هذه الاموال، فانی لم آل فیہا عن الخیر، ولم اترک امر آرایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعه فیہا الا صنعتہ (۲۲)“

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبرؓ سے رضامندی کا ذکر صرف یہ نہیں کہ اہلسنت کی کتابوں میں ہے بلکہ خود روافض اور شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر اور مستند کتب میں ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت فاطمہؓ کی رضامندی کی تصریح کی گئی ہے، چنانچہ ابن ابی الحدید اور ابن میثم بحرانی دونوں شیعہ عالموں نے نہج البلاغہ کی شرح میں ان روایات کی تخریج کی ہے (۲۳) بلکہ ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں شیعوں کے مشہور امام زید بن علی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ «لورجع الامر الی، لقضیت فیہا بقضاء ابی بکر» (۲۴)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں ان اراضی کو اہل بیت پر تقسیم نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح ”لانورث ماترکنا صدقہ“ کو عام سمجھتے تھے اور انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بتائی ہوئی حدیث پر اعتماد فرمایا تھا۔ رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ان اموال کو اپنے دور خلافت میں اس لیے تقسیم نہیں کیا کہ ان اموال کو حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں غصب کر لیا تھا اور جو چیز غصب کر لی جاتی ہے، امام معصوم پھر اس کو واپس نہیں لیا کرتے۔

سوال یہ ہے کہ پھر امام معصوم کو تولیت بھی قبول نہیں کرنی چاہیے تھی کیونکہ تصرف جس طرح مالک بننے کے بعد انسان کرتا ہے اسی طرح متولی بننے کے بعد بھی کرتا ہے جبکہ حضرت علیؓ نے ان اموال کی تولیت قبول کی تھی نیز حضرت علیؓ کو پھر خلافت بھی قبول نہیں کرنی چاہیے کیونکہ روافض کے نزدیک حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلافت بھی غصب کی تھی تو اگر روافض کے بقول منسوبہ چیز کو امام معصوم واپس نہیں لیا کرتے تو پھر خلافت انہوں نے کیونکر قبول کی؟

خرد کا نام جوں رکھ دیا جوں کا نام خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

فلما توفیت، دفنہا زوجہا علیٰ لیلہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ انہیں رات کے وقت دفن کیا جائے کیونکہ دن کی

(۲۲) جیسا کہ روایت باب کے آخر میں یہ الفاظ آ رہے ہیں۔

(۲۳) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید: ۶۹/۳ - ۸۰ - وشرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی: ۱۰۶/۵

(۲۴) دیکھیے شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید: ۸۲/۳

بہ نسبت رات میں تتر زیادہ ہوتا ہے اور رات کے وقت دفن کرنے کی وصیت سے حضرت فاطمہؓ کا یہی مقصد تھا جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے بلکہ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ میرے جنازے کے اوپر جنازہ پوش رکھا جائے اور پھر اس کے اوپر چادر ڈالی جائے تاکہ کسی کو میرے قد اور جسم وغیرہ کا اندازہ نہ ہو سکے (۲۵) اس سے حضرت فاطمہؓ کی حیا کے بلند مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ولم یؤذن بها ابابکر

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع نہیں دی، اس وجہ سے نہیں کہ حضرت علیؓ ناراض تھے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت علیؓ کو یقین تھا کہ وفات کے حادثہ کی اطلاع ان کو ہو چکی ہوگی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری سے لے کر وفات تک ان کی تیمارداری جس طرح حضرت علیؓ کرتے رہے اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی برابر ان کی تیمارداری اور خدمت کرتی رہیں حتیٰ کہ وفات کے بعد خود حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق ان کی میت کو حضرت علیؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے ہی غسل دیا چنانچہ حاکم نے ”مستدرک“ میں (۲۶)، ابن سعد نے ”طبقات“ میں (۲۷)، عبدالرزاق نے ”مصنف“ (۲۸)، میں اور بیہقی نے اپنی ”سنن“ میں (۲۹) وہ روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ کی حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرنے اور وفات کے بعد ان کو غسل دینے کا ذکر ہے بلکہ خود شیعہ عالم ابو جعفر طوسی نے ”امالی“ میں لکھا ہے۔ \* وکان علی رضی اللہ عنہ یمرضها بنفسہ، وتعینہ علی ذلک اسماء بنت عمیس علی استمرار بذلک \* (۳۰) باقر مجلسی نے بھی ”جلاء العیون“ میں اس کی تصریح کی ہے۔ (۳۱)

اب ظاہر ہے کہ حضرت صدیقؓ کی زوجہ جب حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری سے لے کر وفات تک تمام مراحل میں شریک ہیں تو حضرت صدیقؓ کو وفات کی اطلاع ہونا ایک بدیہی اور یقینی بات تھی اس لیے حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ ان کو اطلاع ہو گئی ہوگی اپنی طرف سے مزید مستقلاً اطلاع نہیں دی۔

اسی طرح روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کے دوران پانچوں نمازوں کے لیے مسجد نبوی میں آتے تھے اور حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ برابر ان سے حضرت فاطمہؓ کی بیمار پر سی کرتے اور ان کی حالت پوچھتے تھے۔ (۳۲)

(۲۵) فتح الباری: ۱/۲۹۳ (۲۶) مستدرک حاکم: ۲/۱۶۲ (۲۷) دیکھیے طبقات بن سعد: ۸/۲۸

(۲۸) مصنف عبدالرزاق: ۳/۲۱۰ (۲۹) دیکھیے سنن بیہقی: ۳/۲۹۶ (۳۰) الامالی: ۱/۱۰۷

(۳۱) جلاء العیون: ۱۷۲

(۳۲) تکملة فتح الباری: ۳/۱۰۲۔ بحوالہ کتاب سلیم بن قیس العامری: ۲۲۲-۲۲۵

وصلی علیہا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، یہاں تو ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ہے (۳۳) اور بہت سی روایات میں آتا ہے کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

چنانچہ ابن سعد نے ”طبقات“ میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا انتقال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا، انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکرؑ، حضرت عمرؑ، حضرت زبیرؑ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؑ تشریف لائے، جب جنازہ نماز پڑھنے کے لیے لایا گیا تو حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؑ سے کہا کہ نماز پڑھائیے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ ”ہاں! آگے بڑھیے، واللہ آپ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا“ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؑ نے نماز پڑھائی اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی (۳۴) طبقات کے علاوہ امام بیہقی نے ”جنائز“ میں، خطیب بغدادی کے حوالہ سے علی مستقی نے ”کنز العمال“ میں اور محب طبری نے ”الریاض النضرہ“ میں بھی ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت صدیق اکبرؑ کے بارے میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی نماز جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ (۳۵) ابونعیم نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں میمون بن مہران کے تذکرہ میں روایت نقل کی ہے جس میں ہے

﴿و کبر ابوبکر علی فاطمۃ اربعاً﴾ (۳۶)

اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ حضرت صدیق اکبرؑ نے پڑھائی ہے کیونکہ نبوہاشم اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ ان کی اموات کی نماز جنازہ خلیفہ اور والی شہر پڑھائیں۔ چنانچہ ابوسفیان بن الحارث کی نماز جنازہ حضرت عمرؑ نے پڑھائی (۳۷)، حضرت عباسؑ کی نماز جنازہ حضرت عثمانؑ نے پڑھائی (۳۸)، حضرت حسنؑ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی (۳۹)، کہ وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے، اور محمد بن الحنفیہ کی نماز جنازہ امیر مدینہ ابان بن عثمان نے پڑھائی (۴۰) اس لیے اس پس منظر میں وہ روایات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہیں جن میں حضرت صدیق اکبرؑ کے نماز جنازہ پڑھانے کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

(۳۳) چنانچہ طبقات بن سعد کی روایت ہے: ﴿صلی العباس بن عبدالمطلب علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

(طبقات ابن سعد: ۲۸/۱)

(۳۳) طبقات بن سعد ۲۹/۸۔

(۳۵) دیکھیے سنن بیہقی: ۲۹/۳۔ وکنز العمال: ۳۱۸/۶۔ رقم ۵۲۹۹۔ والریاض النضرہ: ۱۵۶/۱

(۳۶) حلیۃ الاولیاء: ۹۶/۳۔ (۳۷) دیکھیے اسد الغابۃ: ۲۱۳/۵۔ ۲۱۵۔ (۳۸) الاستیعاب: ۱۰۰/۳۔ ۱۰۱۔

(۳۹) دیکھیے الاستیعاب: ۳۷۳/۱۔ (۴۰) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۹۱/۵۔



ولم یکن یبایع تلک الاشهر

حضرت فاطمہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ حیات رہیں، راوی کہتا ہے کہ ان چھ ماہ میں حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے بیعت نہیں کی تھی۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب ”الاعتقاد علی مذهب السلف“ میں تصریح کی ہے کہ یہ جملہ زہری کا ہے، اصل روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بعد میں راویوں نے زہری کے اس جملہ کو اصل روایت میں درج کر دیا۔ (۳۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ ابوداؤد طیالسی، ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابن حبان نے روایات نقل کی ہیں جن میں تصریح ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے اگلے دن مسجد نبوی میں جو عام بیعت ہوئی اس وقت حضرت علیؓ نے بیعت کر لی تھی، حافظ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ اور حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں بھی یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب عام بیعت ہونے لگی تو حضرت صدیقؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں حضرات موجود نہیں ہیں، آپ نے ان دونوں کو طلب کیا، یہ حضرات تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں سوانے اس کے اور کوئی شکایت نہیں ہے کہ کل سقیفہ بنی ساعدہ میں معاندہ طے ہو گیا اور آج یہاں مسجد نبوی میں بیعت ہو رہی ہے لیکن اس سلسلے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا اور ہم جانتے ہیں کہ خلافت کا سب سے زیادہ حق حضرت ابوبکرؓ کا ہے۔ حضرت علیؓ کا ایک قول ملا علی قاری نے ”شرح شمائل“ میں بھی نقل کیا ہے۔ ﴿ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی ابابکر لدیننا افلان رضاه لدننا﴾ اسی طرح ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے ﴿ان علیا یبایع ابابکر فی اول الامر﴾

یہ تمام روایات اور اقوال اس بات پر صراحتاً دلالت کر رہے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے بیعت کرنے میں تاخیر نہیں کی ہے بلکہ دوسرے روز عام لوگوں کے ساتھ آپ نے بیعت کر لی تھی۔

باقی رہی یہ بات کہ جب ایک مرتبہ بیعت کر لی تھی تو حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کرنے کا کیا مقصد تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کے دوران حضرت علیؓ ان کی تیمارداری میں مشغول رہے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے ربط و ملاقات میں کمی آگئی تھی اس لیے پہلی بیعت کی توثیق و تجدید کے لیے آپ نے دوبارہ بیعت کی، اکثر اہل علم کا رجحان اسی طرف ہے اور اسی کو حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حق اور حقیقت قرار دیا ہے۔ (۳۲)

البتہ اتنی بات رہ جاتی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے بیعت کے سلسلہ میں حضرت علیؓ سے مشورہ

(۳۱) والذی روی ان علیا لم یبایع ابابکر سۃ اشهر لیس من قول عائشۃ، انما هو من قول الزہری، فادرجہ بعض الرواۃ فی الحدیث عن عائشۃ فی

قصۃ (وانظر الاعتقاد علی مذهب السلف للبیہقی: ۱۸۰)

(۳۲) دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۵/۲۳۹ - نیز ۶/۲۰۲

کیوں نہیں کیا؟ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صورتحال بہت ہی کٹھن اور پیچیدہ ہو گئی تھی، حضرات انصار سقیہ بنی ساعدہ میں پہلے سے جمع ہو گئے تھے اور قریب تھا کہ اوس اور خزرج میں سے کسی ایک قبیلہ کے سردار کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے اور اس طرح مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کا شیرازہ ہی بکھر جائے کیونکہ اوس اور خزرج میں سے کسی بھی ایک کے ہاتھ میں زمام کار آجاتی تو دوسرا قبیلہ اس پر رضامند نہ ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد بصیرت، بالغ نظری اور دور بینی سے اس نازک صورتحال کا اندازہ کر لیا اور سمجھ لیا کہ مسلمان جس صورتحال سے دوچار ہیں اس میں ایک دن کی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں ہے، حضرت عمرؓ یہ بھی جانتے تھے کہ جزیرۃ العرب کے لوگ صرف قریش ہی کو اپنا سربراہ مان سکتے تھے کہ قریش کی قائدانہ حیثیت مسلم تھی اس لیے انہوں نے انتہائی عجلت میں اپنی خداداد ذہانت سے کام لیتے ہوئے سقیہ بنی ساعدہ میں انصار کو حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر جمع کر لیا اور دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی تو چونکہ صورتحال نے انتہائی پیچیدہ شکل اختیار کر لی تھی اس لیے حضرت علیؓ اور دوسرے کئی حضرات سے مشورے کا وقت اور موقع نہیں ملا، واللہ اعلم۔ آگے روایت میں حضرت علیؓ کی دوبارہ بیعت کا ذکر ہے۔

## فائدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ﴿لأنورث ماترکنا صدقہ﴾ میں حکمت کیا ہے؟ اس کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام زندگی بھر یہ اعلان کرتے ہیں.... ﴿لا اسئلكم علیہ اجرا﴾ ہم تمہاری جو خدمت کر رہے ہیں، تمہیں صراط مستقیم کی دعوت دیتے اور اس پر لانے کے لیے جو کوشش اور سعی کرتے ہیں یہ کسی عوض اور دنیوی منفعت کے لیے نہیں ہے، حضرات انبیاء کی یہ روش رہی ہے اور اسی کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد تقسیم میراث سے منع کیا اور فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلاة والسلام کی میراث جاری نہیں ہوتی (۳۳) اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ جس منصب پر وہ فائز ہوتے ہیں وہ لوگوں کی محبت کا مرکز ہوتا ہے اس لیے لوگ تحائف، عطیات، ہدایا ان کی خدمت میں بکثرت پیش کرتے ہیں، ان ہدایا اور تحائف کو اگر وہ جمع کریں اور ان کے انتقال کے بعد ورثاء میں سے تقسیم کیا جائے تو دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ نبوت کا کاروبار اس لیے چلایا گیا تھا کہ ان کی بعد میں آنے والی نسلیں نبوت کے زمانہ میں جمع کردہ اموال سے پھلتی پھولتی رہیں اور ان کی پرورش کا ایک معقول بندوبست اور انتظام

ہو جائے (۳۳) تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو کچھ آیا آپ نے تقسیم کیا اسی طرح جو اموال اللہ نے آپ کو عطا کئے تھے ان کے متعلق آپ نے وصیت کی کہ وہ آپ کی وفات کے بعد بھی مصالح مسلمین میں خرچ کئے جائیں اور میراث کے طور پر وہ تقسیم نہ کئے جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت پوری امت کے لیے الٰہوت کا درجہ رکھتی ہے لہذا اگر میراث تقسیم ہو تو پوری امت میں ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں اس لیے وہ اموال عامۃ المسلمین کی ضروریات کے لیے وقف رہتے ہیں۔ (۳۵)

تیسری بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تعلق کے حوالے سے ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز پر اپنی ملکیت تصور نہیں کرتے کیونکہ ہر چیز کی حقیقی ملکیت اللہ جل شانہ ہی کی ہے، ہم سے اللہ جل شانہ کی ملک کا وہ تصور بہت وقفہ نظر انداز ہو جاتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں سے وہ تصور کبھی نظر انداز نہیں ہوتا "الانبياء لا يشهدون لانفسهم ما كأمع الله" لہذا جن چیزوں کے وہ مالک بنائے جاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا قبضہ ان پر بحیثیت مٹولی کے ہے بحیثیت مالک کے نہیں، اس بناء پر انہوں نے منع کیا کہ ہمارے انتقال کے بعد کسی مال کو میراث میں تقسیم نہ کیا جائے۔

قرآن شریف میں ﴿ وورث سليمان داود ﴾ اور ﴿ رب هب لي من لدنك وليا يرثني ﴾ وارد ہوا ہے جس سے انبیاء کی وراثت کا ثبوت ہوتا ہے لیکن اکثر علماء کا خیال یہ ہے کہ ان آیات میں وراثت سے وراثت علم و حکمت مراد ہے وراثت مال مراد نہیں۔ (۳۶)

۳۹۹۹ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ نَسَارٍ : حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ ،  
عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا فَتَحَتْ خَيْبَرَ قُلْنَا : الْآنَ نَشْبِعُ مِنَ التَّمْرِ  
۴۰۰۰ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ : حَدَّثَنَا مُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ

باب : أَسْتَمَلُوا النَّبِيَّ ﷺ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ .

۴۰۰۱ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ مُهَيْلٍ ، عَنْ سَعِيدِ  
ابْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَعْمَلَ

جَلَّ عَلَى خَيْبَرَ ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ( أَكُلْتُ تَمْرَ خَيْبَرَ هَكَذَا ) .  
 فَقَالَ : لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ ، بِالثَّلَاثَةِ ، فَقَالَ : ( لَا تَفْعَلْ ،  
 بَعِ الْجَمْعَ بِالذَّرَاهِمِ ، ثُمَّ اتَّبِعْ بِالذَّرَاهِمِ جَنِيْبًا ) .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک آدمی کو عامل بنایا، یہ قبیلہ بنی عدی کے حضرت سواد بن غزیہ تھے (۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاص قسم کی کھجور جس کو ”جنیب“ کہتے تھے اور جو بہت عمدہ ہوتی ہے، وہ لے کر آئے، آپ نے فرمایا کہ کیا خیبر کی ساری ہی کھجوریں ایسی (عمدہ) ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا، نہیں، ہم اس قسم کی عمدہ کھجور کا ایک صاع دوسری کھجوروں کے دو صاع کے بدلے لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلے میں لیتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ کھجور عمدہ ہے اس لیے اس کا ایک صاع اور دوسری معمولی قسم کی کھجوروں کے دو صاع برابر ہیں، اسی طرح جب یہ ہم دو صاع لیتے ہیں تو دوسری کھجوریں تین صاع دینی پڑتی ہیں، آپ نے فرمایا ایسا مت کرو (کیونکہ یہ تو زیبا ہے، متحد الجنس میں تقاضا جائز نہیں) بلکہ ناقص کھجور پہلے درہم کے عوض بیچو اور پھر ان درہم سے عمدہ کھجور خرید لیا کرو۔

وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ ، عَنْ سَعِيدٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ  
 حَدَّثَاهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ إِلَى خَيْبَرَ ، فَأَمَرَهُ عَلَيْهَا

اس تعلیق کو ابو عوانہ اور دارقطنی نے موصولاً نقل کیا ہے۔ (۲)

وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ ، عَنْ أَبِي صَالِحِ السَّمَانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ : مِثْلَهُ . [ر : ۲۰۸۹]  
 یہ بھی عبد العزیز کی سند کے ساتھ ہے، یہاں عبد المجید سعید بن مسعود سے نقل کر رہے تھے اور  
 یہاں ابوصالح سمان سے نقل کر رہے ہیں۔

باب مُفَادَلَةِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَ خَيْبَرَ

۴۰۰۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ  
 اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أُعْطِيَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ : أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا ، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا

[ر : ۲۱۶۵]

(۱) فتح الباری: ۴/۲۹۶۔ عمدہ القاری: ۱۲/۲۶۰

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے وقت یہ طے کیا تھا کہ یہود کو خیبر خالی کرنا پڑے گا، جب خیبر فتح ہو گیا اور آپ نے یہود کو خیبر سے نکلنے کے لیے کہا تو انہوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں خیبر کی زمینوں اور باغات میں کام کی اجازت دیجیئے اور جو پیداوار ہوگی اس کو ہم اور آپ تقسیم کریں گے، یہ معاملہ ”مخابره“ کہلاتا ہے، اس لیے کہ خیبر سے اس کی ابتداء ہوئی ہے، بٹائی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بھیجے وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہود کو اختیار دیتے کہ جو حصہ پسند ہو وہ لے لو، یہود یہ انصاف دیکھ کر کہتے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل پر قائم ہیں۔ (۲)

### باب : الشاة التي سميت للنبي ﷺ بـخيبر

رواه عروة ، عن عائشة ، عن النبي ﷺ

۴۰۰۳ : حدثنا عبد الله بن يوسف : حدثنا الليث : حدثني سعيد ، عن أبي هريرة

رضي الله عنه قال : لما فتحت خيبر أهديت لرسول الله ﷺ شاة فيها سم . [ ر : ۲۹۹۸ ]

خیبر فتح کرنے کے بعد چند روز تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر ہی میں قیام فرمایا، اس دوران سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے ایک بھتی ہوئی بکری آپ کے پاس بطور ہدیہ ارسال کی، اور اس میں زہر ملا دیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چکھا تو فرمایا رک جاؤ، اس میں زہر ملا دیا گیا ہے، البتہ حضرت بشر بن براء نے کچھ کھالیا تھا، زینب کو بلا کر اس سازش کا سبب دریافت کیا تو اعتراف کر کے کہنے لگی کہ زہر اس لیے ملا دیا گیا تھا کہ میرا خیال تھا کہ آپ اگر نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع کر دے گا اور اگر آپ نبی برحق نہیں ہیں تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے اس لیے آپ نے زینب کو کچھ نہیں کہا لیکن بعد میں جب اس زہر کے اثر سے حضرت بشر بن براء انتقال کر گئے تو زینب بشر کے وارثوں کے حوالہ کر دی گئی اور انہوں نے اس کو قصاص میں قتل کر دیا۔ (۳)

حدیث باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی واقعہ کو بیان کیا ہے، یہ روایت مفصلاً اسی

سند کے ساتھ ”کتاب الجزیہ“ میں گزری ہے۔ (۴)

(۲) سنن ابی داؤد: ۱۲ / ۳۲۲، رقم الحدیث ۳۲۲۰۔ باب فی الساقات، کتاب البیوع

(۳) دیکھیے فتح الباری: ۴ / ۲۹۷۔ وزاد المعاد: ۱۲ / ۳۳۵۔ ۳۳۶

(۴) کتاب الجزیة والموادعة، باب اذا غدر المشركون بالمسلمين هل يعفى عنهم ۳۱۶۹

## باب : غزوة زید بن حارثة .

۶۰۰۴ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ ، فَقَالَ : (إِنْ تَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ ، وَإَيْمُ اللَّهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلإِمَارَةِ ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَإِنْ هَذَا مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ) .

[ر : ۳۵۲۴]

حضرت زید بن حارثہ کو آپ نے کئی مواقع پر امیر مقرر فرمایا ہے (۵) اس لیے یہ تعین مشکل ہو گئی ہے کہ یہاں جس غزوے کا امام بخاری ذکر کر رہے ہیں یہ کون سے سن میں واقع ہوا ہے اور کونسا غزوہ ہے؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رمضان ۶ھ میں پیش آنے والا وہ غزوہ ہے جس میں بنو فزارہ کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ اس غزوہ میں ”ام قرظہ“ کو قتل کیا گیا ہے ، ام قرظہ قبیلہ بنی فزارہ کی سردار تھی ، حضرت زید بن حارثہ تجارت کی غرض سے شام گئے تھے ، صحابہ کا مال بھی ساتھ تھا ، واپسی پر بنی فزارہ نے حملہ کیا ، سارا مال چھین لیا اور آپ کو زخمی کیا ، حضرت زید مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا جس نے بنی فزارہ پر حملہ کر کے کچھ لوگوں کو قتل کیا جن میں ان کی سردار ”ام قرظہ“ بھی تھی (۶) ام قرظہ کے قتل کا ذکر کئی جگہ آتا ہے ، حافظ ابن حجر نے ”تلخیص الجبیر“ میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام قرظہ کو قتل کیا ہے ، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ”یوم الردہ“ میں ام قرظہ کے قتل کا حکم دیا اور مذکورہ غزوہ بنی فزارہ میں بھی ام قرظہ کے قتل کا ذکر ہے ، ممکن ہے ام قرظہ نامی کئی عورتیں ہوں جن کو مختلف اوقات میں مسلمانوں نے قتل کیا ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں جو روایت ذکر کی ہے اس میں ”جیش اسامہ“ کا تذکرہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند روز قبل حضرت اسامہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا ، اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ کس لڑکا ہے (حضرت اسامہ کی عمر اس وقت

(۵) وقد تبعت ما ذكره اهل المغازی من سرايا زيد بن حارثة فبلغت سبعا.... (فاولها) جمادى الاخرة سنة خمس قبل نجد في مائة راكب (والثانية) في ربيع الآخر سنة ست الى بنى سليم (والثالثة) في جمادى الاولى منها.... (والرابعة) في جمادى الآخرة منها الى بنى ثعلبة (والخامسة) الى حسمى في خمس مائة الى اناس من بنى جذام (والسادسة) الى وادي القرى (والسابعة) الى ناس من بنى فزارة ولعل هذه الاخرة مراد المصنف -

(وانظر فتح الباری: ۳۹۸/۶-۳۹۹)

(۶) فتح الباری: ۳۹۸/۶- وعدة القاری: ۳۶۱/۱۷

اکیس سال تھی) اور ان کو کبار مہاجرین کا امیر بنا دیا گیا، یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ ناراض ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے لوگوں سے کہا۔ ان تطعنوا فی امارتہ فقد طعنتم فی امارۃ ایہ من قبلہ آج تم اسامہ کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو سو تم اس سے قبل اس کے والد (زید بن عارضہ) کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، حالانکہ وہ مجھے لوگوں میں زیادہ محبوب تھے اور اس کے بعد مجھے یہ زیادہ محبوب و عزیز ہیں۔

چونکہ اس روایت میں حضرت زید بن عارضہ کی امارت کا ذکر بھی ضمناً آ گیا ہے اس مناسبت سے امام نے یہ روایت اس باب میں ذکر کی۔ واللہ اعلم

### باب : عُمَرَةُ الْقَضَاءِ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

۴۰۰۵ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا أُعْتَمِرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ ، فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدْخُلُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ ، حَتَّى قَضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ ، كَتَبُوا : هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ، قَالُوا . لَا نُقِرُّ لَكَ بِهِنَا ، لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَيْئًا ، وَلَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ . فَقَالَ : (أَنَا رَسُولُ اللَّهِ ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ) . ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : (أَمْنَحُ رَسُولَ اللَّهِ) . قَالَ عَلِيٌّ : لَا وَاللَّهِ لَا أَمْنُوكَ أَبَدًا ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكِتَابَ ، وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ ، فَكَتَبَ : هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ السَّلَاحَ إِلَّا السِّيفَ فِي الْقِرَابِ ، وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ ، وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا . فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا ، فَقَالُوا : قُلْ لِصَاحِبِكَ : أَخْرُجْ عَنَّا ، فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ . فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ ، تُنَادِي : يَا عَمُّ يَا عَمُّ ، فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدَيْهَا ، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ : دُونَكَ ابْنَةُ عَمِّكَ أَحْمَلِيهَا ، فَأَخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ ، قَالَ عَلِيٌّ : أَنَا أَخَذْتُهَا ، وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي . وَقَالَ جَعْفَرٌ : ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْيِي . وَقَالَ زَيْدٌ : ابْنَةُ أَخِي . فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَتِهَا ، وَقَالَ : (الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ) . وَقَالَ لِعَلِيِّ : (أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ) . وَقَالَ

لِحَمْفَرٍ : (أَشْبَهْتَ خَلْتِي وَخَلْتِي) . وَقَالَ لِيَزِيدٍ : (أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا) . وَقَالَ عَلِيُّ : أَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْرَةَ ؟ قَالَ : (إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ) . [ر : ۱۶۸۹]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمرۃ القضاء کا باب یہاں کتاب المغازی میں قائم کیا ہے حالانکہ یہ کتاب الحج سے متعلق ہے وہیں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔

اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چونکہ غزوہ حدیبیہ کے نتیجہ میں عمرۃ القضاء کی نوبت آئی تھی، غزوہ حدیبیہ ہی اس عمرے کا پیش خیمہ بنا اس لیے امام بخاری نے مغازی میں اس کا ذکر کیا۔ (۷)  
لیکن دوسرا سوال یہ کھریا ہوگا کہ ایسی صورت میں تو اس کو غزوہ حدیبیہ کے ساتھ ہی بیان کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ ۷ھ میں واقع ہوا ہے اور غزوہ حدیبیہ ۶ھ کا ہے اس لیے حدیبیہ کے ساتھ اس کو ذکر نہیں کیا، ۷ھ کے واقعات میں اس کو ذکر کیا۔ یہ عمرہ چار ناموں کے ساتھ معروف ہیں۔

① اس کا ایک نام ”عمرۃ القضاء“ ہے چونکہ آپ حدیبیہ کے سال عمرہ ادا نہ کر سکے تھے یہ عمرہ اس کی قضاء کے طور پر آپ نے ادا کیا اس لیے اس کو ”عمرۃ القضاء“ کہتے ہیں، بعض حضرات اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں قضاء ”اداء“ کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ ”قضاء“ کے معنی ”فیصلہ“ کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اس عمرے کا فیصلہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر ہوا تھا کہ آئندہ سال آپ عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائیں گے اس لیے اس کو ”عمرۃ القضاء“ کہتے ہیں۔ (۸)

② اس کا دوسرا نام ”عمرۃ القصاص“ ہے، قصاص کے معنی بدل کے آتے ہیں اور یہ عمرہ چونکہ عمرۃ الحدیبیہ کے بدلے میں تھا اس لیے اس کو ”عمرۃ القصاص“ بھی کہتے ہیں۔ (۹)

③ تیسرا نام اس کا ”عمرۃ الصلح“ ہے اس لیے کہ صلح حدیبیہ میں اس عمرے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ (۱۰)

④ چوتھا نام اس کا ”عمرۃ القضیہ“ ہے، قضیہ کے معنی بھی فیصلہ کے ہیں اور یہ عمرہ فیصلہ کے

بموجب کیا گیا۔ (۱۱)

(۷) فتح الباری: ۱/ ۵۰۰

(۸) فتح الباری: ۱/ ۵۰۰ - والروض الانف: ۲/ ۲۵۲

(۹) علامہ سہیلی نے اسی نام کو راجح قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ﴿یقال لها: عمرۃ القصاص، وهذا الاسم اولیٰ بها لقوله تعالى: الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص، وهذه الآية فیہا نزلت، فهذا الاسم اولیٰ بها۔﴾

(۱۰) عمدۃ القاری: ۱۴/ ۲۱۲

(۱۱) عمدۃ القاری: ۱۴/ ۲۱۲



## عمرے کی ادائیگی

صلح حدیبیہ میں کفار مکہ سے معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں گے نیز مسلمان مکہ میں اپنے ساتھ ہتھیار نہیں لائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ کا چاند دیکھنے کے بعد عمرے کی ادائیگی کا اعلان کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے۔ (۱۲) آپ نے احتیاطاً اسلحہ بھی ساتھ لیا کہ کہیں مشرکین کی جانب سے جنگ کی نوبت پیش آجائے تو مسلمان خالی ہاتھ نہ ہوں، مکہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ”بلن یانج“ میں جنگ کا وہ اسلحہ آپ نے چھوڑا اور اس کی حفاظت کے لیے دو سو سواروں کا دستہ متعین کیا۔ (۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے ہوئے حرم مکہ میں داخل ہوئے، مشہور انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ  
 الیوم نضر بکم علی تنزیلہ  
 ضربا یزیل الہام عن مقیلہ  
 ویذہل الخلیل عن خلیلہ

حضرت عمرؓ نے ان کو یہ شعر پڑھتے سنا تو کہا کہ اللہ کے رسولؐ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں تو شاعری کر رہا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پڑھنے دو، یہ اشعار ان کافروں کے لیے تیروں سے بھی زیادہ اذیت ناک ہیں۔ (۱۴)

رؤسائے قریش بغض و عداوت کی وجہ سے حرم مکہ میں مسلمانوں کی آمد کے اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے اس لیے اکثر لوگ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے گئے اور تین دن کے بعد قریش نے آپؐ کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ چند آدمی بھیجے ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہہ دو کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو چکی ہے، اب نکل جاؤ“ چنانچہ آپؐ حسب معاہدہ اسی وقت روانہ ہو گئے (۱۵) اس عمرے میں تقریباً دو ہزار صحابہؓ نے آپؐ کے ساتھ ادائیگی عمرہ کا شرف حاصل کیا۔ (۱۶)

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۷۷ / ۱۷۲

(۱۳) دیکھیے السیرۃ الحللیۃ: ۶۲ / ۳ - عمرۃ القضاء - ودلائل النبوة للبیہقی: ۳۲۱ / ۳

(۱۴) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفة کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الشعر: ۱۶

(۱۵) السیرۃ الحللیۃ: ۶۳ / ۳

(۱۶) السیرۃ الحللیۃ: ۶۲ / ۳ - وفتح الباری: ۵۰۰ / ۶

فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب - وليس يحسن يكتب، فكتب: هذا

ما قاضى عليه محمد بن عبد الله....

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا جانتے تھے؟

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لیے یہاں لکھنے کی جو نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے یہ اسناد مجازی ہے، آپ نے خود کتابت نہیں فرمائی تھی لیکن چونکہ آپ نے کتابت کا حکم دیا تھا اس لیے نسبت آپ کی طرف کر دی گئی، اس طرح اور بھی کئی روایات میں آتا ہے، ﴿کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قیصر والی کسری....﴾ ان تمام میں آپ کی طرف اسناد مجازی ہے۔ (۱۷)

البته ابوالولید باجی روایت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے شک امی تھے مگر بطور معجزہ آپ کاتب بھی ہو گئے تھے اور قاری بھی ہو گئے تھے۔ (۱۸)

ابوالولید باجی کی اس رائے سے ان کے قریب رہنے والے علماء نے سخت اختلاف کیا، ابوبکر بن الصائغ، عبد اللہ بن سہل، ابو محمد بن مسعود وغیرہ علماء نے ان پر تنقید کی حتیٰ کہ بعض علماء نے ان پر زندیق ہونے کا فتویٰ بھی لگایا اور کہا کہ یہ قرآن کی آیت ﴿وما کنتم تتلون من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بيمينک اذا لارتاب المبطلون﴾ (۱۹) کی صریح مخالفت ہے، بعض نے ان کے خلاف یہ شعر بھی پڑھا۔

برئت ممن شری دنیا باخرة

وقال: ان رسول الله قد کتب

کہا جاتا ہے کہ اس وقت کے امیر نے ابوالولید باجی اور ان کے مخالف علماء کو جمع کیا، مناظرہ ہوا اور باجی اپنے دلائل کی وجہ سے غالب رہے، باجی نے کہا کہ میری رائے قرآن کے خلاف نہیں ہے، قرآن کی آیت سے آپ کا امی ہونا ثابت ہے لیکن امی ہونے کے باوجود اور کسی سے تعلیم حاصل کئے بغیر لکھنے پڑھنے پر آپ کی قدرت آپ کی نبوت کا دوسرا معجزہ ہے، ابوذر ہروی، ابوالفتح نیشاپوری اور دیگر کئی علماء نے آپ کی تائید بھی کی ہے، یہ حضرات عون بن عبد اللہ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جو ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے۔ ﴿مامات رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى كتب وقرأ﴾ (۲۰)

لیکن امام بیہقی نے اس روایت پر دو اعتراض کئے ہیں ایک یہ کہ اس روایت کی سند میں مجاہل اور ضعیف ہیں اور دوسرے یہ کہ اس میں انقطاع ہے، طبرانی نے اس روایت کو ”منکر“ کہا ہے اس لیے

یہ قابل استدلال نہیں ہے۔ (۲۱)

بعض حضرات نے کہا کہ مذکورہ روایت میں ”حتیٰ کتب و قرأ“ کی امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عائد نہیں ہے بلکہ یہ ”عون“ کے والد ”عبداللہ بن عتبہ“ کی طرف عائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے پہلے ہوشیار اور سمجھدار ہو گئے تھے اور لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے۔

امام تقی الدین بن دقین العید کے سامنے جب ابوالولید باجی کا نقطہ نظر پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کی طرف کوئی خاص التفات نہیں فرمایا اور کہا کہ باجی کے پاس اپنے اس نظریے کے لیے کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے اس لیے یہ قابل قبول نہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے ”میزان الاستدال“ میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی تھے لیکن چونکہ آپ کے پاس بہت سے خطوط اور کئی تحریریں آتی رہتی تھیں اس لیے آپ اپنا نام لکھنا سیکھ گئے تھے جیسے بہت سے عامی لوگ اپنا دستخط سیکھ لیتے ہیں لہذا صلح حایبہ کے موقع پر آپ کے اپنا نام لکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ امی نہیں تھے ورنہ ہی اس کو کسی معجزہ پر محمول کیا جاسکتا ہے (۲۲) آپ امی تھے اور امی ہی رہے، یہی تو وہ بات ہے جس کی وجہ سے مخالفین کی کمر ٹوٹ جاتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، چالیس سال اسی حالت میں گزار دیئے اور اچانک اب وہ علوم کے دریا بہا رہا ہے، حقائق بیان کر رہا ہے، حکم، معارف اور رموز کی تلقین کر رہا ہے، اس نے نہ کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی وہ مطالعہ کرنا جانتا ہے لیکن اس کی ہر بات علم و معرفت کا چشمہ ہے۔

نگار من بکتب زلفت وخط نہ نوشت

بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

(میرا محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو نہ کبھی کسی مکتب میں گئے اور نہ ہی کبھی لکھا، لیکن ایک

ہی اشارے میں وہ سینکڑوں مدرسین کو مسائل سمجھا دیتے ہیں۔)

فتبعته ابنة حمزة تنادي: يا عم، يا عم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی کمسن صاحبزادی آپ

کے پیچھے پیچھے آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا عم، یا عم“ کہہ کر پکارنے لگیں یہ رشتہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں اس کے باوجود ان کا عم کہنا عرب کے محاورے کے مطابق تھا کہ چھوٹا

بڑے کو عم کہتا ہے۔ (۲۳) اور ”عم“ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نسبی طور پر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے تاہم رضاعت کے تعلق سے وہ آپ کے بھائی تھے اس لیے ان کی صاحبزادی نے آپ کو ”یاعم“ کہہ کر پکارا۔ (۲۴)

فاختصم فیہا علی وزید وجعفر

حضرت علیؑ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، حضرت جعفرؑ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری زوجہ ہے اس لیے میں لوں گا، حضرت زیدؑ کہتے تھے کہ حمزہؑ میرے دینی بھائی تھے، اس رشتہ سے یہ میری بھتیجی ہے لہذا میرا حق بنتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؑ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس کے حق میں فیصلہ فرماتے ہوئے کہا کہ ”خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے“

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ باب حضانت (پرورش) میں عمہ کے مقابلہ میں خالہ کو ترجیح

ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس صاحبزادی کے نام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ① عمارہ ② فاطمہ ③ امامہ ④ امۃ اللہ ⑤ سلمیٰ، یہ پانچ نام ذکر کئے گئے ہیں البتہ مشہور پہلا قول ہے۔ (۲۵) واللہ اعلم

وقال لجعفر: اشبهت خلقی وخلقی

حضرت جعفرؑ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اخلاق کے اعتبار سے بھی مجھ جیسے ہو، میرے ساتھ تمہیں جسمانی مشابہت بھی حاصل ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے۔ کہتے ہیں کہ عرب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شکل و صورت میں مشابہت رکھنے والے تیرہ اصحابؑ تھے جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد چار رہ گئے تھے اور باقی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ (۲۶)

۴۰۰۶ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ رَافِعٍ : حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) . قَالَ :  
وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ نَافِعٍ ،  
عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا ، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ  
وَبَيْنَ الْبَيْتِ ، فَتَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَّةِ ، وَقَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ ، وَلَا

(۲۳) فتح الباری: ۵۰۵ / ۴ - عمدۃ القاری: ۲۱۴ / ۱۷

(۲۴) فتح الباری: ۵۰۵ / ۴ - عمدۃ القاری: ۲۱۴ / ۱۷

(۲۵) فتح الباری: ۵۰۵ / ۴ - عمدۃ القاری: ۲۱۴ / ۱۷

(۲۶) فتح الباری: ۵۰۵ / ۴ - عمدۃ القاری: ۲۱۴ / ۱۷

يَخِيلُ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سُبُوقًا ، وَلَا يُقِيمُ بِهَا إِلَّا مَا أَحْبَبُوا ، فَأَعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ ، فَدَخَلَهَا  
كَمَا كَانَ صَالِحَهُمْ ، فَلَمَّا أَنْ أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا ، أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ [ر : ۲۵۵۴]

۴۰۰۷ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ :  
دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ ، فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةَ  
عَائِشَةَ ، ثُمَّ قَالَ : كَمْ أَعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : أَرْبَعًا ، ثُمَّ سَمِعْنَا أَسْتِنَانَ عَائِشَةَ ، قَالَ  
عُرْوَةُ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْتَمَرَ أَرْبَعَ  
عُمَرَ ، فَقَالَتْ : مَا أَعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عُمَرَةَ إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ ، وَمَا أَعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ  
[ر : ۱۶۶۵]

یہ روایت ”ابواب العمرة“ اور ”غزوة الجدیہ“ میں گزر چکی ہے ، ہمارے نسخوں میں ہے کم  
اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: اربعا، مصری نسخوں میں ”اربعا“ کے بعد ”احداہن فی رجب“ کا  
اضافہ ہے اگر یہ اضافہ نہ ہو تو آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیان پر جو نکیر  
اور تردید کی ہے وہ درست نہیں ہوگی، ہمارے ہندوستانی نسخوں میں یہ سقم ہے اور مصری نسخے درست ہیں  
کیونکہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ کی روایت میں ”احداہن فی رجب“ کے الفاظ کی تردید کی ہے جبکہ  
ہمارے نسخوں حضرت ابن عمرؓ سے یہ الفاظ منقول ہی نہیں ہیں۔

۴۰۰۸ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ : سَمِعَ ابْنَ  
أَبِي أَوْفَى يَقُولُ : لَمَّا أَعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَرَّنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ ، أَنْ يُؤْذُوا  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ . [ر : ۱۵۲۳]

۴۰۰۹ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ  
سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ ، فَقَالَ  
الْمُشْرِكُونَ : إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفَدُّ وَهَتَّهْمُ حُمَى يَثْرِبَ ، وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ  
الثَّلَاثَةَ ، وَأَنْ يَمْسُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ ، وَلَمْ يَمْنَعُهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءَ  
عَلَيْهِمْ .

۱۔ ہمارے اختیار کردہ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا کے تحقیقی نسخے میں بھی ”احداہن فی رجب“ کے الفاظ  
نہیں ہیں البتہ حافظ اور علامہ عینی کے نسخوں میں ہیں۔

وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَامِهِ الَّذِي اسْتَأْمَنَ ، قَالَ : (أَرْمَلُوا) . لِيرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ ، وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُبَيْعَانَ . [ر : ۱۵۲۵]

یہ روایت کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ (۲۷)

۴۰۱۰ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَيْتِ ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، لِيرِي الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ [ر : ۱۵۶۶]

۴۰۱۱ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وَهَّابٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ مَيْمُونَةَ وَهِيَ مُحْرِمٌ ، وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ ، وَمَاتَ بِسِرْفٍ وَزَادَ ابْنُ إِسْحَقَ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ عَطَاءٍ وَجَاهِدٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ مَيْمُونَةَ فِي عُمُرَةِ الْقَضَاءِ . [ر : ۱۷۴۰]

اس روایت میں نکاح المحرم کا مسئلہ آیا ہے اور کتاب الحج میں گزر چکا ہے۔ (۲۸)

### باب : غزوة مؤتة من أرض الشام .

موتہ ملک شام کے علاقے بلقاء میں واقع ایک مقام کا نام ہے (۲۹) جہاں یہ غزوہ پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف امراء اور سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تو ایک خط حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکر قیصر روم کی جانب روانہ فرمایا، عرب اور شام کے سرحدی علاقوں میں جو عرب رؤسا حکمران تھے، ان میں ایک شر حیل بن عمرو بھی تھا جو علاقہ بلقاء کا رئیس اور قیصر کا ماتحت تھا، شر حیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارث کو شہید کر دیا (۳۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ان کے قصاص کے لیے آپ نے تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید قتل ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے اور اگر جعفر بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی قتل

(۲۷) صحیح بخاری، کتاب الحج، کیف کان بدء الرسل: ۲۱۸/۱ (۲۸) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب تزویج المحرم: ۲۲۸/۱

(۲۹) فتح الباری: ۵۱۱/۷۔ آج کل یہ علاقہ مملکت اردن میں شامل ہے (۳۰) فتح الباری: ۵۱۱/۷۔ والسیرة المحلیة: ۲۶/۳

ہو جائیں تو پھر مسلمانوں کو اختیار ہوگا جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ (۳۱)

حضرت زید بن حارثہؓ کو ایک سفید جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور نثیۃ الوداع تک آپ خود ان کے ساتھ گئے اور انہیں وعظ و نصیحت کرنے کے بعد رخصت فرمایا۔ (۳۲)

ادھر شرمیل کو جب مسلمانوں کے لشکر کی اطلاع ملی تو اس نے تقریباً ایک لاکھ افراد پر مشتمل لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے جمع کیا اور مزید ایک لاکھ فوج لے کر ہرقل خود شرمیل کی مدد کے لیے پہنچا، مقام معان پر پہنچ کر جب مسلمانوں کو خبر ملی کہ دو لاکھ سپاہیوں کا لشکر مقابلے کے لیے آیا ہے تو مسلمان متردد ہوئے کہ تین ہزار کی قلیل تعداد کے ساتھ ان کے مقابلہ میں جانا چاہیے یا نہیں؟ لشکر اسلام دو دن تک معان میں ٹھہر کر مشورہ کرتا رہا، اکثر صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے اطلاع دی جائے اور آپ کے حکم کا انتظار کیا جائے لیکن عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک پر جوش تقریر کی جس میں انہوں نے کہا کہ ہماری جنگ کا دارومدار قوت اور تعداد کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ اس دین کی بنیاد پر ہے جس سے اللہ جل شانہ نے ہمیں سرفراز فرما کر عزت بخشی ہے لہذا، چل پڑو، دو ٹیکوں میں سے ایک تو ضرور حاصل ہوگی یا کفار پر غلبہ حاصل ہوگا اور یا شہادت سے سرفرازی نصیب ہوگی، ابن اثیر نے تقریر کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں:

یا قوم، واللہ ان التی تکرہون التی خرجتم ایاہا تطلبون الشهادة، ومانقاتل

الناس بعدد ولاقوة ولاکثرة، مانقاتلہم الا بهذا الدین الذی اکرمنا اللہ بہ، فانطلقوا فماہی

(۳۱) طبقات ابن سعد: ۲/ ۶۶

(۳۲) اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رخصت کرنے لگے تو وہ روئے ڈگے، لوگوں نے دریافت کی تو فرمایا میں دنیا سے محبت یا تم سے عشق کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے..... ﴿وان منکم الا وادھا تا ان علیٰ ربک حتماً مقضیاً﴾ یعنی ”تم میں سے کوئی اللہ نہیں ڈگے گا، جہنم پر گزرنے پر۔ یہ اللہ جل شانہ کا حتی اور اٹل فیصلہ ہے“ معلوم نہیں کہ اس پر گزرتے ہوئے میرا کیا بنے گا؟ مسلمانوں نے انہیں تسلی دی اور کہا اللہ آپ کو ہماری طرف صحیح دلائل لوٹائیں، اس پر حضرت عبداللہ نے یہ اشعار پڑھے جس میں انہوں نے اپنے لیے شہادت کی دعا مانگی ہے:

لکنی	أسأل	الرحمن	اغفرة
وضریة	ذات	فرع	الزکدا
او طعنة	بیدی	حران	مجهزة
بحرۃ	تنفذ	الاحشاء	والکبدا
حتی	بمقولوا:	مروا	جدنی
ارشدک	اللہ	من	وقد
		غازی	رشدنا

(دیکھیے کامل ابن اثیر: ۲/ ۱۵۳ - تاریخ طبری: ۲/ ۳۱۹)

الاحدی الحُسَینین، اما ظہور و اما شہادۃ (۳۳)

لوگوں نے ان کی تقریر سن کر کہا ”صدق واللہ“ اور تین ہزار پر مشتمل لشکر اسلام دو لاکھ ٹڈی دل کی طرف بڑھا۔ (۳۴)

موتہ کے میدان میں جنگ کا آغاز ہوا، اسلام کا جھنڈا حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں تھا، وہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے انہوں نے جام شہادت نوش کیا، ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے جھنڈا اٹھایا، جب دشمن چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے تو وہ گھوڑے سے اتر گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ تیروں، نیزوں اور تلواروں سے چور چور ہو کر گر پڑے، اسی باب میں بخاری کی روایت ہے کہ ان کے جسم میں تیرے سے زیادہ زخم لگے تھے اور سب کے سب سامنے کی جانب تھے، پشت کی جانب کوئی زخم نہیں تھا، حضرت جعفرؓ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے، چند لمحوں کے لیے کچھ متردد ہوئے لیکن اس کے بعد تلوار لے کر کفار میں گھسے اور داد شجاعت دیکر شہید ہوئے ان کی شہادت کے بعد حضرت ثابت بن ارقم انصاری رضی اللہ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا اور مسلمانوں سے کہا یا مہشر المسلمین! اصطلحوا علی رجل منکم (مسلمانو! اپنے میں سے کسی آدمی پر اتفاق کر لو) لوگوں نے کہا، آپ ہی پر ہم راضی ہیں، فرمایا میں یہ کام نہیں کر سکتا، مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر بنایا وہ علم اسلام لے کر بڑھے اور برہی شجاعت سے لڑتے رہے (۳۵) آگے اسی باب میں ان سے روایت ہے کہ موتہ میں لڑتے لڑتے میرے ہاتھ سے نو تلواں ٹوٹیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ میدان جنگ کو سمجھنے اور لشکر کو ترتیب دینے میں غیر معمولی صلاحیت و مہارت کے مالک تھے، جنگ کے دوسرے روز انہوں نے لشکر کے مختلف حصوں میں تبدیلیاں کیں اور ایک دستہ میدان جنگ سے باہر رکھا کہ وہ دوران جنگ نمودار ہو کر اس طرح میدان میں آئے جس سے دشمن کو یہ تاثر ملے کہ نئی امداد اور کمک آپہنچی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا لشکر میں تبدیلی دیکھ کر اور پھر مقرر کردہ دستہ کی آمد سے دشمن سمجھے کہ شاید ان کے پاس نئی مدد آپہنچی ہے اس لیے مرعوب ہو کر میدان چھوڑنے لگے، حضرت خالدؓ نے ان کا تعاقب مناسب نہیں سمجھا اور مسلمانوں کی جماعت لیکر مدینہ منورہ واپس ہوئے، اس طرح حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمانوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گئے اور یہی بات سب سے بڑی فتح تھی (۳۶)

روایت میں ہے کہ غزوہ موتہ سے جب لوگ واپس آئے تو مدینہ منورہ کے حضرات ان کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور ان سے کہا ”انتم الفرارون“ تم شکست کھانے کے بعد بھاگ کر آئے ہو حضور اکرم صلی

(۳۳) الکامل لابن اثیر: ۱۵۹/۲ (۳۴) الکامل لابن اثیر: ۱۵۹/۲

(۳۵) دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۱۶۰/۲۔ تاریخ الطبری: ۲۲۱-۲۲۲ (۳۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۰۱/۴



اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بل انتم العکارون“ (۳۷) یعنی تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ تم دوبارہ حملہ کی تیاری کے لیے آئے ہو۔

اس روایت کو شبلی نعمانی مرحوم نے دیکھ کر فیصلہ کیا کہ غزوہ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی (۳۸) لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بات درست نہیں ہے، دراصل ایک دستہ کو شکست ہوئی تھی اور اس نے پسپائی اختیار کر لی تھی، دوسرا دستہ مسلمانوں کا وہ بھی تھا جس نے غنیمت کا مال حاصل کیا تھا اور اس نے کفار کی ایک جماعت کو شکست دی تھی، علی الاطلاق یہ کہنا کہ غزوہ موتہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی یہ درست نہیں ہے۔ (۳۹)

غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں پیش آیا ہے، ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی یہی رائے ہے، خلیفہ بن خیاط کا خیال ہے کہ یہ ۷ھ ہجری کا واقعہ ہے لیکن راجح اول ہی ہے۔ (۴۰) اس غزوے میں تقریباً بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ (۴۱)

۴۰۱۳/۴۰۱۲ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ قَالَ : وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ وَقَفَ عَلَى جَعْفَرِ يَوْمَئِذٍ ، وَهُوَ قَتِيلٌ ، فَعَدَدْتُ بِهِ خَمْسِينَ ، بَيْنَ طَعْنَةٍ وَضَرْبَةٍ ، لَيْسَ مِنْهَا شَيْءٌ فِي دُبُرِهِ . يَعْنِي فِي ظَهْرِهِ .

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن عمرؓ جا کر ان کے پاس کھڑے ہوئے، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے ان کے جسم میں برچھوں اور نیزوں کے پچاس زخم شمار کئے اور ایک بھی پشت کی جانب نہیں تھا۔

(۴۰۱۳) : أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مَوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ ، وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ) . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ ، فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ، فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلِ ، وَوَجَدْنَا مَا فِي جَسَدِهِ بِضْعًا وَتِسْعِينَ ، مِنْ طَعْنَةٍ وَرَمِيَةٍ

اس سے پہلی روایت میں ”خمسین بین طعنة وضربة“ تھ، دونوں میں بظاہر تعارض ہے۔

① اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا۔

(۳۷) دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۳/ ۲۲۸ (۳۸) دیکھیے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (شبلی نعمانی مرحوم): ۱۱/ ۲۵۲

(۳۹) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۳/ ۲۲۸ (۴۰) فتح الباری: ۴/ ۵۱۱ - وعدۃ القاری: ۱۷/ ۳۶۸ (۴۱) سیرت مصطفیٰ: ۳/ ۳۱۱

⑤ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے پچاس نشان تو بالکل سامنے ہوں اور باقی دائیں بائیں جانب ہوں، پہلی روایت میں صرف سامنے کے نشان گنے گئے ہیں اور دوسری روایت میں جسم کے کل زخم بتائے گئے ہیں۔ (۳۳)

⑥ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ پہلی روایت میں ”طعنة“ اور ”ضربة“ کا ذکر تھا اور اس روایت میں ”طعنة“ کے ساتھ ”رمية“ کا ذکر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی روایت میں صرف نیزوں اور تلواروں سے لگے ہوئے زخم بیان کئے گئے ہیں اور اس روایت میں نیزوں اور تلواروں کے ساتھ ساتھ تیروں سے لگے ہوئے زخموں کو بھی شامل کر لیا اس لیے عدد ”بضعا وتسعين“ بن گیا۔ (۳۳) واللہ اعلم

۴۰۱۴ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَائِدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَأَبْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبْرُهُمْ ، فَقَالَ : (أَخَذَ الرَّأْيَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَ أَبُو رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ) . وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ : (حَتَّى أَخَذَ الرَّأْيَةَ سَيْفٌ مِنْ سَيْوفِ اللَّهِ ، حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ)

[ر : ۱۱۸۹]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر صحابہؓ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ زیدؓ نے علم لیا اور شہادت پائی، پھر جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور شہید ہو گئے پھر ابن رواحہؓ نے جھنڈا لیا اور وہ بھی شہید ہوئے، حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا اور اللہ نے ان کو فتح دیدی، اس سے مراد حضرت خالد بن ولیدؓ ہیں، یہیں سے ان کا لقب ”سیف اللہ“ پڑا۔

فائدہ: کشف نبوت و کشف ولایت میں فرق

اس روایت میں کشف نبوت کا ذکر ہے، ایک کشف ولایت ہوتا ہے اور ایک کشف نبوت ہوتا ہے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے ان کے خادم ”اللہ داد“ نے سوال کیا کہ حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کشف، انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے اور اولیاء کرام کو بھی ہوتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کا کشف بالکل صحیح ہوتا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی اور تغیر نہیں ہوتا جبکہ اولیاء اللہ کے کشف میں بات آگے پیچھے ہو جاتی ہے تو اگر اولیاء کرام کا کشف صحیح نہیں ہوتا تو یہ بیان کیوں کرتے ہیں اور اگر صحیح ہوتا ہے تو پھر اس میں غلطی کیوں ہو جاتی ہے؟

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہ نے بڑی ذکاوت عطا فرمائی تھی، جس وقت اس شخص

نے حضرت سے سوال کیا اس وقت وہ اپنے ایک دوست سے ملنے جا رہے تھے جو جیل خانہ کا منتظم تھا اور جیل خانہ کچھ فاصلہ پر سامنے تھا، حضرت نے فرمایا ”اللہ داد! کہاں جا رہے ہو؟“ عرض کیا، ”حضرت! آپ کے ساتھ جیل خانہ کی طرف جا رہا ہوں“ فرمایا ”جیل خانہ کہاں ہے؟“ کہا، ”وہ سامنے ہے“ فرمایا ”کتنے فاصلہ پر؟“ عرض کیا ”دو سو قدم کا فاصلہ ہوگا“ فرمایا ”دو سو قدم یقینی ہیں یا کمی زیادتی بھی ممکن ہے؟“ کہا کمی زیادتی یقیناً ہو سکتی ہے، اس کے بعد آگے گئے، جب جیل خانہ صرف چار قدم کے فاصلہ پر رہ گیا، تو فرمایا ”اب جیل خانہ کتنا دور ہے؟“ کہنے لگا ”چار قدم ہیں“ فرمایا ”کمی زیادتی ہو سکتی ہے؟“ کہنے لگا ”نہیں فاصلہ چار قدم ہی کا ہے“ فرمایا کہ بس یہی فرق ہے کشف نبوت اور کشف ولایت میں، نبی بہت قریب سے دیکھتا ہے اس لیے ہو بہو اور بالکل صحیح بتاتا ہے اور ولی کچھ فاصلہ سے دیکھتا ہے اور دور سے دیکھتے ہوئے اندازہ لگانے میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی ہے اس لیے اولیاء کے کشف میں غلطی ہو جاتی ہے، اس طرح ایک حسی مثال سے ایک دقیق مسئلہ ان کو سمجھا دیا۔

مولانا قاسم نانوتوی حسی مثالوں سے بڑے دقیق مسائل سمجھا دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ، مولانا... مظفر نگر کے اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار فرما رہے تھے، ریاضی میں مولانا کی بڑی شہرت تھی اور حقیقت بھی یہ تھی کہ مولانا ریاضی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، وہاں ایک ہندو کو جو اپنے علاقہ میں ریاضی کا بڑا ماہر تھا معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی یہاں اسٹیشن پر موجود ہیں تو خیال آیا کہ مولانا سے مل کر کچھ استفادہ کرنا چاہیے، چنانچہ اس نے آکر مولانا سے ملاقات کی اور کہنے لگا اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، حضرت نے فرمایا، ہاں، پوچھو، اس نے سوال یہ کیا کہ آپ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک لوح محفوظ پیدا کی ہے اور اس میں تمام انسانوں کے متعلق ”ماکان وما یکون“ کے تمام اعمال درج ہیں، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ نے اتنی بڑی لوح رکھی کہاں ہے؟ مثلاً میں ایک آدمی ہوں، میری عمر پچاس سال ہے، مجھے بچپن سے لے کر آج تک کے اپنے سارے واقعات یاد ہیں، میری زندگی کے وہ واقعات اگر کاغذ پر لکھے جائیں تو سیلوں وہ کاغذ پھیل جائے گا اور میں تو ایک آدمی ہوں، آپ تو کہتے ہیں کہ اس لوح محفوظ میں تمام انسانوں کے جملہ واقعات درج ہیں، اگر وہ واقعات لکھے جائیں تو اس کے لیے خدا جانے کتنی بڑی جگہ کی ضرورت ہوگی تو وہ تختی اور لوح آخر کہاں سمائی ہوئی ہے؟ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم اپنی زندگی کے یہ واقعات کاغذ پر کہاں سے منتقل کرو گے؟ اس نے کہا ”یہ میرے دماغ میں محفوظ ہیں“ فرمایا، بس یہی تمہارے سوال کا جواب ہے چھوٹا سا تمہارا سر ہے اس سر کے اندر دماغ جو تمہاری لوح محفوظ ہے وہ اور بھی چھوٹی ہوگی اور اس میں تمہاری زندگی کے وہ واقعات جو اگر کاغذ پر لکھے جائیں تو وہ کاغذ سیلوں میں پھیل جائے اس چھوٹی سی ڈبہ میں بند ہیں تو اللہ جل شانہ کی لوح محفوظ میں اگر تمام واقعات درج ہوں اور اللہ

تعالیٰ نے وہ آسمانوں کے اندر رکھی ہو تو اس میں کیا استبعاد اور اشکال ہے؟ یہ سن کر وہ ہندو کہنے لگا بات بالکل سمجھ میں آگئی۔

۴۰۱۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّهَّابِ قَالَ : سَمِعْتُ يَحْيَىٰ بْنَ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرْتَنِي عَمْرَةُ قَالَتْ : سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ : لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ ، وَجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ ، تَعْنِي مِنْ شَقِّ الْبَابِ ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ : أَيُّ رَسُولِ اللَّهِ إِنْ نِسَاءَ جَعْفَرٍ ، قَالَتْ : وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ ، فَأَمْرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ ، قَالَ : فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ آتَى ، فَقَالَ : قَدْ نَهَيْتُنَّ ، وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِيعْنَهُ ، قَالَ : فَأَمْرًا أَيْضًا ، فَذَهَبَ ثُمَّ آتَى فَقَالَ : وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبْنَا ، فَزَعَمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (فَاحْثِي فِي أَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التَّرَابِ) قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ : ارْغَمِ اللَّهُ أَنْفَكَ ، فَوَاللَّهِ مَا أَنْتَ تَفْعَلُ ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ الْعَنَاءِ [ر : ۱۲۳۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو مسجد میں بیٹھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں حزن و غم کے آثار معلوم ہو رہے تھے، حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی کہ ایک آدمی آپ کے پاس آ کر کہنے لگا (اس آدمی کا نام نہیں معلوم ہو سکا کہ کون تھا) یا رسول اللہ! جعفر کے گھر کی عورتیں رو رہی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ جا کر ان کو منع کر دو، یہ گیا اور پھر آ کر کہنے لگا، میں نے ان کو منع کیا لیکن ان عورتوں نے بات نہیں مانی، آپ نے پھر حکم دیا کہ جاؤ، ان کو منع کر دو، وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا، خدا کی قسم! وہ عورتیں تو ہم پر غالب آرہی ہیں اور بات نہیں مان رہی ہیں، تو حضور نے فرمایا کہ ان کے منہ میں تم جا کر مٹی ڈال دو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے (دل میں) اس شخص کے لیے کہا۔

ارغم الله انفك، فوالله ما انت تفعل وما تترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من العناء  
 ”اللہ تیری ناک خاک آلود کرے، خدا کی قسم! نہ تو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کر رہا ہے اور نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت سے بچا رہا ہے۔“ یعنی جب تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پر قادر نہیں ہے تو آ کر صاف کیوں نہیں کہہ دیتا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا

آپ کسی اور کو بھیجیں تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بار بار حکم دینے کی مشقت سے محفوظ ہو جائیں، علامہ نووی نے اس جملہ کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے۔ (۳۵)

### ایک شبہ اور اس کے جوابات!

یہاں کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر حضرت جعفرؓ کے گھر کی عورتوں نے تعمیل کیوں نہیں کی۔

① نہ مانتے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے ممانعت کو ذکر نہیں کیا ہوگا اس لیے انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ (۳۶)

② ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ ان خواتین نے اس نہی اور ممانعت کو تنزیہ پر محمول کیا اس لیے رونا موقوف نہیں کیا۔ (۳۷)

③ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ شدت غم کی وجہ سے وہ بکاؤ کو موقوف کرنے پر قادر نہیں تھیں اس لیے روٹی رہیں، یہ رونا ان کے اختیار میں نہیں تھا اور قرآن کی آیت ہے ﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا أَلَا وَسْعَهَا﴾ (۳۸)

④ اور چوتھی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شاید انہوں نے نوحہ کرنے کا جاہلیت والا طریقہ تو ترک کر دیا تھا لیکن نفس بکاء باقی تھی اور یہ شخص چاہتا تھا کہ یہ عورتیں رونا بالکل موقوف کر دیں اور آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ مان نہیں رہی ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر کے نوحہ کا مروجہ طریقہ ترک کر دیا تھا اور مطلقاً رونا اسلام میں ممنوع نہیں ہے لہذا ان خواتین نے آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ (۳۹) واللہ اعلم بالصواب

۴۰۱۶ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ،  
عَنْ عَامِرٍ قَالَ : كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَيَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ

[ر : ۳۵۰۶]

یہ روایت ابواب المناقب میں گزر چکی ہے (۵۰)، اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب

(۳۵) قال النووي: معنى كلام عائشة أنك قاصد عن القيام بما أمرت به من الانكار، فينبغي ان تخبر النسي صلى الله عليه وسلم بقصورك عن ذلك ليرسل غيرك وتسرّيع انت من العناء (فتح الباری: ۵۱۵/۶۔)

(۳۶) دیکھیے فتح الباری: ۵۱۳/۷ (۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۵۱۳/۷ (۳۸) دیکھیے فتح الباری: ۵۱۳/۷

(۳۹) فتح الباری: ۵۱۳/۷ (۵۰) صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب جعفر بن ابی طالب: رقم الحدیث ۳۵۰۹

حضرت جعفرؓ کے صاحبزادے کو سلام کرتے تو کہتے ”السلام علیک یا ابن ذی الجناحین“ اور یہ اس لیے کہتے تھے کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت جعفرؓ کے دونوں ہاتھ جنگ موتہ میں کٹ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں کے عوض ان کو دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جنت کے اندر جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں اس وجہ سے حضرت ابن عمرؓ ان کے صاحبزادے کو ”ابن ذی الجناحین“ کہتے تھے۔

علامہ سہلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کو جناحین عطا کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو صفت ملکیت عطا فرمائی تھی کہ وہ جب چاہیں اپنے ہاتھوں کو جنبش دے کر اڑنا شروع کر دیں حقیقتاً ہاتھوں کی جگہ جناح عطا کیا جانا مراد نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ﴿لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم﴾ فرمایا ہے تو جیسی شکل و صورت انسان کو عطا کی گئی ہے ایسی اچھی اور بہترین شکل کوئی دوسری نہیں ہو سکتی لہذا یہ کہا جائے گا کہ ان کے جو ہاتھ دنیا میں کٹ گئے تھے وہ ان کو جنت میں دوبارہ مل گئے اور انہی ہاتھوں کے اندر اللہ نے یہ قدرت پیدا فرمادی کہ وہ پر کی طرح سے ان کو اڑا کر لیجاتے ہیں۔ (۵۱) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اگر حضرت جعفرؓ کی شکل اپنی جگہ بدستور موجود رہے اور ہاتھوں کی جگہ ان کو پر دیئے جائیں تو اس میں کیا استحالہ اور اشکال ہے؟ (۵۲)

لیکن حافظ علامہ سہلی کی بات سمجھے نہیں ہیں، اشکال تو ہے اس لیے کہ ہاتھوں کی جگہ جناح ایسے خوبصورت معلوم نہیں ہوں گے جیسے ہاتھ خوبصورت معلوم ہوتے ہیں، ٹانگوں کی جگہ اگر لکڑیاں لگادی جائیں تو وہ ٹانگوں کی طرح خوبصورت نہیں ہوں گی چاہے ان کا رنگ و روغن کیسا ہی حسین اور خوبصورت کیوں نہ ہو، علامہ سہلی رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جسم انسانی کے اندر جو اعضاء پیدا فرمائے ہیں وہ اپنی جگہ اس قدر حسین اور خوبصورت ہیں کہ ان میں سے کسی بھی عضو کی جگہ کوئی دوسری چیز رکھی جائے تو حسن ختم ہو جائے، اس لیے انہوں نے فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کو جناحین دینے سے مراد ان کو صفت ملکیت کا عطا کرنا ہے کہ وہ یدین کو جنبش دیکر مثل ذی الجناحین اڑتے اور کھومتے ہیں۔ واللہ اعلم

تشبیہ

یہ روایت حاکم نے مستدرک میں عمر بن علی کے طریق سے نقل کی ہے اور عمر اس کو اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہیں، یہاں بخاری میں امام بخاری اس کو محمد بن ابی بکر سے اور وہ عمر بن علی سے اور عمر بن علی اسماعیل بن ابی خالد سے نقل کرتے ہیں، حاکم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا۔

”صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه“ اور حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی ان کی تائید کی ہے، (۵۳) لیکن ان دونوں حضرات سے تسامح ہوا ہے، یہاں بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔

۴۰۱۷/۴۰۱۸ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ : لَقَدْ انْقَطَعَتْ فِي يَدِي يَوْمَ مَوْتَةِ تِسْعَةَ أَسْيَافٍ ، فَمَا بَقِيَ فِي يَدِي إِلَّا صَفِيحَةٌ يَمَانِيَّةٌ

(۴۰۱۸) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ : حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ : سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ يَقُولُ : لَقَدْ دُقَّ فِي يَدِي يَوْمَ مَوْتَةِ تِسْعَةَ أَسْيَافٍ ، وَصَبَرْتُ فِي يَدِي صَفِيحَةٌ لِي يَمَانِيَّةٌ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، صرف ”صفیحہ یمانہ“ میرے ہاتھ میں رہ گئی تھی، صفیحہ چوڑی تلوار کو کہتے ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ موتہ میں مسلمانوں نے کثیر تعداد میں کفار کو قتل کیا تھا جبکہ مسلمانوں میں صرف بارہ صحابہ کرام نے شہادت پائی تھی۔

۴۰۱۹/۴۰۲۰ : حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ ، عَنْ حُصَيْنِ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ ، فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةَ تَبْكِي : وَاجْبَلَاةً ، وَآكَذَا ، وَآكَذَا ، تُعَدُّ عَلَيْهِ ، فَقَالَ حِينَ أَفَاقَ : مَا قُلْتُ شَيْئًا إِلَّا قِيلَ لِي : أَنْتَ كَذَلِكَ .

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ بیہوش ہو گئے تو ان کی بہن ”عمرہ بنت رواحہ“ رونے لگیں اور ”واجبلاہ، واكذا“ وغیرہ الفاظ سے ان کی صفات بیان کرنے لگیں، عبداللہ نے کہا، نہ کو جب ہوش آیا تو بہن سے کہا، تم جو کچھ کہتی تھیں تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا واقعی تم ایسے ہی ہو، کیا تم واقعی پہاڑ ہو، سمندر ہو اور ظاہر ہے کہ میں نہ پہاڑ تھا نہ سمندر، جس کی وجہ سے مجھے نجات اور شرمندگی اٹھانی پڑی، ابو نعیم کی روایت میں یہ اضافہ ہے، ﴿فنهاها عن البكاء عليه﴾ (۱)

بظاہر اس روایت کا ترجمہ الباب سے کوئی جوڑ اور مناسبت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ باب غزوہ موتہ سے متعلق ہے اور روایت کا تعلق غزوہ موتہ سے نہیں ہے لیکن دراصل امام بخاری نے اس روایت کو اگلی روایت

کے لیے بطور تمہید ذکر کیا ہے اور اگلی روایت کا تعلق غزوہ موتہ سے ہے۔

(۴۰۲۰) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبَّادٌ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ  
قَالَ : أُغْمِيَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ : بِهَذَا ، فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ .

اس روایت میں عبد اللہ بن رواحہ کی بیہوشی کا مذکورہ واقعہ بیان کیا ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے  
فلما مات لم تبك عليه یعنی حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا جب غزوہ موتہ میں انتقال ہوا تو ان کی بہن ان پر نہیں  
روییں، کیونکہ انہوں نے منع کر دیا تھا۔

اس روایت میں چونکہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی وفات کا ذکر ہے اور ان کی وفات غزوہ موتہ میں  
ہوئی ہے اس مناسبت سے امام بخاری نے یہ روایت یہاں ذکر کی۔ واللہ اعلم

تنبیہ

اس روایت کو بھی حاکم نے مستدرک میں نقل کر کے کہا ”صحیح علی شرط الشيخین ولم  
يخرجاه“ اور حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی ان کی تائید و تقلید میں یہ کہہ دیا حالانکہ یہ روایت بخاری میں  
موجود ہے۔ (۲)

باب : بَعَثُ النَّبِيُّ ﷺ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ إِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

حُرُقَات، حُرُقَة کی طرف منسوب ہے، حُرُقَة ایک شخص کا لقب پر گیا تھا جس کا نام جہیش بن عامر بن  
ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ تھا، اس نے ایک جنگ میں بعض افراد کو جلایا تھا اس وجہ سے اس کا لقب حُرُقَة  
رکھا گیا پھر آگے اس کی اولاد کو ”حُرُقَات“ کہا جانے لگا۔ (۳)

ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو امیر لشکر بنا کر بھیجا، امام بخاری کے  
اسلوب اور روش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ ہی اس لشکر کے امیر تھے۔ لیکن اہل مغازی اور  
اصحاب سیر کے نزدیک اس لشکر کے امیر، غالب بن عبد اللہ لیثی تھے اور وہ اس کو ”سریر غالب بن عبد اللہ  
لیثی“ کے نام سے لکھتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو سریر غالب بن عبد اللہ قرار دیا جائے یا  
سریر اسامہ بن زید، سریر غالب بن عبد اللہ کے بارے میں اہل سیر کی رائے یہ ہے کہ وہ رمضان ۷ھ کا واقعہ  
ہے۔ (۴)

(۲) دیکھیے المستدرک للحاکم، التلخیص للذہبی: ۳۲/۳۔ کتاب المغازی، ذکر فضیلة جعفر

(۳) فتح الباری: ۵۱۷/۷ (۴) فتح الباری: ۵۱۷/۷



امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو غزوۂ موتہ کے بعد ذکر کر رہے ہیں اور غزوۂ موتہ ۸ھ میں ہے لہذا یہ واقعہ امام بخاری کے نزدیک ۷ھ کا نہیں ہے بلکہ ۸ھ کا ہوگا، حضرت اسامہ بن زید کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد زید بن حارثہ کی حیات میں کبھی بھی کسی لشکر کا امیر نہیں بنایا جب زید بن حارثہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں شہید ہو گئے تو اس کے بعد آپ نے حضرت اسامہ کو مختلف سرایا کا امیر بنا کر بھیجا ہے، عام اہل سیر کے برخلاف امام بخاری کی نظر میں راجح یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر اسامہ بن زید تھے اور یہ ۸ھ کا واقعہ ہے (۵) اور ظاہر ہے امام بخاری اس باب میں کسی کے مقلد نہیں ہیں۔

۴۰۲۱ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو ظَبْيَانَ  
 قَالَ : سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ ، فَصَبَّحْنَا  
 الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ ، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ،  
 فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ عَنْهُ ، فَطَعَنَتْهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَّغَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : ( يَا أُسَامَةُ ،  
 أَقْتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ) . قُلْتُ : كَانَ مُتَعَوِّذًا ، فَمَا زَالَ يُكْرِّرُهَا ، حَتَّى تَمَنَيْتُ أَنِّي لَمْ  
 أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ . [ ٦٤٧٨ ]

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی، اس دوران میں اور ایک انصاری صحابی اس قبیلہ کے ایک شخص سے ملے جب ہم نے اس کو (قتل کرنے اور مارنے کے لیے) گھیر لیا تو اس نے ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کہا، انصاری تو سن کر رک گئے لیکن میں نے اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا، اس کے بعد جب ہم مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا ﴿ یا اسامہ، اقتلته بعد ما قال: لا الہ الا اللہ ﴾ اے اسامہ! لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود تم نے اس کو قتل کیا، میں نے کہا وہ تو جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا تھا، لیکن آپ برابر فرماتے رہے ﴿ اقتلته بعد ما قال: لا الہ الا اللہ ﴾

حتى تمنيت اني لم اكن اسلمت قبل ذلك اليوم

”حتی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔“

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار فرمانے سے حضرت اسامہ کو

اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہوا اور انہوں نے تمنا کی کہ کاش میں اب مسلمان ہوا ہوتا تاکہ ”الاسلام یهدم

ماکان قبلہ“ کے مطابق میری اس غلطی کا کفارہ اور تدارک ہو جاتا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے العیاذ باللہ کفر کی تمنا کی کہ میں پہلے کافر ہونا اور اب بعد میں اسلام لاتا، اس جملہ سے اپنی سنگین غلطی کے تدارک کی تمنا مقصود تھی نہ کہ کفر کی، دونوں باتیں الگ الگ ہیں۔ (۶)

۴۰۲۴/۴۰۲۲ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ :

سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، وَخَرَجْتُ فِيهَا يَبْعَثُ مِنِّي الْبُعُوثَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ ، وَمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ .

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَلَمَةَ

يَقُولُ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، وَخَرَجْتُ فِيهَا يَبْعَثُ مِنِّي الْبُعُوثَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ عَلَيْنَا مَرَّةً أَبُو بَكْرٍ ، وَمَرَّةً أُسَامَةُ .

حدثنا قتيبة بن سعيد....

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿ غزوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات وخرجت فيما يبعث من البعث سبع غزوات ﴾ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی اور نو ایسے غزوات میں شرکت کی جن میں آپ نے لشکر روانہ فرمایا لیکن آپ بنفس نفیس اس میں نہیں گئے۔

حضرت سلمہ نے جن سات غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، ان سات میں پہلا غزوہ خیبر، دوسرا حدیبیہ، تیسرا حنین، چوتھا ذی قرد، پانچواں فتح مکہ، چھٹا طائف اور ساتواں غزوہ تبوک ہے (۷) اور نو سرایا میں آپ نے شرکت کی، سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شرکت نہ ہوئے ہوں لیکن متاخرین کی اصطلاح ہے، متقدمین کی اصطلاح میں خواہ آپ تشریف لے گئے ہوں یا نہ لے گئے ہوں دونوں پر غزوے کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہاں روایت میں تسع غزوات ”تسع سرايا“ کے معنی میں ہے، آگے حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ ان نو غزوات میں آپ نے کبھی ہم پر حضرت ابوبکر (جیسے جلیل القدر اور معمر صحابی) کو امیر بنایا اور کبھی اسامہ بن زید (جیسے کم عمر اور نوجوان) کو امیر مقرر فرمایا۔

وقال عمر بن حفص بن غياث....

پہلی روایت کی تائید کے لیے امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے۔

(۴۰۲۳) : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، (رَغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ ، اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا .

ابن عارثہ سے مراد اسامہ بن زید بن حارثہ ہیں۔

(۴۰۲۴) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ ، فَذَكَرَ : خَيْرَ ، وَالْحُدَيْبِيَّةَ ، وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ، وَيَوْمَ الْقَرَدِ ، قَالَ يَزِيدُ : وَنَسِيتُ بَقِيَّتَهُمْ .

ونسیت بقیتہم ای بقیہ غزواتہم اور ابھی ما قبل میں وہ بقیہ غزوات بیان کئے جا چکے۔

### باب : غَزْوَةُ الْفَتْحِ .

وَمَا بَعَثَ بِهِ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ ﷺ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو ترجمے قائم کئے ہیں ایک ”باب غزوة الفتح“ اور ایک اس سے آگے ”باب غزوة الفتح فی رمضان“ پہلے باب سے تو امام بخاری رحمہ اللہ نفس غزوة کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ابتدائی امور کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور دوسرے باب میں اس کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے ، پہلے آپ اس غزوة کی تاریخی تفصیل سن لیں اس کے بعد انشاء اللہ روایات بخاری پر بحث ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانشین اور آپ کے کام کے سب سے بڑے داعی تھے ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی بنیاد پر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی لیکن وہ خانہ کعبہ جو توحید کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا ، ۳۶۰ بتوں سے بھرا ہوا تھا ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حق تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے توحید کا اعلان شروع کیا اور آپ چاہتے تھے کہ سارے عالم سے کفر و شرک کی بنیادوں کا خاتمہ کر دیں لیکن مکہ میں رہتے ہوئے قریش کی مخالفتوں اور عرب کی عداوتوں کی وجہ سے آپ کو اتنا موقع نہیں مل سکا کہ کعبہ کو اصنام کی آلائشوں سے پاک کر سکیں حتیٰ کہ اللہ نے جب آپ کو ہجرت کی اجازت دی اور ہجرت کر کے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک زمانے تک قریش کے پے درپے حملوں کی مدافعت میں مشغول رہی اور آپ کعبہ کا رخ نہ کر سکے ، ۶ھ میں آپ عمرہ کی نیت سے کعبہ کی

طرف چلے تو قریش حائل ہو گئے اور بالآخر صلح حدیبیہ واقع ہوئی، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اس صلح میں عام قبائل عرب کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جو قبیلہ جس کے ساتھ چاہے اس کے ساتھ مل جائے، چنانچہ کچھ قبائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے تھے اور کچھ قریش مکہ سے مل گئے۔ ان قبائل میں قبیلہ بنی خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کا حلیف ہو گیا تھا اور قبیلہ بنی بکر قریش کا حلیف بن گیا تھا، لیکن یہ صلح قریش کے ساتھ زیادہ مدت نہیں نہج سکی، صلح حدیبیہ سے قبل قریش کیا سارے اہل عرب آپ کی طرف متوجہ تھے اور آپ کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف تھے لیکن جب صلح ہو گئی تو کچھ سانس لینے کا موقع ملا، ادھر مسلمانوں کو دعوت اسلام اور تبلیغ دین کا ایک اچھا وقفہ ملا اور ادھر قبائل عرب کو آپس کی خانہ جنگیاں یاد آئیں۔

بنی خزاعہ اور بنی بکر میں قدیم زمانہ سے عداوت چلی آرہی تھی لیکن ظہور اسلام کے بعد ان دونوں کی توجہ اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ان کی آپس کی جنگ کچھ سرد پڑ گئی تھی، صلح حدیبیہ کے بعد جنگ کے شعلے دوبارہ بھڑکے اور بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا، قریش کے بہت سے لوگوں نے اس حملہ میں بنو بکر کی امداد کی، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور اسہیل بن عمرو وغیرہ خود اس حملہ میں شریک ہوئے، خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن یہاں بھی ان کو پناہ نہ مل سکی اور ان کو قتل کیا گیا اور لوٹا گیا۔ (۸) قریش نے یہ صلح حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی کی کیونکہ شرائط صلح میں یہ بات داخل تھی کہ نہ مسلمان قریش کے حلیف قبائل سے جنگ کریں گے اور نہ ہی قریش مسلمانوں کے حلیف قبائل کے خلاف کارروائی میں حصہ لیں گے، یہاں قریش نے اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں باقاعدہ حصہ لیا اور اس طرح دس سال کے لیے جو معاہدہ صلح ہوا تھا اس کو توڑ دیا۔

عمرو بن سالم چالیس افراد پر مشتمل ایک وفد لیکر قریش کی معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی شکایت اور آپ سے طلب امداد کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور بڑے دردناک اشعار پڑھ کر آپ سے امداد طلب کی۔ (۹)

(۸) دیکھیے سیرت ابن ہشام مع الروض الالف: ۲ / ۳۳۳۔ وازاد المعاد: ۳ / ۲۹۲۔ ۲۹۵

(۹) سیرت ابن ہشام میں وہ اشعار اس طرح مقول ہیں:-

یارب	انی	ناشد	محمدنا
حلف	اینا	وابیہ	تلدا
قدکنتم	ولدا	وکنا	والدا
ثمت	اسلمنا	فلم	یدا
		ننزع	

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ تمین باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لیں۔ ❶ بنو خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کریں ❷ یا بنو بکر کے معاہدہ سے علیحدگی اختیار کر لیں ❸ اور یا معاہدہ صلح کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیں۔

قرط بن عمرو نے قریش کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم تیسری بات اختیار کرتے ہیں چنانچہ قاصد ان کا جواب لیکر مدینہ منورہ واپس ہوا، قاصد کی روانگی کے فوراً بعد قریش کو اپنی حماقت و حماقت پر ندامت اور پشیمانی ہوئی۔ (۱۰)

### قریش کی جانب سے تجدید معاہدہ کی کوشش!

قریش نے ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لیے مدینہ منورہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا، ابوسفیان آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن پہلے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے ہاں گئے، گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بچھا ہوا تھا، ام المومنین نے وہ بستر لپیٹ دیا، ابوسفیان نے حیرت زدہ ہو کر دریافت کیا ”بیٹی! تم نے یہ بستر لپیٹ دیا؟ اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا“ ام المومنین نے کہا آپ کو اس بستر کے لائق نہیں سمجھا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے، اس پر ایک مشرک کیونکر بیٹھ سکتا ہے؟ ابوسفیان نے یہ غیر متوقع جواب سنا کر کہا، خدا کی قسم! بیٹی! تم میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی، ام المومنین

فانصر	مداک	اللہ	نصراً	اعتدا
دادع	عباداللہ		ياتوا	مددا
فيهم	رسول	اللہ	قد	تجردا
ان	سيم	خفا	وجہ	تریدا
فی	فيلق	كالبحر		مزیدا
ان	قریشا	اخلفوك		الموعدا
ونقضوا		مشاكت		المعكدا
وجعلو	الی	فی	كداہ	رصدنا
وزعموا	ان	لست	ادعو	احدا
وهم	افل	واقل		عددا
هم	بيتونا	بالوتير		مبجدا
وقتلوا		ركعا		ومسجدا

(سیرة ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/۲۶۵)

نے فرمایا، شر میں نہیں بلکہ ظلمت کفر سے نکل کر نور اسلام میں داخل ہو گئی ہوں (۱۱) پھر ایوسفیان نے مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر تجدید معاہدہ کی بات کی، آپ نے سکوت فرمایا، جب بارگاہ نبوی سے کوئی جواب نہ ملا تو حضرت صدیقؓ کے پاس آئے لیکن حضرت صدیق نے فرمایا میں کچھ نہیں کر سکتا، وہاں سے حضرت فاروقؓ کے پاس گئے اور تجدید معاہدہ کی سفارش کے لیے کہا، انہوں نے کہا۔

انا اشفع لكم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟، والله لولم اجد الا الذر

لجاهدتكم به

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری سفارش کروں؟ خدا کی قسم!

اگر میرے پاس تم سے لڑنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو تب بھی تم سے جہاد کروں گا۔“

یہاں سے مایوس ہوئے تو حضرت علیؓ کے پاس آئے، حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قصد اور ارادہ فرما چکے ہیں اب کسی کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو کر سکے، ایوسفیان نے حضرت علیؓ سے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ کوئی تدبیر تو مجھے بتاؤ کہ میں اب کیا کروں؟ حضرت علیؓ نے کہا، میرے ذہن میں تو صرف اتنی بات آتی ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اختیار کر لیں کہ مسجد میں جا کر اعلان کر دیں کہ میں صلح کی تجدید کے لیے آیا ہوں۔ (۱۲) چنانچہ ایوسفیان نے آکر اعلان کر دیا اور واپس مکہ مکرمہ چلا گیا، مکہ والوں کو جب صورتحال معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نہ تو یہ صلح ہے کہ ہم خاموش بیٹھ جائیں اور نہ جنگ کی خبر ہے کہ ہم اس کے لیے تیاری کریں۔

فتح مکہ کی تیاری!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایوسفیان کی واپسی کے بعد فتح مکہ کی تیاری شروع کر دی اور صحابہؓ سے کہا کہ اس کو پوشیدہ رکھیں، اس کا اعلان نہیں ہونا چاہیے، اسی دوران حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مکہ کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی یہ خط ایک عورت کے ہاتھ مکہ روانہ کیا گیا لیکن اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو اس کی اطلاع دی اور وہ خط پکڑا گیا جس کی تفصیل پہلے لذر گئی ہے۔

لشکر اسلام کی روانگی!

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے یہ رمضان کی

(۱۱) السیرة الحلبيّة: ۴۲/۳۔ والکامل لابن اثیر: ۱۶۳/۲

(۱۲) سیرة ابن ہشام مع الروض الانف: ۲۶۵/۲۔ والکامل لابن اثیر: ۱۶۳/۲۔ وزاد المعاد: ۳۹۴/۲۔ ۳۹۸۔ والسیرة الحلبيّة: ۴۲/۳

دسویں تاریخ ۸ھ، جنوری ۶۳۰ء کا واقعہ ہے، (۱۳) ازواج میں سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت مہمونہؓ آپؐ کے ساتھ تھیں۔ مقام ذوالخلیہ یا مقام جحہ میں حضرت عباسؓ اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے ملے، حضرت عباسؓ نے سامان مدینہ منورہ بھیجا اور خود لشکر اسلام کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے، حضرت عباسؓ ایمان پہلے لاپکے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ میں رہتے رہے اور قریش کی خبریں آپؐ تک پہنچاتے رہے (۱۵) مقام الیاء میں آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت یوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن ابی امیہ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے آپؐ سے ملے اور آپؐ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے (۱۶) مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت تمام صحابہؓ روزہ سے تھے ”مقام کدید“ میں پہنچ کر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی مشقت کے خیال سے روزہ افطار کیا اور صحابہؓ نے بھی آپؐ کی اتباع میں روزہ توڑا (۱۷) مقام کدید سے چل کر عشاء کے وقت اسلامی لشکر ”مرالظہران“ پہنچا، وہاں پڑاؤ ڈالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سارے قبائل اپنی آگ آگ الگ الگ روشن کریں اس طرح سارا صحرا روشنیوں کی جلوہ گاہ بن گیا۔ (۱۸)

چونکہ قریش کو اپنی بد عہدی کی وجہ سے یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ کسی بھی وقت مسلمان مکے پر چڑھائی کر سکتے ہیں اس لیے رات کو یوسفیان، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام تحقیق حال کے لیے مکے سے نکلے، مقام مرالظہران کے قریب پہنچ کر جب آگ دیکھی تو یوسفیان نے کہا یہ آگ یہاں کیسی؟ بدیل نے کہا خزاہ کی ہے، یوسفیان نے کہا، خزاہ کا ایسا لشکر کہاں سے آیا؟ ابھی یہ لوگ آگ کے بارے میں قیاس آرائی کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر مقرر چند صحابہؓ نے انہیں دیکھ کر گرفتار کر لیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر گھومتے ہوئے یوسفیان کی طرف آئے اور ان کو اپنے پیچھے بٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور آپؐ سے ان کے لیے پناہ طلب کی، حضرت عمرؓ نے یوسفیان کو دیکھتے ہی تلوار لے کر اس کا پیچھا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی، حضرت عباسؓ نے کہا، یا رسول اللہ! اس کو میں نے پناہ دیدی ہے، حضرت عمرؓ نے جب یوسفیان کے قتل پر اصرار کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”عمر! اگر یہ بنو عدی سے ہوتا تو تم اس کے قتل پر ہرگز اتنا اصرار نہ کرتے لیکن چونکہ اس کا تعلق بنو عبد مناف سے ہے اس لیے تم اس کے قتل پر اصرار کر رہے ہو“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

(۱۳) البراہین والنہایہ: ۲/۲۷۸ - وسیرۃ النبی: ۱۱/۲۹۳ - وطبقات ابن سعد: ۲/۱۳۵

(۱۵) سیرت مصطفیٰ: ۳/۱۳ - والکامل للابن اثیر: ۳/۱۶۳

(۱۶) البدایہ والنہایہ: ۲/۲۸۷ (۱۷) البدایہ والنہایہ: ۳/۲۸۶ (۱۸) طبقات ابن سعد: ۲/۱۳۵

مہلاً یا عباس، فواللہ لاسلامک یوم اسلمت کان احب الی من اسلام الخطاب  
لو اسلم، وما بی الا انی قد عرفت ان اسلامک کان احب الی رسول اللہ من اسلام الخطاب (۱۹)

”مٹھرو عباس! تمہارا اسلام بخدا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے  
زیادہ محبوب تھا اس لیے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا اسلام  
خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ آج رات یوسفیان کو اپنے خیمہ میں لیجاؤ  
کل صبح کو میرے پاس لانا، یوسفیان حضرت عباسؓ کے ساتھ خیمہ میں چلے گئے اور حکیم بن حزام اور بدیل بن  
ورقاء دونوں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

اگلے دن صبح کو یوسفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے، شروع شروع میں  
یوسفیان کو اسلام کے متعلق کچھ تذبذب تھا لیکن بعد میں وہ تذبذب دور ہو گیا تھا اور پھر اسلام کے لیے  
انہوں نے بڑی قربانیاں دیں (۲۰) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ  
یا رسول اللہ! یوسفیان سردار مکہ ہے، آپ اس کے لیے کوئی امتیاز عطا فرمادیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا اعلان کر دو کہ جو شخص یوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا وہ مامون ہوگا، یوسفیان نے کہا یا رسول  
اللہ! میرے گھر میں سب آدمی کہاں آسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا اس  
کے لیے بھی امن ہے یوسفیان نے کہا مسجد میں بھی زیادہ گنجائش نہیں ہے تو آپ نے فرمایا، اچھا جو آدمی  
اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ جائے گا اس کے لیے بھی امن ہے، (۲۱) پھر حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ یوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کیا جائے جہاں سے افواج اسلام  
گذریں گی تاکہ یہ بخوبی ان کا مشاہدہ کر سکے۔

دوسرے دن مکہ کی طرف روانگی کا اعلان ہو گیا، دس ہزار قدسیوں کی پاکباز جمعیت مکہ مکرمہ کی طرف  
بڑھنے لگی، یوسفیان پوچھتا جاتا تھا، یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بتلاتے جاتے تھے کہ یہ قبیلۃ غفار  
ہے، یہ سعد بن ہذیم ہے، یہ سلیم ہے پھر ایک لشکر جرار آیا، وادی سے گزرتے ہوئے یوسفیان نے اس  
کو دیکھا تو متحیر ہو گیا، پوچھا، یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا، یہ انصار ہیں، انصار کا جھنڈا حضرت سعد

(۱۹) تفصیل کے لیے دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ۲۸۹ / ۲ - ۲۹۰ - وزاد المعاد: ۳ / ۲۰۲

(۲۰) انکال للین اثیر: ۱۶۵ / ۲ - البدایۃ والنہایۃ: ۲۸۹ / ۲

(۲۱) دلائل النبوة للسیہقی: ۳۲ / ۵ - باب نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصر الظہران



بن عبادہ کے پاس تھا، یوسفیان کو دیکھ کر حضرت سعدؓ کی حمیت بھرک اٹھی اور ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا "اليوم يوم الملحمة اليوم تستحل الكعبة" "آج کا دن لڑائی کا دن ہے، آج کعبہ قتل و قتل کے لیے حلال کیا جائے گا" یہ جملہ سن کر یوسفیان کا دل دھل گیا اور اس نے حضرت عباسؓ سے کہا "ابو الفضل! تم نے سنا کہ سعد بن عبادہ نے ابھی کیا کہا" اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت یوسفیان کے پاس سے گزرنے لگی، یوسفیان نے کہا، یا رسول اللہ! آپ نے سنا کہ سعد نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا، کیا کہا؟ یوسفیان نے بات دھرائی تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کذب سعد، ولكن هذا اليوم يعظم الله فيه الكعبة، ويوم تكسى فيه الكعبة "سعد نے ٹھیک نہیں کہا، آج کے دن تو اللہ تعالیٰ کعبہ کی تعظیم کا انتظام کریں گے اور کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا"

اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ سعد بن عبادہ سے علم لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا جائے (۲۲) یہ حکم آپ نے اس لیے دیا تاکہ حضرت سعد کو تنبیہ ہو جائے لیکن یہ حکم حضرت سعد کے لیے رنجیدگی کا سبب نہیں تھا کیونکہ جھنڈا اپنے گھر ہی میں رہا، بجائے اپنے ہاتھ کے بیٹے کے ہاتھ میں آ گیا۔ یوسفیان چونکہ سردار مکہ تھے اس لیے ان کو اہل مکہ کی فکر تھی، عجلت میں لشکر اسلام سے آگے نکلتے ہوئے مکہ پہنچے اور اعلان کیا کہ لشکر اسلام آ رہا ہے، اسلام لے آؤ تو سلامت رہو گے، یا میرے گھر میں داخل ہو جاؤ یا اپنے گھروں کے دروازے بند کر دو اور یا مسجد حرام میں چلے جاؤ تو مامون رہو گے، یوسفیان کا یہ اعلان سن کر ان کی بیوی ہندہ آئی اور یوسفیان کو داڑھی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "یا آل غالب! اقتلوا هذا الشيخ الاحمق" یوسفیان نے بیوی سے کہا "ارسلی لحیتی، واقسم لئن لم تسلمی انت لتضربن عنقک، ادخلی بیتک" (۲۳) (میری داڑھی چھوڑ، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو اسلام نہیں لائی تو تیری گردن مار دی جائے گی، گھر میں داخل ہو جا)

مکہ مکرمہ میں داخلہ

مکہ مکرمہ کی بالائی جانب کو "کداء" (فتح الکاف والمد) کہا جاتا ہے اور جانب اسفل کو "کدوی" (بضم الکاف والقصر) کہا جاتا ہے (۲۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "کداء" کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو انصار کا ایک دستہ عنایت فرما کر "کدوی" کی جانب سے آپ نے داخل ہونے کے لیے کہا (۲۵) اور ان سے آپ نے فرما دیا تھا کہ کسی سے تعرض نہ کیا جائے لیکن اگر کوئی مقابلہ پر

(۲۲) دیکھیے دلائل النبوة للبیہقی: ۳۸/۵۔ والبدایة والنهاية: ۲۹۰/۳۔ وصحيح بخاری، کتاب المغازی، باب ابن رکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الراية يوم الفتح، رقم الحدیث: ۳۲۸۰

(۲۳) انکال للابن اثیر: ۱۶۶/۲ (۲۴) الروض الانیف: ۲۴۰/۴ (۲۵) البدایة والنهاية: ۲۹۲/۳۔ وعمدة القاری: ۲۸۰/۱۷

آئے ﴿ فاحصدوہم حصداحتی توافونی علی الصفاء ﴾ (۲۶)

حضرت خالد بن ولیدؓ جس جانب سے داخل ہو رہے تھے وہاں قریش کے چند اوباش جمع ہو گئے تھے اور مقابلہ کرنے لگے ، حضرت خالد بن ولیدؓ نے کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے لیکن وہ لوگ باز نہ آئے اور چھوٹی سی جنگ ہوئی جس میں دو مسلمان اور ایک روایت کے مطابق تین مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت کرز بن جابر فہری ، حضرت جبیش بن اشعر اور حضرت مسلمۃ بن المیلاءؓ شامل تھے اور کفار کے بارہ (۲۷) اور ایک روایت کے مطابق چوبیس آدمی مارے گئے (۲۸) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلواریں چمکتی دیکھیں ، صورتحال معلوم کی تو حضرت خالدؓ نے پوری بات بتادی ، آپؐ نے فرمایا جو کچھ تقدیر میں تھا اسی میں خیر ہے۔ (۲۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آج کا دن خوشی اور مسرت کا دن تھا ، جس سرزمین سے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھا کر آپؐ کو نکالا گیا ، جہاں آپؐ کے مظلوم ساتھیوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا اور جہاں توحید کی آواز بلند کرنا اپنی موت کو دعوت دینا تھا آج اللہ جل شانہ نے طویل اور صبر آزما مراحل طے کرنے کے بعد اس سرزمین میں آپؐ کو فاتحانہ انداز سے داخل ہونے کا موقعہ دیا اور وہ وقت آپہنچا کہ آپؐ محرم مکہ کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کریں اور اللہ کے اس گھر میں پھر توحید کے زمزمے بلند ہوں جہاں کی مقدس فضا میں صدیوں توحید کے نغموں سے معمور رہی تھیں اور جو اب ۳۶۰ بتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا لیکن سرور دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت اور خوشی کے اس موقعہ پر فخر و غرور کی روش نہیں اپنائی بلکہ انکساری اور عاجزی کا یہ عالم تھا کہ ناقہ پر سوار تھے ، دل ٹکڑے کے جزیبات سے معمور تھا اور زبان پر سورۃ الفتح کی تلاوت جاری تھی اور سر مبارک تواضع کی وجہ سے جھک کر پالان کی لکڑی سے لگ جاتا تھا۔ (۳۰)

مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے ابوطالب کی صاحبزادی حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی ، اہل علم کی اصطلاح میں اس نماز کو ”صلاة الفتح“ کہتے ہیں۔ (۳۱)

آپؐ کے قیام کے لیے خیمہ اس شعب ابی طالب میں نصب کیا گیا جہاں ابتداء اسلام میں قریش اور کنانہ نے مل کر بنی ہاشم اور بنی المطلب کو محصور کیا تھا۔

(۲۶) زاد المعاد: ۳ / ۲۰۲

(۲۷) زاد المعاد: ۳ / ۲۰۵ ، سیرت ابن ہشام مع الیوم: ۱۲ / ۲۷۲ ، سیرت ابن ہشام کی روایت میں تیرہ افراد کا بھی ذکر ہے

(۲۸) سیرت حلبیہ: ۳ / ۸۳

(۲۹) فتح الباری: ۱۸ / ۱۱

(۳۰) السیرة الحلییة: ۳ / ۸۳

(۳۱) زاد المعاد: ۳ / ۲۱۰

## مسجد حرام میں داخلہ!

اس کے بعد آپ مسجد حرام میں آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا، خانہ کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بتوں کا انبار لگا ہوا تھا، آپ ایک ایک بت کو اپنی چھڑی کی نوک سے ٹھوکتے جاتے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے جاتے تھے ﴿ جاء الحق وزهق الباطل، ان الباطل كان زهوقا ﴾ (۳۳)

طواف سے فارغ ہونے کے بعد عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنخی با، بیت اللہ کو کھلوا یا اور اس کے اندر بنی ہوئی کئی تصویریں تھیں سب کو مٹانے کا حکم دیا، حضرت عمرؓ نے اندر جا کر جس قدر تصویریں تھیں سب مٹادیں پھر آپ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ کو ساتھ لیکر کعبہ کے اندر گئے اور تکبیر کی مقدس صداؤں سے اس کی فضاؤں کو منور کیا۔ (۳۳)

باہر نکلے تو مسجد حرام کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، لوگوں کو انتظار تھا کہ آج آپ اپنے ان مخالفین کے لیے کیا حکم صادر فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام قوتیں آپ کو تکلیف دینے اور دین اسلام کی تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لیے وقف کر رکھی تھیں، آپ نے خطبہ دیا جو رسوم جاہلیت کے ختم و باطل ہونے کے اعلان اور مساوات انسانی کے درس پر مشتمل تھا، خطبہ کے بعد آپ نے قریش مکہ کی طرف دیکھا اور کہا، یا معشر قریش! ماترون انی فاعل بکم؟ ”تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟“ قریش نے کہا خیراً اخ کریم، وابن اخ کریم ”بھلائی، آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ لا تشریب علیکم الیوم، اذہبوا فانتم الطلقاء ﴾ ”تم پر آج کوئی عتاب نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔“

## بام کعبہ پر اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر

(۳۳) الاسراء / ۸۱ - دیکھیے زاد المعاد: ۳ / ۲۰۶ - صحیح مسلم، کتاب الجہاد، رقم الحدیث ۳۳۸۹

(۳۴) فتح الباری: ۸ / ۱۷ - وزاد المعاد: ۳ / ۲۰۶ - ۲۰۷

سیرت کی کتابوں میں خطبہ اس طرح منقول ہے -

﴿ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، صدق وعدہ، ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ، الا کل مائثرۃ او مال او دم، فھو تحت فلسی ہاتین الا سدانة البيت وسقاية الحاج، الا وقتل الخطا شبه العمدة السوط والعصا، ففيه الدية مغلظة مائة من الابل، اربعون منها في بطونها اولادها، يا معشر قريش، ان الله قد اذهب عنكم نحوة الجاهلية وتعظمها بالاباء، الناس من آدم، و آدم من تراب، ثم تلا هذه الآية: ﴿ يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا، ان اكرمكم عند الله اتقاكم، ان الله عليم خبير ﴾ (الحجرات: ۱۳) ثم قال: ”يا معشر قريش ماترون اني فاعل بكم؟“ قالوا: خيراً، اخ کریم وابن اخ کریم، قال: ”فاني اقول لكم كما قال يوسف لاجوته: ﴿ لا تشریب علیکم الیوم، اذہبوا فانتم الطلقاء ﴾“ انظر: زاد المعاد: ۳ / ۲۰۶ - ۲۰۸ - وابن هشام: ۲ / ۲۱۲

چڑھ کر آذان دیں اور چند لمحوں کے بعد حضرت بلالؓ کی اذان کی صدا میں مسجد حرام کی مقدس فضاؤں میں گونجنے لگیں، عتاب بن اسید اور خالد بن اسید نے صحن کعبہ میں بیٹھے اذان کی آواز سنی تو کہنے لگے ”اللہ نے ہمارے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کو سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھالیا“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی طرف سے گذرے تو فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا اللہ نے مجھے اس کی اطلاع کر دی اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بیان فرما دیا، عتاب بن اسید نے جب اپنی بات حضورؐ کی زبانی سنی تو مشرف باسلام ہو گئے (۳۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور تاحیات وہ مکہ کے والی رہے ان کی وفات اسی دن ہوئی جس دن حضرت صدیقؓ کی وفات ہوئی۔ (۳۶)

غزوہ حنین سے واپسی پر حضرت ابو محذورہؓ کے مسلمان ہونے کا مشہور واقعہ پیش آیا حضرت بلالؓ کی اذان سن کر وہ بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا، وہ آئے تو آپؐ نے ان سے اذان کہلوائی اور وہ مشرف باسلام ہوئے، آپؐ نے انہیں مسجد حرام کا مؤذن مقرر فرمایا۔ (۳۷)

### بیعت عامہ

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں سے بیعت لینا شروع کی، مردوں سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے تھے اور عورتوں سے جن امور پر بیعت لی وہ سورہ ممتحنہ میں بیعت النساء والی آیت میں مذکور ہیں۔ ﴿يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات يبایعنك على ان لا يشركن بالله شيئاً... الخ﴾ (۳۸)

### حضرت ہندہؓ کی بیعت

ان عورتوں میں بیعت کے لیے رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ کی والدہ حضرت ہندہؓ بھی آئیں، یہ وہی ہندہ ہیں جنہوں نے حضرت حمزہؓ کو قتل کرایا تھا اور ان کا سینہ چاک کر کے ان کا کلیجہ چبایا تھا لیکن اللہ نے ان کی قسمت میں اسلام کی ابدی سعادت لکھی تھی، آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں،

(۳۵) زاد المعاد: ۱۲ / ۲۱۰۔ سیرت ابن ہشام: ۱۲ / ۲۱۳

(۳۶) الاصابۃ فی تمييز الصحابة: ۱۲ / ۲۵۱۔ ان کی وفات کے متعلق ابن حجر نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، سیرت مصطفیٰ: ۱۲ / ۲۲

(۳۸) سورة الممتحنہ: ۱۲۔ دیکھیے الکافل لابن اثیر: ۱۲ / ۱۷۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے ہوئے فرمایا۔  
خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہندہ.... یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہر حال ہمیں منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... چوری نہ کرنا

ہندہ.... میں اپنے شوہر کے مال سے کچھ چوری کر لیتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کے لیے بقدر ضرورت لے سکتی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... زنا نہ کرنا

ہندہ.... کیا کوئی شریف عورت زنا کر سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہندہ.... ربینا ہم صغاراً، وقتلتہم یوم بدر کباراً فانت و ہم اعلم یعنی ہم نے تو اپنی اولاد کو بچپن میں پالا تھا، بڑے ہوئے تو جنگ بدر میں آپ نے ان کو قتل کر دیا، اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں، حضرت عمرؓ نے سن کر ہنس پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... کسی کار نیک میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرنا۔

ہندہ.... ہم اس مجلس میں آپ کی نافرمانی کا خیال بھی لیکر نہیں آئے۔

بیعت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعاء مغفرت کی، ہندہ نے کہا یا رسول اللہ! اسلام سے قبل آپ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ مبعوض نہیں تھا اور اب آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں، آپ نے فرمایا کہ ابھی محبت میں اور بھی اضافہ ہوگا۔ (۳۹)

### مباح الدم قرار دیئے جانے والے مجرم

فتح کے وقت چند حضرات ایسے تھے کہ آپ نے ان کو مباح الدم قرار دیا تھا، ان کی تعداد میں ارباب سیر کی روایات مختلف ہیں، عام اہل سیر نے دس، ابن اسحاق نے آٹھ، ابو داؤد اور دارقطنی کی روایت میں چھ افراد کا ذکر ہے، (۴۰) اور حافظ مغلطائی نے پندرہ نام مختلف حوالوں سے جمع کئے ہیں۔

(۳۹) دیکھیے الکامل للابن اثیر: ۱۲ / ۱۴۱ - ۱۴۲۔ نیز سیرت مصطفیٰ: ۲ / ۲۵ - ۲۶

(۴۰) چنانچہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں: "وامر بقتل ستة نفر واربع نسوة...." (دیکھیے طبقات بن سعد: ۱۲ / ۱۳۶) ابن اسحاق نے آٹھ نام گنائے ہیں (دیکھیے سیرت ابن بشام: ۱۲ / ۲۴۳ - ۲۴۴) امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد، باب قتل الایسر میں چھ افراد کا ذکر کیا ہے جن میں چار مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ (دیکھیے سنن ابی داؤد: ۱۳ / ۵۹، کتاب الجہاد، باب قتل الایسر، رقم الحدیث ۳۶۸۳) علامہ ابن اثیر نے بارہ افراد کا ذکر کیا ہے جن میں آٹھ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں (دیکھیے الکامل للابن اثیر: ۱۲ / ۱۶۸ - ۱۷۰) دارقطنی نے چھ افراد کا تذکرہ کیا ہے (دیکھیے الاصلۃ فی تمییز الصحابہ: ۱۲ / ۲۹۷، ترجمہ عکرمہ بن ابی جہل)

ان پندرہ میں سے آٹھ نے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی اور مشرف باسلام ہوئے ، پانچ قتل کئے گئے ، ایک بھاگ کر نجران گیا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا اور ایک کے اسلام لانے یا قتل کئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے ، اس طرح یہ کل پندرہ افراد ہو گئے ۔

جو آٹھ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

① حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ، یہ اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے اور اپنے باپ ابو جہل کی طرح اسلام کے خلاف ہر سازش میں پیش پیش رہتے تھے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مباح الدم قرار دیا تھا ، یہ فتح کے بعد بھاگ کر یمن چلے گئے ، ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث نے اسلام قبول کیا اور دربار نبوی میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کے لیے امان طلب کی۔ ادھر حسن اتفاق سے حضرت عکرمہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب وہ یمن کے ساحل سے کشتی پر سوار ہوئے تو طوفان نے دریا میں کشتی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ، عکرمہ نے مدد کے لیے لات و عزی کو پکارا ، کشتی میں موجود لوگوں نے کہا اللہ کو پکارو ، یہاں لات و عزی کچھ کام نہیں آئیں گے ، یہ بات حضرت عکرمہ کے دل پر لگی ، انہوں نے کہا کہ اگر دریا میں یہ کام نہیں آتے تو خشکی میں بھی کام نہیں آئیں گے اور اسی وقت عزم کر لیا کہ اگر اللہ نے اس طوفان سے نجات دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لاؤں گا۔

عکرمہ کی بیوی ام حکیم اپنے شوہر کی تلاش میں یمن کی جانب نکلیں اور ساحل پر ان کے پاس پہنچ گئیں ، عکرمہ سے کہا کہ آپ کے لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کیا ہے ، حضرت عکرمہ ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (۳۱) اور پھر اسلام کے لیے انہوں نے بڑی ناقابل فراموش قربانیاں دیں ، پوری عمر اسلام کی سر بلندی کے لیے جہاد میں گذاری ، اسلامی تاریخ کی مشہور جنگ یرموک میں انہوں نے اعلان کیا کہ کون میرے ہاتھ پر بیعت علی الموت کرتا ہے ؟ چار سو مجاہدین نے ان کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کی اور مجاہدین کے ان چار سو افراد نے دشمن کی فوج پر زبردست حملہ کیا حتیٰ کہ سب کے سب شہید ہو گئے بعد میں جب دیکھا گیا تو حضرت عکرمہ کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے ستر سے زیادہ زخم تھے (۳۲) رضی اللہ عنہ ورضی ہو عنہ۔

② حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ، یہ پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی تھے لیکن پھر مرتد ہو کر مکہ آ گئے تھے ، یہ حضرت عثمان کے رضاعی بھائی تھے ، فتح

(۳۱) تفصیل کے لیے دیکھیے ، السیرة الجلیة: ۱/۳ - ۹۲ - ۹۳ - نیز البدایہ والنہایہ: ۲/۲۹۸ - و سیرت مصطفیٰ: ۱/۳ - ۲۳ - ۲۵

(۳۲) دیکھیے ، الاصابہ فی تمییز الصحابة: ۲/۲۹۶ - ۲۹۷

مکہ کے بعد حضرت عثمانؓ ان کو آپ کی خدمت میں لائے اور دوبارہ مشرف باسلام ہوئے (۳۳) انہوں نے بھی بعد میں اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دیں، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جہادِ افریقہ میں انہوں نے زبردست مجاہدانہ کردار ادا کیا، حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ان کی وفات ہوئی۔ (۳۴)

۴ کعب بن زھیر، یہ عرب کے مشہور شاعر تھے، اسلام سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے، یہ مکہ سے بھاگ گئے تھے، بعد میں مدینہ منورہ آکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی مدح میں اپنا وہ شہرہ آفاق قصیدہ کہا جس سے آج تک ادب عربی کی فضاء گونجتی ہے اور جو قصیدہ ”بانت سعاد“ کے نام سے مشہور ہے۔ (۳۵) اس کا مطلع ہے:

بانت سعاد، فقلبی الیوم متبول

متمم اثرها، لم یفد، مکبول

۵ بہاء بن الاسود، انہوں نے حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہجرت کے وقت نیزہ مارا تھا جس کی وجہ سے پتھر پر گر کر ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور اسی بیماری میں بعد میں ان کا انتقال ہو گیا تھا، یہ بھی مباح الدم قرار دیئے گئے تھے لیکن بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور توبہ کی۔ (۳۶)

۶ حضرت وحشی بن حرب جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، یہ بھی فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے جس کی تفصیل غزوہ احد میں گذر چکی۔

۷ عبداللہ بن زبعری، یہ عرب کے مشہور شاعر تھے، آپ کی مذمت میں شعر کہا کرتے تھے، تائب ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام لائے۔ (۳۷)

۸ ہندہ بنت عنبہ، یہ بھی مباح الدم قرار دی گئی تھی لیکن پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائیں جس کی تفصیل ابھی گذری۔

۹ فرتئی، یہ عبداللہ بن نطل کی باندی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شعر پڑھا کرتی تھی، مباح الدم قرار دی گئی تھی، فتح مکہ کے وقت بھاگ گئی تھی، بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائی، حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کی خلافت میں اس کی وفات ہوئی۔ (۳۸)

(۳۳) البدایۃ والنہایۃ: ۲/ ۲۹۸۔ نیز مستدرک حاکم: ۳/ ۲۵۔ کتاب المغازی

(۳۴) تفصیل کے لیے دیکھیے، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲/ ۲۱۷

(۳۵) دیکھیے، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲/ ۲۹۵۔ ترجمہ کعب بن زھیرؓ

(۳۶) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۲/ ۵۹۷۔ ۵۹۸

(۳۷) دیکھیے سیرت مصطفیٰ: ۲/ ۲۷ (۳۸) انکال لابن اثیر: ۲/ ۱۷۰

## قتل کئے جانے والے مجرم

مباح الدم قرار دیئے جانے والے پندرہ افراد میں سے جن پانچ افراد کو قتل کیا گیا ان کی تفصیل درج

ذیل ہے۔

① عبداللہ بن نطل، یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنا کر اس کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا، اس کے ساتھ ایک غلام بھی تھا، راستہ میں کسی منزل پر اس نے غلام کو کھانا تیار کرنے کے لیے کہا، غلام کسی وجہ سے سو گیا اور کھانا تیار نہیں کیا، ابن نطل نے غصہ میں آکر غلام کو قتل کر دیا اور صدقات کے اونٹ لیکر مرتد ہو کر مکہ آ گیا، یہاں آکر آپ کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا، اس کی دو باندیاں تھیں، ناچ گانے کی مجلسیں سجا کر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار پڑھواتا تھا، ایک تو یہ خون ناحق کا مجرم تھا، دوسرا جرم ارتداد تھا اور تیسرا جرم آپ کے خلاف اشعار کہنے کا تھا، ان تین میں سے ہر جرم کی سزا قتل ہے۔

فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ گیا تھا، آپ کو اطلاع دی گئی کہ ابن نطل استار کعبہ سے لپٹا ہوا ہے، آپ نے فرمایا ”اس کو وہیں قتل کر ڈالو“ چنانچہ حضرت ابو بکر سلیمیؓ اور حضرت سعد بن حریث نے جا کر اس کو قتل کیا (۳۹) اس کے قتل کا یہ واقعہ آگے بخاری کی روایت میں آ رہا ہے۔

② مقیس بن صبابہ، یہ بھی پہلے مسلمان ہو گیا تھا پھر مرتد ہو کر مکہ مکرمہ آ گیا تھا، نمیلہ بن عبداللہ لیبی نے اس کا کام تمام کیا۔ (۵۰)

③ حویرث بن نقید، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا تھا، اس لیے یہ مباح الدم قرار دیا گیا اور حضرت علیؓ نے اس کو ختم کیا۔ (۵۱)

④ حارث بن طلاطل، یہ بھی آپ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا اس لیے اس کا خون بدر ہوا اور حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔ (۵۲)

⑤ قریبہ، یہ ابن نطل کی باندی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شعر پڑھا کرتی تھی، غزوہ فتح کے موقع پر یہ قتل کی گئی۔ (۵۳)

مباح الدم قرار دیئے جانے والے پندرہ افراد میں سے ”ہبیرہ بن وہب“ بھی تھا، یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔ (۵۴)

(۳۹) دیکھیے، السیرۃ الجلبیۃ: ۲/ ۹۱ (۵۰) اکامل للابن اثیر: ۲/ ۱۶۹ (۵۱) اکامل للابن اثیر: ۲/ ۱۶۹

(۵۲) سیرت مطہفے: ۲/ ۲۷ (۵۳) اکامل للابن اثیر: ۲/ ۱۷۰ (۵۴) اکامل للابن اثیر: ۲/ ۱۶۹



ان پندرہ میں سے ”سارہ“ نامی ایک خاتون بھی تھی، اس کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ قتل کی گئی (۵۵) اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام لے آئی تھی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک زندہ رہی، یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لیکر مکہ جا رہی تھی۔ (۵۶)

اس طرح یہ کل پندرہ افراد ہو گئے، جن میں آٹھ مسلمان ہوئے، پانچ قتل کئے گئے، ایک کافر ہونے کی حالت میں مرا اور ایک کے اسلام اور قتل کے متعلق روایات مختلف ہیں۔

لیکن یہ سب تفصیل حافظ مغلطائی کی تحقیق کے مطابق ہے، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ صرف دو آدمی قتل کئے گئے ایک ابن نخل اور دوسرے مقیس بن صبابہ اور ان دونوں کو قصاص میں قتل کیا گیا، ان کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا گیا، جن روایات میں ان دو کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قتل کا ذکر ہے وہ روایات سندا یا ضعیف ہیں یا منقطع لہذا ان کا اعتبار نہیں۔ (۵۷) واللہ اعلم

۴۰۲۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ : أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرُ وَالْمِقْدَادُ : فَقَالَ : (أَنْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخِ ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ ، فَخُذُوهُ مِنْهَا) . قَالَ : فَأَنْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلَنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ ، قُلْنَا لَهَا : أَخْرِجِي الْكِتَابَ ، قَالَتْ : مَا مَعِيَ كِتَابٌ ، فَقُلْنَا : لَتُخْرِجِنَا الْكِتَابَ ، أَوْ لَتُلْقِينَ الشَّيْبَ ، قَالَ : فَأَخْرَجْتُهُ مِنْ عِقَاصِهَا ، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا فِيهِ : مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ ، إِلَى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (يَا حَاطِبُ ، مَا هَذَا) . قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ ، إِي كُنْتُ أَمْرًا مُلْصَقًا فِي قُرْبَشٍ ، يَقُولُ : كُنْتُ حَلِيفًا ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا ، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ ، مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ ، فَأَخْبَيْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ ، أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي ، وَلَمْ أَفْعَلْهُ أَرْتَدَادًا عَنْ دِينِي ، وَلَا رِضًا بِالْكَفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَمَّا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ) . فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، دَعْنِي أَضْرِبُ عَنْقَ هَذَا الْمُنَافِقِ . فَقَالَ : (إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا ، وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَطَّلَعَ عَلَيَّ مِنْ شَهِدٍ بَدْرًا) فَقَالَ :

(۵۵) دیکھیے اکمل للبن اشیر: ۱۲ / ۱۰

(۵۶) دیکھیے فتح الباری: ۸ / ۱۱

(۵۷) چنانچہ شبلی نعمانی مرحوم اور مولانا سید سلیمان ندوی نے دلائل سے ان روایات کا صنف ثابت کیا ہے (دیکھیے، سیرۃ النبی: ۱ / ۲۰۱-۲۰۲)

أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) . فَأَنْزَلَ اللَّهُ السُّورَةَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ - إِلَى قَوْلِهِ - فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ» . [ر : ۲۸۴۵]

### باب : غزوة الفتح في رمضان .

۴۰۲۶/۴۰۲۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْبٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ .

قَالَ : وَسَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيْبِ يَقُولُ مِثْلَ ذَلِكَ .

وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ - الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ - أَفْطَرَ ، فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى أَنْسَخَ الشَّهْرُ .

اس ترجمہ الباب سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ فتح مکہ کا واقعہ رمضان میں پیش آتا، اس سلسلہ میں تاریخی روایات مختلف ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے مدینہ منورہ سے کس تاریخ کو روانہ ہوئے تھے، واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رمضان کی دس تاریخ کو آپ کی روانگی ہوئی تھی، مسلم شریف کی روایات میں ۱۲، ۱۶ اور ۱۸ تاریخوں کا تذکرہ بھی وارد ہوا ہے اور ایک روایت میں تردد کے ساتھ ۱۷ اور ۱۹ کا بھی ذکر ہے۔ (۱)

واقعہ یہ ہے کہ ان روایات میں تطبیق بڑی مشکل ہے، البتہ واقدی کی روایت مشہور ہے اور اسی پر ہم نے اعتماد کرتے ہوئے ابتدا میں یہ بیان کیا تھا کہ آپ ۱۰ رمضان کو روانہ ہوئے تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ رمضان کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اور ۱۹ رمضان کو مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ (۲)

(۴۰۲۷) : حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ ،

(۱) فتح الباری: ۱/۸ نیز دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر - ۳۵۶/۱

(۲) دیکھیے، شرح مسلم للنووی: ۱/۳۵۶ - کتاب الصوم، امام نووی ان روایات میں تطبیق دینا چاہتے تھے لیکن وہ بھی تطبیق نہ دے سکے چنانچہ "ووجه الجمع بین هذه الروایات أن...." لکھنے کے بعد بیاض ہے

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَمَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشْرَةُ آلَافٍ ، وَذَلِكَ عَلَى رَأْسِ ثَمَانَ سِنِينَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ ، فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى مَكَّةَ ، يَصُومُ وَيَصُومُونَ ، حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ ، وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ ، أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوا .

ومعه عشرة آلاف....

بخاری کی اس روایت میں دس ہزار کی تعداد آپ کے ساتھ فتح مکہ کے لیے روانگی کے وقت کی بتائی گئی ہے ، ابن اسحاق اور ابن عاصم وغیرہ کی روایات میں وارد ہوا ہے کہ آپ کے ساتھ ۱۲ ہزار افراد تھے ، حاکم نے ”الاکلیل“ میں اور ابو سعد نے ”شرف المصطفیٰ“ میں بھی یہی لکھا ہے (۳) لیکن یہ تعارض اس طرح دور ہو سکتا ہے کہ مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار افراد تھے اور باقی مزید کچھ لوگ راستہ میں مختلف قبائل سے آ کر شامل ہونے لگے تو یہ تعداد بعد میں بڑھ کر بارہ ہزار بن گئی۔ (۴)

وذلك على رأس ثمان سنين سنة ونصف من مقدمه المدينة

معمر کی روایت میں بھی اسی طرح واقع ہوا ہے لیکن یہ وہم ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ساڑھے سات سال گزرنے کے بعد روانہ ہوئے تھے کیونکہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی ہے اور اسی سال کے محرم سے سنہ ہجری شمار کیا جاتا ہے تو اس اعتبار سے ہجرت کے بعد فتح مکہ تک کا یہ عرصہ ساڑھے سات سال بنتا ہے ، ساڑھے آٹھ سال نہیں بنتا ، روایت میں ساڑھے آٹھ سال بتایا جا رہا ہے یہ وہم ہے (۵) حافظ ابن حجر نے کچھ توجیہات کی ہیں (۶) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کی روایات میں اس قسم کے مختصر سے اوہام کا واقع ہو جانا کوئی بعید بات نہیں ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ : وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْآخِرُ فَالْآخِرُ .

یہ زہری کا قول ہے جیسا کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کر دی ہے ، یہی روایت کتاب الجہاد میں صفحہ ۳۱۵ پر گزری ہے (۷) مقصد یہ ہے کہ ابتداء سفر میں آپ کا روزہ تھا بعد میں آپ نے افطار کیا تو آخری عمل آپ کا افطار فی السفر ہے تو اسی کو اختیار کیا جائے گا لہذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر سفر

(۳) فتح الباری: ۲/۸ (۴) عمدۃ القاری: ۲/۸ - فتح الباری: ۲/۸ (۵) عمدۃ القاری: ۲/۸ - فتح الباری: ۲/۸

(۶) دیکھئے فتح الباری: ۲/۸ (۷) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الخروج فی رمضان: ۳۱۵/۱

میں رمضان کی ابتدا ہوئی ہو تو پھر سفر شروع کرنے پر اسی رمضان میں افطار جائز نہ ہوگا غلط ہے یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔

(۴۰۲۸) : حَدَّثَنِي عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَمَضَانَ إِلَى حَنْبِنٍ ، وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُونَ ، فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ ، دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ أَوْ مَاءٍ ، فَوَضَعَهُ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، أَوْ : عَلَى رَاحِلَتِهِ ، ثُمَّ نَظَرَ إِلَى النَّاسِ ، فَقَالَ الْمُفْطِرُونَ لِلصُّوَامِ : أَفْطِرُوا .  
وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ .  
وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ .

(۴۰۲۹) : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : سَافَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ ، فَشَرِبَ نَهَارًا لِيَرَاهُ النَّاسُ ، فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ .  
قَالَ : وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ : صَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ . [ ر : ۱۸۴۲ ]

حدیثی عیاش بن الولید خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین یہ وہم ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ”حنین“ کے لیے رمضان میں نہیں بلکہ شوال میں گئے تھے ، بعض لوگوں نے تاویل کرتے ہوئے کہا کہ ”الی حنین“ تصحیف ہے ، اصل میں ”الی خبیر“ ہے لیکن یہ تاویل ٹھیک نہیں کیونکہ غزوہ خبیر کے لیے بھی آپ رمضان میں نہیں گئے تھے ، محرم میں گئے تھے (۸) اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہاں لفظ ”حنین“ کے بجائے لفظ ”مکتہ“ ہونا چاہیے اور یہ تاویل بھی کی جاسکتی ہے کہ چونکہ خروج الی مکتہ غزوہ حنین کا پیش خیمہ بنا تھا اور مکہ کی طرف خروج رمضان میں ہوا تھا تو گویا حنین کی جانب خروج بھی مجازاً رمضان میں ہوا۔ (۹)

(۸) فتح الباری: ۵ / ۸ - وعمدة القاری: ۲۷۷ / ۱۷

(۹) واجاب المحب الطبری.... بان یکون المراد من قوله: "خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین" انه قصد الخروج الیها وهو فی

رمضان فذكر الخروج واراد القصد بالخروج، ومثل هذا شائع ذائع فی الکلام (عمدة القاری: ۲۷۷ / ۱۷)

## باب : أَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّابَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنا جھنڈا کہاں نصب فرمایا تھا دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ ”رایہ“ اور ”لواء“ ”رایہ“ بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں اور ”لواء“ چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں، بعض نے اس کا عکس کہا اور بعض حضرات نے ان دونوں کو مترادف قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم (۱۰)

۴۰۳۰ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : لَمَّا سَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ قُرَيْشًا ، خَرَجَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ ، وَحَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ ، وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ ، يَلْتَمِسُونَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَأَقْبَلُوا بِسَيْرُونَ حَتَّى أَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ ، فَإِذَا هُمْ بِبِيرَانٍ كَانَتْهَا نِيرَانُ عَرْفَةَ ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : مَا هَذِهِ ، لَكَانَتْهَا نِيرَانُ عَرْفَةَ ؟ فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ : نِيرَانُ بَنِي عَمْرٍو ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : عَمْرٍو أَقَلُّ مِنْ ذَلِكَ ، فَرَأَاهُمْ نَاسٌ مِنْ حَرَسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَذْرَكُوهُمْ فَأَخَذُوهُمْ ، فَأَتَوْا بِهِمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَلَمَ أَبُو سُفْيَانَ ، فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ : (أَخْبِسْ أَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ خَطْمِ الْجَبَلِ ، حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ) . فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ ، فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَعْرُضُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، تَعْرُضُ كَتِيبَةً كَتِيبَةً عَلَى أَبِي سُفْيَانَ ، فَمَرَّتْ كَتِيبَةٌ ، قَالَ : يَا عَبَّاسُ مَنْ هَذِهِ ؟ قَالَ : هَذِهِ غِفَارُ ، قَالَ : مَا لِي وَلِغِفَارٍ ، ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ ، قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ ، ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُدَيْمٍ ، فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ ، وَمَرَّتْ سَلِيمٌ ، فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ ، حَتَّى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا ، قَالَ : مَنْ هَذِهِ ؟ قَالَ : هُوَ لَاءِ الْأَنْصَارِ ، عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ مَعَهُ الرَّابَةُ ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ : يَا أَبَا سُفْيَانَ ، الْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ، الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ . فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : يَا عَبَّاسُ حَبِّدَا يَوْمَ الذَّمَارِ . ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ ، وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ ، فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ ، وَرَابَةُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ ، فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ : أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ ؟ قَالَ : (مَا قَالَ) . قَالَ : كَذَا وَكَذَا ، فَقَالَ : (كَذَبَ سَعْدُ ، وَلَكِنْ هَذَا يَوْمٌ يُعْظَمُ اللَّهُ فِيهِ الْكَعْبَةُ ، وَيَوْمٌ تُكْسَى فِيهِ الْكَعْبَةُ) . قَالَ : وَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُرَكَزَ رَابَتُهُ بِالْحَجُونِ .

قَالَ عُرْوَةُ : وَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِزُبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ :

يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ، هَذَا أَمْرُكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَرَكُ الرِّايَةَ ؟

قال : وَأَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ ،  
وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ كَدَاءٍ ، فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ :  
حَبِيشُ بْنُ الْأَشْعَرِ ، وَكَرْزُ بْنُ جَابِرِ الْفِهْرِيِّ . [ ر : ۲۸۱۳ ]

حدیسی عبید بن اسماعیل.... فاسلم ابوسفیان....

ابتداءً ابوسفیان ظاہری طور پر مسلمان ہوئے تھے لیکن بعد میں اسلام کی حقانیت پر ان کا شرح صدر ہو گیا تھا اور اپنے اسلام میں مخلص ہو گئے تھے ، ابوسفیان کا نام صحز بنی حرب بن امیہ ہے ، ۸۸ برس کی عمر میں ۲۱ھ میں مدینہ منورہ کے اندر انہوں نے وفات پائی ہے اور حکیم بن حزام حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہیں۔ ۵۳ھ میں ان کا انتقال بھی مدینہ میں ہوا۔

عند حطم الخيل....

یعنی جہاں گھوڑوں کا اڑدھام ہوتا ہے ، مراد اس سے تنگ جگہ ہے حاشیہ کا نسخہ ہے ”عند حطم الجبل“ یعنی پہاڑ کی چوٹی کے پاس۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جہاں گھوڑوں کی بھیڑ زیادہ ہو وہاں ابوسفیان کو روک دو اور گھوڑوں کی بھیڑ تنگ جگہ میں زیادہ ہوتی ہے جیسے گھاٹی ہوتی ہے یعنی گھاٹی کے قریب ان کو روک کر اسلامی لشکر کا معائنہ ان کو کرا دیں اور دوسری صورت میں مطلب ہوگا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ان کو روک کر اسلامی لشکر کا مشاہدہ ان کو کرا دیں۔

فقال سعد بن عبادۃ یا اباسفیان الیوم یوم الملحمة: الیوم تستحل الكعبة ”سعد بن عبادہ نے کہا اے ابوسفیان آج لڑائی کا دن ہے ، آج کعبے میں قتل و قتال حلال ہوگا۔“

فقال ابوسفیان یا عباس حبذا یوم الذمار ”اس پر ابوسفیان نے کہا اے عباس! قریش کی تباہی و بربادی کا اچھا دن آیا ہے“

وامر رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ خالد بن وليد ان يدخل من اعلى مكة من كداء  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ کو مکہ کی جانب اعلیٰ یعنی کداء سے داخل ہونے کا حکم دیا“ لیکن یہ وہم ہے اس لیے کہ دوسری تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بالائے مکہ سے داخل ہوئے تھے اور حضرت خالدؓ کو اسفل مکہ سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ (۱۱)

القتل من خيل خالد يومئذ رجلا

یہ دو آدمی حضرت حبیش بن اشعر اور حضرت کرز بن جابر ہیں ، بخاری کی روایت میں تو دو آدمیوں کا

ذکر ہے لیکن دوسری ایک روایت میں تین آدمیوں کا ذکر ہے، تیسرے آدمی مسلم بن الحجاج ہیں، یہ تین صحابہؓ اس دن شہید ہوئے تھے (۱۲) اور ابن سعد کے بیان کے مطابق مشرکین کے چوبیس آدمی مارے گئے تھے۔ (۱۳)

۴۰۳۱ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ مَغْفَلٍ يَقُولُ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَتِهِ ، وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ يُرْجِعُ ، وَقَالَ : لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِي لَرَجَعْتُ كَمَا رَجَعُ .

[۴۵۵۵ ، ۴۷۴۷ ، ۴۷۶۰ ، ۷۱۰۲]

وہو یقرأ سورة الفتح يرجع....

یعنی فتح مکہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فتح پڑھ رہے تھے اور ترجیع کر رہے تھے۔ ایک ترجیع فی الاذان ہوتی ہے کہ شہادتین کو دو مرتبہ آہستہ اور دو مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا اور ایک ترجیع فی القرآن ہوتی ہے، ترجیع فی القرآن کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے آواز کے ساتھ ساتھ اور اتار چڑھاؤ پایا جائے جس کی کیفیت بخاری شریف کتاب التوحید کی ایک روایت میں معاویہ بن عمرو سے اس طرح منقول ہے ”آء آء آء آء“ (ہمزہ مفتوحہ کے بعد الف کو دراز کرنا) (۱۴)

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے اس لیے اس کی حرکت کی وجہ سے آپ کی آواز میں تمدید اور اتار چڑھاؤ ہوتا رہا (۱۵) بعض حضرات کہتے ہیں کہ روایت میں ”یرجع“ سے مراد امتداد پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی ہیں کہ آپ ایک ایک آیت کو بار بار لوٹا کر پڑھتے تھے کیونکہ ترجیع کے معنی لغت میں لوٹانے کے بھی آتے ہیں (۱۶) اور بعضوں نے کہا کہ ”یرجع“ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کر رہے تھے۔ (۱۷)

یہ بات تو تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ حسن صوت سے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب خوش الحانی کی وجہ سے قرآن کے حروف کے اندر کوئی کمی بیشی واقع نہ ہوتی ہو اور مخارج پر اثر نہ پڑتا ہو، لیکن اگر گانے کے تال و سرکی طرح آواز کو دراز کر کے تلاوت میں خوش الحانی پیدا کی جائے تو یہ جائز نہیں۔

(۱۲) فتح الباری: ۱۰ / ۸ - (۱۳) طبقات ابن سعد: ۱۲ / ۲

(۱۴) دیکھیے: کتاب التوحید، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایۃ عن ر: ۱۱۲۵ / ۲

(۱۵) فتح الباری: ۱۳ / ۱۵ - کتاب التوحید

(۱۶) دیکھیے: معجم الوسيط: ۲۳۱ / ۱

(۱۷) فتح الباری: ۹ / ۹۲ - کتاب فضائل القرآن، باب الترجیع

۴۰۳۲ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ بَيْحِي : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
 ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ  
 زَيْدٍ : أَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَيْنَ تَنْزَلُ غَدًا؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَهَلْ تَرَكَ  
 لَنَا عَقِيلٌ مِنْ مَنْزِلٍ) : ثُمَّ قَالَ : (لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ) .  
 قِيلَ لِلزُّهْرِيِّ : وَمَنْ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ؟ قَالَ : وَرِثَهُ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ .

حضرت اسامہ بن زید نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کل آپ  
 کہاں قیام فرمائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے؟  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد ان کی جائیداد کے وارث و مالک  
 ان کے لڑکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب بنے تھے ، ابوطالب کے چار بیٹے تھے ، طالب ،  
 حضرت عقیل ، حضرت جعفر ، حضرت علیؑ آخری دونوں حضرات تو سابقین اولین میں سے ہیں ، عقیل فتح مکہ  
 کے بعد اسلام لائے تھے اور طالب بدر میں کفر کی حالت میں مارا گیا۔

چونکہ کافر کا وارث مسلمان نہیں ہوتا اور حضرت جعفر اور حضرت علیؑ دونوں ابوطالب کے انتقال کے  
 وقت مسلمان ہو چکے تھے اس لیے یہ ابوطالب کے وارث نہ بن سکے ، طالب اور عقیل ان کی میراث کے  
 مالک بنے تھے ، پھر بعد میں عقیل نے وہ تمام مکانات ابوسفیان کے ہاتھ فروخت کر دیئے تھے ، ”وہل ترک لنا  
 عقیل من منزل؟“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۱۸)

قَالَ مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَيْنَ تَنْزَلُ غَدًا؟ فِي حَجَّتِهِ ، وَلَمْ يَقُلْ يُؤْنَسُ : حَجَّتِهِ ، وَلَا  
 زَمَنَ الْفَتْحِ . [ر : ۱۵۱۱]

یہ روایت زہری سے تین راویوں نے نقل کی ہے۔ ① محمد بن ابی حفصہ ② معمر ③ اور یونس ،  
 محمد بن ابی حفصہ کی روایت میں تو یہ تصریح ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے یہ سوال (این تنزل غدا؟) فتح مکہ کے موقع پر کیا تھا اور معمر کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع  
 کے موقع پر یہ سوال کیا تھا جبکہ یونس کی روایت میں فتح مکہ اور حج دونوں کا ذکر نہیں ہے۔

تو اصل تعارض معمر اور محمد بن ابی حفصہ کی روایتوں میں ہے ، اگر مقابلہ لیا جائے تو معمر کی  
 روایت ارجح ہے کیونکہ معمر، ابن ابی حفصہ کے مقابلہ میں اوثق و اتقن ہیں، لہذا یہ روایت یہاں ذکر کرنے



کے بجائے کتاب الحج میں ہونی چاہیے اور امام بخاری نے اس روایت کو کتاب الحج میں ذکر بھی کیا ہے (۱۹) مگر چونکہ ابن ابی حفصہ کے طریق میں ”زمن الفتح“ کی تصریح ہے اس لیے امام نے اس احتمال پر اس کو یہاں بھی ذکر کر دیا کہ ممکن ہے حجۃ الوداع کی طرف فتح مکہ کے موقع پر بھی یہ سوال ہوا ہو۔ واللہ اعلم

۴۰۳۴/۴۰۳۳ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْزِلْنَا - إِنْ شَاءَ اللَّهُ ، إِذَا فَتَحَ اللَّهُ - الْخَيْفُ ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ) .

الخيف بفتح الخاء وسكون الياء ہے ، پہاڑ کا نشیبی حصہ جو نالے سے بند ہو، منیٰ میں مسجد پہاڑ کے نشیب میں تھی اس لیے اس کو مسجد خيف کہا جاتا ہے ، الخيف بمنزلنا کی خبر ہے۔

(۴۰۳۴) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَرَادَ حُجَيْنًا : (مَنْزِلْنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ ، بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ) . [ر : ۱۵۱۲]

۴۰۳۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ ، فَقَالَ : (أَقْتُلْهُ) . قَالَ مَالِكٌ : وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا نَرَى - وَاللَّهُ أَعْلَمُ - يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا . [ر : ۱۷۴۹]

وعلی راسہ المغفر....

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مغفر (خود) تھی کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اللہ جل جلالہ واللہ یعصمک من الناس \* (۲۰) فرما دیا تھا، تو پھر مغفر کے استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ کے اس وعدہ پر اعتماد اور پختہ یقین تھا لیکن چونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لیے آپ یہاں اسباب اختیار کرتے تھے اور جنگ کے وقت ”خود“ حفاظت کا ایک سبب ہے، نیز اس میں امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ آدمی کو چاہے کتنا ہی محفوظ کیوں نہ ہو بہر حال اپنے تحفظ کے اسباب اختیار کرنے چاہئیں۔ (۲۱)

(۱۹) دیکھیے صحیح بخاری کتاب الحج باب توریث دورہ مکة وبيعها وشرانها رقم الحدیث ۱۵۸۸۔ وہاں یہ روایت یونس کے طریق سے

مقولہ ہے۔ - (۲۰) سورۃ اللاندہ ۶۷/ (۲۱) دیکھیے زاد المعاد: ۳/ ۲۸۰

قال مالک: ولم يكن النبي صلى الله عليه وسلم فيما نرى - والله اعلم - محرما

”امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز

احرام نہیں باندھا تھا۔“

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تین صورتیں ہیں۔ ❶ ایک یہ کہ آدمی اداء نسک کے لیے داخل ہو رہا

ہے، اس صورت میں تو بالاتفاق بغیر احرام کے داخلہ جائز نہیں ہے۔ ❷ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی

حرب و قتال کے لیے داخل ہو رہا ہے، اس صورت میں امام طحاوی نے ائمہ احناف سے نقل کیا ہے کہ بلا

احرام داخلہ جائز نہیں (۲۲) علامہ ابن القیم نے جواز نقل کیا ہے، (۲۳) امام مالک کا یہ قول ابن قیم کی تائید

میں ہے۔ ❸ تیسری صورت یہ ہے کہ حاجت متکررہ کی وجہ سے داخل ہو رہا ہے جیسے ٹیکسی اور بس کے

ڈرائیور حضرات کو باہر سے سواریاں لیکر بار بار داخل حرم آنا پڑتا ہے، فقہاء حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں

بھی بلا احرام داخلہ جائز نہیں ہے باقی ائمہ اس صورت میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں (۲۴)

لیکن چونکہ ڈرائیور وغیرہ حضرات۔۔۔ لیے احرام کی پابندی مشکل ہے اس لیے اب حنفی علماء بھی

دوسرے فقہاء کے مسلک کے مطابق جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۴۰۳۶ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ،

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَجِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، وَحَوْلَ

الْبَيْتِ سِتُونَ وَثَلَاثُمِائَةَ نُسُوبٍ ، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ : (جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

وَجَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُهُ) . [ ر : ۲۳۴۶ ]

۴۰۳۷ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ

عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ ، أُلِيَ أَنْ يَدْخُلَ

الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ ، فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا مِنْ

الْأَزْلَامِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ، لَقَدْ عَلِمُوا : مَا اسْتَقْسَمُوا بِهَا قَطُّ) . ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ ،

فكَبَّرَ فِي نِزَاحِي الْبَيْتِ ، وَخَرَجَ وَلَمْ يُبَلِّ فِيهِ .

تَأَنَّهُ مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ .

وَقَالَ وَهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ . [ ر : ۱۵۲۴ ]

(۲۲) دیکھیے شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۰۶/۱۔ کتاب مناسک الحج، باب دخول الحرم هل يصلح بغیر احرام۔

(۲۳) دیکھیے زاد المعاد: ۳۲۸/۳۔

(۲۴) دیکھیے المعنی لابن قدامة: ۱۱۶/۳۔ ۱۱۶۔ حکم من جاوالمیقات غیر محرم

حدیثی اسحاق.... فکبر فی نواحی البیت وخرج ولم یصل فیہ  
اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بیت اللہ شریف کے اندر نہیں پڑھی  
لن آکے حضرت بلال کی روایت آرہی ہے جس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہی راجح ہے کیونکہ جب نانی  
رثبت میں تعارض ہو جائے تو ترجیح ثبوت کو دی جاتی ہے۔ (۲۵)

### باب : دُخُولِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ .

۴۰۳۸ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَ يُونُسُ قَالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ ، مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ  
زَيْدٍ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ ، وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ ، حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ  
بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ، فَمَكَثَ فِيهِ  
نَهَارًا طَوِيلًا ، ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ ، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ ، فَوَجَدَ بِلَالًا  
وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا ، فَسَأَلَهُ : أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ؟ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ .  
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : فَسَيِّتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ . [ر : ۳۸۸]

۴۰۳۹/۴۰۴۰ : حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ  
عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءِ  
النَّبِيِّ بِأَعْلَى مَكَّةَ .

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَوُثِّبُ فِي كَدَاءِ .

(۴۰۴۰) : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ ، عَنْ أَبِيهِ : دَخَلَ

النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءِ . [ر : ۱۵۰۲]

وقال الليث: حدیثی یونس.... اس روایت کے آخر میں ہے قال عبد اللہ: فنسیت ان اسالہ: کم

صلى سجدة

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلالؓ سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

عالیہ وسلم نے کتنی رکعت پڑھی؟ لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ بعض روایات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ﴿صلی رکعتین﴾ کی تصریح وارد ہوئی ہے، (۲۶) بظاہر دونوں روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے اس تعارض کو دور کرتے ہوئے کہا کہ ﴿صلی رکعتین﴾ والی روایت وہم ہے لیکن یہ بات ٹھیک اس لیے نہیں معلوم ہوتی کہ ﴿صلی رکعتین﴾ والی روایت کے راوی یحییٰ بن سعید القطن ہیں، ان جیسے حافظ حدیث اور اتقن راوی کی طرف وہم کی نسبت اول تو یہی بعید امر ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں وہ منفرد بھی نہیں ہیں۔ (۲۷)

بعضوں نے یہ جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صراحتاً حضرت بلالؓ سے دریافت کرنا بھول گئے تھے تاہم حضرت بلالؓ نے ان کے پوچھے بغیر اشارۃً بتا دیا تھا کہ آپؐ نے دو رکعت پڑھی ہیں، لہذا جس روایت میں ہے کہ ”میں پوچھنا بھول گیا تھا“ اس سے صراحتاً پوچھنا مراد ہے اور جن روایات میں ”صلی رکعتین“ وارد ہوا ہے اس سے حضرت بلالؓ کا اشارۃً بتانا مراد ہے۔ (۲۸)

اور بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ حضرت ابن عمرؓ واقعی رکعت کے سلسلہ میں سوال کرنا بھول گئے تھے، جن روایات میں ان سے ”صلی رکعتین“ کے الفاظ منقول ہیں تو چونکہ نماز کم از کم دو ہی رکعت ہوتی ہے اس سے کم نہیں ہو سکتی اس لیے اقل متیقن پر محمول کرتے ہوئے انہوں نے اپنی طرف سے یہ کہا ہے۔ (۲۹)

### باب : مَنْزِلُ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ .

۴۰۴۱ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى : مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي الصُّحَى غَيْرَ أُمَّ هَانِي ، فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ : أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ ، قَالَتْ : لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخْفَ مِنْهَا ، غَيْرَ أَنَّهُ يُيَمُّ الرُّكُوعَ مِنَ السُّجُودِ . [ ر : ۱۰۵۲ ]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت ام ہانیؓ کے مکان میں تھا لیکن پیچھے گزر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیف بنی کنانہ میں قیام فرمایا تھا، اس تعارض کا

(۲۶) چنانچہ بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت حضرت یحییٰ بن سعید القطن کے طریق سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں ہے ﴿ثم خرج فصلى في وجه الكعبة ركعتين﴾ دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول الله تعالى: ﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى﴾ حدیث نمبر: ۳۹۶

(۲۷) دیکھیے، فتح الباری: ۱/ ۵۰۰-۵۰۱، کتاب الصلوٰۃ

(۲۸) فتح الباری: ۱/ ۵۰۰ (۲۹) فتح الباری: ۱/ ۵۰۰

جواب یہ ہے کہ اصلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ تو خیف بنی کنانہ میں نصب کیا گیا تھا، لیکن آپ ام ہانیؓ کے مکان پر بھی تشریف لائے تھے اور کچھ دیر وہاں بھی قیام فرمایا تھا اس لیے اس کو بھی منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کر دیا گیا۔ (۳۰)

## باب

یہ باب بلا ترجمہ متعلقات فتح مکہ میں سے ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ غالباً امام بخاری نے بیاض چھوڑی تھی لیکن کوئی مناسب ترجمہ منعقد کرنے کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ (۳۱)

۴۰۴۲ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ : (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اللَّهُمَّ اعْفِرْ لِي) . [ر : ۷۶۱]

۴۰۴۳ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاحِ بَدْرٍ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لِمَ تُدْخِلُ هَذَا الْفَتَى مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءُ مِثْلِهِ ؟ فَقَالَ : إِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ ، قَالَ : فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَعَانِي مَعَهُمْ ، قَالَ : وَمَا أَرَيْتَهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ مَنِي ، فَقَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي : إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحِ . وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا . حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : أَمَرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نَصَرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا نَدْرِي ، أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا ، فَقَالَ لِي : يَا ابْنَ عَبَّاسٍ ، أَكْذَابُكَ تَقُولُ ؟ قُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَمَا تَقُولُ ؟ قُلْتُ : هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ اللَّهُ لَهُ : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ» . فَتُحُ مَكَّةَ ، فَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ : «فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا» . قَالَ عُمَرُ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعَلَّمُ . [ر : ۳۴۲۸]

۴۰۴۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شَرْحِبِيلٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ الْمُقْبِرِيِّ ، عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْعَدَوِيِّ : أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرٍو بْنِ سَعِيدٍ ، وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ : أُنْذِنُ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ ، أَحَدَثَكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ ، سَمِعْتَهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي ، وَأَبْصَرْتُهُ

عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ : إِنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : (إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ ، وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ ، لَا يَجِلُّ لِأَمْرِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا ، وَلَا يَعْصِدَ بِهَا شَجَرًا ، فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّسَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهَا ، فَقُولُوا لَهُ : إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ ، وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ ، وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ ، وَكَلِيْبُغِ الشَّاهِدِ الْغَائِبِ) . فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ : مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرُو؟ قَالَ : قَالَ : أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ ، إِنَّ الْحَرَّمَ لَا يُعِيدُ عَاصِبًا ، وَلَا فَارًا بِدَمٍ ، وَلَا فَارًا بِحَرْبَةٍ .

قال أبو عبد الله : الخربة : الليلة . [ ر : ۱۰۴ ]

۴۰۴۵ : حدثنا قتيبة : حدثنا الليث ، عن يزيد بن أبي حبيب ، عن عطاء بن أبي رباح ، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما : أنه سمع رسول الله ﷺ يقول ، عام الفتح وهو بمكة : (إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ) . [ ر : ۲۱۲۱ ]

حدثنا أبو النعمان....

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”کان عمریدخلنی مع اشیاخ بدر“ حضرت فاروق اعظمؓ پیچیدہ مسائل میں اشیاخ بدر سے مشورہ لیتے تھے اور ان میں ابن عباسؓ کو بھی داخل کرتے تھے ، یہ بالکل نو عمر تھے ، اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ابن عباس کو ارباب مشورہ میں شریک کرتے ہیں ، حالانکہ ان جیسے تو ہمارے لڑکے ہیں یعنی عمر کے لحاظ سے انکے برابر ہیں تو آپ ان کو اس کم عمری کے باوجود اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کو کتنا علم اور کس قدر فراست عطا فرمائی ہے تم کو معلوم ہے اسی کی وجہ سے میں ان کو مشورہ میں داخل کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سب حضرات کو جمع کیا ، حضرت ابن عباسؓ سمجھ گئے کہ آج وہ چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے میرے علم و فضل کو ظاہر کر دیں ، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان سب حضرات سے پوچھا کہ ﴿اذا جاء نصر الله والفتح...﴾ کی تفسیر کے متعلق آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ اور اس سورۃ کا کیا مقصد ہے؟ اب اس میں تین فریق ہو گئے ، ایک فریق یولا کہ اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ جب تمہیں نصرت و فتح دیں تو تم حمد و استغفار کرو ، دوسرے فریق نے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے ”لاندری“ کہہ دیا اور تیسرا فریق خاموش رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع دی گئی ہے اور.... ﴿اذا جاء نصر الله والفتح﴾ میں فتح

سے مراد فتح مکہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب مکہ فتح ہو جائے تو یہ آپ کی وفات کے قریب ہونی کی علامت ہے ، لہذا آپ اپنے رب کی حمد اور تسبیح بیان کریں اور استغفار کریں ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ علماء کرام نے فرمایا کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ خواتم الامور میں آپ توبہ و استغفار کیا کرتے تھے ، بیت الخلاء سے نکلتے تو ﴿غفرانک﴾ فرماتے جیسا کہ ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے ، (۳۲) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کو دعاء تلقین فرمائی کہ نماز کے اختتام پر یہ پڑھو ، ﴿اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ، ولا یغفر الذنوب الا انت ، فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی ، انک انت الغفور الرحیم﴾ (۳۳) اسی طرح وضو کے اختتام پر ﴿اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین﴾ آپ پڑھا کرتے تھے۔ (۳۴) حج سے فراغ پر حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ، ﴿ثم ایضوا من حیث افاض الناس ، واستغفر اللہ ، ان اللہ غفور رحیم﴾ (۳۵) تو چونکہ ہر کام کے اختتام پر توبہ و استغفار آپ کا معمول تھا اور قرآن نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات اخذ کی کہ سورۃ نصر میں آپ کو توبہ و استغفار کا حکم دیا جانا آپ کی زندگی کے اختتام اور وفات کی طرف اشارہ ہے۔ (۳۶)

دوسری ایک بات علماء نے یہ فرمائی ہے کہ قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف احکام دیئے ، کہیں فرمایا ، ﴿فاصدع بما تؤمر﴾ (۳۷) ، کہیں حکم ہے ، ﴿یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک﴾ (۳۸) ، کہیں ارشاد ہے ، ﴿یا ایہا النبی قل لا زواجک و بناتک و نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن﴾ (۳۹) غرض جگہ جگہ یہ حکم دیا جا رہا ہے ، آپ یوں کیجئے ، یوں کیجئے ، یہ کیجئے ، لیکن فتح مکہ جو فتح اعظم ہے اور جو درحقیقت سارے عرب کی فتح ہے اس پر حق تعالیٰ شانہ نے کوئی اہم پیغام اور عام لوگوں سے متعلق کوئی حکم آپ کو نہیں دیا بلکہ توبہ و استغفار کا حکم دیا ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی وہ کام پورا ہو چکا ہے ، اب مزید آپ سے کوئی اور کام نہیں لینا ہے بلکہ اب حکم یہ ہے کہ آپ اللہ کی ذات اور اس کی صفات جمالیہ و جلالیہ کو پیش نظر رکھ کر سبحان اللہ کا ورد

(۳۲) سنن ترمذی ، ابواب الطہارۃ ، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء ، رقم الحدیث : ۷۔

(۳۳) دیکھیے سنن کبریٰ للسیفی : ۱۵۳/۲۔ کتاب الصلاۃ ، باب ما یستحب لہ ان لا یقصر عنہ من الدعاء

(۳۴) الحدیث اخرجہ الترمذی فی ابواب الطہارۃ ، باب فیما یقال بعد الوضوء ، ولفظہ : ﴿من توجھا فاحسن الوضوء ثم قال : اشہد ان لا ال الا اللہ

وحدہ لا شریک لہ ، و اشہد ان محمداً عبده ورسوله ، اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین ، فنحت لہ ثمانیۃ ابواب الجبۃ یدخل من

ایہا شاء ، رقم الحدیث : ۵۵۔

(۳۵) سورۃ البقرہ / ۱۹۹ (۳۶) دیکھیے فتح الباری : ۳۳/۸ کتاب التفسیر ، سورۃ اذا جاء نصر اللہ

(۳۷) سورۃ الحجر / ۹۴ (۳۸) سورۃ المائدہ / ۶۷ (۳۹) سورۃ الاحزاب / ۵۹

کیجئے اور اگر بتقاضا نے بشریت کہیں آپ سے کوئی سہو ہوا ہے اور کوئی کام آپ کے مرتبہ سے کم صادر ہو گیا ہے تو اس کے لیے آپ استغفار کا اہتمام کیجئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو چونکہ اللہ جل شانہ نے تفسیر قرآن کا بہت بلند درجہ علم اور فہم عطا فرمایا تھا اس لیے وہ اس نکتہ کو سمجھ گئے تھے اور فرمایا کہ اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع دی گئی ہے۔ واللہ اعلم

حدثنا قتیبہ، حدثنا الليث....

یہ روایت پوری تفصیل کے ساتھ کتاب البیوع میں صفحہ ۲۹۸ پر گزر چکی ہے۔

### باب : مَقَامِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

۴۰۴۶ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي اسْحَقَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَزَّمَهُ قَالَ : أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرًا نَقَصُرُ الصَّلَاةَ . [ر : ۱۰۳۱]

۴۰۴۷/۴۰۴۸ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ . (۴۰۴۸) : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : أَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقَصُرُ الصَّلَاةَ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : وَنَحْنُ نَقَصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ ، فَإِذَا زِدْنَا أَتَمَمْنَا . [ر : ۱۰۳۰]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں سب سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ آپ نے دس دن قیام فرمایا اور نماز میں قصر کرتے رہے۔

اس باب کی دوسری روایت حضرت ابن عباس سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ نے انیس دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت انس کی روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے (۴۱) اور حضرت

(۴۱) اگرچہ یہاں بخاری کی روایت میں حجۃ الوداع کی تصریح نہیں ہے یہاں تو صرف 'اقمنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر ناقصر الصلاة' کے الفاظ ہیں البتہ امام مسلم نے ہی روایت یحییٰ بن اسحاق کے طریق سے نقل کی ہے 'اس میں ہے 'خرجنا من المدينة الى الحج' وہاں حج کی تصریح ہے (دیکھیے 'صحیح مسلم' کتاب صلاة المسافرين وقصرها، رقم الحدیث: ۶۹۳ - ۳۸۱/۱)



ابن عباسؓ کی روایت کا تعلق فتح مکہ سے ہے، (۴۳) حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو اس باب میں ذکر کرنا تو بر محل ہے لیکن حضرت انسؓ کی روایت کس مناسبت سے امام نے یہاں ذکر کی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی، علامہ ابو یوسف یعقوبؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت ذکر کر کے امام بخاریؒ بیک وقت دونوں روایات سامنے لانا چاہتے ہیں اور اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں واقعے بالکل الگ الگ ہیں، ایک کا تعلق فتح مکہ سے اور دوسری روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے۔ (۴۳)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس توجیہ پر دل مطمئن نہیں ہوتا، ابواب تقصیر الصلوٰۃ میں بھی امام نے ان دونوں روایات کو ذکر کیا ہے (۴۴) حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ درحقیقت امام بخاریؒ دونوں حدیثوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق سمجھ رہے ہیں اور اس سمجھنے میں ان سے وہم واقع ہوا ہے (۴۵) والوہم لایخلو منہ احد

حدثنا احمد بن یونس....

قال ابن عباس: ونحن نقصر ما بيننا وبين تسع عشرة، فاذا زدنا اتممنا۔

”حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انیس دن تک تو ہم قصر کریں گے لیکن اگر انیس دن سے قیام بڑھ جائے تو پھر ہم اتمام کریں گے۔“

ائمہ اربعہ میں سے یہ کسی کا مسلک نہیں ہے، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

(۴۳) حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی یہاں یہ تصریح نہیں ہے کہ ان کی روایت کا واقعہ فتح مکہ سے متعلق ہے البتہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت امام بخاریؒ نے کتاب تقصیر الصلوٰۃ میں نقل کی ہے، وہاں حافظ ابن حجر نے تشریح کرتے ہوئے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت کا تعلق فتح مکہ سے ہے۔ (دیکھیے فتح الباری: ۱۲ / ۵۶۱-۵۶۲)

(۴۳) فتح الباری: ۲۱ / ۱۸

(۴۴) صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، باب ما جاء في تقصير الصلاة، رقم یقیم حتی یقصر، حدیث نمبر ۱۰۸۰-و-۱۰۸۱

(۴۵) اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ نے ”کتاب تقصیر الصلوٰۃ“ میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ ”باب کم اقام النبی فی حجۃ؟“ اور اس کے تحت حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ روایت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو بھی حجۃ الوداع سے متعلق سمجھ رہے ہیں۔ اس طرح حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں کی روایات امام کے نزدیک حجۃ الوداع سے متعلق ہیں۔ (دیکھیے صحیح بخاری، کتاب تقصیر الصلوٰۃ، باب کم اقام النبی فی حجۃ، رقم الحدیث: ۱۰۸۵)

اٹھارہ دن تو ہم قصر کریں گے اس سے زیادہ ہو تو اتمام کریں گے، (۳۶) قصر صلوٰۃ سے متعلق تفصیلی بحث "ابواب قصر الصلوٰۃ" میں گذر چکی ہے۔

## فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ کی مدت قیام میں اختلاف اور اس کا حل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ مکرمہ میں فتح کے زمانہ میں کتنا رہا؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، امام ابوداؤد نے یہ مختلف روایات نقل کی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت باب میں انیس دن کا ذکر ہے، عمران بن حصین کی روایت میں اٹھارہ دن (۳۷) بعض روایات میں سترہ دن (۳۸) اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں پندرہ دن کا ذکر ہے۔ (۳۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں قسم کی ان روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ جن حضرات نے انیس دن نقل کئے ہیں انہوں نے یوم دخول اور یوم خروج کو شمار کیا اور جن روایات میں یوم دخول اور یوم خروج دونوں کو حذف کر دیا ان میں سترہ دن کا ذکر ہے اور جن لوگوں نے ان دو میں سے کسی ایک کو حذف کیا انہوں نے اٹھارہ دن کی مدت بیان کی، باقی رہی پندرہ دن والی روایت تو علامہ نوویؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۵۰)

لیکن علامہ نوویؒ کی یہ تہذیب صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں (۵۱) بلکہ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پندرہ دن والی روایت ہی راجح ہے (۵۲) البتہ اس میں

(۳۶) فتح الباری: ۲/۵۲۶۔ کتاب تقصیر اللہ: امام شافعیؒ کا یہ مذہب اس صورت میں ہے جب مسافر نے کسی معین مدت تک مقیم ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو بلکہ کسی ضرورت اور حاجت کی وجہ سے وہ مقیم ہو اور ارادہ یہ ہو کہ جب بھی حاجت پوری ہو جائے گی چلا جاؤں گا، ایسی صورت میں امام شافعیؒ کا مذہب حافظ ابن حجرؒ نے یہ لکھا ہے کہ اٹھارہ دن تک وہ قصر کر سکتا ہے لیکن اگر مدت قیام اس سے بڑھ جائے تو پھر اتمام کرے گا۔ البتہ امام نوویؒ نے "المجموع شرح المہذب" میں اٹھارہ دن کے بجائے سترہ دن کی مدت لکھی ہے، اس سلسلے میں امام شافعیؒ کے دوسرے اقوال بھی لکھے ہیں۔ (دیکھیے المجموع شرح المہذب، باب صلاة المسافر، ج ۳/۳۵۹-۳۶۰)

(۳۷) الحدیث أخرجه ابوداؤد عن عمران بن حصین قال: غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وشهدت معه الفتح، فاقام بمكة ثمانين عشرة ليلة، لا يصلى الا ركعتين ويقول: يا اهل البلد، صلوا ربعا، فاننا قوم سفر، (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متى يتم المسافر؟ رقم الحدیث: ۱۲۲۹)

(۳۸) الحدیث أخرجه ابوداؤد عن ابن عباس: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقام سبع عشرة بمكة، يقصر الصلاة۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب متى يتم المسافر؟ رقم الحدیث: ۱۲۳۰)

(۳۹) الحدیث أيضاً أخرجه ابوداؤد عن ابن عباس قال: اقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة عام الفتح خمس عشرة، يقصر الصلاة۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب متى يتم المسافر؟ رقم الحدیث: ۱۲۳۱)

(۵۰) دیکھیے فتح الباری: ۲/۵۲۳۔ کتاب تقصیر الصلاة (۵۱) فتح الباری: ۲/۵۲۶۔ کتاب تقصیر الصلاة (۵۲) فیض الباری: ۳/۱۱۲۔ کتاب المغازی

کوئی شک نہیں کہ اکثر روایات انیس دن کے قیام پر دلالت کرتی ہیں، امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے اور اسحاق بن راہویہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۵۳)

باقی رہی یہ بات کہ انیس دن قیام میں آپ نے قصر کیا جبکہ حنفیہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی مسافر کا ارادہ پندرہ دن سے زیادہ قیام کا نہ ہو، اس کے باوجود اس کا قیام پندرہ دن سے زیادہ ہو جائے تب بھی وہ قصر ہی کرتا رہے گا، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پندرہ دن قیام کا ارادہ نہیں فرمایا تھا لیکن آپ کا قیام طویل ہوتا گیا اور آپ اس میں قصر فرماتے رہے۔ واللہ اعلم

## باب

۴۰۴۹ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ ابْنِ صُعَيْرٍ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ .  
 ۴۰۵۰ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سُبَيْنِ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ : أَخْبَرَنَا ، وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ ، قَالَ : وَذَعَمَ أَبُو جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ ، وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ .

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جیسے فقہاء حضرات کسی کتاب کے آخر میں کوئی فصل یا باب مسائل شتی بیان کرنے کے لیے قائم کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ فتح کے آخر میں یہ باب فتح مکہ سے متعلق مختلف امور بیان کرنے کے لیے قائم کیا۔ (۵۴)

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت لیث کی تعلیق ذکر کی، اس تعلیق کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولاً نقل کیا ہے (۵۵) اور اس کے ذکر کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر صحابی ہیں اور فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت انہیں نصیب ہوئی ہے اور آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا ہے۔

۴۰۵۱ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَنْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ .

(۵۳) فتح الباری: ۲/۵۶۲ کتاب تفصیر الصلاة

(۵۴) اللباب والترم: ۸/۲-

(۵۵) عمدۃ القاری: ۱۴/۲۸

قَالَ : قَالَ لِي أَبُو قَلَابَةَ : أَلَا تَلْنَاهُ فَتَسْأَلُهُ ؟ قَالَ فَلَقَيْتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرٍ النَّاسِ ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَسَأَلْتُهُمْ : مَا لِلنَّاسِ ، مَا لِلنَّاسِ ؟ مَا هَذَا الرَّجُلُ ؟ فَيَقُولُونَ : يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ ، أَوْحَى إِلَيْهِ . أَوْ : أَوْحَى اللَّهُ بِكَذَا ، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الْكَلَامَ ، وَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي ، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوُّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ ، فَيَقُولُونَ : أَتَرْكُوهُ وَقَوْمَهُ ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيُّ صَادِقٌ ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقَعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ ، بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ ، وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ : جِئْتُكُمْ وَاللَّهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا ، فَقَالَ : (صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا ، وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ أَحَدُكُمْ ، وَلْيُؤَمِّمْكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا) . فَظَنُّوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي ، لِمَا كُنْتُ أُنَلِّقِي مِنَ الرُّكْبَانِ ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ، وَأَنَا ابْنُ سِتِّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ، كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصْتُ عَنِّي ، فَقَالَتْ أَمْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ : أَلَا تَغْطُونَ عَنَّا أَنْتَ قَارِئِكُمْ ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا ، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرِحِي بِذَلِكَ الْقَمِيصِ .

حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ ابو قلابہ نے مجھ سے کہا کہ تم حضرت عمرو بن سلمہ سے نہیں ملتے ہو تاکہ ان سے ان کے مسلمان ہونے کا قصہ سن سکو؟ ایوب کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرو بن سلمہ سے ملا اور ان سے ان کے اسلام لانے کا قصہ دریافت کیا، حضرت عمرو بن سلمہ نے اپنے اور اپنے قبیلہ کے مسلمان ہونے کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ہم ایک ایسے چشمہ کے پاس رہتے تھے جو آنے جانے والے قافلوں کی گذرگاہ تھا، مختلف قافلے ہمارے پاس سے ہو کر گذرتے تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کر دیا تھا اس لیے) ہم ان قافلوں سے پوچھتے کہ یہ آدمی کیسا ہے، اور لوگوں کا کیا رجحان ہے؟ تو قافلے والے کہتے کہ یہ شخص اپنے متعلق رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی ہے (اور قافلہ کے لوگ وہ وحی سناتے تھے) حضرت عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں۔

فكنت احفظ ذاك الكلام، فكانما يقرفي صدري

”میں اس کلام (الہی) کو یاد کرتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ کلام میرے سینہ میں بہت ہو رہا

ہے۔“ یقر میں چار روایتیں ہیں۔

① ایک ”یقر“ قرار سے، اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ② دوسری روایت ”یقرأ“ قراءت

سے ہے، یعنی گویا کہ وہ کلام میرے دل میں پڑھا جا رہا ہے اور میرے دل کی آواز ہے ③ تیسری ”یقرئ“

ہے، یہ ”تقریہ“ سے ہے، جس کے معنی جمع کرنے کے آتے ہیں۔ فریت الماء اذا جمعتہ، یقرئ فی

صدری ای بیجمع فی صدری ۵ چوتھی روایت ”یغزی“ ”تغزیہ“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی چپکانے کے آتے ہیں ”غرا“ گوند کو کہتے ہیں، ”یغزی فی صدری“ کا مطلب ہوگا گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں چپکا دیا جاتا اور دل پر نقش ہو جاتا، اس آخری روایت کو قاضی عیاض نے راجح قرار دیا۔ (۵۶)

وكانت العرب تلوتم باسلامهم الفتح

”اور عرب اپنے اسلام لانے کے لیے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے“ تلوتم : تنتظر

چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قبیلہ اسلام کی طرف دوڑا، میرے والد نے بھی اپنی قوم کے اسلام میں جدی کی (اور اپنی قوم کی جانب سے اپنی بن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے) جب وہاں سے واپس آئے تو کہنے لگے، بخدا! میں تمہارے پاس ایک نبی برحق کے پاس سے آیا ہوں جس نے ہدایت دیتے ہوئے مجھ سے کہا کہ فلاں وقت فلاں نماز اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھو، جب نماز کا وقت آئے تو ایک آدمی اذان دے اور جو سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو وہ امامت کرے، حضرت عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب غور کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا کیونکہ میں آنے والے قافلوں سے قرآن سیکھا کرتا تھا چنانچہ انہوں نے مجھے امام بنایا اس وقت میں چھ یا سات سال کا تھا، بخاری کی اس روایت میں ”وانا ابن ست اوسبع سنین“ ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں ”انا ابن سبع او ثمان سنین“ ہے (۵۷) نسائی کی روایت میں ”انا ابن ثمان“ بلا تردد وارد ہوا ہے (۵۸) اور ابن جارود کی روایت میں ”انا ابن ست“ بلا تردد آیا ہے (۵۹) بہر حال ان کی عمر اس وقت چھ اور آٹھ سال کے درمیان تھی۔

فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ سکر جاتی (اور پیچھے سے ستر کھل جاتا) قبیلہ کی ایک عورت یولی ”الاتغطون عنا استقارنکم“ ”تم اپنے قاری صاحب کا سرین ہم سے کیوں نہیں چھپاتے ہو“ پھر لوگوں نے کپڑا خرید کر میرے لیے ایک قمیص بنائی، اس قمیص سے مجھے جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی۔

امامت صبی کا مسئلہ

صبی کی امامت کا مسئلہ کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکا ہے، امام شافعی مطلقاً اس کے جواز کے قائل ہیں

(۵۶) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱/۲۹۰ - فتح الباری: ۸/۳۳

(۵۷) دیکھیے سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من احق بالامامۃ، رقم الحدیث ۵۸۵

(۵۸) دیکھیے سنن النسائی، کتاب الامامۃ، باب امامۃ الغلام قبل ان یحتلم: ۱/۱۲۶

(۵۹) دیکھیے المنتقی لابن جارود، کتاب الصلاۃ، باب الجماعۃ والامامۃ: ۱۱۳ -

امام ثوری اور امام مالک مطلقاً کراہت کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ صبی نوافل میں امامت کر سکتا ہے، فرائض میں نہیں کر سکتا۔ (۶۰)

روایت باب امام شافعی کی دلیل ہے، حنفیہ اور حنبلیہ وغیرہ اس کا یوں جواب دیتے ہیں کہ یہ عمل ان لوگوں نے خود سے کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ”تقریر“ اس عمل کو حاصل نہیں لہذا قابل استدلال نہیں (۶۱) مگر دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو وحی کے ذریعہ تعبیر آجاتی جیسے حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ نے عزل کے جواز پر دلیل یہ پیش کی تھی کہ کنا نعل و القرآن بنزل، ورسول اللہ بین اظہرنا، اگر عزل ناجائز ہوتا تو قرآن کریم اس کی حرمت کی تصریح کر دیتا حالانکہ اس نے تصریح نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے اس میں حرمت نہیں ہے، اسی طرح یہاں پر بھی نابالغ کی امامت کا عمل اگر ناجائز تھا تو اس کی تصریح آنی چاہیے تھی۔ (۶۲)

لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس روایت ہی کو اگر ”امامت صبی“ کے جواز پر مستعمل بنانا ہے تو اس میں یہ بھی آیا ہے کہ سجدہ کے وقت ان کا کشف عورت ہو جاتا تھا حالانکہ کشف عورت سے بالاتفاق نماز جاتی رہتی ہے تو پھر اس کا کیا جواب آپ دیں گے؟ (۶۳)

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت سے استدلال درست نہیں ہے، دراصل یہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، احکام صلوٰۃ سے پوری طرح باخبر نہیں تھے، سب سے زیادہ قرآن چونکہ عمرو بن سلمہؓ کو یاد تھا اس لیے ان کو اپنا امام بنالیا، بعد میں جب ان کو احکام صلوٰۃ کی تفصیلات معلوم ہوئی ہوں گی تو انہوں نے امام کو تبدیل کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ حسن بصری نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے وقال مرة دعہ لبس بشی بین ”اس کو رہنے دو یہ واضح نہیں“ (۶۳)

۴۰۵۲ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ،

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ

قَالَتْ : كَانَ عَبَّةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهْدًا إِلَى أَخِيهِ سَعْدٍ : أَنَّ بَقِيبُ بْنُ وَليدَةَ زَمَعَةَ ، وَقَالَ عَبَّةُ :

إِنَّهُ ابْنِي ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ ، أَخَذَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ابْنَ وَليدَةَ

(۶۰) دیکھیے، المجموع، شرح الہذب: ۲۴۹ / ۴ - ۲۵۰ (۶۱) دیکھیے بذل الجہود: ۱۹۴ / ۴ (۶۲) فتح الباری: ۱۸ / ۳

(۶۳) دیکھیے بذل الجہود: ۱۹۸ / ۴ (۶۳) میں الہدایۃ: ۲۵۳ / ۱۔

زَمْعَةَ ، فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَأَقْبَلَ مَعَهُ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ : هَذَا ابْنُ أَخِي ، عَهْدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ . قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، هَذَا أَخِي ، هَذَا ابْنُ زَمْعَةَ ، وَوُلِدَ عَلَيَّ فِرَاشِهِ . فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى ابْنِ وَوَلِيدَةِ زَمْعَةَ ، فَإِذَا أَشْبَهُ النَّاسَ بِعُتْبَةَ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (هُوَ لَكَ ، هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ) . مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وَوُلِدَ عَلَيَّ فِرَاشِهِ ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةَ) . لِمَا رَأَى مِنْ شَبهِ عُتْبَةَ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ .

قال ابن شہاب : قالت عائشة : قال رسول الله ﷺ : (الولد للفراش وللعاهر الحجر) .

وقال ابن شہاب : وكان أبو هريرة يصيح بذلك . [ ر : ۱۹۴۸ ]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دو سندوں سے نقل فرمائی ہے ، سند اول کا متن یہاں ذکر نہیں کیا ، یہاں صرف سند کا ذکر ہے ، اس کا متن امام نے ” کتاب الوصایا “ میں ذکر کیا ہے (۶۴) دوسری سند لیث کی ہے جو امام بخاری نے یہاں تعلیقاً ذکر کی ہے ، آگے متن لیث کی سند سے متعلق ہے ، اس تعلیق کو محمد بن یحییٰ ذہلی نے ” الزہریات “ میں موصولاً نقل کیا ہے ۔ (۶۵)

كان عتبة بن ابي وقاص عهد الى اخيه ان يقبض ابن ووليدة زمعة

زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنے پاس باندیاں رکھتے تھے اور ان سے بدکاری کرا کر سماتے تھے ، اس کے ساتھ ساتھ خود بھی ان سے وطی کرتے تھے ، جب اس باندی سے بچہ پیدا ہوتا تو بسا اوقات آقا اس بچہ کے بارے میں دعویٰ کرتا کہ یہ میرا ہے اور کبھی زانی دعویٰ کر دیتا کہ میرا ہے ، جو دعویٰ کرتا بچہ اسی کا سمجھا جاتا ، ام المؤمنین حضرت سودہؓ کے والد زمعہ بن قیس کی بھی اس طرح کی ایک باندی تھی ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی عتبہ بن ابی وقاص اس کے پاس آتا تھا ، جب حمل ظاہر ہوا تو مرنے سے قبل اس نے اپنے بھائی حضرت سعدؓ سے کہا کہ زمعہ کی باندی سے پیدا ہونے والے بچہ پر قبضہ کر لینا کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے (۶۶) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ آئے اور اس لڑکے پر نظر پڑی تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور کہا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ، لیکن عبد بن زمعہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے (یعنی میرے باپ کی

(۶۴) دیکھیے صحیح بخاری کتاب الوصایا باب قول الموصی لوصیہ: تعامد ولدی: ۳۸۳/۱۔

(۶۵) فتح الباری: ۲۴ / ۸

(۶۶) دیکھیے فتح الباری: ۳۳ / ۱۲۔ کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرة كانت امانة

باندی سے پیدا ہوا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس لڑکے کی طرف دیکھا تو وہ عتبہ بن ابی وقاص کے بہت زیادہ مشابہ تھا، آپ نے فیصلہ عبد بن زمعہ کے حق میں کرتے ہوئے فرمایا، ﴿ ھولک ھواخوک، یا عبد بن زمعہ ﴾ ظاہر ہے جب آپ نے اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا تو ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ کا بھی وہ بھائی ہونا چاہیے لیکن آپ نے احتیاطاً حضرت سودہ سے فرمایا کہ ﴿ احتجبی منہ یا سودہ ﴾ سودہ! تم اس سے پردہ کرو، یہ حکم آپ نے اس لیے دیا کہ وہ لڑکا عتبہ کے مشابہ تھا۔

### حدیث باب سے ثبوت نسب پر ائمہ ثلاثہ کا استدلال

یہ حدیث ایک اختلافی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنی باندی کے ساتھ وطی کا اقرار کر لے پھر اس باندی سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ اس آقا کا سمجھا جائے گا یا نہیں ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ وہ بچہ اس آقا کا سمجھا جائے گا، حنفیہ کہتے ہیں کہ صرف اقرار وطی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ آقا دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے۔ (۶۷)

حدیث باب ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے کہ اس میں زمعہ کے کسی قسم کا دعویٰ کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کا نسب اس سے ثابت کیا اور زمعہ کے بیٹے سے کہا کہ یہ تیرا بھائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آقا کا دعویٰ کرنا بچہ کے ثبوت نسب کے لیے کوئی ضروری نہیں ہے۔

حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کا نسب زمعہ سے ثابت نہیں کیا ہے بلکہ ”ھولک یا عبد بن زمعہ“ ارشاد فرما کر عبد بن زمعہ کے لیے اس لڑکے کی ملکیت ثابت کی ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جب باپ کی باندی سے بچہ کسی غیر کے نطفہ سے پیدا ہو تو باپ کے بعد اس باندی کی طرح اس کا بچہ بھی بیٹے کی ملک ہوتا ہے، اسی اصول کی روشنی میں آپ نے اس بچہ کی ملکیت عبد بن زمعہ کے لیے ثابت فرمائی، ثبوت نسب کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس بات کی تائید عبد اللہ بن زبیر کی اس روایت سے ہوتی ہے جو نسائی نے ”سنن“ میں (۶۸) عبد الرزاق نے ”مصنف“ میں (۶۹) اور امام احمد بن حنبل نے ”مسند“ میں تخریج کی ہے (۷۰) جس کے آخر میں ہے ﴿ واحتجبی منہ، یا سودہ، فلیس لک باخ ﴾ حنفیہ کی طرف سے اس جواب کا حاصل یہ ہے

(۶۷) مغنی ابن قدامة: ۹/۵۳۰۔ کتاب عتق امہات الاولاد، واعلاء السنن: ۱۱/۲۲۷

(۶۸) سنن نسائی: ۲/۱۱۰۔ کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراش اذالم ینفہ صاحب الفرائض

(۶۹) مصنف عبد الرزاق: ۴/۲۳۳۔ رقم ۱۳۸۳۰ (۷۰) مسند احمد: ۵/۳



کہ آپ کا ارشاد ”ہولک یا عبد بن زمعة“ سے مراد ثبوت نسب نہیں بلکہ اس جملہ سے عبد بن زمعة کے لیے اس لڑکے کی ملکیت ثابت کرنا آپ کا مقصد ہے لیکن یہ جواب اسی وقت درست ہوگا جب اس لڑکے کو غلام مانا جائے جبکہ بعض روایات سے اس کا ح رہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس لیے اکثر حنفیہ اس روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ”ہولک یا عبد بن زمعة“ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس کو عبد بن زمعة کے ساتھ میراث میں شریک کرنا تھا کیونکہ یہ اصول ہے کہ اگر کوئی وارث کسی شخص کے بارے میں یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بھائی ہے تو وارث کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ میراث اس مقررہ شخص کو دے، تاہم میت سے اس شخص کا نسب ثابت نہیں ہوگا ”لان المرأ یؤخذ باقراره فی ما یتعلق به و حده“ یہاں پر بھی بعینہ یہی صورت ہے کہ عبد بن زمعة نے آکر اس لڑکے کے بارے میں کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو آپ نے اسی قاعدہ کی روشنی میں فیصلہ فرماتے ہوئے کہا، ”ہولک یا عبد بن زمعة“ یعنی: انه یشارك فی المیراث اس بات کی تائید مصنف عبد الرزاق کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں ﴿ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لسودة: اما المیراث فله، و اما انت فاحتجبی منه یا سودة، فانه لیس لک باخ ﴾ (۷۱) اسی طرح مسند احمد کی روایت میں ہے ﴿ اما انت فاحتجبی منه، فلیس باخیک ولہ المیراث ﴾ (۷۲) یہ روایات اس بات پر صراحتاً دلالت کر رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمعة سے اس کا نسب ثابت نہیں کر رہے ہیں بلکہ صرف حق میراث میں عبد بن زمعة کے ساتھ اس کو شریک فرما رہے ہیں اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودةؓ سے فرمایا کہ ”فانه لیس لک باخ“ اگر ثبوت نسب ثابت کرنا آپ کا مقصد ہوتا تو پھر حضرت سودةؓ سے اس کی انخوت کی نفی ہرگز نہ فرماتے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”فانه لیس لک باخ“ یہ زیادتی سنداً ثابت نہیں ہے (۷۳) امام ابو عبد اللہ المازنی شارح مسلم نے بھی ”المعلم شرح صحیح مسلم“ میں یہ لکھ دیا کہ یہ زیادتی بعض احناف نے اپنی طرف سے کی ہے، (۷۴) علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی نسائی شریف کی شرح ”زہر الرئی“ میں مازنی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ (۷۵)

لیکن یہ اعتراض درست نہیں ہے، یہ حدیث امام احمد اور امام نسائی کے علاوہ امام طحاوی نے بھی

(۷۱) مصنف عبد الرزاق: ۱/۲۳۳ - رقم ۱۳۸۲۰ (۷۲) مسند احمد: ۶/۲۲۹

(۷۳) شرح صحیح مسلم للنووی: ۳/۴۱۱ - کتاب الرضاۃ، باب الولد للفراس و توفی الشبہات

(۷۴) شرح صحیح مسلم للنووی: ۳/۴۱۱ - کتاب الرضاۃ، باب الولد للفراس و توفی الشبہات

(۷۵) دیکھیے زہر الرئی: ۲/۱۱۰ - ۱۱۱ - کتاب الطلاق، باب الحاق الولد بالفراس اذالم ینفہ صاحب الفرش

تخریج فرمائی ہے (۷۶) حافظ شمس الدین ذہبی "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں "هذا حديث صحيح الاسناد" (۷۷) حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے اندر لمبا چوڑا کلام کرنے کے بعد اسی کو راجح قرار دیا کہ یہ حدیث حسن ہے، وہ فرماتے ہیں۔ "امسناد النسائي حسن، ورجالہ رجال الصحیح... (۷۸) اور احکام کے باب میں جیسے احادیث صحیحہ معتبر ہوتی ہیں اسی طرح احادیث حسنہ بھی قابل اعتماد ہوتی ہیں۔

اب یہاں پر دو باتیں جمع ہو گئیں، بخاری کی مذکورہ تعلیق میں تو ہے "ہواخوک" اور بخاری کی اس تعلیق کے علاوہ نسائی وغیرہ کی روایت میں ہے "احتجبی منہ یا سودہ، فانہ لیس لک باخ" دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہے، اب اگر تعارض کو دور کرنے میں ترجیح کا طریق اختیار کیا جائے تو بخاری کے لفظ کو ترجیح ہونی چاہیے لیکن لیس والے مذکورہ طریق کے سوا کسی بھی طریق میں "ہواخوک" کے الفاظ وارد نہیں ہوئے، ابن شہاب زہری سے امام مالک یہ روایت نقل کرتے ہیں ان کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے اس لیے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "ہواخوک" کی زیادتی راوی نے اپنی طرف سے بطور تفسیر کے نقل کی ہے کیونکہ اگر اس کو اصل روایت کا حصہ مانا جائے تو پھر "احتجبی منہ یا سودہ" کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا اور اسی طرح "لیس لک باخ" والی روایت کے ساتھ اس کا تعارض لازم آئے گا۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت شوافع کا بھی مستدل نہیں بن سکتی کیونکہ شوافع کے نزدیک مولیٰ کے ثبوت نسب کے لیے "تحصین جاریہ" شرط ہے، تحصین جاریہ کا مطلب یہ ہے کہ مولیٰ باندی کو باہر مشکوک پھرنے سے روک دے اور اپنے گھر ہی میں اس کو رکھے جبکہ زمرہ کی اس باندی کے بارے میں ابن جریر طبری نے تصریح کی ہے کہ یہ باندی مکہ کی زانیہ عورتوں میں سے تھی تو پھر "تحصین جاریہ" کی شرط کہاں پائی گئی کہ ثبوت نسب ثابت کیا جائے۔ (۷۹)

۴۰۵۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ :  
أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ أَمْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ ، فَفَزَعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَ . قَالَ عُرْوَةُ : فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا تَلَوْنَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ : (أَتَكَلَّمُنِي فِي حَدِّ مِنْ حَدِّ اللَّهِ) . قَالَ أُسَامَةُ : اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ ،

(۷۶) دیکھیے شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۵/۲، کتاب العتاق، باب الامتداد، بطناً مولاہا تم يموت... الخ

(۷۷) دیکھیے میزان الاعتدال: ۳۶۵ / ۳۔ رقم الترمذی: ۹۸۶۷

(۷۸) فتح الباری: ۳۴ / ۱۲۔ کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرۃ کانت اوامۃ

(۷۹) قال الشيخ الانور رحمه الله في فيض الباری: ۱۸۸ / ۳۔ ۱۸۹... وتبعته لتفسير ابن جرير، فوجدت فيه ان تلك الوليدة كانت من بغايا مكة،

فابن الشافعية، و ابن ثبوت النسب؟ فانه يبني عندهم على التحصين، و اذا انعدم التحصين، انعدم ما يبني عليه

فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ خَطِيبًا ، فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قَالَ : (أَمَا بَعْدُ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَلْبُكُمْ : أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكَوهُ ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا) . ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَصَطَّعَتْ يَدَهَا ، فَحَسَنَتْ تَوْبَتَهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَتَزَوَّجَتْ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ ، فَارْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

[ر : ٢٥٠٥]

٤٠٥٤/٤٠٥٥ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ ، عَنْ أَبِي عُمَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، جِئْتُكَ بِأَخِي لِنَبَاتِهِ عَلَى الْهِجْرَةِ . قَالَ : (ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا) . فَقُلْتُ : عَلَى أَيِّ شَيْءٍ نَبَاتِهِ ؟ قَالَ : (أَبَايَعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَالْإِيمَانِ ، وَالْجِهَادِ) . فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبُدٍ بَعْدُ ، وَكَانَ أَكْبَرَهُمَا ، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : صَدَقَ مُجَاشِعٌ .

(٤٠٥٥) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ بْنُ سُبَيْمَانَ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ ، عَنْ أَبِي عُمَانَ التَّهْدِيِّ ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ : انْطَلَقْتُ بِأَبِي مَعْبُدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ لِنَبَاتِهِ عَلَى الْهِجْرَةِ ، قَالَ : (مَضَتْ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا ، أَبَايَعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ) . فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبُدٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَقَالَ : صَدَقَ مُجَاشِعٌ . وَقَالَ خَالِدٌ ، عَنْ أَبِي عُمَانَ ، عَنْ مُجَاشِعٍ : أَنَّهُ جَاءَ بِأَخِيهِ مُجَالِدٍ . [ر : ٢٨٠٢]

٤٠٥٦/٤٠٥٧ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَهَاجِرَ إِلَى الشَّامِ ، قَالَ : لَا هِجْرَةَ ، وَلَكِنْ جِهَادٌ ، فَانْطَلِقْ فَأَعْرِضْ نَفْسَكَ ، فَإِنْ وَجَدْتَ شَيْئًا وَإِلَّا رَجَعْتَ . وَقَالَ النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ : أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا : قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ ، فَقَالَ : لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ ، أَوْ : بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، مِثْلَهُ .

(٤٠٥٧) : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنَا بَحْبُ بْنُ حَمْرَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ ، عَنْ عَدَّةِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرِ الْمَكِّيِّ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ : لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ . [ر : ٣٦٨٦]

۴۰۵۸ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَزَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ :  
عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ : زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ ، فَسَأَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ ، فَقَالَتْ :  
لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ ، كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ﷺ ، مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ  
عَلَيْهِ ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ ، فَالْمُؤْمِنُ يُعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ .  
[ ر : ۲۹۱۴ ]

۴۰۵۹ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي حَسَنُ  
ابْنِ مُسْلِمٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ : (إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ  
خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ، فِيهَا حَرَامٌ بِحَرَامِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ  
لِأَحَدٍ بَعْدِي ، وَلَمْ تَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنَ الدَّهْرِ ، لَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا ، وَلَا يُعْتَمَدُ شَوْكُهَا ، وَلَا  
يُحْتَلَى خَلَاهَا ، وَلَا تَحِلُّ لِقَطْعَتِهَا إِلَّا لِلنَّبِيِّ) . فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ : إِلَّا الْإِذْخِيرَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ ، فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوتِ ، فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ : (إِلَّا الْإِذْخِيرَ ، فَإِنَّهُ حَلَالٌ) .  
وَعَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : بِمِثْلِ هَذَا  
أَوْ نَحْوِ هَذَا . رَوَاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ ر : ۱۲۸۴ ]

حدثنا عمرو بن خالد... ذهب اهل الهجرة بما فيها

مطلب یہ ہے کہ مدینہ کی طرف ہجرت کے جو فضائل تھے وہ سارے فضائل جن لوگوں نے پہلے  
ہجرت کی وہ لے جا چکے اب فتح مکہ کے بعد ہجرت کرنے پر وہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

فلقیت ابامعبد

بعض نسخوں میں ”ابامعبد“ ہے اور بعضوں میں ”معبد“ ہے لیکن صحیح نسخہ کشمیری کا ہے جس  
میں ”ابامعبد“ ہے ، ابو معبد حضرت مجاشع کے بڑے بھائی حضرت مجالد کی کنیت ہے۔ (۸۰)

وقال النضر اخبرنا شعبة....

یہ تعلق ہے اور اسماعیلی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۸۱)

حدثنا اسحاق حدثنا ابو عاصم عن ابن جريج.... عن مجاهد....

مجاہد کی یہ روایت مرسل ہے ، امام بخاری نے کتاب الحج اور کتاب الجہاد میں اس کو موصولاً ذکر کیا

ہے وہیں اس سے متعلقہ بحثیں کدر چلی ہیں۔

باب : قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبْتَكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحَّبَتْ  
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ . ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ - إِلَى قَوْلِهِ - غَفُورٌ رَحِيمٌ / التوبة : ۲۵-۲۷ / .

غزوة حنین

حنین، مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے (۱) یہاں عرب کے دو مشہور قبیلے آباد تھے  
ہوازن اور ثقیف۔ ہوازن تیراندازی میں مشہور تھا اور ثقیف اپنی شرافت میں معروف تھا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو ان دو قبیلوں نے باہمی مشورہ کیا کہ فتح مکہ کے بعد  
اب ان کی باری ہے، پہلے اس سے کہ مسلمان ہم پر حملہ آور ہوں ہمیں پیش قدمی کر کے ان پر حملہ کرنا  
چاہئے۔ (۲) چنانچہ دونوں قبیلوں کے بیس ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر جرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے  
مالک بن عوف کی زیر نگرانی چل پڑا، عورتوں اور بچوں کو بھی اس غرض سے انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا کہ  
ان کو چھوڑ کر کوئی بھاگ نہ سکے اور ان کی حفاظت کے لیے اپنی جان دیدے۔ (۳)

لشکر کی قیادت اگرچہ قبیلہ ہوازن کا سردار مالک بن عوف کر رہا تھا لیکن قبیلہ بنی جشم کا سردار درید  
بن نعمہ کو بھی مشیر کی حیثیت سے لشکر میں لایا گیا تاکہ جنگی امور میں اس کی مہارت سے فائدہ اٹھایا جاسکے،  
درید بن نعمہ مشہور شاعر اور میدان جنگ کو سمجھنے میں غیر معمولی صلاحیت کا مالک تھا، اس وقت اس کی عمر  
سو سال سے زیادہ ہو گئی تھی، لوگوں نے اس کو اٹھا کر میدان جنگ میں پہنچایا، درید نے دریافت کیا کہ یہ  
کونسا مقام ہے؟ لوگوں نے کہا ”اوطاس“ درید نے کہا ”ہاں، یہ مقام جنگ کے لیے موزوں ہے، کیونکہ  
یہاں کی زمین نہ زیادہ سخت ہے اور نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں“ پھر اس نے پوچھا کہ ”یہ بچوں  
کے رونے کی آواز کیسی آرہی ہے؟“ لوگوں نے کہا کہ بچے اور عورتیں ساتھ آئی ہیں تاکہ ہر شخص بہادری  
سے لڑے اور کوئی مڑ کر نہ بھاگے، اس پر درید بولا ”جنگ میں صرف نیزہ اور تلوار کام آتی ہے، اگر جنگ  
میں فتح ہوئی تو اہل و عیال لانے کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر شکست ہوئی تو بچوں اور عورتوں کی وجہ سے اور بھی  
ذلت ہوگی اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ اہل و عیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے“ لیکن مالک بن عوف نے

(۱) حنین مکہ مکرمہ سے تین دن کے فاصلہ پر ہے (طبقات ابن سعد: ۲/۱۲۹)

(۲) الکامل لابن اثیر: ۲/۱۷۷

(۳) سیرت معظمی: ۲/۵۵-۵۶

جوانی کے جوش میں درید کی یہ رائے بالکل پسند نہیں کی اور کہا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی عقل بے کار ہو چکی ہے۔ (۴)

ادھر مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے تحقیق حال کے لیے عبد اللہ بن ابی حذرفہ کو بھیجا، یہ گئے اور دو دن ہوازن کے لشکر میں رہنے کے بعد آ کر آپ کو تفصیل بتائی۔ (۵)  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مقابلہ کے لیے تیاریاں کیں، صفوان بن امیہ سے جواب تک اسلام نہیں لایا تھا سوزرہیں مع ساز و سامان مستعار لیں۔ (۶)

ہفتہ کے دن، ۶ شوال، ۸ھ کو بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مکہ مکرمہ سے حنین کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے، (۷) یہ اسلامی غزوات کا پہلا لشکر تھا جو اتنی تعداد اور اس جاہ و جلال کے ساتھ حنین کی جانب بڑھ رہا تھا، بعض صحابہؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ لن تغلب الیوم من قلة۔  
 ”آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے“ اس جملہ میں ایک گونہ فخر و اعجاب کا شائبہ تھا اس لیے بارگاہِ خداوندی میں یہ بات ناپسند ہوئی، اسی کی طرف اشارہ کر کے قرآن نے کہا، ﴿و یوم حنین، اذا عجبتمکم کثر تمکم فلن تغن عنکم شیئاً...﴾

اسلامی لشکر سہ شنبہ کی شام کو وادی حنین پہنچا، مالک بن عوف نے اپنی فوج حنین کی دونوں جانب کھینکا ہوں میں بٹھا دی تھی اور ان کو ہدایت کر دی تھی کہ اپنی تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دو جب لشکر اسلام ادھر سے گزرے تو سب مل کر حملہ کر دو۔ (۸)

چنانچہ ابھی صبح کی روشنی اچھی طرح نمودار نہ ہوئی تھی کہ لشکر اسلام وادی حنین سے گزرنے لگا، ہوازن اور ثقیف کے بیس ہزار نوجوانوں نے مل کر تلواروں اور تیروں سے مسلمان فوج پر زبردست حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ سے سکر اسلام منتشر اور تتر بتر ہو گیا، صرف چند صحابہؓ آپ کے ساتھ رہ گئے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور سفیان بن حارثؓ وغیرہ شامل تھے، حضرت عباسؓ آپ کے نچر کی لگام اور ابو سفیان بن حارثؓ پکڑے ہوئے تھے، کسمسان کی جنگ میں آپ سواری سے اترے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا۔ انا النبى لا کذب، انا ابن عبدالمطلب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے، آپ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو

(۴) زاد المعاد: ۳/ ۲۶۶-۲۶۷ وانکال للبن اثیر: ۲/ ۱۷۷-۱۷۸ والبدایہ والنہایہ: ۳/ ۲۲۲

(۵) زاد المعاد: ۳/ ۲۶۸-۲۶۹ وتاریخ الطبری: ۲/ ۲۲۶

(۶) تاریخ الطبری: ۲/ ۲۲۶

(۷) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۵۰- ابن اسحاق نے روایت کی تاریخ پنج شوال لکھی ہے (البدایہ والنہایہ: ۳/ ۲۲۲)

(۸) زاد المعاد: ۳/ ۲۶۷

آواز دو، انہوں نے باواز بلند یہ نعرہ لگایا ”یا معشر الانصار، یا اصحاب السمرۃ“ (۹) اے معشر انصار! اے لیکر کے درخت والو! یہ نعرہ جوں ہی صحابہ نے سنا، دیوانہ وار پلٹے اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے، آپ نے حملہ کا حکم دیا اور میدان جنگ گرم ہو گیا، آپ نے مٹی ہاتھ میں لیکر کفار کی طرف پھینکی اور فرمایا ”شاہت الوجوه“ برا ہوا ان چہروں کا یا برنے ہوئے یہ چہرے، بددعا قرار دیجئے یا خبر کیئے کفار میں سے کوئی بھی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھ میں اس مشت خاک کا غبار نہ پہنچا ہو۔ (۱۰)

دشمن کے قدم اکھڑ گئے، ستر آدمی ان کے مارے گئے، (۱۱) بہت سے قیدی بنا لیے گئے اور کچھ بھاگ کر اوطاس اور طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئے، طائف کی طرف بھاگنے والوں میں مالک بن عوف بھی تھا درید بن صمہ اوطاس کی طرف جانے والوں میں شامل تھا۔ (۱۲)

اس طرح اللہ جل شانہ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو بالآخر فتح سے ہمکنار کیا، اس غزوے سے متعلق دیگر باتیں آگے بخاری کی روایات میں آرہی ہیں۔

جنگ حنین میں ابتداء مسلمانوں کو جو ہزیمت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ کسی صحابی کی زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا تھا جس میں اعجاب کا شائبہ تھا کہ ”ہم آج قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے“ (۱۳) حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿ و یوم حنین، اذا عجبتمکم کثرتکم، فلن تغن عنکم شیئاً وضاعت علیکم الارض بمارحبت ثم ولیتم مدبرین ۝ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین ﴾ (۱۴) اللہ جل شانہ نے پھر اپنی عنایت ظاہر فرمائی اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا، اس لیے بھائی! بڑائی کے لول سے بہت ڈرنا چاہیے۔

۴۰۶۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ :

رَأَيْتُ بَيْدَ ابْنِ أَبِي أَوْقَى ضَرْبَةً ، قَالَ : ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ، قُلْتُ : شَهِدْتَ حُنَيْنًا ؟ قَالَ : قَبْلَ ذَلِكَ .

۴۰۶۱/۴۰۶۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ : سَمِعْتُ

الْبِرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَجَاءَهُ رَجُلٌ ، فَقَالَ : يَا أَبَا عُمَارَةَ ، أَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ فَقَالَ : أَمَا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَمْ يُؤَلَّ ، وَلَكِنْ عَجَلَ سَرْعَانَ الْقَوْمِ ، فَرَشَقْتَهُمْ هَوَازِنُ ، وَأَبُو سُفْيَانَ

(۹) سمرہ لیکر کے درخت کو کہتے ہیں، اصحاب سمرہ سے بیعت رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ مراد ہیں کیونکہ یہ بیعت لیکر کے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔

(۱۰) تفصیل کے لیے دیکھیے، الکامل لابن اثیر: ۱۴۹ / ۲ - وتاریخ الطبری: ۲۲۸ / ۲ - وزاد المعاد: ۲ / ۲۴۱ - ۲۴۲

(۱۱) الکامل لابن اثیر: ۱۴۹ / ۲ (۱۲) البیہقی والنہای: ۲ / ۲۳۷ (۱۳) زاد المعاد: ۲ / ۲۴۴ (۱۴) سورة التوبة / ۲۵ - ۲۶

أَبْنُ الْحَارِثِ أَخَذَ بِرَأْسِ بَعْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ ، يَقُولُ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبٌ ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ) .  
 (۴۰۶۲) : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ : قِيلَ لِلْبَرَاءِ ، وَأَنَا أَنْتَ :  
 أَوْلَيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ فَقَالَ : أَمَّا النَّبِيُّ ﷺ فَلَا ، كَانُوا رُمَاةً ، فَقَالَ : (أَنَا النَّبِيُّ  
 لَا كَذِبٌ ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ) .

(۴۰۶۳) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ :  
 سَمِعَ الْبَرَاءَ ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ قَيْسٍ : أَفَرَزْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ؟ فَقَالَ : لَكِنَّ  
 رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ ، كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً ، وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ أَنْكَشَفُوا ، فَأَكْبَيْنَا عَلَى  
 الْغَنَائِمِ ، فَاسْتَقْبَلْنَا بِالسَّهَامِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى بَعْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ ، وَإِنَّ أَبَا سُوَيْبَانَ  
 ابْنَ الْحَارِثِ أَخَذَ بِرِمَامِهَا ، وَهُوَ يَقُولُ : (أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبٌ) .

قَالَ إِسْرَائِيلُ وَزُهَيْرٌ : نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَعْلَتِهِ . [ر : ۲۷۰۹]

حدیثنا محمد بن کثیر....

ایک آدمی نے آکر حضرت براء بن عازبؓ سے پوچھا، اتولیت یوم حنین؟ کیا آپ حنین میں پشت  
 پھیر کر بھاگے تھے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ”اما انا فاشهد على النبي صلى الله عليه وسلم، انه لم يول  
 ولكن عجل سرعان القوم“ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹھ پھیر کر نہیں  
 بھاگے لیکن قوم کے بعض جلد بازوں نے عجلت سے کام لیا۔

حضرت براءؓ نے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم نہیں بھاگے بلکہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اپنی پشت نہیں پھیری، وجہ اس کی یہ تھی کہ اگر علی العموم کہہ دیتے کہ ہاں ہم بھاگ گئے تھے تو اس  
 میں ایک گونہ بے ادبی کا شائبہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پشت پھیری تھی، (۱۵) اس سے  
 اگلی روایت میں یہی سوال صیغہ جمع کے ساتھ ہے ”اولیتم مع النبي صلى الله عليه وسلم يوم حنين؟“

حضرت براءؓ ہی کی تیسری روایت ”افررتم“ بھی جمع کے صیغے کے ساتھ ہے ان روایتوں سے شبہ  
 ہوتا ہے کہ سائل پیچھے ہٹنے والوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل سمجھ رہا ہے اس لیے حضرت براءؓ  
 نے بتایا کہ لوگ منتشر تو ہوئے اور فرار پایا گیا تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں شامل نہیں تھے، یہ  
 ممکن ہے کہ قرآن کی آیت ﴿ثم وليتم مدبرين﴾ سے عموم سمجھ کر یہ سوال کیا گیا ہو۔

اشکال ہوتا ہے کہ ”تولی یوم الزحف“ سبع مویقات میں داخل ہے اور گناہ کبیرہ ہے پھر صحابہ



سے یہ فعل کیسے سرزد ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تو مؤلفہ القلوب جو مکے سے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی اس کی تاب نہ لاسکے اور پیچھے کی طرف بھاگے اس کا اثر صحابہ پر پڑا اور وہ منتشر ہو گئے، صحابہ کرامؓ بھاگے نہیں تھے صرف افراتفری کی کیفیت تھی اور وہ تتر بتر ہوئے تھے جیسا کہ آگے آنوالی روایت میں وارد ہوا ہے کانت للمسلمین جولة چنانچہ جب حضرت عباسؓ نے آواز لگائی اور ان کو پکارا تو وہ فوراً واپس آگئے۔ دوسری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ تولی اور فرار جب ہوتا ہے جب سپہ سالار فرار اختیار کرے اور یہاں آپؐ نے فرار اختیار نہیں کیا تھا۔

حدثنا ابو الوليد... انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد المطلب کی طرف اپنی نسبت فرمائی، وجہ اس کی یہ تھی حضرت عبد المطلب کی شہامت، شجاعت اور ان کی عظمت و بزرگی سارے عرب کے اندر مسلم تھی جبکہ آپؐ کے والد عین جوانی میں وفات پا گئے تھے، ان کی شہرت نہیں ہوئی تھی اس لیے آپؐ نے دادا کی طرف نسبت فرمائی۔ (۱۶) یہ بھی کہا گیا ہے — کہ عبد المطلب کی اولاد میں پیغمبر آخر الزماں ظاہر ہو گئے اور مخلوق کی ہدایت کا سامان کریں گے اس لیے آپؐ نے عبد المطلب کی طرف نسبت کی۔ انا النبی کے بعد لا کذب کہنے میں اشارہ ہے کہ نبوت اور کذب جمع نہیں ہوتے اس لیے چونکہ میں نبی ہوں تو جھوٹا نہیں ہو سکتا کہ بھاگ جاؤں مجھے اللہ تعالیٰ کی مدد کا پورا یقین ہے۔

۴۰۶۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي لَيْثٌ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ .

وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أُخْبِي ابْنِ شِهَابٍ : قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ

شِهَابٍ : وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ

حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَّازِنَ مُسْلِمِينَ ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبِيَّهُمْ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

عَلَيْهِ السَّلَامُ : (مَعِيَ مِنْ تَرَوْنَ ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ ، فَأَخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ : إِمَّا السِّيِّ ،

وَإِمَّا الْمَالَ ، وَقَدْ كُنْتُ أَسْتَأْنِيتُ بِكُمْ) . وَكَانَ أَنْظَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِضِعِّ عَشْرَةِ لَيْلَةٍ حِينَ

قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ ،

قَالُوا : فَإِنَّا نَخْتَارُ سَيِّئًا ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ ، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ،

ثُمَّ قَالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أُرَدَّ إِلَيْهِمْ سَبِيَّهُمْ ،

فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نَعْطِيَهُ

إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُبِيُّ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ) : فَقَالَ النَّاسُ : قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذُنْ ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاؤَكُمْ أَمْرَكُمْ) . فَرَجَعَ النَّاسُ ، فَكَلَّمَهُمْ عُرْفَاؤُهُمْ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا . هَذَا الَّذِي بَلَّغَنِي عَنْ سَيِّ هُوَازِنَ . [ر : ۲۱۸۹]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف کی جنگی مہم سے فارغ ہو کر ”جعرانہ“ میں آکر ٹھہرے تھے ، طائف کے محاصرہ کے لیے جانے سے قبل آپ نے حکم دیا کہ حنین کی غنیمت کے اموال اور قیدیوں کو ”جعرانہ“ میں جمع کیا جائے ، قیدیوں کی تعداد چھ ہزار تھی ، اور چوبیس ہزار اونٹ ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی ، ان سب کو آپ کے حکم کے مطابق ”جعرانہ“ میں جمع کیا گیا (۱۷) طائف کا محاصرہ ختم کر کے آپ پانچ ذی قعدہ کو ”جعرانہ“ پہنچے ، یہاں آپ نے قبیلہ ہوازن کا دس دن سے زیادہ انتظار کیا کہ شاید وہ لوگ اپنے عزیزوں ، بچوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں لیکن جب اتنے دن انتظار کے بعد کوئی نہیں آیا تو آپ نے مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم فرمادیا۔

تقسیم غنائم کے بعد قبیلہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہوا اور اپنے اموال اور اہل و عیال کی واپسی کی درخواست کی ، آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اور اب غنائم تقسیم ہو چکی ہیں ، لہذا دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کر لو ، یا اپنے قیدی لے لو ، یا مال لے لو ، انہیں جب یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے قیدی واپس کر دیئے جائیں ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اور میرے خاندان بنو ہاشم کے حصہ میں جو کچھ آیا ہے وہ سب واپس کرتا ہوں ، پھر آپ نماز کی نماز کے بعد کھڑے ہوئے ، اول اللہ کی حمد و ثنا بیان کی ، پھر فرمایا۔

”یہ تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں ، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے

قیدی ان کو واپس کر دوں ، تم میں جو شخص طیب خاطر سے ایسا کرے تو بہت بہتر! اور جو

چاہتا ہے کہ اس کا حصہ اس کے حق میں رہے تو اللہ جل شانہ اس کے بوجہ ہمیں جو

غنیمت دے گا اس میں سے سب سے پہلے ہم اس کو اس کا معاوضہ دیں گے۔“

صحابہ نے کہا قد طیبنا ذلک ہم طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں ، آپ نے فرمایا یہ بات یونہی جھگھٹے

اور ہجوم کی ہے ، معلوم نہیں کہ کس نے رضا اور رغبت سے کہا ہے اور کس نے رغبت سے نہیں کہا لہذا تم

لوگ جا کر آپس میں مشورہ کر لو، پھر قبیلہ کے بڑے حضرات آکر تمہارے متعلق مجھے بتائیں کہ سب راضی ہیں یا نہیں، چنانچہ اس کے بعد تمام قبائل کے بڑے حضرات نے آکر آپ سے اسی رضا اور رغبت کا اظہار کر دیا۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ تقسیم غنائم کے بعد مجاہدین ان کے مالک بن گئے تھے اور اب ان کی ملک کی چیز ان سے واپس لینے کے لیے ضروری تھا کہ ان کی رضا اور رغبت معلوم ہو اس لیے آپ نے کہا کہ سب سے معلوم کر لو کہ راضی ہیں یا نہیں، رضامندی معلوم ہونے کے بعد آپ نے چھ ہزار قیدیوں کو بیک وقت آزاد فرما دیا۔

هذا الذي بلغني عن سبى هوازن

یہ ابن شہاب زہری کا قول ہے۔ (۱۸)

۴۰۶۵ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عُمَرَ

قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ .

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ،

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ ، سَأَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ نَذْرِ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، اعْتِكَافٍ ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِوَفَائِهِ .

اس روایت کی سند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انقطاع ہے کیونکہ نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر سے روایت نہیں کرتے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت متصل ہے اس لیے آگے تحویل کے بعد سند میں ”عن نافع عن ابن عمر“ ہے، تحویل سے ما قبل والی سند میں اختصار ہے اور ”ابواب الخمس“ کے اندر مصنف نے پہلی سند کو مفصلاً نقل کیا ہے۔ (۱۹)

سأل عمر النبي صلى الله عليه وسلم عن نذر، كان نذره في الجاهلية اعتكاف

حضرت عمر نے زمانہ جاہلیت میں ایک دن اور ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ”جرانہ“ میں قیام تھا تو حضرت عمر نے اپنی اس نذر کے متعلق آپ سے دریافت کیا کہ وہ میں پوری کروں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا پوری کر لو۔

اگر کوئی شخص کفر کی حالت میں نذر مان لے تو اسلام لانے کے بعد اس نذر کا پورا کرنا جمہور علماء

(۱۸) فتح الباری: ۲۴ / ۱۸

(۱۹) دیکھیے، کتاب الجہاد، ابواب الخمس، باب ما کان للنبي صلى الله عليه وسلم يعطى المولفة قلوبهم، وغيرهم من الخمس.....: ۳۳۵ / ۱

کے نزدیک واجب نہیں بلکہ مندوب ہے البتہ داؤد ظاہری، مغیرہ بن عبد الرحمن مخزومی اور امام احمد سے ایک روایت میں وجوب کا قول منقول ہے، ابن بطلال نے یہ قول امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے لیکن امام شافعی سے نقل کرنے والے ان کے جملہ اصحاب ان کا مذہب جمہور کے موافق نقل کرتے ہیں۔ (۲۰)

وَقَالَ بَعْضُهُمْ : حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ .

”بعضہم“ کا مصداق احمد بن عبدہ الضبی ہیں، اور حماد سے حماد بن زید مراد ہیں، یہ تعلق ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابوالنعمان اور محمد بن مقاتل کے طریق سے تخریج کیا ہے، جیسا کہ اوپر ابھی یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوالنعمان کے طریق میں نافع کے بعد ابن عمر کا ذکر نہیں ہے جس سے انقطاع معلوم ہوتا ہے، امام کا مقصد اس تعلق سے یہ ہے کہ احمد بن عبدہ کے طریق میں ”نافع“ کے بعد ”ابن عمر“ کا ذکر ہے، اس تعلق کو اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۱)

وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ  
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ ر : ۱۹۲۷ ]

یعنی ایوب سے جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ایوب کے چار شاگرد ہیں۔ ① معمر ② جریر ③ حماد بن سلمہ ④ اور حماد بن زید، ان میں پہلے تین حضرات تو اس روایت کو موصولاً نقل کرتے ہیں اور چوتھے شاگرد حماد بن زید سے احمد بن عبدہ الضبی تو موصولاً نقل کرتے ہیں لیکن ابوالنعمان ”ابن عمر“ کا واسطہ ذکر نہیں کرتے، امام نے تمام طرق یہاں ذکر کر دیئے۔

۴۰۶۷/۴۰۶۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ،  
عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ أَفْلَحَ ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ  
النَّبِيِّ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ ، فَلَمَّا التَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ ، فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ  
عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، فَضْرَبْتُهُ مِنْ وِرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسِّيفِ فَقَطَعْتُ الدَّرْعَ ، وَأَقْبَلَ  
عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي ، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ  
الْخَطَّابِ فَقُلْتُ : مَا بَالُ النَّاسِ ؟ قَالَ : أَمْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ . ثُمَّ رَجَعُوا ، وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ  
قَالَ : ( مَنْ قَتَلَ قَبِيلًا لَهُ عَلَيْهِ يَتَّةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ ) . فَقُلْتُ : مَنْ يَشْهَدُ لِي ، ثُمَّ جَلَسْتُ ، قَالَ :

(۲۰) تفصیل کیلئے دیکھیے فتح الباری، کتاب الایمان والنور، باب اذان ذرا و حلف ان لا یکلم انساناً فی الجاملیة ثم اسلم: ۵۸۲/۱۱

(۲۱) عمدۃ القاری: ۲۹۸ / ۱۴

ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ ، قَدَّمْتُ ، فَقُلْتُ : مَنْ يَشْهَدُ لِي ، ثُمَّ جَلَسْتُ ، قَالَ : ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِثْلَهُ ، قَضَيْتُ ، فَقَالَ : ( مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ ) . فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ رَجُلٌ : صَدَقَ ، وَسَلَبُهُ عِنْدِي ، فَأَرْضِيهِ مِنْهُ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : لَاهَا اللَّهُ إِذَا ، لَا يَبْعِدُ إِلَى سَدٍّ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ ، يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﷺ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( صَدَقَ ، فَأَعْطِيهِ ) . فَأَعْطَانِيهِ ، فَأَبْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلَمَةَ ، فَإِنَّهُ لِأَوَّلُ مَالٍ نَأْتَلُهُ فِي الْإِسْلَامِ .

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے جب ہماری مڈ بھڑ ہوئی تو مسلمانوں کو (ابتداءً) شکست ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر غالب آ گیا ہے چنانچہ میں نے پتھری سے اس کی گردن کی رگ پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ ڈالی، اب وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھے اتنے زور سے دبایا کہ مجھے موت کی بو محسوس ہونے لگی پھر وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا اس کے بعد میں حضرت عمرؓ سے ملا، ان سے میں نے دریافت کیا کہ لوگوں کو یہ کیا ہوا؟ یعنی یہ ہزیمت کیسے ہوئی؟ انہوں نے کہا، یہی فیصلہ خداوندی تھا، اس کے بعد مسلمان دوبارہ پلٹ پڑے (اور فتح حاصل کی، فتح کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا من قتل قتیلًا، لہ علیہ بینة، فلہ سلبہ یعنی جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کے لیے کوئی گواہ ہو تو اس کا سلب (ہتھیار اور جسم کا لباس وغیرہ) اس کو ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بار یہ اعلان فرمایا، حضرت قتادہؓ اس اعلان پر دو تین بار کھڑے ہوئے اور کہا کہ کون میرے لیے گواہی دے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ”ابو قتادہ! کیا بات ہے؟“ حضرت ابو قتادہ نے بات بتادی اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ابو قتادہ سچ کہتے ہیں اور ان کے مقتول کا سلب میرے پاس ہے آپ ان کو میرے حق میں راضی کر دیں (کہ یہ مجھ سے وہ واپس نہ لیں) اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لاھا اللہ، اذا لایعمد الی اسد من اسد اللہ، یقاتل عن اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعطیک سلبہ ”نہیں، خدا کی قسم! اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر جو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لڑتا ہے.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارادہ نہیں کریں گے، کہ اس کا سلب آپ کو دیدیں۔“

چنانچہ آپ نے حضرت صدیق کی تصدیق فرمائی اور سلب ابو قتادہ کو دیدیا، ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سلب سے قبیلہ بنی سلمہ میں ایک باغ خریدا، اسلام کے بعد یہ سب سے پہلا مال تھا جو میں نے ذخیرہ کیا۔

لاھا اللہ اذا: اس میں ”ھا“ جو تنبیہ کے لیے آتی ہے حرف قسم ”واو“ کے معنی میں ہے، لاھا اللہ

معنی میں ہے ”لا، واللہ“ کے ، اِذَا اکثر روایات میں اسی طرح وارد ہوا ہے ، لیکن خطابی وغیرہ نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اہل عرب ”لاھا اللہ ذَا“ استعمال کرتے ہیں ، ذَا اسم اشارہ ہے اور معنی ہیں: ”لا، واللہ لایکون ذَا“ بخدا! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

لیکن چونکہ اکثر روایات میں ”اِذَا“ ہے اس لیے حافظ ابن حجر نے خطابی کا رد کرتے ہوئے کہا کہ ”اذن“ بھی ٹھیک ہے اور حضرت صدیقؓ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اگر واقعی اہل قتادہ نے اس شخص کو قتل کیا ہے تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتول کے سلب کو مجھے دینے کا ارادہ نہیں کریں گے۔ (۲۲) بعض حضرات نے کہا کہ یہ ”اِذَا“ زائدہ ہے اور اِذَا بسا اوقات کلام میں زائدہ ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے شاعر کے اس شعر میں ہے۔

لو كنت من مازن لم تستبح ابلى  
بنو اللقيطة من ذهل بن شيبانا  
اذا لقام بنصرى معشر خشن  
عند الحفيظة ان ذلوثة لانا

یہاں دوسرے شعر میں ”اِذَا“ زائدہ ہے۔ (۲۳)

مخرف: خرف یخرف نصر سے آتا ہے ، کھل چننے کے معنی ہیں مخرف اسم ظرف ہے ، کھل چننے کی جگہ یعنی باغ ، خراف بھی مخرف کے معنی میں آتا ہے۔

(۴۰۶۷) : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ بْنِ أْفْلَحَ ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ، نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ، وَآخِرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتَلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ ، فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتَلُهُ ، فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي ، وَأَضْرَبُ يَدَهُ فَقَطَعَهَا : ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ، ثُمَّ تَرَكَ ، فَتَحَلَّلَ ، وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَاتَلْتُهُ ، وَأَنْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَأَنْهَزَمْتُ مَعَهُمْ ، فَأَذَا بَعْمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ ، فَقُلْتُ لَهُ : مَا شَأْنُ النَّاسِ ؟ قَالَ : أَمْرُ اللَّهِ ، ثُمَّ تَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ أَقَامَ بَيْنَهُ عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلْبُهُ) . فَصُمْتُ

(۲۲) حافظ ابن حجر نے ”لاھا اللہ اذا“ پر بڑا تفصیلی کلام کیا ہے ، دیکھیے فتح الباری: ۱۸ / ۲۷ - ۲۰ - نیز عمدۃ القاری: ۱۱۷ / ۳۰۰

(۲۳) اگر میں قبیلہ مازن سے ہوتا تو گری پڑی عورت کی اولاد یعنی ذہل بن شیبان میرے اونٹوں کو مسلح نہ سمجھتے اس وقت سیری مدد کے لیے ایک ایسی قوم کھڑی ہو جاتی جو حمیت کے وقت کھردری ہے ، اگر نرم دل نرمی کرتا (تو نہ کر سکتا بلکہ سختی سے پیش آتا۔)

لَا تَمِسَ يَمِينَهُ عَلَى قَتِيلِي ، فَلَمْ أَرِ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ، ثُمَّ بَدَأَ لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ  
 اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جَلَسَائِهِ : سِلَاحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي ، فَأَرْضِيهِ مِنْهُ ،  
 فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : كَلَّا ، لَا يُعْطِيهِ أُصَيْبُغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدْعُ أَسَدًا مِنْ أَسَدِ اللَّهِ ، يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ  
 وَرَسُولِهِ ﷺ . قَالَ : فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَدَاهُ إِلَيَّ ، فَأَشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا ، فَكَانَ أَوَّلَ  
 مَا تَأْتَلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ . [ ر : ۱۹۹۴ ]

یہ تعلق ہے ، امام بخاری نے ”ابواب الاحکام“ میں اس کو اختصار کے ساتھ موصولاً نقل کیا ہے ،  
 اسماعیلی نے اس کو تفصیل کے ساتھ موصولاً تخریج کیا ہے (۲۴) اس میں بھی الوقادہ کا مذکورہ واقعہ بیان کیا  
 گیا ہے ۔

لا يعطه اصبغ من قريش.....

اصبغ کا ترجمہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ”رنگیلا“ کیا ہے ، (۲۵) رنگیلا کا لفظ تحقیر کے لیے  
 استعمال کیا جاتا ہے ایسے آدمی کے لیے جو ہمت میں حصہ نہ لیتا ہو اور لوگوں کی نظر میں حقیر ہو، جملہ کا  
 مطلب یہ ہے کہ یہ رنگیلے مزاج کا آدمی اس قابل کہاں کہ مقتول کا سلب اس کو دیدیا جائے ۔  
 بعض حضرات نے کہا کہ ”اصبغ“ پرندوں کی ایک خاص نوع کا نام ہے ، چونکہ اس نوع کے  
 پرندے ضعیف اور حقیر ہوتے ہیں اس لیے حضرت صدیقؓ نے اس آدمی کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے  
 ہوئے یہ لفظ کہا۔ (۲۶)

ابن مالک نے کہا کہ یہ ”اضیبغ“ (ضاد کے ساتھ) اصبغ کے تصغیر ہے ، اصبغ اس آدمی کو کہتے ہیں  
 جس کے بازو چھوٹے ہوں ، اصبغ کمزور اور ضعیف کے لیے کنایہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ (۲۷)

### باب : غزوة أوطاس

جیسا کہ ماقبل میں گزرا حنین سے کفار کے کئی افراد بھاگ کر اوطاس میں آگئے تھے ، درید بن الصمہ  
 بھی ان میں شامل تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر سرکردگی  
 ایک جماعت ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کی ، اسلامی جھنڈا حضرت ابو عامرؓ کے ہاتھ میں تھا، درید بن صمہ کے  
 بیٹے سلمہ نے ایک تیر مارا جو حضرت ابو عامرؓ کے گھٹنے میں لگا جس سے وہ شہید ہو گئے ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

(۲۴) فتح الباری: ۲۱ / ۸ (۲۵) تعلقات لایع الدراری: ۲۶ / ۸

(۲۶) فتح الباری: ۲۱ / ۸ - وعدة القاری: ۲۰۱ / ۱۷ (۲۷) فتح الباری: ۲۱ / ۸ - وعدة القاری: ۲۰۱ / ۱۷

نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا اور حملہ کر کے سلمہ بن درید کا کام تمام کیا، حضرت ریحہ بن رفیع نے درید بن الصمہ پر حملہ کر کے اس کو قتل کیا اور مسلمانوں نے وہاں فتح حاصل کی۔

۴۰۶۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا فَرَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلَى جَبْشِ إِلَى أَوْطَاسٍ ، فَلَتَى دُرَيْدَ بْنَ الصُّمَّةِ ، فَقَتَلَ دُرَيْدًا وَهَرَمَ اللَّهُ أَصْحَابَهُ ، قَالَ أَبُو مُوسَى : وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ ، فَرُمِيَ أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ ، رَمَاهُ جُشَمِيُّ بِسَهْمٍ فَأَثَبَتْهُ فِي رُكْبَتِهِ ، فَأَثَبَتْ إِلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا عَمُّ مَنْ رَمَاكَ ؟ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَبُو مُوسَى فَقَالَ : ذَلِكَ قَائِلِي الَّذِي رَمَانِي ، فَقَصَدْتُ لَهُ فَلَدِحْتُهُ ، فَلَمَّا رَأَى وَدَى ، فَأَتْبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُولُ لَهُ : أَلَا تَسْتَجِي ، أَلَا تَتُبْتُ ، فَكَفَّ ، فَأَخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ، ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَامِرٍ : قَتَلَ اللَّهُ صَاحِبِيكَ ، قَالَ : فَأَنْزِعْ هَذَا السَّهْمَ ، فَتَرَعْتُهُ فَتَرَا مِنْهُ الْمَاءَ ، قَالَ يَا ابْنَ أُخِي : أَقْرَبِي النَّبِيَّ ﷺ السَّلَامَ ، وَقُلْ لَهُ : اسْتَغْفِرْ لِي . وَأَسْتَخْلِفَنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ ، فَمَكَثَ بَسِيرًا ثُمَّ مَاتَ ، فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي بَيْتِهِ عَلَى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ ، قَدْ أَثَرُ رِمَالُ السَّرِيرِ بِظَهْرِهِ وَجَنْبَيْهِ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبْرِنَا وَخَبَرَ أَبِي عَامِرٍ ، وَقَالَ : قُلْ لَهُ اسْتَغْفِرْ لِي ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبِيدِ أَبِي عَامِرٍ) . وَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِئِهِ ، ثُمَّ قَالَ : (اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ) . فَقُلْتُ : وَوَيْ فَاسْتَغْفِرْ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسِ ذَنْبِهِ ، وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا) . قَالَ أَبُو بُرْدَةَ : إِحْدَاهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ ، وَالْأُخْرَى لِأَبِي مُوسَى . [ر : ۲۷۲۸]

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ وادی اوطاس کی طرف روانہ کیا، درید بن الصمہ سے مدبھیڑ ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی، ابو عامر کے گھٹنے میں ایک جشمی نے تیر مارا، حضرت ابو موسی فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا اور کہا ”یا عم، من رماک؟“ چچا! آپ کو کس نے تیر مارا، انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ہے میرا قاتل، چنانچہ میں نے اس کا قصد کیا اور اس کو جالیا، جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگنے لگا، میں نے اس کا پیچھا کرتے ہوئے کہا تجھے بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تو رکے گا نہیں؟ چنانچہ وہ رک گیا، ایک دوسرے پر ہم نے تلوار سے وار کیا اور میں نے اس کو قتل کر دیا۔



پھر میں ابو عامر کے پاس آکر ان سے کہنے لگا کہ اللہ نے آپ کے قاتل کو قتل کروادیا.... ابو عامر نے کہا کہ یہ تیر میرے گھٹنہ سے نکال دو، میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی نکلا، پھر انہوں نے فرمایا، ”بھتیجے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا اور میرے لیے مغفرت کی دعا کی درخواست کرنا“ پھر ابو عامر نے مجھے اپنا نائب بنایا اور کچھ دیر زندہ رہنے کے بعد انہوں نے شہادت پائی۔

واپس آکر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ”سریر مرثل“ پر تشریف فرما تھے، (سریر مرثل اس چار پائی کو کہتے ہیں، جو کھجور کی رسیوں سے بنی ہوتی ہو) اس سریر پر کوئی بچھونا نہیں تھا (یہاں روایت میں ”علیہ فراش“ ہے لیکن دیگر تمام روایات میں ”ماعلیہ فراش“ ہے اس لیے یہاں راوی سے ”ما“ نافیہ سہواً رہ گیا ہے) (۲۸) چار پائی کی رسیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اور نونوں پر نشان ڈال دیئے تھے۔ پھر میں نے اپنے اور ابو عامر کے واقعات آپ سے بیان کئے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست آپ تک پہنچائی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا یا اور وضو کرنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی، ﴿اللهم اغفر لعبيد ابى عامر.... اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك ومن الناس﴾ میں نے کہا، میرے لیے بھی دعائے مغفرت فرمادیتے، آپ نے فرمایا ﴿اللهم اغفر لعبد الله بن قيس ذنبه وادخله يوم القيامة مدخلا كريما﴾ عبد اللہ بن قیس حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام ہے۔

### باب : غزوة الطائف .

في سؤال سنة ثمان ، قاله موسى بن عقيب .

حنین میں شکست کھا کر ہوازن و ثقیف کے بہت سارے لوگ مالک بن عوف کی قیادت میں طائف چلے گئے تھے، طائف نہایت محفوظ مقام تھا (۳۰) اوطاس کی شکست خوردہ فوج بھی یہاں آگئی اور انہوں نے اہل شہر سے مل کر سال بھر کا سامانِ رسد اور مقابلہ کے لیے ضروری اسلحہ جمع کر کے قلعہ بند کر لیا اور قلعہ کے چاروں اطراف پر تیر انداز مقرر کئے (۳۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو مقام جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا اور لشکر لے کر خود طائف کے محاصرہ کے لیے تشریف لے گئے

(۲۸) عمدة القاری: ۱۷ / ۲۰۲

(۳۰) وفي عمدة القاری: ۱۷ / ۲۰۲ الطائف وهو بلد كبير مشهور كثير الاعناب والنخيل على ثلاث مراحل او اثنتين من مكة من جهة المشرق۔

وفي الروض الانف: ۲ / ۳۰۱۔ ان الدمون بن الصدف.... من حضر موت اصاب دمان قومه فلحق بثقيف فاقام فيهم وقال لهم: الا اني لكم حائطاً

ببلدكم فيناه فسمى به الطائف

(۳۱) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۵۸۔ والكامل لابن اثير: ۲ / ۱۸

اور ان کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کی فصیل پر بیٹھے ہوئے تیر اندازوں نے لشکر اسلام پر بہت سخت تیر اندازی کی تھی کہ بہت سے مسلمان زخمی اور صحابہؓ شہید ہوئے (۲۲) حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو دست بدست جنگ کے لیے بلایا، انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں قلعے سے اترنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس سال بھر کا غلہ موجود ہے جب یہ ختم ہوگا تب تلواریں لے کر اتریں گے (۲۳) لشکر اسلام نے قلعہ شکن آلات و ہتھیار اور منجنیق استعمال کئے لیکن ان لوگوں نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے اوپر سے برسائی شروع کیں جس کی وجہ سے مسلمان آگے نہ بڑھ سکے (۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا جب صحابہؓ ان کے باغات کاٹنے لگے تو ان لوگوں نے اللہ اور قرابتوں کا واسطہ دیکر آپؐ سے درخواست کی کہ باغات نہ کاٹے جائیں، حضورؐ نے فرمایا کہ میں اللہ اور قرابتوں کے لیے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (۲۵)

ایام محاصرہ کے دوران ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دودھ سے بھرا ہو ایک پیالہ مجھ کو دیا گیا لیکن ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ ماری جس سے وہ دودھ گر گیا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہیں ہوگا، پھر آپؐ نے نوفل بن معاویہ دہلی سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ آپؐ کی کیا رائے ہے؟ نوفل نے کہا۔ یا رسول اللہ، ثعلب فی جحر، ان اقامت علیہ اخذتہ وان ترکتہ لم یضرک یعنی لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر آپؐ ٹھہرے رہیں تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپؐ کا کوئی نقصان نہیں۔ (۲۶)

اس کے بعد آپؐ نے محاصرہ ختم کر کے واپس جانے کا حکم دیا تو صحابہؓ کہنے لگے کہ فتح کئے بغیر واپس چلے جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا، کل بھی لڑ لو، دوسرے روز مسلمان بڑے جذبے سے لڑے اور صحابہؓ نے کافی نقصان اٹھایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب انشا اللہ کل واپسی ہوگی، آج حضورؐ سے واپسی کا اعلان سن کر صحابہؓ خوش ہوئے اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ ”فتح کئے بغیر واپس چلے جائیں؟“ صحابہؓ کے عزم میں تغیر دیکھ کر آپؐ نے تبسم فرمایا اور محاصرہ اٹھالیا (۲۷) بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپؐ ان کو بدعادیں، آپؐ نے بدوعا کی بجائے یہ دعا دی ﴿اللہم اهد ثقیفاً و انت بہم﴾

”اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں میرے پاس پہنچا دے“ (۲۸)

طائف میں بارہ صحابہؓ نے شہادت پائی، (۲۹) بعد میں اللہ جل شانہ نے انہیں ہدایت دی اور وہ لوگ

(۲۲) طبقات ابن سعد: ۱۵۸ / ۲ - سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ۲ / ۲۰۲ (۲۲) سیرت مصطفیٰ: ۳ / ۶۳

(۲۳) سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ۲ / ۲۰۲ (۲۵) سیرت ابن ہشام: ۲ / ۲۰۲ (۲۶) البدایہ والنہایہ: ۲ / ۲۵۰

(۲۷) جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آ رہا ہے (۲۸) البدایہ والنہایہ: ۲ / ۲۵۰ - والکامل للذہبی: ۱۸۱ / ۲

(۲۹) طبقات ابن سعد: ۱۵۸ / ۲ - البدایہ والنہایہ: ۲ / ۲۵۱

مسلمان ہو کر مقام جعرانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، ان کا سپہ سالار مالک بن عوفؓ بھی مسلمان ہوا اور مقام جعرانہ میں ان کی درخواست پر آپ نے پھر ان کے چھ ہزار قیدی آزاد کئے جس کی تفصیل گزر چکی۔ طائف کا محاصرہ کتنے دن جاری رہا؟ اس میں پندرہ، سترہ، اٹھارہ اور بیس دن کی مختلف روایات ہیں (۴۰)

۴۰۶۹ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ : سَمِعَ سُفْيَانَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّهَا أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي مُخَنَّثٌ ، فَسَمِعَهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُمِيَّةَ : يَا عَبْدَ اللَّهِ ، أَرَأَيْتَ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا ، فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانَ . وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَدْخُلَنَّ هَؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ) .  
 قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : الْمُخَنَّثُ : هَيْتُ . حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ : بِهَذَا ، وَزَادَ : وَهُوَ مُحَاصِرُ الطَّائِفِ يَوْمَئِذٍ . [ ۴۹۳۷ ، ۵۵۴۸ ]

وعندی مخنث مخنث نون کے کسر کے ساتھ الفح ہے اور فتح کے ساتھ اشہر ہے۔ مخنث اس کو کہتے ہیں جس کے اعضاء میں عورتوں کی طرح نرمی اور لچک پائی جائے اس کے چلنے پھرنے میں بات کرنے میں عورتوں سے مشابہت ہو کبھی یہ کیفیت فطری اور غیر اختیاری ہوتی ہے اور یہ مذموم نہیں اور کبھی یہ نازوانداز اور رنگ دھنگ بہ تکلف و تصنع اختیار کیا جاتا ہے وہ مذموم اور قابل نفرت ہے۔  
 فسمعتہ یقول لعبد اللہ بن ابی امیة یہ عبد اللہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی تھے۔

فانہا تقبل باریع وتدبر بثمان

اہل عرب میں موٹی عورت پسند کی جاتی ہے ، اس مخنث نے عبد اللہ بن امیہ سے کہا کہ اگر کل طائف فتح ہو جائے تو آپ غیلان کی بیٹی کو لینا، اس کے پیٹ میں موٹاپے کی وجہ سے چار شکنیں ہیں، جب آتی ہے تو چار شکنیں نظر آتی ہیں اور وہ چار شکنیں دونوں طرف کروٹ میں بھی پہنچ گئی ہیں تو جب جاتی ہے تو پشت سے آٹھ شکنیں نظر آتی ہیں چار ایک طرف اور چار دوسری طرف، یہی مطلب ہے ”تقبل باریع وتدبر بثمان“ کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ یہ مخنث لوگ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کریں ان کو ابتدا میں عورتوں کے پاس داخل ہونے کی اجازت اس وجہ سے دی گئی تھی کہ شاید یہ لوگ جنسی معاملات کو بالکل نہیں سمجھتے لیکن جب اس مخنث نے یہ جملہ کہا جس سے معلوم ہوا کہ وہ یہ باتیں سمجھتے ہیں تو آپ نے عورتوں کے پاس ان کی آمد پر پابندی لگادی۔

چنانچہ اس محنت کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا اور مدینہ سے باہر ”حی“ نامی چراگاہ میں یہ رہتا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ بوڑھا ہو گیا تھا، انہوں نے پھر اس کو مدینہ آنے کی اجازت دیدی تھی کہ صرف جمعہ کے دن آیا کرے (۳۱) ابن عیینہ اور ابن جریج نے اس محنت کا نام ”ہیت“ بتایا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا نام ”ماع“ تھا اور ”ہیت“ اس کا لقب تھا۔ (۳۲) واللہ اعلم۔

۴۰۷۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْأَعْمَى ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : لَمَّا حَاصَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الطَّائِفَ ، فَلَمْ يَنْلُ مِنْهُمْ شَيْئًا ، قَالَ : (إِنَّا قَافِلُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ ، وَقَالُوا : نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ ، وَقَالَ مَرَّةً : (نَقْفُلُ) . فَقَالَ : (أَغْدُوا عَلَيَّ الْقِتَالِ) . فَذَدَّوْا فَأَسَابَهُمْ جِرَاحٌ ، فَقَالَ : (إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . فَأَعْجَبَهُمْ ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ . وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : فَتَبَسَّمَ . قَالَ : قَالَ الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرُ كُلُّهُ . [ ۵۷۳۶ ، ۷۰۴۲ ]

۴۰۷۱/۴۰۷۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَاصِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُمَانَ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدًا ، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَأَبَا بَكْرَةَ ، وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِي أَنَسٍ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (مَنْ آذَنِي إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ ، وَهُوَ يَعْلَمُ ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ) .

(۴۰۷۲) : وَقَالَ هِشَامٌ : وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ ، أَوْ أَبِي عُمَانَ الْهَدْيِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ سَعْدًا وَأَبَا بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَ عَاصِمٌ : قُلْتُ : لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا ، قَالَ : أَجَلٌ ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَتَزَلَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ثَالِثَ ثَلَاثَةِ وَعِشْرِينَ مِنَ الطَّائِفِ . [ ۶۳۸۵ ]

وكان تسور حصن الطائف في اناس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طائف کا محاصرہ کیا تھا تو اس دوران آپؐ نے اعلان فرمایا تھا کہ قلعہ طائف سے جو غلام باہر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہوگا، یہ اعلان سن کر بہت سارے غلام قلعے کی دیوار پر بھاند کر مسلمانوں سے آئے، ان میں ایک حضرت ابوبکرؓ تھے ان سب کو آپؐ نے آزاد کیا۔

قلعہ سے آنے والے غلاموں کی تعداد میں روایات مختلف ہیں، اکثر اہل سیر نے بارہ یا تیرہ افراد کا

ذکر کیا ہے (۲۳) مغازی موسیٰ بن عقبہ میں صرف حضرت ابوبکرؓ کا ذکر ہے (۲۳) اور بخاری کی اس روایت کے آخر میں تینیس آدمیوں کا ذکر ہے ﴿ فنزل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثالث ثلاثہ وعشرین من الطائف ﴾ یعنی حضرت ابوبکرؓ تیسویں آدمی تھے جو طائف سے آپ کے پاس آئے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہؓ میں سے تھے، آپ کا نام ”نفع بن الحارث“ تھا (۲۵) اور آپ کی والدہ کا نام ”سمیہ“ تھا، زیاد بن ابی سفیان بھی اسی ”سمیہ“ کا بیٹا تھا۔ بکرہ سیڑھی کو کہتے ہیں، حضرت ابوبکر قلعہ طائف سے سیڑھی پر چڑھ کر قلعہ کی دیوار عبور کر کے آئے تھے اس لیے ان کی کنیت ”ابوبکرہ“ رکھی گئی (۲۶) ان کی وفات بصرہ میں ۵۱ھ میں ہوئی ہے۔ (۲۷)

اگر کفار کے لشکر سے غلام بھاگ کر مسلمانوں سے آئیں اور اسلام قبول کر لیں تو حنفیہ کے مسلک کے مطابق وہ آزاد ہوں گے (۲۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جتنے بھی غلام آئے تھے آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا تھا، بعد میں جب مقام جعرانہ میں ان کے مالک اسلام لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے یہ غلام ہمیں واپس کر دیتے جائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آزاد ہیں، ان کو واپس نہیں کیا جائے گا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپ کی طرف نکل کر اس لیے نہیں آئے تھے کہ انہیں اسلام کی رغبت تھی یہ تو غلامی اور رقیت سے فرار اختیار کرنے کی وجہ سے آئے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور ان غلاموں کو مسلمان اور احرار قرار دیا۔ (۲۹)

۴۰۷۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَصْرَابِيٌّ فَقَالَ : أَلَا تَنْجِرُنِي مَا وَعَدْتَنِي ؟ فَقَالَ لَهُ : (أَبِشِرُ) . فَقَالَ : قَدْ أَكْرَمْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبِشِرٍ ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَبِي مُوسَى وَبِلَالُ كَهَيْئَةِ الْفَضْبَانِ ، فَتَالَ : (رَدَّ الْبَشْرَى ، فَأَقْبَلَا أَنْتَا) . قَالَ : قَبِلْنَا ، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ، ثُمَّ قَالَ : (أَشْرَبَا مِنِّي ، وَأَفْرِغَا عَلَيَّ وَجُوهِكُمَا وَنَحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا) . فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَقَعَلَا ، فَتَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السُّرِّ : أَنْ أَفْضِلَا لِأَمْكُمَا ، فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً .

(۲۳) سیرت مصطفیٰ: ۲/ ۲۳ (۲۲) عمدۃ القاری: ۱/ ۲۰۶

(۲) فتح الباری: ۱/ ۲۵ - علامہ اسماعیل نے آپ کے والد کا نام ”سروح“ لکھا ہے۔ (الروض اللائف: ۲/ ۲۰۲)

(۲۶) الروض اللائف: ۲/ ۱۰۵

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱/ ۲۰۵ (۲۸) فیض الباری: ۲/ ۱۱۵ (۲۹) البدایہ والنہایہ: ۲/ ۲۲۸ - فیض الباری: ۲/ ۱۱۶

[ر : ۱۹۳]

كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم وهو نازل بالجعرانة بين مكة والمدينة....

جَعْرَانَةٌ (بکسر الجیم والعین المهملة وتشديد الراء وقد تسکن العین) طائف اور مکہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، حاجی نے کہا کہ جعرانہ مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں روایت میں ”بین مکة والمدينة“ کہا ہے، داودی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ ”جعرانہ بین مکة والمدينة“ نہیں ہے بلکہ ”بین مکة والطائف“ ہے، امام نووی نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ (۵۰)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقام جعرانہ میں ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا کہ آپ اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ابشر“ بشارت قبول کر، مطلب یہ تھا کہ تو تسلی رکھ میں ضرور وعدہ پورا کروں گا۔ اعرابی کہنے لگا، بہت دفعہ آپ نے ”ابشر، ابشر“ فرمایا ہے (یعنی مال جس کا وعدہ ہے وہ دیتے نہیں اور بشارت دے رہے ہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے جیسا کہ آپ ناراض ہوں اور فرمایا اس اعرابی نے ”بشری“ کو رد کر دیا، تم دونوں اس کو قبول کرو، ان دونوں نے کہا، ہمیں قبول ہے پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگوا یا، اپنے ہاتھ اور چہرے مبارک کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کرنے کے بعد فرمایا، اس پانی سے پی لو، اور اپنے چہرے اور سینے پر بھی اس کو ڈالو اور بشارت قبول کرو ان دونوں حضرات نے وہ پیالہ لیکر آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا، پردہ کے پچھے سے حضرت ام سلمہؓ نے آواز دی ”اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دینا“ چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے لیے بھی حصہ چھوڑا۔

اس اعرابی کے نام کے متعلق حافظ نے لکھا ہے ”لم اقف علی اسمہ“ (۵۱) اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا الاتجزلی ما وعدتني؟ کہ آپ مجھ سے اپنا وعدہ پورا نہیں کریں گے؟ ممکن ہے یہ وعدہ آپ نے مخصوص طور پر اس بدوی سے کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے عام وعدہ مراد ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم حنین کو جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ طائف سے فراغت کے بعد اس کی تقسیم ہوگی۔ (۵۲) جو بھی صورت ہو، اعرابی نے مانگنے میں عجلت سے کام لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو رد کیا، آپ نے وہ بشارت حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کو دی اور انہوں نے قبول کی۔

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ بشارت تو اجسام و جواہر میں سے نہیں کہ یہ ایک سے دوسرے کی طرف

منتقل ہو، انتقال من صاحب الی صاحب یا انتقال من مکان الی مکان یہ جواہر اور اجسام کی خاصیت ہے۔  
لیکن حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ نظریہ فلاسفہ کا ہے کہ انتقال من مکان الی مکان  
صرف جواہر و جسم کی خاصیت ہے اور فلاسفہ کا یہ نظریہ غلط ہے، یہ انتقال جس طرح جواہر اور اجسام میں  
ہوتا ہے اسی طرح عراض میں بھی ہو سکتا ہے (۵۲) واللہ اعلم۔

۴۰۷۴ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا أَبُو جَرِيحٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي  
عَطَاءٌ : أَنَّ فَرَّانَ بْنَ بَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ بَعْلَى كَانَ يَقُونُ : لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
حِينَ يُتْرَكُ عَلَيْهِ ، قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ بِأَبَا أَنفٍ : وَعَايَهُ ثَوْبٌ قَدْ أَظْلَمَ بِهِ ، مَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ،  
إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ تَلِيَهُ جَنَّةٌ ، مُتَضَمِّخٌ : فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ  
أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جَبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّمَ بِالطَّبِيبِ ؟ فَشَارَ عُمَرُ إِلَى بَعْلَى بِيَدِهِ : أَنْ تَمَالَ ، فَجَاءَ بَعْلَى  
فَأَذِنَ لَهُ رَأْسُهُ ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ مُحَمَّرُ الْوَجْهِ ، يَغِطُّ كَذَلِكَ سَاعَةً ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ ، فَقَالَ :  
(أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ أَنْفًا) . فَالْتَمِسَ الرَّجُلُ فَأْتِي بِهِ ، فَقَالَ : (أَمَّا الطَّبِيبُ الَّذِي بِكَ  
فَأَغْسِلُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، وَأَمَّا الْجَبَّةُ فَأَنْزِعْهَا ، ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ) .

[ر : ۱۴۶۲]

حضرت بعلی بن امیہ کی یہ خواہش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھیں جب آپ  
پر وحی نازل ہو رہی ہو، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے،  
وعلیہ ثوب قد اظلم بہ، معہ فیہ ناس من اصحابہ یعنی آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کر لیا گیا تھا اور کچھ صحابہ بھی  
آپ کے ساتھ تھے ”فیہ“ کی ضمیر ”ثوب“ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے یعنی اس کپڑے کے سایہ میں چند صحابہ  
بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہ ضمیر محل کی طرف بھی راجع کر سکتے ہیں یعنی اس محل میں آپ کے ساتھ کچھ صحابہ  
ہوئے۔ اتنے میں ایک اعرابی (۵۲) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، ”وعلیہ جبۃ متضممخ بطیب“ اس پر ایک  
جبہ تھا جو خوشبو میں لت پت تھا، اس نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! ایسے آدمی کے بارے میں آپ  
کی کیا رائے ہے جو اپنا جبہ خوشبو میں لت پت کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھے؟ سوال کا مقصد یہ ہے کہ  
ایسے جبہ میں احرام باندھنا درست ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سوال کے جواب کے

(۵۲) دیکھیے فیض الباری: ۱۴/۱۱۰

(۵۳) حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس اعرابی کا نام مجھے معلوم نہ ہوگا، پھر فرمایا کہ ابن قتیون نے ”تفسیر طرطوسی“ کے ذیل میں ان کا نام

”عفاء ابن منیہ“ لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری: ۳/۳۹۳۔ کتاب الحج، باب غسل الخلق ثلاث مرات)

سلسلہ میں وحی نازل ہونے لگی اور چونکہ حضرت یعلیٰؑ کی یہ خواہش تھی کہ نزول وحی کے وقت آپؐ کو دیکھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے حضرت یعلیٰؑ کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا کہ آکر دیکھ لو۔ حضرت یعلیٰؑ نے آکر اپنا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے سائبان کے اندر داخل کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور زور زور سے سانس کی آواز آرہی ہے کچھ دیر کے بعد جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا، وہ آدمی کہاں ہے جو مجھ سے عمرہ کے متعلق ابھی سوال کر رہا تھا؟ تلاش کر۔ کہ وہ لایا گیا، آپؐ نے فرمایا، جو خوشبو آپؐ نے لگائی ہے اس کو تو تین بار دھولو اور اس جبہ کو اتار دو اور پھر اپنے عمرہ میں وہی اعمال انجام دو جو حج میں کرتے ہو۔

### روایت باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات

لیکن اس روایات پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے احرام سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی تھی جبکہ روایت باب میں ہے کہ تم اس خوشبو کو دھولو۔

❶ اس اشکال کا ایک جواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ۱۰ھ کی ہے اور یہ واقعہ ۸ھ کا اس سے پہلے کا ہے اس لیے حضرت عائشہؓ کی روایت اس کے لیے ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہے۔ (۵۵)

❷ اور بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ وہ خوشبو جس کا عین اور جرم احرام کے بعد باقی رہتا ہے جیسا کہ زعفران سے اس کی تو ممانعت ہے اور روایت باب میں دھونے کا جو حکم دیا گیا یہ اسی قسم کی خوشبو تھی لیکن اگر کسی خوشبو کا عین اور جرم باقی نہ رہے صرف اس کا اثر رہے تو احرام سے قبل ایسی خوشبو کا استعمال جائز ہے اور احرام کے بعد اس کا دھونا ضروری نہیں، حضرت عائشہؓ کی روایت میں آپؐ کو احرام سے قبل خوشبو لگانے کا جو ذکر ہے اس سے اسی قسم کی خوشبو مراد ہے، اس لیے دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں کہ دونوں کا محل الگ الگ ہے۔ (۵۶) واللہ اعلم

۴۰۷۵ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ، عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ : لَمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ ،

(۵۵) فتح الباری: ۳/۳۹۵۔ کتاب الحج، باب غسل الخلق ثلاث مرات

(۵۶) فتح الباری: ۳/۳۹۵۔ کتاب الحج، باب غسل الخلق ثلاث مرات



فَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ ، وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا ، فَكَانَتْهُمْ وَجَدُوا إِذْ لَمْ يُصِيبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ ، فَحَطَبَهُمْ فَقَالَ : ( يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ، أَلَمْ أُجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمْ اللَّهُ بِي ، وَكُنتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلْفَكُمُ اللَّهُ بِي ، وَكُنتُمْ عَائِلَةً فَأَغْنَاكُمْ اللَّهُ بِي ) . كَلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنٌ ، قَالَ : ( مَا يَنْعَمُكُمْ أَنْ تُجِيبُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ) . قَالَ : كَلَّمَا قَالَ شَيْئًا ، قَالُوا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنٌ ، قَالَ : ( لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ : جِئْنَا كَذًا وَكَذًا ، أَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ ، وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى رِحَالِكُمْ ، لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ أَمْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَاوْدِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكَتُ وَآيِي الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا ، الْأَنْصَارُ شِعَارُ وَالنَّاسُ دِنَارٌ ، إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثْرَةً ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ ) . [٦٨١٨]

٤٠٧٦/٤٠٧٩ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ نَاسٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي رِجَالًا مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ ، فَقَالُوا : يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَبْرُكْنَا ، وَسَيُوفِنَا تَقَطُّرٌ مِنْ دِمَائِهِمْ . قَالَ أَنَسٌ : فَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَقَالَتِهِمْ ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قَبَةِ مِنْ أَدَمَ ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : ( مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ ) . فَقَالَ فَقَهَاءُ الْأَنْصَارِ : أَمَا رُؤَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا ، وَمَا نَاسٌ مِنَّا حَدِيثُهُ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا : يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَبْرُكْنَا ، وَسَيُوفِنَا تَقَطُّرٌ مِنْ دِمَائِهِمْ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَنَا لَهُمْ ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ ، وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى رِحَالِكُمْ ، فَوَاللَّهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِنَّمَا يَنْقَلِبُونَ بِهِ ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ رَضِينَا ، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ : ( سَتَجِدُونَ أَثْرَةً شَدِيدَةً ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ - فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ ) . قَالَ أَنَسٌ : فَلَمْ يَصْبِرُوا .

(٤٠٧٧) : حَدَّثَنَا سَائِمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ أَبِي التَّبَّاحِ ، عَنْ أَنَسِ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ ، فَغَضِبَتِ الْأَنْصَارُ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ( أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا ، وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ - ) . قَالُوا :

بَلَى ، قَالَ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا ، لَسَلَكَتُ وَادِيَةَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ) .

(۴۰۷۸) : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَزْهَرُ ، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ : أَنَّ بَنَاتِ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ ابْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ، أَلْتَقَى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَةَ آفٍ ، وَالطَّلَقَاءُ ، فَأَذْبَرُوا ، قَالَ : (بِأَمْسَرِ الْأَنْصَارِ) . قَالُوا : لَيْتَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ، لَيْتَكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ ، فَزَلَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ) . فَأَنْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ ، فَأَعْطَى الطَّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِينَ ، وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا ، فَقَالُوا ، فَدَعَاهُمْ فَأَدْخَلَهُمْ فِي قَبَةٍ ، فَقَالَ : (أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ ، وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ) . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا ، وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا ، لَأَخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ) . (۴۰۷۹) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : (إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ ، وَإِنِّي أُرَدْتُ أَنْ أُجْبِرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالذُّنْبِ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى يَوْمِنَاكُمْ) . قَالُوا : بَلَى ، قَالَ : (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا ، وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا ، لَسَلَكَتُ وَادِيَةَ الْأَنْصَارِ ، أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ) . [ر : ۲۹۷۷]

حدثنا موسى بن اسماعيل.... لما افاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم يوم حنين قسم في الناس

في المولفة قلوبهم ولم يعط الانصار شيئا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے لوٹے تو جعیرانہ تشریف لائے ، حافظ نے لکھا ہے کہ یہ پانچ ذی قعدہ کی تاریخ تھی (۵۷) یہاں آکر آپ نے غنائم حنین تقسیم فرمائے ، آپ نے یہ اموال مولفۃ القلوب میں تقسیم فرمائے اور انصار کو کچھ نہیں دیا۔ آگے حضرت انس کی روایت آرہی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ایک ایک آدمی کو سو سو اونٹ دیے۔

### مولفۃ القلوب

مولفۃ القلوب سے یہاں وہ معززین قریش اور سرداران قبائل مراد ہیں جو اسلام تو لے آئے تھے لیکن ابھی وہ ضعیف الایمان تھے آپ نے ان کو بڑے بڑے حصے دیئے تاکہ اسلام کے ساتھ ان کی محبت میں اضافہ ہو اور ایمان ان کے دل میں راسخ ہو جائے ، اسی طرح مولفۃ القلوب میں بعض وہ لوگ بھی داخل تھے

جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن ان کے بارے میں یہ توقع تھی کہ اگر انہیں مال دیا گیا تو اسلام آئیں گے۔ (۵۸) جیسے صفوان بن امیہ تھے انہوں نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ خود بڑے فیاض اور سخی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو مال غنیمت سے وائر حصہ دیا تو انہوں نے کہا کہ ایسی سخاوت اور فیاضی صرف نبی ہی کر سکتا ہے چنانچہ وہ اس سخاوت سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے۔ (۵۹)

ابوالفضل بن طاہر نے ”المسبہات“ میں (۶۰) ابن اسحاق نے اپنی ”سیرت میں“ (۶۱) اور حافظ نے ”فتح الباری“ میں (۶۲) ان مولفہ القلوب کے نام لکھے ہیں جن میں ابوسفیان بن حرب، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبد العزی، حکیم بن حزام، ابوالسائب بن بعلک، صفوان بن امیہ، عبید بن حصن، اقرع بن حابس اور مالک بن عوف وغیرہ حضرات شامل تھے، بخاری، ترمذی، دارقطنی اور ابن ماجہ کی چالیس سے زیادہ تھی۔ (۶۳)

مولفہ القلوب کو جو آپ نے یہ مال دیا، آیا یہ نکل مال غنیمت میں سے دیا یا خمس میں سے دیا، اس میں علماء کی مختلف رائے ہے، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصول شریعت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ مال آپ نے خمس میں سے دیا ہو (۶۴) امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ خمس الخمس میں سے آپ نے یہ مال دیا (۶۵) اور حافظ ابن القیم کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری غنیمت میں سے یہ حصہ عطا فرمایا (۶۶) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اموال غنیمت میں اس قسم کے تصرفات کا اختیار تھا قرآن شریف میں ہے ﴿ قل الانفال لله والرسول ﴾ (۶۷)

انصار کو آپ نے کچھ نہیں دیا جس کی وجہ سے بعض انصار نے ناراضگی کا اظہار کیا چنانچہ آگے

روایت میں ہے۔

فكانهم وجدوا اذالم يصبهم ما اصاب الناس او كانهم وجدوا اذالم يصبهم ما اصاب الناس بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ جملہ مکرر نہیں ہے البتہ ابوذر کے نسخہ میں یہ جملہ ”او“ حرف شک

کے ساتھ مکرر واقع ہوا ہے (۶۸) اس تکرار کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس سلسلہ میں....

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جملہ اولیٰ ”فكانهم“ فا کے ساتھ اور جملہ ثانیہ ”كانهم“

بغیر فا کے ہے، راوی کو اس میں تردد ہے کہ ”فا“ ہے یا نہیں اس لیے اس نے یہ جملہ مکرر کہہ کر اس

فرق کی طرف اشارہ کیا اور بعض راوی ایسی دقیق اور باریک رعایتیں ملحوظ رکھا کرتے ہیں۔ (۶۹)

(۵۸) فتح الباری: ۲۸ / ۸ (۵۹) دیکھیے الاصابة فی تمييز الصحابة: ۱۸۶ / ۲ - رقم الترجمہ: ۳۰۷۳ (۶۰) فتح الباری: ۲۸ / ۸

(۶۱) سیرت ابن حشام: ۳۰۳ / ۴ (۶۲) فتح الباری: ۲۸ / ۸ (۶۳) فتح الباری: ۲۸ / ۸

(۶۵) زاد المعاد: ۲ / ۲۸۳ (۶۶) زاد المعاد: ۱۳ / ۲۸۳ (۶۷) سورة الانفال ۱ / ۱

(۶۸) فتح الباری: ۲۹ / ۸ (۶۹) دیکھیے لاجع الدراری: ۱۰ / ۳۶۹ - ۳۷۰

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ جملہ اواں میں ”وجدوا“ ”غضبوا“ کے معنی میں ہے اور جملہ ثانیہ میں ”وجدوا“ ”حزنوا“ کے معنی میں ہے (۷۰) وجد کا مصدر جب ”مَوْجِدَةٌ“ آئے تو اس کے معنی غضب کے آتے ہیں اور جب مصدر ”وَجْدًا“ آئے تو اس کے معنی ”حزن“ کے آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس تقسیم سے انصار کو غصہ آیا اور وہ غمگین ہوئے۔

چنانچہ بعض انصاری صحابہؓ کی زبان سے یہ کلمات بھی نکلے جیسا کہ اگلے باب میں حضرت انسؓ کی روایت میں آرہا ہے ﴿ فقالوا: يغفر الله لرسوله، يعطى قريشاً، ويتركنا، وسيوفنا تقطر من دمائهم ﴾ اور حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں ہے ﴿ اذا كانت شديدة، فحن ندعى، ويعطى الغنيمة غيرنا ﴾

فخطبهم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کی ناراضگی کی اطلاع کسی نے پہنچائی اور ان کی طرف سے کہے گئے مذکورہ جملے بھی آپؐ تک پہنچے تو آپؐ نے تمام انصار کو ایک قبہ میں جمع فرمایا اور ان سے دریافت کیا کہ ما حدیث بلغنی عنکم؟ تمہاری طرف سے جو بات مجھے پہنچی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو فقہاء انصار نے کہا کہ ہمارے بڑوں نے کچھ نہیں کہا ہے البتہ جو نو عمر نوجوان ہیں انہوں نے یہ جملہ کہا ہے۔ پھر آپؐ نے خطبہ دیا ﴿ یامعشر الانصار، الم اجدکم ضللاً لافہدکم اللہ ہی، وکنتم متفرقین فالفکم اللہ ہی، وعالۃ فاغناکم اللہ ہی ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی جملہ فرماتے، انصار کہتے ”اللہ ورسولہ امن“ اللہ اور اس کے رسول کا احسان سب سے زیادہ ہے، پھر آپؐ نے فرمایا۔

لوشتم قلتم: جثنا کذا وکذا

”اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ آپؐ ہمارے پاس آئے تھے ایسی ایسی حالت میں“ اس روایت میں تصریح نہیں ہے، ابوسعیدؓ کی روایت میں ہے ﴿ لوشتم لقلت: اتیتنا مکذبا، فصدقناک ومخذولا، فنصرناک وطریدنا، فاویناک وعائلا، فواسیناک ﴾ (۷۱) یعنی اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ (اے محمدؐ) آپؐ ہمارے پاس آئے اس حال میں کہ آپؐ کی تہذیب کی گئی تھی ہم نے آپؐ کی تصدیق کی، آپؐ بے یار و مددگار تھے ہم نے آپؐ کی مدد کی، آپؐ چھوڑ دیئے گئے تھے ہم نے آپؐ کو پناہ دی، آپؐ مفلس آئے تھے ہم نے آپؐ سے ہمدردی کی یہ کہہ کر آپؐ نے فرمایا کہ ”تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر آؤ۔“

لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار (۷۲)

اگر ہجرت مقدر شرعی نہ ہوتی تو میں انصاری ہونا پسند کرتا، یا اگر ہجرت کی وہ فضیلت جو اسلام نے بیان کی ہے نہ ہوتی تو میں انصاری ہونے کو ترجیح دیتا۔

لوسلک الناس وادیا وشعبا لسلکت وادی الانصار وشعبها

”اگر لوگ کسی گھائی اور وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھائی میں چلوں گا“

اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انصار کا مسلک تفویض و تسلیم کا ہے، اطاعت اور فرمانبرداری کا ہے اور میں بھی اطاعت اور تفویض و تسلیم کو اپنے لیے بہتر اور پسندیدہ سمجھتا ہوں۔

الانصار شعار، والناس دثار

شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے بنیان وغیرہ اور ”دثار“ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اوپر ہو جیسے قمیص اور چادر وغیرہ۔ (۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو شعار کہا جس سے یہ بتانا ہے کہ انصار کا تعلق اسلام کے ساتھ نہایت قوی ہے اور آپ کے ساتھ ان کا اتصال نہایت ہی مستحکم ہے۔

ابوسعید کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انصار چیخ اٹھے، روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور سب نے کہا: ﴿رضینا برسول اللہ قسماً وحظاً﴾ یعنی ہم اس تفسیم پر راضی ہیں۔ (۷۴)

انکم ستلقون بعدی اثرۃ، فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض

”میرے بعد تم ترجیح پاؤ گے، پس تم صبر سے کام لینا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو“

مطلب یہ ہے کہ میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاندان و قبیلہ کے لوگوں کو تمہاری حق تلفی کر کے ترجیح نہیں دیتا لیکن میرے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تمہاری حق تلفی کریں گے اور تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دیں گے لیکن تم اس وقت صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تمہاری ملاقات میرے ساتھ حوض کوثر پر ہو جانے وہاں میں تم پر ظلم کرنے والوں سے تمہارے لیے انصاف حاصل کروں گا۔

(۷۴) ای لولا ان النسبة الهجرة لا یسمی ترکھا لانتسب الی دارکم، وقال ابن جوزی: لم یرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تغیر نسبه ولا معہ ہجرتہ، وانما اراد انہ لولا ما سبق من کونہ ہاجر لانتسب الی المدینۃ والی نصرۃ الدین، فالقدر لولا ان النسبة الی الهجرة نسبة دینیۃ لا یمع ترکھا لانتسب الی دارکم۔ وقال القرطبی: معناه: لتسمیتہ باسمکم وانتسب الیکم کما کانوا ینسبون بالحلف، لکن خصوصۃ الهجرة وترتیبہا سقت، فففعت من ذلك، وہی اعلیٰ واشرف فلا تبدل بغيرها، وقیل: معناه: لکنت من الانصار فی الاحکام والعداد، وقیل: التقدير: لولا ان ثواب الهجرة اعظم لاخترت ان یکون ثوابی ثواب الانصار.... وقیل: لولا الترامی بشرط الهجرة ومنها ترک الإقامة بمکة فوق ثلاث، لاخترت ان اکون من الانصار

فیباح لی ذلك۔ (وانظر فتح الباری: ۵۱/۸) (۷۴) فتح الباری: ۵۲/۸۔ وشرح الکرمانی: ۱۶۰/۱۶ (۷۴) فتح الباری: ۵۲/۸

۴۰۸۱/۴۰۸۰ : حَدَّثَنَا قَيْصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللَّهِ ، فَأَنْبَتُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ : (رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى مُوسَى ، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرٍ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ) .

(۴۰۸۱) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ ﷺ نَاسًا ، أُعْطِيَ الْأَقْرَعَ مِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ ، وَأُعْطِيَ عِيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ ، وَأُعْطِيَ نَاسًا ، فَقَالَ رَجُلٌ : مَا أُرِيدُ بِهِيَ الْقِسْمَةَ وَجْهَ اللَّهِ ، فَقُلْتُ : لِأَخْبِرَنَّ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : (رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى ، قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرٍ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ) .

[ر : ۲۹۸۱]

قال رجل من الانصار: ما اراد بها وجه الله....

اس شخص کا نام ”سعید بن قیس“ لکھا ہے (۷۷) اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا، یہ شخص منافق تھا (۷۶) اور منافقین کے بارے میں چونکہ اصول یہ ہے کہ انہیں قتل نہیں کیا جاتا اس لیے اس کلمہ کفر کہنے کے باوجود اس کو قتل نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم

۴۰۸۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوْنٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ ، أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَعُظْفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعْمِهِمْ وَذَرَارِيهِمْ ، وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَةُ آلَافٍ ، وَمِنَ الطَّلَقَاءِ ، فَأَذْبَرُوا عَنْهُ حَتَّى بَقِيَ وَحْدَهُ ، فَتَادَى يَوْمئِذٍ نِدَاءً مِنْ لَمْ يَحْلِطُ بَيْنَهُمَا ، أَلْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ) . قَالُوا : لَيْلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَشِّرُ نَحْنُ مَعَكَ ، ثُمَّ أَلْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ) . قَالُوا : لَيْلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَشِّرُ نَحْنُ مَعَكَ ، وَهُوَ عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَتَرَلَّ فَقَالَ : (أَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ) . فَأَنْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ ، فَأَصَابَ يَوْمئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً ، فَتَمَسَّ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطَّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ : إِذَا كَانَتْ شَدِيدَةً فَتَحْنُ نُدْعَى ، وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا . فَلَبَّغَهُ ذَلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قَبَةٍ فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ، مَا حَدِيثُ بَلَّغْنِي عَنْكُمْ) . فَسَكَتُوا ، فَقَالَ : (يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ، أَلَا تَرَوْنَ أَنَّ بَدَّهَبَ النَّاسُ بِالذُّنْيَا ،

وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَحُوزُونَهُ إِلَى يَوْمِنَاكُمْ. قَالُوا: بَلَى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ بَيْعًا، لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ). فَقَالَ هِشَامُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَلِكَ؟ قَالَ: وَأَيْنَ أُغِيبُ عَنْهُ. [ر: ۲۹۷۷]

ومع النبي صلى الله عليه وسلم عشرة آلاف من الطلقاء

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار ”طلاقاً“ تھے، طلقاء ”طریق“ کی جمع ہے یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر احساناً چھوڑ دیا تھا، نہ انہیں قتل کیا اور نہ غلام بنایا (۷۷) جیسے صفوان بن امیہ، حکیم بن حزام وغیرہ، جنگ خنین میں ایسے لوگوں کی تعداد دس ہزار تھی، تین دو ہزار تھی۔ دس ہزار آپ کے ساتھ صحابہ تھے اور دو ہزار طلقاء تھے اس لیے روایت میں ”عشرة آلاف من الطلقاء“ کی تعبیر درست نہیں ہے، کشمینی کی روایت میں ”واو“ ہے ”عشرة آلاف من الطلقاء“ یعنی دس ہزار صحابہ تھے اور کچھ تعداد طلقاء کی تھی اور یہی روایت ٹھیک ہے۔ (۷۸)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن حضرات کے نزدیک حرف عطف کو مقدر ماننا درست ہے ان کے قول کے مطابق اگر واو حرف عطف محذوف مان لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۷۹)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کشمینی کی روایت ہی راجح ہے جس میں واو حرف عطف ہے (۸۰)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب توجیہ بیان فرمائی، فرمایا کہ ”مع النبي صلى الله عليه وسلم عشرة آلاف“ یہ مستقل الگ جملہ ہے، آگے راوی نے جب ”من الطلقاء“ کہا تھا تو دو انگلیوں سے اشارہ کر کے طلقاء کی تعداد بیان کی تھی کہ ان کی تعداد دو ہزار تھی، راوی نے اشارہ کو تو غائب کر دیا اور ”من الطلقاء“ کے الفاظ نقل کر دیئے اس لیے اختلاط اور خبط واقع ہو گیا۔ (۸۱)

تنبیہ

جیسا کہ بتایا گیا کہ اصطلاح شریعت میں طلقاء وہ لوگ کہلاتے ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا اور فدیہ وغیرہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دیا، نہ قید کیا نہ قتل کیا، اس مقام پر منجد کے مصنف لوہس معلوف یسوعی نے نہایت ہی دروغ گوئی اور کذب بیانی کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ اس نے طلقاء کی تشریح کرتے ہوئے لکھا، ﴿الطلاق الذین ادخلوا فی الاسلام کرها﴾ (۸۲) یعنی طلقاء وہ لوگ ہیں جو اسلام میں زبردستی داخل کئے گئے، منجد کے اندر اس قسم کی تحریفیات ایک دو نہیں پچاسوں جگہ ہیں، علماء نے منجد

(۷۷) عمدۃ القاری: ۲۱۰ / ۱۷ (۷۹) عمدۃ القاری: ۲۱۰ / ۱۷ (۷۹) فتح الباری: ۵۵ / ۸ (۸۰) عمدۃ القاری: ۲۱۰ / ۱۷

(۸۱) دیکھیے، لایع الدراری: ۲۴۲ / ۸ (۸۲) دیکھیے المنجد: ۲۷۰ / ۱

کی اغلاط پر مستقل رسالے لکھے ہیں، اس لیے یہ کتاب قابل اعتماد نہیں۔

### باب : السَّرِيَّةِ النَّبِيِّ قَبْلَ نَجْدٍ .

۴۰۸۳ : حَدَّثَنَا أَبُو التُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً قَبْلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا ، فَبَلَغَتْ سِهَانًا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا ، وَنُفْلَنَا بَعِيرًا بَعِيرًا ، فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةِ عَشَرَ بَعِيرًا . [ر : ۲۹۶۵]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک سریہ حضرت ابو قتادہؓ کی قیادت میں روانہ فرمایا تھا اہل مغازی کی رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جانے سے پہلے یہ سریہ روانہ کیا گیا تھا، ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ یہ شعبان ۸ھ کا واقعہ ہے۔ (۸۳) لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فتح مکہ کے بعد ذکر کیا یا تو یہ کہا جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوات میں بعض جگہ تاخیر کر دی ہے اور یا پھر یہ کہا جائے کہ امام کی اپنی تحقیق یہ ہوگی کہ یہ واقعہ فتح مکہ اور طائف کے بعد کا ہے اس لیے انہوں نے اس کو یہاں ذکر کیا۔

یہ واقعہ نجد کے علاقہ ”ارض محارب“ میں پیش آیا، اس میں کل پندرہ آدمی شریک تھے مال غنیمت میں دو سو اونٹ حاصل ہوئے، دو ہزار بکریاں ملیں اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے اور صرف پندرہ دن کے اندر یہ حضرات اس سریہ سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ (۸۴)

علامہ ابن التینؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سریہ میں کل دس آدمی گئے تھے اور ایک سو پچاس اونٹ مال غنیمت میں ملے تھے، ان میں سے ہمیں اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیے تھے اور باقی غانمین میں تقسیم کر دیئے تھے۔ (۸۵)

### باب : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَدِيْمَةَ .

۴۰۸۴ : حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ . وَحَدَّثَنِي نَعِيمٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَدِيْمَةَ ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ، فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا : أَسْلَمْنَا ، فَجَعَلُوا

(۸۳) طبقات ابن سعد: ۱۲۲/۲۔ سریہ ابی قتادہ بن ربعی الانصاری الی خضرۃ

(۸۴) طبقات ابن سعد: ۱۲۲/۲۔ ۱۲۳

(۸۵) عمدۃ القاری: ۱۴/۲۱۲۔ ابن اثیر کی روایت کے مطابق یہ سریہ تین افراد یا سولہ افراد پر مشتمل تھا (دیکھیے الکامل للذہبی: ۱۵۴/۲)



يَقُولُونَ : صَبَانًا صَبَانًا ، فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْمِرُ ، وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا أُسِيرَهُ ،  
حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ أَمْرِ خَالِدٍ أَنْ يَقْتُلَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنَّا أُسِيرَهُ ، فَقُلْتُ : وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ أُسِيرِي ،  
وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِي أُسِيرَهُ ، حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرْنَاهُ ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ  
يَدَيْهِ فَقَالَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ) . مَرَّتَيْنِ . [۶۷۶۶]

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین سے پہلے تین سو پچاس صحابہ پر مشتمل ایک سریہ حضرت  
خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں دین اسلام کی تبلیغ کی غرض سے بنو جذیمہ کی طرف روانہ کیا۔ بنو جذیمہ مکہ کے  
نیشی علاقے میں مشرق کی جانب مقیم تھے ، علامہ کرمانیؒ کی رائے یہ ہے کہ بنو جذیمہ قبیلہ بنی عبد القیس کی  
ایک شاخ ہے (۸۶) لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں بلکہ بنو جذیمہ عامر بن عبد مناة بن  
کنانہ کی اولاد میں سے ہیں۔ (۸۷)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنو جذیمہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ لوگ اسلام کا اقرار ٹھیک طرح سے  
کر کے اور ”اسلمنا“ (ہم نے اسلام قبول کیا) کے بجائے ”صبانا، صباننا“ (ہم نے اپنا دین چھوڑ دیا) کہتے  
رہے چونکہ کنار قریش اسلام قبول کرنے والے کے لیے ”اسلم فلان“ کی جگہ ”صبان فلان“ استعمال کرتے تھے  
اس لیے بنو جذیمہ نے اسلام کا اقرار ”صبانا، صباننا“ کہہ کر کیا، صبا کے معنی ایک دین سے دوسرے دین کی  
طرف نکلنے کے ہیں، اس لفظ میں چونکہ اقرار اسلام کا مفہوم واضح نہیں اس لیے حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان  
میں سے بعض کو قتل کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ بہت ناراض ہوئے  
اور فرمایا اللہم انی ابرأ الیک مما صنع خالدؓ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو مال دیکر بنو جذیمہ کے پاس بھیجا  
اور ان سب مقتولین کی دیت مسلمانوں کی طرف سے ادا کی گئی۔ (۸۸)

باب : سَرِيَّةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُدَافَةَ السَّهْمِيِّ ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزَّزِ الْمَذَلِجِيِّ .  
وَيُقَالُ : إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِيِّ .

۴۰۸۵ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ  
عَبِيدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ

(۸۶) شرح الکرمانی: ۱۶ / ۱۶۶

(۸۷) عمدۃ القاری: ۱۷۷ / ۳۱۳ - نیز فتح الباری: ۸ / ۵۷

(۸۸) تفصیل کے لیے دیکھیے ، فتح الباری: ۸ / ۵۷ - ۵۸

عَلَيْهَا رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ ، فَغَضِبَ ، فَقَالَ : أَلَيْسَ أَمْرُكُمْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطِيعُونِي ؟ قَالُوا : بَلَى ، قَالَ : فَاجْمَعُوا لِي حَطْبًا ، فَجَمَعُوا ، فَقَالَ : أَوْقِدُوا نَارًا ، فَأَوْقَدُوهَا ، فَقَالَ : ادْخُلُوهَا ، فَهَمُّوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ بِمَسِكَ بَعْضًا ، وَيَقُولُونَ : فَرَرْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ ، فَمَا زَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : (لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ) . [ ۶۷۲۶ ، ۶۸۳۰ ]

عبداللہ بن حذافہ بھی قریشی ہیں، آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں اور مہاجرین اولین میں داخل ہیں، صاحب البحرین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ مبارک دیکر آپ ہی کو کسری کی طرف روانہ فرمایا تھا (۸۹) ابن ہبیرہ کے قول کے مطابق آپ کا انتقال مصر میں ہوا اور وہیں آپ مدفون ہیں۔ (۹۰) دوسرے صحابی علقمہ بن مجزر (بضم المیم وفتح الجیم وبکسر الزاء المشدودہ) مدینہ میں، یہ مجزروہی شخص ہیں جن کا حضرت اسامہؓ اور حضرت عائشہؓ کے قصہ میں ذکر آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو بتایا تھا کہ آج ایک قائف نے زید بن حارثہ اور اسامہ دونوں کے پاؤں کو دیکھ کر کہا ہے ”ان بعض هذه الاقدام لمن بعض“ (۹۱)

① اس سریہ کی تفصیل یہاں بخاری میں حضرت علیؓ سے اس طرح منقول ہے کہ انصار کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ امیر کی اطاعت کرنا، امیر دوران سفر کسی بات پر ناراض ہو گئے تو انہوں نے اپنے ساتھ جانے والوں سے کہا کہ کیا تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ سب نے کہا، کیوں نہیں، امیر نے کہا کہ پھر تم

(۸۹) عمدۃ القاری: ۱۴/۳۱۲۔

(۹۰) عمدۃ القاری: ۱۴/۳۱۲۔ حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں حضرت عبداللہ بن حذافہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں رومیوں سے جنگ کے دوران آپ چند مسلمانوں کے ساتھ گرفتار ہوئے، شاہ روم نے ان سے کہا کہ آپ نصرانی بن جائیں تو میں آپ کو اپنی حکومت میں شریک کر لوں گا لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے شاہ روم نے انہیں تختہ دار پر باندھ کر حکم دیا کہ ان پر تیر برسائے جائیں لیکن جب دیکھا کہ آپ کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں ہیں تو وہاں سے انہیں اتارا اور حکم دیا کہ دیگ میں پانی گرم کر کے کھولتے ہوئے پانی میں انہیں ڈال دیا جائے، اس میں ڈالنے کے لیے جب انہیں دیگ کے قریب لے جایا گیا تو رونے لگے، شاہ روم نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے، ”رد اس لیے رہا ہوں کہ میری تمنا ہے کہ میرے لیے سو جائیں ہوں اور ہر جان قربانی کا اس طرح نذرانہ پیش کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہو، شاہ روم کو بڑی حیرت ہوئی، کہنے لگا، تم میرے سر کو یوسہ دیدو، میں تمہیں چھوڑ دوں گا، فرمانے لگے، ”صرف مجھے نہیں، میرے ساتھیوں کو بھی، شاہ روم نے کہا، ٹھیک ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے اس کے سر کو یوسہ دیا اور شاہ روم نے حسب وعدہ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آکر

حضرت عبداللہ بن حذافہ کے سر کو یوسہ دیا۔ (دیکھیے الاصابہ فی تمییز الصحابة: ۲/۲۹۶-۲۹۷۔ رقم الترجمہ: ۳۶۲۲)

(۹۱) فتح الباری: ۸/۵۹

لکڑیاں جمع کرو، حکم کی تعمیل میں سب نے لکڑیاں جمع کیں، امیر نے ان لکڑیوں میں آگ لگانے کا حکم دیا، انہوں نے آگ لگادی، اب امیر صاحب نے حکم دیا کہ تم سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ کچھ لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کر لیا لیکن پھر ایک دوسرے کو روکنے لگے اور کہنے لگے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی لیے تو بھاگے ہیں کہ آگ سے بچ جائیں۔ اسی شش و پنج میں تھے کہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ امیر کے حکم کی تعمیل میں آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نہ نکلتے، کیونکہ امیر کی اطاعت صرف نیکی میں کرنی ہے۔ ﴿لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق﴾

۱ ابن سعد کی روایت ذرا زیادہ تفصیلی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ کچھ حبشی لوگ جدہ کے قریب ایک جزیرے میں دیکھے گئے ہیں اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ اہل اسلام پر حملہ نہ کر دیں اس اطلاع کی وجہ سے آپ نے علقمہ بن مجزر کی زیر قیادت تین سو صحابہؓ کی ایک جماعت روانہ فرمائی، جب یہ حضرات اس جزیرے کے قریب پہنچے تو وہ حبشی بھاگ گئے، واپسی پر چند لوگوں نے جلدی گھر آنا چاہا تو حضرت علقمہ بن مجزر نے ان پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو امیر بنایا اور وہ ان سے الگ ہو کر جلدی واپس آگئے، ابن سعد کے بیان کے مطابق یہ ربیع الاخر ۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۹۲)

۲ ابن ماجہ نے کتاب الجہاد میں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سند صحیح کے ساتھ نقل کی ہے اس سے اس واقعہ کے کچھ نئے گوشے سامنے آتے ہیں اور بخاری کی روایت سے اس کا بیان کافی مختلف ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علقمہ بن مجزر کو ایک سریہ کا امیر بنا کر روانہ کیا سریہ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے امیر سریہ حضرت علقمہؓ سے جلدی گھر جانے کی اجازت چاہی، انہوں نے اجازت دیدی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو ان کا امیر مقرر کیا، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی عبداللہ بن حذافہؓ کے ساتھ واپس آنے والے لوگوں میں شامل تھا۔ راستہ میں ایک جگہ ساتھیوں نے سینکنے اور کھانا وغیرہ پکانے کے لیے آگ جلانی، امیر سریہ حضرت عبداللہ بن حذافہ بڑے ظریف الطبع تھے انہوں نے اس موقع پر کہا ایس علیکم السمع والطاعة؟ امیر کی سمع و طاعت تم پر لازم نہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں، فرمانے لگے، میں جس کام کا بھی حکم دوں تو کرو گے؟ سب نے کہا ”نعم“ فرمایا میں تم لوگوں کو اس آگ میں کودنے کا حکم دیتا ہوں، سب لوگ جب ان کے حکم کی تعمیل میں آگ میں کودنے کے لیے کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن حذافہ کو یقین ہوا کہ یہ لوگ کود جائیں گے تو فرمایا: ”امسکوا علی انفسکم، فانما کنت امزح معکم“ رک جاؤ، میں مذاق کر رہا تھا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا ﴿ من امرکم منهم بمعصیة اللہ، فلا تطیعوہ ﴾ اللہ جل شانہ کی معصیت کا اگر کوئی تمہیں حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کرو۔ (۹۳)

ابن ماجہ کی یہ روایت بخاری کی روایت سے مختلف ہے، بخاری کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امیر نے آگ میں داخل ہونے کا حکم غصہ کی وجہ سے دیا تھا جبکہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ امیر نے یہ حکم تفسن طبع اور ظرافت کے طور پر دیا تھا، بخاری کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے ایک دوسرے کو آگ میں داخل ہونے سے روکا اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ خود امیر نے ان کو روکا۔

اگر یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں، علامہ ابن قیم کا میلان اسی طرف ہے کہ یہ متعدد الگ الگ واقعات ہیں (۹۳) اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ یہاں بخاری میں جس سریہ کا ذکر ہے اس کے امیر علقمہ بن مجزر تھے عبداللہ بن حذافہ نہیں تھے۔ انہوں نے ساتھیوں سے ناراض ہو کر انہیں آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور جہاں تک عبداللہ بن حذافہ کے واقعہ کا تعلق ہے جو ابن ماجہ کی روایت میں ہے تو وہ الگ واقعہ ہے اور انہوں نے آگ میں داخل ہونے کا حکم مزاح کے طور پر دیا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے ﴿ باب سریة عبداللہ بن حذافۃ السہمی وعلقمۃ بن مجزر المدلجی ﴾ اور اس کے بعد فرمایا ﴿ ویقال: انہا سریة الانصاری ﴾ ویقال سے غالباً امام نے واقعہ کے تعدد کی طرف اشارہ کیا ہے، حافظ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ (۹۵)

ہمارے نسخوں میں تو ”ویقال: انہا سریة الانصار“ ہے لیکن حافظ اور عینی کے نسخوں میں ”سریة الانصاری“ ہے (۹۶) حالانکہ عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزر دونوں انصاری نہیں ہیں، علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے تو فرمایا کہ یہ وہم ہے (۹۷) اور بعض حضرات نے کہا کہ انصاری عام معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والا اور اس لحاظ سے عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزر کو انصاری کہا جاسکتا ہے۔ (۹۸) واللہ اعلم

لودخلوها ماخر جوامنها الی یوم القیامة

اگر ”دخلوها“ اور ”منها“ دونوں کی ضمیر ”نار“ کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ

(۹۳) دیکھیے سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، رقم ۲۸۶۳

(۹۴) فتح الباری: ۷۹/۸۔ نیز زاد المعاد: ۵۱۶/۳۔ فصل: ذکر سریة علقمہ بن مجزر... الی الحبشة

(۹۵) فتح الباری: ۵۹/۸ (۹۶) فتح الباری: ۵۸/۸۔ وعدة القاری: ۳۱۳/۱۷ (۹۷) فتح الباری: ۵۹/۸ (۹۸) وعدة القاری: ۷۹/۱۸

آگ میں اگر داخل ہو جاتے تو اس سے قیامت تک نہ نکلتے بلکہ اسی میں جل کر مر جاتے (۱) اور اگر ”دخلوها“ کی ضمیر ان لوگوں کی جلائی ہوئی آگ کی طرف راجع ہو اور ”دخلوها“ کی ضمیر ”نار جہنم“ کی طرف بطور صنعت استخدام راجع ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ امیر کے حکم کی تعمیل کی وجہ سے آگ میں داخل ہونے کو حلال سمجھ کر اس میں کود جاتے تو قیامت تک جہنم کی آگ میں رہتے یعنی انہیں برزخ میں عذاب ہوتا کیونکہ اس طرح آگ میں داخل ہونا معصیت ہے اور عاصی کے لیے عذاب برزخ ہے۔ (۲)

لیکن حفص کی روایت میں ہے ”ماخر جوا منها ابدا“ (۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عذاب برزخ نہیں، عذاب آخرت مراد ہے تاہم اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ خود کشتی کو حلال سمجھنے والے کے لیے یہی حکم ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کافر کے لیے نار جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں پہلی صورت ہی راجح ہے یعنی ”دخلوها“ اور ”منها“ دونوں ضمیریں ان کی جلائی ہوئی آگ کی طرف راجع ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جلائی ہوئی آگ میں داخل ہو جاتے تو سب اسی میں مر جاتے اور کوئی بھی اس سے نہ نکلتا۔ (۵)

### باب : بَعَثُ أَبِي مُوسَى وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل ربیع الآخر ۹ ہجری کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف دین اسلام کی تعلیم کی غرض سے روانہ کیا، حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن کی مشرقی سمت اور حضرت معاذؓ کو مغربی سمت کے اطراف و اکناف میں تعلیم دینے کا حکم دیا۔ (۶)

۴۰۸۸/۴۰۸۶ : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ

(۱) فتح الباری: ۶۰/۸

(۲) فتح الباری: ۶۰/۸ - وعمدة القاری: ۲۱۵/۱۷

(۳) فتح الباری: ۶۰/۸

(۵) واستبطل منه الشيخ ابو محمد بن ابی جمره: ان الجمع من هذه الامة لا يجتمعون على خطأ لانقسام السرية قسمين، منهم من هان عليه دخول النار فظنه طاعة، ومنهم من فهم حقيقة الامر، وانه مقصور على ما ليس بمعصية، فكان اختلافهم سبباً لرحمة الجميع قال: وفيه ان من كان صادق النية لا يقع الا في خير، ولو قصد الشر، فان الله يصرفه عنه، ولهذا قال بعض اهل المعرفة: من صدق مع الله، وقاه الله، ومن توكل على الله، كفاه الله۔

(وانظر فتح الباری: ۶۰/۸)

(۶) سیرت مصطفیٰ: ۱۳۳/۳

قَالَ : بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ ، قَالَ : وَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مِخْلَافٍ ، قَالَ : وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ، ثُمَّ قَالَ : (يَسْرًا وَلَا تُعَسِّرًا ، وَبَشْرًا وَلَا تُنْفِرًا) . فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ ، وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ وَكَانَ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحَدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَسَارَ مُعَاذٌ فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَبِي مُوسَى ، فَجَاءَ بِسِيرٍ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتَّى آتَى إِلَيْهِ ، وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ ، وَقَدْ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ بَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ ، فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ : يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هَذَا ؟ قَالَ : هَذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ ، قَالَ : لَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ ، قَالَ : إِنَّمَا جِيءَ بِهِ لِذَلِكَ فَانْزِلْ ، قَالَ : مَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ ، فَأَمَرَ بِهِ فُقْتِلَ ، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ : يَا عَبْدَ اللَّهِ ، كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ؟ قَالَ : أَتَفَوْقَهُ تَفَوْقًا ، قَالَ : فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ ؟ قَالَ : أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ، فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ ، فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللَّهُ لِي ، فَأَحْتَسِبُ نَوْمِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمِي . [ر : ۲۸۷۳]

وبعث كل واحد منهما على مِخْلَافٍ

مِخْلَاف: علاقے اور ضلع کو کہتے ہیں یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ علاقے میں بھیجا، دونوں حضرات میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے کا دورہ کرتے کرتے اپنے دوسرے ساتھی کے علاقے کی حدود کے قریب ہو جاتے تو وہاں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے، ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل اپنے علاقے میں اپنے ساتھی ابو موسیٰ کے قریب پہنچ گئے، وہاں دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰ تشریف فرما ہیں اور چند لوگ ان کے پاس جمع ہیں اور ایک شخص کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، حضرت معاذ نے پوچھا، یہ کیا قصہ ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا یہ شخص مرتد ہو گیا ہے، حضرت معاذ نے فرمایا جب تک اس کو قتل نہیں کرو گے میں اپنی سواری سے نہیں اتروں گا چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت معاذ اپنی سواری سے اترے اور حضرت ابو موسیٰ سے پوچھنے لگے کہ آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا ”اتفوقہ تفوقاً“ یہ ”فواق ناقدہ“ سے ماخوذ ہے، اونٹنی سے ایک مرتبہ دودھ نکالا جائے اور جب یہ محسوس ہو کہ تھنوں میں اب دودھ ختم ہو گیا ہے تو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ کر دودھ آنے کا انتظار کیا جائے، پھر دوبارہ نکالنا شروع کیا جائے، درمیان کے اس وقفہ کو ”فواق ناقدہ“ کہا جاتا ہے، حضرت ابو موسیٰ کا مطلب یہ ہے کہ میں رات کو تھوڑی دیر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں اس کے بعد کچھ دیر آرام کرتا ہوں، پھر کھڑا ہو کر تلاوت شروع کرتا ہوں یعنی رات کو وقفہ وقفہ سے

تلاوت کرتا ہوں (۷) پھر حضرت ابو موسیٰ نے حضرت معاذ سے دریافت کیا کہ آپ کس طرح تلاوت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں رات کی ابتدا میں آرام کرتا ہوں، جب نیند کا ایک حصہ پورا کر لیتا ہوں تو اٹھ کر سب توفیق تلاوت کرتا ہوں، فاحسب نومتی کما احتسب نومتی اور میں اپنی نیند کے متعلق بھی اللہ سے اسی طرح ثواب کی امید رکھتا ہوں جیسے اپنی نماز تہجد کے ثواب کی امید رکھتا ہوں، مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ آرام اس نیت سے کرتا ہوں کہ تازہ دم ہو کر عبادت کروں گا اس لیے مجھے امید ہے کہ اللہ جل شانہ اس آرام اور نیند پر بھی مجھے ثواب عطا فرمائیں گے۔

(۷: ۴۰): حَدَّثَنِي إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ ، فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا ، فَقَالَ : (وَمَا هِيَ) . قَالَ : الْبَنُّعُ وَالْمِزْرُ ، فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ : مَا الْبَنُّعُ ؟ قَالَ : نَبِيذُ الْعَسَلِ ، وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ ، قَالَ : (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ) .  
رَوَاهُ جَرِيرٌ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ .

(۸۸: ۴۰): حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ جَدَّهُ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ ، فَقَالَ : (بَسْرًا وَلَا تَعْسْرًا ، وَبَشْرًا وَلَا تُنْفَرًا ، وَتَطَاوَعًا) . فَقَالَ أَبُو مُوسَى : يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّ أَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ الْمِزْرُ ، وَشَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ الْبَنُّعُ ، فَقَالَ : (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ) . فَأَنْطَلَقَا ، فَقَالَ مُعَاذٌ لِأَبِي مُوسَى : كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ؟ قَالَ : قَائِمًا وَقَاعِدًا وَعَلَى رَاحِلَتِي ، وَأَنْفَوْقَهُ تَفَوْقًا ، قَالَ : أَمَا أَنَا فَنَامُ وَأَقُومُ ، فَأَحْسِبُ نَوْمِي كَمَا أَحْسِبُ قَوْمِي . وَضَرَبَ فُسْطَاطًا ، فَجَعَلَ يَتَزَاوَرَانِ ، فَزَارَ مُعَاذٌ أَبَا مُوسَى ، فَإِذَا رَجُلٌ مُوتِقٌ ، فَقَالَ : مَا هَذَا ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى : يَهُودِيٌّ أَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ ، فَقَالَ مُعَاذٌ : لِأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ .

تَابِعَهُ الْعَقْدِيُّ وَوَهَبٌ عَنْ شُعْبَةَ ، وَقَالَ وَكَيْعٌ وَالنَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . رَوَاهُ جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ . [ ر : ۲۸۷۳ ]

(۷) قال ابن الاثير في النهاية ۳ / ۳۸۰: - وحديث ابي موسى ومعاذ "اما انافانفوقه نفوقا" يعني قراءة القرآن: اي لا اقرأ وردى منه دفعة واحدة ولكن اقرأه شيئا بعد شئ في ليلي ونهارى ماخوذ من فواق الناقة لانها تحلب ثم تراح حتى تدر ثم تحلب

۴۰۸۹ : حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ ، هُوَ النَّزَمِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَائِدٍ : حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى أَرْضِ قَوْمِي ، فَجِئْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُبِيخٌ بِالْأَبْطَحِ ، فَقَالَ : (أَحْجَجْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ) . قُلْتُ : نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، قَالَ : (كَيْفَ قُلْتَ) . قَالَ : قُلْتُ : لَيْتَكَ إِهْلَالًا كَأَهْلَالِكَ ، قَالَ : (فَهَلْ سَقَتْ مَعَكَ هَدْيًا) . قُلْتُ : لَمْ أَسُقْ ، قَالَ : (فَطُفْ بِالْبَيْتِ ، وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ حِلِّ) . فَفَعَلْتُ حَتَّى مَشَطْتَ لِي أَمْرًا مِنْ نِسَاءِ بَنِي قَيْسٍ ، وَمَكُنَّا بِذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ . [ر : ۱۴۸۴]

۴۰۹۰ : حَدَّثَنِي حَبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، عَنْ زَكَرِيَاءَ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ بَحْيِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ صَيْفِيٍّ ، عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعَازِ بْنِ جَبَلٍ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ : (إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً ، تُؤْخَذُ مِنْ أَعْيَانِهِمْ ، فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ ، فَأَيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ ، وَأَتَى دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ) .

قال أبو عبد الله : طَوَّعَتْ طَاعَتْ ، وَأَطَاعَتْ لُغَةً ، طِغْتُ وَطُغْتُ وَأَطَعْتُ . [ر : ۱۳۳۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کرتے وقت چند نصیحتیں فرمائیں ان سے آپ نے فرمایا کہ اہل یمن کو اولاً کلمہ توحید کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کر لیں پھر نماز کی دعوت دینا، اگر وہ بھی مان لیں تو پھر زکوٰۃ کا حکم دینا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کلمہ پڑھنے کے بعد نماز فرض ہوگی اور نماز کے بعد پھر زکوٰۃ فرض ہوگی، کلمہ پڑھنے کے بعد احکام اسلام تمام کے تمام لازم ہو جاتے ہیں، یہاں جس ترتیب کا ذکر ہے اس سے مقصد دعوت کا ایک اسلوب بتانا ہے کہ تمام احکام بیک وقت اور اول و ہلہ میں نہیں بتانا کہ اس سے ان لوگوں میں توخس اور استکف پیدا ہوگا بلکہ رفتہ رفتہ انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ



قال ابو عبد الله: طوعت، طاعت، واطاعت لغة: طعت وطعت واطعت

اوپر روایت میں ”فان اطاعوا لک“ کا لفظ آیا ہے اس سے امام بخاری کا ذہن قرآن شریف کی سورۃ ماندہ کی آیت ﴿ فطوعت له نفسه قتل اخيه ﴾ (۸) کی طرف گیا، اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ طوعت ”طاعت“ کے معنی میں ہے اسی طرح باب سمع، باب نصر، اور باب افعال سب سے اس کے ایک ہی معنی ہیں۔

۴۰۹۱ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ حَبِيبٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ : أَنَّ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا قَامَ الْيَمَنَ ، صَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ ، فَقَرَأَ : «وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا» . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : لَقَدْ قَرَأْتَ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ . زَادَ مُعَاذٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ حَبِيبٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرِو : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ ، فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ سُورَةَ النَّسَاءِ ، فَلَمَّا قَالَ : «وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا» . قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ : قَرَأْتَ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ .

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن آئے تو انہوں نے سح کی نماز پڑھائی، اموال وصول کرنے پر بھی وہ مقرر تھے، احکام اسلام کی تعلیم اور نماز کی امامت بھی وہ فرمایا کرتے تھے، انہوں نے ایک دن فجر کی نماز میں یہ آیت پڑھی ﴿ واتخذ الله ابراهيم خليلا ﴾ (۹) تو قوم میں سے ایک آدمی نے کہا ”لقد قرأت عين ام ابراهيم“ یعنی ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنالیا تو ابراہیم علیہ السلام کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہونی ہوگی یعنی ان کو بڑی خوشی ہوئی ہوگی۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ نماز میں کلام کرنے سے یہ تو فاسد ہو جاتی ہے، جس شخص نے یہ کلام کیا، اس کی نماز تو فاسد ہو گئی حضرت معاذ نے انہیں اعادۃ صلوٰۃ کا حکم کیوں نہیں دیا؟

① اس کا ایک جواب علامہ عینی نے دیا کہ ممکن ہے حضرت معاذ کو بھی معلوم نہ ہو کہ ایسی صورت میں اعادۃ صلوٰۃ ہوتا ہے اس لیے انہوں نے حکم نہیں دیا (۱۰) لیکن یہ جواب ضعیف ہے۔

② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے وہ شخص نماز میں ابھی شامل نہ ہوا ہو بلکہ خارج صلوٰۃ اس نے یہ کلام کیا ہو۔ (۱۱)

③ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے حضرت معاذ نے انہیں اعادۃ صلوٰۃ کا حکم دیا ہو لیکن یہاں روایت میں ذکر نہیں آیا اور عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں (۱۲) واللہ اعلم۔

۱۸۱ سورۃ الباندہ / ۳۰ (۹) سورۃ النساء / ۱۳۵ (۱۰) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵ (۱۱) فتح الباری: ۸ / ۶۵

(۱۲) فتح الباری: ۸ / ۶۵ - وعمدۃ القاری: ۱۸ / ۵

فائدہ

قرت عین فلان: فلاں کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی، اس سے مراد ہوتا ہے کہ وہ خوش ہوا، مشہور ہے کہ خوشی میں جو آنسو نکلتے ہیں وہ ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں، اسلئے یہ تعبیر کسی کی خوشی بتانے کے لیے اختیار کی جاتی ہے کہ خوشی کے ٹھنڈے آنسوؤں سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ (۱۳)

باب : بَعَثُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ،  
إِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام کو تبلیغ اور جہاد کی غرض سے مختلف اطراف عرب میں بھیجا تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر آپؐ نے یمن کی طرف بھیجا تھا، کچھ عرصہ کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور حضرت خالدؓ کی جگہ ان کو امیر مقرر فرمایا۔ اسی واقعہ سے متعلق آگے امام روایات نقل فرما رہے ہیں۔

۴۰۹۲ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَانَ : حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُونُسَ :  
ابْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :  
بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ إِلَى الْيَمَنِ ، قَالَ : ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذَلِكَ مَكَانَهُ ،  
فَقَالَ : (مُرُّ أَصْحَابَ خَالِدٍ ، مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ أَنْ يُعَقَّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقَّبْ ، وَمَنْ شَاءَ فَلْيَقْبَلْ)  
فَكُنْتُ فِيمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ ، قَالَ : فَغَنِمْتُ أَوْاقِيَّ ذَوَاتِ عَدَدٍ .

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خالد بن ولیدؓ کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا پھر آپؐ نے ان کی جگہ حضرت علیؓ کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ خالد بن ولیدؓ کے ساتھیوں سے کہو کہ جو تمہارے ساتھ واپس یمن جانا چاہے وہ یمن چلا جائے اور جو چاہے کہ مدینہ آئے تو مدینہ آجائے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ واپس یمن جانے والوں میں سے تھا۔

فغنمت اواق ذوات عدد

اواق ”اوقیة“ کی جمع ہے یعنی مال غنیمت میں سے مجھے چاندی کے بہت سے اوقیے ملے ، ”ذوات عدد“ سے کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلت کی طرف اشارہ ہو۔

۴۰۹۳ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدٍ بْنُ مَنجُوفٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدِ لَيْتِبِضَ الْخُمْسَ ، وَكُنْتُ أَبْغِضُ عَلِيًّا ، وَقَدْ اغْتَسَلَ ، فَقُلْتُ لِحَالِدٍ : أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : ( يَا بُرَيْدَةُ أَتَبْغِضُ عَلِيًّا ) . فَقُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : ( لَا تَبْغِضُهُ ، فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمْسِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ) .

حضرت بریدہ بن حصیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یمن کی طرف حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ خمس اپنی تحویل میں لے لیں، بریدہ کہتے ہیں کہ مجھے علیؑ سے بغض تھا یہاں آگے روایت مختصر ہے، اسماعیلی نے یہ روایت تفصیل سے نقل کی ہے کہ مال خمس میں سے ایک خوبصورت باندی حضرت علیؑ نے اپنے لیے منتخب کی اور رات کو اس کے ساتھ وطی کرنے کے بعد جب صبح غسل کیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے بریدہؓ سے کہا کہ الاتری ما صنع هذا؟ اور یہاں بخاری کی روایت میں بریدہؓ فرما رہے ہیں کہ میں نے خالد سے کہا الاتری الی هذا؟ (اس شخص کو آپ نہیں دیکھتے کہ مال غنیمت کی جاریہ کو اس نے استعمال کیا) فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ یا بریدہ، اتبغض علیا ”بریدہ! تم علی سے بغض رکھتے ہو؟“ میں نے کہا، جی ہاں تو آپ نے فرمایا لا تبغضه، فان له فی الخمس اکثر من ذلك ”ان سے بغض نہ رکھو کیونکہ خمس میں انہیں اس (جاریہ) سے زیادہ لینے کا حق تھا۔“ عبد الجلیل کی روایت میں ہے کہ حضرت بریدہؓ نے کہا فما كان احد من الناس احب الی من علی (۱۵) ”اس کے بعد حضرت علیؑ سے مجھے کوئی زیادہ محبوب نہیں تھا۔“

روایت باب پر اشکال اور اس کے جوابات

اس روایت پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے بغیر استبراء کے اس جاریہ سے وطی کیسے کی؟ جبکہ استبراء ضروری ہے۔

① اس کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ باندی باکرہ تھی شادی شدہ یا کسی کی موطوءہ نہ تھی اس لیے استبراء کی ضرورت نہ تھی (۱۶)

② دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے حضرت علیؑ نے استبراء کے بعد وطی کی ہو، روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ حضرت علیؑ نے بغیر استبراء کے اس سے وطی کی۔ (۱۷)

باقی رہی یہ بات کہ حضرت علیؑ نے اپنے لیے اس جاریہ کا انتخاب کیونکر کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خمس میں امام یا نائب امام کا حق ہوتا ہے اور یہاں حضرت علیؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب بن کر خمس لینے گئے تھے اس لیے ان کو یہ حق حاصل تھا تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”فان له فی الخمس اکثر من ذلك“

۴۰۹۴ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرَمَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي نَعْمٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ يَقُولُ : بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِي أُدَيْمٍ مَقْرُوظٍ ، لَمْ تُحْصَلْ مِنْ تَرَابِهَا ، قَالَ : فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ : بَيْنَ عَمِيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ ، وَأَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ ، وَزَيْدِ بْنِ خَيْلٍ ، وَالرَّابِعُ : إِمَامًا عَلَقَمَةَ ، وَإِمَامًا عَامِرُ بْنُ الطَّفِيلِ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ : كُنَّا نَحْنُ أَحَقُّ بِهَذَا مِنْ هَؤُلَاءِ ، قَالَ : فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (أَلَا تَأْمُنُونِي وَأَنَا أَمِينٌ مَنْ فِي السَّمَاءِ ، يَا أَيُّهَا خَيْرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً) . قَالَ : فَقَامَ رَجُلٌ غَايِرُ الْعَيْنَيْنِ ، مُشْرِفُ الْوَجْهَتَيْنِ ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ ، كَثُّ اللَّحْيَةِ ، مَخْلُوقُ الرَّأْسِ ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَى اللَّهَ ، قَالَ : (وَيْلَكَ ، أَوْلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّبِيَ اللَّهَ) . قَالَ : ثُمَّ وَلى رَجُلٌ . قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَلَا أُضْرِبُ عُنُقَهُ ؟ قَالَ : (لَا ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي) . فَقَالَ خَالِدٌ : وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ قُلُوبَ النَّاسِ وَبِأَشَقِّ بَطُونِهِمْ) . قَالَ : ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفِّ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ رَطْبًا ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ - وَأَظْنُهُ قَالَ - لَئِنْ أَدْرَكْتَهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ نَعُودٍ) . [ ۴۳۹۰ ، ۶۹۹۵ ، ۷۱۲۳ ، وانظر : ۲۳۱۶۶ ]

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: بعث علی بن ابی طالب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذُهَيْبَةٍ فِي أُدَيْمٍ مَقْرُوظٍ لَمْ تُحْصَلْ مِنْ تَرَابِهَا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علیؑ نے کچھ سونا بھجیا ایسے چمڑے میں جس کو دباغت دی گئی تھی اور وہ سونا اس کی مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا مطلب یہ ہے کہ کان سے نکالنے کے بعد اس سونے کو مٹی سے صاف نہیں کیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرمایا، عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس،

زید الخیل اور علقمہ یا عامر بن الطفیل، علقمہ اور عامر میں راوی کو شک ہے لیکن علقمہ ہی درست ہے کیونکہ عامر بن الطفیل کا انتقال اس سے قبل ہو چکا تھا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی (۲۰) آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں ہم زیادہ حقدار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے ہو وانا امین من فی السماء حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور جس کی وحی صبح و شام میرے پاس آتی ہے۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں، رخسار آگے کو ابھرے ہوئے تھے، پیشانی آگے کو نکلی ہوئی تھی، داڑھی گھنی تھی، سر اس کا منڈا ہوا تھا، ازار (ساقین کی طرف) اٹھائے ہوئے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا یا رسول اللہ، اتق اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویلک! تیرے لیے بلاکت ہو، کیا اہل زمین میں سب سے زیادہ میں اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہوں؟ پھر وہ آدمی چلا گیا، حضرت خالد بن ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گردن مارنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا ”نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو“ حضرت خالد نے فرمایا۔ وکم من مصل یقول بلسانہ مالیس فی قلبہ ”کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا“ یعنی کئی لوگ ظاہراً نماز پڑھتے ہیں لیکن اندر سے وہ لوگ مسلمان نہیں ہوتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”انہی لم اوامر ان انقب قلوب الناس ولا اشق بطونہم“ یعنی مجھے اس کا حکم نہیں کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگا کر ان کا کھوج لگاؤں اور نہ اس کا حکم ہے کہ میں ان کے پیٹ چاک کروں (کہ معلوم ہو واقعی وہ اندر سے مسلمان ہیں یا نہیں) راوی کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا، وہ پشت کئے ہوئے جا رہا تھا، آپ نے فرمایا۔

انہ یخرج من ضنضی هذا، قوم یتلون کتاب اللہ رطباً لایجاوز حنا جرہم، یمرقون من الدین

کما یمرق السہم من الرمیۃ

”اس شخص کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کی تلاوت بڑی تازگی کے ساتھ کریگی وہ قرآن ان کی ہنسیوں سے آگے نہیں جائے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے“  
 ضنضی: نسل، حناجر: حنجرة کی جمع ہے، ہنسی (وہ ہڈی جو سینہ سے اوپر اور حلق کے نیچے ہوتی ہے) یمرقون: یخرجون۔ الرمیۃ: شکار۔

(۱۹) وقیل لہ: زید الخیل لکرائم الخیل التی کانت لہ، وسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم زید الخیر بالراء بدل اللام، واثی علیہ، فاسلم، فحسن

اسلام، روایات فی حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم (فتح الباری: ۶۸/۸)

(۲۰) دیکھیے غزوة بدر معونہ ص ۲۶۶ - ۲۶۷

مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کی تلاوت بڑی خوش الحانی کے ساتھ کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یعنی قرآن کا اثر ان کے دل پر نہیں ہوگا، دین سے وہ اس تیر کی طرح نکلیں گے جو شکار سے نکل جاتا ہے لیکن اس پر خون کا کوئی دھبہ اور نشان نہیں ہوتا اسی طرح ان کے دلوں پر دین کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

واظنہ قال: لئن ادرکتہم لاقتلنہم قتل ثمود

راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا اگر میں ان کو پاؤں تو میں ان کو قوم ثمود کی طرح قتل کروں گا۔ یہ خوارج کی طرف اشارہ تھا، اس شخص کا نام کیا تھا؟ اس بارے میں بعض حضرات نے لاعلمی ظاہر کی، بعض نے کہا کہ اس کا نام ”ذوالخویصرۃ تمیمیؓ“ تھا، علامہ سہلی نے فرمایا کہ اس کا نام ”نافع“ تھا (۲۲) ابوداؤد کی روایت میں بھی اس کا نام ”نافع“ آیا ہے (۲۳) اور بعض نے کہا کہ اس کا نام ”حرقوص بن زہیر“ ہے۔ (۲۴)

یہ شخص درحقیقت قتل کا مستحق تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ مصلحت اس کو کچھ نہیں کہا، مصلحت یہ تھی کہ اگر قتل کر دیا جاتا تو اس سے عام لوگوں میں اسلام کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے کا امکان تھا، مخالفین اسلام اس بات کو ہوا دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس طرح تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی۔ (۲۵)

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ”لئن ادرکتہم لاقتلنہم قتل ثمود“ یہاں یہ شخص جو اصل بنیاد ہے آپ کے سامنے موجود ہے کہ اسی کی نسل سے آگے اس قسم کے لوگ پیدا ہونے والے تھے تو اس اصل ہی کو آپ نے کیوں قتل نہیں کیا؟

① حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ جملہ آپ نے اس وقت اور اس زمانہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جب ان کی طرف سے خروج اور بغاوت کا ظہور ہوگا اور جب خون مسلم سے وہ تعرض کریں گے جبکہ ابھی اس شخص سے ایسی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی نہ اس نے بغاوت کا اعلان کیا اور نہ ہی کسی مسلمان کے خون سے تعرض کیا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (۲۶)

② حضرت کشمیری نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تشریح اور نکوین دونوں

(۲۱) فتح الباری: ۶۹/۸ - وعمدة القاری: ۸/۱۸ (۲۲) فتح الباری: ۶۹/۸ - وعمدة القاری: ۸/۱۸

(۲۳) سنن ابی داؤد: ۲۳۵/۳ - کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج، رقم الحدیث: ۴۷۷۰

(۲۴) فتح الباری: ۶۹/۸ - وعمدة القاری: ۸/۱۸ (۲۵) لایح الدراری: ۳۷۷/۸ (۲۶) فتح الباری: ۶۹/۸

کو جمع فرمایا (۲۷) تشریح تو یہ ہے کہ آپ نے اس کے قول پر نکیر فرمائی اور چونکہ تکوینی طور پر اس کا قتل حضرت علیؑ کے حصہ میں تھا اس لیے تکوین کی رعایت سے اس وقت وہ قتل نہیں کیا گیا، بعد میں جب حضرت علیؑ کے دور میں فتنہ خوارج نے سر اٹھایا اور حضرت علیؑ نے ان کو قتل کیا تو اس شخص کو تلاش کیا گیا چنانچہ لاشوں میں اس کی لاش ملی۔ (۲۸) واللہ اعلم۔

۴۰۹۵ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ : قَالَ عَطَاءُ : قَالَ جَابِرٌ : أَمَرَ النَّبِيُّ

ﷺ عَلِيًّا أَنْ يُقِيمَ عَلَيَّ إِحْرَامَهُ .

زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ : قَالَ عَطَاءُ : قَالَ جَابِرٌ : فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِسِعَايَتِهِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (بِمَ أَهَلَّتْ يَا عَلِيُّ) . قَالَ : بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : (فَأَهْدِي ، وَأَمْكُثْ حَرَامًا سَمَا أَنْتَ) . قَالَ : وَأَهْدِي لَهُ عَلِيًّا هَدِيًّا . [ر : ۱۴۸۲]

۴۰۹۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ : حَدَّثَنَا بَكْرٌ : أَنَّهُ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهَلَّ بِعُمْرَةَ وَحَجَّةٍ ، فَقَالَ : أَهَلَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحَجِّ ، وَأَهَلَّلْنَا بِهِ مَعَهُ ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ : (مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً) . وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ هَدْيٌ ، فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بِمَ أَهَلَّتْ ، فَإِنَّ مَعَنَا أَهْلَكَ) . قَالَ : أَهَلَّتْ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ ، قَالَ : (فَأَمْسِكْ ، فَإِنَّ مَعَنَا هَدِيًّا) . [ر : ۱۴۸۳]

### باب : غزوة ذي الخلصة

۴۰۹۷/۴۰۹۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ : حَدَّثَنَا بَيَّانٌ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ : كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلْصَةِ ، وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَّةُ ، وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلْصَةِ) . فَفَرَرْتُ فِي مِائَةِ وَخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ ، وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَدَعَا لَنَا وَإِلَى خَمْسٍ . (۴۰۹۸) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا بَحْيٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ :

قَالَ لِي جَرِيرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا تَرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلْصَةِ) . وَكَانَ بَيْنَا فِي خَتَمٍ ، بُسْمَى الْكَعْبَةِ الْيَمَانِيَّةَ ، فَأَنْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةَ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ ، وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثْرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ : (اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا) . فَأَنْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكَتَهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أُجْرَبُ ، قَالَ : فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ .

(۴۰۹۹) : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَلَا تَرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلْصَةِ) . فَقُلْتُ : بَلَى ، فَأَنْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةَ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ ، وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَضَرَبَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثْرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي ، وَقَالَ : (اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا) . قَالَ : فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ . قَالَ : وَكَانَ ذُو الْخَلْصَةِ بَيْنًا بِالْيَمَنِ لِخَتَمٍ وَبِجِيلَةٍ ، فِيهِ نُصَبُ تُعْبَدُ ، يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ ، قَالَ : فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا .

قَالَ : وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرٌ الْيَمَنَ ، كَانَ بِهَا رَجُلٌ يَسْتَقِيمُ بِالْأَزْلَامِ ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَاهُنَا ، فَإِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ ، قَالَ : فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا إِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيرٌ ، فَقَالَ : لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ : أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، أَوْ لَا ضَرِبَنَّ عُنُقَكَ ؟ قَالَ : فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ، ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُبَشِّرُهُ بِذَلِكَ ، فَلَمَّا أتَى النَّبِيُّ ﷺ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكَتَهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أُجْرَبُ ، قَالَ : فَبَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ . [ر : ۲۸۵۷]

ذوالنخلصہ اس گھر اور بیت کا نام تھا جس کے اندر بت رکھا ہوا تھا، بعض لوگوں نے کہا کہ ذوالنخلصہ بت کا نام تھا اور نخلصہ اس مکان کا نام تھا جس میں ذوالنخلصہ نامی بت رکھا گیا تھا۔ (۲۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں تین روایات ذکر کی ہیں، پہلی روایت مختصر ہے، دوسری روایت اس سے ذرا تفصیلی اور تیسری سب سے زیادہ تفصیلی ہے۔



یمن کے علاقہ میں جہاں قبیلہ خثعم آباد تھا ایک بت ذوالنخلصہ نامی گھر میں رکھا ہوا تھا لوگ آ کر اس کی عبادت کرتے، اس پر ہار چڑھاتے اور اس کے تقرب کے لیے وہاں جانور ذبح کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی سے فرمایا کہ آپ ذوالنخلصہ سے مجھے راحت نہیں پہنچائیں گے (کہ اس کو منہد کر کے مجھے اس کی تکلیف سے محفوظ کر دیں) حضرت جریر چونکہ اس علاقہ کے اشراف میں سے تھے اس لیے آپ نے ان کو یہ حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھ قبیلہ احس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر اس بت خانہ کے انہدام کے لیے روانہ ہو گئے، حضرت جریر بن عبد اللہ خود گھوڑے پر اچھی طرح سواری نہیں کر سکتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر مارا اور ساتھ یہ دعا کی۔ ﴿اللهم ثبتہ واجعله هادياً مهدياً﴾ ”اے اللہ! انہیں ثابت قدم رکھ اور دوسروں کو ہدایت دینے اور خود ہدایت پر رہنے والا بنادے“ حضرت جریر کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یمن کے اس بت خانہ کے پاس پہنچے اور اس کو آگ لگا کر نیست و نابود کر دیا۔ قبیلہ احس کے ایک صحابی حضرت الوارطاہ کو حضرت جریر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دینے کے لیے روانہ کیا تاکہ وہ آپ کو یہ بشارت دیں، جب وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ، والذی بعثک بالحق، ماجئت حتی ترکتھا کانھا جمل اجر“ یعنی یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ کی خدمت میں آنے کے لیے اس وقت تک نہیں چلا جب تک اس بت خانہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح سیاہ کر کے نہیں چھوڑا، عربوں کے ہاں دستور تھا کہ خارش زدہ اونٹ پر تار کول ملتے تھے، مطلب یہ ہے کہ تار کول لگائے ہوئے خارش زدہ اونٹ کی طرح ذوالنخلصہ کو جلا کر کالا کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خبر سے بڑے مسرور ہوئے اور آپ نے پانچ مرتبہ قبیلہ احس کے سواروں اور پیادوں کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

حدثنا مسدد.... يقال له ذوالنخلصة والكعبة اليمانية والكعبة الشامية

① بعض لوگوں نے کہا ”والكعبة الشامية“ غلط ہے کیونکہ کعبہ شامیہ مکہ مکرمہ میں واقع بیت اللہ شریف کو کہا جاتا ہے کیونکہ بیت اللہ یمن کی جہت سے شام کی طرف واقع ہے اس لیے اس کو شامیہ کہتے ہیں، یمن میں واقع ذوالنخلصہ کو کعبہ شامیہ کہنا غلط ہے۔ (۲۰)

- ⑤ بعض حضرات نے کہا کہ روایت میں ”والکعبة الشامیة“ درست ہے لیکن اس سے ذوالنخلصہ مراد نہیں بلکہ بیت اللہ ہی مراد ہے اور تقدیری عبارت ہے ”والکعبة الشامیة هی التی بمکة“ یعنی ”الکعبة الشامیة“ مبتدا ہے اور خبر اس کی محذوف ہے اور بتانا یہ ہے کہ کعبہ شامیہ وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ (۳۱)
- ⑥ بعض علماء نے کہا کہ ”الکعبة“ مبتدا اور ”الشامیة“ اس کی خبر ہے اور یہ ماقبل سے خال ہے اور مطلب یہ ہے کہ ذوالنخلصہ کو کعبہ کہا جاتا ہے حالانکہ کعبہ تو صرف شامیہ ہے (جو مکہ میں واقع ہے) (۳۲)
- ⑦ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یمن میں واقع ذوالنخلصہ نامی بت خانہ کو کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا، یمانیہ تو اس لیے کہ وہ یمن میں واقع تھا اور شامیہ اس لیے کہ اس کا ایک دروازہ شام کی جانب تھا لہذا روایت میں ”یقال.... الکعبة الشامیة“ کو غلط کہنے یا رکیک تاویلات کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۳۳) واللہ اعلم۔

### باب : غزوة ذات السلاسل .

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”السلاسل“ پہلے سین کے فتح اور دوسرے سین کے کسرہ کے ساتھ ہے ، بعض نے پہلے سین کا ضمہ پڑھا ہے۔ (۳۴)

### وجہ تسمیہ

- ① علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ ”ذات السلاسل“ ایک چشمہ تھا چونکہ اس کا پانی سلسال یعنی خوشگوار تھا اس لیے اس چشمہ کو ذات السلاسل کہتے ہیں، یہ غزوة اسی مقام پر پیش آیا تو اس کی طرف نسبت کر کے اس غزوة کو غزوة ذات السلاسل کہتے ہیں۔ (۳۵)
- ② بعض حضرات نے کہا کہ ”سلاسل“ سلسلہ کی جمع ہے ، سلسلہ زنجیر اور بیڑی کو کہتے ہیں چونکہ اس غزوة میں مشرکین نے جم کر لڑنے کی غرض سے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں اس لیے اس کو ”غزوة ذات السلاسل“ کہتے ہیں۔ (۳۶)
- ③ قاضی عیاض نے فرمایا کہ سلاسل درحقیقت اس ریت کو کہتے ہیں جو تہہ بہ تہہ جمی ہوئی ہوتی ہے

(۳۱) فتح الباری: ۴/۸

(۳۲) قال الكرمانی: ویحتمل ان تكون الکعبة مبتداً، والشامیة خبره، والجملة حال، ومعناها: ان الکعبة هی الشامیة لا غیر۔

(وانظر شرح الكرمانی: ۱۶/۱۷۸)

(۳۳) دیکھیے فتح الباری: ۴/۸ (۳۴) شرح الكرمانی: ۱۶/۱۸۰ (۳۵) عمدۃ القاری: ۱۲/۱۸

(۳۶) فتح الباری: ۴/۸۔ نیز دیکھیے معجم البلدان: ۳/۳۳۔

جس جگہ یہ غزوہ پیش آیا وہاں چونکہ تہہ بہ تہہ ریت جمی ہوئی تھی اس لیے اس کو غزوہ ذات السلاسل کہا جاتا ہے (۳۷) واللہ اعلم۔

وَهِيَ غَزْوَةٌ لَحْمٍ وَجَذَامٍ ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ .

اسماعیل بن ابی خالد کے بقول یہ غزوہ قبیلہ لحم اور جذام کے ساتھ پیش آیا، لحم مالک بن عدی بن حارث کا لقب تھا اسی کی طرف یہ قبیلہ منسوب ہے، جذام لحم کا بھائی تھا جس کا نام عمرو بن عدی تھا، اس کی اولاد کو ”بنو جذام“ کہتے ہیں۔ (۳۸)

وَقَالَ ابْنُ إِسْحَقَ ، عَنْ يَزِيدَ ، عَنْ عُرْوَةَ : هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ ، وَعُذْرَةَ ، وَبَنِي الْقَيْنِ .

کبلی، عذره اور بنو القین تینوں قضاعہ کی شاخیں ہیں (۳۹) ابن اسحاق نے یزید کے واسطے سے عروہ سے نقل کیا ہے کہ یہ غزوہ قبیلہ بلی، عذره اور بنی القین کے بلاد میں پیش آیا۔

۴۱۰۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ : أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ ، عَنْ أَبِي عُمَانَ :

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ، قَالَ : فَأَنْتَهُ فَقُلْتُ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ : (عائشة) . قُلْتُ : مِنْ الرِّجَالِ ؟ قَالَ : (أبوها) . قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ : (عمر) . فَعَدَّ رِجَالًا ، فَسَكَتُ مَخَافَةَ أَنْ يَجْعَلَنِي فِي آخِرِهِمْ . [ر : ۳۴۶۲]

اس غزوے کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ رکھتی ہے، یہ خبر سن کر آپ نے حضرت عمرو بن العاص کی زیر سرکردگی تین سو آدمیوں کی جماعت مقام ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمائی (۴۰) جب صحابہؓ کی یہ جماعت دشمن کے علاقہ کے قریب پہنچی تو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے اس لیے صحابہؓ نے رافع بن مکیثؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ مدد کے لیے مزید آدمی بھیجیں (۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر بنا کر دو سو آدمیوں کو مدد کے لیے روانہ کیا جن میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ بھی تھے اور یہ نصیحت فرمائی کہ عمرو بن العاص سے جا ملو اور آپس میں متفق رہنا، کسی

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۲۶/۶۔ کتاب المناقب، ابواب فضائل ابی بکرؓ والسیرة الحلییة: ۱۹۰/۳۔ لیکن ان دو کتابوں میں قاضی عیاض کی طرف اس قول کو منسوب نہیں کیا گیا بلکہ ”قیل“ سے نقل کیا گیا۔ ان کے علاوہ احقر نے کئی کتابوں میں تلاش کیا لیکن نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم

(۳۸) عمدۃ القاری: ۱۲/۱۸ (۳۹) عمدۃ القاری: ۱۲/۱۸۔ فتح الباری: ۴/۸ (۴۰) طبقات ابن سعد: ۴/۱۴۱

(۴۱) طبقات ابن سعد: ۲/۱۴۱۔ والسیرة النبویة والاثار المحمدیة: ۲/۲۳۳

قسم کے اختلاف سے دور رہنا (۳۳) حضرت ابو عبیدہؓ جب وہاں پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو انہوں نے امامت کرنا چاہی، حضرت عمروؓ نے کہا کہ امیر لشکر تو میں ہوں، تم تو میری مدد کے لیے آئے ہو، نماز میں پڑھاؤں گا، ابو عبیدہؓ نے کہا کہ تم اپنی جماعت کے امیر ہو اور میں اپنی جماعت کا، لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اختلاف سے بچنے کے لیے حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی اطاعت کی اور فرمایا کہ میں تمہاری اطاعت کروں گا اگرچہ تم میری مخالفت کرو (۳۴) پھر صحابہؓ نے مل کر حملہ کیا اور بنو قضاعہ مرعوب ہو کر بھاگ گئے، صحابہؓ نے دشمن کا اتب کرنا چاہا لیکن حضرت عمروؓ نے منع کر دیا (۳۴) اس غزوے میں حضرت عمروؓ نے صحابہ کو آگ روشن کرنے سے بھی منع کر دیا تھا، سردی کا زمانہ تھا، حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی لیکن انہوں نے کہا اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اس کو اسی آگ میں پھینک دوں گا، اسی طرح ایک دن حضرت عمرو بن العاصؓ کو احلام ہو گیا تو صبح کی نماز انہوں نے تیمم کر کے پڑھائی۔ (۳۵)

صحابہ جب واپس مدینہ منورہ آئے تو حضرت عمرو بن العاصؓ کی یہ تینوں باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! دشمن کے تعاقب سے بس نے اس لیے روکا تھا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم ان کا تعاقب کریں اور آگے ان کی مدد کے لیے دوسرے لوگ موجود ہوں تو خواہ مخواہ ہمیں نقصان اٹھانا پڑ جائے گا اور آگ جلانے سے میں نے اس لیے روکا تھا کہ کہیں آگ روشن دیکھ کر دشمن کو اس کے ذریعے سے ہماری قلت کا اندازہ نہ ہو جائے (۳۶) اور احلام کے بعد تیمم کر کے میں نے نماز اس لیے پڑھائی کہ سخت سردی تھی اور مجھے غسل کرتے ہوئے جان کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ (۳۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور ان سے کچھ نہیں فرمایا۔ (۳۸)

چونکہ اس سریہ میں بڑے بڑے صحابہؓ بھی حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت تھے اس لیے انہیں یہ خیال ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ میں سب سے زیادہ محبوب ہیں چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ائی الناس احب الیک؟ لوگوں میں کون آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا "عائشة" عرض کیا "من الرجال؟" مردوں میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا "ابوہا" یعنی صدیق اکبرؓ، عرض کیا "ثم من؟" آپ نے فرمایا "عمر" اس طرح انہوں نے کئی لوگ گنوائے اور پھر اس خوف کی وجہ

(۳۳) سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/۲۵۹ (۳۳) الکامل للذہبی: ۲/۵۶ (۳۴) فتح الباری: ۸/۷۷

(۳۵) فتح الباری: ۸/۷۵۔ والسیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ: ۲/۲۳۲ (۳۶) السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ: ۲/۲۳۲ (۳۷) سورۃ النساء: ۲۹/۲۹

(۳۸) دیکھیے سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا خاف الجنب البرد یتیمم: ۱/۹۲۔ رقم الحدیث ۳۳۳

سے خاموش ہو گئے کہ کہیں ان کا نام سب سے آخر میں نہ آجائے۔

فائدہ

عام اہل سیر نے غزوة ذات السلاسل کو ماہ جمادی الثانی ۸ھ میں قرار دیا ہے، بعض نے کہا کہ یہ غزوة سن ۷ھ میں واقع ہوا ہے (۴۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ۱۰ھ کے واقعات میں ذکر کیا ہے لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ امام بخاری نے غزوات و سرایا کی تاریخی ترتیب کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا ہے اور بسا اوقات تاریخ وقوع میں ان کی رائے بھی عام اہل سیر سے مختلف ہوتی ہے۔

### باب : ذَهَابُ جَرِيرٍ إِلَى الْيَمَنِ .

۴۱۰۱ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ : حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ : كُنْتُ بِالْيَمَنِ ، فَلَقَيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ : ذَا كَلَّاعٍ وَذَا عَمْرٍو ، فَجَعَلْتُ أُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ لِي ذُو عَمْرٍو : لَيْنُ كَانَ الَّذِي تَذَكَّرُ مِنْ أَمْرِ صَاحِبِكَ ، لَقَدْ مَرَّ عَلَيَّ مِنْذُ ثَلَاثٍ . وَأَقْبَلَا مَعِيَ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ ، رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِينَةِ فَسَأَلْنَاهُمْ ، فَقَالُوا : قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، وَأَسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ ، وَالنَّاسُ صَبَالِحُونَ . فَقَالَا : أَخْبِرْ صَاحِبِكَ أَنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنُعُودُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ، وَرَجَعَا إِلَى الْيَمَنِ ، فَأَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرٍ بِحَدِيثِهِمْ ، قَالَ : أَفَلَا جِئْتَهُمْ ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِي ذُو عَمْرٍو : يَا جَرِيرُ إِنْ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةٌ ، وَإِنِّي مُخْبِرُكَ خَبْرًا : إِنَّكُمْ ، مَعْشَرَ الْعَرَبِ ، لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ إِذَا هَلَكَ أَمِيرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِي آخِرٍ ، فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوا مُلُوكًا ، يَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ ، وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوكِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ کو ایک مرتبہ یمن کی طرف ذوالنحصر منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا جس کا واقعہ گزر چکا، یہ دوسری بار آپ نے ان کو دین کی تبلیغ کی غرض سے روانہ کیا تھا، یہ حجۃ الوداع کے بعد کا واقعہ ہے۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت جریر نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اہل یمن کی طرف بھیجا تاکہ میں انہیں دین اسلام کی دعوت دوں اور اگر وہ دعوت سے انکار کر دیں تو ان سے جہاد کروں (۵۰) ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت جریر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی دو بااثر شخصیتوں کو

اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے بھیجا تھا جن میں ایک شخص کا نام ”ذوکلاع“ اور دوسرے کا نام ”ذوعمرو“ تھا۔ (۵۱) ممکن ہے آپ نے خصوصیت کے ساتھ تو ان دونوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے حضرت جریرؓ سے کہا ہو اور ساتھ عام اہل یمن میں بھی اسلام کی دعوت کا کام کرنے کے لیے کہا ہو۔

حضرت جریرؓ نے ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور دونوں حضرت جریرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بیان کیں تو اس پر حضرت جریرؓ سے ”ذوعمرو“ نے کہا ”لئن کان الذی تذکر من امر صاحبک لقد مر علی اجلہ منذ ثلاث“ اگر وہ باتیں جو تم اپنے صاحب کے متعلق بیان کر رہے ہو صحیح اور درست ہیں تو ان کی موت کو پھر تین دن گذر چکے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذوعمرو نے یہ بات کیسے کہی؟ بعض حضرات نے کہا کہ یہ بات اس نے یہود کی کتب قدیمہ کے حوالے سے بتلائی، وہ یہود کی کتابوں سے واقف تھا (۵۲) لیکن حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آدمی کاہن تھا اور اپنی کہانت کے ذریعہ اس نے یہ معلوم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کاہن کو خود اپنی بات پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ ذوعمرو یہ بھی کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے باوجود جریرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر بھی کر رہا ہے کہ ممکن ہے ملاقات ہو جائے اور انتقال نہ ہوا ہو۔ (۵۳)

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم راستہ ہی میں تھے کہ مدینہ منورہ سے چند حضرات آتے دکھائی دیئے ان سے ہم نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے اور ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا ہے اور کوئی گڑبڑ نہیں ہے لوگ ٹھیک ہیں، کوئی انتشار نہیں ہے۔ یہ خبر سن کر ذوکلاع اور ذوعمرو دونوں نے حضرت جریرؓ سے کہا کہ اپنے صاحب یعنی حضرت صدیقؓ کو بتادینا کہ ہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے) آنے تھے اور چونکہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے اس لیے اب ہم واپس جا رہے ہیں پھر انشاء اللہ آئیں گے چنانچہ دونوں یمن واپس چلے گئے۔ حضرت صدیقؓ کو حضرت جریرؓ نے یہ واقعہ بتلایا تو انہوں نے کہا کہ تم ان کو ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد حضرت جریرؓ کی ذوعمرو سے ملاقات ہوئی، غالباً یہ حضرت عمرؓ کا دور خلافت تھا (۵۴) تو ذوعمرو نے حضرت جریرؓ سے کہا جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے (کہ تمہاری

(۵۱) فتح الباری: ۷/۸ (۵۲) فتح الباری: ۷/۸

(۵۳) فیض الباری: ۱۴/۱۳۱۔ لیکن ابن عبد البر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ ذوعمرو نے خواب دیکھا جس سے انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ (دیکھیے الاستیعاب لابن عبد البر: ۱/۳۹۰۔ علی هامش الاصابة) (۵۴) فتح الباری: ۷/۸

بدولت اللہ نے مجھے اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا) اس لیے میں تمہیں ایک بات بتلاتا ہوں۔

انکم معشر العرب، لن تزالوا بخیر ماکنتم اذا هلک امیر، تا مرتّم فی آخر، فاذا کانت بالسيف، کانوا

ملوکا یغضبون غضب الملوک، ویرضون رضا الملوک

”تم عرب لوگ برابر خیر کے ساتھ رہو گے جب تک کہ تم ایک امیر کے بعد دوسرے امیر کا انتخاب آپس کے مشورے سے کرو گے لیکن جب اقتدار پر قبضہ تلوار کے ذریعہ سے ہونے لگے گا تو پھر تمہارے اندر ملوکیت آجائے گی، بادشاہوں کی طرح غصہ ہو گے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہو گے۔“

یعنی جیسے بادشاہ بات بات پر ناراض ہو جایا کرتے ہیں اور ذرا سی بات پر خوش ہو جایا کرتے ہیں نہ ان کی ناراضگی کا کون بھروسہ اور نہ ان کی خوشی کا کوئی اعتبار، یہ کیفیت تم لوگوں کے اندر آجائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

فائدہ

واقدی نے اسانید کثیرہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریرؓ کو ذوکلاع اور ذوعمرہ کے پاس یمن بھیجا تھا، یہ وہاں کے بڑے ذی اثر اور ذی وجاہت لوگ تھے، حضرت جریرؓ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور یہ مسلمان ہوئے (۵۵) بخاری کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کو صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا، ذوکلاع حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ آئے تھے (۵۶) ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ سے وہ حدیث کی روایت بھی کرتے ہیں جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے شریک قتال ہوئے اور وہیں شہید ہوئے۔ (۵۷)

باب : غَزْوَةُ سَيْفِ الْبَحْرِ ، وَهُمْ يَتَلَقُونَ عِيرًا لِقَرَيْشٍ ،

وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ .

سیف (بکسر السین) کنارہ کو کہتے ہیں، قافلہ قریش پر حملہ کرنے کی غرض سے چونکہ یہ جماعت ساحل سمندر کی طرف گئی تھی اس لیے اس کو ”غزوة سيف البحر“ کہتے ہیں۔ (۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہؓ کو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی سرکردگی میں اس مہم پر روانہ فرمایا۔ ابن سید الناس (۵۹) ابن سعد (۶۰) اور اکثر اصحاب مغازی کی رائے یہ ہے کہ غزوة سيف

(۵۵) دیکھیے، الاصابہ فی تہذیب الصحابہ: ۱ / ۴۹۲ (۵۶) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۱۳

(۵۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، الاستیعاب لابن عبدالبر: ۱ / ۳۸۵-۳۸۶۔ علی هامش الاصابہ

(۵۸) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۱۵ (۵۹) دیکھیے زاد المعاد: ۲ / ۲۸۹

(۶۰) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۲۲۔ نیز ابن اثیر نے بھی ۸ھ کے واقعات میں اس کو ذکر کیا ہے (دیکھیے الکامل لابن اثیر: ۲ / ۱۵۷)۔

البحر رجب ۸ھ میں پیش آیا ہے۔ یمن اس پر اشکال یہ ہے کہ رجب ۸ھ کا زمانہ فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے اور صلح کے زمانہ میں مسلمانوں کا قریش کے قافلہ پر اس طرح لشکر کشی کرنا معاہدہ صلح کی خلاف ورزی ہے جس کا صدور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقابل فہم ہے اس لیے حافظ ابن قیم (۶۱) اور حافظ ابن کثیر (۶۲) کی رائے یہ ہے کہ غزوہ ہند صلح حدیبیہ سے پہلے پیش آیا ہے۔

حافظ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح تقریب میں ابن سید الناس اور ابن سعد کی روایت کو راجح قرار دیا کہ یہ رجب ۸ھ کا واقعہ ہے اور معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کے حوالے سے وارد ہونے والے اشکال کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ رجب ۸ھ تک صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی خود قریش نے کر ڈالی تھی، بنو کمر نے بنو خزاعہ کے خلاف اقدام کیا تھا اور قریش نے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو کمر کی مدد کر کے معاہدہ صلح توڑ دیا تھا اس لیے رجب ۸ھ کا یہ زمانہ صلح نہیں کہ شرائط صلح کی پابندی ضروری قرار دیکر اشکال کیا جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور بات لکھ دی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو آدمیوں کی یہ جماعت قافلہ قریش پر حملہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ان کی حفاظت کے لیے روانہ فرمائی تھی قریش کا تجارتی قافلہ آ رہا تھا اور قبیلہ جہینہ کے علاقہ سے اسے گزرنا تھا، جہینہ کے لوگ لوٹ مار کے عادی تھے اندیشہ تھا کہ وہ کہیں قافلہ قریش کو لوٹ نہ لیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی زیر قیادت تین سو صحابہؓ اس کی حفاظت کے لیے روانہ فرمائے۔ (۶۳)

مولانا شبلی نعمانی مرحوم نے حافظ کے اس بیان پر اعتماد کیا ہے (۶۴) لیکن علامہ قسطلانی، زر قانی، واقدی، ابن سعد، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی سب حضرات کہتے ہیں کہ یہ سر یہ آپ نے قافلہ قریش کے تعاقب کے لیے بھیجا تھا (۶۵) واللہ اعلم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین احادیث اس باب میں نقل کی ہیں جن میں اس غزوہ کے متعلق

تفصیلات ہیں۔

۴۱۰۴/۴۱۰۲ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : لَمَّا بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْنَا قِبَلَ السَّاحِلِ ، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ، وَهُمْ ثَلَاثُمِائَةٍ ، فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَبَيَّ الزَّادُ ، فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ، فَكَانَ مِزْوَدِي تَمْرًا ، فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى

(۶۱) دیکھیے، زاد المعاد: ۳/۳۹۰۔ فصل فی سریۃ النخبط (۶۲) البدایہ والنہایہ: ۳/۲۴۴ (۶۳) فتح الباری: ۸/۷۸ (۶۴) سیرت النبی: ۱/۲۴۱

(۶۵) چنانچہ حافظ ابن حجر کے علاوہ اہل مغازی میں سے کسی نے بھی نہیں لکھا کہ یہ سر یہ قافلہ قریش کی حفاظت کے لیے آپ نے روانہ فرمایا۔



فِي ، فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ ، فَقُلْتُ : مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ ؟ فَقَالَ : لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنَيْتَ ، ثُمَّ أَنْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ ، فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرْبِ ، فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ، ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلْعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَا ، ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ نَحْبَهُمَا فَلَمْ تُصِيبَهُمَا .

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل سمندر کی جانب ایک لشکر بھیجا، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو امیر لشکر بنایا، ابھی ہم راستہ میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا، حضرت ابو عبیدہؓ نے لشکر سے کہا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے چنانچہ سب کو جمع کیا گیا ”فکان مزودى تمر“ تو دو تھیلیاں کھجور کی اکھٹی ہو گئیں، اب وہ ہمیں روزانہ تھوڑی تھوڑی کھجور دیا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہونے کے قریب پہنچ گئیں تو ایک ایک کھجور ملنے لگی، ”فقلت: ماتغنى عنكم تمره؟“ وہب بن کیسان نے حضرت جابرؓ سے کہا ایک کھجور سے تمہیں کیا نائدہ ہوتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا ”لقد وجدنا فقدنا حين فنيت“ اس ایک کھجور کے نہ ملنے کو ہم نے اس وقت محسوس کیا جب اس کا ملنا بھی بند ہو گیا۔ پھر جب ہم سمندر کے کنارے پہنچے ”فاذا حوت مثل الظرب“ وہاں پہاڑی (چٹان) جیسی ایک مچھلی مل گئی، لوگوں نے اٹھارہ دن تک اس کا گوشت کھایا۔ ظرب: چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں۔

پھر حضرت ابو عبیدہؓ کے حکم سے اس کی پسلیوں کی دو ہڈیاں کھڑی کی گئیں اور لشکر میں سب سے طویل اقامت آدمی اونٹنی پر بیٹھ کر ان کے نیچے سے گزر گیا لیکن اس کا سر ان پسلیوں تک نہیں پہنچ پایا (پہلی روایت میں صرف اونٹ کے گزرنے کا ذکر ہے، دوسری روایت میں اونٹ پر بیٹھ کر طویل اقامت آدمی کے گزرنے کا ذکر ہے)

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قصہ میں روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ اس مچھلی کی ایک آنکھ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے تیرہ آدمیوں کو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ وہ تیرہ آدمی اس کی آنکھ کے گڑھے میں سما گئے۔ (۶۸)

(۴۱۰۳) : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ : بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثِمِائَةَ رَاكِبٍ ، أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ، نَرَضُدُ عَيْرَ قُرَيْشٍ ، فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ ، فَأَصَابَنَا جُرْعٌ

(۱) المزود (بکسر الميم وسكون الزاي): ما يجعل فيه الزاد۔ (فتح الباری: ۴۶۷/۸)

(۲) الظرب (بفتح الظاء وكسر الراء): الجبل الصغير۔ (وإنظر العمدة: ۱۵/۱۸)

(۶۸) صحيح مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب اباحة ميتات البحر



حالت نہ دیکھی گئی اور انہوں نے اہل ساحل سے ادھار اونٹ خرید کر ذبح کرنا شروع کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان سے کہا کہ رقم تو آپ کے پاس ہے نہیں، ادھار خرید کر تم اونٹ ذبح کئے جا رہے ہو، یہ قرض کہاں سے ادا کرو گے، حضرت قیس بن سعدؓ نے کہا کہ ہمارے گھر میں مال ہے میں اس سے قرض ادا کروں گا، حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ وہ تو تمہارے ابا کا ہے تو قیس نے کہا کہ میرے والد اجنبی حاجتمندوں اور غریبوں کی امداد کرتے ہیں تو میں اگر مقروض ہوں گا تو کیا میری امداد نہیں کریں گے؟ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کی باتوں سے متاثر ہو کر کچھ نرمی اختیار کی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بالکل نہیں، انہیں حتماً روک دیا جائے چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے انہیں منع کر دیا، مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد حضرت قیس بن سعدؓ نے اپنے والد کو یہ واقعہ سنایا تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ فلاں جگہ کے چار باغ میں تمہارے نام کئے دیتا ہوں تاکہ آئندہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آئے تو تم کہہ سکو کہ میرے پاس چار باغ ہیں اور اس قسم کے کارخیر میں تم سے تخلف واقع نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا یہ گھرانہ جو دو سخاوت کا گھرانہ ہے، یہی بات ان کے شایان شان تھی۔ (۴۲)

حضرت قیس بن سعدؓ ہی وہ آدمی تھے جو قوم میں ”اطول رجل“ قرار دیئے گئے تھے اور اونٹ پر بیٹھ کر یہ اس پچھلی کی دو پسلیوں کے نیچے سے گزرے تھے (۴۳) حضرت عمرؓ بھی طویل القامت تھے مگر قیس کا قد ان سے بھی زیادہ لمبا تھا۔

(۴۱۰۴) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : عَرَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ ، وَأَمْرًا أَبُو عُبَيْدَةَ ، فَجَعْنَا جُوعًا شَدِيدًا ، فَأَلْفَى لَنَا الْبَحْرُ حُونًَا مَبْتَأًا لَمْ نَرِ مِثْلَهُ ، يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ ، فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَسَرَّ الرَّأْيِبُ تَحْتَهُ .

فَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ : قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ : كُلُوا ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (كُلُوا ، رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ ، أَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ) . فَأَتَاهُ بَعْضُهُمْ بِعُضْوٍ فَأَكَلَهُ . [ر : ۲۳۵۱]

فاکلنا منہ نصف شہر... پہلی روایت میں اٹھارہ دن آیا تھا اور اس روایت میں پندرہ دن کا ذکر ہے اس روایت میں کسر کو حذف کر دیا گیا۔

(۴۲) تفصیل کے لیے دیکھیے، السیرة العلییة: ۱۹۲/۳-۱۹۳

(۴۳) فتح الباری: ۸۰/۸

## باب : حَجُّ أَبِي بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِي سَنَةِ تِسْعٍ .

۴۱۰۵ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ ، فِي الْحَجَّةِ النَّبِيِّ أَمْرَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَدِّنُ فِي النَّاسِ أَنْ : لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا ، وَلَا يَطُوفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا . [ ر : ۳۶۲ ]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ہجری میں حضرت صدیق اکبرؓ کو حج کا امیر مقرر فرما کر مکہ مکرمہ روانہ کیا، اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ یہ روانگی ۹ ہجری میں ہوئی البتہ اس میں روایات مختلف ہیں کہ یہ حج ذی قعدہ میں ہوا یا ماہ ذی الحجہ میں۔ ابن سعد (۷۴) ازرقی اور ابن اسحاق وغیرہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ ماہ ذی الحجہ میں ہوا ہے، مفسرین میں سے ثعلبی اور ربیعانی کی بھی یہی رائے ہے۔ (۷۵) ازرقی نے اخبار مکہ میں صراحتاً یہ لکھا ہے کہ یہ حج ذی الحجہ میں ہوا ہے (۷۶) ابن اسحاق نے صراحتاً تو نہیں لکھا لیکن ان کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے میں بھی یہ حج ذی الحجہ میں ہوا کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ غزوہ تبوک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آ کر ماہ شوال اور ماہ ذی قعدہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت صدیقؓ کو حج کے لیے مکہ روانہ فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ذی الحجہ میں آپؐ نے انہیں روانہ فرمایا۔ (۷۷) مجاہد اور ان کے بعض متبعین کہتے ہیں کہ یہ حج ذی قعدہ میں ہوا ہے، (۷۸) حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھ دیا ”والمعتمد ماقالہ مجاہد“ لیکن یہاں حافظ ابن حجرؒ سے سہو ہو گیا ہے، صحیح عبارت ”والمعتمد خلاف ماقالہ مجاہد“ ہونی چاہیے، دلیل اس کی یہ ہے کہ خود حافظ نے اس کے ساتھ آگے لکھا ”وبہ جزم الازرقی“ (۷۹) جبکہ ازرقی نے مجاہد کے قول پر جزم نہیں کیا ہے بلکہ اس کے قول کے خلاف جزم کیا ہے کیونکہ مجاہد ذی قعدہ میں اس حج کے وقوع کے قائل ہیں اور ازرقی ذی الحجہ میں اس کا وقوع مانتے ہیں۔ اسی طرح حافظ نے لکھا ”فذکر ابن سعد... ان حجة ابی بکر وقعت فی ذی القعدة“ (۸۰) یہ بھی سبقت قلم ہے کیونکہ ابن سعد نے طبقات میں ”فی ذی الحجة“ لکھا ہے۔ (۸۱)

اس حج میں مدینہ منورہ سے حضرت صدیقؓ کے ساتھ تین سو صحابہؓ گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۷۴) طبقات ابن سعد: ۱۶۸ / ۴ (۷۵) فتح الباری: ۸۲ / ۸ (۷۶) اخبار مکہ: ۱ / ۱۸۶ - (۷۷) سیرت ابن ہشام: ۲۲۷ / ۲

(۷۸) فتح الباری: ۸۳ / ۸ (۷۹) دیکھئے فتح الباری: ۸۳ / ۸ (۸۰) ایضاً (۸۱) طبقات ابن سعد: ۱۶۸ / ۴ - لیکن ممکن ہے کہ ابن سعد نے ”طبقات“ کے علاوہ کہیں اور ذی قعدہ میں اس حج کا وقوع لکھا ہو کیونکہ حافظ نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے مجاہد سے نقل کیا ہے اور طبقات میں ابن سعد نے مجاہد سے نہیں نقل کیا اس لیے بہت ممکن ہے کہ کسی اور مقام پر ابن سعد نے مجاہد سے ذی قعدہ میں اس کا وقوع نقل کیا ہو۔ واللہ اعلم

و سلم نے بیس اونٹ قربانی کے لئے روانہ فرمائے تھے (۸۲) قرآن نے اس حج کو حج اکبر کہا ہے کیونکہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حج اصل ابراہیمی سنت کے مطابق ادا ہو رہا تھا۔

سورۃ براءت کی ابتدائی آیتیں مشرکین میں سے نقض عہد کرنے والوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں آپ نے حضرت صدیقؓ سے حج کے موقعہ پر ان آیات کے اعلان کے لیے بھی فرمایا تھا لیکن حضرت صدیقؓ کی روانگی کے بعد آپ کو خیال آیا کہ عہد اور نقض عہد کے متعلق یہ اعلان حضرت علیؓ کریں تو زیادہ مناسب ہوگا اس لیے کہ عرب کے دستور کے مطابق ایسے امور میں اعلان خاندان اور اقارب میں سے کوئی فرد کرتا تھا چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور اپنی اونٹنی "عضباء" پر سوار کر کے انہیں حضرت صدیقؓ کے پیچھے روانہ کیا۔ حضرت علیؓ کو آتے دیکھ کر حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا "امیر او مامور" حضرت علیؓ نے فرمایا "مامور ہوں" اور تفصیل بتادی، حضرت صدیقؓ نے لوگوں کو حج کرایا، دسویں تاریخ کو خطبہ دیا، اس کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے، سورۃ براءت کی آیات پڑھیں اور اعلان کیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک کعبہ میں داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی برہنہ ہو کر حج اور طواف کرے گا، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک متعین مدت تک عہد ہے وہ عہد اس کی مدت تک پورا کیا جائے گا اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد ہے لیکن کوئی مدت متعین نہیں ہے اس کو چار ماہ تک امن ہے، اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہوا تو فہارنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ (۸۳)

فائدہ

اس حج سے حضرت صدیقؓ کا فریضہ حج ساقط ہو گیا تھا یا نہیں؟ حافظ ابن قیمؒ کا رجحان اس طرف ہے کہ اس سے ان کا فریضہ حج ساقط نہیں ہوا تھا بلکہ یہ فریضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کی ادائیگی سے پورا ہوا تھا۔ (۸۴)

(۸۲) زاد المعاد: ۳ / ۵۹۳

(۸۳) تفصیل کے لیے دیکھیے 'زاد المعاد: ۳ / ۵۹۳ - ۵۹۵ - وطبقات ابن سعد: ۲ / ۱۶۸ - ۱۶۹ - وسیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ۲ / ۳۲۷ - ۳۲۸

(۸۴) قال العلامة ابن قیم: واختلف في حجة الصديق هذه، هل هي التي اسقطت الفرض، او المسقطه هي حجة الوداع مع النبي صلى الله عليه وسلم؟ على قولين اصحهما الثاني، والقولان مبنيان على اصلين 'احدهما: هل كان الحج فرض قبل حجة الوداع اولاً؟ والثاني: هل كانت حجة الصديق في ذي الحجة، ام وقعت في ذي القعدة من اجل النسب الذي كان الجاهلية يؤخرون له الاشهر ويقدمونها؟ على قولين، والثاني قول مجاهد وغيره، وعلى هذا فلم يؤخر النبي صلى الله عليه وسلم الحج بعد فرضه عاماً واحداً، بل بادر الى الانتثال في العام الذي فرض فيه، وهذا هو اللاتق بهديدو حاله ﷺ وليس بيد من ادعى تقدم فرض الحج سنة ست او سبع او ثمان او تسع دليل واحد - وغاية ما احتج به من قال: فرض سنة ست، قوله تعالى: ﴿واتموا الحج والعمرة لله﴾ (البقرة: ۱۹۶) وهي قد نزلت بالحديبية سنة ست، وهذا ليس فيه ابتداء فرض الحج وانما فيه الامران تمامه اذا شرع فيه، فاین هذا من وجوب ابتدائه وآية فرض الحج وهي قوله تعالى: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاً﴾ (آل عمران: ۹۶) نزلت عام الوفود أو آخر سنة تسع - (وانظر زاد المعاد: ۳ / ۵۹۵)

۴۱۰۶ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً بَرَاءَةٌ ، وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُورَةِ النِّسَاءِ : «يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ» . [ ۴۳۲۹ ، ۴۳۷۷ ، ۶۳۶۳ ]

اس پر گفتگو انشاء اللہ ”کتاب التفسیر“ میں ہوگی۔

باب : وَفْدُ بَنِي تَمِيمٍ .

۴۱۰۷ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي صَخْرَةَ ، عَنْ صَنْوَانَ بْنِ مُخْرَزِ الْمَازِنِيِّ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَلَى نَفَرٍ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : (أَقْبِلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا ، فَرُبِّي ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ ، فَجَاءَ نَفَرٌ مِنَ الْيَمَنِ ، فَقَالَ : (أَقْبِلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ) . قَالُوا : قَدْ قَبَلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب سے ”سلسلۃ الوفود“ شروع فرما رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو عرب کا یہ شک و شبہ جاتا رہا کہ آپ نبی برحق ہیں یا نہیں، کیونکہ قبائل عرب اس انتظار میں تھے کہ اگر یہ رسول قریش پر غالب آکر مکہ مکرمہ فتح کر لیں تو یہ رسول برحق ہیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب جو ق درجوق اسلام کی آغوش میں داخل ہونے لگے اور مختلف قبائل کے وفود آپ کے پاس آنا شروع ہوئے، وفود کا یہ سلسلہ ۹ ہجری میں شروع ہوا اس لیے اس سال کو ”سنۃ الوفود“ کہا جاتا ہے۔ (۸۵)

حافظ مغطائی، حافظ عراقی، ابن سعد اور دمیاطی نے ان وفود کی تعداد ساٹھ سے زیادہ بتائی ہے علامہ قسطلانی نے ان کی تعداد پینتیس لکھی ہے۔ (۸۶) بنو تمیم کا یہ وفد ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (۸۷)

قَالَ ابْنُ إِسْحَقَ : غَزْوَةُ عُمَيْيَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَلَدْرِ بْنِ الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ . بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَغَارَ ، وَأَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا ، وَسَبَى مِنْهُمْ نِسَاءً . [ ر : ۱۸ : ۳۰ ]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کی ایک شاخ ”بنو عنبر“ کے قبائل کے لیے حضرت عیینہ

بن حصنؓ کو پچاس آدمیوں کی جماعت دیکر روانہ کیا، بنو عنبر نے بنو خزاعہ پر شبخون مارا تھا اس لیے ان کی سرکوبی کے لیے یہ لوگ گئے، ان پر حملہ کر کے گیارہ مردوں، گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو قید کیا گیا اور دیگر مال غنیمت بھی ہاتھ آیا (۱) اپنے ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو آزاد کرانے کے لیے بنو تمیم کے رؤساء آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ابن سعد نے ”طبقات“ میں لکھا ہے کہ یہ محرم ۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۲)

۴۱۰۸ : حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثِ سَمْعُوثٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُهَا فِيهِمْ : (هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَالِ) . وَكَانَتْ مِنْهُمْ سَبِيَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ ، فَقَالَ : (أَعْتَقِيهَا ، فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ) . وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ ، فَقَالَ : (هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمٍ ، أَوْ : قَوْمِي) . [ر : ۲۴۰۵]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو تمیم سے تین باتیں معلوم ہونے کے بعد محبت رہی ہے، ایک یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق یہ کہتے سنا کہ ”ہم اشدامتی علی الدجال“ یعنی دجال کے مقابلہ میں میری امت میں سب سے زیادہ سخت اور شدید بنو تمیم کے لوگ ہوں گے، دوسری یہ کہ ان کی ایک عورت حضرت عائشہؓ کے پاس قید تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو اس لیے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اور تیسری بات یہ ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بنو تمیم کے صدقات آنے تو آپؐ نے فرمایا یہ میری قوم کے صدقات ہیں، چونکہ ”الیاس بن مضر“ پر جا کر آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو تمیم کا نسب مل جاتا ہے اس لیے آپؐ نے فرمایا ”یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔“

۴۱۰۹ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ : أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمْرُ الْقَعْقَاعِ بْنِ مَعْبِدِ بْنِ زُرَّارَةَ ، قَالَ عُمَرُ : بَلْ أَمْرُ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : مَا أَرَدْتُ إِلَّا خِلَافِي ، قَالَ عُمَرُ : مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ ، فَتَمَارَبَا حَتَّى أَرْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا ، فَتَنَزَلَ فِي ذَلِكَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدَّمُوا . حَتَّى أَنْقَضَتْ .

[۴۵۶۶ ، ۴۵۶۷ ، ۶۸۷۲]

اس حدیث کی پوری تفصیل انشاء اللہ آگے سورۃ الحجرات کی تفسیر میں آئے گی۔

(۱) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۰-۱۶۱ (۲) طبقات ابن سعد: ۲/ ۱۶۰ (۳) فتح الباری: ۸/ ۸۵- و عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۵

## باب : وفد عبد القيس .

٤١١٠/٤١١١ : حدثني إسحاق : أخبرنا أبو عامر العقدي : حدثنا قرة ، عن أبي جمره ، قلت لابن عباس رضي الله عنهما : إن لي جرة يتبذ لي نبيذ فيها ، فأشربه حلوا في جر ، إن أكثرت منه فجالست القوم فأطلت الجلوس خشيت أن أفتضح ، فقال : قدم وفد عبد القيس على رسول الله ﷺ ، فقال : (مرحبا بالقوم ، غير خرابا ولا الندامي) . فقالوا : يا رسول الله إن بيننا وبينك المشركين من مضر ، وإننا لا نصل إليك إلا في أشهر الحرم ، حدثنا يجعل من الأمر : إن عملنا به دخلنا الجنة ، وندعو به من وراءنا . قال : (أمركم بأربع وأنهاكم عن أربع ، الإيمان بالله ، هل تدرون ما الإيمان بالله ؟ شهادة أن لا إله إلا الله ، وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة ، وصوم رمضان ، وأن تعطوا من المغنم الخمس . وأنهاكم عن أربع : ما انتبذ في الدباء والنقير والحتم والمزفت) .

(٤١١١) : حدثنا سليمان بن حرب : حدثنا حماد بن زيد ، عن أبي جمره قال : سمعت ابن عباس يقول : قدم وفد عبد القيس على النبي ﷺ ، فقالوا : يا رسول الله ، إنا هذا الحي من ربيعة ، وقد حالت بيننا وبينك كفار مضر ، فلسنا نخلص إليك إلا في شهر حرام ، فمرنا بأشياء نأخذ بها وندعو إليها من وراءنا ، قال : (أمركم بأربع ، وأنهاكم عن أربع ، الإيمان بالله : شهادة أن لا إله إلا الله - وعقد واحدة - وإقام الصلاة ، وإيتاء الزكاة ، وأن تؤدوا لله خمس ما غنمتم . وأنهاكم عن الدباء والنقير والحتم والمزفت) .

[ ر : ٥٣ ]

٤١١٢ : حدثنا يحيى بن سليمان : حدثني ابن وهب : أخبرني عمرو . وقال بكر بن مضر ، عن عمرو بن الحارث ، عن بكير : أن كرييا مولى ابن عباس حدثه : أن ابن عباس وعبد الرحمن بن أزهر والمسور بن مخرمة : أرسلوا إلى عائشة رضي الله عنها فقالوا : اقرأ علينا السلام منا جميعا ، وسلها عن الركعتين بعد العصر ، فإننا أخبرنا أنك تصلينهما ، وقد بلغنا أن النبي ﷺ نهى عنهما .

قال ابن عباس : وكنت أضرب مع عمر الناس عنهما



قَالَ كُرَيْبٌ : فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أُرْسَلُونِي ، فَقَالَتْ : سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ ، فَأَخْبِرْتُهُمْ ، فَرَدُّونِي إِلَى أُمَّ سَلَمَةَ بِدِثْلِ مَا أُرْسَلُونِي إِلَى عَائِشَةَ ، فَقَالَتْ أُمَّ سَلَمَةَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهُمَا ، وَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَصَلَّاهُمَا ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ ، فَقُلْتُ : قَوْمِي إِلَى جَنَبِهِ ، فَقُولِي : تَقُولُ أُمَّ سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ ؟ فَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا ، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَخْرِي ، فَفَعَلْتَ الْجَارِيَةَ ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَخْرَتْ عَنْهُ ، فَلَمَّا أَنْصَرَفَ قَالَ : ( يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ ، إِنَّهُ أَتَانِي أَنَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ، فَهُمَا هَاتَانِ ) . [ ر : ۱۱۷۶ ]

۴۱۱۳ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ ، بَعْدَ جُمُعَةِ جُمِعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَانِي . يَعْنِي قَرْيَةَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ . [ ر : ۸۵۲ ]

عبد القیس بہت بڑا قبیلہ تھا، بحرین کا باشندہ تھا (۳) اس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ کس سن میں حاضر ہوا، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔

① واقدی، قاضی عیاض، اور حافظ ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ وفد آپ کی خدمت میں ۸ھ میں

آیا ہے۔ (۴)

② اکثر اہل مغازی کے نزدیک یہ وفد آپ کی خدمت میں ۹ھ میں حاضر ہوا ہے، ابن اسحاق، ابن

ہشام اور حلیف بن خیاط کی بھی رائے یہ ہے۔ (۵)

③ ابو حاتم اور تاریخ خمیس کے مصنف نے اس وفد کی آمد کو ۱۰ھ میں قرار دیا ہے۔ (۶)

یہ سب حضرات اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ یہ وفد آپ کی خدمت میں ایک مرتبہ آیا ہے۔

(۴) شرح مسلم للنووی: ۱/۲۳ کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ....

(۵) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/۳۳۰۔ وطبقات ابن سعد: ۱/۳۱۴۔ والبدایہ والنہایہ: ۵/۳۶۔

(۶) ابو حاتم ابن حبان کا قول ایک درجن سے زیادہ ممکنہ مراجع میں تلاش کیا لیکن نہ مل سکا البتہ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں واقدی کے حوالے

سے ۱۰ھ میں وفد عبد القیس کی آمد کا ذکر کیا ہے دیکھیے لامع الدراری: ۲/۲۳۱۔ کتاب الجمعتہ۔ نیز مصنف تاریخ خمیس نے بھی ۱۰ھ میں اس

وفد کی آمد بیان کی ہے۔ دیکھیے تاریخ الخمیس: ۲/۱۹۲۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ وفد آپ کی خدمت میں دو مرتبہ آیا ہے، ایک مرتبہ فتح مکہ سے قبل ۵ھ میں یا اس سے بھی پہلے اور دوسری مرتبہ اس کی حاضری فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں ہے، پہلی مرتبہ وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے اور دوسری بار یہ وفد چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا۔ (۷)

دو مرتبہ اس وفد کے آنے کی دلیل مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ جب یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۹ھ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مالی اراکم قد تغیرت الوانکم یہ کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تمہارے رنگ بدلے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہلے دیکھا تھا۔

فیض الباری میں علامہ انور شاہ اشمیریؒ کی طرف منسوب کر کے لکھا گیا ہے کہ یہ وفد پہلی بار ۶ھ میں اور دوسری بار ۸ھ میں آیا ہے، ۸ھ کی بات تو صحیح ہے کہ بعض اہل سیر نے اس کو اختیار کیا ہے لیکن ۶ھ میں اس وفد کے آنے کا ذکر کسی نے نہیں کیا ہے، یہ یا تو حضرت شاہ صاحبؒ سے تسامح ہوا ہے اور یا مرتب سے سہو ہوا ہے کہ اس نے ”السنة الخامسة“ کو ”السنة السادسة“ سمجھ کر یہ لکھ دیا۔ (۸)

یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب پہلی بار حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ”مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا ندامی“ مرحبا ہو اس قوم کو جو نہ رسوا ہوئی اور نہ نادام و شرمندہ، یعنی انہوں نے خود آکر اپنی رنجیت اور خوش دلی سے اسلام قبول کیا جنگ و جہاد سے مسلمان نہیں ہوئے کہ انہیں ذلت و ندامت ہوتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرکاء وفد نے عرض کیا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے مشرکین حائل ہیں، ان سے ہماری دشمنی ہے ہم صرف اشہر حرم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں کہ ان ہمینوں میں وہ لوگ لوٹ مار اور قتل و قتال سے عرب کے عام دستور کے مطابق رک جاتے ہیں اس لیے آپ ہمیں کوئی ایسا جامع عمل بتلا دیجئے کہ اس کو بجالانے سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اہل شہر کو بھی اس کی دعوت دے سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں جس کی تفصیل آگے روایت میں آرہی ہے۔

### وفد عبدالقیس کی آمد کا سبب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وفد کی حاضری کے متعلق اصحاب سیر نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کے سردار منذر بن عائد نے اپنی لڑکی منذر بن حیان کو دی تھی، منذر بن حیان تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ آئے، یہ ہجرت کے بعد کا زمانہ تھا، منذر ایک جگہ بیٹھے تھے، اتفاقاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرز اس طرف ہوا، منقذ دیکھ کر کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، لون ہے؟ عرض کیا، منقذ بن حیان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خیریت دریافت کی اور ان کے قبیلے کے شرفاء میں سے ہر ایک کا نام لے کر حال دریافت کیا، قبیلہ عبد القیس کے سردار منذر بن عائد کا حال خصوصیت سے دریافت کیا۔ اس کی وجہ سے منقذ بن حیان اتنے متاثر ہوئے کہ مسلمان ہو گئے، قرآن شریف کا کچھ حصہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ علق وغیرہ سیکھا، جب اپنے وطن جانے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کے سرداروں کے نام ان کے ہاتھ خط روانہ کئے۔

قبیلے میں جا کر منقذ بن حیان نے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا البتہ نماز اور قرآن پڑھتے رہے ان کی بیوی نے اپنے والد منذر سے اس کا تذکرہ کیا کہ میرے شوہر منقذ کی تو اس مرتبہ کچھ عجیب کیفیت ہو گئی ہے، مخصوص اوقات میں وہ منہ ہاتھ دھوتے ہیں اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں، منذر اپنے داماد سے ملے، اس سلسلہ میں بات ہوئی، منقذ نے ان کو پوری داستان سنائی، تفصیل سن کر منذر بن عائد بھی مسلمان ہو گئے، ان کے اسلام لانے کے بعد منقذ بن حیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط انہیں دیا، منذر نے قبیلہ کے لوگوں کو وہ خط سنایا جس میں اسلام کی دعوت انہیں دی گئی تھی چنانچہ پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ (۹)

جب یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے پاس وفد عبد القیس آ رہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں (۱۰) اور ان میں منذر بن عائد اشج عصری بھی ہیں۔ جب وفد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی پہنچا تو وفد کے دوسرے شرکاء آپ سے ملاقات کے شوق میں سواریوں سے بجلت اتر کر خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن وفد کے امیر منذر بن عائد اشج نے اطمینان سے اتر کر پہلے اپنی سواری کو باندھا پھر سب ساتھیوں کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور پھر صاف کپڑے نکال کر زیب تن کئے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا آپ میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں، عقل اور وقار، عرض کیا، یہ دونوں خصلتیں میرے اندر فطری ہیں یا مصنوعی، آپ نے فرمایا بلکہ اللہ نے تمہیں پیدا ہی ان خصلتوں پر کیا ہے، تو اشج نے کہا ﴿ الحمد لله الذی جبلنی علی خلقین، یحبہما اللہ ورسولہ ﴾ (۱۱)

حدیثی اسحاق....

حضرت ابو حمزہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک گھڑا ہے جس میں

(۹) دیکھئے، مع الملہم: ۵۲۳/۱۔ ودلائل النبوة للبیہقی: ۲۲۳/۵ (۱۰) فتح الباری: ۸/۸۵

(۱۱) دلائل النبوة للبیہقی: ۲۲۶/۵-۲۲۸۔ باب وفد عبد القیس

میرے لیے نبیذ بنائی جاتی ہے ، وہ نبیذ بیٹھی ہونے کی حالت میں میں پیتا ہوں ، اسی گھڑے میں وہ رکھی ہوتی ہے ، اگر میں اسے زیادہ پی لوں اور پھر مجمع میں آکر بیٹھوں اور دیر تک بیٹھا رہوں تو مجھے رسوا ہونے کا خوف ہوتا ہے یعنی جب زیادہ پی لیتا ہوں اور پھر دیر تک مجلس میں بیٹھا رہوں تو مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں لشہ نہ چڑھ جائے اور ہلکی ہلکی باتیں کر کے میں لوگوں میں رسوا نہ ہو جاؤں۔

حضرت ابن عباسؓ نے ابو حمزہؓ کو وفد عبدالقیس کی حدیث سنائی ، مسئلہ بھی بتایا اور دلیل بھی بتائی مسئلہ یہ بتایا کہ ایسا جرہ (مٹکا، گھڑا) جس کے مسامات بند ہوں اس میں نبیذ تیار کرنا درست نہیں ہے اور دلیل یہ بیان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس کو دبا، خنتم، مزفت اور نقیر میں نبیذ کے استعمال سے منع کیا تھا کہ ان میں سکر پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے ، لہذا ہمیں بھی ایسے جرہ کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے متعلق دیگر تفصیلات کتاب الایمان میں گزر چکی ہیں۔

تنبیہ

حاشیہ میں قسطلانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ دوسری مرتبہ کی حاضری کا واقعہ ہے (۱۲) لیکن یہ درست نہیں ہے ، کیونکہ روایت میں وفد کا یہ قول منقول ہے کہ ”ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کا قبیلہ آباد ہے ہم صرف اشہر حرم میں آسکتے ہیں۔ اشہر حرم کے علاوہ راستہ میں ان کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہوتا ہے۔“ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی حاضری کا واقعہ ہے کیونکہ جب وفد عبدالقیس دوسری بار حاضر ہوا تھا اس وقت قبیلہ مضر مسلمان ہو چکا تھا اور وہ عبدالقیس اور مسلمانوں کے درمیان حائل نہیں تھا۔

باب : وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَالٍ .

بنو حنیفہ عرب میں یمامہ کا مشہور و معروف قبیلہ ہے ، فتح مکہ کے بعد اس قبیلہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ، اس باب میں امام بخاریؒ نے اولاً حضرت ثمامہ بن اثمال رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں ان کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے ، اس کے بعد پھر وفد بنی حنیفہ سے متعلق حدیث بیان کی ہے ، حضرت ثمامہؓ کے اسلام لانے کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے لیکن چونکہ وہ قبیلہ بنی حنیفہ کے سرداروں میں سے تھے اس لیے امام نے اس واقعہ کو بھی یہاں ذکر کر دیا۔ (۱۳)

۴۱۱۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ :

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أَنَثَالٍ ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ) . فَقَالَ : عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ ، إِنْ تَقَتَلَنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ ، وَإِنْ تُنْعِمَ تُنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٍ ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ . فَتَرَكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ ، ثُمَّ قَالَ لَهُ : (مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ) . قَالَ : مَا قُلْتُ لَكَ : إِنْ تُنْعِمَ تُنْعِمَ عَلَيَّ شَاكِرٍ ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ ، فَقَالَ : (مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ) . فَقَالَ : عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ ، فَقَالَ : (أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ) . فَأَنْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ ، فَاعْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، يَا مُحَمَّدُ ، وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَيَّ الْأَرْضُ وَجْهًا أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهَكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ ، فَأَصْبَحَ دِينَكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ ، وَإِنْ خَيْلِكَ أَخَذْتَنِي ، وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ ، فَمَاذَا تَرَى ؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَغْتَمِرَ ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ : صَبَوْتَ ، قَالَ : لَا ، وَلَكِنْ أَسَلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَلَا وَاللَّهِ ، لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْبَيْتَامَةِ حَبَّةٌ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ .

[ ر : ٤٥٠ ]

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب کچھ سوار روانہ کئے انہوں نے جا کر قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن انثال کو گرفتار کر لیا اور لا کر مسجد کے ایک ستون سے ان کو باندھ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا ما عندک یا ثمامہ؟ ”تمہارا کیا ارادہ ہے اے ثمامہ!“ ثمامہ نے کہا، میرا ارادہ خیر کا ہے، اگر آپ مجھے قتل کریں تو آپ ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحق قتل ہے اور اگر چھوڑ دیں تو یہ ایک شکر کرنے والے آدمی پر آپ کا انعام و احسان ہوگا اور اگر مال چاہتے ہیں تو فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سن کر خاموش چلے گئے، دوسرے اور تیسرے روز بھی یہی سوال وجواب ہوئے، اس دوران حضرت ثمامہ مسلمانوں کی نماز ان کے اعمال اور زندگی کا مشاہدہ کرتے رہے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر فرمایا ”ثمامہ! میں نے آپ کو معاف کر دیا“ اور ان کو کھول کر آزاد کر دیا۔

ثمامہ آزاد ہو کر ایک قرسی باغ میں چلے گئے اور غسل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ

شہادت پڑھ کر مسلمان ہوئے اور کہا اے محمد...! (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ مبغوض نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے کوئی چہرہ محبوب نہیں، اللہ کی قسم! کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا لیکن آج آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں عمرہ کرنا چاہتا تھا کہ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا اب آپ کا کیا حکم ہے؟ (عمرہ کروں یا نہیں!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی اور عمرہ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

اس کے بعد حضرت ثمامہ مکہ گئے، قریش نے کہا یہ صابی (بے دین) ہو گیا ہے، انہوں نے کہا، صابی نہیں بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور خدا کی قسم! اب تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیدیں۔ چنانچہ انہوں نے یمامہ جا کر قریش کا غلہ رکوادیا جس سے اہل مکہ سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرابت کا واسطہ دے کر درخواست کی، آپ نے ثمامہ کو سفارشی خط لکھا کہ ان کا غلہ نہ روکیں تب انہوں نے غلہ جاری کیا۔ (۱۴) حضرت ثمامہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں فتہ وارتداد میں مرتدوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۱۵)

۴۱۱۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ : حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ جَبْرِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَجَعَلَ يَقُولُ : إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ ، وَقَدِمَهَا فِي بَشْرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ نَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شِمَاسٍ ، وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قِطْعَةٌ جَرِيدٍ ، حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ ، فَقَالَ : (لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا ، وَلَنْ تَعْدُوا أَمْرَ اللَّهِ فِيكَ ، وَلَكِنْ أَدْبَرْتَ لِبَعْقِرَتِكَ اللَّهُ ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أَرَيْتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ ، وَهَذَا نَابِتٌ يُحِبُّكَ عَنِّي) . ثُمَّ أَنْصَرَفَ عَنْهُ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّكَ أَرَى الَّذِي أَرَيْتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ) . فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ ، رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارِينَ مِنْ ذَهَبٍ ، فَأَهْمَنِي شَأْنُهُمَا ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ : أَنْ أَنْفُخَهُمَا ، فَفَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا ، فَأَوْلَتْهُمَا كَذَّابِينَ يَخْرُجَانِ بَعْدِي) . أَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ ، وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ . [ ر : ۲۳۴۲۴ ]

۴۱۱۶ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ نَضْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ : أَنَّهُ سَمِعَ  
 أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتَيْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ ،  
 فَوُضِعَ فِي كَفِّي سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَكَبَّرًا عَلَيَّ ، فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَنْفُخَهُمَا ، فَفَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبًا ،  
 فَأَوْلَتْهُمَا الْكَذَّابِينَ الَّذِينَ أَنَا بَيْنَهُمَا : صَاحِبَ صَنْعَاءَ ، وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ) .

[۶۶۳۰ ، وانظر : ۳۴۲۴]

مسلمہ قبیلہ بنی حنیہ کا ایک شخص تھا، اس کا پورا نام مسلمتہ بن ثمامتہ بن کبیر ابن حبیب بن  
 الحارث تھا (۱۶) ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس نے ۱۰ھ میں دعوائے نبوت کیا تھا۔ (۱۷) قاضی عیاضؒ کا  
 خیال ہے کہ اولاً اس نے اسلام قبول کیا تھا، اس کے بعد پھر مرتد ہو کر اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ (۱۸)  
 اس نے آکر یہ کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد مجھے جانشین بنائیں تو میں ان کی اتباع کرتا ہوں۔  
 وقد مهافی بشر کثیر من قومہ

ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بہت بڑی جماعت آئی تھی جبکہ واقدی کی  
 روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ سترہ آدمی تھے، دراصل اس کی آمد دو مرتبہ ہوئی ہے، ایک مرتبہ اس کے  
 ساتھ سترہ آدمی تھے اور دوسری مرتبہ زیادہ تھے۔ (۱۹)

فاقبل الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ثابت بن قیس بن شماس  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیسؓ تھے،  
 حضرت ثابت بن قیس بن شماس خطیب الانصار سے مشہور تھے، شکل و صورت سے وجیہ نہیں تھے لیکن  
 فصاحت و بلاغت اور جزالت کلام میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی خصوصیت عطا فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا ایک حصہ تھا، آپ نے جا کر مسلمہ کذاب سے فرمایا ”تو اگر مجھ سے  
 یہ ٹہنی مانگے گا تو بھی میں نہیں دوں گا“ (خلافت تو بہت بڑی چیز ہے۔)

ولن تعدوا امر اللہ فیک، ولن ادبرت لیعقرنک اللہ

اور تیرے بارے میں اللہ کا جو فیصلہ ہے اس سے تو ہرگز تجاوز نہیں کر سکے گا (اور اللہ کا فیصلہ  
 اس کے متعلق یہ تھا کہ وہ جہنمی اور خائب و خاسر ہے) اور اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ  
 جل شانہ تیری ٹانگیں جھاگ دیں گے یعنی ہلاک و برباد کر دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ نے اس کو ہلاک  
 و برباد کیا۔

وانی لاراک الذی اريت فيه مارايت، وهذا ثابت يجيبك عى ثم انصرف عنه

اور تیرے بارے میں میرا خیال ہے کہ تو وہی ہے جس کے متعلق مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس عمیری طرف سے تجھے جواب دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اس کے ساتھ بات ذرا تفصیل سے کیجائے تو آپ نے یہ فریضہ ثابت بن قیس بن شماس کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ تفصیل سے تمہیں جواب دیں گے، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل فضل و علم کا اپنے احباب سے اس طرح کے معاملات میں تعاون حاصل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہے۔ (۲۰)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا انی لاراک الذی اريت فيه مارايت کہ اس کا کیا مطلب ہے تو مجھے حضرت ابوہریرہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں، اس حالت نے مجھے غمگین اور فکر مند کیا تو خواب ہی میں مجھے وحی کی گئی کہ آپ ان کنگنوں پر پھونک مار دیجیئے، جب میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ دو جھوٹے نبی میرے بعد نکلیں گے ان میں ایک اسود غسی ہے اور دوسرا مسلمہ۔

علماء نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ خواب میں اپنے ہاتھ میں دو کنگن دیکھنے سے آپ کو تشویش کیوں ہوئی؟ بعض حضرات نے کہا کہ سونے کے کنگن دنیا ہے اور دنیا سے آپ کا کیا واسطہ؟ آپ نے فرمایا ہے مالی وللدنیا؟ (۲۱) اس لیے اپنے ہاتھ میں سونا دیکھ کر آپ کو تشویش ہوئی اور بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ یہ عورتوں کا زیور ہے مردوں کے استعمال کی چیز نہیں اس لیے آپ کو تشویش ہوئی۔ (۲۲) واللہ اعلم۔ جب آپ نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے، اس میں اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ جس طرح بے وزن اور بے حقیقت چیز ذرا سی پھونک اور توجہ سے ختم اور زائل ہو جاتی ہے اسی طرح آپ ان دونوں جھوٹے نبیوں کی سرکوبی کی طرف ذرا سی توجہ فرمائیں گے تو یہ دونوں ختم ہو جائیں گے۔ (۲۳)

### ایک اشکال

اس روایت پر اشکال ہوتا ہے کہ اس میں ہے ”فأولتهما كذا بين، يخرجان بعدى“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان دو کنگنوں کی یہ تاویل کی کہ میرے بعد دو جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے

(۲۰) زاد المعاد: ۲ / ۶۱۳

(۲۱) الحدیث اخرجه الترمذی فی کتاب الزهد ۴/۵۸۸: عن عبد اللہ بن مسعود قال: نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حصیر، فقام، وقد اثر فی جنبہ، فقلنا: یا رسول اللہ، لو اتحدنا لک وطاء، فقال: مالی، وما للدنیا، ما انافی الدنیا الا کراکب، استظل تحت شجرة، ثم راح وترکھا۔

(۲۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۲ / ۳۲۳۔ کتاب التعمیر، باب النفع فی المنام (۲۳) فتح الباری: ۱۲ / ۳۲۳۔ کتاب التعمیر



ایک اسود غنسی اور دوسرے مسیلمہ کذاب، حالانکہ یہ دونوں آپ کے بعد نہیں آپ کی حیات ہی میں ظاہر ہوئے تھے۔

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے بعض حضرات نے کہا کہ ”بعدی“ سے مراد ”بعدموتی“ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ”بعد نبوتی“ ہے۔ (۲۳)

بعض حضرات نے ایک اور جواب دیتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد ان کے دعوائے نبوت کی شہرت ہوگی، اگرچہ ظہور ان کا آپ کی حیات میں ہوا لیکن اس کا چرچا بعد میں ہوگا۔ (۲۵) لیکن یہ جواب ضعیف اس لیے ہے کہ اسود غنسی تو آپ کی زندگی ہی میں قتل کر دیا گیا تھا، اس کی نبوت کا چرچا آپ کے انتقال کے بعد نہیں ہوا اس لیے پہلی توجیہ راجح ہے۔  
فائدہ

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے یا نہیں؟ بخاری کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آپ کی زیارت کی اور آپ نے اس کے ساتھ گفتگو بھی فرمائی۔

محمد بن اسحاق نے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باب وفد بنی حنیفہ آیا، اس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا، لیکن یہ تکبر کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا بلکہ وفد کے باقی شرکاء نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور یہ ان کے سامان وغیرہ کی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گیا تھا (۲۶) حافظ ابن حجر نے اگرچہ اس روایت کی تضعیف کی ہے (۲۷) لیکن دونوں روایتوں کو اس طرح جمع بھی کیا جاسکتا ہے کہ بخاری کی روایت میں دوسری مرتبہ مسیلمہ کذاب کے آنے کا ذکر ہے اور محمد بن اسحاق کی روایت میں پہلی بار اس کے آنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ یہ شخص دو مرتبہ وفد کے ساتھ آیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق کی روایت کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اس لعین کو آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی ہے۔ (۲۸)

لیکن ظاہر ہے کہ بخاری کی روایت کے مقابلہ میں محمد بن اسحاق کی روایت کو ترجیح نہیں دی جاسکتی جبکہ حافظ نے محمد بن اسحاق کی روایت کی تضعیف بھی کر دی ہے اس لیے مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دراصل مولانا انور شاہ کشمیری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت و عظمت کے

(۲۳) فتح الباری: ۱۲ / ۳۲۱ - کتاب التبعیر، باب النفع فی المنام

(۲۵) دیکھیے شرح صحیح مسلم للنووی: ۲ / ۲۴۳ - کتاب التبعیر، باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۶) دیکھیے سیرۃ ابن ہشام: ۳ / ۲۲۳ - قدم وفد بنی حنیفہ و معہم سیلمۃ الکذاب (۲۷) دیکھیے فتح الباری: ۸ / ۸۹ (۲۸) فیض الباری: ۳ / ۱۲۳

جذبے سے مغلوب ہو کر ابن اسحاق کی روایت کو ترجیح دی ہے یعنی وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کرتے کہ ایسا بد بخت شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہو۔ (۴۹)

۴۱۱۷ : حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ : سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُونٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُولُ : كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجْرًا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ الْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الْآخَرَ ، فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجْرًا جَمَعْنَا جُثُوَّةً مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهِ ، فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا : مُنْصَلُّ الْأَسِنَّةِ ، فَلَا نَدْعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ ، وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ ، إِلَّا نَزَعْنَاهُ وَالْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ .

وَسَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ يَقُولُ : كُنْتُ يَوْمَ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ غُلَامًا ، أَرَعَى الْإِبِلَ عَلَى أَهْلِي ، فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوجِهِ فَرَرْنَا إِلَى النَّارِ ، إِلَى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ .

ابو رجاء بنو عطارد کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا نام عمران بن ملحان ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لے آئے تھے لیکن آپ کی خدمت میں انہیں حاضر ہونے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی (۳۰) بعد میں پھر یہ اپنے پورے قبیلے کے ساتھ مسیلمہ کذاب کے حامیوں میں شامل ہو گئے تھے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں دوبارہ اسلام کی ابدی سعادت سے نوازا اور یہ مسلمان ہوئے۔ (۳۱)

یہ فرماتے ہیں کہ ہم پتھر کی عبادت کیا کرتے تھے، جب ہمیں کوئی پتھر پہلے پتھر سے اچھا مل جاتا تو اس کو ترجیح دیتے یعنی اس کی عبادت شروع کر دیتے اور پہلے والے کو چھوڑ دیتے اور اگر ایسی جگہ ہوتے جہاں پتھر نہ ہوتا تو ہم مٹی کی ایک ڈھیری بنا لیتے اور بکری لاکر اس کا دودھ مٹی کی اس ڈھیری پر دوہا کرتے اور پھر اس ڈھیری کا طواف کیا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مٹی پر دودھ اس لیے دوہتے تھے تاکہ وہ تم جائے (۳۲) لیکن علامہ کرمانی نے فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ مٹی کی اس ڈھیری کے قریب بکری کا دودھ نکالتے تھے اور پھر اس کا صدقہ کیا کرتے تھے، حقیقتاً اس کا دودھ نکال کر مٹی پر ڈالنا مراد نہیں ہے۔ (۳۳)

فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا : مُنْصَلُّ الْأَسِنَّةِ ، فَلَا نَدْعُ رُمْحًا فِيهِ حَدِيدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيهِ حَدِيدَةٌ

الانزعناه فالقينا شهر رجب

(۲۹) دیکھیے البدر الساری حاشیہ فیض الباری: ۱۲۲ / ۲ (۳۰) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۵

(۳۱) ابو رجاء عطاردی نے ایک سو بیس سال سے زائد عمر پائی اور ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت میں وفات پائی، حالات کے لیے دیکھیے

الاستیعاب لابن عبد البر: ۲۲ / ۲ - ۲۶ (۳۲) فتح الباری: ۸ / ۹۱ (۳۳) شرح الکرمانی: ۱۶ / ۱۹۲

جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے کہ یہ مہینہ نیزوں کو الگ کرنے والا مہینہ ہے، چنانچہ کوئی بھی ایسا نیزہ اور تیر جس میں لوہے کا پھلکا لگا ہوا ہوتا ہم اسے نکال کر پورے رجب کے لئے پھینک دیتے۔

فلما سمعنا بخروجہ فررنا الی مسیلمة الکذاب

پھر جب ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر سنی تو ہم آگ کی طرف یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بھاگے (اور اس کی اطاعت قبول کی) خروج سے فتح مکہ کے وقت قریش پر غلبہ مراد ہے۔ (۳۴) اسی آخری جملے کی مناسبت سے امام بخاری نے یہ حدیث اس باب میں ذکر فرمائی ہے۔

### باب : قِصَّةُ الْأَسْوَدِ الْعِنْسِيِّ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صنعاء یمن پر ایک عامل حضرت باذان مقرر تھے، اسود عنسی اسی علاقہ میں رہتا تھا، اس کے پاس دو شیطان رہا کرتے تھے، ایک کا نام ”سحیق“ اور دوسرے کا نام ”شقیق“ تھا، یہ دونوں شیطان اسود کو خبریں بتاتے تھے، وہ خبریں یہ لوگوں کے سامنے بیان کرتا تھا اس طرح اس نے ایک اچھا خاصا جال پھیلایا تھا اور ایک بڑی جماعت اس کی طرف مائل ہو کر ساتھ ہو گئی تھی۔ (۳۵) حضرت باذان رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو اسود عنسی نے صنعاء یمن پر قبضہ کر لیا اور حضرت باذان رضی اللہ عنہ کی بیوی ”مرزبانہ“ سے اس نے نکاح بھی کر لیا، چونکہ اس کو خطرہ تھا اس لیے مکان پر ایک ہزار سپاہی ہر وقت پہرہ دیتے تھے۔

اسود عنسی کا کام تمام کرنے کے لیے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے سب سے پہلے ”مرزبانہ“ سے رابطہ قائم کیا، وہ تعاون کے لیے تیار ہو گئی، چنانچہ منصوبہ بنایا گیا، مرزبانہ نے ایک دن اسود عنسی کو خوب شراب پلائی، یہ لٹے میں مدہوش ہو گیا، حضرت فیروز دیلمی اور ان کے ساتھیوں نے منصوبہ کے تحت عقب سے دیوار میں نقب لگائی اور اندر جا کر اس کا کام تمام کیا، اس کے قتل کے بعد اس کے ساتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور اللہ جل شانہ نے دوبارہ صنعاء پر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔

حضرت فیروز دیلمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجی لیکن جب اطلاع

پہنچی تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ (۳۶)

(۳۴) قال الحافظ: ومراده بخروجہ ای ظہور۔ علی قومہ من قریش بفتح مکة، وليس المراد مبدأ ظهورہ بالنبوة، ولا خروجہ من مکة الی المدینة لطول المدۃ بین ذلک و بین خروج مسیلمة۔ (وانظر فتح الباری: ۹۱/۸۔)

(۳۵) عمدۃ القاری: ۳۶ / ۱۸۔ فتح الباری: ۹۳ / ۸۔

(۳۶) عمدۃ القاری: ۳۶ / ۱۸۔ حضرت عمرو کی ایک روایت میں ہے کہ اسود عنسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن ایک رات پہلے قتل کیا گیا اور وحی کے ذریعہ آپ کو اس کے قتل کی اطلاع دی گئی، آپ نے صحابہ کو اطلاع دی۔ (فتح الباری: ۹۳ / ۸۔)

سید اور اسود دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا لیکن آپ نے ان کے قتل کے متعلق کوئی اقدام نہیں کیا، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں لوگوں میں یہ بات مشہور نہ ہو جائے کہ آپ اپنے اقتدار کی خاطر بلا شرکت غیرے منصب نبوت پر قابض رہنا چاہتے ہیں، ان کے علاوہ اگر کوئی اور شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو یہ اس کے قتل کا فیصلہ کر دیتے ہیں، جھوٹے نبی کے قتل کا فیصلہ شرعی لحاظ سے اگرچہ بالکل صحیح اور درست ہے لیکن اس عنوان سے لوگوں کو بدگمان بہت کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصلحت کو پیش نظر رکھ کر خود کوئی اقدام نہیں فرمایا، یہ منقبت اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے لیے مقرر فرمائی تھی چنانچہ انہوں نے اپنے دور میں ایسے کئی جھوٹے نبیوں کو جہنم رسید کیا۔ (۳۷)

۴۱۱۸ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَمِيُّ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ ابْنِ عَبِيدَةَ بْنِ نَشِيطٍ ، وَكَانَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عْتَبَةَ قَالَ : بَلَّغْنَا أَنَّ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ ، فَتَزَلَّ فِي دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ ، وَكَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ كُرَيْزٍ ، وَهِيَ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ ، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ، وَهُوَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ : خَطِيبُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَفِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَضِيبٌ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَكَلَّمَهُ ، فَقَالَ لَهُ مُسَيْلِمَةُ : إِنْ شِئْتَ خَلَبْنَا سَنَكَ وَبَيْنَ الْأَمْرِ ، ثُمَّ جَعَلْتَهُ لَنَا بَعْدَكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَوْ سَأَلْتَنِي هَذَا الْقَضِيبَ مَا أَعْطَيْتُكَ ، وَإِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرَيْتُ فِيهِ مَا أُرَيْتُ ، وَهَذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ ، وَسَبِّحِيكَ عَنِّي) . فَأَنْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ .

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ : سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ ، عَنْ رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي ذَكَرَ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ ، أُرَيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِي يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَفُطِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا ، فَأُذِنَ لِي فَفَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا ، فَأَوْلَتْهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ) . فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ الَّذِي قَتَلَهُ فَيَرُوزُ بِالْيَمَنِ ، وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ .

[ر : ۳۴۲۴]

عن ابن عبیدة بن نشیط وکان فی موضع آخر اسمہ عبد اللہ۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سند میں ”ابن عبیدہ“ کا نام مذکور نہیں ہے لیکن دوسری

اس کا نام ”عبداللہ“ بیان کیا گیا ہے ، امام بخاری نے یہ وضاحت اس لیے فرمادی کہ ”عبیدہ بن نشیط“ کے ایک بیٹے اور بھی ہیں ، ان کا نام ”موسیٰ“ ہے اور وہ ضعیف ہیں (۳۸) اس لیے امام نے تصریح کر دی کہ یہاں مراد ”عبداللہ“ ہیں ، ”موسیٰ“ مراد نہیں۔

### باب : قِصَّةُ أَهْلِ نَجْرَانَ .

۴۱۱۹/۴۱۲۰ : - دَثْنِي عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرٍ ، عَنْ حُدَيْفَةَ قَالَ : جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ ، صَاحِبَا نَجْرَانَ ، إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُرِيدَانِ أَنْ يُلَاعِنَاهُ ، قَالَ : فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : لَا تَفْعَلْ ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعِنْنَا لَا تَفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَتِبْنَا مِنْ بَعْدِنَا . قَالَا : إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا ، وَأَبْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا ، وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا . فَقَالَ : (لَأُبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ) . فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ : (قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ) . فَلَمَّا قَامَ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (هَذَا أَمِينٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ) .

(۴۱۲۰) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَقَ ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرٍ ، عَنْ حُدَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالُوا : أَبْعَثْ لَنَا رَجُلًا أَمِينًا ، فَقَالَ : (لَأُبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ) . فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ ، فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ . [ر : ۳۵۳۵]

۴۱۲۱ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خَالِدٍ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ ، وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ) . [ر : ۳۵۳۴]

نجران مکہ مکرمہ سے یمن کی جانب سات منزل کے فاصلہ پر واقع ایک بڑے شہر کا نام ہے ، نجران کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوا ہے ، ایک مرتبہ یہ وفد مکہ مکرمہ حاضر ہوا اس وقت یہ بیس آدمیوں پر مشتمل تھا (۳۹) اور دوسری مرتبہ ان کا وفد ۹ھ میں آیا ہے۔

یہاں روایت میں جس واقعہ کا بیان ہے وہ ۹ھ کا ہے ، اس وقت یہ وفد ابن سعد کے بیان کے مطابق چودہ اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ۲۳ آدمیوں پر مشتمل تھا (۴۰) ان میں تین بڑے سردار تھے ، یہاں بخاری کی روایت میں ان میں سے دو کا ذکر ہے ایک ”سید“ سے مشہور تھا اس کا نام ”ایہم“ یا

”شرحبیل“ تھا، جماعت کی ترتیب اور سواریوں وغیرہ کا انتظام اس کے سپرد تھا، دوسرا ”عاقب“ تھا، اس کا نام ”عبدالمسیح“ تھا، یہ امیرِ قافلہ تھا، تیسرا شخص جس کا ذکر بخاری کی روایت میں نہیں ہے ”ابوحارثہ بن علقمہ“ تھا یہ ان کا امام اور مذہبی پیشوا تھا۔ (۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی تلاوت کی لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، آپ نے فرمایا اگر تم میری بات کا انکار کرتے تو آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں، سورۃ آل عمران کی آیت ﴿تعالواندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم.....﴾ میں اسی مباہلے کی طرف اشارہ ہے (۳۲) یہ لوگ مباہلے کے لیے تیار ہو گئے لیکن سید ایہم یا عاقب نے کہا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا اور یہ واقعی اللہ کے نبی ہوئے تو ہم سب ہلاک و برباد ہو جائیں گے چنانچہ ان لوگوں نے مباہلے کا ارادہ ترک کر دیا اور آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ جو کچھ جزیہ وغیرہ ہم پر لازم کریں گے ہم دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہزار حلّوں (جوڑوں) پر ان سے صلح کی، ایک ہزار حلے رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں ان کے ذمہ لازم کئے گئے۔ (۳۳) ابن سعد نے لکھا ہے کہ سید ایہم اور عاقب دونوں بعد میں مسلمان ہوئے۔ (۳۴)

### فائدہ

مباہلے کے معنی ملاعنہ کے ہیں یعنی ایک دوسرے کے لیے لعنت کی بددعا کرنا، علامہ دوانی شافعیؒ نے مستقل ایک رسالہ مباہلے کے شرائط پر لکھا ہے اس میں تفصیل کے ساتھ انہوں نے مباہلے کی شرطیں بیان کی ہیں۔ (۳۵)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، امام اوزاعی اور امام شعبی وغیرہ حضرات سے منقول ہے کہ انہوں نے مباہلے کی دعوت دی، کوئی باطل پرست اتمام حجت کے باوجود اگر باطل سے رجوع کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو مباہلے کی دعوت دی جاتی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ تجربہ یہ ہے کہ مباہلہ کرنے کے بعد باطل پرست ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا، خود اپنے بارے میں انہوں نے کہا ایک ملحد سے میرا مباہلہ ہوا تو اس پر دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ مر گیا۔ (۳۶)

(۳۱) فتح الباری: ۸ / ۹۳۔ دلائل بیہقی کی روایت میں اس کا نام ”ابوحارثہ“ آیا ہے (دیکھیے، دلائل النبوة للبیہقی: ۵ / ۳۸۳۔)

(۳۲) دلائل النبوة للبیہقی: ۵ / ۵۸۴ (۳۳) فتح الباری: ۸ / ۹۵۔ وعمدة القاری: ۱۸ / ۲۷

(۳۴) فتح الباری: ۸ / ۹۵۔ وطبقات ابن سعد: ۱ / ۲۸۵

(۳۵) فیض الباری: ۴ / ۱۲۳ (۳۶) فتح الباری: ۸ / ۹۵

## باب : قِصَّةُ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ .

۴۱۲۲ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : سَمِعَ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أُعْطَيْتَكَ هَكَذَا وَهَكَذَا) . ثَلَاثًا ، فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ أَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى : مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ دِينَ أَوْ عِدَّةٌ فَلْيَأْتِنِي ، قَالَ جَابِرٌ : فَجِئْتُ أَبَا بَكْرٍ فَأَخْبَرْتُهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أُعْطَيْتَكَ هَكَذَا وَهَكَذَا) . ثَلَاثًا ، قَالَ : فَأَعْطَانِي . قَالَ جَابِرٌ : فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتُ فَلَمْ يُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّلَاثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِي ، فَقُلْتُ لَهُ : قَدْ أَتَيْتَكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتَكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ، ثُمَّ أَتَيْتَكَ فَلَمْ تُعْطِنِي ، فَمَا أَنْ تُعْطِنِي وَإِنَّمَا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي . فَقَالَ : أَقَلْتَ تَبْخُلُ عَنِّي ؟ وَآيُ دَاءٍ أَذْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ ، قَالَهَا ثَلَاثًا ، مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيكَ .

وَعَنْ عَمْرٍو ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ : جِئْتُهُ ، فَقَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ : عُدَّهَا ، فَعَدَدْتُهَا . فَوَجَدْتُهَا خَمْسَمِائَةٍ ، فَقَالَ : خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ . [ر : ۲۱۷۴]

بحرین قبیلہ عبدالقیس کا شہر تھا، عمان اس کے قریب ایک شہر کا نام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت کی غرض سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ان کی طرف بھیجا، بادشاہ عمان جلندی کے دو بیٹے تھے ایک کا نام ”جیفر“ تھا اور دوسرے کا نام ”عمیاز“ تھا ان کو اسلام کی دعوت دینے کی آپؐ نے خصوصی تاکید کی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جا کر ان کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا (۳۷) یہ ذیقعدہ ۸ء کا واقعہ ہے، اس کے بعد یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یہاں روایت میں صرف بحرین کا تذکرہ ہے، عمان کا نہیں ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو عمان کے سلسلہ میں کوئی روایت اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اس لیے بحرین کی روایت ذکر کر دی، عمان بحرین کے قریب واقع ہے۔

تنبیہ

یہاں جس عمان کا ذکر ہے یہ بحرین کے قریب ایک شہر ہے ، اس کا ذکر مختلف روایات میں ملتا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ انی لاعلم ارضا یقال لها: عمان، ینضح بنا حیتھا البحر، لو اتاہم رسولی مارموہ بسہم ولا حجر ﴾ (۳۸) یعنی مجھے ایک ایسا علاقہ معلوم ہے جس کو ”عمان“ کہتے ہیں اس کے کنارہ کو دریا چھوتا ہے (یعنی دریا کے ساتھ متصل ہے) اگر میرا قاصد اہل عمان کے پاس جائے گا تو وہ لوگ نہ اس کو تیر ماریں گے اور نہ پتھر۔ ایک شہر اور عمان (بفتح العین وتشدید المیم) ہے جو آج کل اردن کی حکومت کا دارالسلطنت ہے ، مقدین اسے علاقہ شام کا شہر لکھتے ہیں اس لیے کہ پہلے یہ حصہ بھی شام میں شامل تھا یہاں وہ مراد نہیں۔ (۳۹)

### باب : قُدُومُ الْأَشْعَرِيِّينَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ .

اشعریین کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر فتح ہو جانے کے بعد ۷ھ میں آیا ہے اور اہل یمن کا وفد سنتہ الوفود میں یعنی ۹ھ میں آیا ہے (۵۰) مگر چونکہ اشعریین کا تعلق بھی یمن سے ہے۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو ایک ساتھ جمع کر دیا، امام بخاری نے واقعات بیان کرنے میں جہاں تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے ، وہیں بعض واقعات میں انہوں نے تاریخی ترتیب کی رعایت کو نظر انداز کر کے کسی دوسری مناسبت کی وجہ سے واقعات کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (هُم مِّنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ) . [ر : ۲۳۵۴]

آپ نے فرمایا یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ، قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی سے خاص ربط و تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کو اپنا شمار کر لیا جاتا ہے ، اس ارشاد کے بھی یہی معنی ہیں۔

۴۱۲۳ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَإِسْحَقُ بْنُ نَصْرِ قَالَا : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ ، فَمَكَّنَّا حِينَا ، مَا نَرَى ابْنَ مَسْعُودٍ وَأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ، مِنْ كَثْرَةِ دُخُولِهِمْ وَلَزُومِهِمْ لَهُ . [ر : ۳۵۵۲]

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم یمن سے آئے تو ایک عرصہ تک ہم ابن مسعود اور ان کی والدہ کو اہل بیت میں سے سمجھتے رہے اس لیے کہ ان کی آپ کے ساتھ وابستگی اور آپ



کے ہاں حاضری ایسی ہی تھی جیسے اہل خاندان اور قری رشتہ داروں کی ہوا کرتی ہے۔

۴۱۲۴ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ ، عَنْ زَهْدَمِ قَالَ : لَمَّا قَدِمَ أَبُو مُوسَى أَكْرَمَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ جَرَمٍ ، وَإِنَّا لَجُلُوسٌ عِنْدَهُ ، وَهُوَ يَتَغَدَّى دَجَاجًا ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ ، فَدَعَاهُ إِلَى الْغَدَاءِ ، فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُهُ بِأَكْلٍ شَبِيهَا فَقَدِرْتُهُ ، فَقَالَ : هَلُمَّ ، فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَكْلِهِ ، فَقَالَ : إِنِّي حَلَفْتُ لَا آكُلُهُ ، فَقَالَ : هَلُمَّ أَخْبِرْكَ عَنْ يَمِينِكَ ، إِنَّا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ نَقَرُ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ ، فَأَبَى أَنْ يَحْمِلَنَا ، فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ، ثُمَّ لَمْ يَلْبِثِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَتَى بِنَهْبِ إِبِلٍ ، فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذُودٍ ، فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا : تَغْفَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ بِعَيْنِهِ ، لَا نُفْلِحُ بَعْدَهَا أَبَدًا ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا ؟ قَالَ : (أَجَلٌ ، وَلَكِنْ لَا أُحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ ، فَارَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا ، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مِنْهَا وَتَحَلَّلْتَهَا) . [ر : ۲۲۹۶۴]

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فہ کے گورنر بن کر آئے (۵۱) تو قبیلہ برم کا انہوں نے بڑا اکرام کیا اس طرح کہ ان کے ہاں قیام فرما کر ان کی عزت افزائی فرمائی۔

فامر لنا بخمس ذود

اس روایت میں ہے کہ آپ نے پانچ اونٹوں کا حکم دیا، ایک دوسری روایت میں ”ثلاث ابعرة“ تین اونٹوں کا ذکر ہے اور آئندہ ایک روایت آرہی ہے اس میں چھ اونٹوں کا تذکرہ ہے۔ ممکن ہے یہ متعدد واقعات ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانچ اونٹ تو ایک خاص وقت میں دیئے ہوں اور ایک اونٹ اس میں خرید کر شامل کیا گیا ہو اور ایک توجیہ تو ہر جگہ چل سکتی ہے کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا۔

۴۱۲۵ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ : حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُخْرِزِ الْمَازِنِيِّ : حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ : جَاءَتْ بَنُو تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ : (أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ) . قَالُوا : أَمَا إِذْ بَشَرْتَنَا فَأَعْطِنَا ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَجَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَقْبِلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ) . قَالُوا : قَدْ قَبَلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ . [ر : ۳۰۱۸]

۴۱۲۶ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ،  
عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :  
(الْإِيمَانُ هَا هُنَا - وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْيَمَنِ - وَالْجَفَاءُ وَغِلْظُ الْقُلُوبِ فِي الْفِدَائِينَ - عِنْدَ أُصُولِ  
أَذْنَابِ الْإِبِلِ ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ - رَبِيعَةٌ وَمُضْرٌ) . [ر : ۳۱۲۶]

۴۱۲۷/۴۱۲۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ  
سُلَيْمَانَ ، عَنْ ذَكْوَانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ ،  
هُمْ أَرْقُ أَفِيدَةٌ وَأَلْيَنُ قُلُوبًا ، الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ ، وَالْفَخْرُ وَالْخِيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ  
الْإِبِلِ ، وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ) .

وَقَالَ غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ : سَمِعْتُ ذَكْوَانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .  
(۴۱۲۸) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ  
أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (الْإِيمَانُ يَمَانٍ ، وَالْفِتْنَةُ هَا هُنَا ، هَا هُنَا  
يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ) .

(۴۱۲۹) : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ ، أضعفُ قُلُوبًا ، وَأَرْقُ  
أَفِيدَةٌ ، الْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ) . [ر : ۳۱۲۵]

الایمان ہاہنا: و اشارییدہ الی الیمن

یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، ایمان یہاں ہے اور دوسری روایت میں ہے  
”الایمان یمان“ ایمان تو یمنی ہے، ایمان کی نسبت یمن کی طرف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اہل یمن از خود اسلام  
کی طرف بڑھے تھے اور ایمانی اوصاف کے ساتھ بہت ہی ممتاز تھے اور جب کوئی شخص یا جماعت کسی خاص  
وصف کے ساتھ امتیازی لحاظ سے موصوف ہو جائے تو اس وصف کو اس کے ساتھ مخصوص طور سے ذکر کیا  
جاتا ہے لیکن اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ وصف دوسروں میں نہیں ہے۔

والجفاء و غلظ القلوب فی الفدّادین

جفاء اور دلوں کی سختی فدا دین کے اندر ہے، جفاء سے مراد قلب کی سختی اور غلظ القلوب سے مراد  
دلوں کی کج فہمی اور کجروی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ”غلظ القلوب“ کا عطف ”الجفاء“ پر عطف تفسیری ہو اور

دونوں سے مراد دلوں کی سختی ہو۔ واللہ اعلم۔ ”فدادین“ کے بارے میں دو باتیں نقل کی گئی ہیں۔

① فدادین جمع ہے ”فداد“ کی، اور فداد ماخوذ ہے فدید سے، فدید اس آواز کو کہتے ہیں جو جانوروں والے اپنے جانوروں کو اٹھانے، چلانے اور تیز رفتار کرنے کے لیے لگاتے ہیں۔ (۵۲) مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اونٹ اور جانور پالتے ہیں اور اونٹوں کی دموں کے پاس شور مچاتے اور چیختے چلاتے ہیں ان میں دلوں کی سختی، کجروی اور کج فہمی ہوا کرتی ہے۔

② دوسری صورت یہ ہے کہ فدادین دال کی تخفیف کے ساتھ ”فدان“ کی جمع ہے، فدان کے معنی ہیں ”آلة الحرث“ (۵۳) اس صورت میں مضاف محذوف مانا جائے گا یعنی ”الجفاء وغلظ القلوب فی اصحاب الفدادین عند اصول اذناہ الابل“

من حیث یطلع قرنا الشیطان ربیعة ومضر

مشرق کی طرف اشارہ ہے، یہ اشارہ مشرق کی طرف اس لیے کیا گیا ہے کہ جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے شیطان اس کی محاذات میں کھڑا ہو جاتا ہے اور جو لوگ آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں یہ اپنے آپ کو ان کے معبود کی حیثیت میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (۵۴)

یہاں ”قرنا الشیطان“ مبدل منہ ہے اور ”ربیعة ومضر“ اس سے بدل ہے، ربیعة اور مضر دونوں کو شیطان کا سینگ قرار دیا چونکہ اس وقت تک یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے اور شیطانی اوصاف و حرکات میں پیش پیش رہتے تھے اس لیے آپ نے انہیں ”قرنا الشیطان“ فرمایا۔

حدثنا محمد بن بشار.... هم ارق افئدة والین قلوبا

وہ لوگ دل کے رقیق اور قلوب کے نرم ہیں، بعض علماء نے ”فواد“ اور ”قلب“ کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ فواد غشاء القلب یعنی دل کے پردہ کو کہتے ہیں، اگر وہ پردہ باریک ہوتا ہے تو وعظ و نصیحت دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اگر وہ سخت ہوتا ہے تو نصیحت کا اثر جلدی نہیں ہوتا مطلب یہ ہے کہ اہل یمن کے دل بھی نرم ہیں اور ان کے دل کے اوپر پردہ بھی باریک ہے۔ (۵۵)

والحکمة یمانیة

حکمت کے متعلق مختلف اقوال علماء نے بیان کئے ہیں، بعضوں نے کہا الحکمة الفہم عند اللہ وقیل: التفقہ فی الدین وقیل: الاصابة فی القول والعمل (۵۶) وقیل غیر ذلک

(۵۲) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۱ (۵۴) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۱ (۵۵) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۲۳۔ فتح الباری: ۱۸ / ۱۰۰

(۵۶) روح المعانی: ۱۳ / ۲۱۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ حکمت کی تفسیر میں اہل علم کے اکتالیس اقوال ہیں۔ علامہ نووی نے حکمت کی جامع تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے \* والذی صفالنا منہا، ان الحکمة عبارة عن العلم المتصف بالاحکام المشتمل علی معرفة اللہ تعالیٰ المصحوب بنفاد الصیرة، وتہایب النفس، وتحقیق الحق، والعمل بہ، والعسد عن اتباع الهوی والباطل۔ \* (شرح مسلم للنووی: ۱ / ۵۳)

والفخر والخیلاء فی اصحاب الابل، والسکینة والوقار فی اهل الغنم

فخر و تکبر اونٹوں والوں میں ہے اور سکینت و وقار بکریوں والوں میں ہے۔ درحقیقت صحبت جس چیز کی بھی ہو انسان پر اس کا اثر ضرور ہوتا ہے، اونٹ کے اندر بڑائی اور تکبر کا وصف پایا جاتا ہے تو اس کی صحبت کے اثر سے یہ وصف اونٹ والوں کی طرف بھی منتقل ہو جاتا ہے اور بکری ایک مسکین جانور ہے لہذا جو لوگ بکریوں کے ساتھ ہمہ وقت رہتے ہیں ان میں سکینت و وقار آجاتا ہے۔

۴۱۳۰ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : كُنَّا جُلُوسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ ، فَجَاءَ خَبَّابٌ ، فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، أَيْسَطِيعُ هَؤُلَاءِ الشَّبَابُ أَنْ يَقْرُؤُوا كَمَا تَقْرَأُ ؟ قَالَ : أَمَا إِنَّكَ لَوْ شِئْتَ أَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ ؟ قَالَ : أَجَلٌ ، قَالَ : اقْرَأْ يَا عَلْقَمَةُ ، فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ ، أَخُو زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ : أَنَا مُرُّ عَلْقَمَةَ أَنْ يَقْرَأَ وَلَيْسَ بِأَقْرَبِنَا ؟ قَالَ : أَمَا إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ ؟ فَقَرَأْتُ خَمْسِينَ آيَةً مِنْ سُورَةِ مَرْيَمَ ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ : كَيْفَ تَرَى ؟ قَالَ : قَدْ أَحْسَنَ ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرُؤُهُ ، ثُمَّ التَفَتَ إِلَى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتِمٌ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ : أَلَمْ يَأْنِ لِهَذَا الْخَاتِمِ أَنْ يُلْقَى ، قَالَ : أَمَا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ ، فَالْقَاهُ .  
رَوَاهُ غُنْدَرٌ ، عَنْ شُعْبَةَ .

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت خباب بن ارت تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود سے کہا آپ کے پاس بیٹھے ہوئے یہ نوجوان لوگ آپ کی طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے تلاوت کے لیے کہوں، فرمایا، ضرور، حضرت ابن مسعود نے فرمایا علقمہ! تم پڑھو۔ اس پر مشہور تابعی زیاد بن حدیر کے بھائی زید بن حدیر نے حضرت ابن مسعود سے کہا کہ ”آپ علقمہ ہی سے تلاوت کرنے کے لیے فرماتے ہیں حالانکہ وہ ہم سب سے اچھے قاری نہیں ہیں۔“ تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے زید بن حدیر سے فرمایا۔

اما انک ان شئت اخبر تک بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قومک وقومہ  
یعنی اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سنادوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم اور  
علقمہ کی قوم کے متعلق فرمائی ہے۔

یہاں بخاری میں اس حدیث کا ذکر نہیں ہے، درحقیقت علقمہ کا تعلق قبیلہ نضج سے تھا جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے اور زید بن حدیر کا تعلق بنو اسد سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں

(نخع اور بنو اسد) کے متعلق جو حدیث بیان فرمائی ہے وہ امام احمد نے اپنی ”مسند“ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے فرمایا.... شہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو لہذا الحی من النخع ویشی علیہم حتی تمنیت انی رجل منهم (۵۷) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپؐ نے قبیلہ نخع کے لیے دعا فرمائی اور ان کی تعریف کی حتیٰ کہ میری تمنا ہوئی کہ میں بھی اس قبیلہ کا ایک فرد ہوتا۔ اور بنو اسد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان جہینۃ وغیرہا خیر من بنی اسد (۵۸) بنو اسد کے مقابلہ میں آپؐ نے جہینہ اور دوسرے قبائل کو ترجیح دی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے زید بن حدیر کو مخاطب کر کے کہا ”اما انک ان شئت اخبر تک بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قومک وقومہ“ اس جملہ سے انہوں نے حضرت علقمہ کی وجہ ترجیح بتائی کہ اس کی قوم کی تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور آپ کی قوم کو تو جہینہ کے مقابلہ میں بھی مرجوح قرار دیا ہے۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سورۃ مریم کی پچاس آیات کی تلاوت کی، حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت خبابؓ سے پوچھا کہ تلاوت کیسی کی؟ انہوں نے کہا ”قد احسن“ اچھی تلاوت کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا کہ حضرت خبابؓ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی ہے تو ان سے فرمایا ابھی تک آپ نے یہ انگوٹھی نہیں پھینکی، حضرت خبابؓ نے کہا کہ آج کے بعد آپ میرے ہاتھ میں یہ انگوٹھی کبھی نہیں دیکھیں گے چنانچہ وہ انگوٹھی انہوں نے اتار دی۔

اس روایت میں چونکہ حضرت علقمہ کے قبیلہ نخع کا ذکر ضمنی طور پر اس طرح آیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ ”ان شئت اخبر تک بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قومک وقومہ“ اور قبیلہ نخع یمن کا ہے اس لیے امام بخاریؒ نے یہ روایت اس باب میں ذکر کی۔

### فائدہ

حضرت خباب بن ارتؓ نے سونے کی انگوٹھی استعمال کی غالباً وہ حرمت کی حدیث کو نہی تشریحی پر محمول کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی کی حدیث ان تک نہ پہنچی ہو، جب حضرت ابن مسعودؓ نے مردوں کے لیے اس کے استعمال کی حرمت بتادی تو انہوں نے اس کا استعمال ترک کر دیا۔ (۵۹)

### حضرت علقمہؓ

حضرت علقمہؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے، علامہ ذہبیؒ نے رباح کا قول نقل کیا ہے کہ ”اذا رایت علقمہ، فلا یضرک ان لاتری عبداللہ“ (۶۰) یعنی اگر آپ نے علقمہ کو دیکھ

لیا ہے تو یہ بات آپ کے لیے کوئی نقصان وہ نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نہیں دیکھا، اور یہ اس لیے کہ علقمہ اپنے استاذ کے علوم کے محافظ اور ان کی سیرت و کردار کا نمونہ تھے۔  
حضرت علقمہؓ کی وفات یزید کے دور خلافت میں ۶۱ھ میں ہوئی، نوے سال عمر پائی۔ (۶۱)

### باب : قِصَّةُ دَوْسٍ وَالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرِو الدَّوْسِيِّ .

۴۱۳۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ ابْنِ ذَكْوَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرِو إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ ، عَصَتْ وَأَبَتْ ، فَأَذَعُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ . فَقَالَ : (اللَّهُمَّ أَهْدِ دَوْسًا ، وَأْتِ بِهِمْ) . [ر : ۲۷۷۹]

یمن اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں قبیلہ دوس آباد تھا، اس قبیلے کا سب سے پہلا فرد جس نے اسلام قبول کیا، وہ طفیل بن عمرو تھے، یہ قبیلہ دوس کے سردار تھے، قریش کے ساتھ ان کے حلیفانہ تعلقات تھے، ہجرت سے قبل یہ مکہ مکرمہ آئے تو قریش کے بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ آج کل ہمارے ہاں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس نے سارے لوگوں کو فتنے میں ڈال دیا ہے اس کا کلام بڑا ساحرانہ ہے، باپ بیٹے اور میاں بیوی تک میں جدائی کر دیتا ہے اس لیے آپ کوشش کریں کہ اس کی کوئی بات آپ کے کان تک نہ پہنچے۔ حضرت طفیل بن عمرو کو قریش نے اس قدر خوف زدہ کیا کہ انہوں نے اپنے کانوں میں روٹی ٹھونس لی تاکہ آپ کا کوئی کلام کہیں کان میں نہ پڑ جائے،

ایک روز صبح سویرے حضرت طفیل خانہ کعبہ گئے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھتے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں، انہوں نے سوچا کہ آخر، میں عقل و دانش رکھتا ہوں، اچھے اور برے کلام میں تمیز کر سکتا ہوں آپ کا کلام مجھے سن لینا چاہیے اگر اچھا ہوگا تو قبول کر لوں گا اور اگر برا ہوگا تو چھوڑ دوں گا۔ حضرت طفیل بن عمرو نے قرآن سنا اور اتنے متاثر ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہو کر گھر تشریف لے آئے تو حضرت طفیلؓ بھی آپ کے گھر پہنچے اور تمام واقعہ سنانے کے بعد آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنا دین پیش فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا تعارف کرایا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ دوس کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا انہوں نے کہا ”اجعل لی آیۃ“ یا رسول اللہ! مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں، آپ نے فرمایا ”اللهم نورہ“ اے اللہ! ان کو نور عطا فرما دیجیئے۔ چنانچہ ان کی آنکھوں کے درمیان ایک نور اللہ جل شانہ نے پیدا فرمایا لیکن انہوں

نے پھر دعا کی ”یارب، اخاف یقولوا، انه مثلہ“ اے میرے رب! مجھے ڈر ہے کہ لوگ یہ نور دیکھ کر کہیں یہ نہ کہیں (کہ آبائی دین ترک کرنے کی وجہ سے) یہ مثلہ ہو گیا، اللہ جل شانہ نے وہ نور ان کے کوڑے کی طرف منتقل کر دیا، ان کا وہ کوڑا تاریک رات میں چراغ کی طرح روشن رہتا تھا۔ (۲)

انہوں نے آکر اپنے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ شروع کی، جس سے ان کے والد مسلمان ہوئے لیکن ان کی والدہ نے اسلام قبول نہیں کیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان ہی کی دعوت سے اسلام قبول کیا (۳) باقی لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہ مایوس ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا جیسا کہ یہاں باب کی پہلی روایت میں آ رہا ہے۔ ان دو ساقدہ لکت، وابت فادع اللہ علیہم یعنی قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا، نافرمانی کر کے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا لہذا آپ ان کے لیے بددعا کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی بجائے دعا فرمائی۔ ﴿اللهم اهد دوسا و انت بهم﴾ اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت فرما دیجئے اور انہیں میرے پاس لے آئیے، چنانچہ اس کے بعد اس قبیلے کو اللہ نے ہدایت دی اور ۷۰ یا ۸۰ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے، دوس کا یہ وفد سن ۶ھ میں آیا ہے۔ (۴) واللہ اعلم

۴۱۳۲ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنْ قَيْسٍ ،  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ فِي الطَّرِيقِ :  
يَا لَيْلَةَ مِنْ طُولِهَا وَعَنَائِهَا عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ  
وَأَبَقَ غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيقِ ، فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْتُهُ ، فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ ،  
فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ) . فَقُلْتُ : هُوَ لَوَجْهِ اللَّهِ ، فَأَعْتَقْتُهُ .

[ر : ۲۳۹۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں میں نے یہ شعر پڑھا۔

يا ليلية من طولها وعنائها

على انها من دار الكفر نجت

”ہائے رات! تو کتنی لمبی اور تیری مشقت کس قدر ناقابل برداشت ہے مگر تیری یہ فضیلت بھی

ہے کہ تو نے مجھے دار الکفر سے نجات دی۔“

میرا غلام راستہ میں مجھ سے بھاگ گیا تھا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی ابھی میں آپ کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے؟ میں نے کہا وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ ہ میں مسلمان ہوئے ہیں چونکہ ان کا تعلق بھی قبیلہ دوس سے ہے (۵) اس لیے امام بخاری نے یہ روایت اس باب میں بیان فرمائی۔

تنبیہ  
ہمارے نسخوں میں ”ہو لوجه اللہ فاعتقتہ“ ہے حاشیہ کے نسخہ میں ”ہو حر لوجه اللہ“ ہے لیکن وہ درست نہیں کیونکہ یہ محمد بن العلاء کی روایت ہے اور اس روایت کے متعلق امام بخاری نے کتاب العتق صفحہ ۲۳۳ میں تصریح کی ہے کہ اس میں ”ہو حر“ واقع نہیں ہے۔ (۶)

### باب : قِصَّةِ وَفْدِ طَيْبِيٍّ ، وَحَدِيثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ .

۴۱۳۳ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ : أَتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ ، فَجَعَلَ يَدْعُو رَجُلًا رَجُلًا وَتَسْمِيَهُمْ ، فَقُلْتُ : أَمَا تَعْرِفُنِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ؟ قَالَ : بَلَى ، أَسَلَمْتَ إِذْ كَفَرُوا ، وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَذْبَرُوا ، وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا ، وَعَرَفْتَ إِذْ أَنْكَرُوا . فَقَالَ عَدِيُّ : فَلَا أَبَالِي إِذَا .

قبیلہ طئی کا وفد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہے خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ وفد پہلے آیا ہے اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی حاضری آپ کی خدمت میں اس کے بعد ہوئی ہے، عدی بن حاتم نے ۹ یا ۱۰ھ میں اسلام قبول کیا (۷) یہ مشہور جواد و سخی حاتم طائی کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ان کے پاس آئے، حضرت فاروق اعظم نے ارکان وفد میں ایک ایک آدمی کو اس کا نام پکار کر بلانا شروع کیا لیکن عدی بن حاتمؓ کو نہیں

(۵) حضرت ابوہریرہؓ کا نام سن کر حدیث سے شغف رکھنے والوں کے دلوں میں محبت کے چشمے بھوٹ پڑتے ہیں، آپ سے پانچ ہزار تین سو پچتر احادیث منقول ہیں، آپ کے نام کے متعلق مختلف اقوال ہیں، زیادہ مشہور ”عبدالرحمن بن سحر“ ہے، مدینہ منورہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۸ / ۳۳ - ۳۵)

(۶) صحیح بخاری، کتاب العتق، باب اذا قال لعبدہ مولئہ ونوی العتق: ۱ / ۳۳۳ (۷) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۳۵



بلایا۔ عدی بن حاتم چونکہ ایک بہت بڑے سردار کے بیٹے ہیں، جو دوسٹھائیں وہ بہت مشہور و معروف تھا اس لیے ان کا خیال یہ تھا کہ مجھے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے چنانچہ انہوں نے حضرت فاروق اعظمؓ سے کہا امانت عرفنی یا امیر المؤمنین؟ امیر المؤمنین! آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ امیر المؤمنین نے جواب دیا کیوں نہیں۔

”اسلمت اذ کفروا، واقبلت اذ ادبروا، ووفیت اذ غدروا، وعرفت اذ انکروا“ تم اس وقت مسلمان ہوئے جب یہ لوگ کافر تھے، اور تم اس وقت حاضر ہوئے جب انہوں نے پشت پھیری، اور تم نے اس وقت وفا کی جب ان لوگوں نے غدرواے وفائی کی اور تم نے اس وقت (اسلام کو) پہچانا جب ان لوگوں نے اجنبیت کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ طلی کے بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اسی طرح اس قبیلے کے بعض افراد مسلمہ کذاب پر ایمان لائے تھے لیکن حضرت عدی بن حاتم نے اسلام کی رسی مضبوطی سے پکڑی رکھی اور جو لوگ ان کے زیر اثر تھے انہیں رڈت اور مسلمہ پر ایمان لانے سے باز رکھا ”واقبلت اذ ادبروا، ووفیت اذ غدروا، وعرفت اذ انکروا“ سے حضرت فاروق اعظمؓ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (۸) جب حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ جملہ کہا تو حضرت عدی نے کہا ”فلا ابالی اذا“ تب تو مجھے کوئی پرواہ نہیں یعنی جب آپ مجھے اس طرح جانتے ہیں تو اگر مجھے نہیں بلایا تو کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت عدی بن حاتمؓ

حضرت عدی بن حاتمؓ اسلام لانے سے قبل نصرانی تھے، ۹ھ یا ۱۰ھ میں اسلام لائے، عراق کی فتح میں شریک رہے، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے، ایک سو بیس سال یا ایک سو اسی سال عمر پائی۔ (۹)

### باب : حَجَّةُ الْوُدَاعِ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترتیب وار واقعات سیرت ذکر فرما رہے ہیں، سن ایک ہجری سے لے کر سن دس ہجری تک کے غزوات، سرایا اور وفود کا تذکرہ کرنے کے بعد اب سن دس ہجری میں ہونے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری حج کا ذکر کر رہے ہیں جو تاریخ اسلام میں حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس حج کے چار نام ہیں۔ ① حجۃ الوداع ② حجۃ الاسلام ③ حجۃ التمام ④ اور حجۃ البلاغ۔ (۱۰)

حجۃ الوداع اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو الوداع کہا تھا اور فرمایا تھا ”لعلی لا القاکم بعد عامی هذا“ شاید اس کے بعد میری آپ سے ملاقات نہ ہو سکے۔

(۸) فتح الباری: ۸ / ۱۰۳ (۹) الاصابة فی تمييز الصحابة: ۲ / ۴۶۸ (۱۰) دیکھیے تاریخ الحمیس فی احوال انفس نفیس: ۲ / ۱۳۸

حجۃ الاسلام اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج فریضہ تھا، فرضیت حج نازل ہونے کے بعد اسلامی رکن کی حیثیت سے یہی حج آپ نے ادا کیا۔

حجۃ التمام اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس حج کے موقع پر قرآن شریف کی آیت ﴿اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً﴾ نازل ہوئی۔

اور حجۃ البلاغ اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج میں مختلف خطبے ارشاد فرمائے اور خطبوں کے بعد آپ نے فرمایا ”الاهل بلغت، الاهل بلغت“ یعنی کیا میں نے اللہ کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیا۔ (۱۱)

اس حج کے لیے پہلے سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لیے جائیں گے، امام مسلم، امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اس اعلان کے بعد لوگوں کی بڑی تعداد مدینہ منورہ آئی، سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنا چاہتے تھے۔ (۱۲)

## روانگی

ماہ ذی القعدہ شروع ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی تیاری شروع کی اور صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بھی حج کی تیاری کریں۔ چنانچہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ بروز ہفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں صحابہ کا ایک عظیم الشان اور مبارک مجمع اپنے ساتھ لے کر حج کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، ابن حزم وغیرہ نے جمعرات کا دن آپ کے خروج کا بتایا ہے لیکن حافظ ابن کثیر نے تمام روایات کی تحقیق کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بروز ہفتہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ہیں (۱۳) ہفتہ کی ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں پڑھنے کے بعد آپ روانہ ہوئے، تمام ازواج مطہرات (۱۴) اور حضرت فاطمہؓ (۱۵) اس سفر میں ساتھ تھیں۔

## صحابہ کی تعداد!

اس موقع پر صحابہ کی کتنی تعداد آپ کے ساتھ تھی اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات نہیں کی جاسکتی۔ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس ہزار کے قریب لوگ اس وقت آپ کے ساتھ تھے۔ حافظ ابن قیم نے فرمایا ”ووافاه فی الطريق خلایق لا یحصون“ (۱۶) ان کے عدد کا حقیقی احصا نہیں ہو سکا۔ مولانا یونس

(۱۱) عمدۃ القاری: ۳۶/۱۸۔

(۱۲) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۹۳/۱۔ و سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب صفة حجۃ النبی

صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۸۲/۲، رقم الحدیث: ۱۹۰۵۔ و سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب حجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۰۲۲/۲۔

رقم الحدیث: ۳۰۷۳ (۱۳) دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۱۱۲/۵۔ نیز زاد المعاد: ۱۰۲/۳۔ ۱۰۶ (۱۴) زاد المعاد: ۱۰۹/۲۔

(۱۵) دلائل النبوة للبیہقی: ۳۵/۵ (۱۶) زاد المعاد: ۱۰۳/۲۔

صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ امام نووی نے ”شرح مہذب“ میں لکھا ہے کہ حجۃ الوداع میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ (۱۷) لیکن درحقیقت امام نووی سے نقل میں غلطی واقع ہوئی ہے اگرچہ اس نقل پر اعتماد کرتے ہوئے شرح مشکوٰۃ نے بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کا قول نقل کر دیا (۱۸) واقعہ یہ ہے کہ امام نووی نے یہ قول ابو زرعمہ رازی سے نقل کیا ہے اور امام ابو زرعمہ رازی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار تعداد نہیں بتائی بلکہ چالیس ہزار تعداد بتائی ہے، چنانچہ ابن الصلاح نے ”مقدمۃ علوم الحدیث“ میں ابو زرعمہ رازی کا پورا کلام نقل کر دیا ہے جس میں ہے ﴿ شہد مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع اربعون الفاً، وشہد معہ تبوک سبعون الفاً... قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مائۃ الف واربعۃ عشر الفامن الصحابة ممن روى عنه وسمع منه ﴾ (۱۹)

اس میں تصریح ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ کے ساتھ چالیس ہزار، غزوہ تبوک میں ستر ہزار اور آپ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے جنہوں نے آپ سے روایت کی اور آپ سے سنا۔

مدینہ اور مکہ کا یہ سفر نو دن جاری رہا اور چار ذی الحجہ بروز اتوار آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، ذی قعدہ کی پچیس تاریخ ہفتہ کو آپ کی روانگی ہوئی تھی لیکن اس سال ماہ ذی قعدہ انتیس دن کا تھا، پانچ دن ذی قعدہ کے (یعنی پچیس، چھبیس، ستائیس، اٹھائیس اور انتیس) اور چار دن ذی الحجہ کے سفر میں گزرے۔ (۲۰) اس سال نو ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن حج کا رکن اعظم (وقوف عرفہ) ادا کیا اور میدان عرفات میں آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جس کی تفصیل آگے روایت میں آرہی ہے۔ دس ذی الحجہ کو آپ منی گئے اور وہاں آپ نے تریسٹھ اونٹ نحر کئے۔ ۳۷ اونٹ حضرت علی نے آپ کی طرف سے ذبح کئے اس طرح کل سو اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربان کئے گئے (۲۱) اس کے بعد پھر آپ نے حلق فرمایا اور ذی الحجہ کی چودہ تاریخ کو صحابہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ (۲۲)

۴۱۳۴ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ( مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ،

(۱۷) امام نووی کا یہ قول شرح مہذب میں احقر کو نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم (۱۸) دیکھیے التعليق الصباح: ۱۹۲/۳

(۱۹) دیکھیے مقدمۃ ابن الصلاح: ۱۲۷-۱۲۸ (۲۰) زاد المعاد: ۱۰۶/۳ - والبدایۃ والنہایۃ: ۱۱۲/۵

(۲۱) فتح الباری: ۵۵۵/۳۔ باب لا يعطى الجزاء من الهدى شيئاً (۲۲) جوامع السيرة لابن حزم: ۲۸۷۔

ثُمَّ لَا يَجِلُّ حَتَّى يَجِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا) . فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ ، وَلَمْ أَطْفُ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (انْقُضِي رَأْسَكِ وَأَمْسِطِي ، وَأَهْلِي بِالْحَجِّ ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ) . فَفَعَلْتُ ، فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصُّدَيْقِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَعْتَمَرْتُ ، فَقَالَ : (هَذِهِ مَكَانَ عُمَرَتِكَ) . قَالَتْ : فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ حَلُّوا ، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِئِي ، وَأَمَّا الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا . [ ر : ۲۹۰ ]

۴۱۳۵ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو جَرِيحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءٌ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ ، فَقُلْتُ : مِنْ أَيْنَ قَالَ هَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ ؟ قَالَ : مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «ثُمَّ مَجِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ» . وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجِلُّوا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ . قُلْتُ : إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ بَعْدَ الْمَعْرِفِ ، قَالَ : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ .

حدثنی عمرو بن علی.... عن ابن عباس اذا طاف بالبيت فقد حل

عطاء بن رباح نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ جب آدمی بیت اللہ کا طواف کر لیتا ہے تو وہ حلال ہو جاتا ہے ، تو ان کے شاگرد جریج نے ان سے سوال کیا ”من این قال هذا ابن عباس؟“ یعنی ابن عباسؓ نے یہ بات کہاں سے (اور کس دلیل کی بنیاد پر) کہی تو عطاء نے کہا قرآن مجید کی اس آیت سے کہی ﴿ثُمَّ مَجِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (۲۳) ”پھر ان ہدایا کے پہنچنے کی جگہ بیت العتیق یعنی بیت اللہ ہے“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی بنیاد پر کہی کہ آپؐ نے صحابہ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر طواف کرنے کے بعد حلال ہونے کے لیے کہا تھا، اس پر جریج نے کہا ”انما كان ذلك بعد المعرف“ یعنی قرآن شریف کی آیت ﴿ثُمَّ مَجِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ میں ہدایا کے ذبح کرنے کے متعلق جو کہا جا رہا ہے کہ وہ حرم میں ذبح ہوں گی یہ عمل وقوف عرفات کے بعد کا ہے تو عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس اس کو وقوف عرفات سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں درست قرار دیتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کے طواف کرنے کے بعد آدمی حلال ہو جاتا ہے بعض علماء نے کہا کہ ان کا یہ مذہب صرف عمرہ کرنے والے شخص کے متعلق تھا کہ جو شخص عمرے کے لیے بیت اللہ گیا اور اس نے طواف کر لیا تو وہ حلال ہو جائے گا یعنی سعی وغیرہ کرنے سے قبل ہی وہ حلال

ہو جائے گا اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان کا یہ مذہب صرف حج کرنے والے شخص کے متعلق ہے کہ حج کرنے کے لیے جب حاجی بیت اللہ پہنچے اور وہ طواف قدوم کر لے تو وہ حلال ہو جاتا ہے ، بہر حال چاہے ان کا یہ فتویٰ معتمر کے متعلق ہو یا حاجی کے متعلق تاہم یہ جمہور کے خلاف ہے ۔ (۲۴)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کے اس فتوے کی ایسی توجیہات ممکن ہیں جن کی رو سے ان کا مذہب جمہور کے خلاف نہیں ہوگا ، پھر انہوں نے تین ایسی توجیہات پیش کیں ۔  
 ❶ ایک توجیہ انہوں نے یہ کی کہ حضرت ابن عباسؓ کے فتوے ”من طاف بالبيت فقد حل“ میں طواف سے مراد طواف زیارت ہے اور مطلب یہ ہے کہ حاجی جب طواف زیارت کرے تو وہ حلال ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کا بھی یہی مذہب ہے ۔

❷ دوسری توجیہ انہوں نے یہ کی کہ ان کا یہ فتویٰ معتمر کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ معتمر طواف کے بعد حلال ہو جاتا ہے سعی وغیرہ چونکہ طواف کے توابع میں سے ہیں اس لیے اس کا مستقل ذکر نہیں کیا اور مراد یہی ہے کہ طواف اور توابع طواف انجام دینے کے بعد حلال ہو جاتا ہے ۔

❸ تیسری توجیہ حضرت گنگوہی نے یہ فرمائی کہ ان کا یہ فتویٰ حج افراد کرنے والے شخص سے متعلق ہے کہ حج افراد کا احرام باندھنے والے شخص پر فسخ الحج الی العمرة لازم ہے ، ایسا شخص پہلے عمرے کا طواف کر کے حلال ہو جائے گا اس کے بعد پھر حج کا احرام باندھے گا ، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ان تمام حضرات کو جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا حکم دیا کہ عمرہ کر کے حلال ہو جاؤ۔ یہ اگرچہ جمہور کا مذہب نہیں ہے تاہم اس کی اصل حدیث سے ثابت ہے اور امام احمد اور بعض اہل ظاہر اس کے قائل ہیں کہ مفرد بالحج پر فسخ الحج الی العمرة لازم ہے ۔ (۲۵)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری توجیہات توجیہات ہی ہیں اور تکلف سے خالی نہیں ، وجہ یہ ہے کہ تمام علماء یہی نقل کرتے چلے آ رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ کا مسلک جمہور کے خلاف ہے ، (۲۶) تاویلات کر کے ان کا مذہب جمہور کے موافق بنانا توجیہ القول بمالایرضی بہ القائل کے قبیل سے ہے ، یہی وجہ ہے کہ حضرت گنگوہی نے آخر میں خود فرمادیا ۔ ”وبالجملۃ: فلا یخلو هذا المقام من الشبهة والواہام“ (۲۷)

۴۱۳۶ : حَدَّثَنِي بَيَّانُ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَيْسِ قَالَ : سَمِعْتُ طَارِقًا ،  
عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْبَطْحَاءِ ، فَقَالَ :

(۲۴) فتح الباری: ۳/۳۷۸۔ کتاب الحج، باب من طاف بالبيت اذا قدم مكة (۲۵) ان تینوں توجیہات کے لیے دیکھیے ، لامع الدراری: ۸/۲۸۸-۲۸۹

(۲۶) تعلیقات لامع الدراری: ۸/۲۸۷ (۲۷) لامع الدراری: ۸/۲۹۱

(أَحَجَبْتُ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (كَيْفَ أَهَلَّتْ) . قُلْتُ : لَيْتِكَ يَا هَلَالٍ كَيْهَلَالٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ : (طُفْتُ بِالْبَيْتِ ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ حِلًّا) . فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ ، فَقَلَّتْ رَأْسِي . [ر : ۱۴۸۴]

۴۱۳۷ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَّاضٍ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوُدَاعِ ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ : فَمَا يَمْنَعُكَ ؟ فَقَالَ : (لَبَدْتُ رَأْسِي ، وَقَلَدْتُ هَدْيِي ، فَلَسْتُ أُحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي) . [ر : ۱۴۹۱]

۴۱۳۸ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ : حَدَّثَنِي شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثَمٍ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ ، وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنْ فَرِيضَةَ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ ، فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أُحِجَّ عَنْهُ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . [ر : ۱۴۴۲]

امام بخاری نے یہ روایت یہاں دو سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے ، سند اول کے الفاظ ابواب الاستیذان میں آرہے ہیں (۳۱) یہاں جو متن ہے وہ دوسری سند کا ہے ، یہ روایت کتاب الحج میں بھی گزر چکی ہے ۔ (۳۲)

۴۱۳۹ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ ، وَهُوَ مُرْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ ، وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ، حَتَّى أَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ ، ثُمَّ قَالَ لِعُمَانِ : (أَتَيْنَا بِالْمِفْتَاحِ) . فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُمَانُ ، ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ، فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلًا ، ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُولَ ، فَسَبَقْتُهُمْ ، فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ ، فَقُلْتُ لَهُ : أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ؟ فَقَالَ : صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ ،

وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ ، صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمَقْدَمِ ، وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ ، وَأَسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِي يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ .  
 وَقَالَ : وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى ، وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَرَّةً حَمْرَاءُ . [ر : ۳۸۸ : ۴۱۴۰ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُمَا : أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَزِيٍّ ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، حَاضَتْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَحَابِسْتُنَا هِيَ) . فَقُلْتُ : إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَلْتَنْفِرِي) . [ر : ۳۲۲ :

اشکال ہوتا ہے کہ یہ روایت غزوہ فتح مکہ میں گزر چکی (۲۸) اور یہ واقعہ بھی فتح مکہ ہی سے متعلق ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یہاں حجۃ الوداع میں کیوں ذکر فرمایا؟  
 حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”لامع الدراری“ میں فرمایا کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے یا نہیں، بعض علماء دخول اور بعض عدم دخول کے قائل ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتح مکہ کی حدیث یہاں ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ فتح مکہ کا سفر بیت اللہ شریف کی زیارت کے قصد و ارادے سے نہیں ہوا تھا بلکہ جہاد کے ارادے سے آپ نے وہ سفر کیا تھا لیکن اس کے باوجود آپ اس موقع پر بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے تو حجۃ الوداع کا سفر تو خاص بیت اللہ شریف ہی کے لیے ہوا تھا اس لیے یقیناً آپ حج کے موقع پر بیت اللہ کے اندر گئے ہوں گے۔ (۲۹) حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کے متعلق کوئی روایت چونکہ امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اس لیے امام نے فتح مکہ کی روایت کو ذکر کر کے استدلال کیا۔

امام ابو داؤد، امام ترمذی، اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے اس میں ہے ﴿ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من عندها وهو مسرور، ثم رجع الی وهو کئیب فقال: انی دخلت البیت، ولو استقبلت من امری ما استدبرت ما دخلتها، انی اخاف ان اکون قد شققت علی امتی﴾ (۳۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش خوش تشریف لے گئے لیکن جب واپس

(۲۸) دیکھیے باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکة، رقم الحدیث ۴۲۸۹۔ (فتح الباری: ۱۸/۸)۔

(۲۹) لامع الدراری: ۸ / ۲۹۱ - ۲۹۲

(۳۰) الحدیث اخر جہد الترمذی رقم ۸۶۳ فی الحج، باب ماجاء فی دخول الکعبة، و ابو داؤد، رقم ۲۰۲۹ فی المناسک، باب دخول الکعبة، و اخر جہد

ابن ماجہ، رقم ۳۰۶۳ فی المناسک، باب دخول الکعبة

آئے تو آپؐ عمگین تھے ، فرمانے لگے اگر مجھے اس بات کا پہلے اندازہ ہوتا جس کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا تو میں بیت اللہ شریف کے اندر داخل نہ ہوتا ، مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ میں نے اپنی امت کے لیے مشقت کا سامان کر دیا ، مطلب یہ ہے کہ بعد میں لوگ کہیں گے کہ اللہ کا نبیؐ بیت اللہ کے اندر داخل ہوا تھا لہذا ہم بھی داخل ہوں گے اس طرح ہر حاجی حج کے موقع پر بیت اللہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے گا جس سے بڑی مشکلات پیدا ہوں گی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تھے ، اگرچہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے لیکن چونکہ حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ آپؐ میرے پاس سے تشریف لے گئے تھے اور حضرت عائشہؓ آپؐ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر نہیں تھیں حجۃ الوداع کے موقع پر تھیں اس لیے یہ روایت حجۃ الوداع سے متعلق ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۱۴۱ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا ، وَلَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ ، فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَاطَّيَّبَ فِي ذِكْرِهِ ، وَقَالَ : ( مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ أُمَّتَهُ ، أَنْذَرَهُ نُوحٌ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ بَعْدِهِ ، وَإِنَّهُ يُخْرِجُ فِيكُمْ ، فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَأْنِهِ فَلَيْسَ يَخْفَى عَلَيْكُمْ : أَنْ رَبِّكُمْ لَيْسَ عَلَى مَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ - ثَلَاثًا - إِنْ رَبِّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ ، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيَمْنَى ، كَانَ عَيْنُهُ عَيْنَهُ طَافِيَةً . أَلَا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بِلَادِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ، أَلَا هَلْ بَلَغْتُ ) . قَالُوا : نَعَمْ ، قَالَ : ( اللَّهُمَّ أَشْهَدُ - ثَلَاثًا - وَبِلَادِكُمْ ، أَوْ وَبِحَاكُمُ ، أَنْظَرُوا ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ) . [ ر : ۱۶۵۵ ]

کناتحدث بحجۃ الوداع والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اظہرنا ولا ندری ما حجۃ الوداع یعنی اس حج کو ہم حجۃ الوداع کہتے تھے لیکن حجۃ الوداع کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا ، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حج کے حجۃ الوداع ہونے کو سنا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس کو حجۃ الوداع کہتے رہے لیکن وہ یہ نہیں سمجھ سکے تھے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ عرصہ بعد وفات ہوئی تب معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع اس کو اس لیے کہا گیا تھا کہ اس میں آپؐ نے لوگوں کو الوداع کہا ہے۔

آگے روایت میں خطبہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے ، یہاں بخاری کی روایت میں خطبہ حجۃ الوداع کا کچھ



ہے، ابن ہشام اور ابن اسحاق نے خطبہ حجۃ الوداع کا اکثر حصہ نقل کیا ہے۔

### خطبہ حجۃ الوداع

ایہا الناس: اسمعوا قولی، فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی هذا بهذا الموقف ابدا۔ ایہا الناس، ان دماءکم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم، کحرمة یومکم هذا و کحرمة شهرکم هذا۔ وانکم ستلقون ربکم فیسألکم عن اعمالکم۔ وقد بلغت، فمن کانت عنده امانة فلیؤدها الی من ائتمنه علیها۔ وان کل ربا موضوع، ولكن لکم رؤوس اموالکم، لا تظلمون ولا تظلمون، قضی اللہ انه لاربا، وان ربا عباس بن عبدالمطلب موضوع کله، وان کل دم کان فی الجاهلیة موضوع، وان اول دمائکم اضع دم ابن ربیعة بن الحارث بن عبدالمطلب....

اما بعد، ایہا الناس، فان الشیطان قد یس من ان یعبد بأرضکم هذا ابدا، ولكنه ان یطع فیما سوی ذلك، فقد رضی به مما تحقرون من اعمالکم، فاحذروه علی دینکم ایہا الناس، ان النسئ زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونہ عاما و یحرّمونہ عاما، لیواطوا عدة ما حرم اللہ، فیحلوا ما حرم اللہ، و یحرّموا ما حل اللہ، وان الزمان قد استدار کھیثہ، یوم خلق اللہ السموات والارض، وان عدة الشهور عند اللہ اثنا عشر شهرا، منها اربعة حرم، ثلاثة متوالیة و رجب مضر الذین بین جمادی و شعبان،

اما بعد، ایہا الناس، فان لکم علی نساءکم حقاً ولهن علیکم حقاً، لکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احداً تکرهونہ و علیهن ان لا یأتین بفاحشة مبینة، فان فعلن فان اللہ قد اذن لکم ان تهجرنهن فی المضاجع و تضربوهن ضرباً غیر مبرح فان انتهین فلهن رزقهن و کسوتهن بالمعروف، و استوصوا بالنساء خیراً، فانهن عندکم عوان لا یملکن لانفسهن شیئاً، وانکم انما اخذتموهن بأمانة اللہ، و استحللتم فروجهن بکلمات اللہ، فاعقلوا ایہا الناس قولی، فانی قد بلغت، و قدرت کت فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابداً، امرّ ایئناً، کتاب اللہ و سنة نبیہ۔

ایہا الناس، اسمعوا قولی، و اعقلوه، تعلمن ان کل مسلم اخ للمسلم، وان المسلمین اخوة، فلا یحل لامری من اخیا الا ما اعطاه من طیب نفس منه، فلا تظلمن انفسکم، اللہم هل بلغت؟ (۳۳)

حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا:

”لوگو! میری بات سنو، مجھے معلوم نہیں شاید کہ اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا، لوگو! تمہارے خون اور تمہارے اموال ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جس طرح آج کے

اس دن کی اور اس مہینے کی حرمت ہے، یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو، اور تم عنقریب اپنے رب سے ملو گے، پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، میں نے (آپ تک) یہ بات پہنچا دی، لہذا جس کے پاس کسی کی امانت ہو، وہ امانت اس کے مالک تک پہنچا دے، جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے، البتہ اصل اس المال لے سکتے ہو، تاکہ نہ تم دوسروں پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ سود باطل ہے، عباس بن عبدالمطلب کا سود بھی باطل ہے۔ (۳۳) زمانہ جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے ہی خاندان کے ایک فرد) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں۔

لوگو! شیطان اس بات سے اب مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اس کی عبادت کی جائے گی لیکن عبادت کے علاوہ دوسرے چھوٹے اعمال میں اگر اس کی پیروی کی گئی تو وہ اس پر بھی راضی رہے گا، لہذا اپنے دین کے سلسلہ میں اس سے بچتے رہنا۔

لوگو! نسئی (مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) کفر میں زیادتی کا سبب ہے، اس کے ذریعے کافر گمراہ ہوتے ہیں، وہ ایک سال حرام مہینوں کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال انہی کو حرام قرار دے دیتے تھے تاکہ اس طرح وہ اشہر حرم کی گنتی پوری کریں، چنانچہ وہ ان مہینوں کو حلال کر دیتے تھے جن کو اللہ نے حرام کیا ہے اور جن مہینوں کو اللہ نے حلال کیا ہے ان کو حرام قرار دیتے تھے.... لیکن اب زمانہ اپنی اس ابتدائی حالت پر لوٹ آیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا، اللہ کے ہاں سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں چار حرمت والے ہیں، تین مسلسل ہیں (یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) اور ایک ماہ رجب ہے جس کا قبیلہ مضر خاص احترام کرتا ہے جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔

لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر ان کے بھی کچھ حقوق ہیں، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جسے تم پسند نہ کرتے ہو اور یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں لیکن اگر وہ کریں تو اللہ نے تم کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم ان کی سونے کی جگہ کو اپنے سے الگ کر دو (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو) پھر تمہیں اجازت ہے کہ انہیں ایسی ہلکی مارو جس سے بدن پر نشان نہ پڑیں، اگر وہ باز آگئیں تو حسب دستور ان کا کھانا اور کپڑا تمہارے ذمہ ہے۔ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے ہمیشہ پابند رہو کیونکہ وہ تمہارے پاس قید ہیں اور اپنے معاملات خود نہیں چلا سکتیں، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کو اپنے لیے جائز و حلال کیا ہے۔

(۳۳) حضرت عباسؓ سے پہلے سود کا کاروبار کرتے تھے، بہت سے لوگوں کے ذمہ ان کا سود باقی تھا آپ نے اپنے چچا کا تمام سود باطل قرار دیا۔

لوگو! میری بات سمجھو، میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم کمرہ نہ ہو گے، وہ چیز کتاب اللہ اور میری سنت ہے۔

لوگو! میری بات سنو اور سمجھو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں لہذا کسی آدمی کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں الایہ کہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے دے، پس تم اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔“

۴۱۴۲ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ : حَدَّثَنِي زَيْدُ ابْنُ أَرْقَمٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَزَا نِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً ، وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَاحِدَةً لَمْ يَحْجَّ بَعْدَهَا ، حَجَّةَ الْوَدَاعِ . قَالَ أَبُو إِسْحَقَ : وَبِمَكَّةَ أُخْرَى . [ ر : ۳۷۳۳ ]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حجۃ الوداع ادا کیا ہے (۳۵) اس کے علاوہ کوئی اور حج نہیں کیا، ابو اسحاق جو اس روایت کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ مکہ میں آپ نے ایک حج اور بھی کیا ہے۔

ہجرت سے قبل آپ نے کتنے حج کئے، اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، ابو اسحاق تو کہتے ہیں کہ ایک حج کیا ہے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر کی روایت نقل کی ہے ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج ثلاث حجج، مجتہن قبل ان يهاجر وحجة بعد ما هاجر“ (۳۶) یعنی ہجرت سے قبل آپ نے دو حج کئے۔ غالباً حضرت جابر نے ہجرت سے قبل جن دو حجوں کا ذکر کیا ہے وہ ۱۲ اور ۱۳ نبوی کے حج ہیں، ۱۲ نبوی میں بیعت عقبہ اولی ہوئی تھی اور ۱۳ نبوی میں بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی تھی۔ (۳۷) بیعت عقبہ ثانیہ میں حضرت جابر کے والد بھی شریک تھے (۳۸) اس لیے حضرت جابر کو ان دو حجوں کا علم ہو سکا اور باقی کا نہیں ہوا۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل بہت سارے حج کئے۔ (۳۹) ابن جوزی فرماتے ہیں ”حج حججاً لا يعرف عددها“ (۴۰) اتنے حج کئے عدد معلوم نہیں۔ ابن الاثیر کی رائے یہ ہے کہ آپ ہر سال حج کرتے تھے۔ (۴۱)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات میں ہرگز کوئی تامل نہیں کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کیا کرتے تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش حج کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے، بہت ہی مجبوری ہو تو حج

(۳۵) جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت جابر کی روایت میں ہے (سنن ابی داؤد: ۸۴/۲ باب صفة حجة النبي صلى الله عليه وسلم - رقم ۱۹۰۵)

(۳۶) الحديث اخرج الترمذي في ابواب الحج باب ماجاء: كم حج النبي صلى الله عليه وسلم؟ ۱۶۹/۳ - رقم ۸۱۵ - وابن ماجه في كتاب

العنساك باب حجة رسول الله صلى الله عليه وسلم رقم ۳۰۶۶ (۳۷) تفصیل کے لیے دیکھیے، سیرت ابن ہشام: ۱/ ۳۳۱ و ۳۳۸

(۳۸) سیرت ابن ہشام: ۱/ ۲۶۳ (۳۹) فتح الباری: ۱۰۲/۸ (۴۰) فتح الباری: ۱۰۲/۸ (۴۱) فتح الباری: ۱۰۲/۸

چھوڑتے تھے ورنہ نہیں، حج بقایائے ملتِ ابراہیمی میں سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار بھی تھے اس لیے قیاس یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل بہت سارے حج کئے ہوں گے جن کی تعداد معلوم نہیں۔

۴۱۴۳ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُذْرِكٍ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ ، عَنْ جَرِيرٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْحَرِيرِ : (اسْتَنْصِتِ النَّاسَ) . فَقَالَ (لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ) . [ر : ۱۲۱]

۴۱۴۴ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الزَّمَانُ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَةِ يَوْمِ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ : ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ ، وَرَجَبٌ مُضَرٌ ، الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ . أَيُّ شَهْرٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ : (الْبَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ) . قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : (فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ : (الْبَيْسَ الْبَلَدَةَ) . قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : (فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ ، قَالَ : (الْبَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ) . قُلْنَا : بَلَى ، قَالَ : (فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ مُحَمَّدٌ : وَأَخْسِيئُهُ قَالَ - وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ ، فَسَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ، ضَلَالًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ، أَلَّا لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَلَعَلَّ بَعْضٌ مَنْ يُبَلِّغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ مَنْ سَمِعَهُ) . فَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ يَقُولُ : صَدَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ : (أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ) . مَرَّتَيْنِ . [ر : ۶۷]

۴۱۴۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مَسْلَمٍ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ : أَنَّ أَنَسًا مِنَ الْيَهُودِ قَالُوا : لَوْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا ، فَقَالَ عُمَرُ : آيَةٌ آيَةٌ ؟ فَقَالُوا : «الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا» . فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي لَأَعْلَمُ أَيَّ مَكَانٍ أَنْزَلَتْ ، أَنْزَلَتْ وَرَسُولُ

اللَّهُ ﷺ واقِفٌ بِعَرَفَةَ . [ ر : ٤٥ ]

٤١٤٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
ابْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَمِنَّا  
مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةَ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةٍ ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجِّ وَعُمْرَةَ ، وَأَهَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
بِالْحَجِّ ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ ، أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ، فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ .  
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، وَقَالَ : مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ .  
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ : مِثْلَهُ . [ ر : ٢٩٠ ]

٤١٤٧ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، هُوَ ابْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ ،  
عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : عَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، مِنْ وَجَعٍ أَشْفَيْتُ  
مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى ، وَأَنَا ذُو مَالٍ ، وَلَا بَرِيئِي  
إِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِمُلَّتِي مَالِي ؟ قَالَ : ( لَا ) . قُلْتُ : أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ ؟ قَالَ :  
( لَا ) . قُلْتُ : فَالْتُّ ؟ قَالَ : ( وَالتُّ كَثِيرٌ ) ، إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ  
عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ ، وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا ، حَتَّى اللَّقْمَةَ تَجْعَلُهَا  
فِي فِي أَمْرَاتِكَ . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَتُخَلِّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي ؟ قَالَ : ( إِنَّكَ لَنْ تُخَلِّفَ ،  
فَتَعْمَلُ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ ، إِلَّا أَزْدَدْتُ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً ، وَلَعَلَّكَ تُخَلِّفُ حَتَّى يَسْتَصْعِبَ بِكَ  
أَقْوَامٌ وَيُضْرَبَ بِكَ آخَرُونَ ، اللَّهُمَّ أَمُضْ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ ، وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَصْحَابِهِمْ ، لَكِنِ  
الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ حَوْلَةَ ) . رَأَى لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُوفِّيَ بِمَكَّةَ . [ ر : ٥٦ ]

٤١٤٨/٤١٤٩ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ،  
عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُمْ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ .  
( ٤١٤٩ ) : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ :  
أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : أَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ،  
وَأَنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ . [ ر : ١٦٣٩ ]

- ۴۱۵۰ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ . وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ أَقْبَلَ بِسِيرٍ عَلَى حِمَارٍ ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ بِيَمِينِي فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ ، فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضِ الصَّفِّ ، ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ ، فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ . [ر : ۷۶]
- ۴۱۵۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ : سُئِلَ أُسَامَةُ ، وَأَنَا شَاهِدٌ ، عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ ؟ فَقَالَ : الْعَنْقَ ، فَإِذَا وَجَدَ فَجَوْهَةً نَصَّ . [ر : ۱۵۸۳]
- ۴۱۵۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطَمِيِّ : أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمِيعًا . [ر : ۱۵۹۰]

### باب : غزوة تبوك ، وهي غزوة العسرة .

غزوة تبوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوة تبوک کو بعد میں اور حجۃ الوداع کو پہلے ذکر کیا حالانکہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے غزوة تبوک حجۃ الوداع سے پہلے ہے ، اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

① حافظ ابن حجر وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ لتاخ اور کاتبین کا تصرف ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کو غزوة تبوک سے مقدم لکھ یا۔ (۳۳)

② بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری چونکہ ”کتاب المغازی“ بیان کر رہے ہیں اس لیے انہوں نے سوچا کہ کتاب المغازی کا اختتام بھی غزوے ہی پر ہونا چاہیے ، اگر حجۃ الوداع کو بعد میں لاتے تو اختتام غزوے پر نہ ہوتا اس وجہ سے انہوں نے غزوة تبوک کو حجۃ الوداع سے مؤخر ذکر کیا۔ (۳۳)

③ حضرت سیح الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ حجۃ الوداع کو غزوة تبوک سے مقدم ذکر کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سلسلۃ الوفود کی انتہاء کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ سلسلۃ الوفود کی ابتدا فتح مکہ کے بعد ہوئی ہے ، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتح مکہ بیان کرنے کے بعد سلسلۃ الوفود کا ذکر شروع کیا اور اس کی انتہاء حجۃ الوداع پر ہوئی ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”باب قصۃ وفد طی“ ذکر کرنے

کے بعد حجۃ الوداع کا باب باندھا اور مقصد یہ ہے کہ وفود کا یہ سلسلہ حجۃ الوداع پر جا کر ختم ہوا ہے۔ اگر ”باب قصۃ وفد طی“ کے بعد حجۃ الوداع کو ذکر نہ کرتے غزوۂ تبوک کو ذکر کرتے تو تاریخی اعتبار سے ترتیب تو برقرار رہتی لیکن سلسلۃ الوفود کی انتہاء معلوم نہ ہوتی، امام بخاری نے تاریخی ترتیب کی رعایت کو ترک کر کے سلسلۃ الوفود کی انتہاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حجۃ الوداع کو مقدم ذکر کیا کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حجۃ الوداع تبوک سے مؤخر ہے لیکن وفود کا سلسلہ کب ختم ہوا یہ سب کو معلوم نہیں، اس فائدہ کے پیش نظر امام بخاری نے ایسا کیا (۴۵) حضرت سیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے کافی وزنی ہے۔ واللہ اعلم

### غزوۂ تبوک کا سبب

رومیوں کے ساتھ لشکر اسلام کی پہلی جنگ موتہ میں ہوئی، اس جنگ کے بعد رومی سلطنت اس کوشش میں رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے، رومیوں کے ان عزائم کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں شام کے تجارت پیشہ نبطی لوگ زیتون کا تیل فروخت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے ان لوگوں نے مسلمانوں کو یہ خبر دی کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے اپنی فوجیں مقام تبوک میں سرحد شام پر جمع کر دی ہیں اور فوجیوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دے کر خوش اور مطمئن کر دیا ہے۔ (۴۶)

معمم طبرانی میں حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ بعض عرب عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تھا کہ مدعی نبوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہو چکا ہے اور عرب قحط کی شدت کی وجہ سے بھوکوں مر رہے ہیں، عرب پر حملہ کرنے کے لیے یہ مناسب موقع ہے، چنانچہ ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اس کا مقدمۃ الجیش ”بلقاء“ تک پہنچ گیا۔ (۴۷)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان کے حملہ سے پہلے پیش قدمی کر کے مقابلہ کرنا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جنگوں میں صحیح مقام نہیں بتاتے تھے لیکن یہ جنگ چونکہ تمام سابقہ جنگوں سے ممتاز تھی ایک تو اس لیے کہ اس میں دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، دوسرے اس لیے کہ اس میں شاہ روم ہرقل کی تربیت یافتہ فوج کے ساتھ مقابلہ تھا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوج اور مالی اعانت طلب کی اور مدینہ طیبہ کے تمام مسلمانوں کو اس جہاد میں نکلنے کا حکم دیا (۴۸)

(۴۵) صحیحہ الانواب والتراجم لصحیح البخاری: ۱۱/۲۔ باب حجۃ الوداع (۴۶) طبقات ابن سعد: ۲/۱۶۵۔ فتح الباری: ۱۱/۸

(۴۷) فتح الباری: ۱۱/۱۸ (۴۸) زاد المعاد: ۳/۵۳۶-۵۳۷

اتفاق سے یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا، قحط و فاقہ عام تھا، اس کے ساتھ ساتھ کھیتیاں اور باغات کے پھل پکنے کے قریب تھے (۴۹) انہیں باغات اور کھیتوں کی فصل پر اہل مدینہ کی پورے سال کی معیشت کا دارومدار تھا، ان تمام چیزوں میں سے ہر چیز اللہ کی راہ میں جانے کے لیے صحابہؓ کے پاؤں کی زنجیر اور رکاوٹ بن سکتی تھی لیکن مرحبا صد مرحبا اسلام کے ان سرفروش مجاہدین کے لیے جنہوں نے شجر اسلام کی آبیاری کے لیے اپنے خون اور اپنے مال کی قربانی دینے میں ہمیشہ ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کی، اس موقع پر بھی اسلام کے سچے اور مخلص جانباہر صحابہؓ نے بڑھ بڑھ کر مالی اعانت میں حصہ لیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا کچھ لاکر حاضر کر دیا (۵۰) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ گھر میں کچھ چھوڑا بھی؟ عرض کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام، حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنا نصف مال لاکر حاضر کیا (۵۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سواونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار اشرفی نقد لاکر خدمت نبویؐ میں پیش کی (۵۲) اس طرح دیگر صحابہؓ نے اپنی استطاعت کے مطابق اس مالی اعانت میں حصہ لیا لیکن اس کے باوجود چند نادار صحابہؓ ایسے تھے کہ ان کے سفر کے لیے زادراہ کا انتظام نہ ہو سکا، وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے سواری وغیرہ کا انتظام کرنے کے لیے درخواست کی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے سفر کے لیے سواری وغیرہ نہیں تھی، یہ لوگ روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے واپس ہوئے، قرآن شریف کی یہ آیت ان ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (۵۳)

ولا على الذين اذا اتواك لتحملهم، قلت لا اجد ما احملكم عليه، تولوا واعينهم تفيض من الدمع

حزناً لا يجدوا ما ينفقون۔ (التوبة / ۹۲)۔

”اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو آپؐ کے پاس آئے کہ آپ ان کو (جہاد میں) جانے کے لیے کوئی سواری عطا فرمائیں، آپ نے ان سے کہا، میرے پاس سواری نہیں ہے جس پر تم کو سوار کر سکو، وہ لوگ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس غم کی وجہ سے کہ ان کے پاس خرچ کے لیے کوئی چیز میر نہیں ہے“

اس جہاد میں جانے کا یہ اعلان درحقیقت ایمان و نفاق کے درمیان امتیاز کی کسوٹی تھا چنانچہ اس موقع پر منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا اور وہ کہنے لگے ﴿لاتنصروا فی الحرب﴾ (۵۴) یعنی گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو انہوں نے مختلف بہانے بنا کر جہاد میں جانے سے عذر کیا، بعض مخلص مسلمان بھی نہیں گئے جن میں مشہور صحابی حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت بلال بن امیہؓ اور حضرت مرارہ بن ربیعؓ شامل تھے۔ ان کا

(۴۹) انکابل لابن اثیر: ۱۸۹ / ۲ (۵۰) یہ چار ہزار درہم تھے (سیرت حلبیہ: ۱۲۰ / ۲) (۵۱) سیرت حلبیہ: ۱۲۰ / ۲

(۵۲) زاد المعاد: ۵۲۷ / ۲ اور ایک روایت میں ہے کہ دس ہزار دینار بارگاہ نبویؐ میں پیش کئے (سیرت حلبیہ: ۱۲۰ / ۲)

(۵۳) دیکھیے، تفسیر کبیر: ۲۸۱ / ۲ - ۲۸۲ (۵۴) التوبة / ۸۱



تفصیلی واقعہ آگے بخاری کی روایت میں آ رہا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار افواج کے ساتھ ماہ رجب ۹ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے ، لشکر میں دس ہزار گھوڑے تھے (۵۵) دمشق کی جانب سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر واقع مقام تبوک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی اور بعض روایات میں ہے کہ جب ہرقل شاہ روم کو مسلمانوں کو اتنی بڑی جمعیت کے مقابلہ پر آنے کی خبر پہنچی تو وہ مرعوب ہوا اور مقابلہ پر نہیں آیا۔ (۵۷)

تبوک میں آپ نے بیس دن تک قیام فرمایا (۵۸) یہیں سے آپ نے حضرت خالد بن ولید کو ۳۰ سواروں کی جمعیت دیکر دمشق سے پانچ منزل پر واقع ”دومتہ الجندل“ کے سردار ”اکیدر بن عبد الملک نصرانی“ کے پاس بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو جاتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہیں شکار کھیلتا ہوا ملے گا لیکن تم اس سے قتل نہ کرنا، میرے پاس لے آنا اگر وہ انکار کرے تب قتل کر دینا۔

حضرت خالدؓ چاندنی رات میں پہنچے تو اکیدر اپنے بھائی اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا تھا، اکیدر کا بھائی ”حسان“ مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا اور اکیدر کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زریں اور چار سو نیزے دیکر صلح کی۔ (۵۹)

اس مقام پر بیس دن قیام فرمانے کے بعد آپ واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

۴۱۵۳ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أُرْسِلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، إِنَّ أَصْحَابِي أُرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ، فَقَالَ : (وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ) . وَوَأَقْفَتُهُ وَهُوَ غَضَبَانٌ وَلَا أَشْعُرُ ، وَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمِنْ مَخَافَةٍ أَنْ يَكُونَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ ، فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي ، فَأَخْبَرْتُهُمُ الَّذِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمْ أَلْبَثْ إِلَّا سُوْبَعَةَ إِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِي : أَيُّ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ، فَأَجَبْتُهُ ، فَقَالَ : أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَعْوِكَ ، فَلَمَّا أَتَيْتُهُ قَالَ : (خُذْ هَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ ، وَهَذَيْنِ الْقَرِينَيْنِ - لِسِنَّةِ أُبَيْرَةَ ابْنَاعُهُنَّ حِينَئِذٍ مِنْ سَعْدٍ - فَانْطَلِقْ بِهِنَّ إِلَى أَصْحَابِكَ ، فَقُلْ : إِنَّ اللَّهَ ، أَوْ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ

(۵۵) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۶۶

(۵۶) فتح الباری: ۱۸ / ۱۱۱۔ بعض روایات میں چالیس ہزار اور ستر ہزار کی تعداد بھی آئی ہے (عمدة القاری: ۱۸ / ۵۲)

(۵۷) طبقات ابن سعد: ۲ / ۱۶۶۔

(۵۸) السيرة الحلیة: ۳ / ۱۳۲۔

عَلَى هَوْلًا فَاذْكَبُونَهُمْ . فَاذْطَلَقْتُ إِلَيْهِمْ بَيْنًا ، فَقُلْتُ : إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَوْلًا ، وَلَكِنِّي وَاللَّهِ لَا أَدْعُكُمْ حَتَّى يَنْطَلِقَ مَعِيَ بَعْضُكُمْ إِلَى مَنْ سَمِعَ مَقَالََةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، لَا تَنْظُرُوا أَيَّ حَدِيثِكُمْ شِئْنَا لَمْ يَقُلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالُوا لِي : وَاللَّهِ إِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدِّقٌ ، وَلَكِنْ فَعَلْنَا مَا أَحْبَبْنَا ، فَاذْطَلَقَ أَبُو مُوسَى بِنَفَرٍ مِنْهُمْ ، حَتَّى أَتَوْا الَّذِينَ سَمِعُوا قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ ، ثُمَّ إِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ ، فَحَدَّثُوهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهِ أَبُو مُوسَى . [ ر : ۲۹۶۴ ]

اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے ساتھیوں کے لیے سواری طلب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں کوئی سواری نہیں دے سکتا، حضرت ابو موسیٰؓ غمگین ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی قسم کی سواری مہیا نہیں کر سکتے۔ کچھ دیر بعد حضرت بلالؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو بلایا کہ حضورؐ یاد فرما رہے ہیں، حضرت ابو موسیٰؓ حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں چھ اونٹ عطا فرمائے۔

حضرت ابو موسیٰؓ وہ اونٹ لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے ، چونکہ ان کے ساتھیوں کو یہ شک ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے حضرت ابو موسیٰؓ نے پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اپنی طرف سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی قسم کی سواری مہیا نہیں کریں گے اس لیے شک کو دور کرنے کے لیے حضرت ابو موسیٰؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم میرے ساتھ اس شخص کے پاس نہ چلو جو پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری دینے سے انکار کے وقت حاضر تھا، چنانچہ چند حضرات ان کے ساتھ گئے اور اس شخص نے تصدیق کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی سواری دینے سے انکار کر دیا تھا۔

۴۱۵۴ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ مُضْعَبِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ ، وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا ، فَقَالَ : ائْتِخْفِي فِي الصَّبِيَّانِ وَالنِّسَاءِ ؟ قَالَ : (أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى ؟ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي) . وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْحَكَمِ : سَمِعْتُ مُضْعَبًا . [ ر : ۳۵۰۳ ]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام بنایا کہ وہ آپ کے اہل و عیال وغیرہ کی نگرانی کریں، بعض منافقوں نے حضرت علیؓ پر فقرے کسے شروع کر دیئے کہ ناراضگی و ناگواری کی وجہ سے ساتھ نہیں لے گئے (۶۰) حضرت علیؓ رنجیدہ ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر روئے اور آپ کے سامنے بات رکھی تو آپ نے فرمایا۔

الانترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسى

”تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے“ یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون ان کے نائب اور اہل و عیال کے نگران تھے ایسے ہی تم میرے بعد میرے اہل و عیال کے نگران اور میرے نائب بن جاؤ، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو۔

### روایتِ باب سے روافض کا غلط استدلال

روافض اس بات کو بہت اچھالتے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل پر نص صریح موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علیؑ کو جانشین مقرر کیا لیکن ان کی خلافت کو حضرت صدیقؑ اور حضرت فاروقؑ و عثمانؑ نے غصب کر لیا۔

لیکن اس روایت سے ان کا یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات مخفی نہیں تھی کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کے جانشین نہیں بنے تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون بنے تھے جب حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے ہی نہیں تو حضرت علیؑ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ”بمنزلة هارون من موسى“ قرار دیئے جائیں تو اس سے آپؑ کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کا مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مشبہ بہ میں یہ صورتحال موجود نہیں ہے۔ (۶۱)

۴۱۵۵ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ : أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ ، قَالَ : كَانَ يَعْلى يَقُولُ : تِلْكَ الْعَزْوَةُ أَوْثَقُ أَعْمَالِي عِنْدِي . قَالَ عَطَاءُ : فَقَالَ صَفْوَانُ : قَالَ يَعْلى : فَكَانَ لِي أُجْبِرُ ، فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الْآخَرَ ، قَالَ عَطَاءُ : فَلَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ : أُيْهِمَا عَضَّ الْآخَرَ فَسَيِّئُهُ ، قَالَ : فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِرِ ، فَانْتَزَعَ

(۶۱) تفصیل کے لیے دیکھیے، سیرت مصطفیٰ: ۱۲ / ۸۸ - ۹۰ صاحب سیرت حلبیہ اس حدیث ہے شیعوں کا استدلال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں  
هذا الحديث.... من قبيل الاحاد، وكل من الرافضة والشيعة لا يراه حجة في الامامة، وعلی تسلیم انہ حجة فلاحوم لہ بل المراد ما دل علیہ ظاہر  
الحديث ان علیا کرم اللہ وجہہ خلیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اہلہ خاصۃ مدۃ غیبۃ بتبوک کما ان ہارون کان خلیفۃ عن موسیٰ فی قومہ  
مدۃ غیبۃ عنہم للمناجاة، فعلی تسلیم انہ عام، لکنہ مخصوص و العام المخصوص غیر حجة فی الباقی او حجة ضعیفۃ (السیرۃ الحلیبیۃ: ۱۲۳/۳)

إِخْدَى نَيْبِيهِ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَهْدَرَ نَيْبَتَهُ . قَالَ عَطَاءٌ : وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :  
(أَفِيدِعُ يَدَهُ فِي فَيْكَ تَقْضِمُهَا ، كَأَنَّهَا فِي فِي فَحَلٍ يَقْضِمُهَا) . [ ر : ۲۱۴۶ ]

حضرت یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ عسره (تبوک) میں شرکت کی اور مجھے اپنے تمام اعمال میں سب سے زیادہ اعتماد اسی غزوے پر ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ (غزوہ تبوک کے سفر میں) میرے ساتھ ایک اجیر یعنی غلام تھا وہ ایک آدمی سے لڑ پڑا تو دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا، جس کا ہاتھ دانت سے کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا جس کی وجہ سے کاٹنے والے کا اگلا ایک دانت نکل پڑا پھر وہ دونوں فیصلے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اس کے دانت کو ہدر قرار دیا (اور اس کی کوئی دیت نہیں دلوائی) اور فرمایا۔ ”افیدع یدہ فی فیک تقضمہما کانہما فی فی فحل یقضمہما“ یعنی کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چبانے کے لئے چھوڑ دیتا کہ تم اونٹ کی طرح اسے چبا ڈالتے۔

یہاں بخاری کی روایت میں تو تصریح نہیں ہے لیکن مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ خود حضرت یعلیٰ بن امیہ کا اپنے اجیر کے ساتھ پیش آیا (۶۳) اور دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ تھے۔

باب : حَدِيثُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا»

/التوبة: ۱۱۸/ .

۴۱۵۶ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ ، قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ ، قَالَ كَعْبٌ : لَمْ أَتَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ ، غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ ، وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا ، إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ ، حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ ، وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ ، حِينَ تَوَاقَفْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَا أَحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ ، وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا ، كَانَ مِنْ خَبْرِي : أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ

فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ ، وَاللَّهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِي قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ قَطُّ ، حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ ،  
 وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَى بِغَيْرِهَا ، حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ ، غَزَاهَا رَسُولُ  
 اللَّهِ ﷺ فِي حَرِّ شَدِيدٍ ، وَأَسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا ، وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيرًا ، فَغَلَى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرُهُمْ  
 لِيَتَأَهَّبُوا أَهْبَةَ غَزْوِهِمْ ، فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ ، وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَثِيرٌ ،  
 وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ ، يُرِيدُ الدَّبْوَانَ . قَالَ كَعْبٌ : فَمَا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ  
 أَنْ سَيُخْفَى لَهُ ، مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيُ اللَّهِ ، وَغَزَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثَّمَارُ  
 وَالظَّلَالُ ، وَجَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ ، فَطَفِقْتُ أُغْدُو لِكَيْ أُجَهِّزَ مَعَهُمْ ، فَأَرْجِعُ  
 وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ، فَأَقُولُ فِي نَفْسِي : أَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ ، فَلَمْ يَزَلْ يَبْهَادِي بِي حَتَّى أَشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجُدُّ ،  
 فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ ، وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جِهَازِي شَيْئًا ، فَقُلْتُ أُجَهِّزُ بَعْدَهُ يَوْمَ  
 أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ الْحَتْمُ ، فَعَدَوْتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُوا لِأُجَهِّزَ ، فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ، ثُمَّ غَدَوْتُ ،  
 ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ، فَلَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى أَسْرَعُوا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ ، وَهَمَمْتُ أَنْ أُرْتَحِلَ  
 فَأَذْرِكُهُمْ ، وَلَيْتَنِي فَعَلْتُ ، فَلَمْ يُقَدِّرْ لِي ذَلِكَ ، فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ  
 اللَّهِ ﷺ فَطُفْتُ فِيهِمْ ، أَحْزَنِي أَيْ لَا أَرَى إِلَّا رَجُلًا مَغْمُوصًا عَلَيْهِ النَّقَاقُ ، أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ  
 اللَّهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ ، وَلَمْ يَذْكُرْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى بَلَغَ تَبُوكَ ، فَقَالَ ، وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ  
 بِتَبُوكَ : ( مَا فَعَلَ كَعْبٌ ) . فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، حَبَسَهُ بُرْدَاهُ ، وَنَظَرَهُ  
 فِي عِطْفِيهِ . فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ : بِشَسَ مَا قُلْتُ ، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا .  
 فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ : فَلَمَّا بَلَغَنِي أَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِي هَمِّي ،  
 وَطَفِقْتُ أَنْذَكُرُ الْكَذِبَ وَأَقُولُ : بِمَاذَا أُخْرِجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا ، وَأَسْتَعْنُ عَلَى ذَلِكَ بِكُلِّ  
 ذِي رَأْيٍ مِنْ أَهْلِي ، فَلَمَّا قِيلَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ ، وَعَرَفْتُ  
 أَنِّي لَنْ أُخْرِجَ مِنْهُ أَبَدًا بِشَيْءٍ فِيهِ كَذِبٌ ، فَأَجْمَعْتُ صِدْقَهُ ، وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَادِمًا ،  
 وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالسُّجْدِ ، فَيَرْكَعُ فِيهِ رَكَعَتَيْنِ ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ ، فَلَمَّا فَعَلَ ذَلِكَ  
 جَاءَهُ الْمُخْلَفُونَ ، فَطَفِقُوا يَتَعَذَّرُونَ إِلَيْهِ وَيَخْلِفُونَ لَهُ ، وَكَانُوا بِضِعْمَةِ وَثْمَانِينَ رَجُلًا ، فَقَبِلَ  
 مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِلَانِيَتَهُمْ ، وَبَابِعَهُمْ وَأَسْتَغْفَرَ لَهُمْ ، وَوَكَّلَ سَرَائِرَهُمْ إِلَى اللَّهِ ، فَجِئْتُهُ ،  
 فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ، ثُمَّ قَالَ : ( نَعَالَ ) . فَجِئْتُ أُمِّشِي حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ

بِيدِهِ ، فَقَالَ لِي : ( مَا خَلَّفَكَ ، أَلَمْ تَكُنْ قَدْ أَتَيْتَ ظَهْرَكَ ) . فَقُلْتُ : بَلَى ، إِي وَاللَّهِ - يَا رَسُولَ اللَّهِ - لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ، لَرَأَيْتُ أَنْ سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ ، وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدَلًا ، وَلِكِنِّي وَاللَّهِ ، لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ تَرْضَى بِهِ عَمِّي ، لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يُسَخِطَكَ عَلَيَّ ، وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ ، إِي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللَّهِ ، لَا وَاللَّهِ ، مَا كَانَ لِي مِنْ عُذْرٍ ، وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرُ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ .

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ( أَمَّا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ ) . فَقُمْتُ ، وَثَارَ رِجَالُ مِنْ بَنِي سَلِمْةَ فَاتَّبَعُونِي ، فَقَالُوا لِي : وَاللَّهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ أَذْنِبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هَذَا ، وَلَقَدْ عَجَزْتَ أَنْ لَا تَكُونَ أَعْتَذَرْتَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَا أَعْتَذَرَ إِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُونَ ، قَدْ كَانَ كَأَقْيَمِكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَكَ . فَوَاللَّهِ مَا زَالُوا يُؤَذِّبُونِي حَتَّى أَرَدْتُ أَنْ أَرْجِعَ فَأَكْذَبَ نَفْسِي ، ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ : هَلْ لَقِيَ هَذَا مَعِيَ أَحَدٌ ؟ قَالُوا : نَعَمْ ، رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ ، فَقِيلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيلَ لَكَ ، فَقُلْتُ : مَنْ هُمَا ؟ قَالُوا : مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْعَمْرِيُّ وَهَيْلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ ، فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ ، قَدْ شَهِدَا بَدْرًا ، فِيهِمَا أُسْوَةٌ ، فَمَضَيْتُ حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي ، وَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ ، فَاجْتَنَبْنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوا لَنَا ، حَتَّى تَنَكَّرْتُ فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِي أَعْرِفُ ، فَلَبِثْنَا عَلَى ذَلِكَ خَمْسِينَ لَيْلَةً ، فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكْنَا وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا بَيْكِيَانِ ، وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ ، وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ ، وَإِنِّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَسْلَمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ، فَأَقُولُ فِي نَفْسِي : هَلْ حَرَكَ شَفْتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ أَمْ لَا ؟ ثُمَّ أَصَلِّي قَرِيبًا مِنْهُ ، فَأَسَارِقُهُ النَّظَرَ ، فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى صَلَاتِي أَقْبَلَ إِلَيَّ ، وَإِذَا انْتَهَتْ نَحْوُهُ أَغْرَضَ عَمِّي ، حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ ذَلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ ، مَشَيْتُ حَتَّى نَسَوْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا قَتَادَةَ ، أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعَلَّمَنِي أَحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ ؟ فَسَكَتَ ، فَعُدْتُ لَهُ فَشَدَّدْتُ فَسَكَتَ ، فَعُدْتُ لَهُ فَشَدَّدْتُ ، فَقَالَ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، فَقَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى نَسَوْتُ الْجِدَارَ .

قال : فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي بِسُوقِ الْمَدِينَةِ ، إِذَا نَبْطِيُّ مِنْ أُنْبَاطِ أَهْلِ الشَّامِ ، مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ ، يَقُولُ : مَنْ يَدُلُّ عَلَيَّ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، فَطَفِقَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَ لَهُ ، حَتَّى إِذَا جَاءَنِي دَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ ، فَإِذَا فِيهِ : أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبِكَ قَدْ جَفَاكَ ، وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللَّهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضِيعَةٍ ، فَالْحَقُّ بِنَا نُوَاسِكُ . فَقُلْتُ لِمَا قَرَأْتُهَا : وَهَذَا أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا ، حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِينَ ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَأْتِينِي فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِأَمْرِكَ أَنْ تَعْتَرِلَ أَمْرَاتِكَ ، فَقُلْتُ : أَطَلَّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ ؟ قَالَ : لَا ، بَلِ اعْتَرِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا . وَأَرْسَلْ إِلَى صَاحِبِي مِثْلَ ذَلِكَ ، فَقُلْتُ لِأَمْرَاتِي : الْحَتَّى بِأَهْلِكَ ، فَتَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ .

قال كعبٌ : فَجَاءَتْ أَمْرَأَةٌ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ ، فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدِمَهُ ؟ قَالَ : ( لَا ، وَلَكِنْ لَا يَقْرَبُكَ ) . قَالَتْ : إِنَّهُ وَاللَّهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلَى شَيْءٍ ، وَاللَّهِ مَا زَالَ يَبْكِي مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلَى يَوْمِهِ هَذَا . فَقَالَ لِي بَعْضُ أَهْلِي : لَوْ أَسْتَأْذَنْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي أَمْرَاتِكَ ، كَمَا أُذِنَ لِأَمْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ ؟ فَقُلْتُ : وَاللَّهِ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، وَمَا يُدْرِيَنِي مَا يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَسْتَأْذَنَتْهُ فِيهَا ، وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ ؟ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذَلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ ، حَتَّى كَمَلْتُ لَنَا خَمْسُونَ لَيْلَةً مِنْ حِينَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ كَلَامِنَا ، فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ صُبِحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً ، وَأَنَا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ ، قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي ، وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحِبَتْ ، سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ ، أَوْقَى عَلَى جَبَلٍ سَلْعٍ ، بِأَعْلَى صَوْتِهِ : يَا كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَبَشِّرْ ، قَالَ : فَخَرَرْتُ سَاجِدًا ، وَعَرَفْتُ أَنَّ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ ، وَأَذَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِتُوبَةِ اللَّهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ ، فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا ، وَذَهَبَ قَبْلَ صَاحِبِي مُبَشِّرُونَ ، وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا ، وَسَعَى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ ، فَأَوْقَى عَلَى الْجَبَلِ ، وَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثُوبِي ، فَكَسَوْتُهُ إِبَاهُمَا يُبَشِّرَاهُ ، وَاللَّهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ ، وَأَسْعَرْتُ ثُوبَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ، وَأَنْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا ،

يُهَوِّنِي بِالتَّوْبَةِ يَقُولُونَ : لِيَهِنَكَ تَوْبَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ ، قَالَ كَعْبٌ : حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ حَرَلَهُ النَّاسُ ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ يَهْرُولُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَتَانِي ، وَاللَّهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ ، وَلَا إِنْسَاءَ لِطَلْحَةَ ، قَالَ كَعْبٌ : فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ : (أُبَشِّرُ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدْتِكَ أُمَّكَ) . قَالَ : قُلْتُ : أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ؟ قَالَ : (لَا ، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ) . وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَتَرَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ ، فَلَمَّا جَسَّتْ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أُمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ) . قُلْتُ : فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنْ اللَّهُ إِنَّمَا تَجَانِي بِالصَّدَقِ ، وَإِنِّي مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا لَقَيْتُ . فَوَاللَّهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللَّهُ فِي صَدَقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي ، مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هَذَا كَذِبًا ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللَّهُ فِيمَا بَقِيَتْ . وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ : «لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» . فَوَاللَّهِ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ ، بَعْدَ أَنْ هَدَانِي لِلْإِسْلَامِ ، أَعْظَمَ فِي تَهْمِي مِنْ صِدْقِي لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا ، فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ لِلَّذِينَ كَذَبُوا - حِينَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ - شَرًّا مَا قَالَ لِأَحَدٍ ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : «سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَبْتُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ» .

قَالَ كَعْبٌ : وَكُنَّا نُخَلِّفُنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ أَمْرِ أَوْلِيكَ الَّذِينَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ حَلَفُوا لَهُ ، فَبَايَعَهُمْ وَأَسْتَغْفَرَ لَهُمْ ، وَأَرْجَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمْرَنَا حَتَّى قَضَى اللَّهُ فِيهِ ، فَبِذَلِكَ قَالَ اللَّهُ : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا» . وَلَيْسَ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ مِمَّا خَلَفْنَا عَنِ الْغَزْوِ ، إِنَّمَا هُوَ مُخَلِّفُهُ إِيَّانَا ، وَإِرْجَاؤُهُ أَمْرَنَا ، عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَدَرَ إِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ . [ر : ۲۶۰۶]

یہ حدیث غزوہ تبوک ہی سے متعلق ہے لیکن چونکہ بہت مفصل اور طویل ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مستقل عنوان قائم کیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث صحیح بخاری کے دس



مقامات میں ذکر کی ہے، یہاں سب سے زیادہ مفصل ہے کہ یہی اس کا اصل مقام ہے، دوسرے مقامات میں اس کے مختلف اجزاء کسی مناسبت سے امام بخاری ذکر فرمادیتے ہیں۔

یہ روایت امام مسلم نے بھی تخریج کی ہے، امام بخاری کی روایت کا مدار ابن شہاب زہری ہیں اور امام مسلم کی روایت کا مدار ”یونس بن یزید“ ہیں۔ (۲)

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہاد کے لیے سفر کا اعلان فرمایا تو بہت سے منافقین نہیں گئے جن کی تعداد تقریباً ۸۰ کے قریب تھی، نہ جانے والوں میں تین مخلص صحابہ بھی تھے جن میں ایک حضرت کعب بن مالک، دوسرے حضرت مرارة بن الربیع اور تیسرے حضرت ہلال بن امیہ تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آگے اپنی اس طویل روایت میں اسی واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، آپ پہلے اس حدیث کا ترجمہ دیکھیں، اس کے بعد اگر کوئی بات تشریح طلب ہوگی اس کی تشریح کر دی جائے گی۔

### حدیث کعب بن مالکؓ کا ترجمہ

عبداللہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالکؓ سے غزوہ تبوک میں ان کے پیچھے رہ جانے کا قصہ سنا، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے غزوات میں شرکت کی میں ان سب میں بجز غزوہ تبوک کے آپ کے ساتھ شریک رہا، البتہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا لیکن جو لوگ غزوہ بدر میں پیچھے رہے ان میں سے کسی پر اللہ کی جانب سے عتاب نہیں آیا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے (جنگ کا قصد نہیں تھا اور نہ ہی اس کے لیے اعلان کیا گیا) اچانک اللہ جل

(۱) عمدۃ القاری: ۵۱ / ۱۸۔ علامہ عینی نے بھی لکھا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کعب بن مالک دس مقامات پر تخریج کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے حدیث کعب بن مالک تقریباً سترہ مقامات میں ذکر کی ہے، جس کی تخریج حسب ذیل ہے۔

الحدیث اخرجہ البخاری فی کتاب الوصایا، باب اذا تمسق او وقف بعض رقیقہ او دوابہ فهو جائز، رقم ۲۴۵۶۔ وفی کتاب الجہاد، باب من اراد غزوۃ فوری بغیرہا، رقم ۲۹۳۴۔ و ۲۹۳۸۔ و ۲۹۳۹۔ و ۲۹۵۰۔ و ایضاً فی کتاب الجہاد، باب الصلاة اذا قدم من سفر، رقم ۳۰۸۸۔ وفی کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم ۳۵۵۶۔ وفی کتاب مناقب الانصار، باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکہ، رقم ۳۸۸۹۔ وفی کتاب المغازی، باب قصة غزوة بدر، رقم ۳۹۵۱۔ و ایضاً فی کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم ۳۳۱۸۔ وفی کتاب التفسیر، باب سیحلفون باللہ اذا انقلبتم الیہم لتعرضوا عنہم، رقم ۴۶۴۳۔ و ایضاً فی کتاب التفسیر، باب لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین، رقم ۴۶۶۶۔ و ایضاً فی کتاب التفسیر، باب و علی الثلاثة الذین خلفوا، رقم ۴۶۶۷۔ و ایضاً فیہ، باب یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، رقم ۴۶۶۸۔ وفی کتاب الاستئذان، باب من لم یسلم علی من اقرب ذنبا رقم ۶۲۵۵۔ وفی کتاب الایمان والنذور، باب اذا اهدى ماله علی وجه النذیر التوبة، رقم ۶۶۹۰۔ وفی کتاب الاحکام، باب هل للامام ان یمنع المحرمین واهل المعصیة من الکلام معہ، رقم ۶۲۲۵۔

(۲) اخرجہ فی کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالک وصاحبه، رقم ۲۶۶۹۔

شانہ نے مسلمانوں اور دشمنوں کو جمع کر دیا (اور غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا)۔

اور میں لیلۃ العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا جس میں ہم نے اسلام کی حمایت و حفاظت کا معاہدہ کیا تھا اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ بیعت عقبہ کی حاضری کی بجائے میرے لیے غزوہ بدر کی حاضری ہو اگرچہ لوگوں میں غزوہ بدر کا چرچا زیادہ ہے۔

اور (غزوہ تبوک میں میری غیر حاضری کا) واقعہ یہ ہے کہ میں کبھی بھی اتنا خوشحال اور مالدار نہ تھا جتنا اس غزوے کے وقت تھا، بخدا! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں جبکہ اس وقت میرے پاس دو سواریاں تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو یہ فرماتے (جس سمت جہاد میں جانا ہوتا اس کے خلاف سمت کے حالات دریافت کرتے تاکہ منافقین مخبری نہ کر دیں) یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا واقعہ پیش آیا، آپ نے سخت گرمی میں اس جہاد کا قصد فرمایا اور سفر بھی بڑی دور کا اور بے آب و گیاہ صحرا کا تھا، دشمن کی تعداد بھی بہت تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان کیا تاکہ مسلمان اس کے لیے پوری تیاری کر سکیں چنانچہ جس سمت کی طرف آپ کا ارادہ تھا آپ نے وہ بتادی (یعنی یہ کہ تبوک کی طرف جانا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بھی بہت تھے اور کسی کتاب (رجسٹر) میں ان کے نام نہیں جمع کئے گئے تھے (کہ جس سے نہ جانے والوں کا پتہ چل سکے) اس لیے کوئی آدمی اگر نہ جانا چاہتا تو اس کی سوچ بھی ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں ہوگی الا یہ کہ اللہ جل شانہ وحی نازل فرما کر آپ کو اطلاع کر دیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لیے نکلے اس وقت میوے پک گئے تھے اور (گرمی کی وجہ سے) سایہ پسندیدہ تھا، اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری کی۔

میں ہر روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آجاتا، میں دل میں کہتا تھا کہ میں جہاد پر قادر ہوں (اور مجھے ذرائع و اسباب میسر ہیں پھر جلدی کیا ہے؟) مگر یوں ہی (امروز و فردا میں) میرا ارادہ ٹلتا رہا، یہاں تک کہ لوگوں نے محنت و مشقت اٹھا کر تیاری کر لی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے لیکن میں نے ابھی تک کوئی تیاری نہیں کی تھی، لیکن اب بھی میں نے دل میں یہی کہا کہ ایک دو دن میں تیاری کر کے راستہ میں ان سے جا ملوں گا، جب وہ سب چلے گئے تو دوسرے دن میں نے تیاری کرنی چاہی لیکن اس دن بھی تیاری نہ کر سکا، تیسرے دن بھی یہی ہوا، میں اسی حال میں رہا حتیٰ کہ وہ لوگ بڑی تیزی سے نکل گئے اور غزوہ مجھ سے فوت ہو گیا کئی بار میں نے ارادہ کیا کہ سفر کر کے ان سے جا ملوں اور کاش! کہ میں ایسا کر لیتا لیکن یہ میرے لیے مقدر نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں کہیں جاتا تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ نے معذور و ضعیف قرار دیا تھا۔

ادھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے راستے میں کہیں یاد نہیں آیا یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے، اس وقت ایک مجلس میں آپ نے فرمایا، ما فعل کعب؟ کعب کو کیا ہوا؟ (کہ وہ نہیں آئے) بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا ”یا رسول اللہ! حبسہ برداہ و نظره فی عطفہ“ یعنی اس کو جہاد سے اس کے عمدہ لباس اور اس پر نظر کرتے رہنے نے روکا ہے، حضرت معاذ بن جبل نے کہا کہ تم نے یہ بری بات کہدی، یا رسول اللہ! بخدا، میں اس میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لارہے ہیں تو مجھے بڑی فکر ہوئی اور کوئی جھوٹا بہانہ سوچنے لگا، میں نے دل میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے کس طرح بچ سکتا ہوں؟ اس سلسلہ میں اپنے گھر کے ذی رائے افراد سے میں نے مشورہ بھی کیا، لیکن جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو جھوٹے خیالات میرے دل سے چھٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ میں آپ کی ناراضی سے کسی ایسی بنیاد پر نہیں نکل سکتا جس میں جھوٹ ہو اس لیے میں نے بالکل سچ بولنے کا عزم کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر سے آتے تو دو رکعت نماز مسجد میں پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ بیٹھتے، اپنی عادت کے مطابق جب آپ نے یہ کر لیا تو غزوے میں شریک نہ ہونے والے لوگ آپ کے پاس آئے اور قسمیں کھا کھا کر اپنا عذر بیان کرنے لگے ایسے لوگوں کی تعداد اسی سے کچھ زائد تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری قول و قرار کو قبول فرمایا، اور ان کو بیعت کر لیا، ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے اندرونی معاملہ کو اللہ کے سپرد کیا۔

میں بھی حاضر خدمت ہوا، جب میں نے سلام کیا تو آپ نے ایسا تبسم فرمایا جیسے ناراض آدمی کا تبسم ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ”آؤ“ میں چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، ”تم کیوں پیچھے رہے، کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟“ میں نے کہا، خدا کی قسم! اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے بیٹھتا تو میں کوئی عذر گھڑ کر اس کی ناراضی سے بچ جاتا کیونکہ مجھے جدال اور بات بنانے میں مہارت حاصل ہے لیکن خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر میں جھوٹ بول کر آپ کو

راضی کر لوں تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقت حال آپ پر کھول کر آپ کو مجھ سے ناراض کر دیں اور اگر میں نے سچی بات بتائی جس سے بالفعل آپ مجھ پر ناراض بھی ہو جائیں تاہم مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادیں گے، سچی بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا، میں کسی وقت بھی مالی اور جسمانی طور پر اتنا قوی اور پیسے والا نہیں ہوا تھا جتنا اس وقت تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے صحیح بات بتلا دی ہے، پھر فرمایا، اب جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادیں، میں یہاں سے اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے آئے، کہنے لگے، اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا، اس بات میں تم سے بڑی کوتاہی ہوئی کہ تم بھی اس وقت ایسا ہی کوئی عذر پیش کر دیتے جیسا دوسرے مستخلفین نے پیش کیا، تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار ہی کافی ہو جاتا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں دوبارہ لوٹ کر اپنے نفس کی تکذیب کروں (اور آپ سے عرض کروں کہ جو بات پہلے میں نے کہی تھی وہ غلط تھی، میرا عذر صحیح موجود ہے) پھر میں نے ان سے پوچھا کہ میرے ساتھ اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہو، انہوں نے کہا کہ ہاں، دو آدمی اور ہیں جنہوں نے تمہاری طرح کہا اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا جو تمہیں دیا گیا، میں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک مرارہ بن ربیع العمری اور دوسرے ہلال بن امیہ واقفی (۳) انہوں نے ایسے دو آدمیوں کا ذکر کیا جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ (میں نے کہا بس میرے لیے) ان دونوں میں نمونہ ہے (اور ان کا عمل قابل تقلید ہے) چنانچہ جب انہوں نے ان دو بزرگوں کا ذکر کیا تو میں گھر چلا آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم تینوں کے ساتھ سلام کلام کرنے سے منع فرمادیا جس کی وجہ سے سارے لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب ہمارے لیے بدل گئے یہاں تک کہ میرے لیے زمین اجنبی بن گئی ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ وہ زمین ہی نہیں ہے جس کو میں پہچانتا تھا، اس حالت میں ہم پچاس دن رہے۔

میرے دونوں ساتھی عاجز ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے لیکن چونکہ میں جوان وقوی تھا اس لیے میں باہر نکلتا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھومتا تھا، کوئی بھی مجھ سے بات نہیں کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا، آپ نماز کے بعد مجلس میں ہوتے، میں سلام کرتا پھر دیکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں تو

آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو آپ رخ پر مھیر لیتے ہیں۔ جب لوگوں کی یہ بے رخی طویل ہو گئی تو ایک روز میں چلا حتیٰ کہ الوقتادہ کے باغ کی دیوار پر بھاند کر داخل ہوا، الوقتادہ میرے چچا زاد بھائی اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے، میں نے سلام کیا، خدا کی قسم، انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے عرض کیا، الوقتادہ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے دوسری بار یہ بات کہی تو بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، تیسری مرتبہ جب میں نے کہا تو انہوں نے صرف اتنا کہا۔ ”اللہ ورسولہ اعلم“ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دیوار پر بھاند کر میں باغ سے باہر آ گیا۔ اسی دوران ایک دن میں مدینہ منورہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک ملک شام کا ایک نبطی شخص جو غلہ فروخت کرنے کے لیے شام سے مدینہ آیا تھا کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے بتایا، وہ آدمی میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا ریشمی رومال پر لکھا ہوا ایک خط دیا جس میں تھا۔

اما بعد، فانه قد بلغنی ان صاحبک قد جفاک، ولم يجعلک اللہ بدارهوان

ولامضيعة، فالحق بنا نواسک

”اما بعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے، اللہ

تعالیٰ تمہیں ذلت اور ہلاکت کی جگہ میں نہ رکھے، یا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہ ذلیل بنایا

ہے نہ بیکار یعنی تم تو کام کے آدمی ہو، تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہمدردی

کریں گے“

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور آزمائش آئی، پھر میں نے اس خط کو تنور میں ڈال کر جلادیا جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لیں، میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا کروں، انہوں نے کہا کہ نہیں، صرف علیحدہ رہو، ان کے قریب نہ جاؤ، ابی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمائیں۔

حضرت کعب بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بوڑھے ناتواں ہیں، ان کا کوئی خادم بھی نہیں ہے، اگر میں ان کی خدمت کرتی رہوں تو آپ کیا اس کو ناپسند فرمائیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا ”نہیں“ البتہ وہ تمہارے پاس نہ آئیں، انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم (برٹھاپے کی وجہ سے) ان میں کوئی حرکت ہی نہیں اور

جب سے عتاب کا واقعہ پیش آیا ہے اس وقت سے وہ ہمیشہ دن رات، روتے رہتے ہیں۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ مجھے بھی میرے گھر کے بعض افراد نے کہا کہ اگر آپ بھی اپنی بیوی کے متعلق اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیں جس طرح ہلال کی بیوی کو آپ نے ہلال کی خدمت کی اجازت دیدی ہے (تو بہتر ہوگا) میں نے کہا، بخدا، میں اجازت نہیں لوں گا، معلوم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں، اور میں جوان آدمی ہوں (مجھے خدمت کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے) پھر میں نے اسی حال میں دس راتیں مزید گزاریں، یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہوئیں۔

جب پچاسویں رات کی صبح کو میں نے نماز فجر پڑھی، میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو چکی تھی تو اچانک میں نے جبل سلع کے اوپر سے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو با آواز بلند کہہ رہا تھا۔ ”یا کعب بن مالک، ابشر“ اے کعب بن مالک بشارت ہو۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اب کشادگی آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد صحابہ کو ہماری توبہ قبول ہونے کی خبر دی تھی سب لوگ ہمیں بشارت دینے کے لیے چل پڑے، ایک شخص (زبیر بن عوام) گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس آئے اور قبیلہ اسلم کا ایک شخص (حمزہ بن عمرو اسلمی) دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا (اور بشارت کی آواز دی) اس کی آواز گھوڑے سے جلد پہنچی۔

پھر جب وہ شخص جس کی آواز میں نے پہلے سنی تھی میرے پاس خوشخبری دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں ان کو دیدیئے کہ اس وقت ان کے سوا میرے پاس کچھ نہ تھا اور دو کپڑے (ابو قتادہ سے) عاریتاً لے کر پہنے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے چلا تو راستہ میں لوگ جوق در جوق مجھ سے ملتے رہے اور توبہ کی قبولیت پر مبارکباد دیتے رہے، فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھے ہیں، مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے مبارکباد دی، میں طلحہ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا ﴿ابشر بخیر یوم مر علیک منذ ولد تک امک﴾ بشارت ہو تمہیں ایسے مبارک دن کی جو تمہاری عمر میں پیدائش سے لے کر آج تک سب سے زیادہ بہتر دن ہے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ

کی جانب سے، فرمایا، نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک ایسا چمکتا جیسا کہ چاند کا ٹکڑا ہو، ہم چہرہ انور ہی سے مسرت معلوم کر لیتے تھے، جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ بات بھی ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل کر سب کو اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کر دوں، آپ نے فرمایا، کچھ رہنے دو، یہ بہتر ہے۔ میں نے کہا، میں اپنا خیر والا حصہ رکھ دیتا ہوں (اور باقی سب صدقہ کر دیتا ہوں)

پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی، اب میری توبہ یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں گا سچ ہی بولوں گا، پس خدا کی قسم، جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں نے یہ عہد کیا میں کسی مسلمان کو نہیں جانتا کہ جس کو اللہ نے سچ کی بدولت ایسا نوازا ہو جتنا اچھا مجھے نوازا ہے، جب سے میں نے یہ عہد کیا تھا الحمد للہ کہ آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے، خدا کی قسم! اسلام کی ہدایت کے بعد اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اس سے بڑھ کر مجھ پر نہیں ہوا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی، میں نے جھوٹ نہیں بولا ورنہ جھوٹ بولنے والوں کی طرح میں بھی ہلاک ہو جاتا جن کے بارے میں اللہ نے ایسی سخت وحی نازل فرمائی جو کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿سبحلوفون باللہ لکم اذا انقلبتم... الی قوله... فان اللہ لایرضی عن القوم الفسقین﴾

حضرت کعب فرماتے ہیں ہم تینوں کو باقی متکلفین سے پیچھے رکھا گیا، انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائیں تو آپ نے ان کی بات قبول فرمائی، ان کو بیعت کیا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ہمارے معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر فرمایا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے خود فیصلہ فرمایا، چنانچہ ﴿وعلى الثلاثة الذین خلفوا﴾ میں اللہ جل شانہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ”خلفوا“ میں جہاد سے پیچھے رہنا مراد نہیں بلکہ ہمارے معاملہ اور فیصلہ کا مؤخر ہونا مراد ہے۔

### حدیث کعب بن مالک کے بعض جملوں کی تشریح

وما احب ان لی بہا مشہد بدر، وان کانت بدر اذ کرفی الناس منها۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ بدر میں حاضری کے عوض لیلۃ العقبہ کی حاضری مجھے زیادہ محبوب ہے، اگرچہ بدر لوگوں میں لیلۃ العقبہ کے مقابلہ میں زیادہ مشہور ہے۔ یہ حضرت کعب کی رائے ہے ورنہ دیگر صحابہ و تابعین اور سب علماء کی رائے یہ ہے کہ بدر کا مقام ورتبہ لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہے۔ احادیث سے بھی بدر کی فضیلت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور شرکاء بدر کے فضائل بھی شرکاء لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہیں۔ (۴) لیکن حضرت کعب

کی رائے یہ ہے کہ لیلۃ العقبہ کا واقعہ اگر پیش نہ آتا تو بدر کی نوبت بھی نہ آتی اس لیے ان کے نزدیک وہ بدر سے افضل ہے۔

ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید غزوة الا وری بغیرھا  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی غزوہ کے لیے جاتے ہوئے صراحت نہ فرماتے بلکہ تو یہ فرماتے تاکہ دشمن کو آپ کے ارادہ کا علم نہ ہو۔ لیکن غزوہ تبوک میں آپ نے واضح اعلان کر دیا تھا ایک تو اس لیے کہ لوگ اس کے لیے مکمل تیاری کر لیں اور دوسرے اس میں جنگی حکمت عملی تھی اور وہ یہ کہ رومیوں کو پتہ چل سکے کہ جن لوگوں کو وہ کمزور اور لقمہ تر سمجھ رہے ہیں وہ اتنے کمزور نہیں ہیں ان میں اتنی استطاعت ہے کہ دشمن کے حملے کا انتظار کئے بغیر پیش قدمی کر کے ان پر حملہ کر دیں، اس واضح اعلان سے رومیوں کو مرعوب کرنا مقصود تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ مرعوب ہو کر مقابلہ پر نہیں آئے۔

والمسلمون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا، حاکم نے ”الکلیل“ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ کے ساتھ اس سفر میں تیس ہزار سے زائد افراد تھے (۵) محمد بن اسحاق نے بھی یہی نقل کیا ہے (۶) واقدی نے نقل کیا ہے کہ دس ہزار گھوڑے تھے (۷) جن روایات میں ہے کہ اس سفر میں دس ہزار افراد تھے شاید اس سے دس ہزار گھوڑ سوار مراد ہیں، تمام روایات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ شرکاء تیس اور چالیس ہزار کے درمیان درمیان تھے۔ (۸)

حین طابت الثمار والظلال

پھل اور سایے عمدہ ہو گئے تھے، پھلوں کا عمدہ ہونا تو ان کے پکنے سے ہوتا ہے اور سایے کا عمدہ ہونا گرمی کی شدت سے ہوتا ہے، گرمی شدید ہو تو سایہ بڑا خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔

فقال رجل من بنی سلمة: یا رسول اللہ، حبسہ برداہ ونظرہ فی عطفہ

یہ آدمی عبداللہ بن انیس تھے (۹) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! انہیں ان کی دو چادروں نے اور اپنی جانب نظر کرنے نے روک لیا ہے یعنی آج کل ان کے حالات ذرا اچھے ہیں، دماغ اونچا ہو گیا ہے، انہوں نے سمجھا کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟ اس تکبر کی وجہ سے وہ نہیں آئے۔

(۵) فتح الباری: ۱۱۷/۸ (۶) فتح الباری: ۱۱۷/۸ (۷) فتح الباری: ۱۱۸/۸

(۸) ابن سعد نے تیس ہزار تعداد لکھی ہے (طبقات ابن سعد: ۱۶۶/۴) بعض روایات میں چالیس ہزار کی تعداد آئی ہے (عمدة القاری: ۵۲/۱۸) ابن سلج نے حافظ البوزرعہ کے حوالہ سے ستر ہزار کی تعداد لکھی ہے (دیکھیے، مقدمتہ بن الصلاح: ۱۴۷-۱۴۸) واللہ اعلم۔

(۹) فتح الباری: ۱۱۸/۸



فقال معاذ بن جبل: بشس ماقلت

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کا دفاع کرنے والے ابو قتادہ تھے (۱۰) لیکن صحیح روایت بخاری ہی کی ہے، علامہ زرخشی نے ”کشاف“ میں لکھا ہے کہ حضرت کعب کا دفاع خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا (۱۱) لیکن علامہ جمال الدین زلیعی نے ”الاسعاف فی تخریج احادیث الکشاف“ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف“ میں زرخشی پر نقد کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہاں زرخشی سے وہم ہوا ہے۔ دفاع کرنے والے حضرت معاذؓ تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھے جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے۔

ونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین عن کلامنا

اشکال ہوتا ہے کہ یہ تینوں حضرات یعنی حضرت کعب، حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ اپنے جرم پر نادم تھے اور حدیث میں ہے کہ ”التوبة الندم“ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سختی کیوں اختیار فرمائی۔

① اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ جرم بڑا تھا، اس پر ندامت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے الحاح وزاری کی ضرورت تھی، اس سختی سے ان میں الحاح وزاری کی وہ کیفیت پیدا کرنا مقصود تھی جو تکمیل توبہ کے لیے ضروری تھی، چنانچہ ان ایام میں یہ حضرات خوب روئے تب ان کی توبہ نازل ہوئی۔

② بعض حضرات نے کہا کہ توبہ تو ان کی قبول ہوگئی تھی، مقاطعہ کا اعلان آپؐ نے تادیب کی غرض سے کیا تھا۔

③ علامہ سندھیؒ نے فرمایا کہ ”الندم التوبة“ عوام کے لیے ہے، خواص سے الحاح وزاری بھی مطلوب ہوتی ہے پھر انہوں نے اللہ کے بھروسہ پر سچ بولا تھا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا، مقاطعہ کر کے ان میں الحاح وزاری کی کیفیت پیدا کی تو اللہ نے توبہ نازل فرمادی (۱۲) امام ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الروض الانف“ میں لکھا ہے کہ اصل میں اتنی شدید ناراضگی کا سبب یہ ہے کہ حضرات انصار نے جس وقت بیعت عقبہ کی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے ہر طرح سے یادری کا وعدہ کیا تھا، یہاں سب سے بڑے دشمن کا مقابلہ تھا اور یہ لوگ ساتھ نہیں گئے اس لیے ان کے ساتھ یہ سخت معاملہ کیا گیا۔ (۱۳) واللہ اعلم۔

فقال لی بعض اہلبی

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بات کرنے سے منع

(۱۰) فتح الباری: ۱۱۸/۸ (۱۱) دیکھیے تفسیر کشاف: ۲۲۰/۲۔ (۱۲) دیکھیے الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف: ۲۲۰/۲

(۱۳) حاشیہ بخاری لسنی: ۶۲۲/۲ (۱۲) الروض الانف: ۲۲۲/۲۔

فرمادیا تھا تو پھر ان کے گھروالوں میں سے کسی نے ان سے کلام کیوں کیا؟ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔  
 ❶ حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ سراج الدین ابن ملقن نے فرمایا کہ یہ کلام اشارہ کے ذریعہ سے ہوا تھا، کلام لسانی، تھا ہی نہیں، ممانعت کلام لسانی کی فرمائی گئی تھی۔

علامہ بدرالدین دماینیؒ نے اس پر اعتراض فرماتے ہوئے کہا کہ ابن ملقن نے صرف الفاظ کو لے لیا معنی کی طرف نظر نہیں کی، مقصود عدم الکالمہ سے یہ نہیں ہے کہ زبان سے نہ بولا جائے اور اشارہ سے بات کر لی جائے بلکہ مقصود تو مطلقاً مقاطعہ ہے، چاہے وہ زبان کے ذریعہ سے ہو یا ہاتھ کے اشارہ سے ہو یعنی کسی طرح بھی کلام نہ کیا جائے۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ گھر کے افراد کلام کی ممانعت سے مستثنیٰ تھے اور یہی بات راجح ہے۔ (۱۳)

سمعت صوت صارخ

یہ صارخ حضرت حمزہ بن عمرو سلمیٰ تھے (۱۵) واقدی نے نقل کیا کہ حضرت ابوبکرؓ تھے، (۱۶) آگے روایت میں ”وسعی ساع من اسلم“ کے الفاظ سے قول اول کی تائید ہوتی ہے۔

وركض الی رجل فرسا

یہ فارس حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے، مغازی ابن عائد میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق بھی گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت کعبؓ کو بشارت دینے گئے تھے۔ (۱۷)

فكسوته اياهما بيشراه

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عام طریقہ رہا ہے کہ جب کوئی آدمی بشارت لے کر آتا ہے تو اس کو کچھ دیدیا جاتا ہے، حضرت کعب بن مالکؓ نے بھی اپنے بدن کے دو کپڑے خوشخبری سنانے والے کو دیدیئے (۱۸) اور حضرت ابوقتادہؓ سے عاریتاً کپڑے لے کر پہنے۔ (۱۹)

اسلاف کی محبت

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کی ملاقات کے لیے گئے جب واپس تشریف لائے تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپؐ نے فرمایا ﴿بشر احمد علی بلوی تصیبہ﴾ امام شافعیؒ نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ امام احمد کے پاس یہ بشارت کون لے کر جائے گا، امام طحاویؒ کے ماموں اور امام شافعیؒ کے شاگرد امام مزنیؒ نے کہا کہ میں لے کر جاؤں گا۔

امام مزنیؒ نے جا کر جب امام احمد بن حنبلؒ کو یہ بشارت سنائی تو انہوں نے سن کر فرمایا کہ حضور اکرم

(۱۳) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵۳۔ فتح الباری: ۱۲۱ / ۸ (۱۵) فتح الباری: ۱۲۲ / ۸ (۱۶) فتح الباری: ۱۲۲ / ۸ (۱۷) فتح الباری: ۱۲۲ / ۸ (۱۸)

(۱۸) فیض الباری: ۱۲۴ / ۳ (۱۹) عمدۃ القاری: ۱۸ / ۵۳

صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اندر ضعف و کمزوری کو محسوس فرمایا ہے (اس نے مجھے تسلی دی ہے) پھر امام احمد نے اپنی قمیص اتار کر امام مزنیؒ کو عنایت فرمائی، قمیص لے کر جب وہ واپس آئے تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قمیص تو تمہارا حق ہے وہ میں تم سے نہیں لوں گا لیکن اتنا کرو کہ اس قمیص کو پانی میں بھگو کر نچوڑو اور اس کا عصا رہ مجھے دیدو، امام مزنیؒ نے جب انہیں وہ عصا دیا تو اس میں سے کچھ انہوں نے نوش کیا اور کچھ اپنے چہرے اور سینہ پر ملا۔ یہ ہے ان بزرگوں اور اکابر کی شان۔ (۲۰)

واللہ ما املک غیرہما یومئذ

اس کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کی جنس سے وہ کسی اور چیز کے مالک نہیں تھے ویسے اور سامان و اسباب ان کے پاس کافی تھا جیسا کہ خود انہوں نے فرمایا کہ اس وقت میری حالت بہت اچھی تھی۔

ابشر بخیر یوم مرغلیک منذ ولدتک امک

یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ ان کے لیے زندگی کا بہترین دن تو وہ ہونا چاہیے جس دن وہ اسلام لائے تھے، یہاں توبہ قبول ہونے کے دن کو ان کی عمر کا بہترین دن کیسے قرار دیا۔

① بعض حضرات نے کہا کہ ان کے اسلام لانے کا دن اس سے مستثنیٰ ہے اگرچہ یہاں صراحت نہیں ہے لیکن مراد یہی ہے کہ اسلام قبول کرنے والے دن کے علاوہ باقی دنوں میں یہ دن سب سے زیادہ بہتر ہے۔ (۲۱)

② اور بعض حضرات نے کہا کہ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اس دن سعادت کی ابتدا تھی اور اللہ نے جس دن ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان فرمایا اس دن ان کی سعادت کی تکمیل ہوئی، اس اعتبار سے یہ دن ان کے لیے زیادہ اکرم و اشرف ہے۔ (۲۲)

و علی الثلاثة الذین خلفوا

اس آیت میں جس تخلف کا ذکر کیا گیا ہے اس سے اللہ جل شانہ کی مراد تخلف عن الغزوہ نہیں ہے اس لیے کہ غزوے سے صرف یہ تین آدمی ہی متخلف نہیں ہوئے تھے بلکہ اسی سے زائد متخلف تھے اس تخلف سے مراد تخلف عن التوبہ ہے کہ ان کی توبہ مؤخر کر دی گئی تھی اور پچاس دن بعد ان کی توبہ قبول ہوئی، باقی متخلفین نے جھوٹی قسمیں کھا کر بہانے بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہانے ظاہرًا قبول فرمائے تھے۔

(۲۰) فیض الباری: ۱۲۷/۳

(۲۱) فتح الباری: ۱۲۲/۸

(۲۲) فتح الباری: ۱۲۲/۸

## باب : نُزُولُ النَّبِيِّ ﷺ بِالْحِجْرِ .

حجر مدینہ اور شام کے درمیان اس مقام کا نام ہے جہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، ثمود رہتی تھی۔ (۲۳) ثمود پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے یہاں سے گزرنے لگے تو آپ نے چہرہ مبارک پر چادر ڈال لی اور سواری کو تیز کر دیا، صحابہؓ سے فرمایا کہ یہاں سے تیزی کے ساتھ گزرو، کوئی شخص یہاں کا پانی نہ پئے، جن صحابہؓ نے لاعلمی میں یہاں سے اپنے ساتھ پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آٹا وغیرہ گوندھ لیا تھا آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پانی گرا دو اور وہ آٹا جانوروں کو کھلا دو۔ (۲۳)

۴۱۵۷/۴۱۵۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَعْفِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ،

عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْحِجْرِ قَالَ : ( لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ) . ثُمَّ قَنَّعَ رَأْسَهُ ، وَأَسْرَعَ السَّيْرَ ، حَتَّى أَجَازَ الْوَادِيَّ .

(۴۱۵۸) : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي

عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ : ( لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذِّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ ) . [ ر : ۴۲۳ ]

۴۱۵۹ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ ، عَنْ اللَّيْثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ سَعْدِ

أَبْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جَبْرِ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ : ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَعْضِ حَاجَتِهِ ، فَقُمْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ - لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ : فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ ، وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ ، فَصَاقَ عَلَيْهِ كَمَا الْجُبَّةَ ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهِ فَغَسَلَهُمَا ، ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ . [ ر : ۱۸۰ ]

۴۱۶۰ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ، عَنْ

عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ قَالَ : أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ ، حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ : ( هَذِهِ طَابَةٌ ، وَهَذَا أَحَدٌ ، جَبَلٌ يُحِينُنَا وَنُحِينُهُ ) . [ ر : ۱۴۱۱ ]

۴۱۶۱ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ ، فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ ، فَقَالَ : (إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا ، مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا ، وَلَا قَطَعْتُمْ وَاذِيًّا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ ؟ قَالَ : (وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ ، حَبَسَهُمُ الْعُدْرُ) . [ ر : ۲۶۸۴ ]

حدثنا عبد الله بن محمد.... لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اشکال کیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ولا تذروا زورا و ذرا خری ﴾ دوسرے کا کنہ اور بوجھ کوئی اور شخص نہیں اٹھائے گا تو یہاں ان ظالموں کے گھروں میں داخل ہونے سے پھر آپ کیوں منع فرما رہے ہیں؟

علامہ کرمانی نے جواب دیا کہ حدیث کا تعلق دنیا سے ہے اور آیت کا تعلق آخرت سے ہے، یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کسی معذب جگہ سے کسی کا گزر ہو تو وہ بھی عذاب کی لپیٹ میں آجائے لیکن آخرت میں ایسا نہیں ہوگا آخرت میں صرف گنہگار پکڑے جائیں گے، غیر گنہگار نہیں پکڑے جائیں گے۔ (۲۵)

باب : كِتَابُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ .

کِسْرَى (فتح الکاف و بکسرھا) فارس کے ہر بادشاہ کا لقب تھا (۲۶) جس کِسْرَى کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط روانہ فرمایا اس کا نام ” پرویز بن ہرمز بن نوشیروان “ تھا یہ ایران کا مشہور بادشاہ نوشیروان کا پوتا تھا۔ (۲۷)

ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کِسْرَى کی طرف سن ۷ ہجری میں نامہ مبارک روانہ کیا تھا (۲۸) لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سن ۹ھ کا ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب غزوة تبوک کے بعد ذکر کیا اور اس باب کے بھی آخر میں غزوة تبوک سے متعلق حدیث نقل کی، اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔

قیصر روم ہر قل کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ والا نامہ مبارک روانہ فرمایا ہے، ایک مرتبہ صلح حدیبیہ کے بعد سن ۹ھ میں اور دوسری بار غزوة تبوک کے موقع پر، سن ۷ھ میں آپ نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو نامہ مبارک دیکر روانہ فرمایا تھا، اس کی پوری تفصیل ”باب بدء الوحي“ کے تحت ”حدیث ہرقل“ میں گزر چکی، خط کا مضمون بھی اس حدیث میں آگیا ہے، قیصر روم کی طرف دوسری

(۲۵) دیکھیے شرح الکرمات کتاب الصلاة باب الصلاة فی مواضع الخسف: ۹۳/۳۔

(۲۶) عمدۃ القاری: ۵۷/۱۸ (۲۷) فتح الباری: ۱۳۷/۸ (۲۸) فتح الباری: ۱۳۷/۸۔

بار غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ نے خط روانہ فرمایا ہے اس کے متعلق کوئی روایت چونکہ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اس لیے امام بخاریؒ نے اس باب میں کوئی ایسی روایت ذکر نہیں فرمائی جس میں ”کتاب الی قیصر“ کا تذکرہ ہو، اسباب مغازی نے دوسری بار یعنی سن ۹ھ میں غزوہ تبوک کے موقع پر ”کتاب الی قیصر“ کا ذکر کیا ہے۔

اس باب میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے اس میں ”کتاب الی کسری“ کا ذکر ہے۔ (۲۹)

۴۱۶۲ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى ، مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى ، فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ ، فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ : فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : أَنْ يُمَزَّقُوا كُلُّ مُمَزَّقٍ . [ ر : ۶۴ ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو کسری کی طرف خط دے کر روانہ فرمایا۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے حاکم کو دیدیں، بحرین کے اس حاکم کا نام ”منذر بن ساوی“ تھا (۳۰) بحرین کا علاقہ چونکہ اس وقت کسری کے ماتحت تھا اس لیے آپؐ نے حاکم بحرین تک خط پہنچانے کا حکم دیا کہ وہ آگے کسری تک پہنچا دے گا چنانچہ اس نے یہ خط کسری فارس ”خسرپوریز“ تک پہنچا دیا۔ علامہ عینیؒ نے خط مبارک یوں نقل کیا ہے۔

### مکتوب گرامی کا مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمدرسول اللہ الی کسری عظیم فارس، سلام علی من اتبع الهدی، وآمن باللہ ورسولہ وشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبده ورسوله، ادعواک بدعا یرعایہ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس كافة لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین، اسلم تسلم، فان ابیت فعلیک اثم المجوس (۳۱)

کسری نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط پڑھا تو خط مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ہوئی تو آپؐ نے بددعا، فرمائی ”اللہم مزق ملکہ“ (۳۲) اللہ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیجئے۔

کسری نے خط پڑھ کر یمن کے گورنر "باذان" کے پاس پیغام بھیجا کہ دو آدمی جواز بھیج کر اس شخص کو گرفتار کر کے میرے پاس حاضر کرو۔ باذان نے دو آدمیوں کو خط دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ روانہ کیا، جب یہ دونوں آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی عظمت و جلال کو دیکھ کر کانپنے لگے، اسی حال میں انہوں نے باذان کا خط پیش کیا، خط کے مندرجات سن کر آپ مسکرائے اور ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی، پھر آپ نے ان دونوں سے فرمایا۔ "ابلغاصاحبکمان ربی قتل ربہ فی ہذہ اللیلۃ" یعنی اپنے صاحب (باذان) کو یہ بات پہنچادو کہ میرے رب اللہ جل شانہ نے اس کے آقا (پرویز) کو آج رات قتل کر دیا ہے۔ یہ شنبہ دس جمادی الاولیٰ ۷ھ کی رات تھی۔

ان دونوں قاصدوں نے جا کر باذان کو یہ اطلاع دی، باذان نے کہا، خدا کی قسم! اگر یہ خبر صحیح ہے تو وہ بلاشبہ نبی برحق ہیں، چنانچہ جب اس نے تحقیق کی تو کسری فارس پرویز کو ٹھیک اسی رات اس کے بیٹے نے قتل کیا تھا جس رات کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی خبر دی تھی، اس سے متاثر ہو کر باذان اپنے خاندان سمیت مسلمان ہو گیا۔ (۳۳)

۴۱۶۳ : حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ الْهَيْمِ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ : لَقَدْ نَفَعَنِي اللَّهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَيَّامَ الْجَمَلِ ، بَعْدَ مَا كِدْتُ أَنْ أَلْحَقَ بِأَصْحَابِ الْجَمَلِ فَأَقَاتِلَ مَعَهُمْ ، قَالَ : لَمَّا بَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ فَارِسٍ قَدْ مَلَكَوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرَى ، قَالَ : (لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمَرَهُمْ أَمْرًا) . [۶۶۸۶]

۴۱۶۴ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، عَنِ السَّائِبِ ابْنَ يَزِيدَ يَقُولُ : أَذْكَرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الْعِلْمَانِ إِلَى ثِنْيَةِ الْوَدَاعِ ، نَتَلَقَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ . وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : مَعَ الصَّبِيَّانِ .

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيَّ ، عَنِ السَّائِبِ : أَذْكَرُ أَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصَّبِيَّانِ نَتَلَقَى النَّبِيَّ ﷺ إِلَى ثِنْيَةِ الْوَدَاعِ ، مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ . [ر : ۲۹۱۷]

لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى....  
واقعه یہ ہو گیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری پرویز کے پاس نامہ مبارک روانہ فرمایا اور اس نے نامہ مبارک پھاڑا تو اللہ جل شانہ نے اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب یہ بنایا

کہ خود پرویز کا بیٹا شیروہ اپنے باپ کا دشمن بن گیا، شیروہ، پرویز کی بیوی ”شیرس“ پر عاشق ہو گیا تھا، اس کے لیے اس نے پرویز کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا، پرویز کو جب اس منصوبہ کا پتہ چلا تو اس نے اپنی الماری میں ایک ڈبیہ میں زہر رکھا اور اس پر لکھا ”الدواء النافع للجماع“ منصوبہ کے مطابق شیروہ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا اور شیروہ تخت نشین ہو گیا، شیروہ نے اپنے تمام بھائیوں کو بھی قتل کر دیا تاکہ کوئی ان میں سے کہیں اقتدار کا دعویٰ نہ کر دے۔ ایک دن اس نے پرویز کی الماری کھولی تو اس کی نظر اس ڈبیہ پر پڑی جس پر لکھا تھا ”الدواء النافع للجماع“ چنانچہ اس نے طاقت کی دوائی سمجھ کر اس زہر کو کھایا اور ہلاک ہو گیا۔

اب ان کے خاندان میں کوئی مرد ایسا نہیں تھا جو تخت، نشین ہو اور لوگ چاہتے تھے کہ بادشاہت اسی خاندان میں رہے اس لیے لوگوں نے سلطنت شیروہ کی بیٹی ”یوران“ کے سپرد کی اور وہ ان کی بادشاہ بن گئی۔ روایت میں ”ملکوا علیہم بنت کسری“ سے یہی ”یوران“ مراد ہے۔ (۳۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ ”لن یفلح قوم ولّوا امرہم امراة“ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنی حکومت کسی عورت کے سپرد کر دی ہو۔

## عورت کی حکمرانی

(مرتب کے قلم سے)

اسلام عورت کو کاروبار سلطنت سنبھالنے اور چلانے کی اہل نہیں سمجھتا، شریعت کے چاروں اصول قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس عورت کی حکمرانی کی نفی کرتے ہیں۔

❶ قرآن کا ارشاد ہے ﴿الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض...﴾ (النساء ۳۴)

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے....“

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں، علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے احکام القرآن میں اس آیت کے تحت تصریح کی ہے کہ سلطنت و حکومت کی سربراہی مردوں کے ساتھ خاص

ہے۔ (۳۶)

(۳۴) دیکھیے، فتح الباری: ۱۲۸/۸

(۱) حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے جس سال بکری کی یہ تقریر کی ہے اس وقت تک عورت کی حکمرانی کا مسئلہ چونکہ اہل علم کے درمیان موضوع بحث نہیں بنا تھا اس لیے تقریر میں اس پر بحث نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر ۱۹۸۸ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں پہلی مرتبہ نسوانی قیادت کے وجود میں آنے کے بعد اہل علم نے قلم اٹھایا۔ احقر نے باختصار نسوانی قیادت کے عدم جواز کے ساتھ ساتھ مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات بھی لکھ دیئے ہیں۔ ابن الحسن عباسی (۳۶) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۹۱۔ روح المعانی: ۵/۲۳۔ احکام القرآن: ۲/۱۷۶



عورت کی حکمرانی کے قائل بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت قرآنیہ کا تعلق ازدواجی اور گھریلو زندگی سے ہے سلطنت و حکومت سے اس کا تعلق نہیں، آیت کا مقصد یہ ہے کہ گھریلو اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ہے، وہ گھر کا رئیس اور کفالت کرنے والا ہے۔

لیکن اول تو آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس کو گھریلو اور خانگی زندگی کے ساتھ خاص کرتا ہو، دوسرے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب قرآن نے گھر کے محدود ماحول میں عورت کو محکوم، مرد کو حاکم، عورت کو تابع، مرد کو متبوع، عورت کو مطیع، مرد کو نگران قرار دیا تو وہ قرآن مملکت کے وسیع پلیٹ فارم پر زمام حکومت عورت کے حوالہ کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔

❶ سورة احزاب آیت ۳۳ میں ارشاد ہے ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ...﴾

”اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پہرو...“

اس آیت میں عورت کو گھر میں رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ گھر کے اس چراغ کے لیے باہری آندھیاں مضر ہیں، آیت میں خطاب اگرچہ ازواج مطہرات سے ہے لیکن حکم تمام عورتوں کے لیے عام ہے کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد... اب اگر حکمرانی اس کے حوالہ کی جائے تو وہ گھر میں کیونکر رہ سکے گی؟

❷ حدیث باب عورت کی حکمرانی کی صراحتاً نفی کرتی ہے، اس میں صاف صاف کہہ دیا گیا لن یفلح

قوم و لئولئ امرہم امراتہ ”وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنی حکومت کا معاملہ عورت کے سپرد کر دیا۔“

حدیث باب پر دو اعتراض

عورت کی حکمرانی کے قائل بعض لوگوں نے اس حدیث پر دو اعتراض کئے۔

پہلا یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے، یہ روایت جنگ جمل میں اس وقت سامنے آئی جب حضرت عائشہؓ نبوت کر رہی تھیں، ان کی قیادت کو غلط ثابت کرنے کے لیے اس روایت کا سہارا لیا گیا۔

لیکن حدیث باب پر موضوع ہونے کا اعتراض وہی آدمی کر سکتا ہے جس کو اپنے من پسند نظریہ کے اثبات میں خوف خدا نہ رہا ہو، یہ حدیث امام بخاریؒ نے کتاب الفتن میں بھی ذکر کی ہے، بخاریؒ کے علاوہ ذہبی، نسائی، مستدرک حاکم، سنن کبریٰ اور مسند احمد میں بھی سند صحیح کے ساتھ مذکور ہے (۲۷) محدثین میں سے کسی نے بھی اس کو موضوع نہیں کہا، خیر القرون سے لے کر آج تک علماء اس سے

(۲۷) الحدیث، اخرجہ البخاری فی کتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۰۵۲/۲۔ والترمذی فی ابواب الفتن: ۵۲/۲۔ والنسائی فی

کتاب ادب التمتناة، باب النهی عن استعمال النساء فی الحکم: ۳۰۳/۲۔ والحاکم فی المستدرک، کتاب معرفة الصحابة: ۱۱۹/۳۔ والبیہقی فی

کتاب الدعوات، باب لا یأتیتم رجل بامرأة: ۹۰/۳۔ واحمد فی مسنده: ۵۱۰۳۶، ۲۸/۵۔

استدلال کرتے رہے، مسائل کا استنباط کرتے رہے، اس کا پس منظر و پیش منظر بیان کرتے رہے لیکن موضوع تو کجا اس کو ضعیف بھی کسی نے نہیں کہا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی، صحابی رسول حضرت ابوبکرؓ کی اپنی رائے بھی جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے حق میں تھی، لیکن چونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سن رکھی تھی اس لیے انہوں نے حضرت عائشہؓ کا ساتھ دینے سے معذرت کی۔ (۳۸) اب ایک صحابی پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی قیادت غلط ثابت کرنے کے لیے محض وقتی سیاسی ضرورت کے پیش نظر اپنی طرف سے جھوٹی روایت گھڑی ایک ایسی جرأت ہے جس پر استغفار پڑھ کر بھی دل مطمئن نہیں ہوتا، وقتی ضرورتوں کے تحت جھوٹی احادیث وضع کرنے کے الزام سے صحابہ کا پاکباز قافلہ بھی نہ بچ سکے تو پھر دین اسلام کا خدا ہی حافظ۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ اس حدیث میں ہے کوئی بھی قوم جس نے عورت کو سربراہ بنایا ہو فلاح نہیں پاسکتی جبکہ تاریخ ہمارے سامنے ایسے لاتعداد واقعات پیش کر رہی ہے جن میں کئی عورتیں اپنے اپنے ملکوں اور قوموں کی سربراہ ہوئیں اور ان کا دور اپنے وقت کا سنہرا دور تھا، روس کی ملکہ کیتھرائن، ہالینڈ کی ملکہ ہلفیا، ملکہ جولیانہ، برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ اور الزبتھ، سری لنکا کی مسز بندرانائیکہ اور انڈیا کی مسز اندرا گاندھی اپنے اپنے وقت کی کامیاب حکمران تھی۔۔۔ مسلمانوں میں مصر کے بادشاہ نجم الدین ایوب کی باندی "شجرۃ الدر" ہندوستان میں ملکہ رضیہ سلطانہ، چاند بی بی اور بیگمات بھوپال کی حکومتیں بڑی کامیاب رہیں۔ اب یہ حدیث کہاں جائے گی، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خاکم بدہن ہم یہ مان لیں کہ تاریخ نے قول رسولؐ کی تردید کر دی؟ لیکن یہ اعتراض دراصل "فلاح" کے مفہوم سے جہالت پر مبنی ہے، اسلام کا نظریہ فلاح، مال و زر کی فراوانی، فتوحات کی کثرت اور سلطنت کا دبدبہ و شوکت نہیں ہے، قرآن شریف میں ہے، "انہ لایفلح الکافرون" (۳۹) "بے شک کافر فلاح نہیں پائیں گے" اگر فلاح کا مفہوم صرف دنیوی کامیابی تک محدود رکھا جائے پھر تو کافروں کی چمک دمک رکھنے والی مستحکم حکومتوں کی تاریخ سے نعوذ باللہ ان جیسی آیات کی بھی تردید ہو جائے گی۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں فلاح کا مفہوم دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی سے عبارت ہے، اب آپ یہ بتائیں کہ ان عورتوں کے عہد حکومت کو وہ کونسی اخروی کامیابی نصیب ہوئی جس کی بنیاد پر یہ فرض کر لیا جائے کہ حدیث کو صحیح ماننے کی صورت میں نعوذ باللہ تاریخ سے اس کی تکذیب ہو جائے گی۔ دنیوی اعتبار سے بھی ان عورتوں کی حکومتوں کو کامیاب قرار نہیں دیا جاسکتا، رضیہ سلطانہ کے دور میں فتنہ و فساد برپا رہا، شجرۃ الدر ناجائز طور پر برسر اقتدار آئی تھی، اس کی حکومت کی اطلاع جب بغداد میں خلیفہ

مستنصر باللہ کو ہونی تو انہوں نے امراء مصر کے نام پیغام بھیجا کہ اگر مصر میں کوئی مرد حکمرانی کے لیے باقی نہیں رہا تو بغداد سے ہم مرد بھیج دیتے ہیں۔ (۴۰) رضیہ سلطانہ، چاند بی بی اور شجرۃ الدر تینوں کا انجام قتل ہوا۔

❶ عورت کی حکمرانی کی نفی کرنے والی چوتھی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو امام ترمذی نے ”ابواب الفتن“ میں نقل کیا ہے :

اذا کان امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحائکم وامورکم شورئ بینکم فظہر الارض خیر لکم من بطنها، واذا کان امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلائکم وامورکم الی نساء کم فبطن الارض خیر لکم من ظہرها۔ (۴۱)

”جب تمہارے حکام تم میں سب سے بہتر ہوں، تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے پائیں تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے اندر سے بہتر ہے، لیکن جب تمہارے حکام برے لوگ ہوں، تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر کا حصہ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔“

❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا، اللہ نے فتح دی، فاصد آپ کے پاس فتح کی خوشخبری لایا، تفصیلات بتاتے ہوئے اس نے یہ بات بھی بتائی کہ دشمنوں کی قیادت ایک عورت کر رہی تھی، اس پر آپ نے فرمایا۔ ہلکت الرجال حین اطاعت النساء ”مرد جب عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ و برباد ہیں۔“ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا، علامہ ذہبی نے ان کی توثیق و تائید کی۔ (۴۲)

❸ قرآن و حدیث کے بعد احکام اسلام کا دار و مدار اجماع پر ہے، عورت کی حکمرانی کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے، جن مسائل پر علمائے امت کا اجماع ہے علامہ ابن حزم نے ان تمام مسائل کو ”مراتب الاجماع“ کے نام سے ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے، عورت کی سربراہی کے متعلق لکھتے ہیں:

واتفقوا ان الامامة لاتجوز لامرأة (۴۳) ”علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکومت کی سربراہی کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔“

چھٹی صدی کے مشہور عالم امام محی السنہ بغوی ”شرح السنہ“ میں لکھتے ہیں:

اتفقوا علی ان المرأة لاتصلح ان تكون امامًا (۴۴)

(۴۰) مرآة الجنان للیافعی: ۱۲۶/۳ - واغلام النساء: ۲۸۶/۲ - سنن ترمذی، ابواب الفتن: ۵۲/۲۔

(۴۲) دیکھیے مستدرک حاکم، کتاب الادب، باب مسجدة الشکر: ۲۹۱/۳ - مراتب الاجماع: ۱۲۶ - (۴۳) شرح السنہ: ۶۶/۱۰۔

علامہ قرطبی اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں خلیفہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واجمعوا علی ان المرأة لا یجوز ان تكون اماما (۳۵)

امام الحرمین علامہ جوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واجمعوا ان المرأة لا یجوز ان تكون اماما (۳۶)

اسلام کے سیاسی نظام پر لکھی جانے والی قدیم جدید تمام کتابوں میں سربراہ ریاست کے لیے مرد ہونا

ضروری قرار دیا ہے جدید محققین میں سے ڈاکٹر محمد منیر بمانی لکھتے ہیں:

لا نعرف بین المسلمین من أجاز خلافة المرأة، فالاجماع فی هذه المسئلة تام لم یثذ عنه احد (۳۷)

ڈاکٹر ابراہیم یوسف مصطفیٰ عجمی لکھتے ہیں۔

مما أجمعت علیه الامة علی ان المرأة لا یجوز لها ان تلی ریاسة الدولة (۳۸)

عبداللہ بن عمر دمشقی لکھتے ہیں:

من شروط الامام ان یکون ذکرا ولا خلاف فی ذلك بین العلماء (۳۹)

قرآن، حدیث اور اجماع کے بعد قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ جس شریعت نے عورت کی

امامت ناجائز قرار دی، جہاد اس پر فرض نہیں کیا، بغیر محرم کے گھر سے سفر کرنا ممنوع قرار دیا، گھر ہی میں

رہنے کا حکم دیا، گواہی اس کی نصف قرار دی، نان نفقہ کی ذمہ داری باپ اور شوہر پر ڈال دی وہ شریعت اس

کمزور صنف کے کندھوں پر ریاست و حکومت کی سربراہی کی بھاری بھرم ذمہ داری کا بوجھ کیسے ڈال سکتی ہے۔

## نسوانی قیادت کے مجوزین کے دلائل

حکومت ریاست میں وجود زن سے کائنات میں رنگ بھرنے کے قائل بعض حضرات نے عورت کی

(۳۵) دیکھیے تفسیر قرطبی: ۲۷۰/۱۔

(۳۶) دیکھیے الارشاد فی اصول الاعتقاد لامام الحرمین الجویسی: ۳۵۶۔

(۳۷) دیکھیے ڈاکٹر ضیاء جلالی کی کتاب عبقریة الاسلام فی اصول الحکم: ۷۰۔

(۳۸) دیکھیے ابراہیم یوسف مصطفیٰ عجمی کی کتاب تعلیق تہذیب الریاسة وترتیب الریاسة: ۸۲۔

(۳۹) دیکھیے الامامة العظمی عند اهل السنة: ۲۳۳..... پاکستان کے اہل فتویٰ علماء میں سے مولانا مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں: عورت کی

ولایت بالاجماع جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۱۹۲/۶)۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں: امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام میں سربراہ حکومت کی ذمہ داری کسی عورت

کو نہیں سونپی جاسکتی..... (عورت کی سربراہی از مولانا محمد رفیع عثمانی، ص ۱)۔

مولانا یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں: مملکت کی سربراہی کے لئے مرد کا شرط ہونا اور عورت کا حکومت کی سربراہی کے لئے اہل نہ

ہونا صرف اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ نہیں بلکہ تمام عالم کے عقلاء کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (عورت کی سربراہی از مولانا یوسف لدھیانوی، ص: ۱۷)۔

حکمرانی کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، ان کے اہم اور بڑے دلائل حسب ذیل ہیں۔

① جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے قیادت کی تھی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ نے ان کی زیر قیادت جنگ میں حصہ لیا تھا جس سے عورت کی قیادت و حکمرانی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ کوئی وزنی دلیل نہیں، جنگ جمل اور اس کے تاریخی پس منظر کا مطالعہ کرنے والا ادنیٰ طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اس موقع پر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے نہ حکومت و خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ اس ہمم کے لیے امارت و سیادت ان کے سپرد کی گئی، واقعہ یہ ہوا تھا کہ امہات المؤمنین حج کے لیے گئی تھیں، پچھلے مدینے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا افسوسناک حادثہ پیش آ گیا تھا، حضرت عثمانؓ کے قصاص کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا تھا، اس نازک موقع پر بعض اکابر صحابہؓ نے مکہ ہی میں حضرت عائشہؓ کو مشورہ دیا کہ ان کی محترم شخصیت اس وقت امت کا انتشار و اختلاف ختم کر سکتی ہے، حضرت عائشہؓ نے چاہا کہ مدینہ منورہ جا کر حضرت علیؓ کو قصاص پر آمادہ کریں لیکن بعض صحابہؓ نے کہا کہ پہلے بصرہ جا کر وہاں کے لوگوں کی حمایت حاصل کر لینی چاہیے، اہل بصرہ کی حمایت حاصل ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے لیے قصاص لینا آسان ہو جائے گا اور وہ قصاص لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ اس مشورہ سے متاثر ہو کر بصرہ روانہ ہوئیں اور بعض اسلام دشمن عناصر کی سازش سے جنگ جمل کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ (۵۰) یہاں یہ بات واضح ہے کہ حضرت عائشہؓ کو جن صحابہ نے بصرہ جانے کا مشورہ دیا، ان کا مقصد امت کو انتشار سے بچانے کی ایک تدبیر تھی، حضرت عائشہؓ کو خلیفہ یا امیر بنانا ان کا مقصد تو کجا ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھا اور نہ خود حضرت عائشہؓ کی یہ خواہش تھی، چنانچہ بصرہ پہنچنے پر جب قعقاع بن حکیم نے حضرت عائشہؓ سے ان کی تشریف آوری کا مقصد پوچھا تو فرمایا لگیں۔ اے بنی، لاصلاح بین الناس۔ ” بیٹے! میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے آئی ہوں“

بعد میں وہ اپنے اس سفر پر اتنی نام تھیں کہ جب یہ واقعہ یاد آتا تو زور و زور کر ان کا آنچل بھگیگ جاتا (۵۱) جس واقعہ میں حضرت عائشہؓ نے خلیفہ تھیں نہ حکمران، اور جس کے پیش آنے پر وہ اس درجہ نام تھیں اس کو نسوانی قیادت کے جواز پر کس طرح دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

② عورت کی حکمرانی کے جواز پر دوسرا استدلال ملکہ سبا بنتیں کے واقعہ سے کیا جاتا ہے، قرآن میں اس کی سلطنت و حکمرانی کا ذکر ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد بھی بعض روایات

(۵۰) دیکھیے البدایة والنہایة، ابتدا، وقد: الحمل: ۴/۲۴۰ - ۲۴۱۔

(۵۱) دیکھیے طبقات ابن سعد: ۸/۸۰ - وسیر اعلام النبلاء: ۲/۱۴۶۔ ومنہاج السنۃ لابن تیمیہ: ۲/۱۸۵۔

میں آتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کی حکمران رہی، جس سے نسوانی قیادت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ استدلال بھی ضعیف ہے، ملکہ سبا کا ایمان لانا تو قرآن سے ثابت ہے، لیکن اس کے بعد اس کا کیا بنا؟ کہاں گئی؟ اس سلسلے میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں: «لم یرد فیہ خبر صحیح» (۵۳) «اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت وارد نہیں ہوئی» اور فرض کر لیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو حکومت پر برقرار رکھا تھا تو زیادہ سے زیادہ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں نسوانی قیادت کا جواز ثابت ہوگا جو شریعت محمدی میں حجت نہیں، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں واقعہ بلقیس کے متعلق لکھتے ہیں۔

”اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے، پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے، اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا، دوسرے، اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں“ (۵۳)

● عورت کی حکمرانی کے جواز پر حضرت تھانویؒ کے ایک فتویٰ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس میں حضرت تھانویؒ نے حدیث باب ”لن یفلح قوم ولّوا امرہم امراتہ“ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جمہوری سلطنت اس وعید کے تحت داخل نہیں ہے۔ (۵۳) معلوم ہوا کہ عورت جمہوری حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے۔

عورت کی سربراہی کے متعلق حضرت تھانویؒ کی رائے اوپر بیان القرآن کے حوالہ سے آچکی ہے جس میں انہوں نے صاف صاف فرمایا ”ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے“ البتہ جمہوری حکومت کے متعلق حضرت تھانویؒ کے مذکورہ فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اس کی سربراہ بن سکتی ہے، حضرت تھانویؒ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ”سلطنت جمہوری میں والیٰ صوری درحقیقت والیٰ نہیں بلکہ ایک رکن مشورہ ہے اور والیٰ حقیقی مجموعہ مشیروں کا ہے“

لیکن بعد کے علماء نے حضرت تھانویؒ کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا کہ جمہوری حکومت میں والیٰ اور سربراہ کی حیثیت محض ایک رکن مشورہ کی ہے، موجودہ پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم محض مشیر یا رکن کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ حکومت اور انتظامیہ کا خود مختار سربراہ ہوتا ہے۔

ہاں اگر کہیں ایسی ریاست ہو جس میں پارلیمنٹ کے سربراہ کی حیثیت محض ایک رکن مشورہ کی ہو

(۵۳) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۲۱۰/۱۳۔ (۵۴) دیکھیے، بیان القرآن: ۸۵/۸، سورۃ النمل

(۵۵) اس فتویٰ کے لیے دیکھیے امداد الفتاویٰ: ۹۹/۵۔ ۱۰۰

وہاں عورت کی سربراہی کے لیے جواز کی گنجائش نکل سکتی ہے، اس کی وجہ حضرت تھانویؒ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ”راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے اور عورت اہل ہے مشورہ کی“ حاصل یہ کہ تمام علمائے امت کی طرح حضرت تھانویؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کو اسلامی حکومت کی سربراہ بنانا جائز نہیں، البتہ اختلاف جمہوری حکومت کی حقیقت میں ہے، حضرت تھانویؒ نے جمہوری حکومت کے سربراہ کے بارے میں یہ سمجھا کہ وہ حقیقتاً سربراہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی حیثیت محض مشیر کی ہوتی ہے۔ جبکہ باقی اہل فتویٰ علماء کہتے ہیں کہ جمہوری حکومت کا سربراہ محض مشیر نہیں ہوتا بلکہ کافی حد تک مختار اور بااقتدار ہوتا ہے اس لیے اس کی سربراہ عورت نہیں بن سکتی۔

● عورت کی حکمرانی کے جواز پر فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”البحر الرائق“ میں علامہ ابن نجیم کی اس عبارت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے: اما سلطنتها فصحيحة، وقد وليت مصر امرأة تسمى شجرة الدر، جارية الملك الصالح بن ايوب (۵۵) اس میں عورت کی حکومت و سلطنت کو صحیح کہا ہے جس سے عورت کی حکمرانی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عبارت میں ”صحت“ سے مراد نفاذ ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت کو حکمران بنانا ناجائز ہے لیکن اس کے باوجود اس نے کسی طریقہ سے تسلط حاصل کر لیا تو اس کی حکومت نافذ ہو جائے گی اور جائز امور میں اس کی اطاعت واجب ہوگی یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلام ناجائز طریقے سے تسلط حاصل کر لے تو اس کی حکومت نافذ ہو جائے گی حالانکہ حکمران کے لیے آزاد ہونا متفق علیہ شرط ہے.... حکمرانی کا جواز و عدم جواز الگ چیز ہے اور حکمران بننے کے بعد حکومت کا نفاذ اور عدم نفاذ دوسری چیز ہے۔ مذکورہ عبارت میں نفاذ مراد ہے جواز مراد نہیں۔ شریعت میں اس کی کئی مثالیں ہیں، مثلاً فاسق کو نماز میں امام بنانا جائز نہیں لیکن اگر کوئی فاسق امام بن گیا تو اس کی اقتدا میں نماز صحیح ہو جائے گی۔

باب : مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ . ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ»

/الزمر: ۳۰-۳۱/ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیرت نبویہ ترتیب وار بیان کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں، اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے مناقب اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان فرمائے، پھر صحابہ کے مناقب و فضائل ذکر کیے جو بارگاہ نبوی کی تاریخ کا ایک زریں باب ہیں، اس کے بعد غزوات،

سلسلۃ الوفود اور حجۃ الوداع کا تذکرہ کیا اور اب یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کا بیان فرما رہے ہیں۔

اللہ جلّ شانہ نے سرور دو عالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جو کام لگایا تھا اس کے مکمل ہونے اور جو شریعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی اس کی تکمیل کے بعد اب وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پاس بلائیں، تکمیل شریعت کا اعلان عرفات کے مجمع عام میں کیا گیا ﴿اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً﴾ (۱) سورۃ فتح نازل ہوئی اور اس میں آپ کی وفات کی اطلاع دی گئی، کہا گیا ﴿فسبح بحمد ربك واستغفره﴾ اب آپ تسبیح واستغفار کی طرف متوجہ ہو جائیں، ابن جریر نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ سورۃ فتح کے نزول کے بعد آپ استغفار و تسبیح میں اکثر مشغول رہتے تھے (۲) ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے لیکن اس سال بیس دن اعتکاف میں بیٹھے، حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ، قرآن شریف کے دور کا ہر رمضان میں ایک مرتبہ کا معمول تھا اس سال دو مرتبہ قرآن کا دور فرمایا (۳)، یہ تمام قرآن تھے اس دار فانی سے آپ کے جانے کے۔

غزوہ احد کے موقع پر جس بے سروسامانی، بیکسی اور جس اخلاص کے ساتھ ۷۰ کے قریب صحابہؓ نے قربانی دے کر شہادت پائی تھی ان کی یاد آپ کے دل میں تازہ تھی، حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک دن آپ جنت البقیع میں ان کی قبور پر تشریف لے گئے اور آٹھ سال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی اور پھر خطبہ دیا۔ (۴) ماہ صفر کی آخری تاریخوں میں ایک شب آپ اٹھے، جنت البقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے دعا واستغفار کرنے کے بعد جب گھر تشریف لائے تو طبیعت ناساز ہو گئی، سر میں درد کی شکایت ہوئی اور مرض وفات کی ابتدا ہوئی۔ (۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا حملہ کب ہوا؟ اس دن ازواج مطہرات میں کس کی باری تھی؟ آپ کتنے دن بیمار رہے؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔

واقدی، ابن سعد، حاکم اور ابن حبان وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن بیمار ہوئے ہیں (۶) ہفتے اور پیر کا بھی قول ہے (۷) لیکن زیادہ تر روایات بدھ کے دن کی ہیں۔

جس دن آپ پر مرض وفات کا حملہ ہوا اس دن ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ ابو معشر نے اپنی سیرت میں حضرت زینب بنت جحش اور سلیمان تیمی نے اپنی سیرت میں ربیعہ بنہ کے متعلق لکھا ہے کہ بیماری کی ابتدا ان کے گھر میں ہوئی تھی لیکن قول اول راجح ہے، حافظ ابن حجر نے اسی

(۱) سورة المائدة: ۳ / (۲) تفسیر در مشور: ۴۰۸/۶ (۳) البدایہ والنہایہ: ۲۲۲/۵ (۴) صحیح مسلم: ۲۵۰/۲۔ کتاب الفضائل، باب اثبات الجوض

(۵) البدایہ والنہایہ: ۲۲۲/۵ (۶) طبقات ابن سعد: ۲۰۶/۲۔ فتح الباری: ۲۰۶/۸ (۷) فتح الباری: ۱۲۹/۸



کو مستعد لکھا ہے۔ (۸)

آپ کی بیماری کی کل مدت کے بارے میں، دس دن، بارہ دن، تیرہ دن اور چودہ دن کے مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن اکثر اصحاب سیر کی رائے یہ ہے کہ آپ کل تیرہ دن بیمار رہے ہیں۔ (۹)

بقیع سے، جب آپ واپس تشریف لانے اور سر میں درد کی شکایت ہوئی تو آپ حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لے گئے، حضرت عائشہؓ کو بھی درد سر کی شکایت تھی، آپ کو دیکھ کر فریاد کرنے لگیں: وارأساء! ہائے میرا سر، آپ نے فرمایا، بل انا اتول: وارأساء! یعنی کہنا تو مجھے چاہیے کہ ”ہائے میرا سر“ (کہ یہی درد میری وفات کا پیش خیمہ ہے) پھر آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، عائشہ! اگر تم مجھ سے پہلے مر گئیں تو کوئی فکر کی بات نہیں میں تمہارے کفن و دفن کا انتظام کروں گا، نماز جنازہ پڑھا کر تمہارے لیے دعائے مغفرت کروں گا، حضرت عائشہؓ نے بطور ناز فرمایا۔ ”ہاں، آپ تو میری موت ہی چاہتے ہیں، اگر میں چلی گئی تو اسی روز آپ میرے ہی گھر میں کسی دوسری زوجہ کے ساتھ آرام کر رہے ہوں گے“ (اور مجھے بالکل بھول چکے ہوں گے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ (۱۰) حضرت عائشہؓ کو کیا خبر تھی کہ چند روز بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما کر انہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا سلسلہ بدھ کے دن سے شروع ہوا تھا، عدل بین الازواج جس کا آپ بہت اہتمام کرتے تھے اسی کے مطابق بیماری کی حالت میں آپ باری باری ایک ایک بیوی کے گھر منتقل ہوتے رہے، پیر کے دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہراتؓ سے اجازت لی کہ حضرت عائشہؓ کے گھر قیام فرمائیں، صراحتاً آپ نے نہیں فرمایا بلکہ آپ بار بار پوچھتے رہے کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟ ازواج مطہراتؓ نے مرضی سمجھ کر عرض کی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ (۱۱) چنانچہ آپ پیر کے دن حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور پورا ایک ہفتہ علالت میں گزارنے کے بعد اگلے پیر کو عائشہؓ ہی کے گھر میں آپ نے وصال فرمایا۔

حضرت عائشہؓ کے گھر میں زمانہ علالت گزارنے کی خواہش کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ جو انس و محبت کا تعلق آپ کا عائشہؓ سے تھا ازواج مطہراتؓ میں کسی اور سے نہیں تھا اور انس کی زیادتی باعث سکون ہوتی ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ عائشہؓ کے گھر مجھے زیادہ راحت و سکون حاصل ہوگا، دوسری ایک بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ ازواج مطہراتؓ میں سے باقی کسی کے لحاف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول نہیں ہوا، حضرت عائشہؓ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ان کے لحاف میں ہوتے تھے اور وحی نازل ہوتی تھی تو اب بیماری کے ایام میں بھی وحی نازل ہونے کا امکان تھا اس

(۸) فتح الباری: ۱۲۹/۸ (۹) فتح الباری: ۱۲۹/۸ (۱۰) سیرت ابن ہشام مع الروض الانف: ۲/۲۶۶ (۱۱) البدایہ والنہایہ: ۲۲۵/۵

لیے آپ نے چاہا کہ بیماری کے یہ ایام حضرت عائشہؓ کے مکان میں گزریں تاکہ اگر آپ اپنے اہل کے ساتھ ہوں اور وہ وقت وحی کا ہو تو وحی خداوندی نازل ہو جائے۔

بیماری کے ان ایام میں آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے، جمعرات کے دن آپ نے حکم دیا کہ پانی کے سات مشکیزے آپ پر ڈالے جائیں چنانچہ بڑے اہتمام سے پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالی گئیں، اس طرح غسل سے آپ کو قدرے سکون ہوا، نماز ظہر پڑھانے کے بعد آپ نے خطبہ دیا (۱۲) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔

اس خطبے میں آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے، حضرات انصارؓ سے نرم برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ گزشتہ قوموں نے اپنے انبیاء و اولیاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا، دیکھو کہیں تم ایسی حرکت نہ کرنا، فرمایا کہ مسجد کی طرف جتنے دروازے کھلے ہیں سب بند کر دیئے جائیں صرف ابو بکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے، آپ نے اشارتاً اپنی وفات کے وقت کے قریب آنے کا بھی ذکر کیا، جس کو حضرت صدیق اکبرؓ سمجھ گئے اور رونے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اپنے نبیؐ کی جدائی اور موت سے بہت ہراساں اور خوفزدہ ہیں حالانکہ یہاں کسی کو دوام نہیں (جیسا کہ قرآن شریف کی ان آیات میں ہے ﴿وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد﴾ (۱۳) ﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ (۱۴) اس طرح کی نصیحت سے آپ نے صحابہؓ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ یہ آپ کی جدائی کے غم کو سہہ سکیں، اس کے بعد آپ نے صحابہؓ کو الوداع کہا اور گھر تشریف لائے۔ (۱۵)

جمعرات کے دن عصر کی نماز میں بھی آپ مسجد تشریف لائے اور مغرب کی نماز میں بھی آئے مغرب کی نماز میں آپ نے سورۃ ﴿والمرسلات عرفا﴾ تلاوت فرمائی، جمعرات کے دن مغرب کی یہ نماز آپ کی سب سے آخری نماز تھی جو آپ نے پڑھائی جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آ رہا ہے، عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ لوگوں نے کہا، سب کو آپ کا انتظار ہے، آپ نے اٹھنا چاہا لیکن غشی طاری ہوئی، افاقہ کے بعد پھر دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ لوگوں نے پھر وہی جواب دیا، آپ نے اٹھنا چاہا تو پھر غشی طاری ہو گئی، تیسری بار بھی جب غشی طاری ہوئی تو فرمایا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں، چنانچہ عشاء کی نماز حضرت صدیق اکبرؓ نے پڑھائی۔ (۱۶)

اس کے بعد نمازیں حضرت صدیق اکبرؓ ہی پڑھاتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدورفت

(۱۲) ابدیۃ والنعیۃ: ۲۲۵/۵، ۱۱۳، سورۃ الانبیاء: ۲۳/۱۳، سورۃ ال عمران: ۱۴۳/۱۳

(۱۵) اس خطبہ مبارک کی تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایۃ والنہایۃ: ۲۲۹/۶-۲۳۱۔ واتحاف السادة المتقین: ۲۸۹/۱۰

(۱۶) اتحاف السادة المتقین: ۱۸۹/۱۰۔ والبدایۃ والنہایۃ: ۲۳۳/۵

مسجد کی طرف موقوف ہو گئی البتہ شنبہ یا یکشنبہ کو آپ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد نبوی میں تشریف لانے، جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی بائیں جانب جا کر بیٹھ گئے، حضرت صدیق پیچھے ہٹے آپ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر نماز پڑھائی، اب آپ امام تھے اور حضرت صدیقؓ آپ کی اقتدا کرنے لگے باقی نمازی حضرت صدیق کی تکبیروں پر ارکان صلوٰۃ ادا کرتے رہے یہ ظہر کی نماز تھی۔ (۱۷)

ظہر کی یہ امامت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری امامت تھی، لیکن ظہر کی نماز کی پوری امامت آپ نے نہیں فرمائی تھی، نماز کے ابتدائی حصہ کی امامت حضرت صدیقؓ نے فرمائی تھی، جس نماز کی مستقل آخری امامت آپ نے فرمائی وہ جمعرات کے دن نماز مغرب کی امامت تھی جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

اس بیان سے ان دونوں قسم کی روایات کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی ہے جن میں سے بعض میں ہے کہ حضور نے آخری نماز مغرب کی پڑھائی اور بعض میں ہے کہ آخری نماز ظہر کی پڑھائی، اس طرح کہ جن روایات میں مغرب کی نماز کو آخری قرار دیا گیا ہے اس سے مستقل امامت کے اعتبار سے آخری ہونا مراد ہے لہذا یہ ان روایات کے معارض نہیں ہے جن میں آیا ہے کہ آخری نماز آپ نے ظہر کی پڑھائی کیونکہ ظہر کی وہ نماز آپ نے مستقل اور پوری خود نہیں پڑھائی تھی بلکہ نماز شروع ہونے کے بعد آکر آپ نے امامت فرمائی تھی۔ (۱۸)

اتوار کو مرض میں شدت ہوئی، ذات الجنب سمجھ کر لوگوں نے اس کی دوا پلانی چاہی، لیکن آپ کو وہ دوا پینا ناگوار تھا آپ نے انکار فرمایا، مریض عام طور پر چونکہ دوا کو ناپسند کرتا ہے اس لیے صحابہ کرام نے سمجھا کہ یہ طبعی ناگواری ہے اور زبردستی دوا پلا دی، بعد میں جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا؟ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ سب کو دوا پلانی جانے جو اس عمل میں شریک تھے سوائے عباسؓ کے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے (البتہ انہوں نے مشورہ تھا) (۱۹)

جس دن وصال فرمایا یعنی پیر کے روز، صبح کے وقت آپ نے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ صف باندھے ہوئے نماز فجر میں مشغول تھے، لوگوں کو دیکھ کر خوشی سے مسکرانے، چہرہ انور چمکنے لگا، ادھر لوگ فرط مسرت سے بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نماز توڑ ڈالیں۔

حضرت صدیقؓ امام تھے انہوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں، آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو اور حجرے کا پردہ ڈال کر واپس تشریف لے گئے، یہ صحابہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام زیارت کا سب سے آخری موقع تھا۔ (۲۰)

(۱۷) الباری، والنہای: ۳۳۲/۵ - ۳۳۳ (۱۸) البدایہ والنہای: ۲۳۵/۵ (۱۹) جیسا کہ آگے بخاری شریف کی روایت باب میں آ رہا ہے

(۲۰) جیسا کہ آگے روایت میں آ رہا ہے

اس دن صبح کو آپ کی طبیعت پر سکون تھی، حضرت صدیق اکبرؓ صبح کے وقت حاضر خدمت ہوئے، طبیعت میں افاقہ دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کے فضل و کرم سے آج آپ کی حالت قدرے بہتر ہے اگر اجازت ہو تو میں اپنی (دوسری) بیوی حبیبہ بنت خارجه کے پاس سے ہو آؤں کہ آج اس کی نوبت کا دن ہے، آپ نے اجازت دیدی اور حضرت صدیقؓ عوالیٰ مدینہ جہاں حبیبہ بنت خارجهؓ مقیم تھیں چلے گئے۔ (۲۱)

دوسرے صحابہ نے بھی آکر حضرت علیؓ سے حال دریافت کیا، حضرت علیؓ نے کہا کہ آج طبیعت میں الحمد للہ افاقہ ہے، صحابہؓ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے۔ (۲۲)

لیکن دن چڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ پر غشی طاری ہونا شروع ہوئی اور وقفہ وقفہ سے غشی طاری ہوتی رہی۔ حضرت فاطمہؓ یہ کیفیت دیکھ کر بولیں ”واکرب اباہ“ ہائے میرے ابا کی بے چینی! آپ نے فرمایا، تمہارے ابا کے لیے آج کے بعد بے چینی نہ ہوگی۔ (۲۳)

وفات سے کچھ دیر قبل حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سر رکھ کر لیٹ گئے، حضرت صدیق اکبرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمن خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، عبدالرحمن کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھنے لگے، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی، پھر آپ کو دی، آپ نے تندرست آدمی کی طرح مسواک فرمائی۔ (۲۴)

جوں جوں وفات کا وقت قریب آ رہا تھا آپ کی تکلیف بڑھ رہی تھی، پاس ہی پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا، درد سے بیتاب ہو کر اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ انور پر پکھیرتے اور یہ فرماتے جاتے ”لا الہ الا اللہ، ان للموت لسکرات“ بے شک موت کی سختیاں ہیں اتنے میں ہاتھ اٹھا کر چھت کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

”اللہم فی الرفیق الاعلیٰ“ ہاتھ نیچے گرا اور روح مبارک عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی (۲۵) اناللہ وانا الیہ راجعون

## تاریخ وفات

اس بات پر تو تقریباً تمام روایات متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ربیع الاول میں پیر کے دن ہوا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی؟ اس سلسلہ میں تین قول مشہور ہیں۔

① سب سے زیادہ مشہور قول جس کو اکثر اصحاب سیر نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ آپ کی وفات بارہ

(۲۱) طبقات ابن سعد: ۲/۲۱۵ (۲۲) بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۳۳۷۷ (۲۳) بخاری، کتاب المغازی، رقم الحدیث ۳۳۷۲

(۲۴) بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته، رقم الحدیث: ۳۳۵۱ (۲۵) البدایہ والنہایہ: ۵/۳۳۹-۳۴۰

ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی ہے۔ - (۲۶)

لیکن اس قول پر ایک قوی اشکال یہ ہوتا ہے کہ بارہ ربیع الاول سے تقریباً تین ماہ قبل ذی الحجہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو باتفاق روایات جمعہ کا دن تھا اور یکم ذی الحجہ جمعرات کا دن تھا اب ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں مہینے خواہ تمیں تیس کے مانے جائیں یا انتیس کے یا بعض تمیں کے اور بعض انتیس کے کسی صورت میں بھی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں پڑتا جبکہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی وفات پیر کے دن ہوئی ہے۔ - (۲۷)

⑤ دوسرا قول علامہ طبری نے کلبی اور ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ آپ کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا ہے، علامہ سیوطی نے "الروض الانف" میں لکھا ہے کہ اگر ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں کو انتیس دن کا مانا جائے تو ۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کا دن پڑتا ہے۔ - (۲۸) حافظ ابن حجر کا میلان اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ البتہ اس قول پر بعض حضرات نے یہ اشکال کیا ہے کہ تین ماہ کا پے درپے انتیس دن کا ہونا شاذ ہے، ۲ ربیع الاول پیر کا دن تب پڑ سکتا ہے جب ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں انتیس دن کے تسلیم کئے جائیں اور یہ صورت قلیل الوقوع ہے۔ - (۲۹)

⑥ تیسرا قول امام مغازی موسیٰ بن عقبہ، لیث بن سعد اور خوارزمی وغیرہ حضرات کا ہے، یہ لوگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم ربیع الاول کو بروز پیر ہوئی ہے۔ - (۳۰) یکم ربیع الاول کو پیر کا دن اس وقت ہوگا جب ذی الحجہ، محرم اور صفر میں سے دو کو انتیس دن کا اور ایک مہینہ کو تیس دن کا مانا جائے اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے، علامہ سیوطی نے اسی کو اقرب الی القیاس کہا ہے۔ - (۳۱)

اس قول کی تائید حضرت ابن عباس کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو علامہ ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے نقل کی ہے کہ قرآن شریف کی آیت ﴿اليوم اكملت لكم دينكم...﴾ کے یوم نزول سے روز وفات تک ۸۱ دن ہیں اور یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی ہے، اب ۹ ذی الحجہ سے یکم ربیع الاول تک مذکورہ قول کے لحاظ سے حساب لگاؤ تو ۸۱ دن نہیں گے۔ - (۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نماز ظہر سے قبل ہوئی، مغازی ابن اسحاق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ کی وفات ہوئی اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ آپ کا انتقال زوال کے وقت ہوا ہے

(۲۶) الکامل لابن اثیر: ۲/۲۱۹ - فتح الباری: ۸/۱۲۹ (۲۷) الروض الانف: ۲/۲۷۲ (۲۸) دیکھیے، الروض الانف: ۲/۲۷۲

(۲۹) دیکھیے، حاشیہ سیرۃ النبیؐ از مولانا سید سلیمان ندوی؛ ۲/۱۰۶ (۳۰) الروض الانف: ۲/۲۷۲ - سیرت مصطفیٰ؛ ۳/۱۷۳

(۳۱) دیکھیے، الروض الانف: ۲/۲۷۲ (۳۲) حاشیہ سیرۃ النبیؐ از مولانا سید سلیمان ندوی؛ ۲/۱۰۷

لیکن چاشت اور زوال میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا اس لیے یہ اختلاف زیادہ وقع نہیں ہے۔ (۲۳)

### وفات کے بعد صحابہؓ کی کیفیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہؓ پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی، حضرت عمرؓ نے تلوار سونت لی اور مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے تو اس کی گردن ماری جائے گی (۲۴) حضرت عثمانؓ پر سکتہ طاری ہو گیا، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور دوسری ازواج مطہراتؓ کا رو رو کر برا حال ہو گیا، حضرت علیؓ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ (۲۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی، وہ تشریف لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حجرہ السعاده میں پہنچے، آپ کے جسد مبارک پر چادر پڑی ہوئی تھی، انہوں نے چہرے سے چادر اٹھائی، آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور ”لا یجمع اللہ علیک موتین“ کہا اور کہا کہ وہ موت جو اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھی تھی، اس کے مطابق آپ کی وفات ہو گئی ہے، پھر مسجد میں آئے، صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا، کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا کہا جانے اور کیا کیا جانے۔

حضرت عمرؓ اپنے قابو میں نہیں تھے اور صحابہؓ ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر خوف و ہراس میں مبتلا تھے حضرت صدیق اکبرؓ نے عمرؓ کو چھیڑنا اور ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا، مسجد کے ایک کونے میں چلے گئے، جدھر وہ گئے، مجمع ادھر منتقل ہو گیا، حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس میں ﴿انکم میت وانہم میتون﴾ کی آیت پڑھی ﴿وما محمد الا رسول، قد خلت من قبلہ الرسول﴾ کی آیت پڑھی ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کی آیت تلاوت کی اور ﴿کل من علیہا فان﴾ کی آیت پڑھی، ان آیات کو تلاوت کر کے انہوں نے قوت کے ساتھ کہا۔ ”من کان منکم یعبد محمدا، فان محمدا قدمات، ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حیاتی لا یموت“

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اس خطبہ میں اللہ نے ایسا اثر ڈالا کہ تمام کے تمام صحابہؓ کو اطمینان ہو گیا اور یہ یقین آ گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے، کئی صحابہؓ نے کہا کہ یہ آیتیں ذہن میں نہیں رہی تھیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تلاوت کرنے سے ادھر التفات ہوا۔ (۲۶)

ان آیات کی طرف حضرت عمرؓ کو بھی التفات نہیں تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتی طور پر اس عالم مشاہد سے عالم قدس کی طرف انقطاع ہوا ہے اور یہ ایک عارضی بات ہے

(۲۳) فتح الباری: ۱۲۲ / ۸ - ۱۲۲۱ (۲۴) اتحاف السادة المتقين: ۲۹۸ / ۱۰ (۲۵) سیرت مصطفیٰ: ۱۴۳ / ۲

(۲۶) دیکھیے البدایہ والنہایہ: ۲۲۲ / ۵ - ۲۲۲ - وطلقات ابن سعد: ۲۶۸ / ۲ - ۲۶۸

واپس پھر آپ اس عالم مشاہد کی طرف ملتفت اور متوجہ ہوں گے اور جیسے ہمارے درمیان پہلے رہا کرتے تھے، اسی طرح پھر رہیں گے۔ (۳۷)

بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ حضرت عمر بن الخطابؓ کو یہ اندیشہ تھا کہ اس نازک موقع سے منافقین فائدہ اٹھا کر شورش پیدا کریں گے اس لیے انہوں نے اس موقع پر یہ سخت موقف اختیار کیا، واللہ اعلم۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور جانشینی کا مسئلہ پیش آیا جس کی تفصیل "سقیفہ بنی ساعدہ" کے ذیل میں گذر چکی یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کیسے دیا جائے، آپ کی نماز جنازہ کیسی پڑھی جائے، آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ عجیب بات یہ تھی کہ ان سوالات کا جواب حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں تھا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تمام مشکلات کو حل فرمایا اور بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل ہیں اس کے بعد آپ کو لباس اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ نماز جنازہ بغیر جماعت کے پڑھی گئی، حجرہ عائشہ میں آپ کا جنازہ رکھا ہوا تھا، لوگ جاتے تھے اور فردا فردا نماز پڑھ کر واپس آجاتے تھے اور پھر وہیں آپ کے دفن کا انتظام کیا گیا۔ (۳۸)

۴۱۶۵ : وَقَالَ يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهَا : كَانَ

النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ : ( يَا عَائِشَةُ ، مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِحَيْبَرَ ، فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ أَنْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السُّمِّ ) .

یہ تعلق ہے، بزاز اور حاکم نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے۔ (۳۹)

ابھر، کہتے ہیں رگ جاں کو، یہ پشت سے نکلتی ہے اور دل کے ساتھ ملتی ہوئی پورے جسم میں اپنے اثرات پہنچاتی ہے، بعض حضرات نے کہا کہ جگر سے نکلتی ہے اور دل سے ہوتی ہوئی پورے جسم کی شراہین اور باریک رگوں میں اپنا اثر پہنچاتی ہے، یہ ٹوٹ جاتی ہے تو انسان کا انتقال ہو جاتا ہے۔ (۴۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ وہ زہر جو میں نے غزوہ خیبر کے موقع پر بکری کے گوشت کے ساتھ کھایا تھا، اس کی وجہ سے میں اپنی رگ جاں کے ٹوٹنے کو محسوس کر رہا ہوں، غزوہ خیبر کے موقع پر آپ نے اس زہریلے گوشت کے ٹکڑے کو صرف منہ میں رکھا تھا اور حضرت جبریل

(۳۷) طبقات ابن سعد: ۲/۲۶۶ (۳۸) تفصیل کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سعد: ۲/۲۷۷-۲۹۲ فتح الباری: ۸/۱۲۱

(۴۰) فتح الباری: ۸/۱۲۱-مجمع بحار الانوار: ۱۰/۱

امین کے اطلاع دینے پر اسے تھوک دیا تھا لیکن منہ میں رکھنے کی وجہ سے اس کا اثر آپ برابر بعد میں محسوس کیا کرتے تھے اور اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ زہر کے اثر سے مجھے اپنی رگ جاں کے ٹوٹنے کا اندازہ ہو رہا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کی موت سے سرفراز فرمایا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جو مسلمان زہر کی وجہ سے انتقال کرے وہ اخروی لحاظ سے شہید ہے۔ (۴۱)

۴۱۶۶ : حَدَّثَنَا بَعْثُ بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ، ثُمَّ مَا صَلَّى لَنَا بَعْدَهَا حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ .

[ر : ۷۲۹]

یہاں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کوئی نماز نہیں پڑھائی، مراد اس سے یہ ہے کہ کوئی ایسی نماز نہیں پڑھائی جس میں آپ کی قراءت سننے کا اتفاق ہو ورنہ مغرب کی یہ نماز جمعرات کو پڑھائی اور اس کے بعد ہفتہ یا اتوار کی ظہر کی نماز آپ نے مسجد میں پڑھائی ہے لیکن اس میں قراءت سننے کا موقع نہیں ملا اس لیے وہ اس روایت کے خلاف نہیں ہے۔ (۴۲)

۴۱۶۷ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرَعَرَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ : إِنَّ لَنَا أَبْنَاءَ مِثْلَهُ ، فَقَالَ : إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ ، فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ» . فَقَالَ : أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمُهُ أَيَّاهُ ، فَقَالَ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ . [ر : ۳۴۲۸]

۴۱۶۸ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا مُفَيَّانُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قَالَ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : يَوْمَ الْخَمِيسِ ، وَمَا يَوْمَ الْخَمِيسِ ؟ أَأَشْتَدُّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ ، فَقَالَ : (أَتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا) . فَتَنَازَعُوا ، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ ، فَتَمَأَلُوا : مَا شَأْنُهُ ، أَهَجَرَ ، أَسْتَفْهِمُوهُ ؟ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (دَعُونِي ، فَإِلَازِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِنِّي)



تَدْعُونِي إِلَيْهِ). وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ ، قَالَ : (أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْرِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ). وَسَكَتَ عَنِ الثَّلَاثَةِ ، أَوْ قَالَ : فَسَيِّئَهَا . [ر : ۱۱۴]

۴۱۶۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ). فَقَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ ، وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ . فَأَخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَأَخْتَصَمُوا ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : قَرَّبُوا بِكُتُبِ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْإِخْتِلَافَ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (قُرُّوا). قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنَّ الرِّزِيَّةَ كُلَّ الرِّزِيَّةِ ، مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابِ ، لِإِخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ . [ر : ۱۱۴]

### واقعة قرطاس

یہ روایت اور اس کے ساتھ متصل اگلی روایت میں واقعہ قرطاس کا بیان ہے ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ، جمعرات کا دن ! اور کیسا ہے جمعرات کا دن ، اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی۔ اس جمعرات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار دن قبل والی جمعرات مراد ہے۔

فَقَالَ : ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا

آپ نے فرمایا ، میرے پاس آؤ ، میں تمہارے لیے ایک کتاب (خط) لکھوں اس کے بعد کبھی تم گمراہ نہیں ہو گے یعنی جب جمعرات کے دن آپ کی تکلیف میں شدت ہوئی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ قلم لے آؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایک ایسا وصیت نامہ لکھوا دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو۔

فتنازعوا ولا ينبغي عند نبى نزاع ، فقالوا : ما شانہ؟ اہجر ، استفہموہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر صحابہؓ نزاع اور اختلاف کرنے لگے ، اختلاف اس میں ہوا کہ بعض حضرات نے کہا کہ کاغذ قلم لے آؤ اور بعض دوسرے حضرات نے کہا کہ حضورؐ کو اس وقت سخت تکلیف ہے اس لیے آپ کو لکھنے لکھانے کی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے ، چنانچہ اس سے اگلی روایت میں ہے فقال بعضهم : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد غلبه الوجع ، وعندكم القرآن ، حسبنا كتاب الله بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت وغلبہ ہے ، تمہارے پاس قرآن ہے ،

ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔“

یہاں تو صراحت نہیں ہے، مسلم شریف کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ کہنے والے حضرت عمرؓ تھے انہوں نے کہا تھا کہ ”حسبنا کتاب اللہ“ (۴۳) اس پر حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کرنے والے بعض حضرات نے کہا۔

اہجر، استفہموہ

اس جملہ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

① ”اہجر“ میں ہمزہ استفہام کا ہے اور یہ ”ہجر“ (بضم الہاء) سے ماخوذ ہے، ”ہجر“ سے وہ بے جوڑ و بے ربط کلام مراد ہے جو مریض کی زبان سے شدت مرض کے عالم میں بے سوچے سمجھے نکلتا ہے، حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہؐ کے مرض کی شدت کی وجہ سے قلم کاغذ لانے سے منع کیا اور کہا ”حسبنا کتاب اللہ“ تو جن لوگوں کی رائے یہ تھی کہ قلم کاغذ لا کر وصیت نامہ لکھو لینا چاہیے انہوں نے یہ جملہ کہا اور مطلب ان کا یہ تھا کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی آخر کیوں کر رہے ہو؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی شدت کی وجہ سے کوئی فضول بات کہی؟ یعنی ہرگز ایسا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضول بات کہی ہو، لہذا حکم کی تعمیل میں قلم کاغذ لا کر جو کچھ آپؐ لکھوانا چاہتے ہیں لکھو لینا چاہیے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۃ اثنا عشریہ میں یہی مطلب بیان فرمایا ہے، اس صورت میں استفہام انکاری ہے۔ (۴۴)

② دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ ”اہجر“ ”ہجر“ (فتح الہاء) سے ماخوذ ہے ہجر کے معنی فراق و جدائی کے آتے ہیں، یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہو رہے ہیں؟ (۴۵) اس واقعے کی بنا پر روافض نے حضرت عمرؓ پر بڑی طعن و تشنیع کی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے والے صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے امت ایک ایسے وصیت نامہ سے محروم ہو گئی جو امت کو گمراہی و ضلال سے بچاتا۔

لیکن روافض کا یہ اعتراض بالکل غلط اور حضرت فاروق اعظمؓ سے ان کے بغض و حسد کی بنیاد پر مبنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم حتمی، لازمی اور واجبی نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کے بعض احکام اختیاری ہوتے تھے اور بعض اوامر ایجابی اور لازمی ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ اور ان کی رائے سے اتفاق کرنے والے صحابہؓ نے قرآن سے یہ سمجھا کہ آپؐ کا یہ حکم ایجابی اور لازمی نہیں ہے بلکہ اختیاری ہے اور حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ وہ ایسے مواقع میں عموماً مشورہ دیتے

(۴۳) صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئی یوصی فیہ، رقم الحدیث: ۴۱۰۴

(۴۴) تحفۃ اثنا عشریہ: ۲۵۲ (۴۵) فتح الباری: ۱۳۲/۸۔

تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مشورہ قبول بھی فرمالتے تھے اس کی ایک دو نہیں کئی نظائر ہیں کہ کسی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اختیاری حکم دیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے خلاف مشورہ دیا اور آپؐ نے قبول فرمایا۔

مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپؐ کے جوتے مبارک لے کر صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینے چلے، راستے میں حضرت عمرؓ ان سے ملے اور انہیں واپس کیا اور جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ بشارت صحابہؓ کو نہ دیجیئے، ایسا نہ ہو کہ وہ اس بشارت سے اعمال صالحہ ہی ترک کر دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مشورہ قبول فرمایا۔ (۳۶)

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت تھی، حضرت عمرؓ قرآن سے جب سمجھ گئے کہ آپؐ کا حکم ایجابی اور لازمی نہیں ہے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت کی وجہ سے یہ کہا کہ تکلیف کی اس حالت میں آپؐ کو کسی چیز کے لکھوانے کی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ اور یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ایجابی و لازمی نہیں تھا، اس لیے کہ اگر یہ ایجابی و لازمی ہوتا تو آپؐ کسی کے اختلاف کرنے سے ہرگز ترک نہ فرماتے (۳۷) نیز یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک حیات رہے ہیں اور اس درمیان آپؐ کی صحت میں افاقہ بھی ہوا ہے جمعرات کے دن ظہر کی نماز آپؐ نے پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ بھی دیا تو اگر یہ وصیت نامہ لکھوانا ضروری اور لازمی ہوتا تو آپؐ ان چار ایام میں کسی وقت ضرور یہ لکھوا لیتے۔ بعض حضرات نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا یہ امر اختیار و امتحان تھا آپؐ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آیا کتاب اللہ کے متعلق صحابہؓ کو یہ یقین کامل ہو گیا ہے کہ ان کے لئے مشعل راہ بننے کے لیے وہ کافی ہے؟ یا ان کو اس میں ابھی تردد ہے، جب حضرت عمرؓ وغیرہ نے یہ کہہ دیا ”حسبنا کتاب اللہ“ تو آپؐ کو تسلی ہو گئی اور آپؐ نے فرمایا ”دعونی فالذی انافیہ خیر“ یعنی ترک کتابت کا (تمہارا جواب سننے کے بعد) اب جو میں نے ارادہ کر لیا ہے وہ خیر ہے۔ (۳۸)

اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کے متعلق مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔

(۳۶) دیکھیے صحیح مسلم کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی اتوجید دخل الجنة قطعاً رقم الحدیث: ۱۵۶ (فتح الملیم: ۵۹/۱)۔  
 (۳۷) قال الامام البیہقی: ”ولو کان مراده ان یکتب شیئاً مفروضاً لا یستعملون عملہ یرکبوا اختلافہم، ولعظیم القولہ تعالیٰ: بلغ ما نزل الیک، کمال یرکب تبلیغ غیرہ لمخالفتہ من مخالفہ، معاداة من عاداه۔“ (واظہر دلائل السیوة للبیہقی: ۱۸۴/۶)۔  
 (۳۸) اس جملے کے مختلف مطلب آکے آرہے ہیں۔

❶ روافض تو کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کے لیے خلافت بلا فصل لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ روافض کا محض دعویٰ ہے، ان کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

❷ امام ابن عیینہ اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؑ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے، لیکن چونکہ آپؑ کو یہ معلوم تھا کہ میرے بعد حضرت صدیقؑ ہی خلیفہ بنیں گے اس لیے جب تنازع ہوا تو آپؑ نے اپنا ارادہ ترک فرمادیا۔ (۴۹)

اس کی تائید امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں کہا۔ ادعیٰ لی ابابکر اباک و اخاک، حتی اکتب کتابا، فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل: انا اولیٰ، ویأیی اللہ والمؤمنون الا ابابکر (۵۰) یعنی اپنے والد ابوبکرؓ اور اپنے بھائی (عبدالرحمنؓ) کو بلا لے تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کر کے کہے گا کہ میں (خلافت کا) زیادہ مستحق ہوں جبکہ اللہ اور مؤمنین ابوبکرؓ کے سوا کسی پر راضی نہیں۔

❸ اور بعض حضرات نے کہا کہ آگے روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین وصیتیں فرمائی ہیں یہی تین وصیتیں آپؑ لکھوانا چاہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

فذهبوا یردون علیہ فقال: دعونی، فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ

بعض صحابہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو کہ کیا وہ یہ وصیت نامہ ضروری طور پر لکھوانا چاہتے ہیں چنانچہ کچھ حضرات نے دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”مجھے چھوڑ دو، جس میں میں ہوں وہ خیر ہے۔“ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی اور کیا چیز تھی جس میں اپنے آپ کو آپؑ نے خیر قرار دیا۔

❶ ایک بات تو یہ مشہور ہے کہ آپؑ مشاہدہ جلال و جمال رب میں مشغول تھے، آپؑ نے فرمایا، مجھے اسی مشاہدہ جلال و جمال میں رہنے دو، مجھے تم اب اپنی طرف متوجہ نہ کرو۔ (۵۲)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ اس جملہ کا مقصد یہ ہے کہ اب تم تحریر کی بات پھر شروع کر رہے ہو اور میں نے ترک کا ارادہ کر لیا ہے، اب یہ ترک تحریر ہی زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے، تم پھر تحریر کے لیے مجھ سے نہ کہو۔ (۵۳)

(۴۹) دیکھیے، دلائل النبوة للسیفی، ۱۸۳/۴۔ باب ماجاء فی مہمان بکتاب لصحابہ کتابا.... وفتح الباری ۱/۲۰۹۔

(۵۰) دیکھیے، مسلم، ۲/۲۷۳۔ کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ

(۵۲) عمدۃ القاری، ۱۸/۶۲ (۵۳) فتح الباری، ۱۳۳/۸

⑦ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ میرا خیال ہو تحریر و کتابت کا تھا وہ زیادہ مناسب اور زیادہ بہتر تھا اس سے جو تم نے رائے دی ہے ترک تحریر کی۔ (۵۴)

واوصاهم بثلاث، قال: اخرجوا المشركين من جزيرة العرب، واجيزوا الوفد

بنحو ما كنت اجيزهم، وسكت عن الثالثة او قال: نسيتها

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتیں فرمائیں، پہلی وصیت یہ فرمائی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکالو، دوسری وصیت یہ فرمائی کہ آنے والے وفد کو اسی طرح انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کیا کرو جس طرح میں انہیں انعام و اکرام کے ساتھ رخصت کرتا تھا۔ اور تیسری وصیت سے یا تو راوی خاموش رہا یا اس نے کہا کہ میں بھول گیا۔ یہاں گفتگو اس میں ہوئی ہے کہ ”ثالثۃ“ سے سکوت کرنے والے کون ہیں اور نسیان کس سے ہوا ہے؟ بعض شراح نے فرمایا کہ سکوت کرنے والے حضرت ابن عباسؓ ہیں اور نسیان ہوا ہے حضرت سعید بن جبیرؓ کو، یعنی سعید بن جبیر یہ کہہ رہے ہیں کہ تیسری وصیت کو یا تو حضرت ابن عباسؓ نے بیان ہی نہیں کیا اور یا اگر انہوں نے بیان کیا تو میں بھول گیا اور مجھے یاد نہیں رہا کہ وہ کیا ہے۔ (۵۵)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے، صریح یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ جو قتیبہ بن سعید کے استاذ ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے استاذ ”سلیمان احول“ نے فرمایا کہ تیسری وصیت میرے استاذ سعید بن جبیرؓ نے ذکر کی تھی میں بھول گیا یا انہوں نے اس سے سکوت فرمایا تھا۔ یعنی سکوت کرنے والے سعید بن جبیرؓ ہیں اور نسیان ہوا ہے ”سلیمان احول“ کو۔

حافظ ابن حجر نے اس دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ مستخرج ابی نعیم میں صراحت ہے کہ سکوت کرنے والے سعید بن جبیرؓ ہیں اور ناسی ”سلیمان احول“ ہیں (۵۶) حافظ کی نظر غالباً بخاری کی ”ابواب الجزیہ“ والی روایت پر نہیں پڑی حالانکہ وہاں بھی یہ تصریح موجود ہے ”والثالثۃ اما ان سکت عنها واما ان قالها، فنسيتها۔ قال سفیان: هذا من قول سلیمان“ (۵۷)

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ یہ ”امر ثالث“ کیا تھا جس کی آپ نے وصیت فرمائی تھی۔

① داودی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل بالقرآن کی وصیت فرمائی تھی۔ (۵۸)

② مہلب اور ابن بطلال کی رائے یہ ہے کہ وہ امر ثالث تنفیذ جیشِ اسامہ تھا۔ (۵۹)

③ بعض علماء فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت ۲ الصلوٰۃ و ماملکت ایمانکم ۴ یعنی نماز کی اور غلاموں

(۵۴) فتح الباری: ۱۳۲/۸ (۵۵) فتح الباری: ۱۳۳/۸ (۵۶) فتح الباری: ۱۳۳/۸

(۵۷) فتح الباری: ۱۳۳/۸ (۵۸) فتح الباری: ۱۳۳/۸ (۵۹) فتح الباری: ۱۳۳/۸

(۵۸) فتح الباری: ۱۳۵/۸ (۵۹) فتح الباری: ۱۳۵/۸

کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید تھی (۶۰) ابن ماجہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (۶۱)

۵ اور مؤطا امام مالک میں ”اخراج یہود ونصاری من جزیرة العرب“ کے ساتھ ”لاتتخذوا قبری وثنا یعبد“ کا ذکر ہوا ہے۔ بہر حال یہ تمام احتمالات ہیں لیکن یقینی طور پر کسی ایک کو متعین نہیں کیا

جاسکتا۔

۴۱۷۰ : حَدَّثَنَا يَسْرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَبِيلٍ اللَّخْمِيُّ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : دَعَا النَّبِيُّ ﷺ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ ، فَسَارَهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ، ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ ، فَسَأَلْنَاَهَا عَنْ ذَلِكَ ، فَقَالَتْ سَارَنِي النَّبِيُّ ﷺ : أَنَّهُ يُقْبَضُ فِي وَجْهِهِ الَّذِي تُوْفِّي فِيهِ ، فَبَكَتْ ، ثُمَّ سَارَنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوْلُ أَهْلِ بَيْتِهِ يَتَّبَعُهُ ، فَضَحِكْتُ . [ ر : ۳۴۲۶ ]

۴۱۷۱/۴۱۷۴ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عُثْمَرُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ : لَا يَمُوتُ نَبِيٌّ حَتَّى يُخَبَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ، وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ ، يَقُولُ : « مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ » . الْآيَةَ ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خَيْرٌ .

(۴۱۷۲) : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ، جَعَلَ يَقُولُ : ( فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى ) .

(۴۱۷۳) : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ صَاحِحٌ يَقُولُ : ( إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، ثُمَّ يُحْيَا ، أَوْ يُخَيَّرُ ) . فَلَمَّا أَشْتَكَى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ ، وَرَأَسُهُ عَلَى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِي عَلَيْهِ ، فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ : ( اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى ) . فَقُلْتُ : إِذَا لَا يُجَاوِرُنَا ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَاحِحٌ .

۴۱۷۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَفَّانُ ، عَنْ صَعْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ : دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا

(۶۰) فتح الباری: ۱۳۵/۸

(۶۱) عن انس بن مالك قال: كانت عامة وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم حين حضرته الوفاة وهو يفرغ بنفسه: "الصلاة وما ملكت ايمانكم" (سنن ابن ماجه: ۲/۹۰۰ - كتاب الوصايا باب هل اوصى رسول الله صلى الله عليه وسلم رقم ۲۶۹۶)

مُسْنِدُهُ إِلَىٰ صَدْرِي ، وَرَعَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ سِوَاكَ رَطْبٌ يَسْتَنْ بِهِ ، فَأَبَدَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَصْرَهُ ،  
فَأَخَذَتْ السَّوَاكَ فَقَضِيَتْهُ ، وَنَفَضَتْهُ وَطَيَّبَتْهُ ، ثُمَّ دَفَعَتْهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَنْ بِهِ ، فَمَا رَأَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ ، فَمَا عَدَا أَنْ فَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ إِصْبَعَهُ  
ثُمَّ قَالَ : ( فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى ) . ثَلَاثًا ، ثُمَّ قَضَى ، وَكَانَتْ تَقُولُ : مَاتَ بَيْنَ حَاقِنِي وَذَاقِنِي .

[ ۴۱۷۶ ، ۴۱۹۴ ، ۴۳۱۰ ، ۵۳۵۰ ، ۵۹۸۸ ، ۶۱۴۴ ، وانظر : ۸۵۰ ]

[ ر : ۸۵۰ ، وانظر : ۴۱۷۱ ]

۴۱۷۵ : حَدَّثَنِي حَبَّانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي  
عُرْوَةُ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ  
بِالْمَعْوَذَاتِ ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ ، فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُوِّي فِيهِ ، طَفِقَتْ أَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ  
بِالْمَعْوَذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُثُ ، وَأَمْسَحَ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ .

[ ۴۷۲۸ ، ۴۷۲۹ ، ۵۴۰۳ ، ۵۴۱۶ ، ۵۴۱۹ ، ۵۹۶۰ ]

۴۱۷۶ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ،  
عَنْ عَبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ ﷺ ، وَأَصْغَتْ إِلَيْهِ  
قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ ، وَهُوَ مُسْنِدٌ إِلَى ظَهْرِهِ يَقُولُ : ( اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَأَرْحَمْنِي وَالْحَقِيْبِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى ) .

[ ر : ۴۱۷۱ ]

والحقني بالرفيق - ” رفیق “ کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں۔

❶ بعضوں نے کہا کہ ” رفیق “ سے مراد جنت ہے۔

❷ بعض حضرات نے کہا ملائکہ اس کا مصداق ہیں۔

❸ بعض نے انبیاء علیہم السلام کو اس کا مصداق قرار دیا۔

❹ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، جن کی طرف  
قرآن شریف کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا۔ ﴿ وَحَسَنَ أَوْلَئِكَ رَفِيقًا ﴾ رفیق کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے  
اور جماعت پر بھی۔

❺ بعض علماء نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء حسنی میں رفیق شامل ہے اس لیے اس سے اللہ

تعالیٰ کی ذات اقدس مراد ہے۔ (۶۳) واللہ اعلم۔

٤١٧٧ : حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ ، عَنْ هِلَالِ الْوَزَّانِ ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ : (لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ) . قَالَتْ عَائِشَةُ : لَوْلَا ذَلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهُ ، خَشِيَ أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا . [ ر : ٤٢٥ ]

٤١٧٨ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ بْنِ مَسْعُودٍ : أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ ، أَسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَمْرُضَ فِي بَيْتِي ، فَأَذِنَ لَهُ ، فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَمُحُطُ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ ، بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ . قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِالَّذِي قَالَتْ عَائِشَةُ ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ : هَلْ تَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : هُوَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ .

وَكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ تُحَدِّثُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَأَشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ : (هَرَبِقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قَرَبٍ ، لَمْ تُحَلَّلْ أَوْكِئْتُنَّ ، لُبَعْلَى أُعْهِدُ إِلَى النَّاسِ) . فَاجْلَسْنَا فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقَرَبِ ، حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ : (أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ) . قَالَتْ : ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّى بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ . [ ر : ١٩٥ ]

٤١٧٩ : وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْتَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا : لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ ، فَإِذَا أَغْتَمَ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ ، وَهُوَ كَذَلِكَ يَقُولُ : (لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ) . يُحَدِّثُ مَا صَنَعُوا . [ ر : ٤٢٥ ]

٤١٨٠ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ : أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ ، وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقْعُ فِي قَلْبِي : أَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا ، وَلَا كُنْتُ أَرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ أَحَدٌ مَقَامَهُ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ ، فَأَرَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَبِي بَكْرٍ .



رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو مُوسَى وَأَبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
[ر : ۱۹۵ ، ۶۴۶ ، ۶۵۰ ، ۶۵۵]

۴۱۸۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ لَبَيْنٌ حَاقِنِّي وَذَاقِنِّي ، فَلَا أُكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِأَحَدٍ أَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . [ر : ۸۵۰]

مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لبین حاقنتی وذاقتی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس حال میں کہ آپ میری ہنسی اور ٹھوڑی کے درمیان تھے۔

حاقنة اس گڑھے کو کہتے ہیں جو جنس العنق اور ہنسی کے درمیان ہوتا ہے اور ”ذاقنة“ سے مراد ”ذقن“ ہے یعنی ٹھوڑی، اور آگے ایک روایت میں ہے ”بین سحری ونحری“ سحر سے مراد سینہ ہے اور نحر سے مراد موضع النحر ہے یعنی حلق، مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

فلا اكره شدة الموت لاحد ابد بعد النبي صلى الله عليه وسلم  
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انتقال کے وقت جو شدت میں نے آپ پر دیکھی اس کے بعد میں کسی کے لیے موت کی شدت کو ناپسند نہیں سمجھتی، مطلب یہ ہے کہ ہم پہلے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مرض کی شدت انسان کے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن جب آپ پر مرض کی شدت کا مشاہدہ کر لیا تو اب اگر کسی کو نزع کے وقت شدت میں مبتلا دیکھتی ہوں تو میں اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرتی ہوں۔

۴۱۸۲ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ : أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ الْأَنْصَارِيِّ ، وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تَبَّ عَلَيْهِمْ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ ، فَقَالَ النَّاسُ : يَا أَبَا الْحَسَنِ ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَقَالَ : أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِنًا ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ وَاللَّهِ بَعْدَ ثَلَاثِ عَشْرَ نَجْوَ ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يَتَوَقَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا ، إِنِّي لَأَعْرِفُ وَجْهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ ، أَذْهَبَ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟

فَلَنَسْأَلُهُ فِيمَنْ هَذَا الْأَمْرُ ، إِنْ كَانَ فِينَا عَلِمْنَا ذَلِكَ ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ ، فَأَوْصِي بِنَا .  
فَقَالَ عَلِيٌّ : إِنَّا وَاللَّهِ لَنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَمَنْعَتَاهَا لَا يُعْطِيهَا النَّاسُ بَعْدَهُ ، وَإِنِّي وَاللَّهِ  
لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ . [۵۹۱۱]

یہ پیر کے دن کا واقعہ ہے جس دن آپ کی وفات ہوئی ہے (۶۳) حضرت علیؓ صبح کے وقت باہر نکلے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا، حضرت علیؓ نے کہا کہ الحمد للہ آج صبح آپ نے اچھی حالت میں کی، یعنی آج آپ کی صحت قدرے بہتر ہے۔

فاخذ بيده عباس بن عبد المطلب، فقال له، انت والله بعد ثلاث عبد العصا  
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا کہ (تم لوگوں کو یہ خبر دے رہے ہو کہ آپ کی صحت بہتر ہے حالانکہ) خدا کی قسم! تم تین دن کے بعد عصا (لاٹھی) کے غلام ہو گے یعنی جو امیر بن جائے گا تم اس کے تابعدار اور محکوم بنو گے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مرض میں عنقریب وفات پا جائیں گے کیونکہ میں وجوہ بنی عبد المطلب میں موت کی علامتیں پہچانتا ہوں، چلو، حضورؐ سے ہم پوچھ لیں کہ آپ کے بعد آپ کا نائب اور خلیفہ کون ہوگا؟ اگر ہمارے اندر ہو تو پتہ چل جائے گا اور اگر ہمارے علاوہ کوئی اور ہو تو بھی ہمیں پتہ چل جائے گا اور آپ ہمارے متعلق (اس خلیفہ کو) صیت کر دیں گے (کہ وہ ہمارے ساتھ خیر کا سلوک کرے)۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ہرگز نہیں چھوں گا کیونکہ اگر ہم نے اس کے متعلق دریافت کر لیا اور آپ نے (ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنانے سے) تکار کر دیا تو پھر لوگ آپ کے بعد کبھی بھی ہمیں خلافت نہیں دیں گے۔

۴۱۸۳ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَقِيلٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ  
قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ الْمُسْلِمِينَ بَيْنَا هُمْ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمٍ  
لِاثْنَيْنِ ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي لَهُمْ ، لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ،  
فَنظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوفِ الصَّلَاةِ ، ثُمَّ تَبَسَّمَ بِصُحُكٍ ، فَكَصَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِيهِ لِيَصِلَ  
الصَّفَّ ، وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ . فَقَالَ أَنَسٌ : وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ  
أَنْ يَفْتَنُوا فِي صَلَاتِهِمْ ، فَرَحًا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ بِيَدِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَنْ أَتَمُّوا

سَلَاتِكُمْ) . ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ ، وَأَرْخَى السُّرَّ . [ر : ۶۴۸]

۴۱۸۶/۴۱۸۴ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ : حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ أَبَا عَمْرٍو ، ذَكَوَانَ ، مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُولُ : إِنَّ مِنْ نِعَمِ اللَّهِ عَلَيَّ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُوِّفِيَ فِي بَيْتِي ، وَفِي يَوْمِي ، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي ، وَأَنَّ اللَّهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ : دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ، وَبِيَدِهِ السَّوَاكُ ، وَأَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَرَأَيْتُهُ يَنْظُرُ إِلَيْهِ ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ السَّوَاكَ ، فَقُلْتُ : آخِذْهُ لَكَ ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ : (أَنْ نَعَمْ) . فَتَنَاولَتْهُ ، فَأَشْتَدَّ عَلَيْهِ ، وَقُلْتُ : أَلَيْسَ لَكَ ؟ فَأَشَارَ بِرَأْسِهِ : (أَنْ نَعَمْ) . فَأَتَتْهُ ، فَأَمَرَهُ ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ أَوْ عُلْبَةٌ - يَشْكُ عُمَرُ - فِيهَا مَاءٌ ، فَجَعَلَ يَدْخُلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَسْحُ بِهِنَّ وَجْهَهُ ، يَقُولُ : (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ) . ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ ، فَجَعَلَ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى) . حَتَّى قَبِضَ وَمَالَتْ يَدَهُ .

ان من نعم الله علي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توفي في بيتي وفي يومى  
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے مکان میں اور میرے ہی  
نوبت کے دن میں ہوئی۔ حضرت عائشہ نے اس کی تصریح اس لیے فرمادی کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ازواج مطہرات سے اجازت لے کر بیماری کے ایام حضرت عائشہ کے ہاں گزارے تھے ، اب اگر کسی اور  
کی باری میں وفات ہو جاتی تو ان کے دل میں یہ تمنا اور حسرت رہتی کہ آپ اگر عائشہ کے گھر منتقل نہ ہوتے تو  
میرے گھر آپ ہوتے اور میرے گھر میں آپ دفن ہوتے۔ حق تعالیٰ شانہ نے یہ کرم فرمایا کہ حضرت عائشہ  
ہی کی باری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی یعنی بالفرض اگر آپ دوسری ازواج مطہرات سے  
اجازت لے کر حجرہ عائشہ میں منتقل نہ بھی ہوتے تو بھی وفات بہر حال حضرت عائشہ کے ہاں ہوتی اور مدفن،  
حجرہ عائشہ ہی بنتا کیونکہ ان کی نوبت کے دن تو آپ کو ان کے ہاں آنا ہی تھا۔

(۴۱۸۵) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ :

أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ  
فِيهِ ، يَقُولُ : (أَيْنَ أَنَا غَدًا ، أَيْنَ أَنَا غَدًا) . يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ ، فَأَذِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ بِكَوْنِ حَيْثُ  
شَاءَ ، فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدُورُ  
عَلَيْ فِيهِ فِي بَيْتِي ، فَقَبَضَهُ اللَّهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِي وَسَحْرِي ، وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي . ثُمَّ قَالَتْ :

دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَمَعَهُ سِوَاكَ يَسْتَنُّ بِهِ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لَهُ :  
 أَعْطَيْتَنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ ، فَأَعْطَانِيهِ ، فَقَضَيْتُهُ ، ثُمَّ مَضَعْتُهُ ، فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ  
 فَاسْتَنَّنَ بِهِ ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي .

(٤١٨٦) : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ ابْنِ  
 أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوِّفِيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي ، وَبَيْنَ سَحْرِي  
 وَنَحْرِي ، وَكَانَتْ إِحْدَانَا تُعَوِّدُهُ بِدُعَاءٍ إِذَا مَرِضَ ، فَذَهَبَتْ أُعَوِّدُهُ ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ  
 وَقَالَ : (فِي الرَّفِيقِ الْأَسْفَلِ ، فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى) . وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَفِي يَدِهِ  
 جَرِيدَةٌ رَطْبَةٌ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ، فَظَنَنْتُ أَنَّ لَهُ بِهَا حَاجَةً ، فَأَخَذْتُهَا ، فَمَضَعْتُ رَأْسَهَا ،  
 وَنَفَضْتُهَا ، فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ ، فَاسْتَنَّ بِهَا كَأَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ، ثُمَّ نَاوَلْنِيهَا ، فَسَقَطَتْ يَدُهُ ،  
 أَوْ : سَقَطَتْ مِنْ يَدِهِ ، فَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ .

[ر : ٨٥٠]

٤١٨٧ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ :  
 أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَرَسٍ مِنْ مَسْكِنِهِ  
 بِالسُّنْحِ ، حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَيَّ عَائِشَةَ ، فَنِيمَ رَسُولُ  
 اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُعْتَشَى بِثَوْبِ حَبْرَةَ ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ، ثُمَّ قَالَ :  
 يَا أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، وَاللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ ، أَمَا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مَتَّهَا .

قَالَ الزُّهْرِيُّ : وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ  
 الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ ، فَقَالَ : أَجْلِسْ يَا عُمَرُ ، فَإِنِّي عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ  
 وَتَرَكَوا عُمَرَ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمَا بَعْدُ ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا  
 قَدْ مَاتَ ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ . قَالَ اللَّهُ : «وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ  
 قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ - إِلَى قَوْلِهِ - الشَّاكِرِينَ» . وَقَالَ : وَاللَّهِ لَكَانَ النَّاسُ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ  
 أَنْزَلَ هَذِهِ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ  
 إِلَّا يَتْلُوهَا .

فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ : أَنَّ عُمَرَ قَالَ : وَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَفِرتُ ،

حَتَّى مَا تُقَلِّبِي رِجْلَايَ ، وَحَتَّى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا ، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ . [ ر : ۱۱۸۴ ]

۴۱۸۸ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عَائِشَةَ وَأَبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ . [ ۵۳۸۲ ]

حدیثنا یحییٰ بن بکیر.....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت صدیق عوامی مدینہ ”سخ“ نامی مقام میں جہاں آپ کی دوسری بیوی رہتی تھیں وہاں گئے ہوئے تھے ، مدینہ منورہ آنے تو آپ کی وفات ہو چکی تھی ، صحابہ کرام اضطراب اور بے چینی کے عالم میں سرگرداں تھے ، آپ نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے چادر ہٹالی اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور پھر رو کر فرمانے لے۔

بأبى انت وامى ، واللہ لا یجمع اللہ علیک موتین

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ، بخدا! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کریں گے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ جملہ اس لیے کہا کہ باہر حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی ، آپ تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے ہیں ، آپ دوبارہ آئیں گے اور اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے جب تک منافقین کو صفحہ ہستی سے نہ مٹادیں۔ (۶۵)

حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کا رد کرتے ہوئے کہا کہ آپ وفات پا چکے ہیں ، اب اگر آپ واپس آئیں تو گویا آپ پر دوبارہ موت آنے کی حالانکہ اللہ کو آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرنی ہیں اس لیے کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے اور آپ کو دوبارہ نہیں آنا ہے۔

من كان منكم يعبد محمدا ، فان محمداً صلى الله عليه وسلم قد مات

حضرت صدیق اکبرؓ نے اس خطبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا ”رسول اللہ“ نہیں کہا اس لیے کہ مقصود وصف رسالت کو بیان کرنا نہیں ہے ، بلکہ ذات محمدیؐ کو بیان کرنا ہے ، اور یہ بتلانا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے ، اللہ جل شانہ نے آپ کو شرف نبوت سے مشرف فرمایا تھا جیسے اور انسانوں اور انبیاء کی وفات ہوئی ہے ایسے ہی آپ کی بھی وفات ہوئی ہے۔ (۶۶)

واللہ ماہو الا ان سمعت ابا بکر تلاہا ، فعقرت حتی ماتقلنی رجلائی و حتی اہویت الی

الارض، حین سمعته تلاها، علمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمات  
”خدا کی قسم! جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیات تلاوت کرتے ہوئے سنا تو مجھے ایسا محسوس  
ہوا کہ میں ہلاک ہو گیا یہاں تک کہ میرے پاؤں نے مجھے اٹھانا چھوڑ دیا اور میں زمین پر گر پڑا اور مجھے یقین  
ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے۔“

یہ حضرت فاروق اعظمؓ فرما رہے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوش میں  
نہیں تھے اور مغلوب الحال ہو کر کہہ رہے تھے کہ جس نے کہا آپؐ کی وفات ہو گئی ہے میں اس کی گردن  
اڑا دوں گا، جب حضرت صدیق اکبرؓ نے قرآن کی ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾  
﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِلْبَشَرِ مِنْ قَبْلِكَ الْخَلْدَ ﴾ وغیرہ آیات سنائیں تو اس وقت انہیں یقین آیا کہ واقعی آپؐ کی وفات  
ہو گئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب انہوں نے حضرت صدیقؓ سے یہ آیات سنیں تو کہا ”ما شعرت انہا  
فی کتاب اللہ“ یعنی اس سے قبل تو مجھے احساس ہی نہیں تھا کہ یہ آیات بھی کتاب اللہ میں ہیں۔ (۶۷)  
فَعَقَرَتْ (عین کے نمہ اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) ای ہلکت، بعض روایات میں فَعَقَرَتْ (عین  
کے فتح اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) ہے اس کے معنی سخی اور حیران ہونے کے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقؓ سے یہ آیات سن کر جب مجھے معلوم ہوا کہ واقعی آپؐ  
کا وصال ہو گیا ہے تو مجھ پر اتنا غم طاری ہوا کہ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا حتیٰ کہ میں زمین پر گر پڑا۔  
۴۱۸۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، وَزَادَ : قَالَتْ عَائِشَةُ : لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ ، فَجَعَلَ  
يُسِيرُ إِلَيْنَا : أَنْ لَا تَلْدُونِي ، فَقُلْنَا : كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ : (أَلَمْ أَنهَكُمُ  
أَنْ تَلْدُونِي) . قُلْنَا : كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَقَالَ : (لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ  
بِزَا الْعَبَّاسُ ، فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ) .

رَوَاهُ أَبُو الزِّنَادِ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

[۵۳۸۲ ، ۶۴۹۲ ، ۶۵۰۱]

لا یبقی احد الا لد، وانا انظر الا العباس، فانه لم يشهدکم  
یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے  
تھے، پھر یہاں زبردستی دوا پلانے والوں سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی وہ یہ کچھے تھے کہ آپؐ پر مرض ذات

الجنب نے حملہ کیا ہے اور دوا پلانا ضروری ہے اور آپؐ کا انکار طبعی کراہت پر مبنی ہے جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے تو پھر ان حضرات کے ساتھ عفو و کرم اور حلم و تحمل کا معاملہ کیوں نہیں کیا گیا؟

① حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی، ایک حکایت میری نظر سے گزری اس کے بعد اس کی وجہ سمجھ میں آئی، حکایت بیان فرمائی کہ ایک اللہ والے بزرگ تھے، سب لوگ ان کا نہایت ہی احترام و اکرام کیا کرتے تھے لیکن ایک نوجوان ان کے پاس آکر ان کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا، یہ بزرگ ان کی تمام گستاخیاں برداشت کرتے تھے اور کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔

ایک روز وہ آیا اور اس نے ان بزرگ کے منہ پر طمانچہ مار دیا، ہمیشہ کی عادت کے مطابق خیال یہی تھا کہ آج بھی وہ تحمل اور برداشت کریں گے لیکن وہ بزرگ فوراً بے قرار ہو کر لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اسے طمانچہ مارو، مگر کسی کی جرأت نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس نوجوان کا انتقال ہو گیا۔ ان بزرگ نے فرمایا جب یہ میرے ساتھ گستاخی کیا کرتا تھا تو اس وقت اللہ کا حلم اور اس کا تحمل اس سے درگزر کیا کرتا تھا لیکن جب آج اس نے حد سے تجاوز کیا اور میرے منہ پر طمانچہ مارا تو مجھے یہ کشف ہوا کہ اللہ کے غضب کو جوش آ گیا ہے اس لیے میں نے چاہا کہ ہم اللہ کے انتقام سے پہلے اس سے انتقام لے لیں تاکہ یہ اللہ کے انتقام سے بچ جائے، اگر ہم انتقام لے لیتے تو اللہ کی طرف سے اس کو معافی مل سکتی تھی، ہم نے انتقام میں اپنی طرف سے تاخیر کی تو اللہ تعالیٰ کے انتقام کی گرفت میں وہ آ گیا۔

شاہ صاحب اس قصے کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لدود سے اذیت پہنچی تھی اور ایذا، نبی موجب ہے انتقام اور اقتصاص کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے انتقام کی گرفت سے ان کو بچانے کے لیے خود انتقام کا فیصلہ کیا۔ (۶۸)

② دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ کا حکم ہے، جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑا ہے اس نے اللہ کے حکم کو بھی توڑا ہے، اب جب ان لوگوں نے آپؐ کے حکم کی مخالفت کی تو تھا آپؐ کے حکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ اللہ کے حکم کی بھی مخالفت کی اس لیے آپؐ اپنی طرف سے معافی دے سکتے تھے لیکن اللہ کی طرف سے معافی دینے کا تو آپؐ کو اختیار نہیں تھا، اس لیے آپؐ نے بدلہ لیا تاکہ یہاں معاملہ سوائے بسوائے ہو جائے اور اللہ کے غضب سے یہ لوگ بچ جائیں۔ (۶۹)

(۶۸) دیکھیے، فیض الباری: ۱۳۳/۳

(۶۹) اخرج ابن جریر من طریق بکر بن الاسود عن الحسن قال قال قوم علی عهد النبی ﷺ یا محمد! اننا نحب ربنا فانزل اللہ فقل ان کنتم تحبون اللہ

فاتبعونی یحبکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم \* فجعل اتباع نبیہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علماً للحب و عذاب من خالفہ۔

(۱۰) انظر الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور: ۱۶/۲۔

● حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ نے یہ حکم انتقاماً نہیں دیا تھا بلکہ تادیباً دیا تھا۔ اس سے آپ کا مقصود انتقام لینا نہیں تھا بلکہ ان کی تادیب مقصود تھی کہ کہیں وہ پھر ایسا نہ کریں۔ (۷۰)

● بعض حضرات نے کہا کہ یہ حکم ظرافت طبع کے طور پر دیا تھا۔ (۷۱) واللہ اعلم۔

۴۱۹۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوْنٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ : ذَكَرَ عِنْدَ عَائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ ، فَقَالَتْ : مَنْ قَالَهُ ، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَإِنِّي لَمُسْنِدُهُ إِلَى صَدْرِي ، فَدَعَا بِالطَّسْتِ ، فَأَنْخَثَ ، فَمَاتَ ، فَمَا شَعَرْتُ ، فَكَيْفَ أَوْصَى إِلَى عَلِيٍّ ؟ [ ر : ۲۵۹۰ ]

۴۱۹۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ ، عَنْ طَلْحَةَ قَالَ : سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَوْصَى النَّبِيُّ ﷺ ؟ فَقَالَ : لَا ، فَقُلْتُ : كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ ، أَوْ أَمِرُوا بِهَا ؟ قَالَ : أَوْصَى بِكِتَابِ اللَّهِ . [ ر : ۲۵۸۹ ]

۴۱۹۲ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ : مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِينَارًا ، وَلَا دِرْهَمًا ، وَلَا عَبْدًا ، وَلَا أَمَةً ، إِلَّا بَغَلْتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِي كَانَ يَرْكَبُهَا ، وَسِلَاحَهُ ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيلِ صَدَقَةً . [ ر : ۲۵۸۸ ]

۴۱۹۳ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسِ قَالَ : لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ : يَا أَبَتَاهُ ، أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ ، يَا أَبَتَاهُ ، مَنْ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاهُ ، يَا أَبَتَاهُ ، إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ . فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ : يَا أَنَسُ ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْتُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ التُّرَابَ .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔

یا ابتاہ، اجاب رباً دعاه! یا ابتاہ من جنة الفردوس ماواه! یا ابتاہ الی جبریل ننعاه!

”اے میرے ابا جان! آپ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا، اے ابا جان! جن کا ٹھکانہ

جنت الفردوس ہے، اے ابا جان! ہم جبریل کو آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔“

پھر جب صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے



حضرت انسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یا انس، اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التراب  
اے انس! کیا تمہیں یہ گوارا ہوا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔ اس پر درد اور اثر  
آفریں جملہ سے حضرت فاطمہؓ کے غم اور جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ کس دل  
سے آپ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی۔

باب : آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ .

۴۱۹۴ : حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ : قَالَ يُونُسُ : قَالَ الزُّهْرِيُّ : أَخْبَرَنِي  
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ : أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ  
صَحِيحٌ : (إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتَّى يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، ثُمَّ يُجْعَلُ . فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ ، وَرَأْسُهُ عَلَى  
فَخِذِي ، غُشِيَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ ، ثُمَّ قَالَ : (اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ  
الْأَعْلَى) . فَقُلْتُ : إِذَا لَا يَخْتَارُنَا ، وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ ،  
قَالَتْ : فَكَانَتْ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا : (اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى) . [ر : ۴۱۷۱]

بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے تو آپ نے ”اللہ  
اکبر“ فرمایا تھا اور اب آپ کا انتقال ہو رہا ہے تو آپ ”اللہم فی الرفیق الاعلی“ فرما رہے ہیں، ابتدا میں  
بھی اللہ کو یاد کیا اور اس کی کبریائی بیان کی اور پھر زندگی بھر اس کی کبریائی کو بیان کرنا اپنا مشن بنایا اور اب  
جب جارہے ہیں تو اس وقت بھی اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ (۴۲)

باب : وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ .

اشکال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عنوان کا ایک باب ”کتاب المناقب“ میں  
قائم کیا ہے (۴۳) جہاں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے سیرت نبویؐ کا آغاز کیا تھا۔ اور اب یہاں بھی یہ باب  
قائم کیا، بظاہر دونوں میں تکرار ہے، یہاں تو یہ باب مناسب ہے لیکن وہاں اس کا کوئی جوڑ سمجھ میں نہیں آتا۔  
حضرت سیح الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا پیارا جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ اصل میں امام بخاری رحمۃ اللہ  
علیہ وہاں ولادت کو بیان کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ ولادت کے سلسلہ میں امام بخاری کی شرط کے مطابق کوئی

روایت نہیں تھی اس لیے وہاں انہوں نے ”باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ قائم کر کے روایت ذکر کی جس میں بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی ہے اور یہ سن ۱۱ھ تھا، اب سن ولادت معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تاریخ وفات سے تریسٹھ سال پیچھے چلے جاؤ تو آپ کی ولادت کا سن معلوم ہو سکے گا۔ (۷۳)

۴۱۹۵ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ وَأَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُتْرَلُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا .

[۴۶۹۴]

یہاں کسر کو حذف کر دیا گیا ورنہ قیام مکہ کی مدت تیرہ سال ہے، بعض حضرات نے کہا مکہ میں نبوت ملنے کے بعد تقریباً تین سال کا عرصہ ”فترة الوحی“ کا رہا اس لیے تیرہ سال میں سے تین سال فترة الوحی کے شمار نہیں کئے گئے۔ (۷۵)

اس روایت میں صراحت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوئی ہے البتہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں دس سال رہے جس سے یہ بات از خود معلوم ہوتی ہے کہ ان دس سال کے بعد پھر آپ وفات پا گئے۔ اس مناسبت سے امام بخاری نے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی۔ (۷۶)

۴۱۹۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُوِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهُ . [ر : ۳۳۴۳]

یہی مشہور اور راجح روایت ہے کہ وفات کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ بعض روایات میں ساٹھ سال آیا ہے لیکن ان میں کسر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ بعض روایات میں پینسٹھ سال کا بھی ذکر ہے لیکن ان میں راوی نے ولادت اور وفات کے سال کو مستقل شمار کیا اس لیے پینسٹھ سال کہا۔ (۷۷) واللہ اعلم۔

باب

۴۱۹۷ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ . يَعْنِي

[ر : ۱۹۶۲]

اس باب کا تعلق بھی وفات سے ہے، باب سابق سے بمنزلہ فصل کے ہے۔

روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں تیس صاع کے عوض میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ اس یہودی کو ”الواشتم“ کہتے تھے (۷۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل و عیال کے لیے اس سے تیس جو کے صاع لیے تھے اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی تھی۔ ایک سال تک اس کے پاس رہی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کا قرض ادا کر کے وہ زرہ واپس لی۔ (۷۹)

یہ شان ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی کی کہ آپؐ نے اپنے لیے اموال تو کیا جمع کیے ہوتے آپ کی زرہ تک جو آپ کے لیے انتہائی ضروری تھی وہ بھی وفات کے وقت ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی!

باب : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوِيَ فِيهِ .

۴۱۹۸/۴۱۹۹ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ، عَنِ الْفَضِيلِ بْنِ سَلِيمَانَ :

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ ، فَقَالُوا فِيهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِي أُسَامَةَ ، وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ) .

(۴۱۹۹) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بَعَثًا ، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، فَطَاعَنَ النَّاسُ

فِي إِمَارَتِهِ ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (إِنْ تَطَعْنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطَعُونَنِي فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ

مِنْ قَبْلُ ، وَإِنَّمَا اللَّهُ إِنْ كَانَ لَخَلِيفًا لِلْإِمَارَةِ ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ

أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ) . [ ر : ۳۵۲۴ ]

امام بخاری نے اس واقعہ کو یہاں ذکر کیا اگرچہ حضرت اسامہ بن زید کی سرکردگی میں یہ لشکر آپؐ

نے مرض الوفات سے پہلے روانہ ہونے کے لیے مقرر فرمایا تھا تاہم یہ لشکر ابھی تیاری ہی میں تھا کہ آپ کے

مرض الوفات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ روانہ نہ ہو سکا، پھر آپ کی وفات کا حادثہ جانکاہ پیش آیا، اس کی

روانگی موقوف رہی، وصال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے پھر اس کو روانہ کیا اس لیے امام بخاری نے یہ

ترجمہ ”باب وفاة النبي ﷺ“ کے بعد قائم کیا۔

## باب

۴۲۰۰ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ،  
عَنْ أَبِي أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنِ الْمُصَنَّبِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَهُ : مَتَى هَاجَرْتَ ؟ قَالَ :  
خَرَجْنَا مِنَ الْيَمَنِ مُهَاجِرِينَ ، فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ ، فَأَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ : الْخَبْرَ ؟ فَقَالَ :  
دَفَنَّا النَّبِيَّ ﷺ مُنْذُ خَمْسٍ ، قُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ شَيْئًا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، أَخْبَرَنِي  
بِلَالٌ مُؤَدَّنُ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ فِي السَّبْعِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ .

صنائی تابعی ہیں، ان کا نام عبدالرحمن بن عسید ہے، (۸۰) ان کی حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ  
نے ”باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے بعد ذکر کی ہے کیونکہ یہ واقعہ آپ کی وفات کے بعد پیش آیا  
ہے۔

## باب : كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ .

۴۲۰۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ : سَأَلْتُ زَيْدَ  
أَبْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ قَالَ : سَبْعَ عَشْرَةَ ، قُلْتُ : كَمْ غَزَا  
النَّبِيُّ ﷺ ؟ قَالَ : تِسْعَ عَشْرَةَ . [ ر : ۳۷۳۳ ]

۴۲۰۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَقَ : حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ خَمْسَ عَشْرَةَ .

۴۲۰۳ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ بْنُ هَلَالٍ :  
حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ كَثْمَسٍ ، عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً .

(۸۰) علامہ عینی نے ان کا نام ”عبداللہ بن عسید“ لکھا ہے (عمدة القاری: ۷۸/۱۸) لیکن یہ ان سے تسامع ہوا ہے، ان کا نام عبدالرحمن اور  
ان کی کنیت ”ابوعبداللہ“ ہے، در ایمل صحابی تین ہیں ایک صناع بن الاعمر احمسی، یہ بلا تفاق صحابی ہیں، دوسرے عبداللہ صحابی ہیں، ان  
کے صحابی ہونے نہ ہونے میں شبہ ہے، تیسرے عبدالرحمن بن عسید صحابی ہیں، یہ تابعی ہیں، عام طور پر ان تینوں میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ عرب  
کے مشہور محقق شعیب ارنؤوط نے ان تینوں پر ”الطريقة الواضحة فی تبیین الصحابة“ کے نام سے مستقل رسالہ لکھا ہے، عبدالرحمن بن  
عسید صحابی کے حالات کے لیے دیکھیے، تہذیب الکمال: ۲۸۲/۱۷ - ۲۸۳ - وسیر اعلام النبلاء: ۵۰۵/۲ - ۵۰۷ وطبقات ابن سعد: ۴۳۳/۷ -  
والجرح والتعديل: ۲۸۲/۵

## باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کئے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلاصہ کے طور پر کتاب المغازی کے اختتام پر غزوات نبیؐ کی تعداد بیان فرما رہے ہیں، کتاب المغازی کے شروع میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

حدیثی احمد بن الحسن قال: حدثنا احمد بن محمد بن محمد بن حنبل

یہ ”احمد بن الحسن“ ترمذ کے ہیں اور ”ترمذی کبیر“ سے مشہور ہے۔ (۸۱)

یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”احمد بن الحسن“ کے واسطے سے امام احمد بن حنبلؒ سے

نقل کی ہے۔ امام مسلمؒ نے یہ روایت بلا واسطہ براہ راست امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کی ہے۔ (۸۲)

فائدہ

کل چار روایتیں ایسی ہیں جن میں امام مسلمؒ کو امام بخاریؒ کے مقابلہ میں فوقیت حاصل ہے کہ امام مسلمؒ ان کو بلا واسطہ نقل کرتے ہیں اور امام بخاریؒ واسطہ کے ساتھ اور دوسو سے زائد روایتیں ایسی ہیں جن میں امام مسلمؒ پر امام بخاریؒ فوقیت لے کئے ہیں، امام بخاریؒ بلا واسطہ نقل کرتے ہیں اور امام مسلمؒ بخاریؒ کے اس نسخے سے ایک واسطہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ (۸۳)

فائدہ

یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے احمد بن الحسن کے واسطے سے نقل کی ہے، کتاب النکاح میں امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت بلا واسطہ نقل کی ہے (۸۴) اور کتاب اللباس میں امام احمد بن حنبلؒ کے قول سے ایک اہل تشہاد نقل کیا ہے، (۸۵) امام بخاریؒ نے اگرچہ امام احمد بن حنبلؒ کا زمانہ پایا اور ان سے ملاقات کی ہے لیکن صحیح بخاری میں ان کا ذکر صرف ان تین مقامات

(۸۱) حالات کے لیے دیکھیے، سیر اعلام النبلاء: ۱۲ / ۱۵۶ - ۱۵۷

(۸۲) صحیح مسلم، کتاب الحج، کتاب الجہاد والسیر، باب عدد غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۳۶۰

(۸۳) فتح الباری: ۸ / ۱۵۳ - وعمدة القاری: ۱۸ / ۷۹

(۸۴) دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء وما یحرم: ۲ / ۷۶۵ -

(۸۵) دیکھیے، صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب هل یجعل نقش الخاتم ثلاثة اسطر: ۲ / ۸۷۳ -

وهذا آخر ما اردنا ايراده من شرح ا-عاديث كتاب المغازی من صحيح الامام ابى عبد الله البخارى رحمه الله تعالى للشيخ، المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه وتمعنا الله بطول حياته.... وقد وقع الفراغ من تسويده واعادة النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الخميس ۱۰ / من شعبان ۱۴۱۵ هـ الموافق ۱۲ / من يناير ۱۹۹۵ م والحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات، وصلى الله على النبى الامى وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم مادامت الارض والسموات - رتبته، وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسى عضو قسم التحقيق والتصنيف والاستاذ بالجامعة الفاروقية وفقه الله تعالى لاتمام باقى الكتب كما يحبه ويرضاه، وهو على كل شئ قدير - ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم - ويليه ان شاء الله شرح كتاب التفسير



(۸۶) علامہ زاہد الکوثری نے علامہ حازی کی مشہور کتاب ”شروط الائمة“ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں امام احمد کی صرف دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں ایک بالواسطہ ہے اور ایک تعلقاً ہے (دیکھیے مقدمہ لامع الدراری: ۵۱) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ امام بخاری نے دوسری روایت جو کتاب النکاح میں ہے تعلقاً ذکر نہیں کی ہے بلکہ ”وقال لنا احمد بن حنبل....“ کے الفاظ کے ساتھ بلاواسطہ نقل کی ہے۔



## غزوات مختصر مختصر

### مرتب کے قلم سے

#### غزوة بدر

شام سے لوٹنے والے قریش کے کاروان تجارت کے تعاقب میں اتوار ۱۲ رمضان ۲ھ کو ۱۲۱۲ / ۱۲۱۲ یا ۲۱۵ صحابہؓ ساتھ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع بئر ابی عتبہ پہنچ کر آپؐ نے لشکر کا جائزہ لیا۔ کسٹوں کو واپس کیا۔ مقام صفرا پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ تجارت کی حفاظت کے لیے مکہ سے قریش کا لشکر روانہ ہو کر بدر کے قریب پہنچ گیا ہے۔ ہوا یہ کہ قافلہ تجارت کے سردار ابوسفیان کو جب معلوم ہوا کہ اصحاب محمد تعاقب میں نکلے ہیں تو ضمضم غفاری کو اجرت دے کر قریش کو اطلاع دینے کے لیے روانہ کیا اور خود ابوسفیان نے راستہ تبدیل کر کے ساحل بحر کا راستہ اختیار کیا۔ اطلاع پاتے ہی ابوجہل کی سرکردگی میں جنگجو نوجوانوں، مانے ہوئے شہسواروں کی ایک ہزار کی جمعیت سو گھوڑوں، سات سو اونٹوں اور تاپنے والی عورتوں کی رونق کے ساتھ روانہ ہوئی۔ کاروان تجارت بچ نکلا تو ابوسفیان نے لشکر قریش کو پیغام بھیجا کہ قافلہ بحفاظت نکل آیا ہے، تم واپس ہو جاؤ۔ بنو زہرہ واپس ہو گئے، لیکن ابوجہل نہ مانا۔ کہنے لگا، بدر میں تین دن جشن منا کر واپس ہوں گے۔

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کی صبح کو میدان بدر میں کفر و اسلام کی صفیں آمنے سامنے تھیں۔ انفرادی مقابلہ شروع ہوا۔ قریش سے عتبہ، شیبہ اور ولید نکلے۔ لشکر اسلام سے حضرت حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہ بن الحارثؓ آئے اور انہوں نے عینوں کافروں کا کام تمام کیا۔ عتبہ کے وار سے حضرت عبیدہؓ کی ٹانگ کٹ گئی تھی، کچھ دیر بعد انہوں نے شہادت پائی۔ پھر عام حملہ شروع ہوا۔ مٹھی بھر توحید کے پاسبانوں نے ایمان و عزیمت اور بہادری و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ میدان بدر آج بھی ان کی عظمت اور نصرت خداوندی کا نشان ہے۔ قریش کے ستر آدمی مارے گئے، ستر قیدی کئے گئے۔ ۱۴ مسلمان شہادت کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ مدینہ منورہ روانگی سے قبل فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے قاصد روانہ کئے گئے۔ مسلمانوں کے دل شکر کے جذبات سے معمور اور زبان حمد و ثنا کے ترانے سے معمور تھی۔

#### غزوة احد

جنگ بدر کے انتقام کی آگ کفار قریش کے سینوں میں بھرا کر رہی تھی۔ عثمان بن عفان قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور شام سے لوٹنے والے قافلہ تجارت کے تمام منافع کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پاس کے قبائل کو بھی جنگ میں شرکت پر آمادہ کیا۔۔۔۔۔ تین ہزار کا لشکر ۵ شوال ۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوا جن میں سات سو زہرہ پوش، تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ اشراف قریش کی پندرہ خواہنیں بھی ساتھ ہوئیں۔۔۔۔۔ حضرت عباسؓ نے مکہ سے حضور اکرمؐ کو لشکر قریش کی اطلاع کر دی۔ آپؐ نے حضرت انسؓ اور حضرت مؤنسؓ کو صورتحال معلوم کرنے بھیجا۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ لشکر قریب آ گیا ہے۔۔۔۔۔ حضور اکرمؐ نے حسب معمول صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ بعض صحابہؓ



اور عبداللہ بن ابی منافق نے کہا مدینہ منورہ میں رہ کر دفاعی جنگ لڑنی چاہیے۔ آپؐ کا اپنا غشا بھی یہی تھا، لیکن دوسرے بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم نے بلکہ اصحابؓ تھا کہ مدینہ سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس لیے ۱۱ شوال ۲ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر آپؐ ایک ہزار افراد پر مشتمل جمعیت لے کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔ مقام سخن میں رات قیام فرمایا۔ کم سن صحابہؓ کو واپس کیا۔ ہفتہ کی صبح جب آپؐ احد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی ہبہانہ بانا ہوا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر لشکر اسلام سے واپس ہوا کہ اس کا مشورہ نہیں مانا گیا۔ اب اسلامی لشکر میں سات سو صحابہ تھے، جن میں سرزہ پوس تھے۔ لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی گئی۔ پچاس تیز اندازوں کا ایک دست عبداللہ بن جبیرؓ کی زیر امارت احد کی ایک گھائی پر حملے سے بچاؤ کے لیے اس تائید کے ساتھ متعین کیا گیا کہ فتح و شکست کسی صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ انفرادی مقابلے میں کفار کو مکمل شکست ہونے کے بعد عام جنگ شروع ہوئی، حضرت حمزہؓ، علیؓ اور ابودجانہؓ دشمن پر اس طرح ٹوٹے کہ بعض کی بعض صاف کردیں۔ کفار کے قدم آٹھڑے تو گھائیوں کی طرف بھاگے۔ مسلمان غنیمت جمع کرنے لگے۔ احد کی گھائی پر متعین تیز انداز دست بھی غنیمت کے لیے بڑھا۔ امیر نے روکا تو کہا کہ مطلع صاف ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے، یہاں رہنے کی اب کیا ضرورت؟ صرف دس ساتھی حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ رہ گئے، خالد بن ولید نے گھائی خالی دیکھ کر چار سو افراد کے ساتھ اس طرف سے ہمیشہ قدمی کی۔ وہاں موجود گیارہ صحابہؓ کو شہید کر کے پشت سے مسلمانوں پر حملہ کروا، اس ناگہاں حملے سے صور حال بدلی۔ آگے سے پسپائی اختیار کرنے والا لشکر کا لشکر بھی لوٹا۔ اسلامی لشکر اب دونوں طرف سے نرغے میں تھا۔ جنگ کے تاریک بادلوں میں اپنے پرانے کا امتیاز ختم ہو چکا تھا، بے خبری میں مسلمان کی تلوار مسلمان کے خون سے بھی رنگین ہوئی۔ کافروں نے سرکارِ دو عالمؐ کی شہادت کی بے پرکی اڑائی تو توحید کے پاسانوں کے دل بیٹھ بیٹھ گئے۔ کئی نے ہتھیار پھینک دیئے، کچھ میدان چھوڑ گئے۔ چند بے جگری سے کفار پر یہ کہہ کر ٹوٹے کہ آپؐ کے بعد زندگی کا کیا لطف؟ افراتفری اور ہول کے اس عالم میں بھی کچھ جانباز رسالتؐ کے ساتھ تھے جو پلٹے، جھپٹے، جھپٹ کر پلٹے۔ حضرت ابودجانہؓ، علیؓ، طلحہؓ، ابو طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ان ہی جانبازوں میں تھے۔ کفار کے حملوں سے سرورِ دو عالمؐ کا ایک دانت شہید ہوا، لب مبارک زخمی ہوئے، رخ مبارک میں خود کے حلقے گھس گئے اور پیشانی مبارک خون آلود ہوئی۔۔۔۔۔ ستر کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے ۲۳ آدمی مارے گئے۔

اس پر تو روایات متفق ہیں کہ غزوہ احد ۲ھ ماہ شوال بروز پیر پیش آیا البتہ تاریخ وقوع میں اختلاف ہے، ۷، ۸، ۹، ۱۱ اور ۱۵ کی

روایات ہیں۔

### غزوہ خندق و بنی قریظہ

سازش یہودیوں کی تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ یہود بنی نضیر مدینہ سے نکالے گئے تو خیبر پہنچ کر اسلام کے خلاف سازشی جال کے تانے بانے بننے لگے۔ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو استیصالِ اسلام کے لیے ان کی رگوں میں تازہ خون سازش دوڑنے لگا، قریش سے کہا۔ یہی وقت ہے کہ اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ قریش اور کیا چاہتے تھے، آمادہ ہو گئے۔ اردگرد کے قبائل میں بنو اسد، بنو غطفان اور بنو سعد بھی تیار ہو گئے۔ دس ہزار کا لشکر شجر اسلام کی جڑ کاٹنے کے ارادے سے مدینہ کی طرف بڑھا۔ قریش کی تعداد چار ہزار تھی، ان کے پاس تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ تھے۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی، صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے فارس کے دفاعی جنگ کا طریقہ بتایا کہ مدینہ کی جس جانب سے حملے کا خطرہ ہے اس جانب خندق کھودی جائے۔ یہ شام کی جانب کا حصہ تھا۔ سرورِ دو عالمؐ نے خود خندق کے حدود متعین فرمائے۔ خندق کی گہرائی تقریباً ساڑھے پانچ گز اور لمبائی ساڑھے تین میل رکھی گئی، دس دس افراد کی جماعتیں بنا کر دس دس گز زمین ہر آدمی کے ذمے لگائی گئی۔ یہ قحط کا زمانہ تھا۔ سردی کے دن تھے، جاڑے کی ٹھنڈی ہوئی راتیں تھیں، ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ ہیٹ پر ہتھرباندھے ہوئے حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم تین ہزار سعادت مندوں کا کارواں رزمِ حق و باطل کے لیے خندق کھودتا جاتا۔ جو جماعت اپنا حصہ مکمل کر لیتی دوسروں کے ساتھ شریک ہو جاتی۔ ایک جذبہ ایسانی تھا، ایک جوشِ اسلامی تھا، جس نے راہِ جہاد میں فانی دنیا کی ہر مشقت کو ان کے لیے

غبار راہ منزل بنا دیا تھا۔ پیٹھ پر مٹی لاد لاد پھینکتے اور سب مل کر نغمہ زن ہوتے....

نحن الذین بايعوا حمدا

علی الجهاد ما بقینا ادا

سرور دو عالمؐ پہھاوڑا لے کر خندق میں آ رہے ہیں، خندق سے خود مٹی اٹھا رہے ہیں، شکم مبارک پر غبار اٹ گیا ہے اور زبان پر حمد و شکر کا ترانہ ہے....

والله لولا الله ما ابتدينا

ولا نصدقنا ولا صلينا

فانزلن سكينه علينا

وثبت الاقدام ان لاينا

چھ دن میں خندق کی تکمیل کر کے کوہ سلع کے قریب قافلہ اسلام صف آراء ہوا۔ لشکر کفار دندناتے ہوئے پہنچا تو خندق نے استقبال کیا۔ = استقبال ان کے لیے نیا بھی تھا اور پریشان کن بھی! خندق عبور کرتے تو کیسے؟.... طرفین سے تیر اندازی شروع ہوئی.... بیس دن یا ایک ماہ تک = سلسلہ جاری رہا۔ اللہ کی نصرت یوں آئی کہ بنو غطفان کے سردار نعیم بن مسعود اسلام لے آئے اور ایسی تدبیر کی جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ ادھر اس زور کی ہوا چلی کہ کفار کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، چولہوں سے دیگیچیاں الٹ گئیں، سامان بکھر گئے۔ جس سے بداحوس ہو کر صبح کی پو پھٹنے سے پہلے ہی کفار کا لشکر واپس مکہ روانہ ہو گیا۔ = ۲۳ ذی قعدہ سن ۵ھ چہار شنبہ کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے، تین یا آٹھ کافر مارے گئے.... چونکہ یہودی قبیلہ نے غزوہ خندق میں کفار کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کی، اس لیے مسلمانوں نے غزوہ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچ کر ابھی ہتھیار رکھے ہی تھے کہ جبریل امین نے آکر آپؐ سے تعجب کیا، ہتھیار اتار دیئے؟ آپؐ نے فرمایا ”ہاں“ فرمانے لگے، فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں کھولے، بنو قریظہ کی طرف جانا ہے....

وقت فرمت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

آپؐ نے اعلان فرمایا کہ نماز عصر قریظہ میں پڑھنی ہے۔ تین ہزار کے لشکر نے قریظہ کا محاصرہ کیا، لشکر میں ۳۶ گھوڑے تھے۔ ۲۵ دن محاصرہ جاری رہنے کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر راضی ہو کر بنو قریظہ قلعوں سے اتر آئے۔ حضرت سعدؓ کا فیصلہ تھا، ان کے تمام مرد قتل کئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم ہو۔ اس طرح چار سو یہودیوں کا سر قلم کیا گیا۔

## غزوہ ذات الرقاع

= غزوہ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق جمادی الاولیٰ ۲ھ میں، ابن سعد کے نزدیک ۵ھ میں اور امام بخاری کے نزدیک خیبر کے بعد سن ۷ھ میں ہمیشہ آیا ہے کیونکہ اس غزوے میں حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابو ہریرہؓ شریک تھے اور یہ دونوں خیبر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ رسالتاب کو اطلاع ملی کہ غطفان کے دو قبیلے محارب و ثعلبہ مسلمانوں کے خلاف منظم ہو رہے ہیں اس لیے آپ چار سو سات سو یا آٹھ سو سچاپہ کو ساتھ لے کر ہمیشہ قدمی کر کے ان کی طرف بڑھے۔ آمانا سامنا ہوا، لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ دشمن کا خطرہ تھا اس لیے صلوات الخوف ادا کی گئی۔

## غزوة بنی المصطلق

بعض نے ۳ھ میں، ابن سعد نے دو شعبان، ۵ھ میں اور ابن اسحاق نے ۶ھ میں اس کا وقوع لکھا ہے، حافظ ابن حجر نے ۵ھ کا قول راجح قرار دیا ہے۔ بنو المصطلق کے رئیس حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں شروع کیں۔ آپ کو اطلاع ملی، حضرت بریدہ بن مصعب کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ بریدہ نے آکر تصدیق کی۔ حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنا کر دو شعبان کو آپ مرسیع کی طرف روانہ ہوئے۔ سات سو صحابہ تھے۔ لشکر میں تیس گھوڑے تھے۔ ام المؤمنین عائشہ اور ام سلمہ ساتھ ہوئیں۔ دشمن اپنے جانوروں کو پللی پلا رہے تھے کہ نابلہاں ان پر ملا گیا۔ شکست کھا کر ان کے دس آدمی مارے گئے، دو سو گھرانے قید ہوئے، دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت میں آئیں۔ بعد میں چونکہ بنی المصطلق کے رئیس حارث کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت جویریہؓ مرور دو عالم کے عقد نکاح میں آئیں اس لیے سب کو آزاد کر دیا گیا۔ اس سفر سے واپسی میں واقعہ اُفک ہمیش آیا۔

## غزوة حدیبیہ

یکم ذی قعدہ، بروز ہیر ۶ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے، اس سفر میں صحابہ کی تعداد مختلف روایات میں ۱۳/۱۴ سو ۱۵ سو اور ۱۸ سو آئی ہے، مشہور چودہ سو ہے۔ لشکر اسلام نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا اور بشر بن سفیان کو جاسوس بنا کر آگے بھیجا۔ عثمان کے قریب غدیر اشطاظ پر اسلامی لشکر پہنچا تو بشر نے آکر اطلاع دی کہ قریش اور اس کے حلیفوں کے آٹھ ہزار افراد مغربی جانب ”بلدح“ میرا پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ دو سو سواروں کے ساتھ خالد بن ولید ”کراع النعمیم“ کی گذرگاہ پر حملے کے لیے تاک میں ہیں۔ حضور نے راستہ تبدیل کر کے حدیبیہ میں جا کر قیام کیا، خالد بن ولید نے محسوس کیا کہ مسلمان راستہ تبدیل کر گئے ہیں تو قریش کو نئی صورت حال سے آگاہ کیا۔ حدیبیہ سے حضرت عثمانؓ کو آپ نے قریش سے بات چیت کے لیے مکہ بھیجا۔ انواہ کھلی کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھ گئے ہوئے دس ساتھی شہید کر دیئے گئے جس کے بعد بیعت رضوان کا تاریخی واقعہ ہمیش آیا، بیعت رضوان کی خبر نے قریش کو مرعوب کر کے صلح پر آمادہ کیا۔ صالحتی مکہ کو کے لیے قریش نے ہیل بن عمرو کو بھیجا۔ چند شرائط پر دس سال کے لیے صلح ہوئی، بیس دن یا ایک ماہ حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے مدینہ منورہ کا رخ کیا، واپسی میں سورہ فتح نازل ہوئی، قرآن نے صلح حدیبیہ کو ”فتح مبین“ قرار دیا۔

## غزوة خیبر

مدینہ سے جلا وطن ہو کر یہود خیبر جا آباد ہوئے تو مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے منافقین کو مسلمان کے خلاف ابھارنے میں لگ گئے۔ اس لیے اب وقت آیا کہ ان کی طاقت کا خاتمہ ہو۔ ابن ہشام کے نزدیک محرم ۷ھ کے آخر میں ۱۶ سو صحابہ لے کر مدینہ سے ۹۶ میل کے فاصلے پر شام کی طرف واقع خیبر کی طرف آپ روانہ ہوئے۔ ابن سعد نے جنابی اللابی ۷ھ لکھا ہے۔ دو سو سوار، چودہ سو پیادہ تھے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔ مدینہ میں آپ نے حضرت بلع بن عرفطہ کو قائم مقام بنایا۔

رات کو خیبر پہنچے۔ حملے کے لیے صبح کا انتظار تھا۔ صبح یہودی کام کرنے نکلے، آپ کو دیکھا تو بھاگتے ہوئے پکار اٹھے ”محمد والحمیس“۔ لشکر اسلام نے خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور بالترتیب قلعہ ناغم، قلعہ قومس، قلعہ صعوب بن حاز، قلعہ قحہ فتح کیا۔ اس کے بعد قلعہ وطیح و سلام کا چودہ دن تک محاصرہ جاری رہا، مجبوراً یہود صلح پر آمادہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا صلح اس شرط پر ہے کہ سونا چاندی اور سامان

حرب سب خبیر میں چھوڑو، یہود نے شرط قبول کی۔ بعد میں آپ سے درخواست کی کہ ہمیں خبیر ہی میں رہنے دیا جائے، باغات خبیر کی نصف پیداوار ہم آپ کو دیں گے۔ آپ نے اجازت دیدی۔ غزوہ خبیر میں تقریباً چودہ پندرہ صحابہ شہید ہوئے اور ۹۳ یہودی مارے گئے۔

## فتح مکہ

صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ خزاعہ مسلمانوں اور بنوکر قریش کا حلیف بن گیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں قدیم سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ بنوکر نے خزاعہ پر حملہ کیا۔ قریش نے بنوکر کی مدد کر کے شرائط صلح کی خلاف ورزی کی۔ خزاعہ کے رئیس عمرو بن سالم نے مدینہ آکر قریش کے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کی حضور اکرم سے شکایت کی۔ آپ نے قریش کو پیغام بھیجا کہ مقتولین خزاعہ کی دیت ادا کریں یا بنوکر کے معاہدے سے علیحدگی اختیار کریں ورنہ صلح حدیبیہ کے نسخہ ہونے کا اعلان کر دیں۔ قریش نے صلح کے نسخہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ بعد میں نام ہو کر تجدید معاہدہ کی کوشش کی لیکن بار آور نہ ہوئی۔

رسالہ کتاب دس رمضان ۸ھ (جنوری ۶۳۰ عیسوی) بروز چہار شنبہ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت سیمونہ ساتھ تھیں۔ رات کے وقت مکہ کے قریب مر الظہران میں سرداران قریش ابوسفیان، بدیل اور حکیم بن حزام جو تحقیق حال کے لیے مکہ سے نکلے تھے پکڑے گئے۔ اگلے دن تک تینوں اسلام لے آئے تھے۔ صبح ہوئی تو دین اسلام کے پاسبانوں کا لشکر مکہ کی طرف بڑھا۔ سرور دو عالم بلالی جانب کداء سے کسی مزاحمت کا سامنا نہ کئے بغیر داخل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید مکہ کی نچلی جانب کدی سے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ داخل ہوا چاہتے تھے کہ قریش کے بعض اوباشوں نے مزاحمت کی جس میں عین مسلمان حضرت کرز بن جابر، حبیب بن اشعر اور مسلمہ بن المیاء نے شہادت پائی۔ کفار کے بارہ یا چوبیس آدمی مارے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت ام ہانی کے گھر گئے۔ آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ پھر مسجد حرام آئے، طواف کیا، حرم میں رکھے ہوئے ۳۶۰ بتوں اور بیت اللہ کے اندر سے تصویروں کو صاف کیا۔ حضرت بلالؓ کو ساتھ لے کر کعبہ کے اندر گئے اور تکبیر کے مقدس زمزموں سے اس کی نضاؤں کو منور کیا۔ پھر نکل کر خطبہ دیا اور قریش سے نفرتوں کے انتقام لینے کے بجائے سب کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کیا۔ ۲۰ رمضان جمعہ کا دن تھا۔ تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کے لیے ہام کعبہ سے حضرت بلال کی روح پرور اذان کی صدا میں بلند ہو رہی تھیں۔ ظہر کے بعد عام بیعت شروع ہوئی۔ ہفتہ ۵ شوال تک آپ یہاں رہے ۶۰ کو آپ حنین کے لیے روانہ ہوئے۔

## غزوہ حنین او طاس طائف

فتح مکہ کی خبر سن کر ہوازن وثقیف نے جو حنین و طائف میں آباد تھے باہمی مشورہ کیا کہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ دونوں قبیلوں کے جس ہزار افراد مالک بن عوف کی زیر قیادت وادی حنین پہنچے۔ آپ کو خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو صور حال معلوم کرنے بھیجا۔ انہوں نے آکر لشکر ہوازن وثقیف کی اطلاع دی۔ ۶ شوال ہفتہ ۸ھ کو بارہ ہزار کا لشکر لے کر حضور اکرم حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام شب چہار شنبہ کو وادی حنین سے گذر رہا تھا کہ ناگاہ گھاٹیوں میں چھپے ہوئے ثقیف و ہوازن کے ہزاروں نوجوان لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ وہلہ اول میں مسلمان پسا تھے۔ لیکن سرور دو عالم کھمسان کے رن میں اپنی جگہ ثابت قدم تھے۔ زبان مبارک سے نبوت کا جلال اعلان کر رہا تھا.... انا للہی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب.... حضرت عباسؓ سمیت چند صحابہ ساتھ تھے۔ حضرت عباسؓ کو حکم ہوا کہ انصار و مہاجرین کو آواز دو۔ پل بھر

میں اسلامی لشکر دیوانہ وار پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ کچھ دن بعد میدان صاف تھا۔ دشمن کے ستر آدمی مارے گئے، چھ ہزار کے قریب قید ہوئے۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں ملی۔ چار مسلمانوں نے شہادت پائی۔

حنین کی شکست نورہ فوج کا ایک حصہ اوطاس اور ایک حصہ طائف چلا گیا، سرور دو عالم نے حضرت ابو عامر کی زیر قیادت ایک جماعت اوطاس کی طرف روانہ کی۔ اوطاس میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی، طائف کا محاصرہ پندرہ، سترہ، اٹھارہ یا بیس دن تک جاری رہا۔ بارہ مسلمانوں نے شہادت پائی، تاہم قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ ثقیف کے لیے ہدایت کی دعا کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھالیا۔ پانچ ذی قعدہ کو آپ جعران پہنچے، جہاں حنین کے قیدی اور مال غنیمت جمع تھا۔ دس دن سے زیادہ آپ نے انتظار کیا کہ شاید ہوازن و ثقیف اپنے قیدی جعرانے آئیں۔ جب کوئی نہ آیا تو اسیران جنگ سمیت مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ تقسیم خنائم کے بعد وفد ہوازن تائب ہو کر آیا۔ سرور دو عالم نے صحابہؓ سے ان کے قیدی واپس کرنے کی سفارش کی۔ تمام صحابہؓ نے چھ ہزار قیدیوں کو بیک وقت آزاد کر دیا۔

۱۸ ذی قعدہ بروز پہلا شنبہ آپ نے جعران سے عمرے کا احرام باندھا۔ عمرہ کر کے مدینہ منورہ واپس ہوئے اور ۲۷ ذی قعدہ کو مدینہ پہنچے۔ ۱۰ رمضان ۸ھ کو فتح مکہ کے ارادے سے نکلے تھے، دو ماہ سولہ دن کے بعد واپسی عمل میں آئی۔

### غزوة موتہ

حضور اکرم نے حضرت حارث بن عمیر کو دعوت اسلام کا خط دے کر قیصر روم کی جانب روانہ فرمایا۔ قیصر کے ماتحت بلقاء کا رہیس شرجیل بن عمرو نے سفیر کو قتل کر دیا۔ ان کا قصاص لینے کے لیے آپ نے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ کی امداد میں موتہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب، جعفر شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے اور اگر رواحہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس پر اتفاق کریں وہ امیر ہوگا۔

شرجیل کو اطلاع ہوئی تو ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلہ پر آیا۔ ہر قتل مزید ایک لاکھ افراد کے ساتھ خود پہنچا۔ موتہ کے میدان میں دو غیر متوازن طاقتیں آمنے سامنے تھیں۔ حق و باطل، نور و ظلمت، کفر و اسلام۔۔۔ دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر کفر، صرف تین ہزار مجاہدین اسلام۔۔۔ جنگ شروع ہوئی۔ حضرت زید، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ تینوں بالترتیب شہید ہوئے۔ مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید کو امیر بنایا۔ انہوں نے لشکر کی ترتیب میں اگلے دن تبدیلی کچھ اس انداز سے کی جس سے دشمن کو نئی ٹک پھینچنے کا تاثر ملا۔ اس سے مرعوب ہو کر دشمن میدان چھوڑنے لگا۔ حضرت خالد نے بھی تعاقب مناسب نہیں سمجھا اور مدینے کا رخ کیا۔ اس غزوة میں ۱۳ مسلمانوں نے شہادت پائی، ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں اور خلیفہ بن خیاط نے ۷ھ میں اس کا وقوع لکھا ہے۔

### غزوة تبوک

مدینہ منورہ سے دمشق کی جانب سات سو کلومیٹر پر تبوک واقع ہے۔ منورہ اقدس کو اطلاع ملی کہ ہر قتل نے تبوک میں لشکر جرار جمع کر دیا ہے اور مدینے پر حملے کے ارادے سے اس کا مقدمہ الجیش بلقاء تک آ گیا ہے۔ اطلاع ملتے ہی آپ نے ہمیشہ قدمی کر کے مقابلہ کے لیے جانے کا اعلان کیا۔ موسم گرمی کا تھا، زمانہ فصلوں کی کٹائی کا تھا۔ قحط و فاقہ عام تھا، سفر دور کا تھا اور مقابلہ وقت کی سب بڑی سلطنت روم سے تھا۔ لیکن اللہ نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے ان ہی سعادتمند جانبازوں کا انتخاب کیا جو اس صحبت کی قدر جانتے تھے۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال حاضر کیا۔ بہت سے تکلیفیں جانے کے لیے بے تاب تھے لیکن زاد سفر پاس نہ تھا۔ سرور دو عالم کے پاس آئے۔ آپ کہاں سے

لاتے۔ واپس ہوتے ہوئے روئے اور اس درد سے روئے کہ آپؐ کا دل بھر بھر آیا.. ﴿تولوا و اعینہم تفیض من الدمع حزنا لا یجدوا ما ینفقون﴾  
(التوبة/۹۲)

رجب ۹ھ (نومبر ۶۳۵ء) بروز جمعرات حضور اکرمؐ تیس، چالیس یا ستر ہزار فوج لے کر نکلے۔ لشکر میں دس ہزار گھوڑے، بارہ ہزار اونٹ تھے۔ ۱۵ دن سفر کر کے اسلامی لشکر تبوک پہنچا۔ مقابلے پر کوئی نہیں آیا۔ تبوک میں قیام کے دوران آس پاس کی ریاستوں میں ہمیں روانہ کی گئیں جو کامیاب لوٹیں۔ دومتہ الجندل، ایلہ، جربا، ازرج کے سرداروں نے جزیہ دینا منظور کیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ تبوک میں قیام کی مدت کتنی رہی۔ واقدی نے دو ماہ، ابن سعد نے بیس دن، ابن اشیر نے انیس دن، طبری نے بارہ دن اور ابن ہشام نے دس دن لکھے ہیں۔ لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ ۱۵ دن جانے، ۱۵ دن آنے اور بیس دن قیام، کل ۵۰ دن لگے۔ حضرت کعب بن مالک کی توبہ کے دن بھی پچاس ہیں۔ مدینہ کے قریب پہنچے تو آفتاب اسلام کے استقبال کے لیے ذرہ ذرہ عالم شوق میں چشم براہ تھا۔ شرب کی بچیوں کی زبان پر آج بھی وہی ترانہ تھا جو آج سے نو سال پہلے تھا... طلع البدر علینا۔ من ثنیات الوداع۔ و جب الشکر علینا۔ مادعی لله داع.... لیکن اس فرق کے ساتھ کہ اُس وقت دو غریب الدیار مظلوم مہاجروں کا استقبال تھا، آج آغوش شفقت و نبوت میں ستر ہزار لشکر لینے والے سید المجاہدین کا استقبال تھا... صلی اللہ علیہ وسلم، صلی اللہ علیہ وسلم۔





## کتابیات

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنفین	مطبع
۱-	الایوب والتراجم	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	ایچ ایم، سعید کپنی
۲-	اتحاف السادة المتقين	محمد بن محمد الرضی الزیدی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۳-	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی	ایچ ایم، سعید کپنی
۴-	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان	عذو الدین علی بن بلبان (۷۳۹ھ)	مؤسسة الرسالة
۵-	انکام القرآن	مولانا ظفر احمد عثمانی	ادارة القرآن کراچی
۶-	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن الاثیر، علی بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی	المکتبۃ الاسلامیہ
۷-	الاصابہ فی تیسیر الصحابہ	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الفکر
۸-	الاستیعاب	عمریوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر	دار الفکر
۹-	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی (۱۳۹۳ھ)	ادارة القرآن کراچی
۱۰-	الاکمال فی اسماء الرجال	محمد بن عبد اللہ تبریزی	ادارة القرآن کراچی
۱۱-	امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۹۲ھ)	
۱۲-	الارشاد فی اصول الاعتقاد	عبد الملک بن عبد اللہ (۳۷۸ھ)	
۱۳-	البحر الرائق	شیخ زین العابدین ابن نسیم (۹۸۰ھ)	ایچ ایم، سعید کپنی
۱۴-	البدایہ والنہایہ	ابوالفداء ابن کثیر (۷۷۴ھ)	مکتبۃ المعارف، بیروت
۱۵-	بذل الجہود	مولانا غلیل احمد سہارنپوری (۱۳۳۶ھ)	مکتبۃ السعادیہ
۱۶-	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ)	مطبع بختیانی، دہلی
۱۷-	تاریخ الدرر المنورہ	ابوزید عمر بن شبہ البصری (۳۶۲ھ)	جدہ: السید حبیب محمود احمد
۱۸-	تاریخ الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	مؤسسة الرسالة
۱۹-	تاریخ الخميس	حسین بن محمد دیار بکری	مؤسسة شعبان، بیروت
۲۰-	تاریخ دعوت وعزیمت	مولانا ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام کراچی
۲۱-	تالیفات رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی	ادارة اسلامیات، لاہور
۲۲-	تحفۃ اثنا عشریہ	شاہ عبد العزیز دہلوی	سہیل اکیڈمی، لاہور
۲۳-	تفسیر کبیر	امام فخر الدین الرازی	مکتبۃ اطلاع اسلامیہ قم ایران
۲۴-	تفسیر ابن کثیر	اسماعیل ابن کثیر (۷۷۴ھ)	
۲۵-	تعلیقات لامع الدراری	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (۱۳۰۲ھ)	مکتبۃ امدادیہ مکہ مکرمہ
۲۶-	التعلیق الصبیح	مولانا ادریس کاندھلوی (۱۳۹۳ھ)	المکتبۃ العثمانیہ لاہور پاکستان
۲۷-	تعلیق تہذیب الریاستہ وترتیب الیاستہ	ابراہیم یوسف مصطفیٰ عجمی	



دار صادر بیروت  
مؤسسه الرساله بیروت  
دار الفکر  
دار الفکر  
دار الفکر  
قدیمی کتب خانہ کراچی  
قدیمی کتب خانہ  
لیج، ایم سعید  
مؤسسه الرساله  
دارالکتب العلمیہ بیروت  
دارالشفائیس  
مکہ بکس لاہور  
مکتبہ فاروقیہ ملتان  
مکتبہ امدادیہ ملتان  
دارالتالیف مصر ۱۹۵۳ء  
مؤسسه الرساله  
قدیمی کتب خانہ کراچی  
دار احیاء التراث العربی  
لیج ایم سعید کمپنی  
دار احیاء السنۃ النبویہ بیروت  
دارالکتب المصری قاهرہ  
قدیمی کتب خانہ کراچی  
دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور  
نشر السنۃ بیرونی بوہر گیٹ ملتان  
دار الاشاعت کراچی  
مکتبہ عثمانیہ لاہور  
مصطفیٰ البابا مصر (۱۹۵۵ء)  
المکتبۃ الاسلامیہ بیروت لبنان  
مؤسسه الرساله  
المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ولبنان

علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲)ھ  
جمال الدین بن یوسف الرزی (۷۴۲)ھ  
مبارک بن احمد بن الاثیر بجزری  
ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ  
عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی  
ابو نعیم اصبہانی (۴۳۰)ھ  
احمد علی سہارنپوری  
ابوالحسن محمد بن عبد الہادی سندھی  
محمد بن علی بن محمد حصکفی (۱۰۸۸)ھ  
عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی (۹۱۱)ھ  
ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی (۴۵۸)ھ  
ابو نعیم الاصبہانی (۴۳۰)ھ  
مولانا محمد نافع صاحب  
عبد الرحمن بن عبد اللہ السیسی (۵۸۱)ھ  
ابوالفضل محمود آلوسی (۱۲۷۰)ھ  
ابوجعفر احمد صاحب الطبری  
محمد بن ابی بکر ابن القسیم (۷۵۱)ھ  
جلال الدین السیوطی  
محمد بن عیسیٰ بن سیرۃ (۲۷۹)ھ  
ابوداؤد سلیمان ابن الاشعث السجستانی (۲۷۵)ھ  
محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ (۲۷۵)ھ  
احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳)ھ  
علی بن عمرو دارقطنی (۳۸۵)ھ  
احمد بن الحسین البیہقی (۴۵۸)ھ  
مولانا شبلی نعمانی  
مولانا ادریس کاندھلوی  
ابو محمد عبد اللہ بن ہشام (۲۱۳)ھ  
علی بن برہان الدین الحلبی  
شمس الدین بن محمد الذهبی (۷۴۸)ھ  
احمد زینی دحلان

۲۸- تہذیب التہذیب  
۲۹- تہذیب الکمال  
۳۰- جامع الاصول  
۳۱- الجامع لاحکام القرآن  
۳۲- المجرع والتعدیل  
۳۳- حلیۃ الاولیاء  
۳۴- حاشیہ صحیح بخاری  
۳۵- حاشیہ صحیح بخاری  
۳۶- در مختار  
۳۷- در منشور  
۳۸- دلائل النبوة  
۳۹- دلائل النبوة  
۴۰- رحاؤ بینہم  
۴۱- الروض الانف  
۴۲- روح المعانی  
۴۳- الریاض النضرۃ  
۴۴- زاد المعاد  
۴۵- زہر الربی  
۴۶- سنن ترمذی  
۴۷- سنن ابی داؤد  
۴۹- سنن ابن ماجہ  
۵۰- سنن نسائی  
۵۱- سنن دارقطنی  
۵۲- سنن کبری  
۵۳- سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
۵۴- سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
۵۵- سیرۃ ابن ہشام  
۵۶- سیرۃ طلبیہ  
۵۷- سیر اعلام النبلاء  
۵۸- السیرۃ النبویہ وآثار الحمیدیہ

- ۵۹- شرح السنہ  
محمد بن عبد اللہ بن مسعود البغوی (۵۱۱ھ)
- ۶۰- شرح نخب البلاغ  
عبد الحمید بن عتبہ اللہ بن ابی الحدید
- ۶۱- شرح نخب البلاغ  
یحیٰی بن علی بن میثم البحرانی (۶۷۹ھ)
- ۶۲- شرح معانی الآثار  
احمد بن محمد الطحاوی
- ۶۳- شرح الطیبی  
شرف الدین حسین بن محمد الطیبی (۷۲۳ھ)
- ۶۴- شرح الکرمانی  
محمد بن یوسف بن علی الکرمانی
- ۶۵- شرح دیوان حسان بن ثابت  
عبدالرحمن البرقوقی
- ۶۶- شمائل ترمذی  
محمد بن عیسیٰ الترمذی
- ۶۷- شیعیت کا اصلی روپ  
غلام محمد
- ۶۸- شرح مسلم  
یحییٰ بن شرف النووی (۶۷۶ھ)
- ۶۹- صحیح بخاری  
محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)
- ۷۰- صحیح مسلم  
ابوالحسین مسلم بن حجاج (۹۶۱ھ)
- ۷۱- الطبقات، الکبریٰ  
محمد بن سعد (۲۳۰ھ)
- ۷۲- عبقریۃ الاسلام فی اصول العلم  
ڈاکٹر منیر عثمانی
- ۷۳- عمدۃ القاری  
شمس الدین احمد العینی (۵۸۵ھ)
- ۷۴- عورت کی حکمرانی  
مولانا یوسف لدھیانوی
- ۷۵- عین الہدایہ  
مولانا امیر علی
- ۷۶- غنیۃ المستملی  
شیخ بن ابراہیم الحلبي
- ۷۷- فتح الباری  
احمد بن علی بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
- ۷۸- فتاویٰ قاضیان  
حسن بن منصور نرغانی (۵۹۳ھ)
- ۷۹- فیض الباری  
مولانا محمد انور شاہ کشمیری (۱۳۵۲ھ)
- ۸۰- مؤطا امام مالک  
مالک بن انس (۱۳۶ھ)
- ۸۱- مسند احمد  
امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)
- ۸۲- مصنف عبد الرزاق  
ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام العفانی (۱۲۱۱ھ)
- ۸۳- مصنف ابن ابی شیبہ  
عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ (۲۳۵ھ)
- ۸۴- مجموع شرح المہذب  
محمد بن شرف النووی (۶۷۶ھ)
- ۸۵- مشکوٰۃ المصابیح  
محمد بن عبد اللہ الخلیل تبریزی (۷۳۷ھ)
- ۸۷- مرآة الجنان  
عبداللہ بن اسد بن سلیمان (۶۸۱ھ)
- ۸۸- المرتضیٰ  
مولانا ابوالحسن علی ندوی
- ۸۹- مجمع سؤالات الانوار  
محمد طاہر ثانی (۹۸۶ھ)
- بیروت، دارائرنندلس  
انتشارات، قم ایران  
ایچ ایم، سعید کہنی (۱۱۷۰ء)  
ادارۃ القرآن، کراچی  
دار احیاء التراث العربی، بیروت  
میر محمد کتب خانہ کراچی  
ایچ ایم، سعید کہنی  
غلام محمد حیدر آباد سندھ  
قدیمی کتب خانہ کراچی  
قدیمی کتب خانہ کراچی  
دار الفکر، بیروت  
قدیمی کتب خانہ کراچی  
دار مدار بیروت  
دار المنہاجی، بیروت  
ادارۃ المطبعتہ المنیریہ، بیروت  
مکتبہ بینات کراچی  
میر محمد کتب خانہ کراچی  
ہیمل آئیڈی لاہور  
المکتبہ السلفیہ  
مکتبہ فاضلیہ کوئٹہ  
خضر راہ بک ڈیویو ہند  
دار احیاء التراث العربی، بیروت  
الکتب الاسلامی دار صادر، بیروت  
مجلس علمی (۱۹۷۲ء)  
الدار السلفیہ مؤمن پور، سہیل  
شرکتہ العلماء، ازھر  
دار الفکر، بیروت  
مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت  
مجلس نشریات، اسلام آباد  
مجلس دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن

۹۰۔ مقدمہ کتاب مولانا الیاس  
اور ان کی دینی دعوت

۹۱۔ معجم الوسیط

۹۲۔ معجم البلدان

۹۳۔ المسجد

۹۴۔ مختار الصحاح

۹۵۔ میزان الاعتدال

۹۶۔ المنتقى لابن حارود

۹۷۔ مجمع الزوائد

۹۸۔ مرقات شرح مشکوٰۃ

۹۹۔ معالم السنن

۱۰۰۔ المستدرک علی الصحیحین

۱۰۱۔ مقدمہ ابن صلاح

۱۰۲۔ معارف القرآن

۱۰۳۔ المغنی علی السنن

۱۰۴۔ منہج السنن

۱۰۵۔ الامانۃ العظمیٰ عند اصل السنن

۱۰۶۔ النہایہ فی غریب القرآن

۱۰۷۔ نزعة النظر فی ترویج نخبہ الفکر

۱۰۸۔ النکت علی کتاب ابن صلاح

۱۰۹۔ کشف الاسرار علی اصول فخر اسلام بزدوی

۱۱۰۔ الکشاف

۱۱۱۔ الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف

۱۱۲۔ الکامل

۱۱۳۔ کثر العمال فی سنن الاقوال والافعال

۱۱۴۔ الحدایہ

مولانا سید سلیمان ندوی (۱۹۳۹ء)

کتاب المغازی

مجلس نشریات اسلام کراچی

انتشارات ناصر خسرو تہران

ادارۃ المعارف کراچی

مدرارج، ایران

دارالمعارف مصر

دار احیاء التراث العربی

لجنة العلماء

یاقوت بن عبد اللہ الحموی (۶۲۶ھ)

لوتیس بن نقولا

محمد بن ابی بکر الرازی

ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی (۳۸۵ھ)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (۸۰۷ھ)

مکتبہ امدادیہ ملتان

علی بن سلطان محمد: ملا علی قاری (۱۰۱۲ھ)

امام احمد بن محمد الخطابی (۳۸۸ھ)

دار الفکر بیروت

محمد بن عبد اللہ حاکم نیساپوری (۴۰۵ھ)

دار الکتب العلمیہ

عثمان بن عبد الرحمن: ابن صلاح (۶۲۲ھ)

ادارۃ المعارف کراچی

مولانا مفتی محمد شفیع

ادارۃ اسلامیات، لاہور

مولانا خلیل احمد سہارنپوری

احمد بن عبد الحسین: ابن تیمیہ

دار الطیب ریاض (۱۳۰۷ھ)

عبد اللہ بن عمر سلیمان دمشقی

دار احیاء التراث الاسلامی

مبارک بن محمد الجزیری: ابن الاثیر (۶۰۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی

دار الراية، ریاض

ابن حجر عسقلانی

صدر پبلشرز کراچی

عبد العزیز بخاری

دار الکتب العربی بیروت

محمود بن عمر الزمخشری (۵۲۸ھ)

دار الکتب العربی بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی

دار الکتب العربی بیروت

علی بن محمد بن الاثیر (۶۳۰ھ)

دار احیاء التراث الاسلامی

علاء الدین علی المستطی بن حسام الدین (۹۷۵ھ)

برهان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (۹۳۰ھ)

